



ڈاکٹر زاہر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

Please examine the book before
taking it out. You will be res-
ponsible for damages to the book
discovered while returning it.

A. H. Faqir

Rare **DUE DATE**

Cl. No. 086 168 ES 111 Acc. No. C 7614

Late Fine Ordinary books 25 p. per day, Text Book
Re 1 per day, Over night book Re 1 per day.

~~24 APR 2005~~

~~12 OCT 2004~~

~~10.12.04~~

~~10.12.04~~

~~10.11.10~~

نہ دیکھا۔ وہ جو مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کی تحریر کی طرز خاص ہے۔ اور جو الگ پہچان پڑتی ہے۔ اس زور سے تو نہیں مگر پھر بھی ان کے لکچروں سے ٹپکی پڑتی ہے ان کو اردو فارسی اور عربی زبانوں پر یکساں قدرت حاصل ہے اور عربی انگریزی کے الفاظ بلکہ جملے کے جملے وہ ایسے بے تکلفی کے ساتھ بولتے چلتے جاتے ہیں کہ گویا ان کی اپنی زبان ہے۔ قوم اور ملک نے صرف طرز بیان اور زور بیان ہی کی وجہ سے ان کے لکچروں کی قدر نہیں کی۔ بلکہ ان کے مطالب اور مضامین ایسے ضروری اور مفید ہیں کہ ان کے لکچر ان کی تصنیفات پر فائق اور مرجح ہیں تو دیکھیں کہ کسی سے بیٹے بھی نہیں انہوں نے بہت سے معرکۃ الآراء مضامین پر نہایت آزادی اور مسانت اور استواری سے اپنی رائے ظاہر کی ہے اور وہ ایسی محکم اور مدلل ہے کہ چاروں ناچار اس سے اتفاق کرنا پڑتا ہے۔ مذہب اسلام اور تعلیم دونوں یکے کے ساتھ ہیں اور مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے ان پر ایسی خوشگانی کے ساتھ بحث کی ہے۔ کہ کوئی پہلو بچنے نہیں پایا۔ اسلام کی تائید میں ان کے دلائل ایسے تشفی بخش اور یقین دلانے والے ہیں کہ علم کلام کی کسی کتاب میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ نو جوان انگریزی خواں جو سائنس اور مذہب کی کشمکش میں ثابت قدم رہ نہیں سکتے ان کو دین اسلام پر جمے رہنے کے لیے ان لکچروں سے سہارا لینا ضرور ہے۔

سب سے پہلے فضل الدین صاحب تاجر کتب لاہور نے مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچروں کو جمع کر کے چھپوایا۔ مگر اس وقت تک خود لکچر تھوڑے سے ہوتا تھے اور جو ہوتے وہ بھی ان کو پورے دستیاب نہیں ہوتے یا انہوں نے کسی وجہ سے سب کو لینا نہیں چاہا۔ چونکہ لکچروں کا سلسلہ جاری ہے اب وہ کتاب ادھوری اور ناقص

ہو۔ فضل الدین صاحب نے حجم بڑھانے کو یا پڑھنے والوں کی خاطر سے کچھ ار کے سوانح عمری سب نہیں اکثر نہیں۔ تھوڑی برائے نام شروع میں بڑھا دیے ہیں مگر جو شخص می وقایع و زمرہ موجود ہو اپنا دل تو اس کے حالات قلب بند کرنے کو گوارا نہیں کرتا۔ اول تو معلوم نہیں کہ آخر تک اس کے مزاج میں۔ عادات میں۔ حالات میں کیسے کیسے تغیر واقع ہو دوسرے کوئی بندہ بشر ایسا ہوا ہو یا اب ہو یا آئندہ ہونا ممکن ہو جو بے عیب ہو ہم اسی کو بے عیب سمجھتے ہیں۔ جس کے ہنس اس کے عیوب پر غالب ہوں۔ بہر کیف جس طرح ہر تصویر میں دُخ ہوتے ہیں۔ روشن اور تاریک۔ ہر انسان میں دونوں طرح کی باتیں پائی جاتی ہیں۔ بعض قابل مدح اور بعض مستوجب ملامت۔ اور مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب بھی اس کیلئے سے کیوں شنی ہوں اگر ہم ان کی نرمی مع ہی مع کریں تو وہ بے جا خوشامد کے علاوہ جھوٹ بھی ہو گا اور اگر ان کے نقصان اور عیب بھی ظاہر کریں تو بیٹھے بٹھائے اُن کا اور اُن کے اقارب و احباب کا دل دکھائیں۔ بہت کم ہیں وہ لوگ جو اپنے میں کسی نقصان کے ہونے سے رنجیدہ ہوتے ہیں۔ گرا لیے بہت بلکہ سب ہیں جو ان نقصانات کے ظاہر کئے جانے سے ضرور آزرده ہو جاتے ہیں۔ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے مزاج میں کوئی نہ کوئی تو خرابی ہو کہ وہ بلا رضا مندی نہیں بلکہ خلاف مرضی نوکری سے الگ ہو کر بیٹھے بے کاری کی شکایت کیا کرتے ہیں۔ نہ ان کو کوئی خطاب ہو نہ وہ شریک کونسل ہیں اور نہ کسی سوسائٹی کے ممبر فرض کر دو کہ ہم اپنے زعم کے مطابق اس خرابی یا اُن خرابیوں کو بیان کریں تو مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کو بُرا لگے پر لگے۔ اور کہیں اس سے اُن کو پیدا ہو بے دلی۔ تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ان کی تعینفات اور کچھ دوس کے سلسلے کے انقطاع یا کمی کے ہم باعث ہوں۔ اور پینک ہم کو کو سیں اور رُبانیں ہیں۔ اچھے

ہم اس پہلو ہی پر نہیں آتے ورنہ ہم کو تو مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے اتنے حالات معلوم ہیں کہ اتنے ان کے سب لکچرل کرنے ہوتے جتنی ان کی سوانح عمری مگر ہم نے اس کی کمی کی تلافی اس طرح پر کر دی ہے کہ اولاً ان کے کل لکچر شروع سے تا مابین امر دہ جمع کر دیئے ہیں اب لکچروں کی قسم سے کوئی حرف متروک نہیں ٹانٹیا ہم نے کل لکچروں کا ایک انڈکس بنا دیا ہے تاکہ ایک نظر میں معلوم ہو جائے کہ ان لکچروں میں کس کس قسم کے مطالب ہیں اور وہ کس جگہ ملیں گے۔ مثلاً شاعری اور انگریزی عبارتوں کا ترجمہ اور جہاں ضرورت معلوم ہوئی حاشیہ بطور فٹ نوٹ کے بڑھا دیا ہے تا فہم مدعا میں سہولت ہو۔ غرض ہمارا خیال یہ ہے کہ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچروں کا مجموعہ اس سے بہتر کسی نے اس وقت تک ترتیب نہیں دیا۔ رہی مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کی سوانح عمری ہمارے پاس اس کا اتنا سامان قیا ہے کہ جب ہم اس کو پبلک کے روپ میں کتاب کے پیرایے میں پیش کر دیں گے تو لوگ دیکھ لیں گے کہ سوانح ایسے تو بہت نفع



۱۔ یہ (ڈاکٹر) دفترست اور بہت طول اور بے سود مثنیٰ میں نے خارج کر دی اور مختصر میں دفترست لکھ دی ہے۔

۲۔ مولوی سید افتخار عالم صاحب دہلوی نے "حیات النذیر" کے نام سے لکھی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ شامی

لطف نگار خانہ چینی شمار ہے مجلس ہر گرچہ تو یہ فصل مبار ہے	لجام جاں ناسخ سخن آبدار ہے ہر دل کو تازگی ہو وہ رنگ شمار ہے
مصرعہ پڑھا تو غنچہ دل سب کے کھل گئے	دائیس پہ جا کے اوج سخن کو مل گئے
اس رنگ کے نہ ہوں گے میسر چمن کے پھول گلچیں کہاں ہو گے چنے بجن کے پھول	کیا کیا بہم ہو ہیں باض سخن کے پھول انفاذ ہیں کہ بھرتے ہیں گویا دہن کے پھول
گر غور کیجئے تو میسر گنج کلام ہے	پڑمردہ کوئی گل ہو نہ کانٹے کا نام ہے
یہ فیض ہر اسی کا جو ممتاز ہو زباں ہو جنس بے بیا جو کریں قدر نکتہ داں	کیا بات ہو سخن کشنا کیا کر و بیاں ہوتا ہر اس نام جہاں کہاں کہاں
حدتے جو اہر اس پہ ہوں ایسی رقم ہے یہ	عسرت میں بھی غنی ہیں شہر گر بہم ہے یہ
رہبر ہو یہ تو سامنے ہو لطف بحر و بر اس میں کلام کیا کو جان جاں اگر	ہو طبع باغ باغ جو اس پر رہے نظر گر یہ نہیں تو خانہ خلعت ہو دل کا گھر
ہو کیوں نہ جستجو کہ یہ آپ حیات ہو	نام اس سے زندہ رہتا ہر ادنیٰ سی بات ہو
جس کا سرور کم نہ ہو وہ جام ہو یہی	باعث جو آبرو کا ہو وہ کام ہو یہی

دل میں جگہ جو اس کی دل آرام ہو یہی	راحت رسان و داغ آلام سے یہی
ہوتا ہے فکر میں اسی ہم دم سے غم غلط	پوچھو سنو درد سے جو کہتے ہوں غم غلط
مطلوب ہو کہ پاس سے اک دم نہ ہو جدا	خلوت کے وقت ہر جن کا دل نہ رہا
میرا سادل ہو کر تو چراگ ہو یونین نہ	رغبت ادھر ہو جنہیں اُن کا گلہ ہو کیا
لیسے کو کوئی دیکھے تو مجھوں کی آنکھ سے	سوئے حسین نگاہ ہو مفتوں کی آنکھ سے

میرے باپ جناب مولوی نذیر احمد صاحب برد اللہ مصلحہ کے لکچروں کا مجموعہ دو جلدوں میں نذیر حسین صاحب تاجر کتب دہلی نے شائع کیا۔ پہلی جلد جو ۱۸۹۱ء میں چھپی اس میں ۱۸۹۲ء تک کے تیرہ لکچر ہیں۔ اس کے بعد ۱۲ تا ۲۲ کے لکچر متفرق طور پر چھاپے گئے اور دوسری جلد میں نمبر ۲۳ تا ۴۵ سے نمبر ۳۵ جون ۱۸۹۶ء تک کے لکچر ہیں پھر باقی لکچر نمبر ۴۶ تا ۴۴ متفرق طور پر جدا جدا چھپتے رہے اس طرح لکچروں کا سلسلہ اکتوبر ۱۸۹۶ء سے دسمبر ۱۸۹۶ء تک یعنی اٹھارہ برس جاری رہا۔ نذیر حسین صاحب کے چھپواے ہوئے دونوں مجموعے اب نایاب ہیں اور متفرق لکچر اُن سے زیادہ کم یاب اور لوگوں کا شوق و ذوق اور طلب صادق بہتور لکچر دنیا سے اٹھ گئے مگر اُن کے کلام معجز نظام کے شائق و شہید پہلے سے بھی زیادہ موجود۔ اُن کی زندگی میں لوگوں کے دل ٹھکے ہوئے تھے کہ خود اُن کی زبان سے سن لیتے تھے۔ تصنیف را مصنف نیکو کنذریاں۔ لیکن جب سے کہ ینمت ہم سے چھن گئی لوگ اُن کے کلام کو ترس گئے اور اب اصل اگر نہیں تو تیر نقل ہی دیکھ کر دل ٹھنڈا کر لیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب پہلے سے بھی زیادہ اُن کی تصانیف کی مانگ ہو اور یہ ایک کھلی دلیل مقبولیت عام کی ہے۔ کاغذ و سامان کتابت کی گرانی نے میری بہت

پست کر دی لیکن میں دیکھتا ہوں کہ بجائے ارزانی کے گرانی یوٹائیو آئندھی کی طرح آئندھی چلی آ رہی ہے آج کا بھادکھل نہیں اور کل کا پرسوں نہیں خدا جانے یہ بلا سے بے درماں کب دفع ہو اور خلق اللہ کو اس عالم گیر جنگ کی لپٹ سے جس کی ہمیت ناک نظیر تاریخ دُنیا میں ڈھونڈے نہیں ملتی کب کلو خلاصی ہو۔ ع۔

تاسالِ دگرے کہ خور و زندہ کہ ماند

مصارفِ کثیر کا کچھ خیال نہ کر کے محض شائقین اور طالبین کی خاطر عزیز لمونغا و پیش نظر رکھ کر کچھ لکھوں کا دوسرا مکمل ایڈیشن میں اپنے خاص اہتمام سے نکال رہا ہوں اور اس میں لمبا صفر لکھوں کی تقسیم کر دی ہے۔ بائیس لکھ جلد اول میں ہیں اور اسی قدر جلد دوم میں۔ اگر ایک ہی جلد کی جاتی تو بہت ضخیم اور بو جھل ہو جاتی۔ جو شائق اور طلبگار صادق اس ڈربے بہا کے ہیں اب اسے ہاتھوں ہاتھ لیں اور نیت کی گرانی وہ بھی ایسی جیسے آٹے میں نمک دیکھ کر کہیں کہ ع۔ نرخ بالا کن کہ ارزانی مہنوز۔

اب کچھ ان لکھوں کی نسبت عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ان لکھوں کی تدوین و ترتیب میں جو خون جگر معزز و محترم مخدوم لکچرار نے کیا یا ہو اس کا صحیح اندازہ ناظرین خود فرما سکتے ہیں۔ عیاں راجہ بیان۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا کچھ علاوہ دیکھ چپ و دل آویز ہونے کے معنی خلاق ہوتے یا نہیں۔ آیا ان کے سننے کے لیے دُور دراز حصص ملک لوگ روانہ دوواں جوق جوق آتے تھے یا نہیں۔ آیا ان سے کوئی علمی فائدہ قوم کے مرہ دلوں میں تازہ روح پھونکنے اور ان کو خوابِ غفلت سے چونکانے۔ پستی سے اُبھارنے تعلیم کی طرف متوجہ کرنے کا ہوا یا نہیں۔ آیا وہ سحر سامری بیانِ مؤثر و مفید تھیں و کش و دل آویز ڈیویری (طرزِ ادا) وہ کڑا کے کی آواز و دل لہانے والا لہجہ اودھ پُر آواز

دو دو سو زنگہ از بے ریا و فخر صاف مضامین لوگوں کے دلوں کو بڑا دینے اور سخر کر لینے اُن کی جیبوں کو خالی کر دینے میں کامیاب ہونے یا لکچروں کی تقریریں مجنون کی بڑا اور دیوانے کی بکواس تھیں کہ ادھر سنا اور ادھر لوحِ دل سے محو۔ گویا۔ دے چکے گھرے پہ بوند پڑی اور پھسل پڑی۔ یہ لوگ کچھ اپنے لیے نہیں بلکہ قوم کی خاطر گدا گر بنے اور دیار و امصار میں در بدر مارے مارے مفت کی ٹھوکریں کھاتے پھرے آیا ان بزرگ کا بیچ دین کا اس میں کچھ اپنا ذاتی مفاد بھی مضمر تھا یا محض خالص لوجہ اللہ یہ سودا سر میں سایا تھا۔ اور کیا ان سب کی نیت بخیر اور خلوص دلی سے ملو نہ تھی اور کیا ان کا طرز عمل کھلے خزانے نہیں بتلا رہا تھا کہ اِنْ اُرِيدُ الْاِصْلَاحَ فَاَسْنَطَعْتُ وَاَتُوفِّي فِي الْاَيَّامِ عَلَيَّ كَثِيرٌ مِّنْ ذٰلِكَ

اور کیا یہ برگزیدہ گرد و فرشتہ خصلت و سیرت ان خدمات گراں قدر کے معاوضے میں ہم سے کسی تحسین و آفرین و تعریف و تالیش کا مستحق و متوقع و ارزومند تھا یا اِنْ اَجْرِي عَلَى اللَّهِ لَا اَزِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَتُكْفَرُونَ ان کا عمل تھا۔ ہم کیا سارا جہان ہائے پکارے کہتا ہو اور کہتا رہے گا کہ یہی دو چار آدمی دے۔ درے۔ قدے۔ سنے۔

ہر طرح اور ہر پہلو اور ہر نہج سے قوم کے فدائی تھے۔ انھوں نے ہزار بار وہ خود دیا اور لاکھوں روپیہ اپنی جادو بیانی سے دلوا یا۔ اگر یہ لوگ مصداق الدال علی الخیر کفایہ تھے تو پھر کون تھا؟۔ مروجہ ہی کے لکچروں نے علی گڑھ کے قومی کالج کے دو ایہ خزانے کو خزانہ عامرہ کر دیا۔ انھیں لکچروں کی بدولت کالج کے خیالی میوٹی نے عملی اور وجودی شکل اختیار کی اور اس کی بنیاد جو ہوا پر تھی بنیان مرصوص ہو گئی۔ انھیں لکچروں نے انجمن حمایتِ اسلام لاہور کو مال کر دیا۔ انھیں لکچروں نے مدرِ طبیبہ دہلی کو چار چاند لگا دیے جو دانیوں کے مدرسے سے ترقی کر کے ایک گرینڈ اسکول کا کام

بن گیا۔ یہ کچھ نہ تھے بامان رحمت تھے کہ جدھر رخ کیا زکریا بادش ہونے لگی۔ اگر کسی کو ہاے بیان میں ذرا سا بھی شک ہو تو علی گڑھ کے کالج کو جا کر دیکھ لے وہاں کی عالی شان سرینفک عمارات۔ وہاں کے بورڈنگ۔ وہاں کے ہال۔ کنوئیں۔ غرض کہ ہر در و دیوار اور چتے چتے سے میرے تول کی تصدیق ہوگی کہ مرحوم کے زر عطیہ ذاتی و صفاتی سے جگل میں سنگل ہو گیا۔ انجمن حمایت اسلام کے رجسٹرار انجمن کچھوں کی بدولت چندوں اور گرانقدر عطیوں سے پلے پڑے ہیں۔ مدرسہ طبیبہ کو یونانی اور آیور ویدک کالج کی شکل میں ان ہی کچھوں نے بدل دیا اور اگر بایں ہمہ تشریح و توضیح کوئی ایمان نکل جائے اور آنکھوں پر ٹھیکری دھر لے اور بدایت سے انکار کرے تو کیا کرے ۵

چشمہ آفتاب راجہ گناہ ست

گر نہ منید بروز شمشیر چشم

آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اگر ایسا نہ تھا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ سرسید نہایت تنہا اور کر زو و سے مرحوم اپنے ساتھ لئے گئے پھر انجمن حمایت اسلام کے سرکاری خود ہر سال دہلی آکر خواہ وہ کسی حال میں ہوں منت ساجت اصرار و استبداد سے اُن کو لیجائے۔ حافظ الملک حکیم عبد المجید خاں صاحب مرحوم سر کے بل چل کر آتے اور آنکھوں پر بٹھلا کر لے جاتے۔ غرض کچھوں کا سلسلہ اس طرح ایک زمانہ متد تک بلا فصل جاری رہا۔ کوئی کانفرنس کوئی جلسہ حمایت اسلام اور مدرسہ طبیبہ کا خالی نہ جاتا تھا کہ مرحوم کا کچھ نہ ہو اور ان کا کچھ سب سے اخیر وقت یا اخرون اس وجہ سے رکھا جاتا تھا کہ لوگ اس کے شوق میں شش بھر حاضر باش رہتے تھے اور اگر ان کا کچھ کہیں پہلی ہی اجلاس میں ہو جاتا تو مجلس کچھ جاتی اور لوگ چل دیتے۔ سرسید کی وجاہت و انجمن حمایت اسلام کی حمایت مدرسہ طبیبہ کی اہمیت اور سب سے بڑھ کر اُن کے بانیوں کی پاس داری خاطر اور مروت باوجود

کبیرنی وکولت بن کے ان کوکشاں کشاں لیجانی تھی

رشتہ درگروم اسگندہ دوست می بروہر جا کہ خاطر خواہ دوست

اور جس جگہ یہ نہ گئے چندوں کی ریل پیل بند۔ مجلس سونی۔ لطف کلام کے ساتھ حصول مرام
بھی رخصت۔ پگروں کی گرمی باز تو آپ نے سن لی اور عجب نہیں کہ آپ نے برامی لہین
دیکھی بھی ہو کہ ابھی کل کی بات ہے کہ یہ طوطی شکر مقال اور سبحان ہند اپنی زبان فیض ترجمان
کے کرتے دکھا رہا تھا اور اس بجز ذخار زبان دانی نے اپنے لاجواب و لاثانی کلمات
طیبات سے ایک تلاطم پیدا کر رکھا تھا

تحسین کا شور بزم میں حسن بیاں سے ہو
سار افرغ شمع کی صورت زیاں سے ہو

لیکن واسے بہ حال با۔ ہم نے اس ذات متجمع الصفات کے ساتھ کیا کیا۔ وہ کیا کہ جس کے
کہنے سے بھی مجھے شرم آتی ہے یعنی یہ کہ "فطرت اللہ" نامی معرکہ الاکر الکر منبرہ اکو محرم علی
صاحب چشتی نے توہین مذہب قرار دے کر جو نہ کنا تھا کنا اور جو نہ کنا تھا اخبار فیق ہند
میں لکھا اور دل کے جلے پھولے پھوڑے اسے کاش اسی حد پر اس قضیہ نامرضیہ کا خاتمہ
ہو جاتا۔ نہیں نہیں۔ لاہور میں خود نالاش کی اور اپنے ہم خیالوں سے مختلف مقامات میں
چارہ جوئی عدالت کرائی یعنی یہ کہ چوٹ اگ لگائی۔ مرحوم کو کشاں کشی عدالت کی نسبت
آئی۔ ہزار بار دہ پیے پر پانی پھر گیا دوا دوش۔ کشاں کشی زحمت اور ناگفتہ بہ روحانی صدات
اور تکالیف کا کچھ حد حساب نہیں۔ جو شخص ساری عمر خود حاکم ذمی شان رہا ہو اس کا
پر حیثیت مدعی علیہ دربار عدالت میں حاضر رہنا کیا کچھ کم کسر شان اور روح کا سوا ہوتا تھا۔
جب صدائے آواز کی جھلک ملتی ہے تو وہ اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہونے کی

نوبت آئی تو چشتی صاحب کو دن کو تارے دکھائی دینے لگے اپنے کیے پر عرقِ مذامت میں غرق ہو کر پھٹانے لگے اور کھلی عدالت میں ۱۴ مارجن سسٹہ ۱۸۹۳ء کو مولانا جیسے بزرگ کو تاملانم اور بے جا فقرے اور گالیاں دینے کے قصور کے معترف اور شرمسار ہو کر معافی نامہ پیش کر کے گلو خلاصی حاصل کی اور نہ کرتے تو لینے کے دینے پڑ جاتے اور اُلٹی آنتیں گلے پڑتیں۔ مرحوم کی صفائی قلب اور دیر دلی دیکھئے کہ معافی نامہ متبول انھیں چھاتی سے لگایا اور جیسا کہ چشتی صاحب خود معافی نامہ میں لکھتے ہیں مقدمہ کا خیر بھی معاف کر دیا! یہ ہیں وہ پاک نفس جن کی مثال ڈھونڈے نہیں ملتی اور یہ ہیں وہ نفوسِ قدسی جن کی تعمیر نامحال ہے۔

مقبول تر اکون ہر بندوں میں سوا	موسیٰ نے کی عرض کہ اے بار خدا
جو لے سکے اور نہ لے بدی کا بدلا	ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہو

اس انفسِ ناکِ ساختہ سے اتنا ضرور ہوا کہ اُن کا دل لکچروں کی طرف سے لول ہو گیا غم نہ دارنی بُزخ۔ مگر سرسید کی زبردست کشش نے انھیں چین سے بیٹھنے نہ دیا۔

خیالِ خاطرِ اجباب چاہیے ہر دم	آنتیں ٹھنیں لگ جائے آہکینوں کو
-------------------------------	--------------------------------

لکچر دینے جاتے تو تھے مگر بادلِ ناخواستہ۔ پھر بھی جو کہہ دیتے تھے وہ آڈینس میں ایک منبر پر اتر پیدا کرتا تھا۔ آڈینس کے کان اور دل اُن کی ٹھنی میں ہوتے تھے۔ کبھی اُن کو مہناتے تھے تو ایسا کہ پیٹ میں بل پڑ پڑ جاتے تھے اور کبھی رُلانے پر آتے تھے تو ہچکیاں لگ جاتی تھیں۔ لوگ بے اختیار ہو جاتے اور ڈاڑھیں مار مار کے رونے لگتے۔

ہم رونے پر آنتیں تو دریا ہی ہادیں	شبنم کی طرح سے ہیں وہ انہیں آما
-----------------------------------	---------------------------------

اُن کے کچھ کے دن پڑا لایا کچھ کچھ بھرتا تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ جب تک تقریر کرتے تھے لوگ ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے اور ایسا عالم سکوت طاری رہتا تھا کہ گویا کسی کے منہ میں زبان نہیں۔ تحریر لاجواب تقریر اس سے زیادہ پُر از آب و تاب۔ ڈیویری طرزِ بیان حرکات و سکنات سب ایک ایک سے بڑھ چڑھ کے آواز ایسی خدا داد کہ گویا شیر کی ڈنکار۔ صورت شکل جسامت قد و قامت سب با وقار۔ سرسید کی وفات مسلمانوں کی موت تھی جن پر قحط الرجال کی بلا مسلط ہو۔ یہ سب مسلم شینہ زنی کے کل پرزے تھے اور وہ بیٹیم۔ سرسید کا دم آخر میں اس مشین کو منطوق کر گیا۔

ع۔ وہ بات کوہ کن کی گئی کوہ کن کے ساتھ۔ میرے والد کی بھی کمر بیٹھ گئی۔ فرماتے تھے

اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

دو لہا کے دم کے ساتھ یہ ساری بات تھی۔

سرسید کی وفات کے ساتھ کچھ بازی کا خاتمہ ہوا جیسا کہ مرحوم نے خود کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے

کیا کمیشن خلع کچھ کا اجی چھوٹ گیا	ہم سے اکیا چھٹا ایسا کجی چھوٹ گیا
صلبرِ نصرت ہوا سننے ہی تراغرم سفر	تم تو کل جاؤ گے یہ ہم سے ابھی چھوٹ گیا

اب نواب محسن الملک بہادر کا دور دورہ شروع ہوا۔ سرسید نے سہی یہ اُن کے ارشد حواریں تھے اور میرے والد کے زمانہ دراز کے بڑے پکے اور گھارے دوست حیدر آباد دکن میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ میرے والد بھی دکن میں سرسید کی تحریک اور مولوی ممدی علی کی تائید سے بٹائے گئے۔ والد مرحوم اکثر کہتے تھے "ممدی علی ہندوستانیوں کی ناک اور ہندوستانیوں کا ساگ ہے" پھر ایسے محسن ملک و قوم سے کیوں کر منہ

موڑا جائے۔ کفارہ یمن سہل است و آزر دن دل دوستاں جبل۔ مولوی صاحب پہلے خط طلب لکھتے پھر کسی معتد کو بھیجتے اور آخر کار خود تشریف لاتے اور پکڑ کر لیجاتے۔ اب مسلسل لکچر جا کر گنڈے دار ہو گئے۔ کبھی گئے کبھی نہ گئے ٹال دیا اور لکچروں سے جان چرانے لگے۔ جب بہت ہی چربز ہو جاتے تو چارو ناچار پیاس خاطر و مردت جاتے اور مارے باندھے کا لکچر دیتے پر دیتے۔ جیسا کہ خود کہتے ہیں ۵

مہر خاموشی تھی مت سے مگر منہ پر لگی	ہر برس لکچر کے دینے کی کیسی کر لگی
-------------------------------------	------------------------------------

لیکن جب کہنے پر آتے تھے تو ایسا جذبہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے آپے میں نہ رہتے تھے اور جھگڑ بھی کہتے تھے ایسا کہتے تھے جو کھنے کا حق ہے۔ ۱۹۰۳ء میں لکھنؤ کی کانفرنس میں مولوی ممدی علی صاحب کی کوئی بات ناگوار ہوئی۔ مولوی صاحب ٹھیرے ٹھنڈے مزاج کے اور یہ منہ پھٹ۔ جودل میں وہی زبان پر۔ اسی دن سے مرحوم نے کان امیٹھا اور لکچر دینے سے توبہ کر لی۔ اس کے بعد انھوں نے ہر کمین کا آنا جانا قطعاً ترک کر دیا اور لکچر کی پچ بھی نکال ڈالی کہ نہ رہے بالن نہ بجے بالنلی۔ پھر خدا جانے کیا افتاد پڑی اور شمس الدین صاحب سکریٹری انجمن حمایت اسلام نے آکر کیا جادو ڈالا کہ ۱۹۰۷ء میں تعلیم پر ایک اور لکچر دکھائی دیا اور یہی اخیر لکچر ہے۔ اس کے بعد گودہ کم بیش سات برس جیتے مگر مجامع عام میں زبان سے ایک حرف نہ نکالا اور اسی عالم سکوت میں اس طوطی شکر مقال نے قفسِ غنصری سے ۴ مئی ۱۹۱۲ء کو اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سکوت کا ایک بڑا سبب اور آخری دہا کا مرحوم کی آخری تصنیف اجمعات الاممہ تھی۔ گورنمنٹ نے ان کو خان بہادر شمس العلماء کے خطاب دیتے۔ خلعت دیے۔ ایڈنبرا یونیورسٹی نے ایل ایل ڈی کی ڈگری دے کر ڈاکٹر بنایا۔ پنجاب

یونیورسٹی نے ڈی او ایل کی گراں قدر ایک اور ڈگری دی اور ہماری قوم نے با اس
 ہمہ اثبات و نفس کشی اور فانی القوم ہونے اور اپنے لیے نہیں اُن کے لیے دیوزہ گری
 کرنے کا صلہ بعض خود غرض اور نا عاقبت اندیش افراد نے ذاتی عناد کی آڑ میں
 کفر کا فتویٰ دے کر کافر ٹھہرایا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اگر یہ لوگ کافر ہیں تو پھر دین دار
 کون ہیں؟ میرے باپ نے دل پر ایسی چوٹ سہی کہ ممکن تھا کہ وہ ابھی کچھ اور
 جیتے مگر اس صدمہ جانکاہ نے اُن کا خاتمہ کر دیا وہ اسی رنج میں گھل گھل کے
 مرے اُن کی اینداز سانی کی تکمیل اس طریقے سے ہوئی کہ اس شعلہ مہتاب کو کتاب
 کے جلا دینے سے ٹھنڈا کیا۔ میرے باپ نے اُف نہ کی بلکہ منہ سے بھاپ تک نہ
 نکالی اور آہ سرد بھر کر رہ گئے اور کہا تو یہی کہ اِنَّ قَوْمِي لَا يَعْلَمُونَ

کیا پوچھتے ہو کیوں کہ جب نکتہ ہیں سب
 سب کچھ کیا آنھوں نے پرہم نے دم نہ مارا

سرسید بھی کافر تھے جو مرے بعد علیہ الرحمہ ہوتے۔ میرے باپ سرسید سے اگر کسی
 بات میں کہتے تو بس اسی میں سو خداوند تعالیٰ دانا و بینا و سمیع و بصیر کا لاکھ لاکھ شکر
 ہے کہ یہ امتیاز قومی بھی اُن کی حیات میں پورا ہو گیا۔ اس میں بے چارے نذیر احمد
 ہی کی کیا خصوصیت تھی۔ علمائے سلف و اکابر دین کفر و کجیاد کے فتوؤں سے کب
 محفوظ رہے ہیں جو یہ رہتے بلکہ یہ تو قومی لیڈروں کا متغہ ہو۔ پچھلے لوگوں میں کس کس
 کا نام لوں ایک امام غزالی ہی کو دیکھ لیجئے۔ زمانہ حال میں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب
 دہلوی کے جان سے مار ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی مگر جیسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے
 مولانا حضرت شاہ اسماعیل صاحب شہید شمس العلماء مولوی سید تیر حسین صاحب بحث

دہلوی (جو ہمارے عزیز قریب تھے) یہ سب کافریاں گئے۔ کیوں؟ یہ صرف اس لئے کہ یہ پتے مسلمان تھے اور ایسے مسلمان تھے جیسا کہ ایک مسلمان کو ہونا چاہیے۔ ان کے دل نورایان سے منور اور دروہ قوم سے متاثر تھے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اگر میرے باپ کا حشر ان کافروں کے زمرے میں ہو جائے تو خوش نصیب۔ اب ہم کس کس سے رد و کد کریں اب نہ وہ کافر ہی رہا نہ وہ کافر گرسا

وہ اپنی خونہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کو چھوڑیں
سبک دہن کے کیو پوچھیں کہ ہم سے مرگراں کیوں ہو

لکھنؤ کی بہار کی خزاں سرسید کی وفات ہوئی تصنیف و تالیف کا سد باب کفر کا فتویٰ ہوا۔ یوں دنیا اس چشمہ فیض کی سیرابی سے محروم ہو گئی۔ باقی رہے نام اللہ کا!

برفت و سر آمد پروردگار
ہمہ رنج او ماند از و یادگار

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَادْخُلْنَا فِي جَنَّةِ الْغَنَاءِ وَافْرَغْ عَلَيْنَا سَائِبِ الرِّضْوَانِ
بِكُنْشِيرِ الدِّينِ أَحْمَدُ كَانَ اللَّهُ لَهُ وَلِيُّ الدَّائِرَةِ

دہلی۔ جنوری ۱۹۱۰ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لکچر نمبر (۱)

انڈین نیشنل کانگریس پر

جوہر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ٹون ہال دہلی میں دیا گیا

تمہید

اس کی حقیقت اس طرح پر ہے کہ ہمیں سے کوئی بھی جی صاحب نیشنل کانگریس کی طرف سے دہلی میں آئے۔ اتفاقات سے صاحب ڈپٹی کمشنر ہمارے

لے کنگڈونگیاں ۱۲ لے ہندوستانی قومی جمع۔ یہ ایک جماعت تھینا دس برس ہوئے جب قائم ہوئی تھی اور غرض اس کی یہ تھی کہ سرکار انگریزی سے ڈھجڑا کر دیا کے کہ حقوق دلو اسے جائیں ۱۲ لے قتل منی شہر کا کرد۔ یہ چشمہ دہلی میں پینسل کٹی کے اجلاس کی جگہ پر۔ یہ پینسل کے علاوہ دیگر جماعت بھی ہوتے رہتے ہیں ۱۳

پر تھے۔ اُنہوں نے کسی میونسپل کشنر سے مل ملا کر ٹون ہال میں بتایا کہ
 کانگریس لکچر دیا۔ اُن کا مقصد یہ تھا کہ کانگریس کی حمایت کو لوگ کھڑے ہوں
 اُس کے ممبر بنیں چندہ دیں۔ اُن دنوں سکریٹری حکام شاید بہ ایما سے
 گورنمنٹ کانگریس کے مخالف تھے۔ اور ہمیں چاہتے تھے کہ کانگریس کو عروج
 اور ترقی ہو۔ غرض صاحب ڈپٹی کشنر نے دورے میں بھیم جی کے لکچر کا
 حال سنا اور دہلی واپس آئے لوگوں پر ملاقاتوں میں ظاہر ہوا جو گا کہ
 بھیم جی نے جو مجمع کیا وہ صاحب ڈپٹی کشنر کی رائے کے خلاف تھا۔
 اُس کی تردید میں دوسرا مجمع ہوا اور بڑے اہتمام و ازدحام کے ساتھ ہوا۔
 لکچر دینے والوں میں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب پیش
 پیش تھے اور یہ اُن کا لکچر ہی۔

مجھ کو مجامع عام میں شریک ہونے کی عادت نہیں اور شوق و رغبت بھی نہیں،
 اس لیے کہ میں اپنی زندگی کے اخیر دن ایسے سکون میں بسر کرنے چاہتا ہوں کہ اپنے
 اختیار سے ایک گوشہ عافیت میں پڑا رہوں۔

کہ کس نہ گوید ازیں جا بجز و آں جا رہ

لیکن چند احباب نے اصرار کیا کہ نیشنل کانگریس کی نسبت میں اپنے خیالات علیٰ رؤس الاشباہ
 ظاہر کروں۔ اُنہوں نے یہ توقع بھی ظاہر کی کہ تمہارے خیالات معلوم ہونے سے مسلمانوں
 کو فائدہ ہوگا۔ مسلمانوں کے فائدے کا نام سن کر میں نے نفیض عادت کیا۔ اور
 لے مجمع عام میں سب کے روبرو ۱۲

بے نال آپ لوگوں میں اکھڑا ہوا۔ میرے کان تو تین تین ساڑھے تین تین برس ہوئے
 کانگرس کے نام سے آشنا ہیں۔ مگر کیا تمام حاضرین کا یہی حال ہے؟ مجھ کو توقع نہیں
 مسٹر جیم جی یا جیم جی صاحب، (کیونکہ مجھ کو ان کے نام کی بھی اچھی طرح صحت نہیں)
 غرض جو کچھ ہوں۔ ان کے لکچر سے شاید دو یا تین دن پہلے کا ذکر ہو کہ میں اور مولوی
 محمد کریم بخش صاحب اور ایک صاحب اور قبل المغرب جامع مسجد کے حوض پر منتظر ناز
 بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص مسٹر جیم جی کا اشتہار دکھا کر پوچھنے لگے کیوں
 صاحب یہ کیا چیز ہے؟ چوں کہ انھوں نے لفظ نیشنل کانگرس پر انگلی رکھ کر پوچھا معلوم
 ہوا کہ پڑھے لکھے ہیں مگر نہ لفظ نیشنل کانگرس ان کی زبان سے ادا ہوتا ہے نہ اس کے
 معنی سمجھے ہیں۔ ضیق وقت کی وجہ ان کے ساتھ زیادہ باتیں کرنے کی مصلحت تو نہیں
 ملی تاہم ان کے طرز استدعا سے ایسا مستنبط ہوتا تھا کہ نیشنل کانگرس کو اندر سبھا کی
 قسم کا کوئی تماشا سمجھے ہیں (چیز) ابھی تھوڑی دیر میں میں آپ صاحبوں پر ثابت کر دوں گا
 کہ اندر سبھا کی قسم کا تو نہیں لیکن نیشنل کانگرس تماشا تو ضرور ہے۔ (چیز) مجھ کو نیشنل کانگرس کے
 کسی طبقے میں شریک ہونے کا اتفاق تو نہیں ہوا مگر جہاں تک اخباروں میں پڑھا اور
 جہاں تک لوگوں سے سنا اس سے نیشنل کانگرس کی اصل حقیقت میں نے اپنے
 ذہن میں یوں ٹھہرا رکھی ہے۔ کہ انگریزی تعلیم دتوں سے چکچکے چکچکے دلوں میں شور و ش
 پیدا کر رہی تھی لوگ نوکری کے واسطے تیاری کرتے اور نوکری ہی کی امید میں سخت
 سخت زحماتیں اٹھاتے تھے۔ سرکار نے تعلیم پر ہلکی ضرورتوں سے بہت زیادہ زور دیا

۱۵۔ یہ صاحب جی میں چار سالوں کا بڑا نامی معتد خاندان ہوا میں کے ایک ممبر ہیں ۱۶۔ علی علی ۱۷۔ علی علی
 معلوم ہوتا تھا ۱۸۔ یہ ایک انگریزی طبعی ہے کہ جب کسی کو پر سامعین خوش ہوتے ہیں تاہاں اندر سبھا کے لیے کچا ہوتا

جس کا ضروری نتیجہ یہ تھا کہ خواستگاران نوکری کا ایک بہت بڑا کثیر الاغفار گروہ پیدا ہو گیا ہے شک عقلاً محال تھا کہ سرکار جس کی جزیسی اور کفایت شکاری بھی مشہور ہو۔ اس حجم غیر کو نوکریاں دے سکے۔ یوں سلسلہ بسلسلہ بڑھنے سے توقعات۔ توقعات سے حراں۔ اور مران سے نارضا مندی پیدا ہوئی۔ جس کا مرادف ہر نیشنل کانگریس۔ پس نیشنل کانگریس اس کے سوائے اور کچھ نہیں کہ چند ناکام انگریزی خواں اس پیرایتے میں اپنے دلوں کے جھلے پھیلے پھوڑ رہے ہیں (چیز) ان کے دلوں میں گورنمنٹ کی طرف سے ناسخ کے بخارات بھرے ہوئے ہیں اور ان کے بخارات نے ان کی چشم انصاف کو اس قدر تیرہ و تار کر دیا ہے کہ گورنمنٹ میں سوائے عیب کے ان کو کچھ نہیں سوجھتا۔ ایک شاعر عربی نے کیا خوب کہا ہے

وَعِزُّ الرَّضَاءِ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيلُهُ
وَلَكِنَّ عَيْنَ الشَّخْطِ تُبْدِي لِلْسَّوَادِ

یعنی خوشنودی کی آنکھ عیب کے دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے وہ تو غصہ ہی کی ہے جس کو بڑائی ہی بڑائی سوجھتی ہے۔ میں نے اب تک لفظ نیشنل کانگریس استعمال کیا اور آئندہ بھی کروں گا۔ صرف اس وجہ سے کہ جو لوگ نیشنل کانگریس کے بانی اور مؤجد محض ہیں انہوں نے اپنے گرد وہ کاہی نام رکھا ہے ”انڈین نیشنل کانگریس“ اپنے منہ میان مٹھو۔ لیکن ایک طفل مکتب جس کو ہندوستان کے جزائیہ اور تاریخ سے کچھ بھی مناسبت ہے۔ ہندوستان کے نام کے ساتھ لفظ نیشنل سن کر کان کھڑے کرے گا۔ کہ کجا ہندوستان اور انجائینیلٹی۔

لے جس میں کثرت سے آدمی ہوں ۱۲ لے بیٹر کی بیٹر ۱۲ لے جمع توقع یعنی امید ۱۲ لے نا امید ۱۲ لے ہم معنی ۱۲ لے بالکل اندھا ۱۲ لے بنا کرنے والے ۱۲ لے ایسا کرنے والے ۱۲ لے تحریک کرنے والے ۱۲

من چرے سرایم و طنبورہ من چرمی سراپد

تمام روئے زمین پر کوئی ایسا ملک نہیں کہ جس میں اس کثرت سے مختلف العقائد مختلف
مختلف العادات اور مختلف الاغراض، قومیں رہتی ہوں۔ جیسے ہندوستان میں۔ پس
ایسے اجزائے متضادہ کو یک جا کر کے ایک سمجھن مرکب قوم واحد قرار دینا صریح مغالطہ
دہی ہے۔ مگر کس کو؟ ان پنجے انگریزوں کو جو انڈیا کا اتنا ہی حال جانتے ہیں کہ ایک بڑی
زریخ کا ٹوٹی ہوئی اور بس۔ بھلا شکی تفریقوں کا لٹا خامی نہ کرو اور ہندو ہندو ایک اور
مسلمان مسلمان ایک قوم سمجھو تو یہاں تک بھی مغالیتہ نہیں مگر ہندو اور مسلمان
کیوں کہ ایک قوم میں شامل ہو کر انڈین نیشن کہلا سکتے ہیں (چیرز، گنگا اور سندھ کا
شکم ہو سکتا ہے۔ اور نہیں ہو سکتا تو ہندو اور مسلمان کا جب تک ہندو ہندو ہے اور
مسلمان مسلمان **بِسْمِ اللّٰهِ اٰمَنَّا وَبِکُمْ وَالدَّ اَوْهٌ وَالْبَعْضُ اَوْ اَبَدًا** (چیرز، قومیت
کے بارے میں ہم ہندوؤں کا بخل دیکھتے ہیں کہ ان ہی میں کا کوئی شخص ولایت جا کر
واپس سے تو پھر اس کو اپنے میں شامل نہیں کرتے۔ اس کی مثالیں خود ہمارے
اسی شہر میں موجود ہیں۔ لیکن جنم کے بھڑٹ جنم کے ملیکس۔ مسلمانوں کے حال پر
ایسی کیا دیا اور کہا ہے کہ ہم کو کا گرس میں اپنے ساتھ گھسیٹ لیتے جاتے ہیں (چیرز بڑے
نور سے) میں تو ڈوبا ہوں مگر تم کو بھی لے ڈوبوں گا (چیرز) سیٹھوی فرام مانی فریڈ
۱۱۷۷ء خدیجیہ جوتے ۱۱۷۷ء جو دو اکئی مفرد و اوس سے بل کر بنے ۱۱۷۷ء فریب ۱۱۷۷ء تازہ ولایت ۱۱۷۷ء
۱۱۷۷ء ہندوستان ۱۱۷۷ء نو آبادیستی جس میں کسی ملک کے ۱۱۷۷ء اگر بے ہوں ۱۱۷۷ء جس جگہ دودیا
۱۱۷۷ء باہر مل کر ہیں ۱۱۷۷ء ہم میں تم میں ہمیشہ کے لئے کلم کلم و شنی ہو گئی ۱۱۷۷ء ناپاک ۱۱۷۷ء پیدا نشی ۱۱۷۷ء
۱۱۷۷ء موت ۱۱۷۷ء حرمانی ۱۱۷۷ء خدا ایسے دوستوں سے پناہ دے ۱۱۷۷ء

آخر تو کچھ دال میں کالا ہو۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ۱۸۵۷ء کے عذر کا ہو چکا ہے کہ کاتوس پر بگڑے تو ہندو۔ مگر

آخر کار ہندوؤں کے آنے کے ساتھ مسلمانوں کا گھٹن بھی پس گیا (چیرز)

کانگریس والے جو چاہیں سو کہیں۔ میونسپلٹی کے ممبروں کے انتخاب اور مذہبی تقریبات

محرم، دوسرہ، ہولی، عید وغیرہ میں ہر مرتبہ اس کے شواہد پیش آتے رہتے ہیں

کہ ہندو مسلمان دو عناصر ہیں۔ بالطبع ضد یک دگر، ایک دوسرے سے نفور۔ جن کو

حاکمان وقت نے بہ زور حکومت جمع کر رکھا ہے (چیرز) ہمارے ہندوستان کی ترکیب

ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ بدون فائرنگ گورنمنٹ کے ہم من حیث المجموع چین سے

رہ نہیں سکتے۔ ہم نے سیکڑوں برس ہندو اور مسلمان دونوں کی حکومتوں کو آزمایا۔

اور تاریخ میں اس بات کا کافی اور دافی ثبوت موجود ہے کہ کسی ایک گورنمنٹ کو بھی بڑش

گورنمنٹ کی سی کامیابی نہیں۔ اس کا ہزارواں حصہ بھی نصیب نہیں ہوا (چیرز)

ہندوؤں کی عمارتی میں مسلمانوں پر طرح طرح کی سختیاں رہیں۔ اور مسلمانوں کی

حکومت میں بعض ظالم بادشاہوں نے ہندوؤں کو ستایا۔ الغرض یہ بات خدا کی

طرف سے فیصل شدہ ہے کہ سارے ہندوستان کی عافیت اسی میں ہے کہ کوئی ایسی

حاکم اس پر تسلط رہے جو نہ ہندو اور نہ مسلمان۔ پس جو نہ ہو کوئی سلاطین یورپ

میں سے ہو سلاطین یورپ میں سے کون ہے جس نے سلطنت ہندوستان کی طمع

نہیں کی۔ فریخ۔ پور چکیز۔ ڈیج اپنی اپنی جگہ سب نے زور آزمائیاں کیں حضرت

۱۷۵۷ء کو تو اس میں فریب ہی ۱۸۵۷ء نفرت کرنے والے ۱۸۵۷ء ہندوستان کی نہیں بلکہ دوسرے ممالک کی سلطنت ۱۸۵۷ء

۱۸۵۷ء اپریل ۱۸۵۷ء فرانس والے ۱۸۵۷ء پرتگال والے ۱۸۵۷ء یہ بھی ایک انگریزوں کی ایک قوم جو کب ہالینڈ میں تھی

شہنشاہ روس کے خاندان میں توہم پڑی گریٹ کے وقت سے یہ مرض نسلاً بعد نسل متواتر چلا آتا ہے کہ جس طرح بن پڑے ہندوستان پر قبضہ کیجئے۔ گرجا کی بے انتہا امر مانی اسی کی مقتضی ہوئی کہ انگریز بادشاہ ہوئے (چیریز) انھوں نے سو سو سو برس حکومت کر کے اپنی قومی بیدار مغزی۔ جاکشی لیاقت۔ انصاف۔ رعایا پروری، اور بہادری، کو ایسے آشکارا طور پر ثابت کر دکھایا جیسے روز روشن میں آفتاب تو کیا اب بھی کسی منصف مزاج دانش مند ملکی خیر خواہ کے دل میں یہ وسوسہ گزر کر سکتا ہے کہ خدا خواستہ سلطنت بدلی جائے۔ سب بولو؟ نہیں نہیں نہیں۔ (چیریز) میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس وقت کوئی کانگرس کا طرف دار بھی اس مجمع میں ہوگا تو اس کو بھی سوائے نہیں کہنے کے اور کچھ کہتے نہیں بن پڑیگا لیکن منہ سے نہیں کہنا کافی نہیں کر دار سے۔ گفتار سے ثبوت دے کہ تم تبدیلی سلطنت نہیں چاہتے، آپ صاحبوں میں سے اکثروں نے اخبار میں پڑا ہوگا کہ ہندوستان کے لینے کا مانگو لیا ان دنوں روس کے دماغ میں برسرِ شورش ہے۔ روس جو تمہاری کانگرس کی خبر سنے گا اور اس نے ضرور سنی ہوگی (کیونکہ آج کل کا ایسا وقت ہے کہ گہری بات کر دو اخبار کے ذریعہ سے ملکوں ملکوں جا پہنچتی ہے۔ نہ کہ کانگرس جس میں کشاکش سیکڑوں آدمی بکھائے جائیں اور اس کا ڈھنڈورا پیٹے۔ اس کے لینے بھلے بجائے جائیں اس کی منادی اس طرح کی جائے کہ گویا بلا تشبیہ کانگرس انجیل ہے۔ اور منادی کرنے والے پادری اس کے لینے اخباروں میں آرٹیکل لکھے جائیں۔ رسالے تصنیف ہوں اور شہر کیے جائیں کیوں کر ممکن ہے کہ روس کے کان میں ایسی کانگرس کی بینک نہ پڑی ہو۔

نہاں کی مانند آں راز سے کوہ سازندہ غلما

میر روس نے کانگرس کی خبر سن کر کیا خیال کیا ہوگا؟ وہی جو ہر شخص خیال کر سکتا ہے، کہ اگر

میں شاہنشاہان روس میں سب سے بڑا نام ہر شخص ہے ۱۲ ملے مودودی ۱۲ ملے بدل جانا ۱۳ ملے مضامین

سرے سے اُس سرے تک سارے ہندوستان کی رعایا گورنمنٹ سے ناخوش ہیں جس
مضمون کے ادا کرنے کا وہ سراپا یہ ہے جو کہ تبدل سلطنت کی خواستگار۔ پھر اس خیال نے
روس پر کیا اثر کیا ہوگا؟ دیوانہ راموئے بس است۔ وہ مجنونانہ حرکت جو وہ پرسوں کرتا کل
کرے گا۔ اور کل کرتا تو آج۔ افسوس ہے کہ کانگریس والے اپنی حرکت کے اس زبوں نتیجے پر
نظر نہیں کرتے۔ گورنمنٹ اُدعیائیں جو تعلق ہے وہ ایسا ہے کہ گورنمنٹ پدر مہربان ہے اور رعایا
اولاد۔ یا گورنمنٹ طیب ہے۔ رعایا مریض۔ یا گورنمنٹ اُستاد شفیق ہے اور رعایا شاگرد۔ لیکن
اُن تعلقات کی مزہ داری اسی میں ہے کہ محتاج کو محتاج الیہ پر پورا پورا بھروسہ ہو اور وہ نہیں
ہوگا جب تک محتاج اپنے نیک و بد کو محتاج الیہ پر نہیں چھوڑ بیٹھتا۔ اگر اولاد اپنی تربیت میں یا
بیمار اپنے علاج میں یا شاگرد اپنی تعلیم میں اپنی رائے کو دخل دے تو ایک نیچرل بات ہے کہ باپ
اور طبیب اور اُستاد و مہداری سے سبکدوش ہو کر پرداخت میں کمی کرنے لگتے ہیں۔ پس کانگریس
کا یہ پہلو کیا ہمارے حق میں مضر نہیں ہوگا۔ ہوگا۔ اور ضرور ہوگا (چیر ز)

ہم برٹش گورنمنٹ کی پھلی کارروائی پر نظر کرتے ہیں تو باتیں ہیں کہ یہ گورنمنٹ ٹرینزٹو
اور پروگریسو گورنمنٹ ہے یعنی گورنمنٹ کی حالت ٹھہری ہوئی اور جمی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ یونٹا
یونٹا بہتر ہے اور درست ہے اور صفائی اور عمدگی اور آسانی کی طرف ترقی کرتی جاتی ہے چوں کہ ہم خود
ٹرینزٹو اور پروگریسو کنڈیشن میں ہیں۔ گورنمنٹ کو بھی ٹرینزٹو اور پروگریسو ہونا چاہیے۔ زیادہ
نہیں شہدائے کے عذر سے پہلے کے زمانے کو اس وقت سے مقابلہ کر دو تو ظلمت و نور کا فرق
پاؤ گے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ ریل۔ یہ تار برقی۔ یہ سرشتہ تعلیم۔ یہ منی آرڈر۔ یہ پوسٹ کاڈ
یہ ویلیو پی ایل پارسل۔ یہ میونسپلٹی۔ یہ ٹرکیں یہ صفائی۔ یہ نہر۔ یہ سفر بحری و بری کی آسانی
یہ پولیس۔ یہ اخباروں کی آزادی۔ یہ ہندوستانی وایان ملک کے اختیارات بنیت۔

۱۲ بد ۱۲ لکھ جس کے پاس حاجت لے جاویں ۱۲ لکھ فطری۔ خلقی ۱۲ لکھ سرکار انگریزی ۱۲ لکھ حالت ۱۲۔

۱۲ بد ۱۲ لکھ جس کے پاس حاجت لے کر ادا کیا جاتا ہے۔ ۱۲۔

یہ نمائشیں - یہ معدلت گسٹری کے قوانین اور ضابطے - یہ ہندوستانیوں کی کونسلوں میں شرکت یہ تعززی خطاب - یہ تجارت کی ترقی - **وَاِنَّا تَعْدُوْا اِلَیْہِمْ لَّا تَحْصُوْا غَرْضَہٗ** یہ سارے انتظام کس نے سوچے؟ کس نے نکالے؟ کانگرس بیچاری تو کہ آدمی دکو پرشیدی کسی کے وہم و خیال میں بھی نہ تھا۔ ذرا ایمان کو ٹھکانے رکھو اور نیت کو ڈانوا ڈول مت ہونے دو۔ جنہوں نے اتنا کچھ کیا ہے۔ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ چلتے بیل کے آرنہ مارو اور کرنے دو (چرز) کانگرس والوں کے پاس چکنے چڑھے الفاظ تو بہت سے ہیں جن کے ذریعے سے وہ اپنے اوپر کسی اعتراض کو اپنی پنداریں جبنے نہیں دیتے۔ مگر ہم تو واقعات کو دیکھتے ہیں۔

بابروں رابن سنگریم دقال را
مادروں رابن سنگریم دعال را

کانگرس کی بنیاد صرف اس ایک بات پر ہے کہ حکام وقت رعایا کی حالت - رعایا کی ضرورتوں سے غافل اور بے خبر نہیں تو خود غرض اور نامنصف ہیں۔ میں یقین نہیں کرتا کہ کوئی شریف آدمی جس کے نزدیک جھوٹ بولنا اور (کیا کہوں) بُرا ہے۔ ایسے لغو اور بے اصل اور بے وجہ اور غلط الزام لگانے والوں میں شرکت کر سکتا ہے؟ (نعرہ نہیں نہیں نہیں!) بارہ برس ہوئے کہ جھکو برٹش گورنمنٹ سے ایک بے تعلقی سی ہے۔ مگر مجھ پر برٹش گورنمنٹ کے حقوق ہیں برٹش گورنمنٹ نے مجھ کو پڑھایا - عزت دی - نوکری دی - میں اس کی رعیت ہوں۔ اور امن و آسائش اور آزادی سے علی وجہ اکیال متمتع - باایں ہمہ میں برٹش گورنمنٹ کا بھٹا نہ کبھی تھا اور نہ اب ہوں - میں جانتا ہوں کہ برٹش گورنمنٹ کے بہت سے انتظام اصلاح طلب ہیں۔

برٹش گورنمنٹ انسانی گورنمنٹ ہے۔ کون انسان ہے جس سے بھول چوک نہیں ہوتی؟ گورنمنٹ کی نکتہ چینی داخل بدخواہی نہیں۔ مگر نکتہ چینی کے بھی طریقے ہیں۔ کیا کانگرس والوں کو اس پر قناعت نہیں کہ ہر شخص اخبار کے ذریعے سے اپنی رائے ظاہر کر سکتا ہے۔ اکثر سے لے کر ان کی نشستوں کا شمار کرنا چاہو تو تم ان کہہ گن سکو گے ۱۲ ہزار سے عرصے فائدہ حاصل کرنے والے ۱۲۵۱ سے فقیر ۱۲۔

بڑے شہروں میں کیٹیاں ہیں۔ مجلسیں ہیں سوسائٹیاں ہیں ایسوسی ایشن ہیں۔ انجمنیں ہیں۔ خود حکام مغویں حضریں درپو تقیثیں دلاش رہتے ہیں حتیٰ کہ ہوس آف کامنز اور پارلیمنٹ کے ممبر تک ہر سال اس ٹوہ میں آتے ہیں۔ اور جو لوگ حکام رس ہیں ان کو ہمیشہ اس طرح کے مواقع حاصل ہوتے رہتے ہیں کہ رعایا کا دکھ درد حاکموں کے کان تک پہنچائیں۔ مگر یہ منشیل کانگریس کا نیا طریقہ تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گورنمنٹ کی مخالفت میں ایک گوبارہ جمع ہو۔ سوتی بھڑپ جگانی جائیں۔ جو لوگ امن چین سے اپنے اپنے کام دھندوں میں لگے ہیں سُن کر چونک پڑیں کہ ایسی کیا آفت نازل ہوئی جس کی وجہ سے یہ تمام کھلبلی مچ رہی ہو۔ کانگریس والے اس بات کو پیش نظر نہیں رکھتے کہ انگریزوں کو ہمارے ساتھ اجنبیت محض ہو۔ اس سے بڑھ کر اور اجنبیت کیا ہوگی کہ سوائے انسانیت کے ہم میں اور انگریزوں میں کسی طرح کی مشارکت نہیں۔ اس پر تو فلاح اور مفتوح کا تفرقہ کہ تیل اور پانی کبھی نہ ملے ہیں اور نہ کبھی ملیں گے۔ تو ایسے اجنبیوں سے ہماری کاربرداری ہو تو کیوں کر ہو۔ اس کی ہی ایک تدبیر ہے کہ جس طرح ممکن ہو چاہلوں غیور شاہ سے نہیں (کہ وہ تو میرے نزدیک دنا رت اور کیٹنگیے طبیعت اور پسینے فطرت کی دلیل ہے) بلکہ اطاعت اور فرماں برداری اور سلامت روی سے حکام وقت کو خوشنود کریں تاکہ ان کے دلوں میں ہماری مراعات اور مہربانی کے خیالات پیدا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کانگریس کی نسبت گورنمنٹ آف انڈیا اور عہدہ داران انگریزی کے کیسے خیالات ہیں لیکن خدا کو دیکھا نہیں تو عقل سے پہچانا۔ عقل کہتی ہے اور میں اس کو اپنی سیکرٹ سمجھتا ہوں کہ ضرور یہ کانگریس

۱۳ کیٹیاں ۱۳ انجمنیں ۱۳ ہوس آف کامنز اور پارلیمنٹ ان دو مشہور جامعوں کا نام ہیں جن پر دارالعلوم دہلی کی سلطنت انگریزی نفع جو صرف فرق ان دونوں میں ہے جو کہ ہوس آف کامنز میں علی العموم رعایا کے وکیل شریک ہوتے ہیں اور پارلیمنٹ میں خاص خاص ذی مقتدر جیسے لارڈ کونٹ۔ لارڈ کوس وغیرہ شریک ہوتے ہیں ۱۴ وہ جماعت جس سے سلطنت کے معاملات فیصل ہوں ۱۵ کسی چیز کی خفیہ خبر لینا ۱۶ جمع ۱۷ فتح کرنے والا غالب ۱۸ فتح کیا ہوا مغلوب ۱۹ خوشامد ۲۰ کیٹنگی ۲۱ سلطنت ہند ۲۲ راز آشکارا ۲۳

میں پیدا ہو چڑھی۔ اور سارا کیا دھرا لٹا میٹ کر دیا۔ اور پھر وہی بے اعتبار کے بے اعتبار (چیز) نیشنل کانگریس پر بدگمانی کرنے کی میرے پاس ایک بڑی وجہ اور ہو، وہ یہ کہ ملکی فلاح اور ملکی رفادہ کچھ اسی ایک کانگریس پر تو منحصر نہیں۔ کانگریس کو بغرض محال کامیابی ہو بھی تو یہی نیکم ملک کا محصول گھٹ جائے، ہتھیار باندھنے کی عام اجازت ہو جائے، ہندوستانیوں کو والٹینر فوج میں داخل کر لیں۔ انکم ٹیکس موقوف۔ اور ڈی لاسٹ دو نوٹ دی لیٹ، ہندوستانی یعنی بنگالی کشن کلکٹر ہونے لگیں۔ یا اسی طرح کی اور چند باتیں۔ تو کیا اس سے ہندوستان میں دولت پھٹ پڑے گی۔ ارے عقل کے دشمنوں، ملک کی دولت مندی کے وہ گڑھی دوسرے ہیں۔ سب سے پہلے اپنے تئیں تعصبات رسمی کے پھندوں سے بچناؤ۔ پھر علم حاصل کرو۔ علم سے مراد یہ علم نہیں جس کو پڑھ کر انسان مٹی ہے۔ ایم ایس بن بیٹھتا۔ اور کانگریس کے خواب پریشان دیکھنے لگتا ہو (چیز) بلکہ انجیری۔ ڈاکٹری۔ بائی۔ کیسیا۔ جرنیلیٹ۔ طبیعیات۔ جیالوجی وغیرہ جن کے ذریعے سے صنعت اور دستکاری، اور ایجاد کی قدرت حاصل ہوتی ہو۔ اور جن کی تفصیل ہمارے دوست شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکا اللہ صاحب خوب جامعیت کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ سب کچھ تمہاری ہی مٹی میں ہو۔ اور تمہاری ہی مٹی میں ہو۔ مگر تم کو اس سے متنبہ ہونے کا سلیقہ نہیں۔ جو کر سکتے ہو اور جو تم کو کرنا چاہیے۔ اُس کی تم کو ذرا ہی پروا نہیں۔ اور پروا بھی ہو تو کہاں سے ہو۔ تم کو گورنمنٹ کے انتظاموں پر جرح اور اعتراض کرنے سے فرصت کب ملتی ہو۔ اگر بنگالیوں نے یا پارسیوں نے یا جو لوگ کانگریس

۱۲ ضائع ۱۳ دور عیا کے لوگ جو فوجی کام سیکھیں یا تنخواہ اور فوجی احکام اپنے ذمہ لیں ۱۲ ۱۳ جو آمدنی سے خرچ لیا جاوے ۱۳ ۱۴ آؤ کار۔ اگرچہ قوت میں پچھلی باتوں سے کم نہیں ۱۳ ۱۴ یہ درجہ نفیعت و ملیت کے ہیں ۱۴ ۱۵ علم نباتات ۱۲ جس علم سے نباتات و جمادات کی ترکیب معلوم ہو ۱۲ ۱۵ جس علم سے آلات کا بنانا اور بوجھ کا اٹھانا سکھایا جاتا ہو ۱۲ ۱۵ علم طبقات الارض جس کے ذریعہ سے کانیں دریافت کرتے ہیں ۱۲ ۱۵ فائزہ لینے کا ۱۲ ۱۳

کے حامی ہیں۔ اپنے یہ فرایض پورے طور پر ادا کئے ہوتے تو ہم سمجھتے کہ نیشنل کانگرس رفقاء ملک کے لئے کھڑا کیا گیا ہو، مگر جو شخص فرض کو چھوڑ کر نفل پر دوڑے، ہم کو تو اس کی خدا پرستی تسلیم نہیں (چیز) خدا اگر کسی کے دماغ میں اس طرح کا خلل ڈالے کہ وہ انگریزی پڑھ لینے سے اپنے تئیں انڈیا کا بٹمارک سمجھنے لگے، اور ملک داری کے امور غلطیہ میں راسے زنی کرنے کو لڑا کر کاکھیل خیال کرے تو اس کو سمجھنے اور خیال کرنے دو۔ اپنا مسلک تو یہ ہو ۵

رموز مصلحت ملک خسرواں دانند	اگر اسے گوشہ نشینی تو حافظا محروش
-----------------------------	-----------------------------------

(چیز) یہ سچ ہو کہ جس طرح کاجی ٹیشن (تحریک) کانگرس کرنا چاہتا ہو۔ ولایت میں اکثر ہوتا رہتا ہو گر ہمارا کہنا یہ ہو کہ ہندوستان کو ولایت پر قیاس کرنا قیاس مع الطارق ہو شعر

دامن صبا نہ چھو کے جس سہوا رکا	یہونے کب اس کو ہاتھ ہائے خبار کا
--------------------------------	----------------------------------

ولایت والوں کی سی لیاقت۔ اُن کی سی معلومات۔ اُن کی سی روشن دماغی۔ اُن کی سی تلاش اُن کی سی راستی۔ اُن کی سی بلند جوصلگی۔ اُن کی سی مستقل مزاجی۔ اُن کی سی خاکشی۔ اُن کا ساربط و مضبوط۔ اُن کی سی جاں نثاری۔ اُن کی سی نکسالی خیر خواہی، اور اُن کی سی نہیں بلکہ اُس کا عشر عشیر بھی ہندوستانیوں میں ہوتا تو ایک کانگرس صبح۔ اور ایک کانگرس شام صبح۔

چشم مار و شن دل ماساد

کانگرس والے جیسی غلطی اپنے بارے میں کرتے ہیں کہ اپنی وقعت زاید از واجب ٹھہرا لیتے ہیں۔ اسی طرح کی غلطی اُن سے گورنمنٹ کی نسبت بھی ہوتی ہو۔ لارڈ ڈفرن دورہ کرتے کرتے کراچی میں گئے۔ تو وہاں کے عائد ریل کی ایک ٹرک کے لئے اُن کو پلٹے اور اصرار کیا کہ اُس کی

لے یہ شخص شہنشاہ حال جرن کے دادہ کے وقت میں وزیر تھایہ وہ نامہ شخص ہو جس نے سلطنت جرن کو متحد کیا اور فرانس پر غلبہ دلایا۔ شل پوپلین پونا پارٹ کے اس نے بھی بڑے نمایاں کام کئے ہیں ۱۸۵۷ء میں جتھے کا دسواں حصہ یعنی بالکل کچھ لکھ یہ شہر گورنر جنرل ہندوستان میں حکومت کر گئے ہیں لارڈ لینڈٹون صاحب سے پہلے یہی صاحب تھے بڑی کامیابی کا اظہار نہ تھوڑا ڈفرن اپنی پیش جرن ہندوستان میں جی وہ لیڈی ڈفرن کی یادگار ہیں ۱۲ +

منظوری نہ کریں تو دیر آئندہ دن (ابھی اسی جگہ) وعدہ تو کر لیں۔ لارڈ صاحب نے یہ کہہ کر اپنا پسٹہ چھوڑا کہ میں وعدہ تو کروں۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ کلکتہ پہنچ کر اسی طرح کی اور ضرورتیں پیش ہوں اور میری ہی راہ رہے۔ کراچی کے حکام کی نظر ایک محدود نقطے میں محصور تھی۔ اور لارڈ صاحب کی نگاہ سارے ہندوستان پر عادی تھی۔

فکر ہر کس بقدر رحمت اوست

یہی حال ہو گا نگرس اور گورنمنٹ کا۔ میں نے تو کانگریس میں کبھی کوئی انوکھا مسئلہ پیش ہوتے نہیں دیکھا۔ وہی پرانی باتیں ہیں جن کو برسوں سے اخبار میں دیکھتے ہیں۔ کانگریس کے ممبر اہل غرض ہیں۔ **وَأَكْثَرُ الْغُرَضِ خَوْنِيٌّ** (چیریز) ان کی رائے غرض مندانہ رائے ہے۔ گورنمنٹ کا بالکل دوسرا حال ہے۔ اُس کو پولیٹیکل اور عام ملکی مصلحتوں پر بھی نظر رکھنی پڑتی ہے۔ الغرض یہ دو مخالف اور مختلف حیثیتیں رکھتے ہیں۔ اور جب تک حیثیتوں کا اختلاف ہے۔ اختلاف رائے رفع ہو نہیں سکتا۔ مگر اختلاف رائے کو کسی غرض فاسد پر معمول کرنا کیا ضرور ہے۔ اپنا عقیدہ تو یہ ہے کہ گورنمنٹ ہماری کسی حاجت کے بر لانے میں نفل اور مضائقہ نہیں کرتی۔ مگر یہ مجبوری۔ اور فرض کیا کہ بعض باتوں میں گورنمنٹ برسر غلط ہو تو کیا رعایا۔ اور عایا بھی زیر بار احسانات گونا گوں، اور چند در چند ہونے کی حیثیت سے ہمارا ڈیوٹی نہیں ہے کہ ہم خوشدلی کے ساتھ گورنمنٹ کے حکم کو انگیز کریں۔

اُن را کہ بجائے نست ہر دم کرے | عذرش بنہ از کند بعبرے ستمے

(چیریز) اب تک میں نے عام طور پر کانگریس کی قباحتوں کی طرف اشارہ کیا وہ بھی مہملہ اس خیال سے کہ میرے بعد اور چند صاحب بھی کچھ کہنے والے ہیں۔ اور وہ یقیناً مجھ سے بہتر کہیں گے۔ بس اب میں اخیر میں منقرع طور پر اتنا اور کہنا چاہتا ہوں کہ کانگریس کی شرکت اگر ہندوؤں کے لئے مفید ہے تو ہم مسلمانوں کے حق میں مہملہ (چیریز) ہم جس جس پہلو سے ہندوؤں کے ساتھ اپنی حالت کا موازنہ کرتے ہیں۔ ہندوؤں ہی کا پتہ بھکا ہوا ہے۔ سب سے پہلے وہ شمار میں ہم سے اصنافاً

۱۔ صاحب غرض ۲۔ ملکہ متعلق نغمہ فتنہ ملک ۳۔ ملکہ فرض ۴۔ ملکہ وزن کرنا ۵۔ ملکہ چند در چند ۱۲۔

مضاعفہ زیادہ ہیں۔ کیونکہ وہ ٹھہرے ملک کے اصل باشندے اور ہم تو ملک گیری کے لئے گھر سے نکلے آئے۔ لڑے۔ فتح پائی۔ شامت جو کئی روپے (چیریز) ہم تو ٹوٹے بھی ہر سند دُن بے بھاری تھے! مگر بے مقدوری، اور تہی دستی نے ہم کو رہا سہا اور بھی پست کر دیا۔ لوگ ہم کو بے مقدوری کا لوم ٹھہرتے ہیں۔ لیکن میں اس کو بھی اضطرابی سمجھتا ہوں۔ ہم لوگوں نے بغور سلطنت فرانسی معاش کی کچھ قدر نہ کی۔ زوال سلطنت کے ساتھ بے معاش رہ گئے۔ اب یہی لیاقت تو پہلے اس امر کا مفہوم متعین ہونا چاہیے کہ لیاقت جو کیا چیز؟ اگر لیاقت سے مراد تعلیم کا سینڈرڈ (درجہ) ہو جس کا امتحان پاس کرنے سے ڈپلومہ ملتا یا ڈگری حاصل ہوتی ہو۔ تو بیشک اس خصوص میں ہندوؤں کو مسلمانوں پر ترجیح ہو۔ جب کبھی بی۔ اے۔ ایم۔ اے کی فہرست نظر پڑی۔ جھڑے آٹا کاشا۔ اللہ شاہ و نادر شاہ کے مسلمان۔ لیکن میری نظر میں اس لیاقت کی کچھ بہت وقعت نہیں۔ کچھ کوئی بی۔ اے۔ ایم۔ اے ڈگری داروں کے ساتھ طبع آزمائی کا اتفاق ہوا ہو۔ باوجودیکہ میں نے کسی کالج یا اسکول میں انگریزی نہیں پڑھی۔ اور میں انگریزی کا عطائی ہوں نہ کلاڈنٹ۔ لیکن میں اس کو خود ستائی کی راہ سے نہیں کتا بلکہ حکایت نفس الامری ہو کہ استنباط مطلب میں میری طبیعت اُن سے زیادہ لڑتی تھی۔ لیاقت حقیقت میں اس کا نام ہو کہ انسان میں مادہ قابل ہو اور جبر طوفان تو جہ کرے کچھ کر سکے۔ ولایت میں آدمی۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے کے درجے کو پہنچ کر لائق ہو جاتا ہوگا۔ کیونکہ انگریزی اُن کی مادری زبان ہو اور بڑی معلم تو سوسائٹی ہوتی ہو۔ انگریزی سوسائٹی کا کیا کتنا۔ مگر ہمارے یہاں ایک تو ملکی زبان کی پتھر لگی ہو۔ جس کو انگریزی سے کچھ بھی مناسبت نہیں اور سوسائٹی کی رداوت ناگفتہ بہ یہ سبب ہو کہ ہمارے ڈگری دار ہم لوگوں کی نظروں میں اپنی وقعت نہیں سمجھا سکتے۔ اور پھر بڑے لکھ پڑھ لینے سے وقعت نہیں ہوتی۔ اس کو چاہئے مال کو بیچ سوشل پوزیشن۔ ہم اُن ڈگری داروں کی اتنی ہی عزت کرتے ہیں کہ اُن کو نوکری کا حاصل کرنا

۱۷۱۱ء عریضہ ۱۲۱۱ء سنہ ۱۲۱۱ء خطاب فضیلت ۱۲۱۱ء یعنی ایک ۱۲۱۱ء عطائی اس کو کہتے ہیں جس کا پیشہ گانا نام اور کھانیکہ ۱۲۱۱ء پانڈراگ گانے والا ۱۲۱۱ء اخلاقی جرأت ۱۲۱۱ء سوسائٹی میں وقعت کا پیمانہ ۱۲۱۱ء

آسان ہو دگر پہنچ۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے کہا تھا کہ سرکار کے بہت سے انتظام اصلاح طلب ہیں جن میں سے ایک بڑا ضروری انتظام لیاقت کے سسٹنڈرڈ کا ٹھہرانا ہو۔ انگریزوں نے اپنی ولایت پر قیاس کر کے صرف یونیورسٹی کی ڈگری کا معیار لیاقت ہونا تسلیم کر لیا۔ جس نے ہماری سوسائٹی کو زیور بزرگ رکھا ہو۔ جو لوگ سوشلی ادنیٰ درجہ کے ہیں یونیورسٹی کی ڈگری سے بڑی خدمتوں پر پہنچ جاتے ہیں، اور اُن کے تعزز خدمتی اور سوشل پوزیشن میں محب کشکش واقع ہوتی ہے۔ ہم مقابلہ ہنود شمار میں، تمول میں اتنے پیٹے نہیں جتنے کہ اس زمانے کی لیاقت میں یا یوں کہو کہ انگریزی وانی میں۔ اس مسلمانوں کو دوست اور دشمن ایسا ایسا لٹاڑتے ہیں کہ معاذ اللہ، لیکن میں اس خصوص میں بھی مسلمانوں کو کسی قدر معذور سمجھتا ہوں۔ صد ہا سال کی محکومی نے ہندوؤں کو ایسا گرا دیا کہ اگر سچ پوچھو تو ان میں سنس آف آذ (حیت)، باقی نہیں۔ نہ اُن کے پاس مذہب ہو نہ لٹریچر نہ کوئی علم جس پر وہ فخر کر سکیں۔ میرے کہنے کا یہ مقصد نہیں کہ ہندوؤں میں یہ چیزیں سرے سے تھیں ہی نہیں۔ تھیں اور بہت عمدگی کے ساتھ تھیں۔ مگر محکومی ایسی بُری بلا ہو کہ سب فہمیتوں کو خاک میں ملا دیتی ہو۔ لوگ کہتے ہیں پیری و صد عیب، میں کہتا ہوں محکومی و ہر عیب (چیز) مسلمانوں کی عمل داری میں ہندو ہماری زبان سیکھتے۔ ہمارے علوم پڑھتے۔ ہماری تقلید کرتے۔ ہمارے تہوار مناتے۔ یہاں تک کہ ہمارے بزرگوں کی پرستش کرتے تھے۔ جب آئے انگریز تو ہندوؤں کے پاس اپنا تو کچھ اثاثہ نہ تھا لگے انگریزوں ہی کا کلہاڑ پڑھنے۔ خرابی اور بڑی خرابی ہم مسلمانوں کی ہو کہ ہم مذہب رکھتے ہیں محکم مضبوط۔ استوار۔ اَصْلُکُمْ بآئَاتِی وَفَرَعْمَا فِی السَّمَاۓِ (چیز) کہ انطباق کی آذھیاں اس کو جنبش بھی تو نہیں دے سکتیں۔ ہمارے پاس لٹریچر ہو۔ جس نے ایک وقت تمام روئے زمین کو ہلایا تھا۔ (چیز) وہ ہمارے دلوں کی تسلی ہو۔ ہماری جانوں کی توانائی۔ ہماری آنکھوں کا نور۔ ہماری رگوں کا سرور۔ ہمارے پاس علوم ہیں۔ اگرچہ اُن میں سے اکثر انگریزوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کر لئے ہیں۔ مگر آؤں تو ہمارے۔ غرض ہماری عظمت کے

نشان انداز گئے ہیں مگر شے نہیں (چیز) ہم کو یہ دشواری پیش آرہی ہے کہ اگر انگریزی نہ پڑھیں تو تن کو کپسٹرا اور پیٹ کو روٹی نہیں۔ اپنے علوم نہ پڑھیں تو اپنی ہی سوسائٹی میں عزت نہیں و قیمت نہیں۔ دونوں پڑھیں اتنی ملت نہیں وقت میں گنجائش نہیں۔ غرض ہم اپنے پرانے کمالات کو تھوڑا بہت نباہے چلے جاتے ہیں۔ تو ہم طبیعتوں سے مجبور ہیں۔ لیکن کیا اتنی ہی بات سے کہ ہم نے ہندوؤں کی طرح انگریزی کو اور حنا بچھنا نہیں کر لیا۔ ہم نالایت ہو گئے؟ ہیکڑی کا تو کچھ جواب نہیں۔ زبردست کا ٹھینکا مسرہ اگر میرا از بلیف یہ ہے۔ اور یہ از بلیف (دلی یقین) مبنی ہو ساری عمر کے تجربے پر، کہ کارفرمانی جیسی ایک مسلمان کر سکتا ہو ہندو سے نہیں ہو سکتی نہیں ہو سکتی!! ہرگز نہیں ہو سکتی! (چیز) کارفرمانی کی شراط اعظم ہو۔ خود دار مافیاتی تعز و نفوس آف کیو پیکٹر، (ہمت، جرأت) اور یہ حرارت مسلمانوں کے خون سے ابھی تک تو نکلی نہیں۔ الغرض ہمارا کیس ایک اسپیشل کیس ہو اس کی رویداد کسی طرح ہندوؤں کی روئداد سے نہیں ملتی۔ ہندو جب زور دیں گے کثرت اور انگریزی دانی پر! اور یہی جگہ ہمارے ہاں پانی کے مرنے کی ہے (چیز) پس ہم کو ہندوؤں کی رفاقت ضرور نقصان پہنچانگی میری صلاح مانو تو نہ روؤ نہ جھینکو۔ متوکل علی اللہ چپ چاپ بیٹھ رہو۔ وہ کارساز ہمارے لیے اسباب مہیا کر رہا ہے۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد (چیز)

اسی کانگرس نے مزدور گورنٹ کو چوکنا کیا ہوگا۔ کوئی دن جاتا ہو کہ یاقوت کے سسٹینڈرڈ میں ترمیم ہوگی۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ تعلیم انگریزی کی ڈاکٹر مدہم کر دی جائے گی مگر گورنٹ کو اس کی تدبیر تو چارونا چار کرنی پڑے گی، کہ ہندوستانیوں کو ایسی تعلیم دی جائے کہ ان کے خیالات سوشلسٹ نظام۔ لوکل انٹرومینٹ کی طرف مصروف ہوں۔ جس سے ملک کو فائدہ پہنچے۔ اور ایسے کیڑے ان کے مغز میں نہ کھلبکھانے پائیں کہ بکٹ اسٹمٹ کی دھوئی کے بدو ان کو

۱۔ خاص صورت ۵۸۵ خدایہ برہمکر کے ۱۲۸۵ طرز۔ ۲۔ لہو ۱۲۸۵ طرز۔ ۳۔ اصل ۱۲۸۵ طرز۔ ۴۔ مہا ملی بہودی ۱۲۸۵ طرز۔ ۵۔ سوانہ کے مداخل

چین نہ پڑے (بڑے زور سے چیز) ۷

چروانی تو اسی بندہ کا رخدانی

نیشنل کانگرس کا انجام کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری حمیت تو گوارا نہیں کرتی کہ ہندوؤں کے طفیلی بن کر دینی مفاد حاصل کریں، گو وہ مفاد کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

حق کہ باعقوبت و فزع برابر است

رفتن بہائے مروی ہمایہ بہشت

ہم کو کچھ فائدہ اس عمارت میں ہونے والا ہے۔ ہم اس کو لیں گے۔ کوئیں و کٹوریہ سے۔ دوسرے سے لفٹنگ گورنر سے۔ کشنر سے۔ ڈپٹی کشنر سے، اور ان شاء اللہ بے مانگے لیں گے۔ تم نے نہیں سنا۔ بن مانگے موتی ملیں اور مانگی ملے نہ بھیک (چیریز) ہم کو ان کانگرس والوں کی یہ ڈبر و گھسٹو کا روانی بالکل پسند نہیں۔ کہ ہمیں بھٹ دکھایا کرو۔ بدو ہمارے منظوری کے کوڑی خرچ نہ کرو۔ وضع قوانین ہم سے متعلق رکھو۔ یعنی ہم کو گورنمنٹ کا ڈکٹیٹر بناؤ۔

ہم رونے پہ آجائیں تو دیا ہی بہا دیں

شبہم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا (چیریز)

آخر تجربات کی ہی تھی توطیہ و تہید برطرف ایک دم سے یہی درخواست کیوں نہ کی کہ سلطنت ہمارے حوالہ کرو۔ اور چلتے پھرتے نظر آؤ (چیریز)

”بہ مرگش بگیر تا بہ تپ راضی شود“

کیوں بھائیو! ایسی درخواست پر کوئی تم میں سے دست خط کرتا؟ نہ کرتا ہرگز نہ کرتا! (چیریز) بس تو کانگرس کے پاس ہو کر بھی نہ پھٹکنا۔ کہ ”اے ہم بچہ شتر است“ (قہقہہ اور بڑے زور سے)

(چیریز) +

لیکچر نمبر (۲)

تمہید

۱۹۳۷ء میں دہلی میں مدرسہ اسلامیہ کے جاری کرنے کی تجویز درپیش تھی ایک مجلس میں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب بھی بلائے گئے تھے۔ اور اُس وقت علامہ شہر دہلی ہندو و مسلمان جمع تھے۔ یہ لکچر اُس وقت دیا گیا۔

اگر کوئی شخص طب یونانی اور ڈاکٹری میں محاکمہ کرنے کا قصد کرے تو اُس کو اس سے قطع نظر کرنا پڑے گا کہ ڈاکٹری طب حکام ہے۔ اگر ڈاکٹری کو اُس وقت سے جو انضمام حکومت کی وجہ سے اُس کو حاصل ہو چکا ہو کر کے دیکھا جائے تو موجبات ترجیح طب یونانی کی طرف بہت ہیں اور ڈاکٹری کی جانب کم۔ ڈاکٹری کا تمام سرمایہ فزیتین چیزیں ہیں۔ تشریح۔ اور آلات۔ اور علم کیمیا جس کو ادویہ کی تحلیل و ترکیب میں مدخل عظیم ہے۔ لیکن اگر فرض کیا جائے کہ ڈاکٹری کے مغاخر کی فہرست اس قدر بڑی ہو کہ بجائے خود کتاب ہو اور اگر فرض کیا جائے کہ ڈاکٹری طبیت کے ضعیف سے ترقی کر کے اوج یقینیت پر پہنچ گئی ہو اور اگر فرض کیا جائے کہ ڈاکٹری کے کل علاج حکمی ہیں تیرہ ہدف۔ تاہم جب اس بات پر نظر کی جاتی ہو کہ ڈاکٹری علاج ہندوستان میں وضع اللہ فی عبیر علیہ اس کی تمام فضیلتیں مرجع معلوم ہوتی ہیں۔ ہم ڈاکٹری کی توہین نہیں کرتے وہ عمدہ اور بہت عمدہ اور نہایت عمدہ ہو مگر اہل یورپ کے لیے جہاں کی آب و ہوا جہاں کے موسم جہاں کی پیداوار جہاں کے مراسم و عادات

کے محاط سے طب ڈاکٹری تمدن ہوئی نہ اہل ہند کے لیے جو کسی بات میں بھی اہل یورپ کے
ماثل نہیں۔ ایک مضمون کو اپنے خیال کے مطابق تاسع نے کیا اچھی طرح باندھا ہے۔

قسمت کیا ہر ایک کو تمام ازل نے	جس چیز کے ناسخ کوئی قابل نظر آیا
بیل کو دیا نالہ تو پروانے کو جسلنا	غم جم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

مجھ کو یہ قطعہ اس بات پر یاد آیا کہ خدائے تعالیٰ نے ہر ایک مخلوق کی حالت کے مطابق نہ صرف
ایحتاج زندگی بلکہ آسائش کے سامان مہیا فرمادیئے ہیں۔ انتظام اتنی کے خلاف ہو کہ ہم
ہمیں ہندوستان میں اور صحت کے لیے محتاج ہوں اُن چیزوں کے جو یورپ اور
امریکہ میں میسر آتی ہیں۔ مگر یوں کہ ہم غور نہیں کرتے اور خواہ مخواہ پتلون کے شکنجے میں اپنی
ٹانگیں پھنسانا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹروں کی طبابت کے بڑے معتقد اکثر وہی لوگ ہیں۔ جن کے
سروں میں حسب تقاضائے وقت آزادی کے خیال پڑے اہل رہے ہیں۔ لیکن اگر آزادی
اسی کا نام ہو کہ ادب اگر اپنی ہر پرانی چیز کو ترک کیا جائے تو جہاں تک یہ آزادی طبابت سے
متعلق ہو چارے نزدیک ان لوگوں کی وہی کمات ہو کہ گڑھے سے نکلے اور کوسے میں گرنے
سلطنت۔ حکومت۔ دولت۔ دستکاری۔ تجارت۔ سب کچھ جا کر ایک جان بھی تھی وہ بھی دوسروں
کے بس ہیں کر دی تو حقیقت میں دنیا سے آزاد ہوئے۔

باندھتے ہیں سرو کو آزاد اور وہ پاگل	کیسی آزادی کہ یاں یہ حال ہی آزاد کا
-------------------------------------	-------------------------------------

جو دوائیں اطباء یونانی استعمال کرتے ہیں سب ہمارے ملک کی پیداوار ہیں اور اگر یہ دوائیں
دوا کے طور پر کام میں نہ لاتی جاتیں تو دوسرے کسی مصرف کی نہیں۔ پس ملکی خیر خواہی کب جائز
رکھ سکتی ہو کہ اتنی ملکی دولت کو ضائع ہونے دیا جائے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ ہم ملکی خیر خواہی
کا بھی دم بھرتے ہوں۔ یونانی طبیوں کے طرز علاج میں ایک بڑا مفاد یہ ہو کہ انھوں نے
دوا اور اس کے بنانے کی ترکیب لکھ کر نسخہ بیمار کے حوالہ کیا۔ اس طریقے سے بیمار کے علاج کے
علاوہ من وچر اس کو علم طب سے آگاہی بھی حاصل ہوتی ہو۔ اور یہی وجہ ہو کہ پتلے آدمیوں

کے گہروں میں اکثر بوڑھی عورتیں تک بہت سی دواؤں اور ان کے خواص سے واقف ہوتی ہیں۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ عام لوگوں کی طبی معلومات کو جمع کیا جائے تو کسی طبیب حادثی نہیں اگر کوئی شدید ضرورت پیش آجائے اور طبیب فی الوقت بہم پہنچ سکے تو کتنا ایسا ہوگا کہ پاس پڑوس والوں میں سے کوئی دوا نہ بتا سکے۔

طبیب بھی بشر ہے اور اس سے بھی خطا ہونی ممکن ہے۔ مگر اس کی غلطی عطار اور بیمار اور بیمار دار اتنے لوگوں کی نظروں سے بچ کر جا نہیں سکتی۔ اور یوں علاج یونانی میں احتمالات خطر کم ہیں۔ برخلاف ڈاکٹری علاج کے کہ *کلمۃ فی بطن الشاغر* کہ ڈاکٹر صاحب ہی سمجھیں اور کہیں غلطی کی تو بیمار کا خدا حافظ اور طب ڈاکٹری کی معلومات کا طب یونانی کی طرح عام ہونا تو بڑا دوسو برس سے ادھر متوقع نہیں۔ جو شخص ڈاکٹری علاج کا التزام کرے اس کو ایسے اتفاق کے لیے کوئی انتظام پہلے سے سوچ رکھنا چاہیے کہ وقت پر ڈاکٹر میسر نہ آئے تو کیا تدبیر کرے۔ ایسا ہی بلکہ اس سے زیادہ احتمال ڈاکٹری دوا کے ساتھ لگا ہے۔ کیا عقلاً نامکن ہے کہ کسی دوا کا ذخیرہ تمام ہو جائے اور وقت پر بہم نہ پہنچ سکے۔

غرض یونانی اور ڈاکٹری علاج تو دونوں ہیں مگر یونانی علاج ہندوستانیوں کے حق میں *عَلٰی اَبْصَیْقَہٗ قَابِلْ مَزِیْدَ اَلْمِیْنَانِ* اور اختیاری ہے اور ڈاکٹری علاج تحریمی عرصہ خطر اور قابو سے باہر۔ طب یونانی اور ڈاکٹری میں ایک وجہ فرق اور ہے جس سے ہم قطع نظر نہیں کر سکتے وہ یہ کہ امراض جسمانی کے علاوہ ہم سب کے سب *اَلَا مِمَّا شَاءَ اللّٰهُ* افلاس کے مرض میں ہی مبتلا ہیں۔ پس ہمارے امراض جسمانی کا علاج اس مرض کی رعایت سے ہونا چاہیے۔ یونانی دوائیں جو کہ ہمارے ملک کی پیداوار ہیں ہم کو بہت ارزاں ملتی ہیں برخلاف انگریزی دوائیں کے کہ دوا کی لاگت اس کے یہاں تک آنے کا خرچہ۔ اس پر نفع تجارت۔ اس پر انگریزی نام لگانے کی قیمت کہ پانی کو اکوا لکدیا۔ بیابان چارہ کیا جانے کہ اکوا کیا بلا ہے دوا فروش نے اکوا

۱۔ ایک ڈراپ یعنی ایک بوند کا ایک آنہ لگایا دینا ہی پڑتا ہے اور طبیب اور ڈاکٹر کی فیس پر
بال کرو تو یہاں روپے سے کام چلے تو ڈاکٹر کو کم سے کم گنی (اشرفی) ^(مستحقانہ طاعن کونما خسر)
ناظرین یہ مسالہ عقلی اور ساری دنیا کا متفق علیہ ہے کہ طب کسی ملک اور کسی قوم اور کسی مانے
ن ہونی چاہیے نہ نئی ہو اور ہمیشہ ہمیشہ کو قطعی رہے گی۔ اس حکیم مطلق کی طرف سے ہر منفعت کے
ساتھ ایک طبیب اکیں متعین ہر طبیعت کو وہی دوا بردن ہر طبیب کا کام ہر طبیعت کی تقویت
در بس طبیعت کی تقویت کی بہت سی تدبیریں ہیں۔ ان میں سب سے بڑی دوا اور میرے
ذو یک دوا سے بھی بڑی طبیب کی توجہ۔ ہمدردی۔ تسلی۔ تشفی۔ اور یہی وہ تدبیریں ہیں
جن کا ڈاکٹر ہی علاج میں اہتمام نہیں یا ہر توجہ یا ہونا چاہیے ویسا نہیں۔ پھر کیا ڈاکٹر کیا طبیب
نزد علاج تو دونوں لیتے ہیں۔ مگر لینے لینے میں فرق ہے۔ طبیب تو لیتا ہے مگر یہ کہ کر کہ اس تکلیف
کی کیا ضرورت تھی۔ اور ڈاکٹر خود طلب کرتا ہے بلکہ سرکاری قاعدہ کے مطابق بن ہی جاتا ہے۔ اور
اللہ رب العزت پر نہ پٹا تو اللہ و آلائک انکشی نا ش ان دنوں لوگ معاش کی طرف سے اس قدر
شک ہیں کہ منفعے کی نوبت ہے۔ اگر طب یونانی کی طرف توجہ کریں تو ہم خرماد ہم ثواب مگر قومی
اور ملکی بدقسمتی اندھا کر دے اور ایسا صریح۔ ایسا یقین ایسا بے منت فائدہ نہ سوچو پڑے اور
دس دس پندرہ پندرہ روپے کی نوکری کے لیے امتحان کی مصیبت اٹھائیں در بدر ٹھوکریں
کھاتے پھرتے تو اس کا علاج نہ یونانیوں کے پاس ہے اور نہ ڈاکٹروں کے پاس۔ دنیاوی
قباحتوں کے علاوہ جن کو میں نے مجمل بیان کیا ہم سب بہتر سے خدا کے بندے ایسے بھی ہیں
جو بہ نقصانے احتیاط نہ ہی ڈاکٹر ہی علاج سے محترز ہیں اور ان کا استراحت محض بے جا بھی
نہیں۔ ڈاکٹر ہی علاج میں شراب دوا ہے جیسا کسی احمدی نے افیون کے حق میں کہا ہے۔

خود مرض و جمله مرض را دوست

اور ہمارے مقدمات کی روش سے لایسفلہ فی الحصر امر انگریزی و دواتیں بعض ایسی بھی ہیں۔

لے ڈھائی مہینے زندہ جس سے دیکھنے والے ہلکا اٹھیں ۱۷ لے داغ دینا سب سے آڑو ہکا روا ۱۲ لے حرام چیزوں میں سے

کہ اگر شراب نہیں ہیں تو شراب کی لاگ سے اُن کا ست کھینچا گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ جو لوگ
 عموماً ڈاکٹری علاج کے گرویدہ ہیں ہر دوا کی نسبت تحقیقات کر کے مطمئن ہو گئے ہیں کہ
 اس میں شراب کا شائبہ نہیں یا نہ ہباجہ کی صورت نکال لی ہے۔ ابھی چند روز ہوئے
 شہر میں شور مچا ہوا تھا کہ قند مردوں کی بڑیوں سے صاف کیا جاتا ہے۔ خبر نہیں ہندوؤں نے
 قند کو ترک کیا یا پھڑتوں سے اگیٹلے لی۔ غرض ایک بات کو دُبدبے میں کیوں رکھو یک سو کیوں
 نہیں کرتے کہ دوا میں آمیزش حرام چیز کی ہے یا نہیں اور ہے تو نہ ہباجہ اس کا استعمال روا ہے یا نہیں
 فتویٰ جواز لینے کے بعد اختیار باقی ہے کہ اُس کا نعم البدل یا بدل دوا سے یونانی ہوتے ملتے
 جواز سے استفادہ کرو یا شیوہ احتیاط پر کار بند ہو۔ ان چند باتوں کے سننے کے بعد جو میں نے
 بیان کیں میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ہندوستانی انصافاً ڈاکٹری کو یونانی پر ترجیح دے کر کہہ گیا
 اور تشریح اور آلات کا کیا جواب۔ سو کہمیا سے جو بڑا کام ڈاکٹروں نے لیا ہے میرے
 گمان میں یہی ہے کہ دواؤں کے سٹ بننے لگے ہیں صاف۔ قلیل المقدار۔ قوی الاثر۔ ان
 میں سے جو دوا ہماری طب یونانی سے خارج ہے کچھ حاجۃً کثیرہ اور جو دوا ہماری طب
 کی ہے تو ہم اُس کو اپنے قدیم طریقے سے کیوں نہ استعمال کریں۔ جس کا نفع سیکڑوں برس
 کے تجربے سے محقق ہو چکا ہے۔ ہندوستانیوں سے عموماً انگریزی دواؤں کی تیزی کی شکایت
 سنی جاتی ہے اور ایک بات سے تو شاید کوئی بھی انکار نہ کرے گا کہ یونانیوں کی طرح ڈاکٹری
 مریض زیادہ دن تک نہیں چھوڑتا۔ چٹ پٹ اور ہیرا اور ہیر۔ ہم کو مدتوں حیرت رہی کہ آیا ان
 مریضوں کو مرگ مفاجات کے سوا دوسری طرح مرنا نہیں آتا یا ہم نہیں سنہتے۔ آخر کار یہ
 بات ذہن میں آئی کہ دوائیں ہوتی ہیں قوی الاثر اور سرلیج الاثر اگر مرض پر غالب آئیں تو
 مریض جلدی سے چگا ہو گیا اور اگر اسی پڑیں تو موتیہ علت ہو کہ مریض کا کام تمام کر دیا۔ یہ ہے
 ضرور حائل جو دواؤں کی روجوں کے استعمال پر مرتب ہوتا ہے خدا جانے یہ دوائی رو صین

کتنی انسانی روحوں کے معاوضے میں ہیں۔ دواؤں کے قوی الاثر اور مسرتح الاثر ہونے کی وجہ سے مفردات الامراض کو تو ڈاکٹر خیر بنحال بھی لیتے ہیں۔ مگر مکیات الامراض اس ملک کے تو کسی طرح ان کے قابو کے نہیں۔ اب رہی تشریح اور آلات یہ دونوں لازم و ملزوم اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہو کہ طب یونانی میں تشریح نہیں تو وہ بیچارہ طب سے بے خبر ہو طب یونانی میں تشریح ہو اور مکمل ہو اس وقت تک اس کی غلطی یا فرو گذاشت نہیں پڑی گئی اور نہ پڑی جاسکتی ہو کیوں کہ وہ بھی بنی ہو مشاہدہ اور رائی العین پر۔ مگر ہاں یہ طب کا نہیں بلکہ طبیبوں کا قصور ہو کہ انہوں نے نہیں معلوم کھا کر یا ڈر کر چیر بھارت سے کنارہ کیا۔ کتابوں میں سب کچھ ہو مگر طبیبوں کو اس کی چشم دید تصدیق نہیں اور ان کے اذہان میں بھی جسم انسان کی ساخت مرتشم نہیں۔ اطباء یونانی میں یہ بڑا نقص ہو اور اس نے ڈاکٹروں کو ان کے مقابلے میں اور بھی قوی کر دیا۔ لوگوں میں سمجھ کہاں ساری طب کو اس پر قیاس کر کے ڈاکٹری کی طرف جھک پڑے اور بازار طبابت اس قدر مندا ہوا کہ اجڑا داخل ہو اس کس مہیسی کے ساتھ تو چالیس و چار س بھی چلتا ہوا نہیں دکھائی دیتا۔ سخت افسوس کی بات ہو کہ ہندوستان سے طب جیسی نعمت جو دارنہ مذکی ہو سلب ہو جائے صرف اتنی فدی سی بات سے کہ لوگ اس کی قدر نہیں کرتے بے وجہ معقول یا طبیب اس کے ایک حصے کو ہاتھ نہیں لگاتے بے عزت مقبول۔ یہ زمانہ قومی و ملکی خیر خواہی کے جوش کا ہو اور لوگ بھی طرح طرح پر اپنے ہموطنوں کے فائدہ کے لئے کوشش کر رہے ہیں مگر جس کوشش کا بڑا حکیم عبدالمجید خاں صاحب نے اٹھایا ہو خدا اس کو مشکور کرے۔ بے نظیر دے مانند ہو۔ اول معلوم کرنا چاہیے کہ حکیم عبدالمجید خاں صاحب ہیں کون۔ پھر پوچھنا چاہیے کہ ان کے اغراض کیا ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہندوستان میں کوئی ایسا شہر یا قصبہ ہو جہاں کے لوگ یہ نہ جانتے ہوں کہ جناب حکیم محمود خاں صاحب دہلی میں اتل درجے کے طبیب عاقل ہیں۔ اور جو شخص

حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ مدتوں سے حکیم صاحب کا مطب اُن کے خلیفہ اکبر دارشد حکیم عبد المجید خاں صاحب کے ہاتھ میں ہو۔ پس جو شہرہ حکیم محمود خاں صاحب کا ہو حقیقت میں بڑی حیثیت المطب حکیم عبد المجید خاں صاحب کا حق ہو۔ طب کی حقیقت طب کا بنیاد برا حکیم عبد المجید خاں صاحب سے بڑھ کر کوئی کیا جائے گا۔ یہ خیال اُن ہی کے دل میں گزرا کہ طب کا ایک مدرسہ جاری کرنا ضرور ہو۔ اس مدرسے کے اجراء سے اُن کی یہ غرض ہو کہ بالفعل طب یونانی کو سنبھال کر آئندہ اس کو ترقی دی جائے مثل اُن لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ لے نہ صرف کہنے کے لیے۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب اپنے اغراض کے صاف صاف بیان کرنے میں مصالحتہ سا کرتے ہیں۔ مگر واقع میں اُن کا مطلب یہ ہو کہ طب کے طریقہ درس کو باقاعدہ کیا جائے وہ اس بے تیزی کو نہایت حقارت کے ساتھ دیکھتے ہیں اور وہ حقارت کی چیز ہو بھی۔ کہ چند روز کسی طبیب کے مطب میں بیٹھنے اور بے سلسلہ دو چار کتابیں پڑھ لینے یا صرف کسی طبیب کا جانشین ہو جانے سے کسی شخص پر طبیب کا اطلاق کیا جائے۔ پس انہوں نے تھیک سوچا ہو کہ طب کا مدرسہ ہوگا اور اس میں باقاعدہ درس دیا جائے گا۔ امتحان ہوگا۔ سند ملے گی۔ تو نیم حکیم خطرہ جان جو حشر شلاخ کی طرح اطراف و جوانب میں منتشر ہو رہے ہیں رفتہ رفتہ معدوم ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ اُن کے اغراض میں یہ بھی ہو کہ جراحی جس کو اطباء نے یونانی نے علما ترک کر رکھا ہو شریط طبابت گردانی جائے اور در مالیکہ انگریزی آلات بہم پہنچ سکتے ہیں اور کتابوں میں مسائل تشریح بحال شرح و بسط لکھے ہوئے موجود ہیں۔ حکیم صاحب کا یہ ارادہ یا دمی النظر میں دشوا تو معلوم ہوتا ہو مگر کوئی اس کو محال و نامکن نہیں کہہ سکتا۔ حکیم صاحب چاہتے ہیں کہ ان کے مدرسے کے طبیب آپ فصد کھول لیا کریں جگہ سے ٹلے ہوئے اعضا کو اُن کے اصلی موقع پر بٹھا دیا کریں۔ عند الضرورت چیمپاڑ قطع و برید کر لیا کریں۔ غرض نہ صرف طبیب ہوں بلکہ جراح بھی۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب اس پر بڑا زور ڈالنے کو ہیں کہ ان کے طبیب دور امتحان

اور دوا ساز بھی ہوں یعنی بہ قدر تعلق طبابت یونانی کیمیا کے ماہر حکیم عبدالمجید خاں صاحب
 بنی زبان یہ بھی کہتے ہیں اور ان کا دینی زبان سے کہنا اور دوسرے کا دھند اور اپنیٹا برابر ہے
 کہ جب ہم طب یونانی کو تازہ اور مستحکم کر چکیں گے تو دیکھ کی ڈاکٹری کی بکار آمد چیزوں کے لینے
 و دوا جہیز میں بھی کوشش کریں گے۔ سبحان اللہ اعلیٰ رفارم تو اسی کا نام ہے اور اسی کی ہم کو
 ضرورت ہے۔ خدا کرے دوسرے رفادروں کے بھی ایسے ہی خیال ہوں۔ میں اپنی جگہ بیٹھا ہوں
 ی طرح کی بہت تحریریں سنا کرتا ہوں ابتدا میں غل ہے اور شور ہے اور اتہام ہے اور ابرام ہے اور
 میں کچھ نہیں۔ اگر حکیم عبدالمجید خاں صاحب نے مجھ اور ٹوک ہوتے تو میں اس مدرسے
 ہی ہندوستانیوں کی عام تحریروں کی طرح بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ
 نفع میں ایک اعتبار سے انہوں نے مدرسہ جاری کر دیا۔ درس طب اور طب دوا چیزیں ہیں اور
 ہمیں اس وقت دونوں چیزیں حکیم عبدالمجید خاں صاحب کی دونوں مشیعوں میں ہیں تو جب
 میں نے مدرسے کو کوہی بڑا کام تھا اپنے اور اپنے دونوں بھائیوں کے متعلق کر لیا تو اب وہ
 یا صرف حیثیت کا بدل دینا جو لوگ حکیم عبدالمجید خاں صاحب سے استفادہ طب کر رہے ہیں
 حالت پر قائم رہیں لیکن اس حیثیت سے کہ مدرسہ طبیہ مجوزہ کے طالب علم کہلائے جائیں
 صاحب اور ان کے بھائی بے تنخواہ کے مدرس۔ اس سے زیادہ حکیم عبدالمجید خاں صاحب
 جدید کو کیا دیتے اور کیا کرتے کہ تینوں بھائیوں نے اپنی خدمتوں کو بے مزد و بے منت
 مدرسہ کر دیا اب لوگوں کی ہمتوں کو دیکھنا ہے اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو میں بھی مدرسہ عقل اور
 ہنر کو قوی کھول کر چندہ دیں کہ کتابیں اور آلات خریدے جائیں۔ جدید طلبہ داخل ہونے
 ہوں۔ ان کے رہنے بیٹھنے اور کھانے کا ٹھکانا کیا جائے۔ اور مدرسہ ترقی پکڑے۔ اگر ایسے
 ی لوگوں نے کوتاہی کی تو سب سے کہ ہندوستان سے طب رخصت ہوئی۔ اور زندگان
 بست و اللہ و علی التوفیق دہلی میں کو کوئی ایسا مجنون بھی خیال نہیں کر سکتا۔ مگر اس باہر

جن کو حکیم عبد الجید خاں صاحب کے تفصیلی حالات سے آگہی نہ ہو اس مثل کے مطابق کہ دودھ کا چھانچہ کو بھی پھونک پھونک کر دیتا ہو۔ شاید بدگمانی کریں تو ایسی بدگمانی **إِنَّ بَعْضَ النَّاسِ أَعْمٰی** میرا داخل ہوگی۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ حکیم عبد الجید خاں صاحب فی حد ذاتہ بڑی مقدرت کے آدمی ہیں۔ اور ان کی شان **إِنَّ اللَّهَ أَكْبَرُ** بزرگتر ہے اس سے بہت ارفع ہو کہ ایسی ادنیٰ اخصیص منفعت پر نظر کریں۔ تو جو لوگ چندہ دینا چاہیں۔ وہ سمجھ لیں اور بخوبی مطمئن رہیں کہ ان دیا ہرگز اکارت نہیں جاسکتا۔ نہ صرف اس اعتبار سے کہ آپ کو آخرت میں ثواب ملے گا وہ تو یہاں ہی گا اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ چندہ ملے گا **مَنْ جَاءَنَا بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَصْنَافٍ** اگر دنیا میں بھی اکی کوڑی کوڑی کمال احتیاط اور کفایت شکاری کے ساتھ طب یونانی کی اصلاح اور ترقی میں خرچ ہوگی **وَاللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ**۔

لے بیٹے گمان داخل گناہ ہیں ۱۲ لے خدا زیادہ اور زیادہ کرے ۱۲ لے جو ایک نیکی کرے گا وہ دس نیکیوں کا ثواب پائے گا جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا اس کا گواہ ہو ۱۲

لیکچر نمبر (۳)

مسلمانوں کی حالت تعلیم پر

محمدن ایجوکیشنل کانگریس کے تیسرے سالانہ جلسے میں ۲۸- ستمبر ۱۸۸۸ء کو بمقام لاہور دیا گیا جس کے ساتھ مدرس کے بند بھی پڑے گئے

تمہید

لاہور میں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچروں کا سلسلہ قائم ہوا۔ اُس کا یہ پہلا لکچر ہی اور جس صدر از دوام اس لکچر میں تھا ویسا سوالاہور کے دوسرے جگہ دیکھا بھی نہیں گیا اسی موقع پر ہنز آئر نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب نے اپنے خیمے دشامیانے آئر نیل سرسید احمد خاں کو مانگے دیئے تھے۔ تمام پنجاب کے قریب قریب کل رُودار آدمی موجود تھے۔ اور خود لاہور پنجاب گورنمنٹ کاسیٹ ہی۔ اُس میں کئی قسم کے کالج ہیں بہت سے دفاتر کے ہیڈ کوارٹر بھی ہیں اور وہاں اس طرح کے جماعت کا چرچا بھی بہت ہی۔ اس لکچر میں ہم نے بہت سے آدمیوں کو کبھی سنتے اور کبھی روتے دیکھا اور اسی

لکھنے نے پنجاب میں لکھنار کا سکہ بٹھا دیا۔

غالباً آپ صاحبوں نے اسی حیثیت سے مجھ کو جانا اور پہچانا ہو گا کہ آنریبل سرسید احمد صاحب کے فائز میں میں بھی ہوں۔ اگر فالورز سے وہ لوگ مراد ہوں جو اس کانگریس بہ شریک ہونے کے لیے اُن کے ساتھ آئے بلکہ اگر وہ لوگ بھی مراد ہوں جو سرسید احمد کو بڑا اٹلانڈ بڑا عالی خیال، بڑا مال اندیش، بڑا مدبر، بڑا مستقل مزاج، بڑا متعلیٰ اور مسلمان بہت بڑا اور سچا خیر خواہ یاد کرتے ہیں فَاَنَّا اَوَّلُھُمْ وَاَقْدَمُھُمْ (تو میں سب سے اول اور سے آگے ہوں) لیکن اگر فالورز سے مراد ہوں بلا تحقیقات اُن کے تمام خیالات کے تسلیم کرنے والے، اگرچہ وہ خیالات مذہبی ہی کیوں نہ ہوں تو میں اس بھرے مجمع میں پکارے کہتا ہوں اِنِّیْ بَرَّاءٌ (میں بری ہوں) سرسید احمد خاں کی طلب کے علاوہ مجھ کو اس کانگریس میں شریک ہونے کے لیے ایک وجہ اور بھی داعی ہوئی کہ میرے نزدیک ایسے مجمع کے لیے ہندوستان میں پنجاب سے اور تمام پنجاب میں لاہور سے بہتر کوئی موقع نہیں ہو سکتا۔ وقت کیا رعایا کیا سرکار سب کی ہمتیں پنجاب کی طرف مصروف ہیں اور جس زور سے دُفند (ملکی حدود کی حفاظت) کا روائیاں ہو رہی ہیں آپ سب صاحبوں کو معلوم ہیں مگر تعلیم پڑھ کر کوئی دُفند نہیں بشرطیکہ مناسب طور پر ہو۔ یونیورسٹیاں اور کالج تو بجائے خود کہتا ہوں ہر ضلع بلکہ ہر تحصیل اسکول ایک ٹورانٹ اسٹرنگتھ (قلعہ مستحکم و استوار) ہے اس میں تعلیم اچھی ہو۔ رعایا گورنمنٹ کی دولت ہو۔ اور اُس کی رضا مندی گورنمنٹ کی رعایا اور گورنمنٹ کے اغراض ایسے وابستہ ہم دگر ہیں کہ اگر رعایا گڈ بھی (رعایا ہو اور گڈ گورنمنٹ تو رعایا ہی گورنمنٹ ہے اور گورنمنٹ ہی رعایا۔ مگر افسوس بڑے افسوس بڑے سخت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بد نصیب ہندوستان کی رعایا اور گورنمنٹ میں وہ گڈ تھا دہیں ہے اور اُس کے ہونے میں ابھی بہت دیر معلوم ہوتی ہے جس کا ہونا رعایا اور

گورنمنٹ دونوں کے حق میں مفید بلکہ ضروری ہو۔ برٹش گورنمنٹ کو ہندوستان میں حکومت کرتے ہوئے قرن ہو گئے۔ بجلا پھر کون سی چیز رعایا اور گورنمنٹ میں اتحاد کے پیدا ہونے کی مانع ہو۔ کیا گورنمنٹ جابر اور سخت گیر ہو۔ توبہ توبہ ماں باپ سے بڑے کر شفیق۔ تو کیا رعایا سرکش؟ نہیں نہیں۔ ایسی مفاد اس قدر مطیع کہ ایک چرواہے کو بھیڑ بکری کے ریوڑ کا روکنا مشکل۔ اور ایک ننھے کانسٹبل کو ابنوہ رعایا کا سنبھالنا آسان۔ پھر کس کا تصور ہو؟ رعایا کا۔ کیوں کہ ان ایجوکائیڈ (تائلم یافتہ ہیں) ان بدبختوں کو گورنمنٹ کا منشا معلوم نہیں۔ گورنمنٹ کے پرنسپلز (اصول) سے آگاہی نہیں آجاتی۔ جتنے انہوں نے دیکھی ہیں۔ ڈسپانک (شخصی خود مختار) حکومتیں ان کے ذہنوں میں متواتر طور پر یہ بات مرکز ہو رہی ہے کہ سلطنت اسی واسطے موضوع ہوتی ہے کہ حاکم وقت کی آسائش کے لیے رعایا معیبت اٹھائے۔ رعایا کمائے۔ حاکم اڑائے۔ رعایا اپنی انتڑیوں کو مسوسے تاکہ بادشاہ کے نوکروں کے چاکروں کے پیشکاروں کو تحفہ ہو۔ رعایا جاڑے میں سکڑے تاکہ شاہی اصطبل کے پر تل کے ٹوکشیر می شالوں کی گردنیاں اڑھیم پس انی ممبران ایجوکیشنل کانگرس میں آپ صاحبوں کو صمیم قلب سے مبارک باد دیتا ہوں وَلْيَبْلُغْ حَتَّى الشَّاهِدِ الْمُنَافِی (جو شخص حاضر ہو میری طرف سے اس کو اور جو حاضر نہیں یہ پیام پہونچا دے) کہ آپ صاحبوں نے زمانے کی رمز کو خوب سمجھا۔ کوئی شخص جس کو عقل سے ذرا سا بھی بہرہ ہو اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ تعلیم ہی رعایا ہندوستان کو شاد اور مہذب بنائے گی۔ تعلیم ہی ان کو دولت کی کمی یا سکھائے گی۔ تعلیم ہی ان کی نظر میں ہے گورنمنٹ کی قدر بڑھائے گی۔ تعلیم ہی ان کو برٹش گورنمنٹ کی برکتوں سے متمتع ہونے کو حوصلہ دلائے گی۔ تعلیم ہی بدگمان رعایا اور رکھی ہوئی گورنمنٹ کے دلوں میں صفائی کرے۔ اور جب وہ زمانہ آئے گا (خدا جانے ہم میں سے بھی کسی کو وہ دن دیکھنا نصیب ہو گا یا نہ) کہ رعایا اور گورنمنٹ ایک جان دو قالب ہوں گی تو ہندوستان کو جنت نشان کہنا صحیح

نفس الامری ہوگا۔ نہ ایشیائی شاعروں کا سامبا اندہ۔ اُس وقت ہندوستان کی سلطنت پوری پوری مطلق سلطنت ہوگی۔ مستحکم کاٹھیا بھٹیائی موصو صو صو (دج کی ہوئی عمارت) بیرونی دشمنوں روس وغیرہ سے بے خطر اور اندرونی ڈسٹر بنس (فسادات) مجامع ناروا و امثالہا سے فارغ۔

تعلیم یعنی ہندوستانیوں کی تعلیم ایک ایسا مضمون ہو۔ جس پر سالہا سال سے غور کیا جا رہا ہے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یورپ میں بھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ تعلیم کے تعلق میں کوئی نئی انوکھی بات کہہ سکوں گا جو کسی کو نہ سوجھی ہو۔ یا جو کسی کی زبان یا کسی کے قلم سے نہ نکلی ہو۔ میں اسی کو اپنی بڑی کامیابی سمجھوں گا کہ ان ہی مطالب کو سننے پر ایہ میں آپ صاحبوں کے روبرو پیش کر سکوں۔ میری مثال اس زمانے کے ایک شاعر کی سی ہو کہ بیچارہ کوئی نیا مضمون نہیں پاتا جس طرف ذہن کو دوڑاتا ہو دیکھتا ہو کہ وصل اور ہجر اور انتظار اور واسوخت اور سراپا اور بہار اور خزاں اور استخفاف مذہب اور بزرگان دین کے ساتھ استنزاز وغیرہ وغیرہ کو خیال نہیں جس میں ”اور اینڈ اور الگین“ (بار بار) سیکڑوں ہزاروں نے طبع آزمائی نہیں کی۔ ناچار ہار کر تھک کر بندش پر قناعت کرتا ہو۔ وہ بھی ہر ایک کو نصیب نہیں۔ جس طرح ایک کسان ہل جوتے میں اپنے مٹھے ہیل کی کبھی دم مروڑتا کبھی اُس کو ٹٹکارتی دیتا کبھی اُس کے گدگدی کرتا۔ اور کبھی سانٹا مار تا اور کبھی جھوٹا ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو مسلمانوں کی رفاہ کے درپڑ ہیں مسلمانوں کو کبھی ان کے بزرگوں کی شان و شوکت ان کی عظمت ان کے فتوحات کے ہر طرح کے کمالات یاد دلاتے کبھی مسلمانوں کی حالت موجودہ کی تباہی۔ اُن کی مفلسی اقوام معاصر کے مقابلے میں اُن کی بے وقعتی کا مرثیہ اُن کو سناتے اور کبھی اُن کو کاپلی اور تعصب پر ملامت کرتا ہاں خرم سے کہ مسلمانوں کی غیرت کو تازیانہ ہو۔ میں بھی یہی کچھ کروں گا۔ اور اس کے سوا کبھی کیا سکتا ہوں۔

یہ بات مسلمات سے ہو کہ مسلمان فی ستر کالی عمر و جہم (اپنے عروج کے زمانے میں) کسی

قوم سے علوم میں بیٹھے نہیں رہے۔ وہ تحصیل علم پر اس قدر حریص تھے کہ جہاں سے اور جس
 ڈھب سے جو کچھ ہاتھ لگالے اُڑے جس طرح مسلمانوں کی ملک گیری حیرت انگیز ہے کہ ایک
 ہی صدی میں تمام روئے زمین پر **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** آج کوئی اور بھی ہمارے سواے ملک کا
 مالک ہے، ڈنکا بجا پھرے۔ اُسی طرح بلکہ اُس سے زیادہ اُن کی علمی فتوحات محل استعجاب ہیں
 شروع شروع میں بعض متعصبین نے انگریزی کی مثل گلیو دی ڈاگ اسے بنڈنیم اینڈ وٹ
 بکٹ ہنم آؤٹ (کٹے پر پہلے کچھ الزام لگاؤ۔ پھر اُس کو لات مار کر باہر کرو) کے مطابق مسلمانوں
 پر بہتان بندی کی تھی کہ اُنھوں نے اپنے مذہب کے ضعف کی پردہ داری کے لیے علوم کو معدوم
 کرنا چاہا۔ مگر فیکٹس (واقعات) کس کے دبانے دیتے ہیں۔ آخر کار ہسٹری (تاریخ) پکاراٹھی کہ جو
 اب تمام یورپ میں شاید ایک تنفس ہی اس سے انکار کرنے والا نہیں۔ کہ علم کی روشنی ان میں
 ابتداً مسلمانوں ہی نے پھیلائی۔ ایک منصف مزاج اور محقق انگریز کا یہ مقولہ کسی آرٹیکل اسمون
 میں نظر پڑا تھا۔ کہ مسلمانوں کی تعلیم میں کوشش کرنا حقیقت میں اُن کے بزرگوں کا دیا ہوا
 قرضہ اتارنا ہے میں سچ کہتا ہوں کہ یہ فلیٹرنگ لیگنوج (الفاظ فری) پڑھ کر متوڑی دیر کے لیے
 میں بھی شرمی میں آگیا تھا۔ مگر اُسی وقت یہ شعرا و آگیاے

إِنِّ الْفَقِيْ مِنْ يَقُوْلُ هَآ اَنَا ذَا
 لَيْسَ الْفَقِيْ مَنْ يَقُوْلُ كَآنَ اَيُّ

(مرو وہ جو کہے میری ذات میں یہ ہنر ہے۔ وہ مرو نہیں جو جو باپ پر فخر کرے) پھر تو وہ کاہن
 (توصیفی) الفاظ جو ملیح کی نشتر کی طرح چھینے لگے۔ ہم اپنے علمائے متقدمین کو اُن کے زمانے
 کے لحاظ سے اور بھی زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اُن وقتوں میں علم کچھ ایسی بہت بکار آمد
 چیز نہ تھی یونانی جو علم کے اعتبار سے سب میں مرو اور آدودہ تھے اُن کے سارے کمالات کا خلاصہ
 تحالکت نظری وہ ذہنی احتمالات کی بھول بھلیاں میں بھٹکتے پھرے۔ پھرنے کو عقل انسانی کی
 معراج جانتے تھے **لَوْ كُنَّا اِلَّا عَسَابًا لَّهَلَّ عَلَيْنَا لَكُنَّا عَسَابًا** اگر اعتبارات نہ ہوں تو فلسفہ بے کار ہو جائے
 عملیات کی طرف لغت ہونا اُن کی چڑھتی ادھی و جھڑھتی کہ اکثر فلاسفہ اہل تجرید سے تھے۔ ظاہر

کہ دنیاوی کوئی سی ضرورت بھی ایسے علم کے بدون اہلی نہیں رہ سکتی۔ بایں ہمہ جو علمائے
 متقدمین اہل اسلام فارغ البالی کے زمانے میں یونانیوں کے علوم کے طالب ہوئے تو اس
 سے صاف ثابت ہو کہ انھوں نے علم کو طلب کیا کہ لَجَلْ مُنْقَعَةٍ بِلِمْرَجَةٍ اِلَى اَنْفِ الْعِلْمِ
 (کوئی مفاد حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ نفس علم کے لیے) اللہ اللہ ان ہی کے اعتقاد
 ہم ہیں خَلْفَ عِزِّهِمْ خَلْفَ اَنْفِ الْعِلْمِ کے بعد ایسے لوگ ہوئے۔

بدنام کسندہ نگو نامے چند

کہ علم شرمنازدگی قرار پا گیا ہو اور پھر اس سے گریز کرتے ہیں۔
 میں تفاوت رہ از کجاست تا کجا

میں اسی مطلب کو دوسری طرز پر کسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔
 سلطنت کے معنی ہیں غلبہ جس کے ذرائع اب سے زیادہ دور نہیں ڈیڑھ سو برس پہلے تک
 ہماوری اور گاندھاری میں منحصر تھے۔ قومیں آپس میں زور آزمائیاں کرتیں جس قوم کے لوگ
 پھرتے پھرتے بھاڑنے والے اُن پر حکم رانی کرنے لگتے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے
 میں عرب کا قریب قریب ویسا ہی حال تھا جیسا افغانستان کا۔ اُس جزیرے میں سینکڑوں قومیں
 رہتی تھیں۔ وحشی خود سر جنگ جو۔ زشت خو۔ جن کے کذب حکومت کے جوئے سے بالکل آشنا
 نہ تھے۔ یہ لوگ ذری ذری سی بات پر ایک دوسرے سے بگڑ بیٹھے۔ اور جب ایک دفعہ بگڑتے تو
 جانور کُن کی نسلوں میں بنی آدم اور سانپ کی سی عداوت ستمرو قائم ہوتی وہ سرزمین ہی کسی
 طرح سولیزیشن (تمدن) کے مناسب نہ تھی۔ ریگستان اور جھلے ہوئے پہاڑوں کے سوا نہ
 کوئوں پانی کا نام نہیں سمجھتی کیا خاک ہو! ناچار پانی اور چارے کی تلاش میں خانہ بدشانہ
 زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔ تو خدا نے کچھ اپنی قدرت سے اونٹ کو پیدا کر دیا تھا کہ وہ سناٹے
 جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ حَلٰلًا لِّمَنْ يَّشَاءُ (ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے بنایا) منشی ہو۔ ورنہ آدمی کا تو
 کیا مقدور تھا کہ اُس سرزمین میں ٹھہر سکے اونٹ کیا تھا اہل عرب کے حق میں زنبیل عرو تھا۔

کھانا - پینا - کپڑا - مکان - ایندھن - بار برداری - سواری غرض اُن کی اکثر ضرورتوں کی سرمد اہی اونٹ سے ہوتی تھی۔ اونٹ کی رسدان کی ضرورتوں کو کافی نہ ہوتی تو وہ اُس کی تلافی کرتے شکار سے اور ہتے پر چڑھ گیا تو کسی قافلے کی لوٹ مار سے۔ الغرض سرزمین کی حالت اور اُن کی اپنی عادت دونوں نے اہل عرب کو چُست و چالاک جاکش اور بے باک بنا دیا تھا جن صفوں کا مجموعہ سپاہی کہلاتا ہے۔ یوں جزیرہ عرب فی الجملہ ایسا گویا چراغ - خون خوار فوج کی چھاؤنی تھی۔ جیسے افغانستان اگر آپس میں خانہ جنگیاں اُن کو نہ مشغول کئے رہیں تو اُن کے پُرس سے پناہ مانگنی چاہیے۔

ناخن دے خدائے احمی پنجہ جنوں | رکھ دے گا ورنہ قتل کے نیچے اُدھیر تو

کیننگ (علم جرنیل) کا یہ مسئلہ بچپن کا پڑھا ہوا ابھی تک میرے خیال میں ہے کہ جب برابر کے دو محوِ مقابل کی سمتوں سے ایک جسم کو ہلانا چاہیں تو دونوں کا اثر ضائع۔ یہ قاعدہ کچھ اس طرح کا عام ہے کہ فرکس (جسمانیات) مثل (ذہنیات) مارل (اخلاق) پولیٹکل (نظم ممالک سیاست دین) وغیرہ سبھی جگہ جلتا ہی پُٹا علیٰ ذلک عرب کی ساری بہادری اور تمام فوجی قوت اکارت تھی۔ جو چاہے اُس کو سخت و اتفاق سمجھے مگر ہم تو ایسی سرزمین اور ایسی سوسائٹی میں پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کو آیت اللہ اور معجزہ اور حرق عادت ہی مانتے ہیں۔ آنریبل سید احمد خان نے جس رفارم کا بیڑا اٹھایا ہے بھلا وہ بھی اشاعت اسلام کے مقابلے میں کچھ رفارم ہی۔ مسلمان یونانیوں مافلس اور ذلیل و خوار ہوتے چلے جاتے ہیں یہ چارے سید آل رسول دوسری قوموں کے نمونے دکھا دکھا کر مسلمانوں کو ہر چند سمجھاتے ہیں مگر مسلمان ہیں کہ پیسے پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیتے جلّ شانہ کہ وہ کیا دل تھا اَلْكَشْحُ لَكَ صَدْرَكَ کیا ہم نے تیرے سینے کو نہیں کھول دیا (جس نے عرب کے بگڑے دلوں کو رفارم نہیں بلکہ قلبِ ماہیت کا ارادہ کیا ہم اُن قوتوں اور مزاحمتوں کا اندازہ کر ہی نہیں سکتے جو پیغمبر صاحب کو اس ارادے کی تکمیل میں پیش آئیں)

لے اپنی ذات میں ۱۲ سالہ بنا برین ۱۲

دستور کی بات ہو کہ کوئی کام کیسا ہی مشکل کیوں نہ ہو ہو جانے کے بعد لوگوں کو آسان دکھائی دینے لگتا ہے۔

كُلِّ صَالِحٍ يَكُنْ مِنَ الصَّعْبِ فِي الْاَفْعَالِ : سَهْلٌ فِيهَا اِذَا هُوَ اَكْبَرُ

(جو چیز نہیں ہوتی لوگوں کو مشکل معلوم ہوتی ہو اور وہی چیز ہوئے پیچھے آسان دکھائی دینے لگتی ہو) ہر چند ان باتوں کے بیان کرنے میں مجھ کو مزہ ملتا ہو مگر میں اپنی لائن سے باہر ہوا جاتا ہوں ان حالات میں میرے مطلب کی اتنی ہی بات ہو کہ جب تک پیغمبر صاحب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس فوجی قوت کو جو عرب کے لوگوں میں تھی اور اعلیٰ درجے کی تھی مگر ضائع اور انگاں حسن تدبیر سے بکار آمد نہیں بنایا ان کو کامیابی نہیں ہوئی انھوں نے مذہبی تعلیم کے ذریعے سے پھیلی بخششوں کو لوگوں کے دلوں سے نکالا۔ ایک دلی اور اخوت اسلامی کا قائم ہونا تھا۔ کہ اہل عرب کی مجموعی شجاعت اور سپہگرمی کا نزلہ اطراف پر گزنا شروع ہوا۔ پس اگر اسلام کو طائر سے تشبیہ دیں تو اس کا دھنا باز و مذہب تھا اور بایں سپہگرمی۔ اسلام کی ابتدائی حالت ایک اُبال کی سی تھی۔ جس نے دیگی کی تہک کے پانی کو اُچھال ڈالا۔ یہ تو عروج اسلام کی حقیقت ہو اب رہا تنزل لوگ اپنے اپنے پنہ۔ ار کے مطابق اس کے گوناگوں اسباب قرار دیتے ہیں۔

ہر کس خیال خویش خطے وارد

مجھ کو دوسرے خیالات سے اس وقت بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جہاں تک تعلیم کو تنزل اسلام میں داخل ہے جس میں اس پر چند مار کس کروں گا۔ تنزل اسلام سے مراد ہے ضعف سلطنت۔ میں ایسا سمجھتا ہوں کہ ترقی اسلام ہی اس کے تنزل کا باعث ہوئی۔ اور قوت کے ساتھ ساتھ ضعف بڑھتا گیا۔ دنیا کے کارخانے کا بھی عجیب انتظام ہے اور اضداد میں علاقہ غلبت و معلولیت ۵

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہو	و مذگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہو
---------------------------------	----------------------------------

عروس سلطنت آئی تو اس ایش آرام طلبی کا ہلی عیش و عشرت سستی اور غفلت اپنی سیلیوں کو ساتھ لائی۔ رفتہ رفتہ سلطنت کی صلاحیت سلب اور اس کے ساتھ سلطنت متنزع ہو گئی۔ اگرچہ

ابھی تک چند اسلامی سلطنتیں باقی ہیں مگر ناقص و ضعیف۔ محتاج۔ مغلوب۔ اور جو لوگ زمانے کی آلاپ سے اُس کے راگ کو پہچانتے ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان سلطنتوں کا ثبات و قیام اب صدیوں اور قرون کی نہیں بلکہ برسوں کی بات ہو گا۔
اگر ماند شے ماند شے دیگر کئی ماند

اہل یورپ کے باہمی محاسبات دفع ہوئے اور یہ نقش باطل کی طرح صفحہ روزگار سے مٹے۔
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ جو اسباب عموماً اسلامی سلطنتوں کے انزعاج کے باعث ہوئے وہ سب کے سب تو ان سلطنتوں میں تھے ہی تھے اب گزشتہ صدی کے اندر ہی اندر مجموعہ اسباب کا جبراً ایک سبب جدید اور پیدا ہوا سائنس (علوم) دیکھتے یہ موزی اہل اسلام کو رونے زمین پر رہنے بھی دیتا ہی یا نہیں۔ سائنس نے ایسا سر اٹھا رکھا ہے کہ زور جسمانی اور بہادری اور ہلوانی کسی کی کچھ حقیقت باقی نہ رہی۔ ورزش با قسام گشتی داؤ پیچ پھلکیستی پچتی پٹا بانک سپرگری کے جتنے کرب تھے اب تعزیر داری کے جلوس کے سوائے اور بھی کسی مصرف کے ہیں؟ کیا زمانے کے انقلاب ہیں!! ایک وقت وہ تھے کہ یہی کرب سلطنتوں کے فیٹ ڈسائیڈ (فیصلے) کرتے تھے۔ اب وہی کرب باز پتہ بازاریاں ہیں۔ دیگر ہیچ۔ میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ اہل عرب کے مقابلے میں بہادری کے معنی ہیں۔ خودکشی۔ ہر روز آلات حرب میں ایسی ایسی ایجادیں ہوتی چلی جاتی ہیں کہ اہل یورپ ہی ایک دوسرے کی مقاومت کو پس تو کریں۔ ورنہ دوسری قوموں کا ایسے لائینی توقعات کو دل میں جگہ دینا ع

اس خیال ست و محال ست و جنوں

اہل یورپ کی ملکی فتوحات تو سب کی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اور ہم کو سارے اہل یورپ سے کیا غرض کیا مطلب انگریزوں ہی کی فتوحات کو دیکھو۔ میں نے جب سے ہوش ہنچا لا ہے میرے یادیں باعتبار اوسط میں برس بھی ایسے نہیں گزرے جن میں کوئی نہ کوئی نیا ملک سلطنت انگریزوں نے ہم لوگ اسلئے اٹھ کے ہیں اور اسی کی طرف رجوع ہونے والے ہیں ۱۶۰۰

دوں کے لیے سمجھتا ہوں۔ تاکہ باغیوں کو کافر نسبی کا بھی طع مزل جائے۔ باوجودیکہ اس وقت تک انگریزوں کا سائنٹفک تسلط ایسا قوی نہ تھا۔ جیسا اب ہو۔ مگر جیسا اور جس قدر تھا اس خیال کو کافی تھا کہ جو آسائش ہم کو انگریزی عمارتی میں میسر ہو کسی دوسری قوم میں اس کے ہتیا کرنے کی صلاحیت نہیں۔ پس یہی باغبان نا عاقبت اندیش بر خود غلط جو عمارتی کے تزلزل سے خوش ہیں۔ چند روز میں عاجز آکر کمنٹ انگریزوں کو مناکر لائیں تو سہی۔ میں اپنی معلومات کے مطابق اس وقت کے ہندوستانی والیان ملک پر نظر ڈالتا تھا اور برہما اور نیپال اور افغانستان بلکہ فارس اور مصر اور عرب تک خیال دوڑاتا تھا۔ اس سرے سے اس سرے تک ایک متنفس سبھ میں نہیں آتا تھا جس کو میں ہندوستان کا بادشاہ بناؤں امیدواران سلطنت میں سے اور کوئی گروہ اس وقت موجود نہ تھا کہ میں اس کے استحقاق پر نظر کرتا۔ پس میرا اس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنت ہندوستان کے اہل سلطنت ان ہی کا حق ہوا ان ہی پر بحال رہنی چاہیے۔ دعوی مدعیان معہ خرچہ و دشمن ہوں تو میں غریب آدمی کسی کا نوکر نہیں چاکر نہیں۔ مگر اپنے جھوٹے میں پڑا ہوا اب بھی سلطنت کے فیصلے کیا کرتا ہوں۔ میں نے اپنے ذہن میں ایک ایسا قاعدہ ٹھہرایا ہو کہ شاید مدتوں تک مجھ کو تجویز کی رحمت نہیں اٹھانی پڑے گی۔ وہ قاعدہ یہ ہو کہ جتنی کمالات اٹھا سلطنت کوئی حق متسل بالذات نہیں۔ بلکہ سائنٹفک سوپیریوریٹی (علمی برتری) کا تابع اور اس کی فرع ہو۔ پس جو شخص سائنٹفک سوپیریوریٹی سے بے نصیب ہو اس کا دعویٰ سماعت نہ کیا جائے۔ ہمارا تیرھویں صدی میں دنیا کی تمام حالتیں اس قدر متغیر ہوئیں کہ اگر اب سے سو برس پہلے کے مردے کا بجایا جانا ممکن ہوتا تو وہ دنیا کو دیکھ کر ضرور تعجب کرتا سب سے بڑا عظیم الشان تغیر جس تمام دوسرے تغیرات متفرع ہوئے علمی تغیر تھا۔ جب مسلمان ہندوستان پر حکمران ہوئے تو جیسا اتفاقاً تے حکومت ہو رفته رفته ہندوؤں کے علوم نیا نیا ہوا کہ آخر کار مسلمانوں کے علوم

رواج پائے۔ متعصب ہندوؤں نے جو مسلمانوں کے مظالم کی بڑی لمبی فردنارکھی ہو اس میں یہ بات بھی ضرور ہوگی۔ لیکن میرے نزدیک ان کو مسلمانوں کا ٹھکر گزار ہونا چاہیے۔ ادا کش جس طرح مسلمانوں کی عمل داری میں ہندو اپنے علوم بھول گئے۔ انگریزی علداری میں مسلمان اپنے علوم بھول گئے ہوتے۔ تو کیوں سیکڑوں ہزاروں مسلمان اس کانگریس میں حاضر ہونے کی سرگردانی اٹھاتے۔ اب جو انگریزی سرکار دربار میں ہندو اس قدر پیش پیش ہیں کہ تمام سرکاری خدمتوں کے ٹھیکہ دار ہیں اور یوں بھی اس علداری میں ان کو ہر طرح کے بھاک لگ رہے ہیں۔

خطا بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑے گیسو بڑے	حسن کی سرکار میں جتنے بڑے ہندو بڑے
--	------------------------------------

یہ سب ترقی و خوش حالی اپنے قدیم علوم کے بھلا دینے کی وجہ سے ہو۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی تخصیص نہیں روئے زمین کی تمام قوموں کے پُرانے علوم اسی قابل ہیں کہ ان کو بھلا دیا جائے کل قوموں کے پُرانے علوم تھوڑی سی بیشی کے ساتھ کہ وہ اختلاف سرزمین وغیرہ کی وجہ سے ہونے ضرور تھے۔ باعتبار مال کا قریب قریب ایک ہی طرح کے تھے اگر مائی نیوٹنی کا شرح و لبط کے ساتھ علوم کی تفصیل کرنی چاہو تو بڑی بھاری فہرست بن سکتی ہو مگر میرے دیکھنے میں تو پُرانے علم متداول دو ہی طرح کے تھے۔ زبان دانی اور معقولات۔ فن زبان دانی ہر زمانے میں ہر سرزمین میں ہر دل عزیز رہا ہو۔ اب بھی ہو اور آئندہ بھی رہے گا۔ لیکن ہر دل عزیز ہونا اور چیز ہو اور قوم اور ملک کے حق میں مفید ہونا اور چیز۔ ایسے شک ایسی مثالیں بھی ہیں کہ بعض اوقات شاعروں کو ایک ایک قصیدے پر لاکھ لاکھ روپیہ ملا ہو۔ مگر یہ شخصی فائدے تھے اور وہ بھی شاذ اور اتفاقی۔ ان گنے گزرے وقتوں میں بھی شاعرانہ کے قدر کے پہلے تک دلی میں ایسے ایسے شاعر موجود تھے۔ کہ ہر شخص اپنی طرز کا استاد تھا۔ مگر پچاسے محتاج مجلس تنگی معاش کی وجہ سے پریشان۔ اور جتنے نامی اور مستند شعراء متقدمین و متاخرین ہندی اور عجمی ہو گزرے ہیں سبھی کے کلام سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر دکن گویا کسی فقیر کی بدو عا ہو کہ ہمیشہ تنگ دست رہیں ہمارے ملک میں کتب علی خاں ایک شاعر تھے ان کے شعر سے اس کی تصدیق ہوتی ہو وہ فرماتے ہیں

لوگ کہتے ہیں کہ فرق شر کوئی نہیں ہے

شر کہتے کہتے میں ڈپٹی کلکٹ ہو گیا

جو دعا تو کیا ہوگی مگر اس سبب یہ ہے کہ شاعری کی ایسی بڑی چاٹ ہے کہ آدمی کو دنیا اور دین دونوں کے کاموں سے معطل کر دیتی ہے ناچار شاعروں کو امیروں کا بھاٹ بننا پڑتا ہے جو ایک طرح کا گداگری ہے غرض خود شاعروں کے ذاتی فائدے کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو شعر و سخن بیروں کے پیٹ بھرے کا شغل تھا اب نہ پہلے سے امیر رہے نہ اگلی سی فراموش۔

آں قلع بگست و آں ساتی نامد

اس توقع پر کوئی خون جگر کھائے نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۵۷ء کے فدر کے بعد سے کسی طرف کوئی نیا شاعر بڑے نام و نمود کا سننے میں نہیں آیا۔ لکھنؤ والوں میں کسی قدر گدگدی ہے سو وہ بھی یوٹا فیوٹا گھسٹی چلی جا رہی ہے جو جوں جوں لوگوں پر یہ بات منکشف ہوتی چلی جاتی ہے کہ پرانی تعلیم سے معاش میں مدد نہیں ملتی وہ آپ ہی اُس سے دست کش ہو جاتے ہیں۔ سر سید احمد خاں کو اور اُن لوگوں کو جو اُن کا سا خیال رکھتے ہیں صبر نہیں آتا۔ ورنہ کیسے کچھ اور کہاں کا کانگرس پیٹ ایسی بڑی بٹا ہے کہ اس کی خاطر سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ میں نے مدتوں سررشتہ تعلیم میں نوکری کی اُن دنوں کو الیٹی (صفت) کو تو کوئی پوچھتا تھا ان ٹی (مقدار) بڑی کارگزاری سمجھی جاتی تھی۔ یعنی جہاں تک ممکن ہو پورٹ میں مکتبوں اور طالب علموں کا شمار زیادہ دکھایا جاوے گورنمنٹ کی غلطی تھی از بس کہ ہر سال مکتبوں اور طالب علموں کا شمار زیادہ ہوتا جاتا تھا گورنمنٹ جانتی تھی کہ لوگ پبلک انٹرکشن کی قدر کرتے جاتے ہیں ایک مدت دراز تک گورنمنٹ کو یہی غلط خیال رہا۔ یہاں تک کہ نوکری کے لیے بڈل کے امتحان کی قید لگا دی گئی۔ اُس وقت سے البتہ لوگ سرکاری تعلیم کی طرف راغب ہوئے۔ لیکن نہ اس وجہ سے کہ اس تعلیم کو پسند کرتے ہیں بلکہ صرف نوکری کی طمع سے۔ تو میں نے راغب ہونے غلط کہا۔ مجھ کو کتنا چاہیے تھا کہ مجبور ہوتے۔ پھر ہی تماشہ وکالت اور مختاری کے امتحانوں میں دیکھا۔ ان باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لوگ معاش کی طرف سے مضطرب ہیں۔ جدھر توقع پاتے ہیں بے تامل دؤر سے چلے جاتے ہیں۔ نہ ہی تعصب یا غلط فہمی

یا اس کوئی خیال جس نے شروع شروع میں مسلمانوں کو انگریزی تعلیم سے باز رکھا ہو میرے نزدیک جہاں تک ممکن ہو معلوم ہو اب ان موانع میں سے کوئی مانع باقی نہیں اب مسلمان سمجھ گئے۔ برٹش وین ٹورز (بدیر ہو تو اس سے بہتر ہو کہ کبھی نہ ہو) کہ پچھلے ڈھترے پر پھٹنے سے ان کی دنیاوی کار بر آری نہیں ہو سکتی۔ اب سرکاری مدرسوں میں ان کا شمار بہت بڑھ گیا ہے اور اس حیثیت سے جو مسلمانوں کا خاصہ مذہبی ہے میں تو یقین کرتا ہوں کہ مسلمانوں نے جب تک نہیں کیا تھا نہیں کیا تھا۔ لیکن اب کرنے پر آئے ہیں تو ایسا کریں گے جو کرنے کا حق ہے۔ خدا ان کو توفیق دے کہ ایسا ہی کریں۔ میں پڑانے علوم کے سلسلے میں یہ بات بیان کر رہا تھا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد کسی طرف کوئی نیا شاعر پڑے نام و نمود کا سننے میں نہیں آیا۔ یعنی ہمارے لٹریچر (علم ادب) یا انشا پر دانی کی ترقی مسدود ہو گئی آپ صاحبوں میں سے کوئی صاحب ایسا نہ سمجھیں کہ میں لٹریچر کا فوہ پڑھ رہا ہوں۔ نہیں نہیں۔ میں تو اس خیال کا آدمی ہوں کہ علوم قدیمہ کو مسلمانوں کی ترقی کا سبب راہ جاتا ہوں اور علوم قدیمہ میں سے بھی خاص کر لٹریچر کا سخت مخالف ہوں مسلمانوں میں ایزائے نیشن (کشیئت قومی) جتنی خواباں ہیں کل تو نہیں اکثر اسی لٹریچر نے پیدا کی ہیں یہ لٹریچر جھوٹ اور خوشامد سکھاتا۔ یہ لٹریچر واقعات اور موجودات کی اصلی خوبی کو دباتا اور مٹاتا۔ یہ لٹریچر متوجہات اور معروضات بے اصل کو فیکٹس (واقعات) بناتا۔ یہ لٹریچر نالائق و نولوں کو شورش دلاتا۔ اگر کسی نے اس زہر کو چکھا ہے تو میں نے پایا ہے اور اگر کسی نے اس سانپ کو کھلایا ہے تو میں نے اپنے تئیں اس سے کٹوایا ہے۔ اگرچہ بڑی عمر میں میں نے پورے طوطے کی طرح آپ ہی آپ تھوڑی سی انگریزی بھی پڑھ لی تھی۔ لیکن میری طبیعت میں ایشیائی تعلیم کا رنگ بچ چکا تھا۔ انگریزی پڑھنے سے اتنا تو ہوا کہ مجھ کو اپنے یہاں کے لٹریچر کے عیوب معلوم ہونے لگے مگر مذاق وہی کا وہی رہا۔ اب بھی اگر کوئی برجستہ شعر سن پاتا ہوں چاہے اس میں کتنا ہی مبالغہ خلاف قیاس کیوں نہ ہو سبب اختیار پھر ٹک اٹھتا ہوں۔ یہ ساری خرابی کم نکت فارسی کی پھیلائی ہوئی ہے۔ خیالات اور مضامین کے اعتبار سے تمام دنیا کے لٹریچروں میں اس زبان کے لٹریچر

بدتر اند کوئی لٹریچر نہیں اس نے قومی مذاقوں کو ایسا بگاڑا اور اس قدر تباہ کیا کہ ہم لوگوں کو واقعات میں مزہ نہیں ملتا۔ اور چوں کہ طبیعتوں سے مناسبت سلب ہو گئی ہے سرکاری تعلیم مسلمانوں کو غذائے نامرغوب کی طرح پختی نہیں۔ شاید سوسالہ بچوں میں ایک بھی ایسا نہیں نکلتے گا جو تاریخ اور جغرافیہ اور طبیعیات پر دل لگاتا ہو ایک ڈاکٹر نے رپورٹ میں لکھا کہ مسلمانوں کے سر ہی خدا نے ریاضی کے مناسب نہیں بنائے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر مسلمان طالب علم ریاضی میں فیل (ناکامیاب) ہوتے ہیں مسلمانوں کی تعلیم کی اصلاح میں جبکہ سب سے زیادہ خدشہ اسی کا ہے کہ ان کی طبیعتیں کہیں مذاقوں میں جا کر تعلیم جدید سے مناسبت پیدا کریں گی۔ لٹریچر جس کی نسبت میں نے چند ریمارکس کیے۔ مسلمانوں کی تعلیم مروجہ کا جزو اعظم ہے *تبعاً و قلیل ما لکم* (اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں) جن کو سر پر دستار بغیلت، کے لادنے کا شوق ہوتا ہو۔ زبان کے علاوہ کچھ علوم بھی پڑھتے ہیں جن کا خلاصہ ہو معقولات۔ سوچا رہے یہاں کا معقول ایسی نامعقول چیز ہے کہ اس کے پڑھنے سے انسان مغبوط العقل بن جاتا ہے اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ ایک حد تک معقول کا پڑنا مفید اور بکار آمد ہے اس سے فکر غائر اور ذہن تیز ہوتا مطلب کے *تفکّر الذی یر ما علیہ* اور اطراف و جوارب پر نظر احاطہ کرنے لگتی۔ مگر اس میں تو غل کرنا انسان کو مشکلی۔ جھگڑاؤ۔ اور کٹھ جھٹی بنانا اور تحقیق حق سے باز رکھنا ہو۔ لٹریچر کی تو خیر ترقی ہی مسدود ہوئی ہو معقولات کو میں دیکھتا ہوں علی شفا جگر و کھاد (معدوم ہونے کے قریب) بڑھے بڑے چھاپے خانے والے جن کو اپنا بھاڑ جھونکنے کے لئے شمشک و ترسبھی طرح کے ایندھن کی تلاش رہتی جو اب تو وہ بھی معقولات کی کتابوں کو ہاتھ نہیں لگاتے کیونکہ ان کی نگاہیں پانچوں کسی سبک سے اونٹ کسی بھگائے نہ کسی ڈرانے دھکائے بلکہ دیکھنے اور آزمانے سے مسلمانوں پر خود بخود پُرانی تعلیم کا بند کھل گیا اور انگریزی پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ مگر پُرانی تعلیم کو تو خیر باد کہ چکے۔ غدر کے بعد سے ہم تو برابر یہی دیکھتے چلے آتے ہیں کہ جب کسی فن کا کوئی صاحب کمال مرادہ فن بھی اسی کے ساتھ رخصت ہوا۔ اب سے زیادہ نہیں ہیں برسر

پہلے کس کو توقع تھی کہ تعلیم کے متعلق مسلمانوں کے خیالات اس قدر جلد رو بہ راه ہو جائیں گے۔ جب سرسید احمد خاں نے ابتدائے مسلمانوں کے مفاد کی چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ باستقامتے معدودہ چند جن کو سرسید احمد خاں کے ساتھ زیادہ اختلاط تھا اور وہ ایمانا اور صداقت ان کے ارادوں کو مسلمانوں کی سچی خیر خواہی کے سوائے دوسرے موٹو ذرا غرض کی طرف منسوب کہ نہیں سکتے تھے۔ تمام ہندوستان کے مسلمان گفتنی حلقہ کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور جو نہ کہنا تھا سو کہنا اور جو نہ کرنا تھا سو کیا۔ ان دنوں مسلمانوں کی عام شورش دیکھ کر یہ خیال تو کسی بار میرے دل میں بھی آیا تھا کہ جب مسلمان رفارم کے اس قدر مخالف ہیں تو بہتر ہوگا کہ ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ زمانہ ان کی اصلاح کرے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَحْسَنُ الْمَوْلُودَاتِ** یعنی زمانہ سب سے اچھا سکھانے والا ہو، لیکن غور کرنے سے مجھ کو اپنی غلطی پر متنبہ ہوا اور میں سوچا کہ زمانہ یاد ہر اوقات ہے کیا چیز نہ تو وہ کوئی موجود منفرد اور مستقل بالذات ہو اور نہ اس میں تصرف کی قدرت ہو۔ جو کچھ ہوگا اور جب کبھی ہوگا ہمارے ہی کرنے سے ہوگا۔ چنانچہ سرسید احمد خاں اپنی دہن میں اپنا کام کیے چلے گئے۔ اول تو ہمارے یہاں رفارم ہی ایسے کون سے کوڑیوں ہو کر رہے ہیں کہ ان کے ساتھ سرسید احمد خاں کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن جہاں تک مجھ کو مفاد کا حال معلوم ہو ہیں کے نہیں بلکہ دوسرے ملکوں کے بھی۔ میں تو سرسید احمد خاں کو بڑا خوش نصیب اور کامیاب رفارم سمجھتا ہوں۔ انہوں نے ایسی جگہ ایک بیج بویا جہاں کی سرزمین اور آب و ہوا کسی طرح اس بیج کو سزاگار نہ تھی۔ ان کی آبیاری سے وہ بیج چھا اور اس کو نشوونما ہوا اور ان شاء اللہ وقت پر پہلے اور پہلے گا بھی **كَوْنُكُمْ مِّنْ شَعَاكَ قَادِرٌ عَلَيْهِ فَاَسْتَعْلَظْ** فَاَسْتَوَىٰ حَتَّىٰ سَوَّىٰ لِقَوْمِهِ الْاَرْضَ رَاحَ (جیسے کہی تھی کہ کوئل نکلی۔ پھر اس میں جان پڑی پھر نیچی۔ پھر مٹری ہو گئی کہ کاشٹکار لگے دیکھ کر خوش ہونے) اور یہ سب کچھ انہی کی زندگی میں علی گڑھ میں اس بات کا ثبوت مرقی موجود ہو محمد ن کالج کہ ایک منغس کرنے پر آئے تو کیا کچھ کر سکتا ہو

اب ہم کو اور ہم ہی کو نہیں جو اس ہال میں جمع ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو سوچنا چاہئے کہ سرسید کا حق میں کا ہے کی خصوصیت ہو۔ کیا ان کی لال ٹوپی میں پھندے کی جگہ شرفاب کا پر لگا ہو؟ نہیں۔ کیا یہ بڑے عالم تھے؟ نہیں۔ کیا یہ بڑے مال دار ہیں؟ نہیں۔ کیا ان کو گورنمنٹ کی طرف سے کوئی اقتدار خاص عطا ہوا ہے؟ نہیں۔ پھر ان کے پاس وہ کیا لٹکا ہے جس سے مسلمانان ہند کی کایا پلٹ دی اور ان کی ٹھٹھی میں ایک نیا ایڑا واقعہ غلیم جس سے برسوں کا شمار کیا جاتا جیسے مسلمانوں میں حیرت اشروع کر دیا۔ وہ لٹکا ہے دل جو ان کے سینے میں لٹکا ہوا ہے۔ کسی کے پاس ایسا دل ہو تو وہ بھی علی گڑھ کے محمدن کالج کا شاخبد کر سکتا ہو ۵

فیض روح القدس ارباب زاد فرماید	دیگر الہام نہم کہنہ سند آنچه میجامی کرد
--------------------------------	---

ابھی قوم کو ایسے بہت سے دلوں کی ضرورت ہو مگر یہاں توفیق عطا کرے۔ اگرچہ محمدن علی گڑھ کالج کی حد ذاتہ بڑے فخر و نمود کی چیز ہو اور اگرچہ ان کا فخر و نمود کی چیز ہے گا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ تعلق وہ قوی تعلق جو سرسید احمد خاں کو اس کالج کے ساتھ ہو کم سے کم میں چھپیر برس سرسید احمد خاں کو اگر مرنا چاہیں بھی تو نہیں مرنے دے گا مگر میری نظر میں علی گڑھ محمدن کالج سے کئی درجہ زیادہ سرسید احمد خاں کے لئے فخر و نمود کی چیز یہ ہو کہ انہوں نے مسلمانوں کو ڈوبے ہوا دیکھ کر غل مچایا اور ان کو ورطہ ہلاکت سے نکلنے کا راستہ بتایا یا بارے شکر ہو کہ مسلمان بدستجھ مگر سمجھے ۵

لائے اس بُت کو التجا کر کے	کفر توڑا خدا خدا کر کے
----------------------------	------------------------

اب مسلمانوں کو انگریزی سے نہ اگلی سی وحشت ہو نہ پہلا سا گریز ہو۔ الغرض جو کچھ ہوا اور جتنا کچھ ہوا بہت ہوا۔ امید سے زیادہ۔ توقع سے بڑھ کر۔ مگر ہائے اب بھی مسلمانوں کے در و کی وہ نہیں۔ اس وقت تک جتنی انگریزی پڑھی پڑ پائی جاتی ہو اس کی غرض و غایت ہو سرکاری نوکری۔ انگریزی پڑھنے پر بھی مسلمانوں کو سرکاری نوکری میں سے جو حصہ ملنے والا ہو وہ

جیسے اونٹ کے مونہ میں زیرہ۔ اول تو وہ نوکریاں ہی کتنی ہیں۔ ایک انا سا دھڑا اس کے دھڑا دار
 صدیقار کہ نہ ذات کی قید نہ پیشہ کا لحاظ نہ مذہب کی خصوصیت نہ ضرورت پر نظر۔ ایک عالم ہو کہ
 نوکری کے غلط میں گرفتار ہو۔ انگریزوں کے سارے انتظام اچھے ہیں مگر وضع الشیء فی خیر
 محلیہ (بے جگہ چیز کو رکھنا) روٹنڈ بال ان اسے اسکوٹر ہول (چو کو رسواخ میں مرد کو گولی)
 انہوں نے اپنے ملک پر قیاس کر کے نوکری کو عام کر دیا۔ اور یہ نہ سمجھا کہ یہاں نوکری ایک پیشہ
 ہو اور پیشہ داخل ذات۔ پس نوکری کا عام کرنا گویا ذات کے امتیاز کو مٹانا اور سوسائٹی کے قدیم
 کانسٹیٹوشن (بناوٹ) کو بگاڑنا ہے۔ جو اعتراض نوکری کی تعلیم پر ہے وہی صحیح کئی ایک تعلیم
 کی تعلیم پر ہو کہ جڑے۔ بھٹیاری۔ نائی۔ تصائی۔ دھوبی۔ گھسیاری۔ درزی۔ خانساں۔
 خدمت گار بلکہ بنگالی تک پڑھنے پر اتر پڑے۔ لکھ پڑھ جانے سے کینوں کی تو سوسائٹی میں کچھ بھی
 عزت نہ بڑھی۔ مگر ان نااہلوں نے علم کو ذلیل کر دیا۔

ہرچہ گیر دعلتی علت شود

میرے والد مرحوم مجھے بچپن میں سبھایا کرتے تھے کہ بیٹا علم تمھارے شرافت ہو۔ اُن کے یہ الفاظ
 ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ اب اُسی تمھارے شرافت کو دیکھتا ہوں۔ چینی کے
 بٹنوں سے زیادہ بے قدر جس قلی مزدور نے چاہا ایک پیسے کے درجن بھر خریدے۔ اور کوٹ
 میں ٹانگ پھرا۔ من جلد چند دفعہ قباحتوں کے جو تعلیم تعلیم سے پیدا ہوئیں اور جوتی چلی جا رہی ہیں
 بڑی قباحت یہ جو کہ پیشہ نوکری ہندوستان میں ہمیشہ سے رہا ہو معزز۔ جو شخص ذرا سی بھی
 شدہ بد کر لیتا ہو۔ نوکری کے سوائے دوسری شو کو ہاتھ نہیں لگانا چاہتا۔ نتیجہ یہ ہو کہ دوسرے
 پیشوں میں پیشہ دروں کی تعداد برابر گھٹتی چلی جاتی ہو۔ اور جتنے لوگ دوسرے پیشوں کو چھوڑتے
 جاتے ہیں وہ سب نوکری میں ہستے جاتے ہیں۔ پس اگر مسلمانوں نے سرکاری نوکری کی لالچ
 میں اگر انگریزی پڑھنی شروع کی ہو اور مجھے خوب معلوم ہو کہ جنہوں نے پڑھی اسی غرض
 سے پڑھی۔ اور جو پڑھ رہے ہیں اسی غرض سے پڑھ رہے ہیں۔ اگرچہ کہتے

ہوئے میراجی کو رہتا ہو کر بے سکے رہا بھی نہیں جاتا کہ امتحان میں اگر فیل (ناکامیاب) نہ ہوں تو
 میں موقع پر اکثر ضرور فیل ہوں گے اس واسطے کہ اسٹور (گودام) کچھ کچھ بھرا پڑا ہو اور ڈانڈ (ٹنگ)
 پٹائی (رشد) کے مقابلے میں گویا کہ نہیں۔ اگرچہ خطرناک کامیابی کے لیے ہو۔ مگر روپیے میں نہ آنے
 ہندو تو چودہ آنے مسلمان۔ کیوں کہ مسلمانوں نے انگریزی کے شروع کرنے میں اس قدر دیر کی کہ
 ہندو چھوٹی بڑی تمام سرکاری خدمتوں پر قابض ہو چکے تھے۔ علاوہ بریں گورنٹ سروس کا بڑا
 حصہ سب سروس (ادنیٰ درجہ کی نوکری) جس میں تھوڑا بہت اقتدار چارونا چار انگیز کرنا پڑتا
 ہے۔ اور ہم مسلمانوں کا محل جلی ہوئی رسی کا سا ہو کہ راکھ ہو گئی مگر بل نہیں گئے۔ سخت بات کی
 سہارا نہیں۔ خوشامد قومی شمار نہیں ۵

ہم خستہ جان ہیں تجھ سے بھی نازک مزاج تر | یوری چڑھائی تو نے کہ یاں دم بھل گیا

غرض جس طرح پر تعلیم اب ہو رہی ہو اس کا لازمی نتیجہ یہ پیدا کی جس کو ائمہ القاسم تمام خرابیوں
 کی ماں سمجھا جاتے ہیں۔ بار بار سربراہان کا نام لیتے ہوئے میری طبیعت مضائقہ کرتی ہے۔ کہ مبادا
 کوئی کریم النفس خیال کرے کہ جس طرح لکھنؤ کے مرثیہ خواں بنائے ہوئے بسورنے والوں کو
 مجلسوں میں ساتھ ساتھ لیتے پھرتے ہیں سکیں اسی طرح تو سربراہ احمد خاں مجھ کو تو اپنے ساتھ نہیں
 لائے۔ لیکن اگر خدا کسی کے دماغ میں ایسی برکت دے کہ ہر ایک مفید چیز کی طرف سب سے
 پہلے اُسی کا ذہن متقل ہو کرے تو کیا خدا کا ہاتھ پکڑا جاسکتا ہے ۵

حکمت محض است اگر لطیف جا آفریں | خاص کنت ہندہ مصلحت عام را

جس طرح مسلمانوں کے رفارم کا مضمون سب سے پہلے سرسید احمد خاں کو سوجا اسی طرح انجیل
 کا گھر کی ابتدا ان ہی سے ہوئی۔ اگر اس میں کامیابی ہوئی اور امید ہو کہ ہوگی۔ اور ضرور ہوگی
 تو میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے اقبال کی صبح کے طلوع کا وقت قریب لگا کیوں کہ تعلیم ہی ایک
 چیز جو دنیا اور دین دونوں کی دستی کی تکفل ہو سکتی ہے۔

اگر تعلیم کو ہم ایک مقدمہ فرض کریں تو اس کی روداد ایسی صاف اور سلیس ہو کہ جو فیصلہ اس پر صادر کیا جائے مختلف نہ ہونی سکتا۔ ہم کو چاہیے کہ پہلے اہل یورپ کے ساتھ اپنی حالت کا موازنہ کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو سامان مبدایاں نے اپنی قدرت کا ملہ سے انسان کی آسائش کے لیے مہیا کیے ہیں۔ ہم کو ان میں سے لاتر شیر (شیر کا حصہ) ملا ہے۔ ہماری جیسی سرزمین۔ ہماری جیسی آب و ہوا۔ ہمارے جیسے موسم۔ ہماری جیسی پیداوار۔ نکلے۔ بیوک۔ درخت۔ پھول۔ پھل۔ ہمارے جیسے حیوانات۔ ہمارے جیسے معاون کوئی چیز بھی تو اہل یورپ کو نصیب نہیں۔ اس رو سے چاہئے تھا کہ ہم خوش حال ہوتے۔ اور اہل یورپ تنگ دست۔ ہم محتاج الیہ ہوں اور اہل یورپ محتاج۔ لیکن معاملہ منعکس ہو۔ سلطنت کو بھارتیں ڈالو۔ اور اس کم نعمت کا نام نہ لو۔ یوں دیکھو کہ ہندوستان اور یورپ میں باہمی لین دین کا کیا رنگ ہو۔ وہ رنگ تو یہ ہو کہ ایک آدمی جو نہ زندہ نہ مردہ بلکہ سسکتا ہو انیم جان ضعیف و ناتوان۔ اس بیچارے کو اس کثرت سے چونکیں۔ لپٹی ہوئی اس کا خون پی رہی ہیں کہ کوئی سام جو تک کے منہ سے خالی نہیں اور چونکیں بھی کاغذی نہیں بلکہ بڑی قسم کی جو بھینا جو تک کھلاتی ہیں۔ آپ سمجھ کہ میری اس تمثیل سے میری کیا مراد ہو؟ وہ نیم جان آدمی ہندوستان ہو۔ خون مکی دولت۔ اور چونکیں اہل یورپ۔ یہ سمجھنا ایک نادان بلکہ بے ایمان آدمی کا کام ہو۔ کہ اگر زیر و زور حکومت ہماری دولت گھیسٹے لیے چلے جاتے ہیں۔ ذرا ٹریڈ اور کامرس (تجارت اور اسپورٹ اور اسپورٹ (مال کی درآمد و آمد) کی رپورٹیں پڑھو۔ اور فنانشیل سکرٹریٹ سے سالانہ بجٹ (تخمینہ جمع و خرچ) کے نقشے لے کر دیکھو۔ مگر خبردار نقشے مانگنے جاؤ تو اتنی بات مزہ جتا دینا کہ ہم نیشنل کانگریس والے نہیں ہیں تو معلوم ہو کہ سلطنت کی راہ دولت برس رہی ہو تو تجارت کی طرف بند ٹوٹا ہوا ہو۔ ہماری اور اہل یورپ کی تجارت کا خلا صد یہ ہو کہ ہم خریدنے والے ہیں اور اہل یورپ بیچنے والے۔ بے شک ہندوستان سے بہت سا مال یورپ کو

لے جن باریک سوداؤں کے ذریعہ ہوا جس کے اندر پہنچتی ہو۔ یہ سوداؤں بادی الظہ میں معلوم نہیں ہوتے +

چلا جاتا ہو مگر منو فیکر ڈرتیا کیا کر لیا، نہیں بلکہ میٹر مل (غیر تیار شدہ اشیاء) کہ جیسا پیدا ہوا ہو کال کو
یورپ چلا گیا۔ اہل یورپ نے اپنی ہنرمندی سے بنایا سنوارا اور آٹھ آٹھ فٹ مربع فٹ پر
پھر اٹا ہمارے سر مارا۔ اہل یورپ نے ساری تجارت کو اپنی منہمی میں کر لیا ہو۔ جیسے شیر کہ
اُس نے شکستہ اور گودا اور خون جو جو چیزیں عمدہ اور مزے کی تھیں۔ آپ کھائیں پئیں خالی ہڈیاں
لو مڑی کے لیے چھوڑ دیں کہ لے ان کو پڑی چھوڑ کر۔ دلی میں اس وقت غلے کی بڑی بھاری منڈی
کھاری بادلی ہو۔ بندہ کا غریب خانہ اسی منڈی کے متصل ہو صبح ہوئی دن چڑھتے چڑھتے
رالی برادرز (نام تجارتی انگلستان) کے گھاسٹے بازار میں آجھڑے۔ اس بازار میں اکثر اوقات
اس طرح کی چیل پل رہتی ہو کہ راستہ نہیں ملتا۔ بھوم کرنے والوں میں وہ محتاج لوگ بھی ہوتے
ہیں جو بھاج اور بھاڑو لے ہوئے گئے پڑے دانے دیکھے سیٹھے پڑے پھرتے ہیں میں جب جب
ان مصیبت مندوں کو دیکھتا ہوں بے اختیار جی میں خیال آتا کہ ہوا کہ ہزار ہا من غلہ بٹاٹل رہا
ہو۔ مگر ان کی قسمت کے دانے ہیں۔ اسی طرح یورپ کی تجارت میں ہر روز لاکھوں کوٹوں
کے وارے نہا رہے ہوتے ہیں ہمارے حصے میں کیا آتا ہو کوڑیاں۔ یا خوب گہرے ہو گئے تو پیسے
یورپ کی اصلی اور حقیقی عظمت۔ اصلی اور حقیقی ہنرمندی۔ اصلی اور حقیقی دولت کا اندازہ بے یورپ
گئے نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ صد ہا ہزار ہا انواع و اقسام کے کارخانے۔ وہ صد ہا
ہزار ہا انواع و اقسام کی کلیں وہ صد ہا ہزار ہا عالی شان عمارتیں سڑکیں۔ پُل۔ ٹیل۔ ڈسٹرنگ
آؤٹ۔ ڈرگوتھ (زیر زمین) ریلوے ڈاکس (بند گاہ) ایئر (جہاز) مارکٹس (بازار) پلیسز (ایوان)
پارکس (تفریح گاہیں) گارڈنز (باغ) میوزیمز (عجائب خانے) چورز (گرجا گھر) اور کیا اور کیا۔
کیوں کہ ہندوستان میں اٹھ کر جائیں کہ ہم ان کو دیکھیں۔ مگر جس قدر یہاں ہمارے آنکھوں
کے سامنے موجود ہو اس آٹالو کو ٹرنفر سے کوٹنفر اور قصب سے متعصب کو سبھی تسلیم کرنا پڑتا ہو
کہ ہم کسی دنیاوی برتری میں الجھنے والوں کے ساتھ لگا نہیں کھا سکتے۔ اچھا اب دوسری بات ہم کو

یہ دیکھنی ہو کہ انگریزوں میں یہ ہنرمندی یہ صنایع یہ قوت ایجاد آئی تو کمال آئی اور کیوں
 آئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ انگریزوں کے سارے کمالات اس ایک صفت پر متفرع ہیں کہ سب
 سب بڑی سرگرمی کے ساتھ واقعات نفس الامری کی لہو میں لگے رہتے ہیں یعنی ان کو
 ملال میں قوت استقامت اور بالمشیتۃ الی سائر الناس (جو نیات سے کلیہ قاعدہ بنا لے
 کی قوت بہ نسبت اوروں کے) غالب ہو اور ہونہو لوکل سرکٹانسز یعنی مقامی حالات۔
 ان کے سنس (حواس) کو تیز کیا ہو گا۔ سبھی ازوی ندر آت (نوٹیشن) ضرورتاً ما
 ایجاد ہو، ان کی سرزمین ضروریات زندگانی کے متیار کرنے کے قابل نہ پہلے تھی اور نہ جیسے
 چاہیے اب ہو آئندہ کی تدبیر سے ضروریات زندگانی کیسی اگر خود شجرۃ الحیات (درخت زندگانی)
 ہی اس سرزمین میں پیدا ہونے لگے تو عجب نہیں۔ کارخانہ دنیا کا انتظام ہی قاعدے پر
 ہو کہ مخلوقات میں جس قدر جس کی ضرورتیں اسی قدر ڈول (کامل)، اور ضعیف العقل (لگاتارہ
 گھاس بھوس سے اپنا پیٹ بھر لیا کرتا اور گرمی سردی برسات سے متاثر ہی نہ ہوتا تو ایک گدہ
 جتنی عقل اس کو کفایت کرتی اور اتنی ہی اس کو ملتی بھی۔ مگر پنجر (فطرت) نے ایک طبع
 انسان کو ساز و سامان زندگی کے عطا کرنے میں مضائقہ کیا تو دوسری طرف عقل سے اس
 تلافی کر دی۔ اگر یہ استدلال صحیح ہو تو ایسا ملک تو میں خلعۃ اہل یورپ کے مقابلے میں کا
 اور کم عقل ہیں۔ میں شاید اپنے بیان کے قصور کی وجہ سے اپنا مافی الضمیر ابھی طرح اچھا
 ذہن نشین نہیں کر سکا۔ ٹوپی۔ مور پٹن (زیادہ وضاحت کے ساتھ) میرا مطلب یہ ہو کہ اگر
 ایسی تعلیم دینی چاہتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے قوم کی حالت درست ہو جیسی کہ اہل یورپ
 کی ہوئی تو یہ مشکل آپ کی نصب العین (آنکھ کے سامنے) رہنی چاہیے کہ میری سمجھ کے مطابق
 قوم کی طبیعت میں اس کا تقاضا قہر نہیں یا اگر ہو تو اس قدر ضعیف ہو کہ اس کو قوی
 دیسا ہی دشوار ہو جیسا کہ نئے تقاضے کا طبیعت میں پیدا کرنا تعلیم مرزوب سے چاہیے وہ

کالچوں کی جو اصلی گڈہ محمدن کالج کی بجوایا معلوم ہوتا ہو کہ اس مشکل کو اس وقت کی نظر سے نہیں دیکھا گیا جو جس کی وہ متعلق ہو علی گڈہ محمدن کالج کو سرکاری کالجوں کے مقابلے پر کیا ہے۔

پور ڈروں کا بڑا ہتھام ہوسلمانوں کے تائید قلوب کی بھی کچھ رعایت کی گئی ہو اگر ان باتوں کو منسب تعلیم میں جس پر میں بحث کر رہا ہوں کچھ دخل نہیں۔ جہاں تک عجبو علم ہو علی گڈہ محمدن کالج کی

جماعتوں کا سینئر ڈاور سرکاری کالج کی سینئر ڈو نہ صرف یکساں بلکہ متحد ہو جس تعلیم مردہ تمام برٹش انڈیا میں قریب قریب ایک ہی طرز کی ہو اس طرز پر جتنے لوگوں نے آج تک تعلیم پائی ہو۔

ان کا مجموعی شمار بھی کچھ ایسا کم نہیں لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ ملک کی حالت پر خود تعلیم یافتہ لوگوں کا مائینڈز (دلوں) پر اس تعلیم کا کیا اثر مفید مرتب ہو ایک کا جواب ہو قتل (نہیں) دوسرے کا (ہاں نہیں)۔

یہ ٹش انڈیا ماساء اللہ اتنا بڑا وسیع اور آباد ملک اور مدتوں سے تعلیم کا چرچا لیکن کوئی صاحب مہربانی فرما کر بتائیں کہ شروع سے لے کر آج تک کسی پاس شدہ اسٹوڈنٹ نے کسی قسم کی کوئی

کلنگائی۔؟ کسی چیز کی کوئی کان دریافت کی؟ فلاحت کے پڑانے دیا قیاسی دستوروں میں کسی دستور کو بدلا؟ حیوانات میں سے کسی حیوان کی نسل کو درست کیا؟ اپنے بھائی بندوں میں

ڈومیسٹک اکاٹومی دغانہ داری میں کفایت شعاری، پھیلائی؟ لوگوں سے سینیٹیڑی مردہ اور مفلوجانہ صحت کے قاعدہ کی تعمیل کرائی؟ تجربہ واستقرار کر کے موالیہ نسل میں سے کسی ایک چیز کا کوئی

نیا خاصہ تحقیق کیا؟ کوئی سی دو چیزوں میں علاقہ علت و معلولیت ثابت کر دکھایا؟ یہ نہ سہی اپنی ایجوکیشن (تعلیم سے کسی اور طور پر پبلک کو نفع بھی ہو تو بتاؤ اگر براے خدا بتاؤ کہ ذرا میرا بھی جی

خوش ہو جائے۔ پبلک کو نفع بھی ہو تو بتاؤ اگر ناراضی سے لوگوں نے جھینکا نہ شروع کر دیا ہو اور ابھی جھینکیں گے کہ تعلیم مردہ سے خود بڑھنے والوں کی کار بر آری نہیں ہوتی اور واقع میں یہ بڑھے

لکھے تعلیم یافتہ اونچی وکان پھیلا پکوان سرکاری لوکری کے علاوہ اور میں بھی کس مصروف کے۔ اور اگر ان کو لوکری نہ ملے اور نہ ملنے کے احتمالات زیادہ اور قومی ترہیں تو یہ بیچارے مصیبت کے مارے

روٹیوں کو محتاج معاش سے تنگ مرنالیا نہ کرنا عذاب ہوں گے اپنے حق میں۔ اپنے خاندان کے حق میں سوسائٹی کے حق میں۔ گورنمنٹ کے حق میں۔

اب میں اپنے خیال کے مطابق یہ بات دکھانی چاہتا ہوں کہ تعلیم مروجہ میں کس چیز کی کسر اس میں اتنی ہی کسر ہو کہ ادھوری اور ناتمام ہو میں اس وقت کے تعلیم یافتوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اُن کو ہر طرح کی تحسین و توقیر کا مستحق جانتا ہوں اور ہر چند ساری عمر میں نے بھی یہی پاپڑ بیٹے ہیں۔ مگر میں صاف دل سے ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہوں۔ میری طالب علمی کے زمانے میں تو بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے۔ کے کچھ بچے تھے جنہیں اور خدائے بگوار اس در دوسری سے بچا یا ہو کہ اپنے نام کے ساتھ کسی خطاب کا دم چھٹا لگاؤں لیکن میں اس کا معترف ہوں کہ اگر مجھ سے ایسے کڑے کڑے امتحان لیے گئے ہوتے تو میں ضرور مل (نا کامیاب) ہوتا۔ میری طبیعت ہی خدانے ریاضی کے مناسب نہیں بنائی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس زمانے میں ڈنڈل ایسنڈ انگل کیمیکلوس پڑھتا تھا اقلیدس کے ابتدائی مقالوں کے نئے دعوؤں اور جبر و مقابلے کی مشکل مساواتوں کو حل نہیں کر سکتا تھا۔ کیا یہ بے مناسبتی اس بات کی دلیل نہیں ہو کہ میرا دماغ میرا حافظہ۔ میرا فہم یعنی میں پورا اور پچا مسلمان ہوں۔ ہاں تو عرض یہ ہو کہ مجھ کو تعلیم مروجہ کے نقصان دکھائے نہ تھوڑی سی تعلیم یافتوں کی اہانت مقصود نہیں۔ تو کوئی تعلیم یافتہ اس سے برا نہ مانے کہ میں تو آج کل کے بڑے سے بڑے تعلیم یافتہ کو بھی اس مثل کا مصداق سمجھتا ہوں۔ جنگ آف آل اینڈ ماسٹر آف فن (سب کچھ جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے) انسان کے مانند دل کا حال بھی قریب قریب اُس کے معدے کا سا ہو اگر کوئی شخص اوپر تلے اپنا پختہ کھانا ٹھونکتا چلا جائے تو نہ معدہ اُس کے ہضم پر ت اور ہو گا اور نہ کھانا تعذیب بدن کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی طالب العلم پڑھنے میں اُوور گریزنگ (طوے کی طرح سے تھکا کرنا) کرتا جائے جیسا کہ غلط ریاضی جس جبر و مقابلے سے اپنے شے کا نام ہو اور اس کا ترجمہ کلمات و جزئیات سے کرتے ہیں۔

آج کل ہمارا ہر تعلیمات وہ اس کو ڈائجسٹ دھضم نہیں کرے گا۔ اور نہیں کر سکتے۔ اور نہ ایسا پڑھنا اُس کے لئے مفید ہوگا۔ اور نہیں ہوتا۔ کسی کا کیا اچھا متلو کہ کبھی کا نظر سے گزرا ہو ایسا دے جو "سم ٹھنگ آف ایوری ٹھنگ اینڈ ایوری ٹھنگ آف سم ٹھنگ" یعنی ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا اور کوئی چیز ساری بھی، بس مجھ سے پوچھتے ہو تو تعلیم میں اس کا مدے کی حرفاً حرفاً تعمیل ہونی چاہیے۔ طریقہ مردہ میں سم ٹھنگ آف ایوری ٹھنگ ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا، کا بناہ تو خوب کیا جاتا ہو مگر ایوری ٹھنگ آف سم ٹھنگ (کوئی چیز ساری بھی) کا مطلق خیال نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس طریقے کے مطابق بننے والے لوگوں کی تعلیم پائی ان میں کوئی شخص کسی شعبے کا کامل فن نہ ہو جس طرح فی المثل درخت شمر کی رسیدگی کا ایک وقت ہوتا ہے کہ اس سے پہلے اُس میں پھل نہیں آتا۔ اسی طرح درخت علم کو بے کمال کے رسیدگی نہیں ہوتی۔ اور نہ اس سے کسی فائدے کی اُمید کی جاسکتی ہو علم شمر بہل شمر کے اعتبار سے دیکھو تو ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کی تعلیم بھی خالی از منفعت نہیں۔ مثلاً اگر وہ کاشتکاران اگر اتنا لکھنا پڑھنا اور لکھنا کو ناسکھ لیں کہ پڑاوری مغالطہ دہی اور زمیندار زیادہ ستانی نہ کر سکے تو اس سے کس کو انکار ہو کہ اتنی ہی استعداد ملی کاشتکار کے لئے مفید ہوگی اور کون کتا ہو کہ کاشتکاروں کو اس قدر تعلیم جس کے وہ محنت حاجت مند ہیں نہ دی جائے لیکن گفتگو اس میں ہو کہ اگر ہندوستان کو یورپ کی طرح ترقی دینا منظور ہو تو آیا ویسی ترقی اور ویسی کامیابی ہوگی اُس کی آدمی پاؤ بھی اس تعلیم کے ذریعے سے ہو سکے گی یا نہیں۔ مجھ کو اس کا کامل اذعان ہے کہ جب تک علوم جدیدہ کے ہر شعبے کے کامل فن تیار نہ ہوں گے۔ ہندوستان جیسے ملکِ نکبت سے ایک ایچ کی قدر بھی تو اوپر کو نہیں اُبھر سکتا۔ اور جب ہمارے طالب العلم کمال فن کی لذتوں سے آشنا ہوں گے تو سمجھیں گے تو کڑی کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو جیسے ترین منفعت ہو جس کی ایک کامل فن قویٰ کر سکتا ہو جو لوگ اس وقت علوم جدیدہ کے حامل کئے

میں معروف ہیں ان کے بزرگ ان کے خیر خواہ ان کے استاد ان کے محسن بہت ساری نصیحتیں ان کو کرتے ہوں گے۔ میں ایک اجنبی آدمی ہوں نہ کچھ غرض نہ مطلب ^{بہ}حسبہ اللہ ایک نصیحت میں بھی کیئے دیتا ہوں یاد رکھو گے تو یاد کرو گے ۵

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی | کس بے کمال بیچ نیز د عزیز من

تعلیم مردہ کا ایک نقصان اور کَوَاقُصَتْ عَلَیْکُمْ نَفْعَتِی نہیں سمجھتی اور میں اپنی محبت تم پر تمام کر چکا ہوں ہندوستانوں کی طبیعتیں غلط کنسرو بیٹو دچانی باتوں پر قائم رہنے والی واقع ہوئی ہیں یہ فقال ہیں نہ موجد۔ نواح دہلی میں ڈیڑھ دو ڈیڑھ دو دو ہزار برس پہلے کی عمارتیں موجود ہیں۔ ان پر چھکڑوں اور ہلوں کی تصویریں بنی ہیں وہ حال کے چھکڑوں اور ہلوں سے اس قدر شبہ ہیں کہ گویا ان ہی کو دیکھ کر بنائی گئی ہیں اس سے کیا ثابت ہوتا ہے کہ باوجودیکہ چھکڑا اور ہل روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں ہیں مگر کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا کلن ہل کی ایک ایک کاٹا گھٹا تاثر ہوتا۔ پس بدون پرکٹکل سائنس حکمت عملی کے ہرگز توقع نہیں کہ ہندوستانی اُپج کی لیس تو ایسے احمدی بنے ہیں کہ لا درولد اور ولدے والا ساتھ دو تب کس جگہ سے ہلیں تو ہلیں۔ تعلیم ہی کا فائدہ بلکہ ایک اعتبار سے اُس کا مقدمہ زبان ہے۔ علوم جدید جن کا ضروری ہونا اب باجماع قوم مسلم ہو چکا ہے ولایت میں پیدا ہوئے اور وہیں اُن کا توالد نکال جاری ہے اُن کی مادری زبان البتہ اُسی ملک کی زبان ہو اور ہونی چاہیئے۔ ہم لوگوں کو تو فضول اور لائینی مباحثات میں بڑا مزہ ملتا ہے۔ مگر لوگ اسی بات میں جھگڑتے ہیں کہ علم جدیدہ کو ان کی اصلی زبان میں سمجھنا چاہیئے یا ترجمے کے ذریعے سے اپنی بولی میں بہتوں کی یہی رائے تھی اور بعض کی اب بھی ہے کہ انگریزی اجنبی زبان ہے کہ اس کے سیکھنے میں بڑی دیر لگتی ہے۔ یہ لوگ قومی خیر خواہی کے جوش میں اس قدر متعلخ تھے کہ زبان انگریزی کے سیکھنے تک صبر نہیں کر سکتے تھے مارے گھبراہٹ کے انہوں نے ترجمے کی مشکلات پر مطلق تفرنہ کی۔ انہوں نے دیکھی تھی

۱۲۔ مذکورہ اسلے ۱۲۔ مطلب یہ ہے کہ تعلیم مردہ کا ایک نقصان اور سنو ۱۲

عس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکار اللہ صاحب کی اُردو کی یوکلڈ (اقلیدس) ردو کا الجبرا (جبر و مقابلہ) کہ اسے کی جگہ الف اور بی کی جگہ ب۔ ایکس کی جگہ لا۔ اور وائی کی جگہ سی۔ رکھ دینے سے خاصی طرح کام چلتا ہو سکے کہ لوگوں کو انگریزی کے انتظام میں مجھلا ناکیا سرور۔ باطنی (علم فلاحت یا کسٹری) علم کیا، کا کوئی چھوٹا سا رسالہ لیکر بیٹھتے اور ایک دو چپٹر باب، کا ترجمہ کرتے تو حقیقت گھلتی کہ علوم جدید کا اُردو میں لانا جو کئے شیر کا لانا ہو۔ یہ لوگ اپنی اسے کی تائید میں یونانیوں اور اہل عرب اور انگریزوں کے شواہد پیش کر کے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب کسی قوم نے علم میں ترقی کی ہو اپنی ہی زبان کے پڑھنے سے کی ہو۔ ہم ایسے دھکوسلے نہیں سنتے۔ جن قوموں سے استشہاد کرتے ہو اپنی ترقی کے زمانے میں حکمراں بھی رہے ہیں۔ ہم کو ایسی قوم کی نظیر دکھاؤ۔ جو ہماری طرح فارنرز (اقوام اجنبی) کی محکوم رہی ہو میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ ہم ہندوستانیوں کو انگریزی کا سیکھنا دشوار ہو اور ہماری اور انگریزی کی کچھ خصوصیت نہیں شخص کو فارن لینگویج (اجنبی زبان) کا سیکھنا دشوار ہوتا ہو۔ انگریزوں ہی ہی نظر کرو کہ پچیس پچیس تیس تیس برس اس ملک میں اگر رہتے اور ہر وقت گھر پر بکری میں اُردو کے الفاظ سنتے یا انہمہ شاد و نادر کوئی انگریز ہو گا بلکہ تلفظ کے اعتبار سے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک بھی نہیں جو ہم ہندوستانیوں کی طرح اُردو کا ایک چھوٹا سا جملہ بھی بول سکے۔ میرے ایک بڑے معزز دوست جو ولایت میں رہ آئے ہیں بیان کرتے تھے کہ ایک صاحب پنشنر کسی کلب میں اپنے دوستوں کے روبرو بیان کر رہے تھے کہ ہندوستان عجیب ملک ہو اور سب سے زیادہ عجیب اُس کی زبان ہو کہ ایک لفظ کے کئی کئی معنی مثلاً ”چھا“ ”ڈی چار“ ”چھا“ ”فور چار“ ”چھا“ ”دل“ ”کنواں“ ”چھا“ ”ڈز ایر“ ”خواہش“ ”چھا“ ”اے کا نڈ آف برڈز“ ”چھا“ ”لوگوں چھاننا“ ”چھا“ ”دھ“ ”اے سلاٹ ڈفرنس“ ”تھوڑے اختلاف سے“ ”پکل“ ”اچار“ ”ایڈ گڈ“ ”اچھا“ ”لیکن“ ”فارن لینگویج“ ”اجنبی زبان“ میں جو دشواری ہوتی ہو کمال زبان دانی کی ہوتی ہو جتنی انگریزی

علوم کے سمجھنے کو درکار ہو میرے نزدیک چند اہل مشکل نہیں۔ میں نے ترجمے کا کام کیا ہو اور
جگوارو کی وسعت معلوم ہو۔ میری ہمت تو قصور کرتی ہو کہ انگریزی کی کسی علمی کتاب کا
ترجمہ کروں۔

میر انشا اللہ خیال جہاں اور سفر اپن کیا کرتے تھے ایک مرتبہ اُن کے سر میں یہ خط سما یا
کہ لاؤ عربی کی منطق کو اُر دو کریں تو مصطلحات کے کیسے کیسے ترجمے مغز سے اتارے ہیں موجبہ
کلیہ پورا جوڑ۔ سالہ کلیہ پورا توڑ عموم و خصوص مطلق اکبر پنج پنج عموم
خصوص من وجہ دہری اونچ نیچ و قس علی ذلک میں نہیں سمجھتا کہ انگریزی کے
مصطلحات العلوم کا کسی سے ایسا بھی ترجمہ ہو سکے۔ بہلا مصطلحات جوں توں کر کے
گھرے ہی تو آلات اور کلوں کے کیل پر زوں اور چیزوں کے ناموں کا کیا علاج۔ آخر
اُن کو تو چار دنا چار چھوڑ کر گنا ہی پڑے گا۔ پھر طرز کتابت ماشاء اللہ ایسا عمدہ کہ انگریزی
پروٹنسی الٹین تلفظ کی کسی طرح اس میں کھپت ہی نہیں۔ الغرض جس شخص نے انگریزی
علوم کو اُر دو کرنے کا ارادہ کیا ع

دماغ بیدہ بخت و خیال باطل لبست

میں سمجھتا ہوں کہ ترجمے سے زیادہ تو یہ آسان ہو کہ کہیں سے کوئی میجک وانڈ جادو کی
چھتری اُٹھاتے آجائے تو لندن کو ہی یہاں اُٹھالائیں۔ میں ترجمہ کا کچھ اسی وجہ سے مخالف
نہیں ہوں کہ ترجمہ ہونی نہیں سکتا تاہم میں انگریزی علوم کا انگریزی ہی زبان میں پڑھنا پسند
کرتا ہوں انگریزی ایسی بُری طرح بچے بھاڑ کر ہمارے پیچھے چٹی ہو کہ اب اس سے تحفظ
محکم نہیں۔ ع

درد ستانی بہ تہم میرسد

ایسا اسلامی کے کہیں پر۔ چاقو پر مقرر ارض پر۔ چنل پر۔ قلم کے ہولڈر پر۔ نیز پر۔ خط لکھنے کے کاغذ پر

اسی طرح اردوں کو قیاس کو لو ۱۲۷۵ دی جینہ ۱۲۷۵ پر ۱۲۷۵ قلم آہنی ۱۲۷۵

لفافے پر۔ کارڈ پر۔ غرض ہر انگریزی چیز پر کسی انگریزی آفس مثلاً ریلوے اسٹیشن میں جاؤ تو دروازے دروازے پر ریل کی گاڑیوں پر۔ جدمر دیکھو انگریزی مینی آرڈر۔ ٹیلیگرام۔ ویلوپے ایبل پارسل بلٹی۔ سب کے فارم انگریزی بہلا یہاں تو انگریزی عملداری ہو۔ انگریزی جس قدر پاؤں پھیلائے اُس کا گھر ہی تعجب سخت تعجب کی بات تو یہ ہو کہ روم اور فارس کے اخباروں میں اس قدر انگریزی الفاظ ہوتے ہیں یا فرانسیسی کہ وہ بھی انگریزی کے قریب قریب ہو کہ جس کو انگریزی نہیں آتی ان اخباروں میں سمجھ سکتا حضرت شاہنشاہ ایران سیر انگلستان کو تشریف لے گئے تھے۔ حضرت کارونامہ شاید فارسی کے کورس میں بھی داخل ہو۔ اسکا بھی وہی حال ہو۔ جو خاص طہران کے اخبار فارسی ”خستہ“ اور جو خاص قسطنطنیہ کے اخبار عربی ”الحجواب“ کا ہو۔ ح

جو کفر از کعبہ برخیزد کہا ماند مسلمانی

تو جب ہم کو انگریزی چارونا چار سکھنی ہو۔ کیا فائدہ کہ علوم انگریزی کو اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کا قصد کریں جبکہ اس قصد کا انجام معلوم ہو ٹول فلیور (دنا کامی محض)

ہر چند میں نے آپ صاحبوں کی سامعہ خواہشی بہت کی اور سکیور ایجوکیشن (ذہنی تعلیم) کے متعلق جو کچھ مجھ کو کتنا تھا کہ بجا۔ لیکن مجھ کو مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کے بارے میں کچھ کتنا چاہیے اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر مذہبی تعلیم محمدن ایجوکیشنل کانگریس کے پروگرام کے میں داخل ہو تو میں سمجھتا ہوں سکندریشی کو سچن کے طور پر ہوگی۔ جیسے طالب العلوم کے کورس میں سکندریٹیگوج۔ یعنی کانگریس کا اصلی مطلب تو یہ ہو کہ مسلمانوں کی دنیاوی تعلیم کی اصلاح ہو۔ مگر دیکھتے ہیں کہ دنیاوی تعلیم کا پتہ مذہبی تعلیم کی چکنائی کی بدون آسانی اور تیزی کے ساتھ چل نہیں سکتا۔ ناچار مذہبی تعلیم کو بھی اپنے نامہ اعمال میں بڑھا لیا۔ ح

لے مسئلہ فنی ۱۲ دوسری زبان۔ مطلب یہ ہو کہ مثلاً جن لوگوں کو انگریزی زبان میں امتحان دینا منظور ہوتا ہو وہ مجبور کیے جاتے ہیں کہ کسی ایک دوسری زبان میں خلافتی یا مسکرت وغیرہ تو اس صورت میں عربی یا

ایں ہم اندر عاشقی بالائے غما سے دگر

اگر یہ ایضاً محب ہو تو میرے نزدیک کانگرس کی کارروائی ناقص ہو اور اُس کی تدبیر کافی مسلمانوں کی دنیاوی تعلیم سے کئی درجے بڑھکر ان کی مذہبی تعلیم محتاج اصلاح ہو۔ مذہب اسلام بیششتر یکٹ رحمن ہو کہ اُس کو دنیاوی امور سے کچھ سروکار نہ ہو۔ شائع اسلام اَنَا اللَّهُ الْغَفِيُّ لَا وَالِدَ دَجَّةُ الْوَفِیَّةُ الدَّانِ کو بزرگی اور بہت عالی درجہ دے ہم کو ایک کوڈ مجموعہ قوانین، حوالہ کرے ہیں کتاب اللہ مُدَوَّن بِنِیَالِ الدِّقَّتِیْنِ (اللہ کی کتاب دود قیوتوں کے بیچ میں، جوختل ہو معاش اور معاد۔ اور اوامر اور نواہی اور مقدمات اور عبادات۔ اور معاملات اور اخلاق اور آداب معاشرت اور سیاست مدنی اور سیاست منزل۔ اور تاجخ۔ اور موا حفظ سب پر لا دُطِبَ وَلَا یُجَابَسُ إِلَّا فِی کِتَابِ مُبِیْنٍ (کوئی ترو خشک نہیں ہو مگر قرآن میں ہو) اب میں سب سے پہلے اُن مسلمانوں سے جن کا رُواں رُواں فوارہ حیمت اسلامی ہو پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے فِی عُمَرِیْنِ هَذَا ایک بار کتاب اللہ کو شروع سے آخر تک سمجھ کر پڑھا۔ تم کہو نہ تو میں ایک پس کہوں گا۔ ہرگز نہیں۔ تم کہو ہزار میں ایک میں کہوں گا ہرگز نہیں۔ تم کہو دس ہزار میں ایک میں کہوں گا نہیں۔ اسی طرح تم بڑھتے جاؤ میں نہیں کہتا یاؤں۔ یہاں تک کہ تم کہو پچاس ہزار میں ایک۔ میں کہوں گا شاید میں نہیں سمجھتا کہ اس کے سبھی مسلمانوں کی مذہبی تعلیم میں مجھ کو کسی اور نقصان کے بیان کرنے کی ضرورت باقی ہو۔ یہی تعلیم اور کہاں کی تعلیم۔ سرے سے اُن کے مذہب کی بنیاد ہی درست نہیں۔ ح

دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہو گریباں سے

خاص خاص لوگوں کا مذکور نہیں ہو۔ بلکہ ہندوستان کے عام مسلمانوں کے حالات سے بحث کی جاتی ہو غور سے دیکھو تو ان کے دیگی ماخذ ہو۔ رسم درواج باپ دادوں کی تقلید پیشواؤں کی ہے جس مذہب کو احوال سے تعلق نہ ہو صرف مقدمات ۱۲ جمع امر یعنی حکم ۱۳ جمع نہی یعنی منع ۱۴۔

۱۵ نظام خانہ داری ۱۶ اپنی عمر میں ۱۷۔

رموہ اور یہ وہی عادتیں ہیں جن پر قرآن میں عید جگہ یہود کو ملامت کی گئی ہے ایک شخص جس کی
 اقع میں اپنے اسلام پر ناز ہو وہ مسلمان ہو مگر کیوں؟ اس سبب سے کہ وہ مسلمان کے گھر
 یہاں ہوا اور مسلمانوں کی سوسائٹی میں ہو۔ باوجودیکہ قرآن ہمیں کتاب مسلمانوں کے ہاتھوں
 میں ہے اور اُس میں فطرت بشری کے لحاظ سے اخلاق کا سینڈ رڈ (درجہ بہت ہی ہائی) اور نچا
 رکھا گیا ہے۔ مگر چونکہ عام مسلمان اس کو سمجھ نہیں سکتے اس کی عمدہ تعلیم سے متاثر نہیں ہوتے۔
 تجربہ یہ ہے کہ ان کے معاملات اور عادات بے دین لوگوں کے معاملات اور عادات کی طرح
 برابر ہیں۔ اسلام میں بہترین عبادات نماز ہو اور وہ عربی زبان میں ادا کی جاتی ہے۔ میری
 سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص تکبیر و تہلیل و تسبیح تک کے معنی نہیں سمجھتا۔ کیوں کر دل کو خدا کی طرف
 متوجہ کر لیتا ہو گا۔ اپنا حال تو یہ ہے کہ عربی سمجھنے پر حضور قلب نصیب نہیں ہوتا۔

تو کو بد دولت ایساں سی کہ توانی	بجز دور کحت و آں ہم بصد پریشانی
---------------------------------	---------------------------------

علمائے دین تو خدا جانے کیا فتویٰ دیں۔ میں ایک دنیا دار آدمی ہوں وَمَا أَذُرْنِي مَا فَعَلْتُ
 جِنِّ وَلَا يَكْفُرُ (میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور نہ معلوم کہ تم کو کیا پیش آئے گا)
 مگر دیکھتا ہوں کہ ادھر قانون شہر ہو اور اسی وقت فرض کر لیا گیا کہ نزدیک و دور شہری دیہاتی
 مقیم و مسافر غنائند و ناغاندہ سب کو اُس سے آگئی ہو گئی۔ اسی پر قیاس کر کے میری رائے یہ ہے
 کہ کوئی مسلمان فہم قرآن کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں۔ بھلا جاہل تو جاہل جو لوگ لکھ پڑھے
 ہیں وہی کون سے اس کے اہتمام میں لگے ہیں دنیا کے خمیس اور بے ثبات منفعتوں کی موبہوم
 تفریح پر انگریزی سیکھیں۔ قانون یاد کریں اور ایسی ایسی رحمتیں اٹھائیں کہ جب تک جس تدرستی کو
 روتے رہیں ذرا تو اپنے دل میں انصاف کرو کہ کبھی کلام اللہ کو مشغلے کے طور پر چند منٹ کے لئے
 لے کر بیٹھتے ہو۔ کہ لاؤ بھائی ہمارا دین ایمان ہو زیادہ نہیں تو ایک ہی دفعہ شروع سے آخر تک
 دیکھ تو لیں کہ اس میں کیا لکھا ہو مَا قَدْ رَوَا اللہُ حَقُّ قَدْ رَمَ (انہوں نے نہیں سمجھا جیسے کہنی
 چاہئے تھی اللہ کی قدر نہ کی مجھ کو مسلمانوں کی بے مبالغہ پُر ذرا بھی تعجب نہیں آتا۔

کس نتواند کہ بجا آورد

ورنہ سزاوار خداوندیش

مگر جیسا میں اُن کو اپنے اسلام پر تازیجا اور دوسرے مسلمانوں کی توہین کے سنا ہوں بیشک سخت تعجب کرتا ہوں۔ بھائیو اس زمانے میں کیسا دین اور کہاں کا اسلام مسلمان و دیگر مسلمانی در کتاب۔ اب تو امتیاز قومی رہ گیا ہو۔ اور اتنا بھی ٹھہرا ہے تو غنیمت ورنہ عام انگریزی خوانوں کی طبیعت کا رجحان دہریت اور لاندہ ہی کی طرف ہو نہ تحقیق و تفتیش کی وجہ سے۔ بلکہ استخفاف و استہزاء کے سبب۔ ہاں تو غرض یہ ہو کہ قرآن جو اصل دین ہو بہت ہی تھوڑے مسلمان اس کو سمجھتے ہیں۔ اس کا بڑا سبب اور سبب نہیں بلکہ جیلہ جو مسلمانوں نے اپنے نزدیک ٹھہرا رکھا ہو یہ ہو کہ اس کی زبان عربی ہو اور وہ آسانی سے آ نہیں سکتی بے شک مسلمان مسلمان کو اتنا عزیز رکھتے ہیں کہ جن کو اور زیادہ علم حاصل کرنا منظور نہیں ہوتا وہ بھی کم سے کم قرآن ناظران ضرور پڑھ لیتے ہیں اور **تَحْلِیْلُ کَلِمَاتِ الْقُرْآنِ** ناظران پڑھنا شرط اسلام سمجھا جاتا ہو۔ علاوہ برین مسلمانوں کو قرآن کے زبانی یاد رکھنے کا اس قدر شوق ہو کہ کسی دوسری قوم میں اس کی نظیر نہیں۔ معتقدات اہل اسلام کی رو سے قرآن کا زبانی یاد رکھنا فی نفسہ اعلیٰ درجے کی عبادت ہو۔ اوجاں کش یہ شوق قوم معنی کی طرف متوجہ ہو تو مسلمان بچے رجسٹرڈ مسلمان ہو جائیں۔ دین دار خدا ترس۔ خوش معاملہ راست باز۔

نیک دل۔ خدا کے اچھے بندے۔ حاکم وقت کی اچھی رعایا۔ سوسائٹی کے اچھے ممبر۔ قرآن کا عربی ہونا اس کے نہ سمجھنے والوں کے لیے عذر ہو مگر نجف۔ اگر صرف و نحو عربی کھنڈ میرا سادہ سے کثیر الاستعمال مسائل پڑھنے جائیں تو میرے نزدیک جتنے دنوں میں ایک سو سولہ **الذین** لفظ کا قرآن حفظ کرنا ہو اتنے ہی دنوں میں قرآن کے سلیس جملوں کو بقلین عبارت سمجھ لینے پر قادر ہو سکتا ہے جلا کوئی اس کو اپنی جگہ آزاد ماکر تو دیکھو۔ خدا مقول کو شرمائے۔ آپ لو گ بڑے سچے بے موقع بے محل مقولات میں دخل دے کر ان کو بھی غارت کیا۔ مطلقاً نہ لایینی کلمہ عجیبوں کے

لے خفیہ سمجھنا ۱۲ لے شرم کرنا ۱۲ لے کثرت سے ۱۲۔

ڈر کے مارے کوئی صرف ٹوٹے پاس نہیں جاتا کہ کون تھیلے میں پڑے ہر چند علوم قدیمہ کے مرگ طبی کا وقت آگیا تھا مگر ہم سمجھے تھے کہ یہ گراں جان کہیں مدتوں میں سنسکرت شک کر مرے گا۔ اب اس مدت بجلد مر گیا تو اس کی یہ وجہ ہوئی کہ احمق نے دروازے پر صرف دو پاکیان بٹھائے تھے ان کی بے جا روک ٹوک سے کوئی خبر گیر ہوا، تک نہ پہنچ سکا۔ غیر علوم قدیمہ مرے تو ازکار رفتہ تھے۔ عذاب ملا۔ یہ کیسی خرابی کی بات ہو کہ انہی دو پاسبانوں کی سختی کی وجہ سے مسلمان کلام الہی کے فیضان سے محروم ہیں۔ فہم قرآن ایک آسان طریقہ ہو ترجمہ۔ امام ابو حنیفہ نے تو فارسی میں قرآن تک کی اجازت دے دی تھی۔ مگر میرے مذہب میں قرآن کا ترجمہ تک گناہ ہے۔ کیوں کہ ترجمہ میں معجز بیانی نہیں سکتی۔ اُر دو فارسی کے ترجمے دیکھے پھیکے۔ بدرجہ بے رونق۔ ان میں سے اصلی قرآن کی سی سستی اور برجستگی اور متانت اور قوت اور فصاحت اور بلاغت و تاثیر کا کہیں تہہ بھی نہیں ملا اور بجائے اس کے کلام الہی کی غلط ذہن نشین ہو۔ ترجموں سے تو بہ تو بہ اُلٹی سفاکتی ظاہر ہوتی ہے۔ اس میں بیچارے ترجموں کا کچھ قصور نہیں۔ بلکہ ترجمہ ہی فی نفسہ امر محال ہے۔ دوسری آسانی کتابوں کے ترجموں کا نتیجہ دیکھ چکے ہیں۔ اگر باب ترجمہ مفتوح ہو تو قرآن کا بھی وہی انجام ہونا ہو کوئی اس سے اتفاق کرے یا نہ کرے اپنا تو مستحکم عقیدہ یہ ہے کہ سحر کو۔ معجزہ کو تو تغیر کو جو کچھ قرآن کے لفظوں میں ہو جس دن مسلمان ان لفظوں کو سمجھوے اور سمجھنے سے میری مراد ہے نہ سمجھنا۔ بس جان لینا کہ اسلام کی آب و تاب گئی۔ ایک شخص کی طبیعت تھی ناموزوں اُس نے مولوی الطاف حسین حالی کے ہم پیشہ کسی شاعر سے درخواست کی کہ اگر اصلاح دے دیا کرو تو میں بھی شعر کہنا شروع کروں۔ شاعر کو اُس کی ناموزونی طبیعت کا حال معلوم تھا۔ کہا پہلے طبع موزوں پیدا کرو۔ اسی طرح جو شخص مسلمان بننا چاہتا ہے پہلے فہم قرآن کی استعداد پیدا کرے اور نہیں کر سکتا تو لا اِکْثَرَ فِی الدِّیْنِ (دین میں دباؤ ڈالنا نہیں ہے) کہہ بیچو

اور سکھ بہتر سے گروہ ہیں۔ جن میں ملکی زبان کے ذریعے سے مذہبی تعلیم ہوتی ہے عربی مشکل سہی۔ لیکن مسلمان ہی اگر اس کی روک تھام نہ کریں گے تو اس دیارِ اربعینی میں اس کے قیام کی کیا صورت ہو۔ درس و تدریس کے اعتبار سے علمِ دین کے دو بڑے حصے ہیں فقہ اور حدیث۔ سو فقہ جہاں تک اس کو معاملاتِ خلق ہو اور وہی ختم بالشان ہو متغیر نہ تھی سلطنت پر کیوں کر فقہ نہیں ہو مگر قانون اور وضع قانون اختیار لازمی سلطان وقت سلطنت لگی تو آگے آگے سلطنت پیچھے فقہ۔ اب معاملات کے بڑے بڑے قتادے عمدہ ویسے ہی بے کاروبے مصرف ہیں جیسے اب سے دو برس پہلے کی بنتریاں۔ ہم نے مانا کہ مسلمانوں کے بعض باہمی معاملات مثلاً نکاح اور طلاق اور میراث اور وصیت میں فقہ کی رعایت کی جاتی ہے مگر جب ساری کتابوں کو دیکھ چاٹ لگی تو دو تین ورق بچے تو کیا ان کو دیکھ دیکھ کر اور جی گڑھتا ہے۔ اور پھر وہ دو تین ورق بچے بھی تو انگریزوں نے میعاد اور شہادت وغیرہ کے قوانین اور پریوٹی کو نسل اور ہائی کورٹ کے نظائر کنسٹرکشن کے حاشی چڑھا چڑھا کر اصل کو مسخ کر دیا یہ حقیقت فقہ کی۔ وہ انتظام دنیا کی تدبیر تھی۔ اب انتظام دنیا بھلنے دوسروں کے حوالے کیا۔ وہ تمھاری فقہ کی کچھ پروا کرتے نہیں تم کو انتظام نہیں ملے گا اس پر بھی تم کو فقہ میں کوئی مفاد دکھائی دیتا ہو تو پڑھو۔ اب رہی حدیث۔ مسلمانوں کے سواے روئے زمین پر کوئی اور قوم نہیں جس نے اپنی مذہبی تاریخ کو ایسی تلاش اور جستجو کے ساتھ جمع کیا ہو۔ وہ بے انتہا فخر اور عزت اور قدر اور وقعت کی چیز ہے جو لوگ احادیث کے اختلاف کو دیکھ کر نفسِ حدیث سے بد عقیدہ ہوتے جاتے ہیں ان کو منصبِ محدث پر نظر نہیں ہوتی۔ محدث حقیقت میں اہلِ امانت گزار ہے کہ پیغمبرِ صواب کے نام سے جو کچھ اُس کو جس ذریعے سے پہونچا ہو جو ان کا توں دوسرے کو پہونچا دے حدیث کی تنقید محدث ہونے کی حیثیت سے اُس کا کام نہیں۔ جمع احادیث میں ہر ایک مصنف نے ایک شانِ خاص اختیار کی ہے۔ جو شخص تنقید کی شکلات سے آگاہ ہو وہی سمجھ سکتا ہے کہ متقدمین نے

ن کام میں کسی کیسے رحمتیں اٹھائی ہیں۔ آج کسی شہر میں جو شخص کی لائف گھنی چاہو تو ایک عمر صرف کرو تب کہیں بہار وقت طیر بن دسامان یا مواد مہیا ہو۔ تو ان لوگوں کو صدمہ مختلف الاثریتہ مختلف الاثریتہ۔ راولوں کی لائف (حالات) کے تحقیق کرنے میں کسی کچھ باں فشانی کرنی پڑی ہوگی اگر فلاح عاقبت کی دُورن نہ ہوتی تو میں نہیں سمجھتا کوئی دنیاوی بڑی سی بڑی ترغیب بھی اس کام کا سرانجام کر سکتی۔ بہر کیف جو کچھ ہی جو بہر شناس کی نظر میں بنے بہا ہو۔ اس سے قطع نظر کہ حدیث عہد نبوت کی نہایت عمدہ تاریخ ہو۔ میں اس کو اس وجہ سے اور بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید نے متن قانون کے ہو اور حدیث اُس کا ضابطہ کار رُوئی بایں ہمہ حدیث بیجاری تو ایسی کسی مہر سی کی حالت میں ہو کہ مولوی بھی سب نہیں بلکہ معدومے چند جو دین کا پیشہ کرتے ہیں وہی اُس کو پڑھتے پڑھاتے ہیں ورنہ اور کسی مسلمان کو اس سے سروکار نہیں نور اسلاموں کی مذہبی سرگرمی کو تو دیکھو کلام خدا کے ساتھ وہ بے اعتنائی۔ قلب رسول سے ایسی بے تعلقی ہے

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا	جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا
<p>پھر ایک بڑی قباحہ فن حدیث میں بھی ہو کہ احادیث کے جمع کیے جانے کے میرے نزدیک دو سبب ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ صحابہ کو جناب رسالت مآب کے ساتھ محبت نہیں بلکہ عشق تھا جب تک پیغمبر صاحب زندہ ہے ہر وقت صحابہ اُٹنی گھیرے رہتے تھے۔ جب پیغمبر صاحب نے انتقال فرمایا صحابہ کو ہر وقت اُن ہی کی یاد گار تھی۔ دوسرے پیغمبر صاحب کی حیات میں جس صحابی کو دنیا یا دین کی کوئی ضرورت پیش آتی تھی کیا۔ اور پیغمبر صاحب سے پوچھ آیا۔ جب پیغمبر صاحب کو فدا لے اپنے پاس بلا لیا صحابہ کو بڑی مشکل پڑی کیوں کہ اپنی ضرورتوں کے علاوہ اب پیغمبر صاحب کے ذمے کا کام بھی ان ہی کو کرنا پڑا تو بات بات میں ایک سے ایک پوچھتا۔ بھلا کوئی ایسا واقعہ پیغمبر صاحب کے روبرو پیش آیا تھا۔ اور حضرت نے کیا فرمایا تھا۔ سلطنت</p>	
<p>۱۲ مختلف مالوں میں ۱۳ مختلف مکالوں میں ۱۴۔</p>	

پیغمبر صاحب کے زندگی کے زمانے سے اَصْحَابُ مَضَاعِفَہ بڑھ گئی تھی۔ اور بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ یوں پہلے اور شدید ضرورت جو جمع احادیث کا باعث ہوئی۔ ملک داری کی ضرورت تھی۔ حدیث کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اکثر احادیث احکام فقہی سے متعلق ہیں اور ان ہی احکام فقہی کے استنباط کی غرض سے ان کو جمع کیا گیا ہے اور چوں کہ انقلابِ زمانہ نے فقہ کو بے کار کر دیا جیسا کہ میں ابھی تھوڑی دیر ہوئی بیان کر چکا ہوں۔ تو جہاں تک احادیث کو احکام فقہی سے تعلق ہے وہ بھی ہم مسلمانانِ ہند کے حق میں بے کار ہیں۔ حدیث پر اگر ہم میری نظر بہت ہی قاصر و محدود ہے مگر جس قدر ہو اس سے مجھے یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ حدیث کا بیڈنگ یا عنوان یا خلاصہ مضمون جس کو اصطلاح میں ترجمہ کہتے ہیں بدلنے سے بہت سی احادیث جو اس وقت احکام فقہی سے متعلق ہیں ہماری حالت موجودہ کے مطابق بکا رآمد کر لی جاسکتی ہیں مگر کس میں اتنی بہت ہے کہ تراجمِ الاما حدیث کے بدلنے کا نام لے۔ اور کوئی کرے بھی تو مسلمانوں کے فائدے کی غرض سے سو مسلمان ایسے شے ملی اور فہمی ہیں کہ ایسی کتاب کو ہاتھ بھی تو نہ لگائیں۔ عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مذہب ایک سانچہ ہے جس میں دل ڈھالے جاتے ہیں۔ اور میں بالکل اس کے خلاف سمجھتا ہوں میرے نزدیک دلوں کے سانچے میں مذہب ڈھلتا ہے ایک اسلام تو ہے شخص کا جس نے درختِ بیۃ الرضوان کو اکھڑا کر چکوا دیا تھا جس نے یہ کہہ کر حجرِ اسود کو ڈھنسا دیا اَعْلَمُ اَنْتَلَفَ حَجْرًا لَا قَضَرُ وَلَا مَنَفْعَ وَلَوْ لَا اَلِیْ دَاوِیْتُ دَسُوْلُ اللّٰہِ فَبَلَکَ مَا قَلْبُکَ دِیْنِ جانتا ہوں کہ ایک پتھر ہونے تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع اور اگر میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قہرے بوسہ دینے نہ دیکھا ہوتا تو مجھے بوسہ نہ دیتا جس نے کَانَ تَحْتَ اَعْلٰی کَعْبَلِیْ دَسُوْلُ اللّٰہِ تَوَ اَنَا اَسْخُو کَہَا دُو نُوں تھے رسول خدا کے زمانے میں اور میں اُن کو حرام کرتا ہوں اور کوئی

لے حدیثوں کے عنوان اور خلاصہ ۱۷۱ اس حجت کا نام ہے یہ ایک خاص مقام پر ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں سے بیعت لی تھی اس کے بعد آیت نازل ہوئی کہ خدا اُن لوگوں سے راضی ہو اس وجہ سے اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہوا اور چون کہ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے واقع ہوئی تھی اس وجہ سے اس بیعت

کر کے متعہ الکلیح اور متعہ الحج دونوں کو منہای کر دی۔ اور ایک اسلام ہمارا ہو کہ زوال سلطنت اسلامیہ کی وجہ سے گویا مذہب کو لقمہ مار گیا ہو اور آدھے سے زیادہ اس کے دھڑ میں جان نہیں۔ اتنا نہیں کر سکتے کہ بیمار کی کروٹ تو بدلوادیں۔

مذہبی تعلیم اور میرے پھر دونوں کا خاتمہ ہو حدیث کی سند جس کو اجازت بھی کہتے ہیں حدیث کی کم سے کم چھ بڑی ضخیم کتابیں جو صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں۔ جو فخرناہم اللہ سے لے کر تمت بانچہ تک ہر دو فایہ معینا میں داخل شیخ یعنی استاد کو سنائی جاتی ہیں۔ اکثر یوں ہوتا ہو کہ تلامذہ حلقہ کر کے فہج کے گرد اگر بیٹھتے ہیں اور شیخ اور دوسرے شاگرد متبع سبق کا تماشا قابل دید ہوتا ہو کہ کیا شاگرد کیا استاد ایک سے ایک مستعمل کر جلد سے جلد اور بہت بکست ہو ایسی بھاگا بھاگ میں کسے فرصت کہ تصحیح الفاظ یا حلالات یا تنقید استاد یا تحقیق مطالب کی طرف متوجہ ہو۔ ہالا چھوٹا چٹا پائی۔ اتنا غنیمت ہو کہ تمام دن دوسرے دوسری علوم سے فارغ ہونے کے بعد حدیث کی سند لی جاتی ہو۔ اور حدیث کے پڑھنے والے اکثر کامل الاستاد ہوتے ہیں اُن کو پڑھنے کی تو حاجت ہوتی نہیں صرف اداے رسم کے لیے سینگ کٹا کر پھر ابنا پڑتا ہو یہ رسم نمونہ ہو مسلمانوں کے (اور مسلمان بھی عالم مذہبی خیالات کا۔ بدقول میری سمجھ میں نہیں آیا کہ حدیث کی سند کیا چیز۔ اور ایک شخص جو بے مدد استاد حدیث سمجھ سکتا ہو اور کوشش کئے تو سیر اور اسرار الرجال کی کتابوں اور شروح اور روشنی کے سہارے سے حدیث کا کھوٹا کھر ابھی کچھ سکتا ہو پھر وہ محتاج اجازت کیوں ہو۔ ڈر کے مارے کسی سے پوچھا تو نہیں آپ ہی غور کہتے کرتے یہ بات خیال میں آئی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمہ تن اور ہمہ وقت اُمت کی ہدایت میں مصروف رہتے تھے یعنی اُن کے تمام افعال اقوال اور حرکات کی علت غائی حق اُمت کی اصلاح اُمت کی تعلیم اس طور پر حدیث جزو رسالت ہو اور اس کی روایت میں حق و جہ و پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت امارت نبوی تو پیغمبر صاحب کے کہیں سے یہ علم خاص حدیث کی پرک کے واسطے موضوع ہوا ہو جن سے محدثوں کے حالات ذاتی کی تشریح معلوم ہوتی ہو

ڈیڑھ سو برس بعد جا رکھی جانی شروع ہوئیں۔ اس وقت تک روایت سامعاً عن سامع ہوئی رہی اور اب تک اسی طریقہ کی تقلید ہوتی جا رہی ہے۔ مآخذ تو سمجھیں یا اگر طریقہ درس اس وقت تک بچوں کا کھیل ہی معلوم ہوتا ہے

مُسَدِّس

خود اپنا تصنیف کیا ہوا مشمولہ قصہ مبتلا جس کو مولوی عافہ محمد نذیر احمد خاں صاحب نے حسبِ خواہت جانا خان بہاؤ در سر محمد حیا خاں صاحب انجمن و سر سید احمد خاں صاحب ٹرمی کے اجلاس محمد ن ایجوکیشنل کانگریس منعقدہ ۲۸- دسمبر ۱۸۸۸ء میں بمقام لاہور اپنے لکچر کے بعد پڑھا۔

دنیا عجیب جگہ ہے ثبات ہو	ہر ایک ذی حیات کو آخر مات ہو
ہلکے امن ایک لمحہ نہ دن پر نہ رات ہو	جس کو فنا نہیں ہو وہی الیکٹات ہو
بچی ہو موت تاک لگائے کھین میں	ٹپے جائے گی یہ کھینچے کے آخر زمین میں
ایسا مکان بتاؤ کہ بن کر گرے نہ ہو	پیدا ہوا ہو کوئی بشر جو مرے نہ ہو

ہر کوئی حال جس میں تغیر نہ ہو	حادث نہ ہو تو داخل چون و چرا نہ ہو
قافی ہر ایک چیز کی قافی جہاں ہو مقصود اس نفا سے مگر امتحان ہو	
اعمال نیک ہیں تو زمرہ کے ہیں قصور	خدمت کو لوٹدلوں کی جگہ دست بیکور
ہر طرح کا ہو عیش تو ہر طرح کا سرور	یعنی خلاصہ یہ ہو کہ راضی ہوے حضور
خوشنودیتے خدا ہی عبادت کا دام ہو جنت بھی اک ضاعے آنی کا نام ہو	
اور ہیں عمل بڑے تو ہوئی عاقبت غراب	ایذا نیک طرح کی اقسام کے مذاب
اور سب سے بڑھ کے خالق کو نبین کا عتاب	گر لو چھپے پر آئے تو کیا بن بڑے جواب
حق کو جو ناپسند ہو لٹ ایسے کام پر مالک ہی خوش نہیں ہو تو لعنت غلام پر	
توفیق کا رنگ نہیں اس کی کریم دے	دل میں صلاح دے ہیں طبع سلیم دے
شوق سلوک جاوہ مستقیم دے	ایمان درمیانہ اسید و بیم دے
ہم کو نہیں ہو بحث غدا و تو اب سے تیری رضا ملے ہیں تیری جناب سے	
اٹھ جائے دل کی آنکھ سے سہاگ سچا	دنیا دکھائی دینے لگے نقش سطح آب
دور سے میں روزنا ہو حقیقت کا آفتاب	لا ذیبا فیہ ہو خبر ذلک الکی کتاب
کھل جائے اصل راز حیات و جہان کا ہو ایک حال ماضی و مستقبلات کا	
دل لوٹ طلب دولت نیل سے پاک	لے وہ غنا کہ آنکھ میں کسی غناک ہو
لے یعنی تو ان میں جو کہ ہو اس میں شک و شبہ نہ ہو۔	

لا لچ ہو فاکے کا نہ نقصان کا باک ہو	دیس شغف ہو دین میں ہی انہماک ہو
فسق نیاز فرش زمیں پر پڑا ہوا	ہمت کا پاؤں عرش بریں پر گڑا ہوا
ہر دم خیال موت کا بیش نظر ہے	جب تک جیے جیے جب اجل کی مہر ہے
رہ رو ہیشہ پاپے باندھے کر رہے	دنیا وطن نہیں ہو کہ آئے پسر رہے
آئے ہیں ہم جہاں میں توجا نا ضرور ہو	سارا ہی قافلہ سہرا و مود ہو
پھر بعد مرگ کیسی بنے کچھ خبر نہیں	یہ وہ خطر جو جس سے کسی کو مغر نہیں
پر کیا ہی دھیت ہم میں اس کا بھی ڈر نہیں	عقل معاد سے ہمیں بہرہ مگر نہیں
رب العباد نعمت فکر معاد دے	منکر معاد دے ہمیں ذکر معاد دے
کیا جائیگے خطے ہدایت ہمیں نہیں	یا سوچئے کو قفل و درایت ہمیں نہیں
فی الاصل کچھ ضرورت حاجت ہمیں نہیں	پر ہاسے غور کرنے کی عادت ہمیں نہیں
ہم دیکھتے نہیں کبھی عائر نگاہ سے	سنتے نہیں ہیں بات کوئی انتباہ سے
غفلت کر رہی یہ ساری شرارتیں	بنوا رہی ہو رہنے کو پکی عسارتیں
اللہ رے دلیریاں بل بے اعتبارتیں	دنیا گاتیں دین کی کر کے سہ سارتیں

طہ شعبان ۱۲۷۱ھ مصروفیت ۱۲۷۱ھ اس میں اشارہ ہو طعن حدیث کل فی اللہ نیا کا ٹک ٹک بخیر ثبوت دعا
 کسبیل و عدل نفسیہ فی اہل القیود و اولہ النجاری کے ۱۲۷۱ھ اس میں اشارہ ہو طعن کفر متناہی
 آدم اور بشت بنی مسلم لہر زول قرآن مجید کے ۱۲۷۱ھ محل دفع ۱۲۷۱ھ آگاہی اہریدار مغزی ۱۲۷۱ھ جسارت بخت
 طبری ۱۲۷۱ھ خسار دینی زبان نقصان ۱۲۷۱ھ

غفلت کا کر علاج کہ اہل مرض ہو یہ تیرا ہی کچھ بھلا ہو ہماری غرض ہو یہ	
غفلت نہ ہو تو کینہ و بغض و حسد نہ ہو بھائی کی پیٹھ پیچھے کبھی ذکر بند نہ ہو	جھگڑانہ ہو لڑائی نہ ہو ر دو کہ نہ ہو انسان مشارک صفت و ام و دونہ ہو
غفلت سے اس جہان میں سارا فساد ہے غفلت کو آؤ مار پٹائیں جسا دہی	
مخلوق ذی شعور ہو تو ہوشیار رہ دنیا کا کاروبار کر اور دیندار رہ	مت مستمذ زندگی مستعار رہ اُمید وار رحمت پروردگار رہ
کس نے کہا ہر تجھ سے کہ دنیا کو چھوڑ بیٹھ بس ایسی باتیں اپنی طرف سے نہ جوڑ بیٹھ	
کیا حال تھا رسول علیہ السلام کا سر کردہ یا ئے امت خیر الانام کا	اصحاب کا ائمہ عالی مقام کا سکہ بٹھا گئے جو محمد کے نام کا
ان میں سے ایک بھی کبھی راہِ ہلب ہو اکوئی دنیا کو کھو کے دین کا طالع ہو اکوئی	
دنیا بھی کچھ ہماری طرح کی نہیں فرلیل روٹی کی باہر از مشقت ہوئی سبیل	گرتو گھروں میں دیکھو تو نہ نالے فرلیل کپڑے کے واسطے وہی مشارک فرلیل
اگر ہی کے دن تو خیر کسی ڈھب گزر گئے جاڑا جو آ یا رات کو ٹکڑے ٹھٹھ گئے	
افلاس سے زیادہ جہاں میں نہیں بال افلاس ہو مت رنہ قہر ذی الجلال	
۱۷۷ سو دار ۱۲۷ نصار بی میچ لہ ہندو جو گویں تناسیوں کی طرح ترک دنیا کرتے تھے ان کو راہب کہتے تھے اس طرح کی ترک دنیا کی اسلام میں سخت ممانعت ہو لاذہباً فیئہ فی الکلام ۱۷۷	

افلاس کرسی دیتا ہوا انسان کو پاکمال	ڈر پولک پست ہمت و سست فی خیال
مفلس کہ اس غریب کی دنیا نہیں درست مشکل کہ اس کے ہاتھ سے ہو کار دیں درست	
اور شاذا اگر ہو کوئی محتاج دل فنی	سمجھا کہ یہ جہاں ہی جہاں گزشتنی اُس کو نہ دوستی ہو کسی سے نہ دشمنی
ایسا بزرگ حکمتیں اس میں کہ نیک ہی پر قوم کو ہوانہ ہوا دونوں ایک ہی	
سوچو تو کچھ بھی نیست کو نیست ہی ہرستے	تم چاہتے ہو کام بلند ہی کا پسستے کوڑی تولے اودھار کوئی فائدہ مستے
کیا خیر ہو سکے گی بہلا تانگ درستے	
کیا اُس سے فیض ہو کہ نہیں آپ جس کے پاس دنیا میں جیل سے بھی ملا ہو کسی کو ماس	
گر مجھ سے پوچھتا ہو حقیقت میں ہنہیش	ایصالِ نفع ہو مرے نزدیک اصل میں خرمن بیار خواجہ کہ بسیار خوش نصیب
پر چاہیے ہو اس کے لئے نقد آستین	
دیں کے درست کرنے کو دنیا ضرور ہی	
دنیا نہیں تو دعویٰ دیں مگر زور ہی	
دنمانہ ہو تو دین کی رونق کہاں سے ہو	اعلائے شان قادر مطلق کہاں سے ہو مصدر ہی جب نہیں تو ششک کہاں سے ہو
ایثار و بذل وجود و محقق کہاں سے ہو	
دنیا کو جب کسی نے عموماً جراک	
میں کس مٹونہ کو دیکھنے لگتا ہوں کیا کہا	
مکن نہیں ہو دین میں نیا نہ ہو و ذیل	ایسا خیال کر نہیں سکتا ہو کوئی عقل

پروردگار جس کا نہیں ہو کوئی عدیل	کیوں چاہئے لگا کہ مسلمان نہ ہو
عزت ہو سب خدا کی خدا کے رسول کی	بھڑاس کی جس نے دعوت ایمان قبول کی
اس واسطے جو معشر خیر القرون تھے	اور کلمہ عمارت دیں کے ستون تھے
اُمت کو کائنات جو سمجھ رہی تھی	اور مرجع ضمیر تھے اُنہیں تھی
دنیا میں رہ کے دین کا برتنا سکھا گئے	دونوں کے جمع کرنے کا رستہ دکھا گئے
راوی نے یوں لکھا ہے جناب محمد کا حال	جن رز و آں پامیر تھے ہایت جلال
اپنے ہی دستِ خاص پاتھا کیے سفال	تاریخ میں دکھائیے ایسی کوئی مثال
شاگرد تھے نبی کے پیر کے تھے جلیس	دُنیا کو جانتے تھے پر پختہ خیریں
یُسرا کی تھا فرائض عبادت کے واسطے	کی سلطنت فلاح رحیم کے واسطے
عزت طلب تھے دین کی جو جگہ واسطے	القصہ جو وہ کہتے تھے اُس کے واسطے
اُن کو کسی طرح طبع سیم و زر نہ تھی	ہرگز اُنہیں مفاد پر اپنے نظر نہ تھی
فیضانِ صحبت بنوئی سے تھے مستفید	دیکھا اُنہوں نے نور رسالت کو چشمِ دید
پیدا ہوئے سعید حیثیہ اور مرید	تھی اُن سے خواستگار سی دنیا بھر میں
لیکن یہ انتظام الہی پھر میرا	

لے اس حدیث میں خیر القرون قرنی کی طرف اشارہ ہو مشرقی گروہ پس مشرقِ خیر القرون سے تشریف لائے اور
 کے احباب کرام مراد ہیں ۱۲ لے یہ معنوں اُس حدیث مشہور کا ہوا اَصْحَابِ کَافِرِیْم اَصْحَابِ کَافِرِیْم اَصْحَابِ کَافِرِیْم
 سے ہی لوگ ہر روایت ہیں یعنی اُنہیں اُن کی ضمیر کا مرجع وہی لوگ تھے ۱۳ لے کفر ۱۴

چڑھتا ہو یا مہر کوئی بے وضع زرد بال	
زاد تھے اور ملک ستانی کا اہتمام	دیکھو اگر یستین نہ آئے قنوج شام
دُنیا میں ن کی دین تھا کائنات فی لکھام	دونوں کا پاس کرتے تھے قصہ ہوا نام
بد لا اسی سبب سے زمانے کا طور ہی	
اسلام جب کا اور تھا اور اب کا اور ہی	
دنیا سے اُن کو ہوتی ذرا بھی اگر گریز	اسلام کی تو ہو ہی چکی ہوتی رنجیز
کھا جاتے لوگ گھوڑے آنکھوں سے تیز	تب دیکھتے زمانہ کی کج دار اور مرید
پھر کون پوچھتا تھا خدائے یگانہ کو	
پاتا نہ کوئی زندگی جسا و دانہ کو	
اب بھی جو دیکھتے ہو انہیں کا طفیل ہی	کم بیش سب کو جانبِ توحید میل ہی
اعمالِ شرک جو خشن خاشاکِ میل ہی	اتنا بھی گر نہ سمجھے تو انسانِ میل ہی
مشرک کی کوئی شے نہیں کتنا خدا قبول	
اُس کی دعا قبول نہ کچھ التجا قبول	
الفصل اک وہ دین تھا دنیا کا دستور	واعظ ادیب نہج مشفق صلاح کار
مونس رفیق موجب تسکین غمگسار	ہمدردیے ریا ہوا خواہ جاں نثار
وہ کہین تھا بار امیر و فقیر کا	
دنیا میں اُس میں ربط تھا شاہ و وزیر کا	
اب ہم نے اپنے دیں کو بنایا چھوٹی موٹی	دنیا میں اور دیں میں گانے لگے دوٹی
پھر قاصر اس قدر غمگسار ہوئی	شہر بن گیا جو حقیقت میں تھی سوئی
۱۵ سیرھی ۱۲ جیسے کھانے میں نمک ۱۲ ۱۵ کج دار مرید سے مراد ہو تکلیف مالا یطاق کیوں کہ	
پیرھا کہ اور گرنے نہ دے طلبِ جمال ہی ۱۲	

	دیں کے عوض تعصب اوہام رہ گئے دیں دار اصل مر گئے بدنام رہ گئے	
اور کیوں کہ بھوت مولوی جنت کا چوبدار	دنیا گئی کہ ہم نہ ہوئے اُسکے خواستگار سجد میں وعظ کتنا تھا منبر پر آشکار	
	دنیا و دیں کے ربط کی رستی کو کاٹ کے دھوبی کے کٹے ہو گئے گھر کے نہ گھاٹ کے	
دنیا میں دیں میں موت اے غضب	ادبار کا یہی تو ہر سب سے بڑا سبب دنیا بغیر سخت مصیبت ہی روز و شب	
	خستہ ہوئے خواب تھے ہائے مٹ گئے ان دونوں کی راہ اٹنی میں ہم مفت پگئے	
افسوس کیا تباہ ہوئی قوم انتخاب	دل بھگ گیا ہر دیکھ کے دنیا کا انقلاب دیکھ خدا پرست وہ دنیا کے قنیا ب	
	مسجد میں سرسجدہ پڑے ہیں زمین پر میدان میں گئے ہوئے گھوڑوں کی زین پر	
<p>لے لینی وہ مولوی جو ریاست وعظ کتنا ہوا اور رہبانیت کی تعلیم کرتا ہوا اور جو حصول دنیا میں فرق ہو بھی تعمیر مسجد کو ذریعہ حصول مال کا کرتا ہو اور کبھی تعمیر مدرسہ کو۔ یہ مولوی کس کس قوت میں جیسی صوفیوں کی ترکیب تھی اور ہو کہ تعمیر خانقاہ و عرس کو ذریعہ حصول مال کا کرتے ہیں۔ یا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكْفُرُوْا بِمِنْ اَلَمْ يَخْلَقْنَا وَرَبُّكُم بِمَا تَكْفُرُوْنَ اَلَمْ يَخْلُقْنَا اَلَمْ يَكُنْ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اَلَمْ يَكُنْ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اَلَمْ يَكُنْ اَوَّلُ مَا خَلَقَ تَرْكُ دُنْيَا بِرُوحِ اَمُوَزِنْدَةِ نَوِيْشْتَنِ سِيَمِ وَغَلَا اَمُوَزِنْدَةِ ۱۲۴۵ اشارہ ہو قرآن مجید کی اس آیت کی طرف مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَلْكَفَّارُ وَهَمَاءُ سِيَمِهِمْ تَوَدُّهُمْ وَكُلُّهُمْ اَلَمْ يَكُنْ اَوَّلُ مَا خَلَقَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سَيِّدًا مِّنْهُمْ فَرِيْدًا مِّنْ اَنْدَرِ الشُّعْبُوْۤۃِ ۳۰</p>		

لوگوں کو گرنا صاب دینا گناہ ہوں	داخل محرمات میں اعزاز و جاہ ہوں
دنیا کی آبرو سے اگر دیں تباہ ہوں	اُن کا تو دیں ہی تھا کہ ہم بادشاہ ہوں
انگھے بزرگ لوگ تھے خاص امتیاز کے	پیشانیوں پر اُن کے تھے گتے نماز کے
مستور ہیں خزانِ انعام کو دگار	بے انتہا و بے حدود بے حصر و بے شمار
وہ چھپتا نہیں ہو کبھی دے کے اک بار	شایاں اُسے نہیں ہو کہ بند کونے دہار
دنیا بدل گئی ہمہ نعمت بدل گئی	اس واسطے کہ قوم کی بہت بدل گئی
افسوس قوم میں غصہ نہیں رہی	ہم میں کسی طرح کی عزت نہیں رہی
مضبوطی ارادہ و نیت نہیں رہی	جرات کماٹ چو کہ حمیت نہیں رہی
ہم میں ہر اک بشر کے خیالات لپٹ ہیں	اپس لا جو دم ذلیل ہیں اور تنگ دست ہیں
اے قوم یہ تھا ہی و افلاس جلے شرم	اے قوم یہ تعصب و سواس جلے شرم
اس درجہ ضعف قوت احسان جلے شرم	تقصیر فی مقابلۃ الناس جلے شرم
تم اور تمہاری نسل ہوشیور کھیل میں	اور لوگ چل رہے ہیں ترقی کی ریل میں
کیا خوب کہ گیا ہو کوئی شخص غرض خصال	لفظ عرب میں سخنِ بجاں و ہم بجاں
اب اسی غریب دم سے ہمارا یہ سوال	کیوں گیا ہو قوم کی حالت میں خصال
یعنی اصحابِ اسلام ۱۵ اشارہ ہر طرف آیت مآکان اللہ معبودا نعبدہ اللہ معبودا علی قوم کئی یغیر و لا ما یفترقہم کے ۱۶ ایک دوسرے کی طرف داری و حمایت ۱۷ ائمہ فضیلت ۱۸ اہل نبی و انبیاء کے مقابلہ میں ہو گیا ہمارا شرم کی بات ہو ۱۹ مسمعی آدمی ہیں اور وہ بھی آدمی ہیں ۲۰ غل ۱۱۔	

اوام روزگار میں ہیسٹے ہو کس لیے بے وقعتی کی خاک پر لیسٹے ہو کس لیے	
کثر سے تم میں صاحبِ بقدر کیوں نہیں منہ پر تمہارے حسن نہ ہو لوگ کیوں نہیں	لوہا تمہارا مانتے بھمور کیوں نہیں دل قوم کے شگفتہ و سرور کیوں نہیں
آخر تمہاری قوم پر یہ کیسا وبال ہو جس شخص پر خیال کرو دستہِ حال ہو	
جب تک ہمارے مہم میں تاج نگین رہا کس کس کا نام لیں کہ چنناں و چنیں رہا	ہم میں کسی کو فکرِ معیشت نہیں رہا بہر فرد عافیت سے غنا سے قریں رہا
ہم مالکِ فرائض روئے زمین تھے اہلِ زمانہ و ملتِ اطیبہ خوشہ چین تھے	
ہم کو خراج دیتے تھے دنیا کے بادشاہ اس میں بقدرِ ذرہ نہیں شک و شبہ	ہم تھے مزینِ انام کبھی اپنی بارگاہ تاریخ ہو ترقی اسلام کی گواہ
جن کو ہمارے ساتھ در لے بغِ التفات ہو ہم اُن پر حکمِ راں تھے بھی گل کی بات ہو	
ہم نے بنایا اہل جہاں کو خدا پرست ہم نے کیا بتوں کے تئیں سونگھ لپیٹ	ہم نے دلایا یادِ انہیں وعدہ الست ہم نے اُتارنا شہ صہبائیاں مست
شاید سگی کی بیل ترقی کے ساتھ کی پودا اس کی ہو لگائی ہوئی اپنے ہاتھ کی	
اچھ ایسی اپنی بات بن آئی تھی دل میں ساری زمین پر اپنی دوہائی تھی دل میں	
لے کاٹ ۱۲۷۷ جے روح خلق ۱۲۷۷ اشارہ ہو اس کی طرف کہ خدا نے سب آدمیوں کی روحوں سے پوچھا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں ۱۲۷۷ سب نے کہا ہاں ۱۲۷۷ شہزادی ۱۲۷۷	

گرد و غبار تھی یا گرد لڑائی تھی اُن دنوں	ہر حال میں ہماری بڑائی تھی اُن دنوں
کیا افضل کرو گا رتھا کیا اُس کی شان تھی	اسلام تھا کہ دولت و ثروت کی کان تھی
تیسرے فرارِ دولت و شہمت ہزار حیف	وہ شوکت اور لوازم شوکت ہزار حیف
عرات ہزار حیف حکومت ہزار حیف	صدیق قابلیت و نعمت ہزار حیف
گو خور بعد کو زائش شد العذاب ہر	یاد از قبیل لیت یعود الشباب ہر
کیا فائدہ جو تندرہ ماضی کریں	کیوں یاد رفتگاں میں ماتم ہا کریں
بے سود گرچہ تابہ قیامت بکا کریں	اک امر اختیار سے خارج ہو کیا کریں
فرہاد و ارد و صد و جوئے شیر کیا	اب با چکا ہو سانپ تو پیش لکیر کیا
پھر بھی ہر اک وجہ تسلی بہت بڑی	قسمت ہمارے ملک کی اچھوٹے جاڑی
جن کو فلاح خلق ہو منظور مگر طری	لیکن شکل ایک بڑی سخت آٹری
نادا جب اڑ کے بیٹھے ہیں ہم اپنی بات پر	پیاسے تڑپ رہے ہیں کنائے فرات پر
دروازہ کون سا ہو جو ہم کھلا نہیں	ناممکن الحصول کوئی مدعا نہیں
مذہب کا قوم و ملک کا یاں تفرق نہیں	آزادی اس قدر ہے کہچہ انتہا نہیں
بے جوتے ہوئے اب اگے کا اناج کیا	
<p>۱۰ حدیث تَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخَوْفِ وَبِغَدَا الْكُوفِ۔ یعنی ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں اُس کی سے</p> <p>زیادتی کے بعد جو خور بعد کو زائش شد العذاب ہر مگر اس کا یاد کرنا ایسا ہی ہو جیسے کوئی گئی ہوئی جوانی کی پھر تنہا کرنا</p> <p>ہو ۱۱ ایک مشہور قصہ ہے کہ فرادابی مشہور شہر کی فرمایش سے پانچ گناں گدھوں کی ہارنے کی فکر میں تھا کہ وہ دروازہ</p>	

ہم ہی اگر نہ چاہیں تو اس کا علاج کیا	
اس ضدِ احمقانہ کو شاید کم کرو چاہو ہمیں برا کھو یا کچھ سم کرو	جانوں پر اپنی بہرِ خدمت ستم کرو پر روٹیوں کی منکر تو بہرِ شکم کرو
ہم دیکھتے ہیں قوم کی حالت تباہ ہو بیمار کو دو انہ بتائیں گناہ ہو	
پھر بھی تم ہی تم ہو اگر دل چھپان لو ہر علم پر مدد اسے خوب جان لو	وہ وقت اب نہیں ہے کہ سیفِ سنمان لو اتنی سی ایک بات ہماری بھی مان لو
رکھتی ہو اپنا وقت مناسب ہر اک شمر آسولیت تاکجا و پس و پیش تا یہ کہ	
لیکن مراد علم سے علم جدید ہو ثروت کی سلطنت کی یہی اک کلید ہو	یورپ میں جس سے رونق مل رہی ہے یہ ہو تو پھر تمام زمین زرخسید ہو
ایسی کلیں چلیں کہ طلسمات کر دیا ان کافروں نے سب کے بتیں مات کر دیا	
یہ علم گر نہیں ہو تو فضل و کمال ہیچ دایب مناظرات و جواب و سوال ہیچ	امنشی ادیب شاعر شیریں مقال ہیچ تحقیق مستشرقین زاید و ملا جلال ہیچ
ہم نے تو قیل و قال میں کی عمر انگاں یورپ نے ہائے لوٹ لب گنج شاہ گھاں	
ہم میں سے آج جو علمائے فحول ہیں عابدین یا ضلّیلین ثقہ ہیں عُدول ہیں	خود دم ہیں کہ خادمِ شرع و سول ہیں لیکن معاملات میں ایسے ہول ہیں
۱۷ سال شول ۱۷۷۵ء کچھ اور بھی ہو ۱۷۷۵ء یہ دونوں کتابیں منطق کی عربی میں مشہور ہیں ۱۷۷۵ء عالم متبرک ھے راست گو جس کی گواہی مقبول ہو ۱۷۷۵ء	

سمجھیں نہ وہ حساب کا ادنیٰ سوال بھی پھر یارو ایسے پڑھنے کا کوئی مال بھی	
اُن کے لئے تلافیِ مافات ہو چکی	درماندہ سے امیدِ شفاعت ہو چکی
بیچار جاں بلیسے مداوات ہو چکی	بس لوٹ دو بسا اذکریات ہو چکی
دیں دار مدعی تجھیں دنیا سے کھوئیں گے یہ ناخدا جہازِ تمھارا ڈبوئیں گے	
واللہ سارے اپنی خرابی کے ڈھنگ ہیں	کل صنعتیں بہ قبضہ اہلِ فرنگ ہیں
بیٹھے ہوئے دلوں پہ تعصبِ رنگ ہیں	محتاج ہیں غریب ہیں غلس ہیں تنگ ہیں
ہم اپنا پیٹ پالتے ہیں پیٹ پیٹ کر انگریز ساری لے گئے دولتِ گھسیٹ کر	
یورپ اگر چہ لے گیا بازمی تو خیر ہے	ہم کو خدا خواستہ کچھ اُس سے بیڑ ہے
وہ صاحبِ کتاب ہے ہر چند غیر ہے	مسجد نہ ہو تو صومعہ بہتر ڈیر ہے
ہندو اٹھائے بیٹھے ہیں سر آسمان کو ہم لوچتے ہیں روگے کس کس کی جان کو	
گوشش کرو تو غیبت ہو طعنتیں روا	بے جہد کے کسی کو کبھی کھپ نہیں ملا
ہم کو تو قاتل نہ رکھنے کی وجہ کب	یورپ نے کچھ خدا کی کاٹھیکہ نہیں لیا
دو تین چار ہاتھ لکھن ضم و رومی مانا کہ ہم سے منسخر لے مقصود و دومی	
صمت کی خوبی دیکھو کتاب بھی نہیں	سمجھانے اور کرنے کا مطلق اثر نہیں
جس سے رفاہِ قوم ہو الیسا ہنر نہیں	کیوں بھائی تو کسی کی توجہ اور نہیں

۱۷ جوچہ فوت ہو گئی یعنی ہاتھ سے جاتی ہے ۱۲ ۱۳ علاج ۱۲ ۱۳ معبد نصرتی ۱۴ ۱۵ ہندوؤں کا مندر

کرو اور ناصواب پر اصرار کس لئے

آنکھوں سے دیکھتے ہو تو انکار کس لئے

الْهُدَىٰ وَالْهُدَىٰ وَالْهُدَىٰ
لَا تَقْصِيْ سَائِرَهَا حَتَّىٰ إِلَيْكَ

يَا رَبِّ قُلُوْبٍ عَصَيْنَا بَيْنَ اِصْعَابِكَ
تَسْتَفْعُ الْكَلْبُ بِالْكُرْ اَمَّا كَذَلِكَ

ہوں برسرِ عروج خیالات قوم کے
نشانِ شان قوم ہوں حالات قوم کے

ہر واقعہ نتیجہ علت ہے یہ کہاں
جاری ہے زمین سے لے تا آسمان

سب جانتے ہیں علم اسباب ہو جہاں
اس قاعدے سے بھاگے جائے کوئی کہاں

یہ ضابطہ جدید نہیں سرسری نہیں
اسلام بھی عموم سے اس کے بری نہیں

تھا مزدیسی صرف دما کا اثر نہ تھا
مومن نہ تھا کہ جس کا مبتلی یہ سر نہ تھا

دیں کا عروج بے سبب معتبر نہ تھا
راہِ خدا میں جان تلک کا بھی ڈرنہ تھا

ان معرکوں میں کتنے عزیز و کانچول بہا
اک سلطنت اور اتنے شہید و کانچول بہا

روئے زمین پہ نورِ ہدایت تھا محفل
بس دوح کے لوگ تھے یا ضال ٹھیل

تھی نارِ شرک سارے زمانے میں مشتعل
اہلِ کتاب تک اسی آفت میں باغِ گل

شیطان کی جہاں میں مہمانی پھری ہوئی

۱۰ عرب ہماری قوم کے دل تیری دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں سید سے رستے پر چلا جانا اور مطلوب پانا
تیرے ہی ہاتھ میں ہے ۱۲ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چوں کہ تیرے نزدیک اُن کی عسرت ہوئے ضعیف
لاتے ہیں ہماری تمام حاجتیں جو تجھ سے تعلق ہیں ضرور پدی کر ۱۲ کو شش کا صلہ ۱۲ یعنی خون گرا ۱۲۔
۱۲ تاوان معاوضہ خون ۱۲ یعنی گمراہ یا گمراہ کرنے والے ۱۲۔

لیئے خدا سے ساری خدائی پھری ہوئی	
اہل عرب کا حال تھا سب میں بہت تڑپ	جیسے بلا سبالتہ چیسوٹی ہر اکباب
بارود سے زیادہ مزاجوں میں التھاب	اگر بات پوچھے تو ملے جنبیہ جواب
اتنے سے لفظ پر کہ چلو یا ہٹو پرے اڑنے پر مستعد ہوئے حتیٰ کہ کٹ مرے	
سفاک کیٹھنہ تو زتم گرستی زہ جو	بے رحم سنگدل متمر دور رشت خو
غارت گروں کو اہل قوافل کی جستجو	اس ٹوہ میں سدا پڑے بھٹے تھے چار سو
صحرانورد وحشی و خانہ بدوش تھے اونٹوں کو پالتے تھے بس اتنے ہی پوش تھے	
اُن کو نظر نہ تھی نہ زیاں پر نہ سود پر	گھر بار سب ٹانہیں گر آجائیں جو ڈپر
جانیں نثار کرتے تھے اپنے و فود پر	مرے تھے فخر و عزت و نام و نمود پر
برداشت کرنے سکتے تھے از بسکہ ہیٹیاں کم بہت مار ڈالتے تھے اپنی سیٹیاں	
محکوم تھے بھی بعض تو صرف از بے نام	کیا جانیں ایسے لوگ سیاست و نظام
اک رنگ میں رنگے تھے چھوٹے بڑے تمام	دادوں کا لیتے پوتوں کو تو س اتقام
ہر قوم سے طناب عداوت تھی ہوئی بارہ مینے اُن میں لڑائی ٹھہنی ہوئی	
تھے گروہ علم و فضل لیاقت سے بے نصیب	لیکن ہر ایک باغ فصاحت کا غنایب
ترکیب اُن کی بولی کی واقع ہوئی عجیب	جادوا اگر نہیں ہو تو جا دو کہ ہر قریب
لے یہ حال اہل عرب کا تو بیچ سے ظاہر ہو تا ہو۔ لے اندر دشمن آتش لے تھے خبر کی ایک قسم جو۔ لے کینہ کش ۱۲۔ لے حرج قافلہ ۱۳۔ لے سفاک و ۱۴۔ لے همان ۱۵۔ لے بیع سیاست ۱۶۔	

وہ دل کو موہ لیتے تھے طرزیان سے	
باتوں میں پھول جھڑتے تھے اُن کی زبان سے	
باآن کہ شہر مکہ میں تھا کعبہ خلیل	نالایقوں نے اُس کو کیا قص ذلیل
گھر میں خدا کے سیکڑوں بت ہو گئے زخیل	جیسے کہ آن بیٹھے ہما کی عکب بین حیل
کیا انقلاب گردش چرخ کن کے ہیں	
یہ بت پرست غفلت اُسی بت شکن کے ہیں	
غائب صفت تھی اُن کی خشونت باچال	اس طرز میں شر کی تھی کیا اہل کیا عیال
وہ خانہ داریاں تھیں بجائے خوش بال	اک مرد عجبی عورتیں چاہے کرے حلال
منکوہ چھوٹ جاتی تھی عذرِ ضعیف پر	
نزلہ گرانی کرتا ہی عضوِ ضعیف پر	
ناگفتہ بہ وہ اُن کا طریق معاشرت	شرم و حیا سے اُن کو نہ تھی کچھ مناسبت
گر بہتان میوہ کی ارث و مفاصمت	دوبینیل اور حقوق رنی میں مشارکت
ظاہر خراب اُس سے زبون تر سرسرتیں	
انسان ہو کے اُن میں بہائم کی سیرتیں	
سب اہل روزگار تھے گمراہ یک قلم	استوجب عذاب الہی عرب مجسم
پراسش نے عین وقت پر اپنا کیا کرم	پیدا ہوئے نجات دہاندۂ اعم
یعنی اہل عرب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اولاد اور اُن کے دین کے مدعی تھے اور پھر کچھ بیت رکھ کویت پہنچنے کرنے لگے ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰	
بیتیں چھوٹے اور وہ یہ بیان مثل مال متروکہ بیٹیوں پر تقسیم کر دی جاتی تھیں۔ اور ان کی بانٹ میں بواٹیاں ہوتی تھیں اس کے علاوہ حقیقی بنیں ایک نکاح میں ہوتی تھیں۔ ان غیر بی رسول کو اسلام نے موقوف کیا ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰	
باطن ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰	

بنیاد شرک و کفر وضالت کی ہل گئی بھگے ہوؤں کو منزل مقصود مل گئی	
کیا عقل تھی جنابِ سات تاب کی تدبیر سوچتے تھے مگر فتح باب کی	شرمندہ جس کے آگے ضیا آفتاب کی آخر کوراہ ڈھونڈ نکالی صواب کی
وہ گمراہی وہ خوتے جہالت نکل گئی تھوڑے دنوں میں ملک کی حالت ل گئی	
ہر چند اُن کو ذاتِ خدا کی پناہ تھی تدبیر صلح و جنگ کی شام و بنگاہ تھی	پر مقضائے وقت پہ ہر دم نگاہ تھی جو دوسروں کی راہ ہو وہ اُن کی راہ تھی
تقصیر کب درست ہو تدبیر کار میں ہم اُن کے سامنے ہیں بھلا کس شمار میں	
جاگو کہ شرط باندھ کے مروں سوچے جو کچھ تمہیں خدائے دیا تھا سو کھو چکے	خاریقِ نواہِ تمنا میں بوچکے سُن لینا لیک دن کہ مسلمان ہو چکے
قسمت میں قوم کی پو کھی صبح و شام موت بے حرتی کے جینے سے بہتر حرام موت	
جو لوگ ہیں ساداتِ عظمیٰ سے بہرہ مند پردہ دار کو خیال کے رکھو ذرا بلند	کرتے ہیں بات بات سے وہ اکتسابِ پند مست ہو لڑا بڑ جیوائی کے پائے بند
میری اگر سنو نہیں سچ و سچ بول کر غفلت کبھی نہ کیجیو زنا سے بھول کر	
۱۵ تا ۱۲ سیدی ۱۲۷۵ء حاصل کرنا ۱۲۷۵ء ہجری ۱۲۷۵ء	

چوتھا لکچر جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے چوتھے سالانہ جلسے میں۔ دسمبر ۱۹۸۸ء کو دیا گیا تمہید

یہ پہلا لکچر جو انجمن حمایت اسلام میں دیا گیا جس دن مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے لاہور کے ایجوکیشنل کانفرنس میں پہلا لکچر دیا اُسی دن ممبران انجمن حمایت اسلام نے اُن کو گھیرا تھا کہ ایک لکچر ہمارے ہاں دیجئے اور اسی طرح ممبران انجمن حمایت اسلام امرت سر اور ممبران محمدان ایسوسی ایشن نے۔ مگر مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے غور کیا کہ میں سرسید کے ساتھ ہوں اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ نہیں بنا سکتا آج کل انجمن حمایت اسلام نے ان کا چنڈ چھوڑا مگر اس کا پکا وعدہ کر لیا تھا کہ ان کے اگلے سالانہ جلسے میں ضرور لکچر دیں گے چنانچہ یہ لکچر ذریعہ خان کی مسجد میں ہوا۔ اگرچہ لاہور میں یہ سب سے بڑی وسیع مسجد ہے مگر لکچر کے وقت شروع سے آخر تک اس میں آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ لکچر دن کے دس بجے شروع ہوا اور ناز ظہر تک ختم نہ ہو سکا تو ناز کے بعد بھی لکچر کا بقیہ دیا گیا اور یوں سمجھنا چاہیے کہ ہمارے سر تک اس کا تسلسل قائم رہا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مُحَمَّدٌ ﷺ وَصَلَّى عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

اے خداوند کی کرتے ہیں اور روکتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

ابروباراں کی وجہ سے پھیلے دو دن موسم نامسا مہرما جس قدر ازحام کی توقع کی جا سکتی تھی شاید اس میں کسی حد تک ہوتی ہو لیکن یہ کمی ممبرانِ انجمنِ حمایتِ اسلام کی دل شکنی کا موجب نہیں بنی چاہیے

کیا فائدہ ذکرِ عیش و کم سے ہو گا	ہم کیا ہیں کہ کوئی کام ہم سے ہو گا
جو کچھ ہوا ہو اکرم سے تیرے	جو کچھ ہو گا ترے کرم سے ہو گا

حمایتِ اسلام ایسا دلکش اور پیارا لفظ ہے کہ جس کے دل میں اسلام کی ذرا سی بھی گنگدھی ہو۔ ممکن نہیں کہ یہ آواز اس کے کان میں پڑے اور اس کے شوق کو تحریک نہ ہو چاہئے تھا کہ مسلمان اس انجمن پر ایسے گرتے جیسے شہد پر کھیاں یا شمع پر پروانے لیکن اگر ایسا ہوا ہوتا تو آج انجمن کے ممبروں کی فہرست کتابِ ہفتِ قلزم کے حجم سے کم نہ ہوتی۔ اچھا پھر اس مجلس کی شرکتِ اعانت سرپرستی میں مسلمانوں کی طرف سے وہ سرگرمی کیوں نہیں ظاہر ہوئی جس کی توقع کی جاتی تھی۔ کیا لوگوں کو اس انجمن کی خبر نہیں یا اسلام محتاجِ حمایت نہیں یا جس قدر ہو چکا ہو اسلام کی ضرورتوں کو کافی ہو یا انجمن کی کارروائی اصلاحِ طلب ہو۔ یہ ہیں چند سوالات جو انجمن کے اس جلسے میں شریک ہونے کے قصد کے ساتھ میرے ذہن میں گزریے۔ ان کے جوابات ہم بھی چاہتا ہوں۔ ان پر غور کرنا۔ سوچنا۔ موافقات کو دفع کرنا میرا نہیں بلکہ انجمن کے اُن ممبروں کا کام ہے جو انتظام کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں تو صرف نفسِ حمایتِ اسلام پر چند ریا کر س کروں گا۔ مجھ کو صرف اتنی بات کا ظاہر کرنا منظور ہے کہ ہندوستان میں اسلام کو کس طرح کی حمایت درکار ہے۔

شرع میں اسلام کو ایسے نا ملائم اتفاقات پیش آئے کہ جنابِ پیغمبرِ صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاروں چاروں خبرِ آرمائی کرنی پڑی حضرت نے بڑے صبر بڑے تحمل اور بڑے استقلال کے ساتھ تیارہ برس تک اس پہلو کو بچایا۔ اور صرف خدا کے واسطے تمام دنیاوی ایداول کو قربان کیا۔ مگر عرب کے لوگ لاتوں کے بجوت باتوں سے کیوں رو بہا ہونے لگے تھے۔ عرب کے لوگوں کو حضرت کے ساتھ صرف اس وجہ سے عداوت تھی کہ پیغمبرِ صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک خدا

کی پرستش کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ وہ لوگ دینی دشمنی کے سبب طرح طرح پر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زبانی ایذا نہیں دیتے اور کہتے دیوانہ ہو چھوٹا ہی شاعر ہو۔ ہیں کہیں مہر از ارشد لد الطاف حسین حالی ان صاحبوں کے واسطے شاعری سر بانیہ تازہ ہو۔ مگر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے یہ خطاب باعث عزت نہ تھا۔ بلکہ اُن کو تو عالم ہونا بھی موجب عار و نقص تھا۔ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمی تھے۔ اگر وہ ایم۔ اے یا ایل ایل ڈی کی ڈگری رکھتے ہوتے تو لوگ کہنے کہ پڑھا ہوا اپنے خیالات ظاہر کر رہا ہو۔ زبانی تکلیفوں کے سوا گستاخی۔ بیہودگی۔ بے ادبی اس درجے کی تھی کہ کفار نے ایک دفعہ مسجد کی حالت میں اونٹ کا اوچھ گردن مبارک پر ڈال دیا جو حضرت فاطمہ الزہراءؑ نے اُن کو اٹھایا۔ کافران بے دین راہ میں کانٹے بچھا دیتے کہ آتے جاتے پائے مبارک میں ٹھیں۔ آتش عداوت یہاں تک بھڑکی کہ مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہلاک کرنے کے درپے ہو کر قتل کی تدبیریں کرنے لگے۔ اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے رفقا اور انصار پر عرصہ زیست کو تنگ کر دیا۔ ناجار سب نے گھر بار جائیداد سب کچھ چھوڑ کر جلا وطنی اختیار کی جس کو بحیثیت کہتے ہیں۔ رطائی کی آگ کا قاعدہ ہو کہ لگی اور جھڑکی اور جھڑکی اور پھیل۔ اس طرح پر اسلام کو معرکے پیش آئے۔ اسلام کو اگر درخت سے تشبیہ دیں تو وہ ایسا درخت ہو کہ تلواروں کی چھاتوں میں اُس کا نشوونما ہوا اور آدمیوں کے غم نے اُس کے پتے پانی کا کام دیا۔ اسلام خدا کی خالص اور بے لاگ ولپیٹ توحید کی وجہ سے لوں بھی بت پرستوں اور مشرکوں یعنی دنیا کے تمام لوگوں کی نظروں میں کھٹکتا تھا۔ رطائیوں کی وجہ سے اور بھی بغرض ہو گیا۔ سلطنت اسلام کے قائم ہو جانے کے بعد مسلمان بادشاہوں نے اشاعت اسلام کو توسیع ملک کا حیلہ ٹھہرایا۔ یہ روداد فی الغین اسلام کے لیے حجت ہو گئی اور حجت بخنے کی بات بھی تھی کہ بلا بھی کوئی مذہب ہو جو ہیکر طمی اور زبردستی اور دھوکا شستی سے لوگوں کے دلوں میں اس طرح اُتار گیا جیسے کڑوی دوا بچوں کے گلے میں۔ جو نقص واقعات تاریخ کی تکذیب پر دلچسپی

اپنا مسلک یہ ہو کہ بے شک جہاں تک اسلام کو ہندوستان کے ساتھ تعلق ہو وہ ایسا ہی ہمیشہ
 ہو بلکہ یوں کہو کہ تھا جیسا کہ اُس کے مخالف کہتے ہیں کہ جبر و اکراہ کے ساتھ اُس کی اشاعت ہو
 مگر اس سے نفس اسلام پر کوئی الزام کیوں آنے لگا۔ الزام اگر ہو تو اُن لوگوں پر جو جنہوں نے جبر و
 اکراہ کے ساتھ اس کی اشاعت کی۔ اگر کسی مدرسے کا ایک احمق لڑکا ایسی بدیہی بات نہ سمجھے کہ
 مثلث کے دو ضلعوں کا مجموعہ تیسرے سے بڑا ہوتا ہو۔ لیکن جب دلو چھا جائے تو ماسٹر کے ڈر سے
 کھد دیا کرے کہ ہاں ہوتا تو ہو۔ اس صورت میں ماسٹر قصور وار ہو کہ اُس نے لڑکوں پر اپنی ہیبت
 ناجائز حد تک بٹھا رکھی ہو۔ یا لڑکا قصور وار ہو۔ کہ ڈر پوک اور دل کا بوجھ وہ کہ نہیں سمجھتا اور کہتا ہو کہ
 ہاں سمجھ گیا۔ لیکن اصل مسئلہ کہ مثلث کے دو ضلعوں کا مجموعہ تیسرے سے بڑا ہوتا ہو ہر حالت میں
 صحیح ہو۔ بعینہ ہی حال ہو اسلام کا۔ کسی نے اس کو طوعاً تسلیم کیا تو۔ اور کرہاً تسلیم کیا تو۔ وہ فی حدیث اہم
 مذہب صحیح تھا۔ اور ہو اور رہے گا۔ ہاں تو میں اس بات کو ماننا ہوں کہ **وَلَا يَجْعَلُ فِي صَلَاتِهِ مُشْرِكًا**
 کبھی کہ اسلام کو متقدمین مسلمانوں نے زبردستی سے ہندوستان میں پھیلا یا مسلمان ہرگز ہندوستان
 میں مہمان نہ تھے۔ جیسا کہ الطاف حسین حالی نے شکوہ ہند میں لکھا ہو۔ بلکہ غاصب اور خلیل
 بے جا سمجھے جاتے تھے۔ ہندوستان کے باشندوں یعنی ہندوؤں نے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی
 سوسائٹی میں ایڈمٹ نہیں کیا۔ اور نہ انہیں اپنا مہمان سمجھا۔ نہ ان کے ہاتھ کا چھوا کھا نا کھانا نہ
 پانی پیا شادی سیاہ کا تو کیا مذکور ہو جس مسلمان اگر مہمان تھے بھی تو مہمان ناخواندہ۔ غرض ہندو مسلمانوں
 میں جو بگاڑ شروع شروع میں پیدا ہو گیا تھا کسی زمانے میں کم نہ ہوا۔ اگر نے ہندو مسلمانوں میں
 ربط و ضبط پیدا کرنے کی کچھ کوشش کی تھی مگر ولقین کی طرف سے وہ ایک شخصی سی بات تھی بے ثبات
 شاید اُس کی تدبیر کے مراہم سے زخم اختلاف کچھ بھر چلا ہو تو اُس کے بعد ٹانکے ٹوٹ ٹاٹ کر وہ گھاؤ
 پہلے سے بھی بدتر ہو گیا۔ ۱۸۰۱ء جب فساد زخم تمام جسد ہندوستان میں پھیل گیا تو پورے ملک میں سڑ جڑی کے

۱۵ میرے سینے میں اُس کی طرف سے کچھ بھی نہیں لگتا ۱۸۰۱ء میں لینے والے ۱۲۷۵ء شامل ۱۲۷۵ء تراجی تعلق

قاعدے سے قطع عضو فاسد لازم آیا یعنی استزاع سلطنت۔ میں جہاں تک خیال کرتا ہوں اصول اسلام ایسے عمدہ اور سلیس اور عام فہم اور ہر دلعزیز اصول ہیں کہ ان کے ماننے والے یعنی مسلمان دنیا میں بہت زیادہ ہونے چاہئیں۔ سب سے بڑی خوبی جو اسلام میں یہ ہے کہ اس میں تکلف نہیں تقصیر نہیں۔ ادعا نہیں۔ طلب مجال نہیں۔ تکلیف مالا لٹاق نہیں۔ کسی طرح کا اشکال نہیں۔

بڑے اصول مذہب کے تین ہیں۔

اول توحید و دوم رسالت و سوم احکام یعنی اوامر اور نواہی۔

جن وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ خدا کا ہونا ضروری ہے۔ اُن ہی وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ایک ہے۔ قرآن شریف میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ذکر ہے کہ کس طرح سے انہوں نے توحید کا سر اُٹھایا۔ موجودات میں سے ادنیٰ قسم جادات ہیں کہ جو حرکت بالا راہ نہیں کر سکتے۔ اسے اگے نہات کا درجہ ہے۔ مثل گھاس و روئیدگی و درخت۔ ان میں منہ ہو مگر حرکت پر قادر نہیں ہو گا۔ جھکلا آیا تو بیل گئے ورنہ کھڑے ہیں۔ ان میں اور جادات میں صرف بالیدگی کا فرق ہے۔ بعد حیوانات جو اپنے ارادے سے نقل و حرکت کرتے ہیں جن میں سب اعلیٰ درجہ انسان کا ہے۔ انسان میں سب باتیں مثل دوسرے جانوروں کے ہیں۔ مگر اس کو فضیلت ہے بسبب عقل کے جس کی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ بندوں کو ہم افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ جانور۔ آگ۔ ٹیسی۔ پیل کے سامنے سہجہ کاتے ہیں۔ گویا انسان سب سے بدتر ہے۔ اسلام انسان کو کیا سکھاتا ہے کہ دنیا میں سب چیزیں مجھ سے کم ہیں۔ اگر خدا دنیا میں ہوتا تو میں ہی ہوتا۔ انسان اشرف المخلوقات تھا اور اس کی حالت اس شرافت کی تقصیر تھی لیکن اس شرافت پر انسان کو اسلام نے جمایا اور اس اعتبار سے تمام بنی نوع انسان کی گردن پر اسلام کا ٹھکانا ہے۔ مگر ہندو دھرم نے انسان کو سب سے بدتر بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے میں کی برداشت نہ ہو سکے۔ ۱۲

زمانے میں علم نجوم کو بڑی ترقی تھی اور تمام تصرفات نجوم کی طرف منسوب کئے جاتے تھے ایسے گھر میں پیدا ہوئے جہاں بت بنائے جاتے۔ اور پوچھے جاتے تھے۔ مگر چوں کہ فطرت وحدانیت کی طرف پوری پوری متوجہ تھی۔ انہوں نے خیال کیا کہ وہ خدا کیسا کہ جس میں ہم خود تصرف کر سکتے ہیں یعنی بت کہ ان کا بنانا بگاڑنا ہمارے اختیار میں ہو اُس زمانے کے تقاضائے وقت سے آپ نے اُتر اُم فلک کی طرف خیال کیا جنگل میں کھڑے ہو کر کہا کہ خدا کہاں ہو۔ اتنے میں ایک چمکتا ہوا ستارہ عرصہ فلک پر نمایاں ہوا۔ آپ نے خیال کیا کہ شاید یہی خدا ہوگا۔ کو اکب کی تاثیرات کو سب لوگ مانتے ہیں۔ مگر دیکھا کہ ستارہ طلوع ہوا۔ پھر ترقی ہوئی۔ پھر تنزل۔ معلوم ہوا کہ یہ خود مجبور ہی۔ خدا کیوں کر مجبور ہو سکتا ہو۔ فَلَمَّا تَلَوْنَا آيَاتِ الْكِتَابِ زَايَ كُذِّبْنَا قَالَتْ هٰذَا رِيقٌ فَلَمَّا أَكَلْ قَالَ لَا أُحِثُّ إِلَّا فَلَيْنَ خَطُّوْطِي دِيرَ كَے بعد چاند کو دیکھا اُس کا بھی انجام ویسا ہی ہوا پھر ناسید ہو کر فرمایا کہ میری کوشش ہی بیکار میں تلاش کروں۔ آفتاب نکلا۔ کہا کہ اس کے سامنے سب ماند پڑ گئے۔ یہ خدا ہو مگر وہ بھی آخر کو غروب ہوا۔ تو بے اختیار بول اُٹھے افسوس میری غلطی ہو خدا وہ ہو جس کو میں نہیں دیکھ سکتا۔ جس کے دیکھنے کے واسطے چشم بصارت اور بصیرت دونوں کافی نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ ہندوؤں کی بڑی غلطی ظاہر کرتا ہے۔ اب عیسائیوں کو یہ لوگ بھی گمراہ ہو گئے۔ ان کے یہاں دس احکام ہیں۔ ایک حکم یہ ہے کہ کل کے واسطے بالکل ذبیحہ مت کرو۔ ایک حکم یہ ہے کہ اپنے دشمن کے واسطے دل سے بہتری چاہو۔ جیسے اپنے اکلوتے بیٹے کے تھے۔ ایک حکم یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے دائیں گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی پھیر دو مگر آدمی کے بیٹے یہ احکام ممکن التعمیل نہیں ہیں کہ کوئی اس پتلم کے تھپڑ مارے اور وہ کہے کہ اُوڑ مارو یا جانی دشمن کے ساتھ محبت کرے مثل اپنی اولاد کے یا فکر فردا سے فارغ ہو بیٹھے

لے آسمانوں کے چاند سورج ستارے وغیرہ ۱۲۷۵ رات ہوئی تو دیکھا ستارے کو کہا یہ جو رب میرا جب وہ غروب ہو گا۔ کہا میں غروب ہونے والا ہوں کو دوست نہیں رکھتا۔ ۱۲۔

یہ احکام ہیں اقسام محالات۔ احکام اسلام ایسے ہیں کہ جن پر ہم عمل کر سکتے ہیں۔ وَجْزًا ۱۵
مُسْتَقْبَلَةً سَيِّئَةً مُّثَلًّا قَسْنَ عَفَا وَاصْلَحَ مَا بَيْنَهُ عَلَى اللَّهِ دِيْنٌ اِذَا اُتِيَ رَجُلٌ مِّنْكُمْ بِمِثْلِ هٰذَا فَسَبَّحْهُ وَكُلِّمْنِيْ بِمَا يَخْبَرُ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ ۚ
کوئی معاف کرے اُس کا اجر اللہ پر ہے جو وہ حکم جو حضرت انسانی سے ملتا ہو اور جس کو دلائل ان
لیتے ہو اور جو نہ در بشر ہو۔

عیسائی مذہب عیسوی کا ایک مسکد کفارہ جو وہ کہتے ہیں کہ خدا میں دو منفی متناقض
کیوں کر جمع ہو سکتی ہیں۔ عدل اور رحم۔ عیسائی کہتے ہیں کہ خدا محبوب ہو گیا ہو اگر کسی معاف کرے
نہیں کر سکتا مگر فطرت انسانی کیا گواہی دیتی ہے۔ اگر بندے سے کوئی گناہ ہو جائے تو سوا
توبہ اور استغفار کے کیا کرتا ہو عیسائی خدا کی ذات میں عدالت اور نصفت کو یوں جمع کرتے
ہیں کہ خدا نے حضرت مسیح بن کرد لیترا در مصیبتیں جھیلیں اور یوں گھنگاروں کی سزا کو خود
بہمکت کر عدل اور رحم دونوں کو پورا لیا۔ جیسے ہمارے معزز دوست محمد بکرت علی خاں صاحب
کسی مجرم پر جرم مذکور ہیں اور اپنے پاس سے بھر دیں اس کو توبہ سے ملا کر دیکھو۔ اب میں
رسالت کے لحاظ سے دیکھنا چاہتا ہوں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں کر عرب کے دلوں کو
اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ انسان کے تمام کام مطلقاً بالفرض ہوتے ہیں کوئی سفر کو جاتا ہو کسی سے ملنے
کے واسطے۔ کب نہ جوتا ہو۔ آج کے واسطے۔ اگر پیغمبر صاحب نے دعویٰ رسالت کیا تو کوئی مطلب
تو ہو گا؟ ارادہ غرض یہ تھی کہ میں بادشاہ ہوں میں بھی أَحَدٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ ہو جاؤں یا تمنا الہی غلط
ہی اس نے برخلاف آپ نہایت متواضع۔ نہایت منکسر المزاج تھے۔ ایک دفعہ صحابہ جمع ہوئے۔
حضرت کو دیکھا کہ ٹھہر۔ بلورے پر لیٹے ہوئے ہیں اور تیلیوں کے نشان سپلیوں پر نمایاں ہیں۔
اصحاب نے عرض کی یا حضرت اگر آپ بورے پر کپڑا ڈال لیا کریں تو کیا اس میں کچھ مرج ہو گا۔
آپ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا۔ دعویٰ رسالت کا دوسرا باعث شادی ہے کہ مجھ کو لوگ معاف دیں

۱۵ دیکھو سورہ نمبر ۱۵ ایک دوسرے کی تفتیش ۱۵ یعنی ہر ایک کلام کی علت کچھ نہ کچھ غرض ہوتی ہو ۱۶
۱۵ من تجلوا و تسمعون کے ایک ۱۵ عیش ۱۵

سمجھیں۔ جیسے بعض شیوخ نے لکھ دیا کہ عالموں کا حال ہو ماہر یکن اپ نے فرمایا کہ انا نبشرکم علیکم
میں بھی تم جیسا آدمی ہوں۔ تم میں اور ہمیں کفر کی ہر تو صرف اس قدر کہ یقینی الٰہی (مجھ پر
خدا کی وحی آتی ہے) جو میرے اختیار کی چیز نہیں۔ پھر فرماتے تھے لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكُنْتُ
مِنْ الْمُتَعَبِ وَمَا مَسْتَنْتِي الشُّعْرُ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سی بھدائی سمیٹ لیتا اور
مجھے کوئی اتفاق بد پیش نہ آتا،

کوئی شخص پیشوایان دین میں سے ہے جو اس طرح کہے۔ پھر اس سیدھے سادے غلط تر واقع
نبی کے اس کہنے کو دیکھو مَا اَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِی وَلَا بِكُمْ (مجھ کو کچھ خبر نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا
اور نہ یہ معلوم کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا) کفار کے جواب میں فرماتے۔ فَاِنَّهَا لَشَاءٌ اَللّٰہ کے اختیار میں
میں کفار کہتے چشمہ بہاؤ یا کوئی انگوڑ کا باغ لگا دینے سے بہن مٹی لگانے ہیں اُس میں نہریں بہاؤ۔
ایک سونے چاندی کا محل بناؤ کوئی عجیب بات ہو کہ دکھاؤ اور تم نوچم کو ڈرایا کرتے تھے کہ آسمان
پھٹ پڑے گا۔ اب آسمان سے پتھر برسوا دیا اور اُس کا لٹکرا لٹکھ دکھاؤ۔ ان سب باتوں کا
آپ جواب دیتے کہ میں کسی اختیار اور تصرف کا دعویٰ ہی نہیں کرتا پھر پیغمبر صاحب صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نسل کے لئے آمدنی کا کوئی ذریعہ قائم نہیں ہونے دیا۔ انھوں نے آمدنی
کے تمام ابواب اپنی نسل پر بند کئے۔ اہل ہاشم پر صدقہ اور خیرات اور زکوٰۃ کو ابد اہم کر دیا
اُس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المال میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر مال تقسیم کر رہے تھے۔
امام حسین علیہ السلام اُن دنوں بچے تھے ایک کج گورے کرمنہ میں ڈال لی۔ اُن حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اُنکلی سے نکال کر پھینک دی اور فرمایا کہ صدقات لوگوں کے مال کا ٹیٹل ہیں۔
جن کو خدا نے میری اولاد پر حرام کیا ہے۔ غرض سب سے بڑی خوبی اسلام میں یہ ہے کہ اس میں
حکلیف نہیں طلب ہر حال میں تصحیح نہیں اس مطلب کو اگرچہ میں زیادہ نہ بیان کر سکتا تاہم مختصراً
بیان کر دیا۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ اسلام آجہن دل انسان کے لئے مقناطیس ہے۔

حقیقت میں سخت حیرت ہوتی ہے تیرہ سو برس ہو چکے دنیا کے لوگ سارے نہیں تو اکثر مسلمان کیوں نہیں ہو گئے۔ میں نے اپنے ذہن میں اس کا یہی سبب قرار دے رکھا ہے کہ اسلام کو دوستی و غیر خواہی اور ہمدردی کے پیرائے میں لوگوں پر عرض کرنے کا موقع نہیں ملا یعنی جس طرح سے پادری لوگ بھلا کر پھسلا کر لالچ دکھا کر فرق و لینت سے خاطر داری و دجوتی سے - منت و خوشامد سے سمجھا کر پچا کر سینکڑوں برس سے انجیل کی منادی کر رہے ہیں - زیادہ نہیں پچاس برس بھی اس طرح سے لگ لپٹ کر قرآن مجید کی منادی کی جائے تو مسلمان دن دو دنے اور رات چو گئے میرا زہم۔

ان پادریوں کی چالیں کیا ہیں۔ ان کے ہتھکنڈے تو دیکھو سیکڑوں ہزاروں برس کھول رکھے ہیں۔ دھڑتے سے دنیوی علوم پڑھاتے جارہے ہیں۔ مگر ہومیو پتھک ڈول کے ایک قطرے کی طرح قلیل المقدار قوی الاثر ایک آدھ سبق مذہب کا بھی ہوا کیوں نہ ہو وہی تو میشن کی تعلیم کے پرنسپلیشن یعنی نسخے کا جزو اعظم ہے۔ یہی دنیوی علوم کی تعلیم میشن بریتش کہ بہتر نہ شربت کے ہو جیسے شربت کی چاٹ سے طبیعت دو آگوا را کر لیتی ہو ویسے ہی دنیوی علوم کے لالچ سے لوگ پادریوں کی مذہبی تعلیم کو قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔ پھر ہزاروں لاکھوں کتابیں ملکی زبانوں میں مفت پڑھی تقسیم ہو رہی ہیں کاغذ عمدہ سے عمدہ۔ چھاپہ عمدہ سے عمدہ۔ جلد عمدہ سے عمدہ۔ کیا پادری نہیں جانتے کہ شب برات میں ان کی کتابوں کے پٹانے بناتے جاتے اور عطاران کو پڑیوں میں صرف کرتے لوگ جلدیں کھا کر اور اوراق کو ردی کی طرح پھینک دیتے یا پٹے کے کام میں لاتے ہیں مگر وہ بن اس کو کہتے ہیں کہ صرف اتنی توقع مہووم پر کہ شاید کوئی کتاب دست بند سے بچ جائے تو شاید اس پر کسی کی نظر پڑے۔ شاید وہ متاثر ہو یہ بے دریغ خرچ ہیں اور یہ بے منت رحمتیں ہیں۔ من جلدیاب اشاعت مذہب ایک تدبیر و عظمیٰ ہو۔ کوئی میلہ۔ کوئی بازار۔ لوگوں کا کوئی مجمع نہ ہوگا

لے نرمی ۱۱۵۵ بھی ایک قسم کی ڈاکٹری ہر ۱۱۵۵ ضائع کرنا ۱۱

جہاں ایک پادری کھڑا ہوا مذہب کی منادی نہ کر رہا ہو۔ ع
بہر زیں کہ رسیدیم آسمان پیدا است

لوگ ہیں کہ بیہودہ کچھ جھٹیاں کر رہے ہیں سخت درشت کہتے ہیں۔ تم خود استہزار سے بھی
پیش آتے ہیں۔ مگر پچھو کہ ملول ہوتا نہ بڑا ماننا نہ گالی کا جواب گالی دیتا ہو۔ کیا کوئی پادریوں
کی ریس کرے گا۔ یہ لوگ جان پکھیل کر افریقہ اور چین اور تبت اور جزائر دور دست جیسے
وحشی اور جنگلی اور نامنظم و خطرناک مقامات میں جانے کی بھی ذرا پروا نہیں کرتے۔ گرفتار ہوتے
مارے جاتے۔ ناموافقت آب و ہوا سے ہلاک ہوتے ہیں مگر ہمت نہیں ہارتے۔ غرض
مذہب کے پھیلانے اور رواج دینے میں کسی وضع خاص کے پابند نہیں۔ جس ڈھنگ سے
سینگ ساتے دیکھے گھس پٹے جیسے کا ایک شکاری شکار کو گیا اونٹ بھی اور راؤٹی بھی تھی شرح ہونے لگا۔
لوگ راؤٹی میں گھس بیٹھے اونٹ نے بھی راؤٹی میں سر رکھنے کے لئے جگہ مانگی اور آخر کار
ساری راؤٹی میں وہی وہی تھا۔ وہ کسی شان میں ہوں۔ دل جوئی استمالت و تالیف
قلوب ہر ہر سرائے میں ضرور۔ ڈاکٹر بن کر بیماروں کو دوا دیں۔ علان جویں۔ سوداگروں کے
بھیس میں مال تجارت ہلکے داموں پر بیچ دیں۔ ویشیوں کو آئیسنے اور چھوٹے موتی اور کھلونے
دکھا کر خوش کریں۔ اور زنان خانوں میں عورتوں کو لکھنا پڑھنا۔ سینا پرونا سکھائیں۔ دایوں کی طرح
بچے جنوائیں۔ یہ ہیں چند نمونے ان لوگوں کی کوششوں کے جن کو اپنی قومی سلطنت کے ہوتے
کسی کوشش کی ضرورت نہیں۔ اب ہم کو اپنی جگہ آپ سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام کے لئے بھی
کبھی کوئی اس قسم کی تدبیر کی گئی ہو نہ ہو نہیں! یہ سچ ہو کہ جاسے ہاں وعظ کا دستور ابتدا سے ہو
مگر جس طرح ہمارے اور پادریوں کے وعظ کے طریقے مختلف ہیں۔ اغراض بھی مختلف ہیں۔

ہمارے ہاں کے عالم اکثر ایسی مسجدوں میں وعظ کتے ہیں اور ان کی اہلی غرض یہ ہوتی ہو کہ
مسلمانوں کو اسلام مذہب سے آگاہ کیا جائے جب کہ پادریوں و دوسروں کو کٹھنٹ کرنے کے لئے
تعلیٰ گلی کوچہ کوچہ وعظ کتے پھرتے ہیں۔ پادریوں کی دیکھا دیکھی چند روز سے مسلمانوں نے بھی کھیر

سیر بازار کھڑے ہو کر وعظ کئے کا طریقہ اختیار کیا ہو مگر نام و نمود کے مولوی اس طرز کو موجب کسر شان سمجھتے ہیں جیلے تو بہت سے بنائیں گے۔ کہ ہم کو اپنی ہی گھر درس و ہدایت سے فرصت نہیں کیا کریں پڑھنے والے اُگھیرتے ہیں۔ مستفتی و مہتمم نہیں لینے دیتے لیکن شاید اصلی سبب ہو کبر نفس۔ پھر ایک بہت بڑا نقص ہمارے ہاں یہ ہے کہ مولوی احکام ظاہر کا بہت بڑا اہتمام رکھتے ہیں۔ جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں ہمارے مولویوں کی تعلیم کا خلاصہ ہزار ہا اور احکام ظاہر کی پابندی۔ شریعت طبر روحانی ہو۔ جس طرح طب ابدان میں ہر طرح کے علاج قہر کم کی دوائیں دیکھتے ہو کہ کہیں فصد اور حجامت اور تنقیہ اور پرہیز اور فاقہ ہو کہ یہ سب تدبیریں ضعیف کھنے کی ہیں کہیں ادویہ پیچھے اور تقویٰ بھی ہیں۔ کیوں کہ لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں کوئی درجہ عقل سے بڑھ گیا ہو اُس کو گھٹانے اور نیچے اتارنے کی ضرورت ہو۔ کوئی گر گیا ہو اُس کو اُچکانا اور اُبھارنا ہو بعینہ اسی طرح مذہب میں زہد بھی ہو کہ یہ بمنزلہ تنقیہ ہو مگر وہ کس حالت کے مناسب تھ کہ مسلمانوں میں اس طرح کی دولت پھٹ پڑی تھی کہ مدینہ منورہ میں لوگ زکوٰۃ کا روپیہ بھولی میں بھرے ہوئے لینے پھرتے تھے اور کوئی زکوٰۃ کے لینے کی حامی نہیں پھرتا تھا کیوں کہ شہر شخص خدا کے فضل سے بجائے خود صاحبِ نصیب تھا۔ اور اب بھی خدا مسلمانوں کے ویسے ہی دن پھیرے تو سب پہلا شخص جو تعلیم زہد کی راہ میں ہوں مگر مسلمانوں کی حالت موجودہ تعلیم زہد سے ویسا ہی اُبا رکھتی ہو جیسا کہ ایک بیمار ناتواں کی تنقیہ سے تمول کے لئے ایک درجہ عقل اپنے ذہن میں قرار دو پھر مسلمانوں کے تمول کا واسطہ کالو تو پاؤ گے وہ نسبت جو عدو صبح اور کسور اعشاریہ میں ہوتی ہو بھلا یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ احکام زہد کے مخاطب صحیح وہ لوگ ہوں جن کے پیٹ کو روٹی اور تن کو کپڑا نہیں۔ کیا پیغمبر صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے زمانے میں سب کو صحابہؓ لے فتوے لکھوائے والے پوچھنے والے ۱۲؎ یہاں یعنی شورش دلانے والی ۱۲؎ یعنی اس قدر مال رکھتا تھا جس پر زکوٰۃ دینی لازم آتی ہو ۱۲؎ انکار ۱۲؎ یہ وہ اصحاب ہیں جو وجہ غلبے کے مسجد نبوی میں گزایا کیا کہ تھے ذہن پر دو باش تھی، اگر کچھ کہیں سے کھائے کو آگیا تو خیر ورنہ خوشی سے صبر کیے بیٹھے ۱۲؎۔

کی طرح مفلس محتاج دوسروں کا دست نگر بنانا چاہا سُبْحَانَكَ هَذَا أَجَنًا حَظِيذًا نہیں نہیں۔
 بلکہ مفلسوں کو غمی، محکوموں کو حاکم، رعایا کو بادشاہ و حشیوں کو شائستہ بننے کی ترغیب دی اور
 نہ صرف ترغیب دی بلکہ کر دیا اور کر دکھایا۔ میں اس کو ماننا ہوں کہ ہمارے زمانے کے مولوی
 جن کو طبیب روحانی ہونے کا دعویٰ ہو اُمت محمدیہ کا علاج کر رہے ہیں مگر بالکل بالمشاعلاج۔
 اُمت کے لوگ حد سے زیادہ ضعیف ہو رہے ہیں اور اُن کو زہد کا جُلاب دیا جاتا ہے کہ پرسوں
 مرتے کل مریں اور کل کے مرتے آج۔ اصلی بات یہ ہے کہ اسلام کے لئے تکثیرِ جماعت کے خیال کو
 سر سے نکال ڈالو ہمارے یہاں اسلام کی ایسی حالت نہیں کہ وہ اپنے گروہ کو بڑھا سکے۔ اب
 ہماری ہمت اس میں محصور و مقصور ہوئی چاہئے کہ جماعتِ اسلام کو گٹھنے نہ دیا جائے۔ یعنی
 مسلمان ترکِ اسلام کر کے دوسرے مذہب اور دھپانے کی کیا ضرورت ہو صاف کیوں نہ کہا جائے
 عیسائیت، اختیار نہ کرنے پائیں۔ میرا ایسا خیال ہے کہ مذہب بھی عَلٰی الْاَكْثَرِ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ
 ایک متواتر چیز ہو۔ ایک مسلمان کا بچہ یقیناً بڑا ہو کر مسلمان ہوگا۔ اسی طرح ہندو کا ہندو اور
 عیسائی کا عیسائی۔ کیوں کہ ہر شخص جس سوسائٹی میں پیدا ہوا اور جس سوسائٹی میں اُس نے پورش
 پائی طفولیت سے اُس سوسائٹی کے مذہبی خیالات اُس کے ذہن نشین ہوجاتے ہیں ایک مسلمان عورت اپنے بچہ کو اللہ
 اللہ کہہ کر سلاتی اور اللہ کی مہربانی اور اُسی کے غضب سے دعا دیتی یا کوستی ہو پس وہ بچہ مسلمان تھا
 ماں کے پیٹ میں فطرۃً اور مسلمان ہو ماں کی گود میں تلقیناً۔ اور ساری عمر مسلمان رہے گا تقلیداً
 یہ ہیں معنی مَوْلُو دِیُوْلَہٗ عَلٰی قَطْرَۃِ الْاَسْلَامِ ثُمَّ اَتُوْاہُ بِحَقِّ دَانِہٖ اَوْ یَنْقِصِہٖ اَوْ
 یُجَسِّدِہٖ کے ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک ہندو کسی وجہ سے مسلمان ہوا اور اُس کو تمام عمر
 گوشت نہ بچا۔ کیوں کہ بچپن سے اُس کو گوشت سے نفرت دلائی گئی تھی۔ اُس حضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی ایسا ہوا تھا کہ جو یہود اسلام لاتے وہ اونٹ کے گوشت سے

لے جہان اللہ یہ تو بڑے ہی بہتان کی بات ہو ۱۲ھ محمد ۱۲ھ اکثر مگر جس کو لے چاہے کچھ ہر بچہ اسلام کی
 فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر ماں باپ اُس کے یہودی کریں اُس کو نصرانی کریں اُس کو مجوسی کریں اُس کو ۱۲۔

ہر چیز کرتے اس وجہ سے کہ یہود کے یہاں اونٹ کا گوشت حرام ہے چنانچہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلَاحِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ يَكُونُ
 حَذُوقًا لِلْمُنَافِقِينَ۔ میرے ایک دوست شیعہ سے سُنی ہو گئے۔ اور انھوں نے اپنے خاندان کے
 لوگوں کو مباحثہ و مناظرہ سے سُنی ہونے کی ترغیب دی۔ ایک بی بی کو سب طرف سے بند کیا
 تو انھوں نے کہا تو کیا کہا کہ بیٹھ میں سُنی تو ہو جاؤں مگر مجھ کو ان سوؤں کے لیے اصحابِ شریعت کے
 نام ہی بُرے لگتے ہیں۔ ہاں تو غرض یہ ہے کہ میں مذہب کو متاثر نہ سمجھتا ہوں۔ پھر انسان کے
 معاملات میں سب سے زیادہ عجیب مذہب ہے۔ اس سے بڑھ کر عجیب بات اور کیا ہوگی کہ
 منزل مقصود سب کی ایک اور راستے دیکھو تو پورے کچھ کا اختلاف۔ اس پر طرہ یہ کہ سرگرمی اور
 اس بات کا اذعان کہ جس رستے پر میں چل رہا ہوں پس وہی ٹھیک ہے اور دل کی تسلی تمام
 اہل مذاہب میں کیساں۔ کُلُّ حَرْبٍ بَيْنَنَا لَدَيْهِمْ فِرْحُونٌ ۝

بغوش گل جہند کردہ کہ خندان ست	بغذایب جہ فرمودہ کہ بالان ست
-------------------------------	------------------------------

دنیا کے اعتبار سے دیکھو تو کسی فرقے کو کوئی شے مَنِ الْأَشْيَاءِ نہ عزت ہے۔ نہ نفرت۔ نہ فضیلت۔
 نہ خصومت۔ تو لہذا ناسل صحت و مرض۔ تو نگری و افلاس رنج اور خوشی۔ نیکی اور بدی۔
 موت و حیات کیا چیز ہے جو ایک مذہب والوں میں ہو۔ اور دوسروں میں نہیں۔ اور واقع
 میں یہی بے خصوصیتی اختلاف مذہب کو رفع نہیں ہونے دیتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ خود
 فرماتا ہے۔ وَمَنْ لَا أَنْ يَكُونَ الْإِسْلَامُ أُمَّةً تَوَاحِدًا لَا يَفْعَلُونَ لِكُلِّ فِرْقَةٍ بِلَاؤُكُمْ خَمِينَ لِيُؤْخِذَهُمْ

۱۱۔ اے ایمان والو اسلام میں پوسے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ۱۲۔
 ۱۱۔ موردی ۱۲۔ جہ ایک گردہ اپنے حال میں خوش ہو ۱۳۔ تمام چیزوں سے کسی چیز میں ۱۴۔ اگر یہ بات نہ ہوئی
 کہ سامنے آدمی ایک مُمت ہو جائیں گے تو ہم دُشمن کے ساتھ کفر کرنے والے کے گھر کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور
 شیخ جہاں چاندی کی کہ ان پر چڑھیں اور اُس کے گھروں کے واسطے دروازے اور تخت کہ ان پر نہ کھڑے ہوں۔ اور
 سزا اور نہیں یہ سب کچھ گردنیا کی زندگی کا سامان اور نعمت تیرے رب کے پاس ڈرنے والوں کے واسطے ہے ۱۲۔

سَقَاتُ مِنْ ذِكْرِهِ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَطْرُدُونَ وَلِيُبَيِّنَ عَمَلِ الْغَوَّاصِينَ الْغَوَّاصِينَ الْغَوَّاصِينَ
 وَحُرْقَادٍ وَنَارَ كُلِّ ذِي نَبَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۝
 ہر مذہب میں لوگوں کا ایک ہی طرح کا حال ہے اکثر تو دنیا میں ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ دین و مذہب
 کی طرف مطلقاً تلفت ہی نہیں ہوتے قدرے قلیل پابند مذہب ہوتے ہیں۔ ان میں اکثر اور
 اکثر بھی قریب کس اس خیال کے ہوتے ہیں اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَّبُوا بِكَ لَيَقُولُنَّ اِنَّا وَجَدْنَا
 آبَاءَنَا كَانُوا عَلَىٰ اُمَّةٍ وَاَنَّا عَلٰى اَنۡفُسِنَا مُقْتَدُونَ ۝ غرض مذہب وہ لوگ جو تحقیق کے
 ساتھ کسی خاص مذہب کو اختیار کرتے ہیں مگر تحقیقات کا نتیجہ ہم نے تو اکثر یہی دیکھا ہے کہ آدمی
 جس مذہب میں پیدا ہوا اور جس کی خوبی بچپن سے اُس کے ذہن میں بیٹھ چکی ہے۔ تحقیقات کے
 بعد بھی اُسی پر قائم رہتا ہے۔ وہ اگر اس مذہب کے مقدمات میں کیس پانی مارتا ہوا دیکھتا ہے تو
 تو اُس میں تاویلات گھر گھر اگر من سمجھوتی کر لیا کرتا ہے یَدُ خَلُوتٍ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفُوْا جَاۡئِیْ
 دُنْ گئے۔ اب کوئی اکاؤنٹ تبدیل مذہب کرتا بھی ہے تو اُس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً دو بڑے
 تالابوں میں چند قطرے ایک تالاب میں سے لے کر دوسرے میں ڈال دو تو اس سے نہ وہ تالاب
 خشک ہو گا جس میں سے دو ہونے لگیں اور نہ وہ تالاب اُبل پڑے گا جس میں دو ہونے لگیں
 اور آئیں۔ خلاصہ مقصود یہ ہے کہ ہم کو بخیر گروہ مسلمانان کے فکر سے فارغ رہنا چاہیے اس سے کہیں
 زیادہ بکار آمد اور مفید اور عند اللہ و عند الرسول مقبول یہ ہے۔ کہ ہم عام مسلمانوں کی اصلاح پر
 متوجہ ہوں۔ اور عجب نہیں کہ یہ تدبیر امر کا زنجیر جماعت اسلام کا بھی موجب ہو۔ نیز زمانہ کا
 کامپیشن کا پوئیں سمجھنا چاہیے کہ جتنے اہل مذاہب ہیں سب ایک قسم کے دکاندار ہیں جو کتا در خریداروں کو اپنی
 طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ کامپیشن کی صورت میں جو تدبیر ایک دکاندار اپنی دکان کی رونق کے
 لیے اختیار کرتا ہے وہی یہی تدبیر ہم کو کرنی ہوگی کہ ہمارے پاس خریدار کی ضرورت کی سب چیزیں
 ۱۵ جہاں ہم نے پایا اپنے ہاتھوں کو اسی طرح کرتے ہیں ہم نے پایا اپنے ہاتھوں کو ایک راہ پر ہم ان کی
 پیروی کرتے ہیں ۱۵ اللہ کے دین میں گروہ گروہ داخل ہونے لگے ۱۵ مقابلہ و بمناشی ہونے

مسیا ہوں۔ سو میں۔ مال بھی عمدہ ہودہ بھی ہو۔ ارزاں ہو ارزاں بھی ہو۔ چیزیں عمدہ طرح پر سجائی گئی ہوں۔ خریداروں کے ساتھ ہمارا برتاؤ رفق و نرمی کے ساتھ ہو۔ بس ان دو باتوں میں کمی ہو۔ اور ان ہی دو باتوں کی طرف میں عام مسلمانوں کو اور خاص کر ممبرانِ انجمنِ حمایتِ اسلام کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے مذہبی احکام جن کو میں نے مالِ تجارت سے تشبیہ دی فی حدِ ذاتہا نہایت عمدہ ہیں مگر ہم مسلمان ان کو ایسے طور پر عمل میں نہیں لاتے کہ ان کی مددگی ظاہر ہو۔ اور لوگ اسلام کو نظرِ استہسان سے دیکھیں۔ آپ صاحب مجھ کو اس بات کے کہنے سے معاف رکھیں گے کہ انجمنِ حمایتِ اسلام اپنے پندار میں ایسا خیال کرتی ہو کہ اسلام پانچ کی طرف سے خطر ہو۔ وہ ڈرہی ہو کہ ایسا نہ ہو جس طرح عیسائیوں نے مسلمانوں کی سلطنتِ دہالی کہیں مذہب پر بھی دست درازی نہ کریں۔ اور میرا یہ حال ہو کہ میں خلیج کی طرف سے بالکل مطمئن ہوں۔ اس سے کہ پادریوں نے دو چار لاوارث بچے لے جا کر عیسائی کر ڈالے۔ اسلام کا ان شارالہ بال بھی بیٹکا نہیں ہوتا۔ میں آپ صاحبوں سے سچ کہتا ہوں کہ اسلام کو جو کچھ خطر ہو ہم ہی مسلمانوں سے ہو جو اس کے نام لیا ہوں ۵

امن از بیگانگان مہرگز نہ خالم	کہ با من مہرچہ کہ داناں افشاگرد
-------------------------------	---------------------------------

اسلام کوئی شو منفر و موجودنی الخارج نہیں۔ بلکہ ہم مسلمانوں کے اطوار و عادات و معاملات و عقائد و اقوال و افعال کا نام ہو۔ اسلام کی حمایت و حفاظت تا ابد ہم دردی یا جو کچھ کہو سب کا بہترین پیرا ہے۔ یہ ہو کہ مسلمانوں کی اصلاح کی جائے۔ سب سے زیادہ ضروری اور عیبِ مقدم تو یہ ہو کہ مسلمانوں میں صلحِ کاری اور ساز و کارِ رسی کی صفت پیدا کی جائے نہ صرف آپس میں بلکہ دوسری قوموں کے ساتھ مسلمانوں کی عملی کارروائیوں نے دوسری قوموں کے ذہن نشین کر دیا ہو کہ مسلمان دوسرے قوموں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ رکھ نہیں سکتے جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا۔ ہم نے شروع آور فرمانِ روا قوموں کے استمالِ قلوب کی پروا نہیں کی۔ جب ملک گھر کی حکومت رہی

۱۲۔ لیے کوئی چیز ملی عمدہ جو آنکھوں سے دکھائی دے۔

غلطی کا کوئی گزند مرتب نہ ہوا۔ زوال سلطنت کے بعد سے مسلمانوں کا قریب قریب ایسا ہی حال
ہر جیسے دانتوں میں زبان روئے زمین پر سوائے خدا کے کوئی ان کا دوست نہیں اور نہ صرف
یہ کہ دوست نہیں بلکہ لوگ بھلی کسانیاں یاد کر کے درپردہ انتقام رہتے ہیں۔ میں کتا ہوں اگر خدا نخواستہ
ہندوستان پر انگریز مسلط نہ ہوتے یا ہوتے اور خدا نخواستہ ان کی طبیعت دوسروں کی طرح کی کش
واقع ہوئی ہوتی تو آج ہم مسلمانوں کی کیسی گت ہوتی۔ ہر چند واقعات جو صفحات تاریخ میں ثبت
ہو چکے کسی کے میٹھے نہیں مٹ سکتے۔ لیکن اگر ہم تلافی یافت کرنی چاہیں گو دوسری قوموں کو دوست
نہ بنا سکیں مگر ان کی شورش عداوت کو تو ضرور فرو کر سکیں گے۔ کیا اسلام کے لئے سلطنت کا ہو نا شرط
ہی۔ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغمبری کے پہلے کیا رہ برس کس طرح کفار مکہ میں گزارے
تھے۔ یا روشکر کو کہ ہم کو ہندوستان میں ولیا ابتلا نہیں بلکہ سچ لوجھو تو مطلق ابتلا نہیں۔ ہم ہی
دوسروں کو نہ دیکھ سکیں تو اور بات ہو ورنہ کوئی ہمارے مذہب سے مزاحم نہیں متعرض نہیں۔ پیغمبر
تمام داد و دلا کیوں اور فریاد کس لئے۔ بات صاف صاف یہ ہو کہ ہم لوگ اس ملک میں مکمل ہیں مغلوب ہیں ضعیف
ہیں اور اپنی حالت پیش نظر رکھ کر مذہب کو نباہنا ہو۔ خدا نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا کہ ہمیشہ ہمیشہ
مسلمان تمام روئے زمین پر سلطنت کریں گے۔ بلکہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اسلام کے
بائے میں پیش گوئی کی بھی تو یہ کی تبتذ او غیر نبیاد سیمعوذ غیر نبیاد بے شک سلطنت بھی ایک
رحمت تھی اور وہ ان کو ملتی ہو جو اس کی صلاحیت رکھتے ہوں تو لقد گت بنا فی الزبور میں بعد
الذکر ان الارضین یوحنا عبادی الصالحون ہم میں جب تک صلاحیت رہی سلطنت ہی انہی لوگ
عند اللہ صلاحیت والے ہیں سلطنت پر مسلط ہیں کسی کے دل میں یہ دوسو ستر گز سے کہ سلطنت
اور نبیاء مذہب کے مقبول اور نامقبول ہونے کی کسوٹی ہو۔ یہ انتقام اتنی ہیں دوسرے مصالح پر
جنی تلافی انکما تم تکلوا لھما باین الناس۔ یہ میرا خیال ہو کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
لے کر قاری آزمائش ۱۱۵ غریب حالت میں شرمع ہوا اور من قرعہ یب حالت کی طرف ہو کرے گا انکم ہم نے
کھدیا زبور میں نصیحت کے بعد کہ زمین کے وارث میرے نمکوندے ہوں گے ۱۱۵ انہوں کو ہم لوگوں میں پہنچاتے ہیں

جو دو مقناقص حالتیں مغلوبیت و غلبہ اور عسروائسیر کی گزریں ہو نہ ہو اس میں یہ حکمت مضمر ہے ہوگی کہ مسلمانوں کو ملائم و ناملائم ہر طرح کی صورت میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ دکھا دیا جائے مسلمانوں کو دوسری قوموں کی پس منظر کی تعدی کرنے کی قدرت تو باقی نہیں لیکن ان کے برتاؤ میں جتنی اور جیسی چاہئے سازگاری بھی نہیں۔ جو لوگ ہم میں کے خواہم ہیں ان کو ہندوؤں سے بچنے کے لئے ایک ادنیٰ سا بہانہ بس کرتا ہو۔ رہے عیسائی معلوم ہے کہ وقع کے عالم دولت اور عزت کے منہج ہیں اور کچھ نہیں تو ان کے ساتھ مذہبی مباحثہ میں وہ احتیاط جس کا پاس ایک قوم مغلوب کو ہمہ وقت ہونا چاہئے ضرورت ہو جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ وہ دنیاوی منتفعین بھی ضرورت ہوتی ہیں یا ان کے فوت ہونے کا ضرر و خطر ہو جن کے لئے خدا نے ہم کو عیسائیوں کا دست نگر بنا دیا ہو۔ کوئی ہے ایسا ضابطہ کہ مذہبی مخالفت کو پر خاش اور خدا اور بے اعتمادی کی حد تک تجاوز ہوئے دے۔ ذرا اپنے نفس کی احتیاط کر دو اور خدا کے لئے دیا میں رہ کر کچھ کچھ کو مست دشمن بناؤ جو جن دنیا میں بہت دن خار بن کر رہ چکے۔ اب گل ہو کر ہو۔ تم کو یقین آئے یا نہ آئے۔ اگر یقین کر دو گے تو مجھے کیا بخش دو گے **فَمَا آتَانِي اللَّهُ خَيْرًا مِّمَّا آتَاكُمْ** اور اگر یقین نہ کرو گے تو مجھ سے لیا چھین لو گے میں سچے دل سے تم سب کے روبرو کتا ہوں کہ میں خدا کے فضل سے مسلمان ہوں۔ بلکہ کسی قدر متعصب مسلمان۔ یہاں تک کہ میں خود انگریزی بوٹ کا پہنا بھی پسند نہیں کرتا ہر چند جانتا ہوں کہ لباس کو مذہب میں کچھ دخل نہیں۔ مگر میں نے کہا کہ مجھ میں تھوڑا سا تعصب ہے۔ میرا مزاج خلعت کدے سر و گو و واقع ہوا ہو یا بس مجھ میں مسلمانوں کا فادے کی نظر سے باہر رکھتا ہوں کہ مسلمانوں کی جنتی حیثیت اور وحشت اور نفرت نصاریٰ سے ہے۔ مصلحت وقت کے خلاف ہے۔ اس زمانے کے نصاریٰ وہی نصاریٰ ہیں جو پیغمبر صاحب صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھے۔ وہی عقائد ہیں۔ وہی مکمل ہیں۔ ان ہی کی نسبت خدا فرماتا

۱۵۔ مخفی ۱۲۔ ۱۳۔ سر مشمر ۱۲۔ ۱۳۔ یعنی اس کی طرف متجاوز نہ ہونے دے ۱۲۔ ۱۳۔ باز پر ۲

۱۵۔ جو کچھ مجھ کو اللہ نے دیا جو وہ اس سے بہتر ہو جو تم کو دیا ہو۔ ۱۲۔

۱۵۔ قدرت نا پسند ۱۳۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا أَوَّلَ مَا لَکُمْ جَهَنَّمُ
 مَوْءَدًا لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ تَالُوا الْأَفْئَادَ لَکُمُ تُوفَرُ کَانَ مَرْدُودَ هَوَانٍ وَقَوْلُ کَاکَہِ اِسْلَامِ بِسِرِّ عَرِیْنِ تَحَاوَرِ
 دوسرے قوموں کی دوستی اور دشمنی دونوں سے متغنی۔ اب ہمارے بتاؤ کو دیکھو تو ہم نے ابا عبد کو
 اقارب بنا رکھا ہے اور اقارب کو اباء اور کس حال میں کہ ہم محتاج ہیں اور نصاریٰ محتاج الیہ۔
 ہم حکوم ہیں اور نصاریٰ حاکم فعل رکھتے ہو۔ شعور رکھتے ہو۔ سود و زبیاں میں تیز کرنے کی سہ
 رکھتے ہو۔

مصلحت میں دکار آسان کن

من بخویم کہ ایں کن آں کن

اگر ہم کو سوسائٹی کی ضرورت ہو تو اس کی بھی ضرورت ہو کہ ہم اُس سوسائٹی سے جہاں تک ممکن
 ہو پورا پورا فائدہ حاصل کریں۔ لیکن جب سوسائٹی کے خیالات ہماری نسبت یہ ہوں کہ ہم کو
 ڈیجیٹل، مغرور، بخود غلط، سرکش، تڑے، سیکڑی باز سلڑنے کو موجود، جھگڑنے کو تیار خیال کرتے
 ہوں تو بس معلوم ہو کہ ہم کو سوسائٹی کی منفعتیں بہما حاصل نہیں میرے خاندان میں دکانیں
 اور مکانات کی قسم سے کچھ جائیداد جو ہم لوگ ہمیشہ ہندو کو ایدہ دار کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیوں کہ اُس
 کو ایمانی اور پورا اور فی الوقت وصول ہو جاتا ہو۔ مجھے ایک بندہ سبک مسلمان پی کلکٹر کا حال معلوم
 ہو کہ کن کی پھری میں ادنیٰ درجے کی محررمی خالی ہوتی تو اُس کا ہندو کو رکھتے اس خیال سے
 کہ ہندو دور کر کام کرتا ہو۔ محنت سے جان نہیں بچاتا میں نے بہاے خود آرمیا تو ان کا خیال
 صحیح تھا۔ ہمارے لوگ تعافض کے لئے اکثر مسلمان پیادوں کو رکھتے ہیں۔ کیوں کہ جانتے ہیں
 کہ مسلمان سخت گیر ہوتے ہیں۔ حد خود داری تک تو ان باتوں کا مضایقہ نہیں۔ اس سے
 زیادہ میرے نزدیک داخل عیب ہے اور تھمن حیث الما شکر فی خود مسلمانوں کے حق میں مض
 سخت مضمر۔ عرض جہاں تک مسلمان دوسری قوموں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

لے تو سخت دشمن ہونوں کا یہودیوں اور شرکوں کو پائے گا۔ دوستی میں بہت قیاب ایمان والوں کا اُن کو پائے گا،
 اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں اُسے اپنی دور کے لوگوں کو قریب سمجھا اور توجہ کو گول کو دیکھ کر دیکھ کر

اگرچہ وہ حقارت مذہبی ہی اعتبار سے کیوں نہ ہو۔ مسلمانوں کے اس طرز مزاج سے میں ہرگز راضی نہیں
دوسروں کو برسرِ غلط کھجور اور بے شک وہ برسرِ غلط ہیں لیکن غلطی کی وجہ سے وہ لوگ قابلِ رحم ہیں
نہ لایقِ نفرت۔ میں جانتا ہوں کہ انھن حمایتِ اسلام کا یہ مقصد نہیں۔ لیکن مذہبی رد و تکد میں خواہی
خواہی دوسرے کے بموجب نظر پڑنے لگتی ہے۔ اس سے کہ ہم دوسروں کے عیب نکالیں بہت زیادہ
مفید ہو گا کہ ہم اپنے ہی عیوب کی تفتیش میں مصروف ہوں۔ میرا منصب و خطا کا نہیں۔ لیکن اگر میں اپنے
نفس پر وہ سرے مسلمانوں کو قیاس کروں تو ہمارا حال سخت افسوس کے قابل ہے۔

مگر مسلمانی ہمیں بہت کہ مامے دار کیم

دائے اردو پس امر وزیر بود فر دے

نیا وہ کہنے کی فرصت نہیں اور شاید موقع و محل بھی نہیں رہے گا۔ دُور اپنے ایمان کو توجہ نہیں دیتی۔ یہی شک
ہو یا نہیں۔ اسلام کا لب لباب یا اُس کی غرض و قیامت جو کچھ کو خدا کی توحید ہو یہی چیز اصل دین بھی
اور اسی کو ساری دنیا نے یہاں تک کہ اہل کتاب نے مشتبہ اور حیران دل کر رکھا تھا اور اسی کو صرف
اور خالص اور پاک اور متین اور مضبوط اور مستحکم اور شہید کرنے کو ہمارے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مبعوث ہوئے سارا قرآن میں اَدْلَہِ اِلٰی الْاٰخِرِۃ توحید میں سرشار ہو چلے چلے سے توحید پُری ٹپک
رہی ہو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں چٹم پوٹھی اور درگزر اور تالیفِ قلوب اور
آسانی کی کچھ انتہا نہ تھی صرف دنیاوی امور میں نہیں بلکہ مذہبی امور میں بھی۔ حجۃ الوداع میں کوئی
کتا بچہ سے فلاں رُکن فوت ہو گیا آپ فرماتے لَآ بَأْسَ۔ کوئی عرض کرتا یا حضرت ارکان
میں بے ترتیبی ہوئی ارشاد ہوتا کہ لَآ بَأْسَ۔ مسجد نبوی میں ایک بے ترتیبی کوئلے لگا۔ لوگ ہانپنے دوٹپے
فرمایا اس کو کھینچنا سے خارج ہو لینے دو پھر نرمی سے سمجھا دیا۔ مسجد عبادت کے لیے ہو ہمارا شے بدر
کے بارے میں باوجودیکہ صحاب نے قتل کی رائے دی حضرت نے فتنہ لے کر چھڑ دیا۔ ایک منافق
مرا اُس کے بیٹے نے التماس کیا کہ حضرت اس کے جنازے کی نماز پڑھیں۔ آپ منع کرتے کرتے راضی

۱۰ مشهور ۱۱ پیغمبر صاحب کا آخری حج ۱۲ اس کے کچھ حرج نہیں ۱۳ اس کے پیشاب ۱۴ اس کے جنگ بدر میں جو لوگ قتل ہوئے

تھے ان کو اسرارے بدکتے ہیں۔ اسیر بھی قیدی سارے ہی جمع ۱۲۰۰ تا ۱۳۰۰

ہو گئے۔ جب کبھی حضرت کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا۔ آپ ہمیشہ سہولت کا پہلو اختیار کرتے تھے۔ اُنس کہتے ہیں۔ میں نے دس برس خدمت کی۔ کبھی کسی بات پر مجھ کو ملامت کی ہی نہیں لگھری میں جو کچھ پکنا خوشی سے کھا لیتے اور نہ بھاتا تو مونہ سے کھانے کو بڑا نہ کہتے حلیم کعبہ کو صرف اس وجہ سے داخل کعبہ نہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ نئی بات بکھر کر بکھار کر میں غرض سب باتوں میں نرمی تھی۔

اور نہیں تھی تو توحید کے بارے میں۔ فتح بدر کے بعد راکیاں شاد پانے گانے لگیں۔ آپ خاموش لیٹے ہوئے سنا کیے۔ جب انہوں نے کہا کہ ہم میں پیغمبر خلیل داں ہو جھٹ آپ نے روکا۔ صحابہ نے چاہا کہ فارس کے قاصد کے مطابق قیام آجہ کریں منع فرمایا بلکہ لوگوں کے کھڑے ہونے سے بھی ناخوش ہوتے تھے۔ اس خیال سے کہ مبادا میرے پیچھے لوگ پرستش کرنے لگیں وصیت کی کہ میری قبر میں نہ بنانا۔ خلاصہ یہ ہو کہ جب تک زندہ رہے توحید کی رخنہ بند یوں میں لگے ہے اب اُسی خدا پرست پیغمبر کی است

کو دیکھتے ہیں۔ قبر پرست۔ پیر پرست۔ تعزیر پرست۔ رسم پرست۔ اولاد پرست۔ تدبیر پرست۔ خواہش پرست یعنی روزمرہ کی حاجتوں میں تو ہم کو اس کی ضرورت پڑتی نہیں کہ بیٹھے بٹھائے خدا کو تکلیف دیں اولاد نوکری۔ تن درستی۔ دوستی۔ دشمنی۔ ہار جیت۔ میں نہیں سمجھتا کون سا مطلب ہی جو خدا کے بدون اٹکنا ہے۔ اور اُس کو کوئی نہ کوئی زندہ یا مردہ سالک یا مجدد و نبی خیر لوہا نہ کر سکے۔ یوں تو اپنے ذہنی

اپنے مونہ سے کوئی کیوں کھٹا کٹے لگا۔ لیکن غیر ملک کے کسی ناواقف شخص کو آنے دو وہ ہندوئی اور مسلمانوں میں اگر فرق پائے گا تو اسی قدر کہ ہندو اپنے بزرگوں کی پرستش کرتے ہیں اور مسلمان اپنے بزرگوں کی۔ مسلمانوں کو توحید کے بارے میں متزلزل دیکھ کریں ذرا بھی تعجب نہیں کرتا یہ جلد ہی ^{میں} مُزَلَّہُ الْأَقْدَامِ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ وَاللَّهُ وَهُمْ مُشْرِكُونَ لیکن اسبۂ تعجب کی بات یہ ہو کہ وہی یا اُسی قسم کے افعال دوسری قوموں کا آدمی کرے تو شرک اور مسلمان اس سے

لے غائد کہہ کے پہلوں بلکہ ہر جہل میں داخل کہہ تھی اور ان کہے سے خارج ہو گلو ان میں اُس کو شامل کر لیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ پیش جس کے ہوش و حواس درست ہوں اور اُنہ جو اپنے آپ میں نہ ہو۔ اُنہ قوموں کے چسکتے کی جگہ۔ اصابت سے ان میں اندک کو اتنے بھی ہیں تو ساتھ ہی شرک بھی کرتے ہیں۔

بدتر سے بدتر بھی کرے پھر موجد کا موجد تو حید کیا ہو۔ بی بی تیز کا وضو ہو کہ وہ کسی طرح ٹوٹنا ہی نہیں
تاویل میں جو مسلمانوں کے موجد سے سنی ہیں وہ اسی قسم کی ہیں جو دوسرے لوگ کیا کرتے ہیں اور کہا
کرتے ہیں هُوَ لَا يَشْفَعُ عِنْدَ اللَّهِ مَا قَعِدُوا هُمْ إِلَّا لِيُقَرَّبُوا إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمْ يَسْمَعُونَ
نہیں جھگڑا نہیں باختر نہیں پس کی بات پر بحث کرنے پر آؤ تو کوئی بھی مجھ کو بند کر دے گا وَاَنْ كَانَ الْاِنْسَانُ
اَلْكُوْهُنَّ حِكْمًا لِّكَيْنَ مَعَالِمُ خَدَا هُوَ يُعَلِّمُ حَاجَةً الْاَعْمٰی وَ مَا خَفِيَ الصُّدُورِ

زدرت از پیش میسرود با ما	با خدا وند غیب داں نرود
--------------------------	-------------------------

تھوڑی دیر تعصب کو دور کر کے نظر انصاف سے دیکھو کہ عموماً مسلمان اس بلا میں مبتلا ہیں یا نہیں
تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہو کہ پہلے اپنے ایمان کو تو ٹھیک کر تو ب ہی دوسروں کے پیچھے پڑنا ہے

رند خراب حال کو زاهد نہ چہر تو	تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی نظیر تو
--------------------------------	-----------------------------------

مسلمان کہلانے بلکہ ہونے سے آدمی مومن نہیں ہو جاتا اور مومن ہونے بغیر نجات نہیں یہی
طرح کی بات ہو

بس کہ دشوار ہی ہر چیز کا آسان ہونا	آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
------------------------------------	----------------------------------

میں قرآن کی ایک آیت پڑھتا ہوں جس سے اسلام اور ایمان کا فرق ظاہر ہو گا قَالَتِ الْيَهُودُ
اَمَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ كُنُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ اِنْ تُطِيعُوْا
وَرِسُوْلًا لَا يَلِيْكُمْ مِنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ عَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پھر آپ ہی مومن کی شناخت
بتاتے ہیں اَمَّا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرِسُوْلِهِ ثُمَّ لَمْ يَزَالُوْا اَوْجَاهَهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ
سُوءًا وَّهِيَ جَارَةٌ مِّنْ اَعْيُنِهِمْ فَاسْأَلُوْا بَنِي اِسْرٰٓءِيْلَ كَيْفَ كَانَتْ اٰيَةُ اللّٰهِ اِلَيْهِمْ اَنْ يَّخْرُجَ

زیادہ جگہ ۱۲۷۰ آنکھوں کی جوڑی اور سینے کی چھپی باتوں کو جانتا ہو ۱۲۷۱ میرٹ ۱۲۷۲ کہ اعراب نے ایمان لائے
کہ نہیں ایمان لائے تم بلکہ کہو کہ اسلام لائے ہم اور ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اور اگر تم ایمان لائے
میں کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا اللہ بخشنے والا مہربان ہو ۱۲۷۳ ایمان طے ہو گیا
جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے کچھ کس قسم کا شک نہیں کیا اور اللہ کے ستے میں اپنے مالوں و مایہ جانی جانوں کو قربان کی سچائی ہو

وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ۔ ایمان اور اُس میں شکی شبہ کا
 خطورہ نہ کرنا عملِ قلب ہو۔ اور اگرچہ اس کے آثار بھی آدمی کے اقوال و افعال حرکات و سکنات پر
 مترتب ہوتے ہیں۔ تاہم کوئی دوسرا شخص کسی کے مافی الضمیر پر مطلع ہو نہیں سکتا۔ مگر یہ کہ وہی
 شخص بجائے خود اپنے نفس کا اعتبار کر کے دیکھے کہ کہاں تک اٰمَنُوْا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ
 لَعَنَ یَوْمَئِذٍ الْکٰفِرِیْنَ کا مصداق ہو۔ ہاں جَاہِدُوْا اِیْمًا مَّوٰلِہِمْ وَاَنْفُسُہِمْ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ یعنی
 جان و مال سے اللہ کی راہ میں کوشش کرنا ایک ایسا امر ہے جس کو ہر کوئی دیکھ سکتا ہے سو خدا
 کی راہ کے بہت سے راستے ہیں۔ سب سے بہتر اور زمانے کی ضرورتوں کے ٹھیک مطابق وہ ہے
 جو انجمن حمایت اسلام نے اختیار کر رکھا ہے۔ پس اس انجمن کو معمولی اور سرسری طور کی انجمن نہ سمجھو۔
 یہ انجمن کسوٹی پر ہے۔ کاسچے کی۔ ایمان کی۔ میں تو اس انجمن کے بارے میں دو ٹوک ملے رکھتا ہوں
 یا تو سب مسلمان مل کر اس کو باد و مٹا دو۔ یا رکھتے ہو تو اس کو اسلام کی شان کے مطابق بنا کر
 رکھو۔ یہ اونچی و کان اور پھیکا بچوان تو بڑی شرم کی بات ہے۔ انجمن حمایت اسلام اور گھر گھر
 چٹکی چٹکی آٹا مانگے۔ چار چار آنے کے پیسوں پر وہ بھی ماہواری یا سیدھی طرح کیوں نہیں کہتے۔
 دھیلے روز کی کوڑیوں پر اس کی ممبری ماری ماری پھرے جن کو مقدور نہیں اَلَّذِیْنَ لَا یُحِبُّوْنَ
 اِلَّا لِحُبِّہُمْ اُنْ کی تو آنے کی چٹکی بھی اکسیر کی چٹکی ہے۔ مگر مال و دولت والے۔ عزت و
 حکومت والے۔ نام و نمود والے۔ شان و شوکت والے۔ ساز و سامان والے۔ کس خواب
 غفلت میں ہیں۔ الین محبت الہی تمام ہو چکی۔ اگر اسلام سچا ہو تو ضرور باز خواہشت ہونی ہو۔ مانا کہ
 مسلمانوں میں اگلی سی فراغت نہیں رہی مگر کرنے پر او تو سب کچھ کر سکتے ہو۔ قطرہ قطرہ جمع ہو کر
 دریا بن جاتا ہو۔ کون کہتا ہے کہ پیٹ کاٹ کر دو اپنی اپنی جگہ سوچو۔ ایک تنفس ایسا نہیں
 جس کی آمدنی کا بڑا حصہ لغو اور فضول اور نامشروع طور پر ضائع نہ جاتا ہو۔ بندگانِ خدا
 حامیان اسلام کی فہرست میں اپنا نام تو لکھو اور رکھو۔ داشتہ آید بکار۔ اب یہ وقت ہے کہ
 جس کو اپنی مشقت کی مزدوری کے سوا کچھ نہیں ملتا ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

مانگا جاتا ہے۔ اور تمہارے دل سے نہیں نکلتا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ایک دن ہو گا کہ زبردستی سر پر کڑے کھا کر دینا چاہو گے اور نہیں لیا جائے گا۔ يَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَانَتْ عَمَلًا بِ يَوْمِئِذٍ بِبَيْنِهِ وَصَاحِبَتِهِ وَآخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْفِخُ فِي صُورٍ مِغْرَافٍ کہو کہ ماقبت اور عاقبت کی باتیں ہم کو افسانہ معلوم ہوتی ہیں اور ہم اگر مسلمان ہیں تو دے ہی مسلمان ہیں جیسے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے اعراب وہ کہتے تھے اَمَنَّا اور خدا فرماتا تھا اَلَمْ تَوْفَّقُوا وَلَكِنْ قَوْلًا اَسْلَمْنَا وَلَسْتَ اِدْخُلُ الْاِيْمَانَ فِي قُلُوبِكُمْ خیر عاقبت سے قطع نظر کہ تو دنیا ہی ہیں ان لوگوں ہی بہتری ہو رہی ہو ورنہ اس سلطنت کا جو مجھے بھی خیال ہی نہیں آتا اس یہودہ بنے میسر نامنظم سلطنت سے تو ہم انگریزی عہداری میں بڑے ہی امن میں سے ہیں مجھ کو جس بات کا قلع یہودہ یہ کہ ہم دوسری رعایا سے لیاقت میں خوش حالی میں۔ عزت میں قریب حکام میں بہتر نہ ہوں تو یہ بھی اور پس ماندہ اور بدتر بھی نہ ہوں۔ وہ بھی تو مسلمان ہی تھے جنہوں نے اسلام کے بل بوتے پر ایک سلطنت بنا کر رکھی۔ اور ایک مسلمان ہم میں کہ سب کچھ کھو کر اب روٹیوں کے لالے پڑے ہیں۔ سوچنے کی بات ہو کہ آخر وہ کیا چیز تھی جو ان دفتروں کے مسلمانوں میں تھی، یہم آج کل کے مسلمانوں میں نہیں۔ میں بتاؤں۔ وہ ہم درودی اور انوث اسلامی تھی۔ اُن لوگوں کا حال یہ تھا کہ کفار کے ہاتھوں سے تنگ اگرچہ مسلمان پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکے سے ہجرت کر کے مدینے میں آجسے مہاجرین کہلاتے تھے۔ یہ لوگ نہایت بے سرو سامان تھے۔ کیوں کہ بھاگ کر اور چپ کرائے تھے یہاں تک کہ بعض کے تو رہنے اور کھانے تک کا ٹھکانا نہ تھا۔ اگر مدینے کے لوگ جو انصار کہلاتے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے مصیبت کے وقت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے مہاجرین کی ہر طرح کی مدد کی تھی۔

۱۱۵ قسم جو اس ذات کی جس کے ہاتھ میں یہی جان ہے ۱۱۵ پسند کرے گا مجھ کو کہ کاش آج کے عذاب کے بدلے اپنے بیٹے۔ بیوی۔ بھائی۔ اپنے کنبے جن کو وہ پناہ دیتا تھا اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو فدیہ دیتے ہیں دینے اور چھوٹ جائے۔ ہرگز نہ ہو گا۔ ۱۱۵ نہیں ایمان لائے تم بلکہ کو تم اسلام لائے ہم اور ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا ۱۱۲۔

خدا خواستہ ہم جیسے تنہا خور-تنگ چشم- خود فرض مسلمان رہے ہوتے تو پچھارے مہاجرین پر دیس میں فقر و فاقہ سے ہلاک ہو گئے ہوتے۔ لیکن انصار نے انہیں رہنے کو مکان دیے۔ اپنے یہاں مہمان کیا مہمان نوازی کے قاعدے سے خاطر و مدارات کی۔ یہاں تک کہ انصار میں سے ایک شخص کے پاس جاہلیت کے دستور کے مطابق متعدد بیعیاں تھیں انہوں نے ایک بی بی کو طلاق دے کر اپنے بھائی مہاجر کا گھر آباد کر دیا۔ پھر تمام انصار نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت ہمارے بھائی مہاجر ٹھہرے پر دیسی یہاں ان کی کوئی معاش نہیں۔ ہمارے باغات ہیں ان میں اور ہم میں بانٹ دیجئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں تمہارے باغات تم کو مبارک ہیں تمہارا کافی ہے کہ ہم غریب غلوں کو مفت و شفقت میں شریک کر لو اور پیداوار میں حصہ بانٹ دیا کرو ایک مال غنیمت میں مہاجر کو محتاج نہ دیکھ کر حضرت نے کچھ زیادہ حصہ دے دیا۔ انصار میں سے بعض نوجوان آدمی اپنی جگہ ناخوش سے ہوئے حضرت کو خبر پہنچی۔ آپ نے انصار کو جمع کر کے اس کی وجہ بھائی اور فرمایا کیا تم اس سے راضی نہیں کہ اللہ اور اللہ کا رسول تمہارے حصے میں ہوں۔ تمام انصار یک زبان ہو کر بول اٹھے کہ یا حضرت ہم بخوشی اجازت دیتے ہیں کہ ہمارے حصے کا مال بھی مہاجرین کو دیجئے۔ بھائیو میں تم کو کچھ نہیں کہتا اللہ اعلم بھائی انفسیکم مگر میں اپنے ایمان کو ان لوگوں کے ایمان سے ملاتا ہوں۔ تو خدا کی قسم اسلام کا نام لیتے ہوئے مجھ کو شرم آتی ہو۔

عار و ارکضہ را سلام من

واسے بر من واسے بر انجام من

غرض ان لوگوں میں اس درجہ کی اخوت اور یک جہتی تھی جس کے لئے پر انہوں نے اسلامی سلطنت قائم کی۔ اب اخوت کی جگہ لڑائی ہو۔ جھگڑا ہو۔ عداوت ہو۔ جسد ہی بھوٹ ہو۔ بنو ہاشم جو ایک کو ایک نہیں دیکھ سکتا۔ اگر زید کو بیٹ بھر کر روٹی مل گئی تو اس کے بڑوس واسے فاقہ کریں تو اس کی بلا سے اور محبوب کے مرے تو اس کی بلا سے۔ اس کے پاس اگر دقت برود کا سامان ہو تو مجھ لئے کہو جس پھیل ۱۷۰۰ خدا ہی خوب جانتا ہو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہو ۱۲۰۰ بھائی ہندی ۱۲۰۰ ہے سردی کو دور کرنے کا سامان ۱۲۰۰۔

ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر فی الواقع انگریزی تعلیم سے اسلام کو مثلاً روپے میں دو آنے خدشہ ہو تو عیسائیت کو اٹھارہ آنے۔ لوگوں کو معجزات۔ ہزار ہا تعجبات۔ آسمان۔ فرشتے۔ جنات۔ دوزخ۔ بہشت کیا ہو۔ جو عیسائیوں میں نہیں۔ تو اگر تعلیم انگریزی مذہب سے آزادی کھاتی ہوتی خود پادری کب اس کو جائز رکھتے انگریزوں میں مذہبی تعصب اس درجہ کا ہو کہ وہ کون کون سے کیتھولک عیسے کے لارڈ رپن گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے تو ایک غل سا چ گیا۔ مسٹر پارنل نے انہیں پر حلف لینے سے انکار کیا تو سب کے سب مارنے کو پہلے۔ یوں مذہبی باتوں میں غفلت اور سہل انکاری سبھی سے ہوتی ہو۔ مگر اس سے لا مذہبی کا الزام عاید حال نہیں ہوتا یہ بات البتہ غور کرنے کی ہے کہ اگر انگریزی تعلیم لا مذہبی کی محرک نہیں تو انگریزی خوان متزلزل العقیدہ کیوں ہوتے ہیں مُدَّ بَدَّ یَمِیْنُ یَمِیْنُ ذٰلِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا هُوَ لَا اِلٰہَ اِلَّا هُوَ لَا اِلٰہَ اِلَّا هُوَ اس بارے میں یہ خیال یہ ہو کہ ہماری سوسائٹی کا تصور ہو اگر ہمارے گھروں میں مرد اور عورت مذہب کے پابند ہوں۔ اور بچے ماں باپ اور رشتہ داروں کو دین و اسانہ زندگی کرتے ہوئے دیکھیں تو یہ بجائے خود سب سے زیادہ موثر تعلیم ہو۔ انگریزی ہمارے بچوں کو لا مذہب نہیں بناتی بلکہ اُن کو لا مذہب بناتے ہیں ہم اور ہمارے بڑے نمونے اور مذہب کے بارے میں ہماری بے اعتنائی۔ ہماری بے تمہلاتی دنیاوی علوم کے علاوہ علوم مذہبی کا بوجھ بچوں پر ڈالو گے۔ تو یقیناً ہندوؤں سے بازی نہیں لے جا سکو گے میری قطعی رائے یہ تھی کہ تعلیم کے سلسلے سے تو مذہب کو رکھو خامی اور سوسائٹی کی اصلاح کو بناؤ قائم مقام ملگ کر کریں روٹا تو بھی ہو سوسائٹی ہی کام کی نہیں۔ جب تک ایمان دار ماں باپ نہ ہوں اولاد کا سدھنا معلوم۔ اسی غرض سے انجمن حمایت اسلام نے مجبور بچوں کی دینی و دنیاوی دونوں طرح کی تعلیم شروع کی ہو امید ہے اس تدبیر سے ہمارے لڑکوں کے دین کی بھی پوری پوری حفاظت ہوگی اور دنیاوی علوم میں لے بھی عیسائی مذہب کا ایک گروہ جو جس میں حضرت مریم کی بہت بڑی تظیم ہو اور یہ لوگ تصور پرست بھی ہیں۔

اس لیے ہم مذہب کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کو بھی پوری توجہ دینا چاہیے۔

بھی بھروسے کے ساتھ دوسری قوموں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ بعض لوگ میری اس رائے سے اختلاف کریں گے۔ مگر سوچو فوراً کہ اہل لڑے سے صلاح لو اس کے بعد بھی اگر یہ رائے ناپسند ٹھہرے مت ماننا لیکن خدا کے لئے کیس ایسا نہ کرنا کہ کسی مولوی جالگاؤ میرے نامہ اعمال میں کفر کے فتووں کی گنجائش نہیں۔ حقیقت میں میری بھی عجیب رائے ہو۔ سائے جہان سے نرالی۔ جہد و دیکھو تعلیم کا فل ہو رہا ہو۔ اور میں یہ سوچا کرتا ہوں کہ جس قدر تعلیم اس وقت تک ہو چکی ہو وہ بھی ضرورت سے بہت زیادہ ہو۔ بات یہ ہو کہ ابھی تک میرے نزدیک تعلیم کے اصول ہی ٹھیک نہیں ہوئے کچھ اس طرح کا غلط بحث ہو رہا ہو کہ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس وقت ساری تعلیم کا حاصل ہو کر یہ دیکھتا ہوں کہ ایک عالم نوکری کے خط میں گرفتار ہو۔ جن کا پیشہ نوکری ہو وہ اور جن کا پیشہ نوکری نہیں وہ جن کو ضرورت ہو وہ اور جن کو ضرورت نہیں وہ۔ اور جواہل قلم کے خاندان سے ہیں وہ اور جواہل قلم کے خاندان سے نہیں وہ جو سوسائٹی میں شریفیت کبھی جاتے ہیں وہ اور جو شریفیت نہیں سمجھ جاتے وہ جس کو دیکھو نوکری کے لئے تیار ہو رہا ہو۔ اتنی کیا نوکریاں آسمان سے برسیں گی یا زمین سے اُبلیں گی اور نہیں برسیں گی اور نہیں اُبلیں گی۔ تو یہ اتنی ساری مخلوقات جنہوں نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اسی ارادے میں صرف کر دیا کیا کر کے کھائیں گے۔ پس میرے نزدیک تعلیم کی رفتار جیسے زیادہ تیز ہو گئی ہو اس کو ذرا دھم کیا جائے جو لوگ دوسرے دوسرے پیشوں سے معاش پیدا کر سکتے ہیں اُن کو تعلیم کی ترغیب دینا ہرگز قرین مصلحت نہیں۔ پھر اس تعلیم کی نسبت یہ خیال کرنا کہ بس یہی ہو وہ چیز جو ہم کو روزگار کی بڑی سکودہ ظنی ہو۔ انگریزی عماری میں ایک سخت مشکل درپیش ہو کہ ہم کو بھی چاروں اچار ہاتھیوں کے ساتھ گئے کھانے پڑتے ہیں۔ اہل یورپ کی ہر مندی اور مناعی اور پیادہم کو پہنچنے نہیں دیتی معاش کے جتنے کسب ہم کو یا دتھے مٹ گئے اور دے سے مٹتے چلے جاتے ہیں۔ بس اس میں اتنی جان باقی ہو کہ اہل یورپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ہندوستان کی زمین کو اٹھا کر دلا یہ نہیں لے جاسکتے۔ ان کے ساتھ کھیت کرنا تو محال محض ہو اتنا بھی ہو جائے کہ ہم اُن کی نقل

تقلید کرنے لگیں تو جالو کہ سب کچھ پایا۔ یہ ہونی چاہیے غرض و قیادت تعلیم و جہ سے توتیجہ نہ حاصل ہوا ہو اور نہ حاصل ہوگا۔ اس کے لئے خاص کردہ لوگ منتخب ہونے چاہئیں جن کی طبیعتوں میں ان علوم و فنون کے اخذ کرنے کی مسامتت پائی جائے۔ لیکن بہت باتیں بنانے سے کام نہیں نکلتا منصوبے سوچنے والے تو میری طرح سیکڑوں ہیں کوئی کرنے والا بھی ہو۔ جانتے ہو کہ کرنا کیا چیز ہو کرنے کے معنی ہیں کچھ دینا۔ فنڈ ہوں تو سب کچھ ہو۔ ایسے ایسے فنڈوں کی اُوس سے جیسے تمہاری انجمن حمایت اسلام کے پاس ہیں قوم کی پیاس بجھ چکی۔ ولایت سے اُستاد بلوائے کلین منگواؤ۔ پونہ مارنوجوانوں کی ولایت چلتا کر دو کہ وہاں طرح طرح کے کام سیکھ کر آئیں اور یہاں آکر ان کاموں کو پھیلا دیں تب جاننا کہ قوم کے کچھ دن بھرے۔ انجمن حمایت اسلام نے اگر ڈیڑھ دو درجن مہنتیوں کی پرورش کی یا آدمی درجن رائٹروں کی تو خوب کیا بہت اچھا کیا۔ مہر متا بل ممدوح ہیں اور چندہ دینے والے مستحق شکر گزار ہیں لیکن قوم کی حالت اس قدر غشتہ ہو رہی ہو کہ مجھے لاہور کا حال تو ٹھیک معلوم نہیں دہلی میں ہزار ہا عورتیں ہیں شوہر موجود اور وہ بیوہ سے بدتر ہزار ہا بچے ہیں ماں باپ دونوں زندہ اور وہ بیویوں سے بڑھ کر خواہیے مسلمانوں میں سیکڑوں طرح کے عیب ہیں بے دینی ہو۔ بد عقل ہو۔ نا عاقبت اندیشی ہو تعصب ہو۔ بے مہنری ہو۔ جہالت ہو کاہلی ہو شہنی ہو۔ نالیاقی ہو۔ بے محبتی ہو اور مقدور ہو تو اسراف ہو۔ لیکن سارے عیب ایک طرف اور اکیلے نفسی ایک طرف جب تک نفسی نفسی نہیں نکلے گی قوم نہ درست ہوئی ہو اور نہ درست ہوگی۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں تو قومیت اٹھتی چلی جاتی ہو۔ سہی علیہ الرحمہ نے ہم دردمی کے مضمون کو کس مدگی سے ادا کیا ہو۔

بنی آدم اعضا سے یکدیگر اند	کہ در آفرینش نزدیک جوہر اند
چو مضموعے بدو آدر و روزگار	وگر مضموعے بارانہ اند فدا ر

بہلائے تو اعلیٰ درجے کی ہم دردمی ہو کہ آدمی آدمی کا در در سے۔ ہم کو یہ تہہ کہاں نصیب۔ یہاں تو اسلامی ہم دردمی ہیں اس قدر ضیعت اور مضمحل ہو کہ گویا نہیں۔ ہم میں سے اگر کسی کو فکر ہو بھی تو اپنی بدداشت کی اس کو کوئی نہیں سمجھتا کہ جب تک قوم کی حالت درست نہ ہو شخصی حالت میں جانتے کبھی

درست ہونیں سکتی۔ اس کی بہت سی مثالیں ہر جگہ موجود ہیں کہ ادنیٰ وجہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص صاحبِ مقدر ہو بھی جاتا تو تاہم قومی حقارت کے داغ کو ناصیہٴ حال سے نہیں دھو سکتا۔ اُس کے رہنے کی کوٹھی آراستہ اور شان دار ہوگی۔ اس کا لباس فاخر اور قیمتی ہوگا۔ اس کی خدمت گار و ردی پوش ہوں گے۔ اس کے پاس متعدد سوار یا آبی نگیں۔ اُس کا خرچ وافر اور اُجلا ہوگا شاید وہ گھس پیچ کر کے یونیورسٹی کسٹرن بھی بن گیا ہوگا۔ مگر کلاسے گا موبی کا موبی۔ خدا وہ دن نہ لائے کہ مسلمان جو ناموجیب عار و نقصیت سمجھا جائے۔ لیکن اگر مسلمان زمانے کا رخ نہ دیکھیں جیسا کہ دیکھتے ہو کہ نہیں دیکھتے اور اُن کے قبضے سے دولت نکلتی چلی جائے جیسا کہ دیکھتے ہو نکلتی چلی جا رہی ہو تو بھائیو بڑے کی ماں کب تک خیر منائے گی وہ روز بد تو آکر رہے گا۔ پر رہے گا۔ مگر میں بیٹھ کر

پدر من امیر خاں بود است

کہ لینے سے عزت نہیں بنتی۔ اس زمانے میں عزت کی شناخت ہو لیاقت اور لیاقت بھی وہ لیاقت نہیں جس کو قوم نے لیاقت سمجھ رکھا ہو بلکہ وہ لیاقت جس کو وقت کے بادشاہ انگریز مانتے اور پسند کرتے اور جس لیاقت کے بل پر اہل یورپ کودتے ہیں۔ اس سے شاید کوئی شخص بھی انکار نہیں کرے گا۔ کہ جو لیاقت اس زمانے میں درکار ہو اُس کا حاصل ہونا ہنوز دلی دور اس کے حاصل کرنے کا جیسا چاہیے اور جتنا چاہیے شوق بھی نہیں ہم کیوں کر گھبیں کہ قوم نے لیاقت کی ضرورت کو سمجھا۔ اگر کچھ ہو ابھی ہو تو اُس کا کریڈٹ تمام و کمال گورنمنٹ کا حق ہے۔ لیکن نہ گورنمنٹ پر انصافاً لازم ہو اور نہ گورنمنٹ اتنا بھاری بوجھ اٹھا سکتی ہے کہ ہم کو بھاری حاجت کی قدر تعلیم دے کہ ہم مفلس ہیں۔ محتاج ہیں بے مقدر ہیں۔ لیکن ایسے گئے گئے بھی نہیں سب کے سب کرنے پر آئیں تو خدا جانے کیا کریں۔ میں کہتا ہوں کہ جو لوگ دے سکتے ہیں بار بار نہیں۔ جی مضبوط کر کے ساری عمر میں ایک دفعہ بچے دل سے روپیہ پیچھے ایک ایک پیسہ بھی دے نکلیں تو مسلمانوں کا بیڑا پار ہو یہ کچھ خوشی کی بات نہیں کہ چند روز سے مسلمانوں میں تحریک پیدا ہو گئی ہے۔ وہ پہلے غافل پڑے سوتے تھے۔ کہ سر پر ڈھول بجا رہے تھے۔

لے میب ۱۲۸۵ استحقاق مدح و ثنا ۱۷۔

اب گھلاتے اور کر دیں بدتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیند ہوشیار ہو چلی ہو۔ اب اتنی ہی بات کی کسر ہو کوئی شائبہ اس ہو میرے شیر کے اور ذرا سہارا بھی لگائے تو جھٹ سے اٹھ کھڑے ہوں۔

چوں کہ خدا نے اتفاق میں بڑی قوت دی ہو۔ سب سے بستر توبہ تدبیر بھی کہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک جگہ کوشش ہوتی یعنی سارے ہندوستان کے لئے ایک فنڈ ایک انجمن۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہو سکا اور نہیں ہو سکتا تو فیہر صوبے پیچھے ایک فنڈ ایک انجمن سہی اس سے کلک ہی شہر میں کئی کئی انجمنیں ہوں کوئی فائدہ معتد بہ مرتب ہونے والا نہیں اقرار کا ضروری نتیجہ ہو۔

کشش اور کشش کا ضروری نتیجہ ہو ضعف جیسا کہ اللہ تعالیٰ حل شانہ فرماتا ہو وَاَلَمْ نَجْعَلْ لَّكَ حَقًّا ۱ فَتَقْسِلُوْا اَوْ كَذٰبٌ مِّنْ جَعَلْنَا ۱ اور اگر فی الواقع بقاضاے اخوت اسلامی یا بامید ثوابا بقیت یعنی خالصتہ اللہ مسلمانوں کی اصلاح اور فلاح میں کوشش کی جائے جیسا کہ ہر ایک انجمن کے ممبر مریخ سے کہتے ہیں تو تعجب ہو کہ سب کے سب ایک کیوں نہیں ہو جاتے اِنْجِنْسُ نَمِیْلُ اِلَیْ جِنْسِ یہ تمام کوششیں جدید الہد ہیں اور ابھی سے ان میں مغایرت کا ہونا میری رائے میں کچھ ٹھیک سی بات نہیں ہم کو بہت کچھ کرنا ہو پہلے ہم صلاح ہو کر کاموں کی فہرست بناؤ اور پھر اَلَا قَدْ اُنْمُ کے لحاظ سے یکے بعد دیگرے سب کے سب ایک ایک کام کر چلو۔ اسلام کی مثال ایک وسیع عمارت کی سی ہو تا مگر بوسیدہ شکستہ مرمت طلب آیا یہ بستر ہو گا کہ ہم ہر طرح کام جاری کر دیں جیسا کہ ہو رہا ہو یا یہ کہ ایک ایک قطعے کی درستی کرتے جائیں جیسا کہ میں نے آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کیا۔ دل توبہ چاہتا تھا کہ جتنی دیر بھگودتی سے یہاں کئے میں لگی اتنی ہی دیر تک میں آپ صاحبوں کو باتوں میں لگائے رہوں۔ لیکن جو کچھ میں نے کہا اس غرض سے نہیں کہا کہ آپ صاحب ایک کان سے سنیں اور دوسرے کان سے نکال دیں۔ بلکہ اس غرض سے کہا کہ اس پر آپ غور اور غور کے لئے آپس میں رطائی جھگڑا نہ کرو۔ اور ایسا کر گئے تو تم میں نہ دلی آجائے گی اور بھاری ہو اکلکڑ جائے گی ۱۲

۱۲۔ کدہم جنس نام جنس پر وار ۱۲۔ ۱۳۔ مطلب یہ کہ نہایت ضروری اور بہت ضروری اور ضروری میں ترتیب کا لحاظ رکھیں۔ ۱۳۔

بعد عمل کریں ٹھننے اور سوچنا اور عمل کرنے میں یقیناً اس سے زیادہ وقت صرف ہو گا جو میں نے
یہاں آنے میں صرف کیا ہے لگے اُس سے بھی زیادہ جو میں واپس جانے میں صرف کر دوں گا۔
بہر کیف میں آپ صاحبوں کا نہایت شکر گزار ہوں کہ آپ صاحبوں نے میرے بیان کو متوجہ
ہو کر ساعت فرمانے سے عزم دی اگرچہ اس عزم کا کسی طرح مستحق نہ تھا اور اب کہ میری آمد
رفت کا سلسلہ شروع ہوا ہے امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ اگلے سال بھران ہی دنوں یا شاید کوئی
تقریب پیش آئے تو اس سے بھی پہلے مجھ کو چھ آپ صاحبوں کی ملاقات کی خوشی حاصل ہوگی۔
خدا کرے ایسا ہوا آمین۔ والسلام۔

پانچواں لکچر مسلمانوں کی حالت پر جو محمد ن
ایجوکیشنل کانگریس کے چوتھے سالانہ جلسے منعقدہ
(علی گڑھ میں ۲۸-۲۹ دسمبر ۱۸۸۹ء کو دیا)

تمہید

یہ لکچر بڑی دھوم کا تھا اس میں لوگوں کی بڑی کثرت تھی اور لوگ بھی جیدہ اور
علی گڑھ ہج کے اسٹریٹجی ہال میں ہوا تھا۔ اس میں اہل پنجاب بھی بہت

شریک تھے۔ اس کے بعد سے تو پنجابیوں نے آنا ہی موقوف سا کر دیا۔ اور غالب پھر ہو کہ مولوی محمد ندیر احمد خاں صاحب کے پکڑ سننے کا اشتیاق اُن کو یہاں کشاں کشاں لایا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر برس لکچر کے دینے کی یہ کیسی گزرتی اور کہاں یہ بھیسے چڑچوڑ اور باہرنگی بات اب کوئی نہ رکھو اچو دیں مضطرب لگی اس کی حالت دہم دم تھنے بہت ابرنگی بھیک کے ٹکڑے نکل کر مانگنے در در لگی مغلسی کی جن کو ایسی بھاری اک ٹکڑ لگی کوئی سنبھلا ہو کہ جس کو دہر کی ٹھوکر لگی لیکن اس میں بھی تمول کی ہواک بچر لگی اُس سے پہلے فیس جو اکثر سے ہو اکثر لگی قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھنے اڑی پیٹ کے اڑ لگی کشتی تقدیر کھانے دور کے چکر لگی

مُر خاموشی تھی مدت سے میرے سر پر لگی سید احمد خاں کی خاطر ہو وگرنہ میں کہاں پھر خدا جانے ملے کب موقع اظہارِ حِصَالِ رَحْم کو یارب کہ اب امت تیرے محبوب کی نسل شاہاں سلف عبرت کی جاہو دوستو کیا پنپ سکے ہیں بے امداد غیبی یہ غریب بچ گیا ہو کوئی جس پر قہر کی بجلی گری؟ علم ہو بانغا صہ گرچہ علاج درہ قوم کچھ نہ ہو تو بھی کتابوں کی توقیت چاہیئے پڑھ چکا مغلس کہ جوں کی باتھ میں جس کتاب علم سے دولت ہو اور دوست ہو سید علم افضل

جو قوم سلطنت جیسی نعمت اور رحمت کو اپنی مالالتی کی وجہ سے کھو چکی ہو۔ جو تمام اقوام معاشرے کے

لے کر گئے ہیں خراج کو مراد یہ ہو کہ پکڑ کا دنیا کر کی طرح لازم ہو گیا ۱۳۵۲ بات کو لگا کر کھانا بیٹھے اٹھا رکھنا ۱۳۵۲۔

۱۳۵۲ جناب پنیر خدا علی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ۱۳۵۲ زیادہ سے زیادہ ۱۳۵۲ خالی پیٹ میں جو قراقرم

اُس کو اڑی کا قل جو اللہ پڑھنا کہتے ہیں ۱۳۵۲ ہم حصہ۔ ہم حصہ ۱۳۵۲

کے مقابلے میں دولت اور عزت اور لیاقت اور اقدار اور اعتبار سب باتوں میں ملتی ہو اور جس کے اکثر افراد کے دلوں میں **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** منافست کی ذرا سی گندگی بھی نہ ہو میں نہیں سمجھتا کہ ایسی قوم کا کوئی شخص کسی بات پر بھی غور کر سکتا ہو۔ یہ سچ ہے کہ ہم مسلمانوں میں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ** شخصی عزتیں کم بہت کم ہیں۔ مگر ہیں۔ لیکن چون کہ قوم سے عزت سلب ہو گئی ہے شخصی عزت والے اس شعر کا مصداق ہیں۔

طاؤس را بنفش رنگاے کہست غلق	تحسین کنند او خجل نہ پائے رشت خویش
-----------------------------	------------------------------------

کوئی اس کو یقین کرے یا نہ کرے میں نے اپنے لیے روپیہ کمانے کی تو کوشش کی۔ وہ بھی تعزیر کی نظر سے نہیں بلکہ فارع البالی کی غلطی سے شخصی عزت کی طرف سے سیرادل کچھ ہمیشہ سے ایسا اچھا ہوا سا ہے۔ میں نے کبھی ایک لٹے کے لیے بھی اس کا خیال نہیں کیا۔ کیوں کہ میں قومی عزت کے بدون شخصی عزت کو اصلی عزت نہیں بلکہ عزت کا طبع سمجھتا ہوں شخصی عزت تو رکنا بچہ کو تو روپیہ سے بھی وہ خوشی نصیب نہیں جو ایک معزز قوم کے آدمی کو ہو سکتی ہے اور جو ملی سے کیا متع ہو سکتا ہے وہ عزت جس کے بعض مصیبت مندرشتہ دارد کی میں دست کاری سے اور بخیر میں کاشتکاری سے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ ان سب کی دستگیری کروں اتنی توفیق نہیں۔ ان کی مصیبت کا مطلقاً احساس نہ ہو۔ ایسا دل نہیں میں تو غیر ایک متوسط الحال آدمی ہوں۔ جو لوگ بڑی لمبی چوڑی شخصی عزتیں رکھتے ہیں میں تو ان کے عیش کو بھی ایسی کہ در توج صاف نہیں پاتا۔ کچھ اس طرح کا ذخیرہ وقت آگیا ہو کہ اس زمانے کے اسلام اور خوش دلی میں مانعہ الجمع کی سی نسبت قائم ہو گئی ہے۔

بعض ذلِّلَ لِمَا هُمْ جِنُّ كَوْخُشْ ہونے کا موقع ہے خدا کا فرمودہ **أَعْمَاءُ الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ** ان کو بھی چین سے نہیں رہنے دیتا۔ لیکن دنیا کا کارخانہ اسی طرح چل رہا ہو کہ دنیا خوشی کی جگہ نہیں۔

۱۷ جب اکثر لوگوں کا ایک حال ہو تو کہا جاتا ہے کہ سب کا وہی حال ہے ۱۸ سب سے آگے بڑھ جانے کی خواہش ۱۹

تو میں نے مقابلے میں ۱۷ منطق کی اصطلاح ہو مطلب یہ ہے کہ اسلام اور خوش دلی کیا نہیں ہو سکتی ۱۸ ایسے کم ہیں ۱۹

۲۰ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ۲۱

خاص کر اُس زمانے کے ہم مسلمانوں کے لئے اَللّٰهُ نَبِیِّا سَمِعُوْا الْمُعْذِرِیْنَ لیکن اسی میں لوگ خوشی بھی منالیا کرتے ہیں۔ مگر میری طبیعت اس طرح کی واقع ہوئی ہو کہ خوشی سے بہت ہی کم متاثر ہوتی ہوں

جہاں میں ہوں غم و شادی ہم ہیں کیا کام

دیا ہی ہم کو خدا نے وہ دل - کہ شاد نہیں
تاہم جیسی ناتمام - ناقص - احوالی - اوصوری - اوقافی مصنوعی خوشی کسی مسلمان کو ہونی ممکن ہو مجھ کو اس وقت حاصل ہو - کیوں کہ میں اس عالی شان دلکش ہال میں ایسے معتز اور لائق اور باوقار آڈینس (حاضرین) سے خطاب کر رہا ہوں - چار دانگ ہندوستان میں اس سے کہیں زیادہ نمود اور تیاری کی اور بہت یادگار میں مسلمانوں کی ہیں ۵

از نقش و نگار در دیوار شکستہ

آثار پدید است صنادید مجسم را

لیکن یہ عمارتیں ہم کو یاد دلاتی ہیں بُرے یا سبیلے شخصی و لوے شخصی ثقافت مسلمانوں کی ایسی شان دار قومی عمارت سارے ہندوستان میں شاید ہی ایک عمارت ہو جس میں اس وقت ہم لوگ جمع ہیں ملک کو فائدہ پہونچانے کے اُرد بھی طریقے ہیں - مگر جس غرض سے یہ عمارت بنائی گئی ہو - قومی بہبود - اور قومی ترقی کا اصل الاصول ہو میں نے متعدد آدمیوں کے موند سے سنا کہ علی گڑھ ٹیچنگ کالج جس کا اس قدر ڈھنڈورا بٹایا جا رہا ہو بیش بریں نیست کہ ایک کالج ہو - اور بس بے شک علی گڑھ ٹیچنگ کالج ایک کالج ہو اور بس - لیکن ہمارا اپنا مسلمانوں کا یہ جو فرق ملک و مستعار اور جو تفاوت خویش و بیگانہ میں ہونا ہوا وہی اس کالج اور دوسرے کالجوں میں ہوتا ہے

حقاکہ با حقوبت و وزخ برابر است

رفتن پائے مردی ہمایہ و رہبت

جس کو اسلام کے ساتھ محبت ہو - اس کالج کا نام ہی اُس کے گرویدہ کرنے کے لئے کافی ہو -
وَمِنْ شَیْئِیْ حُبِّ الدِّیَارِ لَا أَهْلُهَا ۖ لِلنَّاسِ فِیْهَا یَعْتَصِمُونَ مَذْأَبٌ - یہ بالکل صحیح ہو کہ محمدؐ بن کنویش یعنی مقدار یا کوالیشی یعنی صفت - کسی اعتبار سے بھی مسلمانوں کے در در کی کافی

۵ نوینا مسلمان کے لئے قید خانہ ۱۲ ۵ میں مجھ کو ۱۲ ۵ میری عادت ہو کہ میں لوگوں کو دوست مکتا ہوں اور دوست رکھنے مکتا ہوں اور دوستی میں لوگوں کے طریقے مختلف ہیں ۱۷ -

دو انہیں۔ لیکن کیوں کافی نہیں؟ اس لئے کہ فتنہ نہیں۔ فتنہ کیوں نہیں؟ نہ اس لئے کہ مسلمانوں میں
 مقدور نہیں اس گئی گزری ہوئی حالت میں بھی اگر کرنے پر آئیں تو بہت کچھ بلکہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ مگر
 دبی زبان سے کہنا کیا ضرور ہو سیدھی اور صاف اور سچی بات یہ ہو کہ فتنہ کا توڑا میں وجہ سے ہو کہ مسلمان
 نہیں۔ میرا یہ کتاب سب صاحبوں کو ناگوار معلوم ہوگا۔ بلکہ جو مسلمان مجھے گا اُس پر ضرور گراں
 گزے گا اور میں بھی ٹپھی ہی مجبور سے یہ الفاظ منہ سے نکالے ہیں۔ لیکن ان شاء تعالیٰ پانچ منٹ
 نہیں گزرنے پائیں گے کہ میں آپ لوگوں کے منہ سے ہمیں تو دل سے ضد وراس بات کو تسلیم کرالوں گا۔
 اس کہنے سے کہ مسلمان نہیں۔ خدا خواستہ میرا یہ مطلب نہیں کہ کسی کی تکفیر کروں۔ میرے مذہب
 میں کسی کی تکفیر خود کفر ہو۔ اور کلمہ مسلمان نہیں میں سے۔ میں اپنے تئیں بھی مستثنیٰ نہیں کرتا۔ مجھ کو
 معلوم ہو کہ اس ہندوستان میں ہم پانچ کروڑ سے زیادہ ہی زیادہ مسلمان ہیں۔ اور ان پانچ کروڑ میں ہزاروں
 نہیں تو سیکڑوں رنگ ہیں۔ شیعہ ہیں جن کی عزاداری سے ظاہر ہوتا ہو کہ جہاں نسل پیغمبر صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم ہیں جھوٹوں کی کاپی مینہ گے وہاں بچوں بے دریغ اپنا خون بہانے کو موجود ہیں یعنی ہیں۔
 ان میں مشائخ ہیں۔ دولائیں ہیں دولائیں ہیں مقلد ہیں غیر مقلد ہیں۔ اور وہی لائٹس دونات دینی
 بڑے غلط بڑے شور و شغب۔ جسے دم دعوے۔ اور بڑے جوش و خروش کے نئے قسم کے
 مسلمان خارجی ہیں سید احمد خاں کی امت۔ لیکن جو جس شان میں ہوتی ہے یہ اسلام پر فدا ہو۔
 کُلّ جِرْبِ عَالِدِ یَحْمِدُ فَرَسِ حَوْثٍ مگر محالِ عقل ہو کہ اتنے آدمی حقیقت میں سچے مسلمان ہوں۔
 بلکہ ان کی آدمی تہائی چوٹھائی کا کیا مذکور ہو۔ ان میں سے ایک چھوٹی سی کسر اعشاری کے برابر
 بھی سچے مسلمان ہوں۔ جیسا کہ منہ سے کہتے ہیں۔ اور اسلام یوں ٹھوکریں کھاتا پھرے۔ یہ ایک
 مسلمان کی کوششوں کا نتیجہ ہو کہ آج دوسرے ملکوں کا ذکر نہیں اس کفرستان ہند میں پانچ کروڑ
 آدمی ان کا کلمہ بھرتے ہیں اور تاقیام قیامت بھرتے رہیں گے وگو کہما الکافر من دونہم مسلمانوں
 ضالین کے پڑنے کے دو طریقوں کی طرف اشارہ ہو ۱۱۔ سب کے بعد کو وقت میں کسی سے کم نہیں ۱۲۔ اپنے پندار
 میں ۱۳۔ ہر شخص اپنے خیال میں مست ہو ۱۴۔ اگرچہ کافروں کو بڑا لگے۔

میں فردِ اکمل تھے۔ نہ اُن جیسا ہوا۔ اور نہ ہوگا تا کا کہ محمدؐ آبا اَحدِ مین وِجالیکم و لیکن رَسولِ اللہ
وَحَاکِمُ الشَّیْئِیْنِ۔ اُنھوں نے اپنے سچائی کے بوتے پر معدودے چند کو اپنا ہم خیال بنایا۔ پس اگر مسلمان
پوچھتے ہو تو وہ تھے خَیْرُ الْفَرِیقِینِ قرنی جو نہ ہماری طرح صرف زبان سے اسلام پر فدا تھے بلکہ اُنھوں
نے اسلام کے لیے گھر چھوڑے۔ مال و اسباب چھوڑے۔ عیش و آرام چھوڑے۔ دنیا کے کام کاج چھوڑے
میں قرآن کی ایک آیت پڑھتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ مسلمان کی کیا پرکھ ہو قُلْ اِنْ كَانَ اَبَاؤُكُمْ
وَابْنَاؤُكُمْ وَاَخْوَانُكُمْ اَدَّوْا وَاَجَلُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالٌ طَافَتْ فِیْہَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَہَا
وَمَسَاكِیْنُ تَرْضَوْنَہَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِہِ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِہِ فَتَرْکُوْهُمُ اَحْسٰی یَا مَعْزٰی اللّٰہُ
یَا مُرْمِدُ واللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ۔ اللہ اللہ کیا بیان ہو کیا جامعیت ہو کیا احاطہ ہو کہ ان چند
لفظوں میں دنیا و مافیہا سب کو سمیٹ لیا ہو۔ تو فرماتے ہیں کہ اگر تم کو خدا اور اُس کے رسول اور خدا کی
راہ میں جان لڑا دینے سے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیبیاں اور کنبے قبیلے کے لوگ اور مال جو تم نے
کمائے ہیں اور سودا گری جس کے منداڑ جانے کا ڈر ہو اور گھر جس کو تم کو پسند کرنے ہو غرض یہ چیزیں
تم کو خدا اور رسول سے زیادہ پیاری ہیں تو اچھا ٹھہرے رہو اور خدا کے حکم کا انتظار کرو۔ یا رومو غرض
کئے کی کوئی سند نہیں معاملہ خدا کے ساتھ ہو قُلْ لَّکُمْ حَآئِشَتَ الْاٰخِرِیْنَ وَمَا تَخْشَوْنَ الْعِلَّہُ وَرَکُوْی اَیْکَ تُو
بول اُٹھو کہ اس جلجلی میں پورا اُتر سکتا ہو۔ اگر یہ اسلام ہو اور اگر کو کیا عمل ہو حقیقت میں اسلام اسی کا
نام ہو، تو میں اپنی نسبت بکار سے کہتا ہوں کہ مجھ کو اسلام کے ساتھ اپنی ملائکت بھی نہیں اور
ہونے کی امید بھی نہیں۔ میں کسی دوسرے کے دل کا حال نہیں جانتا۔ اور نہ کوئی کسی کے دل کا
حال جانتا ہو مگر جہاں تک ظاہری اعمال و افعال کی بنا پر ترقی اور خواست کی جاسکتی ہے تو ایسا
ہی سمجھتا ہوں کہ کبریتِ احمدیؑ تو ملے۔ عفا کا پتہ لگے تو لگے کیسا کانسو دستیاب ہو تو ہو مگر قرنِ اول

۱۱۔ محمد ممدود میں سے کسی کے باپ نہیں۔ وہ تو خدا کے رسول ہیں جن پر رسالت کا فخر ہو گیا ۱۲۔ اہلِ زمانہ میں سے

سب سے بہتر میرے ہم عصر ۱۳۔ اُنھوں کی چوری دہ لوں کلاز اُس کو سب معلوم ہیں ۱۴۔ اللہ تعالیٰ ۱۵۔

۱۶۔ اکل ۱۷۔ سچ گند کہ یہ ناپید چیز ہو ۱۸۔

بلکہ ثانی بلکہ ثالث بلکہ رابع کے سے مسلمان خدا پیدا ہی نہیں کرتا۔ ہوں تو کہاں سے ہوں۔ جیسے قرون
اولیٰ کے بچے مسلمان تھے۔ جیسے پاک اُن کے دل تھے۔ ویسا ہی اُن کے وقت کا اسلام تھا۔
جلد اویان پر غالب معزز بنو قریظہ غنی جیسے ہم دودے۔ متر لزلہ العقیدہ نام کے مسلمان ہیں۔ جیسے
ناپاک بارسے دل ہیں۔ ویسا ہی ہمارے زمانے کا اسلام ہو مغلوب۔ ذلیل۔ خوار محتاج۔ ۵

میں کو اس وقت میں اسلام کا دعویٰ کمال	دیکھتا ہوں میں اب ایسا دوق۔ اُن کا احوال
جس طرح سے کہ نہ سنا اپنے کو بے دینوں کے	نقل کرتا ہو مسلمانوں کی کافر نفثال

اسلام ایک مفہوم کلی ہو۔ کوئی چیز منفرد مستقل بالذات موجود فی الخلیج نہیں وہ ہم میں ہو۔ اور ہمارے
ساتھ قائم پہلے ہی عورت اُس کی عزت ہو۔ اور ہماری ہی ذلت اُس کی ذلت ہو۔ اور اس میں
بھی شک نہیں کہ عزت اور ذلت سے دنیاوی عزت اور ذلت مراد ہو۔ وہ دنیاوی ہی عزت تھی
جس پر قرون اولیٰ کے مسلمان مرتے تھے جس کے لیے تمام رحمتیں اُٹھائے تھے۔ یہود پر خدا کا قہر
نازل ہوا۔ تو وہ دنیاوی ہی عزت تھی جو اُن سے ہمیشہ کے لیے سلب کر لی گئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم
الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاؤُا غَضَبَ اللّٰهِ اب پُرانے فیشن کے مولوی ہم کو سمجھاتے ہیں کہ وَ لِلّٰهِ
الْوَرَعُ وَ لِرِاسُوْلِهِ وَاَلِلسُوْمِيْنَ سے اخروی عزت مراد ہو۔ اس طرح کی تعلیم نے دوڑتے ہوئے
مسلمانوں کو کھڑا کر دیا۔ کھڑے ہوؤں کو بٹھا دیا۔ بیٹھے ہوؤں کو لٹا دیا۔ لیٹے ہوؤں کو سٹلا دیا۔ سوا سے
ان مولویوں کے اور سوا سے چند سادہ لوح مسلمانوں کے جو ان کٹھ ملاؤں کے دام تیر بھریں ایسی
نئی طرح پھینتے ہیں۔ جیسے دُلدل میں گدھا۔ کہ اس گروہ کے نزدیک اسلام نہ کبھی ضعیف ہوا ہو نہ
ہوگا۔ باقی ساری دنیا اپنے اور پرانے۔ دوست اور دشمن۔ سب جانتے ہیں کہ ضعف اسلام حدیثات
کو سمجھ چک گیا ہو۔ ابتدائی شیوع میں بھی اسلام ضعیف تھا مگر اُس وقت ضعف قلت تھا اور اب
ضعف قلت ہو۔ اُس وقت مسلمان کم تھے اور جو تھے یا پہلے سے بے مقدور تھے اسلام کی وجہ سے
لے ہو دی گئی اُن پر قلت اور مغضی اور نازل ہوا اُن پر خدا کا غضب ۱۲۔ دفعہ ۱۲۔ موت خدا کی اور رسول کی اور
مسلمانوں کی ۱۳۔ ۱۴۔ مکر ۱۵۔

اُن کو بٹھائی اٹھان پونچھتے۔ غرض نہ تو اعوان و زائعات تھے اور نہ کچھ ایسے مالدار تھے۔ نتیجہ اس
 خستہ حالی کا یہ تھا کہ جو ضعفا تھے اُن کی مصیبت کی کچھ بھی پروا نہ تھی حضرت بلالؓ کے حال میں نکاح ہو
 کہ یہ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ وہ ظالم صرف اسلام کی وجہ سے اُن کو گرمی کے دنوں (اور گرمی
 بھی مٹکی گرمی) جلتے ہوئے کنکروں پر لٹا کر اوپر سے بھاری پتھر رکھ دیتا اور سارے سارے دن
 اسی طرح اُن کو دھوپ میں لٹائے رکھتا مگر اللہؐ کے صبر۔ اور اللہؐ کے استقلال کہ شام کو ٹاپائی
 پاتے تو اپنا وہی اُحَدٌ اُحَدٌ کا راگ گاتے بعض ان میں ایسے تھے جن کو ان کی قدرت۔ و رحمت
 رحمت یا حمایت کی وجہ سے کفار زیادہ ایذا نہیں دے سکتے تھے۔ بس انہیں کسی قدر مطمئن سمجھ لو۔
 جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ مسلمانوں کو امان نہیں۔ مجھ کو مقاومت کفار کی
 قدرت نہیں تو آپ نے ہجرت اولیٰ کی اجازت دی اور جس جس سے نکلنے بن پڑا۔ تباہی کی
 عملداری میں چلا گیا۔ قرن اول کے مسلمانوں کے ساتھ ہم کو اور کسی طرح کی ممانعت نہیں تو یہی ایک
 بات سہی کہ اُنھوں نے بھی ایک نسرانی بادشاہ کے پاس پناہ لی تھی اور ہم بھی امپرش و کورٹ کے
 مستامن ہیں۔

ذرۃ آفتاب تابانیم

اگرچہ خور و دیم لبتے است بزرگ

ترک وطن کچھ آسان کام نہیں۔ ہجرت اولیٰ پر بھی بہترے مسلمان تھے جو نہ نکل سکے اور کفار
 مکہ کے ہاتھ سے بدستور اذیتیں اُٹھاتے رہے یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
 قتل کے مشورے ہوئے اُذِ یَعْلَمُ الذِّیْنَ کَفَرُوْا اَللّٰهُ یُعَذِّبُہُمْ کَیْفَ یَشاءُ اَوْ یَمُوتُوْا اَوْ یَحْیٰی جُوعًا وَّ یَمُوتُوْنَ
 وَ یَحْیٰی اللّٰہُ وَ اللّٰہُ خَبِیْرُ الْمَآرِیْنِ۔ انہو کا رجوع ہو کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مکہ چھوڑنا پڑا
 تو کس طرح کہ رات کے وقت چھپ کر بے سرو سامان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے رستہ کھنڈے
 ہوئے مدینہ جا پونچے جب سچے سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں اُکھڑے تو اُنھوں نے بہت چاہا کہ
 لے یعنی ایک خطبہ کو لے اُس کا شریک نہیں ۱۱؎ مقابلہ ۱۲؎ مشابہت ۱۳؎ شاہنشاہ ۱۴؎ اور یاد کرو

وقت کہ کافر تیرے چلتے تیرے گاہک تھے کہ تجھ کو کدو کھس یا مار ڈالیں یا نکال دیں وہ بھی تیرے ہی تھے اور اللہ بھی تیرے ہی

منکے کے آس پاس ہی لگا ہوں کیوں کہ مکہ نبی مشہور زیارت گاہ ہے اس کے قرب میں اسلام کی منادی کا خوب موقع ملتا ہے اور اسی غرض سے پہلے طائف گئے۔ وہاں کے لوگوں نے بدعتی کی اور مار کر نکال دیا۔ مدینے کے لوگ دینی اور دنیاوی ضرورتوں سے منکے آتے جاتے ہی رہتے تھے اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مواعظ سن کر پہلے سے ایمان لایچکے تھے۔ انھوں نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ مہاجرین حبشہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آئے۔ اب پیغمبر صاحب کو کفار کی ایذا دہتی پوری پوری تو نہیں مگر پھر بھی سختی ملی۔ پوری پوری نجات کیوں کر ہو سکتی تھی اور تو عنعنائے مسلمین جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے منکے میں گرفتار عذاب تھے اور ہر چند انصار یعنی اہل مدینہ نے مہاجرین کی خاطر داری اور مدارات میں کسی طرح کی کمی نہیں کی۔ مگر اس غذائی لشکر کو خدا کے سوا کون سنبھال سکتا تھا۔ انصار کی حالت مہاجرین سے بہتر تھی۔ مگر اسی قدر کہ مہاجرین کے پاس رہنے کو جھوٹا ایک نہ تھا اور انصار غریب و کمزور کے مکان رکھتے تھے۔ مہاجرین بے معاش محض تھے۔ انصار بعض کھیتی کرتے تھے بعض کو باغوں کی آمدنی تھی۔ مہاجرین گھر سے بے گھراں و عیاں سے بچھڑے ہوئے پردیس میں آکر پڑے تھے اور انصار وطن اور کس و کو میں تھے۔ ہم اپنے ہندوستان میں دیکھتے ہیں کہ جو گیوں اور سناپیوں کے گردہ کے گرد وہیات میں دورہ کرتے پھرتے ہیں۔ جس گائوں میں دودن کے لیے بھی ٹھہر جاتے ہیں ان کی بزرگداشت میں گائوں والوں کا بھر کس نکل جاتا ہے۔ کیا حال ہوا ہوگا انصار کا جن کے سر پر سیکڑوں مہاجر ڈھائی دیئے پڑے رہے۔ دودن چار دن نہیں مینوں برسوں۔ غرض کچھ عجیب طرح کا ابتلا و آزمائش کا وقت تھا کہ جو مسلمان جہاں تھا نسبیت میں تھا کچھ تو کیسے گھر سے آئے تھے جن کی تکلیف کی حد و رعایت نہ تھی۔ کچھ مدینے میں تھے۔ جو مہاجر تھے ان میں اکثر کا یہ حال تھا کہ پیٹ کوری نہیں۔ تن کو کیرا نہیں رہنے کو گھس نہیں جی بلانے کو زن و فرزند نہیں۔ غم گساری کو گچا نہ و قرابت مند

۱۳۸ اہل و عیال بہ اللہ اپنا ۱۳

ہُنْ اِنِّیْ هَرَبٌۢ بِكَ قَالَ لَقَدْ دَايْتُ سَبْعَیْنِ عَنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا فَعَلَ رَجُلٌ الْاَوَّلُ عَلَیْهِ
اِمَارِدَاءٌ وَاَتَاهَا كِسَاءٌ فَلَمْ دُعَلُوْا اِنِّیْ اَعْزَمْتُمْ فَمَا تَبْلَغُ يَهْفُ السَّاقِیْنَ وَمِنْهَا مَا تَبْلَغُ الْكُفَّیْنَ
فَيَضَعُهُمْ یَدُیْكُمْ اِهْدُ اَنْ تَرَىٰ حُودُدَهُ رَبِّهِ النَّصَارَ اَنْ یَكُنْ كَیْفِیتُ قَسْمٍ كَ سَامِیْ یُودُوْا كِلَا وَرِثَانِ
مَلَكَ اَكْبَحْرے دس۔ اُن سے نہیں ہو سکتا تھا کہ مسلمان کسلا میں اور عجمی بھائیوں یعنی مباحروں سے
آٹکھیں چرائیں۔ پس کھاتے تو سب مل کر کھاتے۔ ورنہ آپ بھی جمو کے رہ جاتے۔ لیکن اسلام ان ہی
مصیبتوں ان ہی تکلیفوں ان ہی مزاحمتوں سے بڑ بڑچکا تھا جس چاہتا ہوں کہ جس تدریج کے ساتھ
اسلام نے ترقی کی ہے۔ اس کی کوئی مثال بیان کروں خلق انسان سے بہتر کوئی مثال مجھ میں نہ آتی۔
جس تدریج کے ساتھ انسان بنایا۔ سورہ مؤمنون میں مذکور ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلَافَةِ
مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهٗ نَظْفًا ؕ فَاِنَّ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ لَا تَخْلُقْنَا الْعِلْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَاهُ عِظًا مِّنَ الطَّنْفَةِ
الْمُضْغَةُ عِظًا مَّا فَكَّسْنَا الْعِظَامَ ثُمَّ اَنشَأْنَا ذَا اَخْلُقْنَا اَخْرَفْتَنَا اِنَّ اللّٰهَ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ
ابن آیت میں خلق انسان کے سات درجے بتاتے ہیں۔ اگر اسلام کو جنین سے تشبیہ دی جائے تو وہیں الیا
سمجھتا ہوں کہ شروع سے بدکی لڑائی تک پہلے پانچ درجے ملے کر جب کا تھا۔ غرض اس کی فارمیٹیں یعنی بناؤ
کا اکثر اور ضروری حصہ صفحہ اول و مخلوبیت کے زمانے میں واقع ہوا۔ بیشہ اور مدینے کی ایک چھوڑ دوہری
دوہری ہجرت میں جس کا دوسرا نام جلا وطنی ہے۔ طائف کا واقعہ مسلمانوں کا عموماً اور ضعفاء مسلمین کا خصوصاً
کفار مکہ کے ہاتھوں سے انواع واقسام کی اذیتیں اٹھانا مباحرجن میں سے اُس گرد و گواہ اصحاب صفحہ کھا
تھے نہایت درجے کے فقر و فاقے کے ساتھ زندگی بسر کرنا انصار کی زیر بارسی۔ یہ سب واقعات تاریخی ہیں
ملہ ابو ہریرہ سے روایت ہو کہ میں نے اصحاب صفحہ میں سے ستر آدمیوں کو اس حال میں دیکھا کہ ایک جاوڑے سے ہیں یا
ایک کلی اور اس کو گردن میں باندھ رکھا تو بعض کی تو ادھی قدیلوں تک اور بعض کے گھونٹ تک اور سر حرمت کے لئے کپڑے
دونوں ہاتھوں سے رد کرتے تھے۔ ۱۴ ملہ اور تحقیق ہم نے انسان کو کسی کھلا سے پیدا کیا ہے جو ہم نے اس کو مضبوط و محکم میں خلق
کر کے رکھا پھر خلق سے لقمہ پرایا پھر اتھرتے سے بندھی ہوئی لوٹی بنایا۔ پھر لرزی میں ڈھیاں پدا کیں پھر ٹپوں پر گوشت

پر لایا پھر ہم نے اس کو مخلوق جدید بنا کر نکالا۔ پس برکت والا اللہ صواب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ ۱۵

اس پر کہا جاتا ہے کہ اسلام نے درشتیہ پھیلا دیا۔ لیکن حقائق یہ ہیں کہ اسلام سے پہلے ہی اسلام کے اسلام کو اس وقت کے اسلام سے یعنی اُس وقت کے مسلمانوں کی حالت کو اس وقت کے مسلمانوں کی حالت سے مقابلہ کرتے ہیں ممکن نہیں کہ ہم ان جیسے مسلمان ہو سکیں انھوں نے پیغمبر صاحب کو انھوں سے دیکھا ہم نے کانوں سے سنا ہے

تراویده ویوسف راشنیده

شنیده کی بود مانند دیده

یوں آنکھ اور کان میں چند انگل کا فاصلہ ہو۔ مگر دیکھے اور سنے ہوئے میں گزروں کا تو ضرور اور کبھی
 کوسوں کا بھی عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ جس روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن یسینہ میں
 تشریف لائے تو سائے مدینے میں غل تھا اور لوگ حضرت کے دیکھنے کو جوق جوق اُڑے ہوئے چلے
 جاتے تھے۔ میں اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا عبداللہ بن سلام کہتے ہیں میں نہیں کہتا۔ کبھی
 مجھ کو سبھاؤں میں لے کر کاجلوں دیکھوں تو سہمی کیسے پیغمبر ہیں جا کر دیکھا تو بے اختیار میرے دل
 میں اَما واللہ ما ہذا یوحنا کہ آئی ہے

در دل پیراسته که حق مزه است

رود آذر پیله میخیزد است

یہ اور ایسی اور چند در چند خصوصیتیں ہیں جو ہم کو نصیب نہیں ہو سکتیں۔ بس یہی ایک بات ہو افتیائے خارج جس میں ہم فردوں، ادنیٰ کے مسلمانوں سے پیٹے ہیں۔ لیکن جیسے ہم فردوں ادنیٰ میں ہونے کی لغت سے محروم رہے۔ ویسے ہی آفت ابتلا سے بچے کیا اُس وقت کا اسلام آج کل کی طرح پھول کا کیل تھا کہ کلمہ پڑھ لیا۔ اُلٹی سیدھی چار ٹکڑیں مار لیں گے فردوس برس کے خواب دیکھنے۔

اَلْحَمْدُ لَكُمْ اَنْ تَدَّ خُلُو الْجَنَّةَ وَلَقَدْ اَيَّاكُمْ مَثَلُ الَّذِي خَلُو مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمْ الْبَاسَاءُ وَالْقَحَرُ
وَرُبُّهُ لَوْ اَحْيَى الْقُرْآنَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاعْتَدَىٰ نَصْرُ اللَّهِ اَسَ مِنْ قَوْمٍ مُّشْرِكِينَ
اے سبحان اللہ اس سے بڑھ کر بھی اور کوئی بہتان ہوگا ۱۲ اے خدا کی قسم اس شخص کے چہرے سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جو
کئے والا نہیں ہے کہ کلام کو خیال ہو کہ جنت میں جا دے گا جو گمے اور گمے کو گمے کا سامنا کر رہا ہے اور نہ کوئی بے اختیار
ہو نہیں اور اگر اٹھے یہاں تک کہ رسول درجہ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بول پڑے کہ دیکھیں خدا کی مدد بھیجے ۱۳

ایک اور آیت ہے اَلْحَسْبُ الْكَافِرُ اَنْ يُّدْرِكُوْهُ اَنْ يَقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْقِنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَافِرِيْنَ بڑے شکر کا مقام ہو کہ ہم ایسے استغاثوں میں نہیں پڑے گئے ورنہ خدا کی قسم کافر ہو گئے ہوتے۔ اس مقام پر پچھ کو ایک بات یاد دہانی کہ میں ایک شہر میں ڈپٹی کلکٹر تھا۔ اور وہاں شیعہ کسی قدر زیادہ تھے۔ آیا محرم۔ توشیعہ عداوت کی بڑی بڑی تیاریاں کرنے لگے۔ میں بھی مجالس میں بلایا جاتا تھا اور مجھ کو کچھ کر کے عذر شریک ہوتا تھا کہ گھر پر اس وقت کون سے نیک کاموں میں صرف ہوتا ہوں۔ یہی نہ مان مجلسوں میں ملانے کے لیے اکثر جھوٹی اور ضعیف رعایتیں بیان کی جاتی ہیں مگر آخر ایک مذہبی رنگ تو ہو۔

ایک دن ایک مجلس میں خوب ہی رقت ہوئی۔ میرے پہلو میں ایک صاحب بیٹھے تھے وہ سب سے زیادہ روتے تھے اور بار بار کہتے تھے يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ۔ يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ۔ اُن کا کیا لیتے تھے مَعَهُمْ کا رٹنا بہت ہی بڑا معلوم ہوتا تھا۔ کیوں کہ اُس سے استماع میں خلل واقع ہوتا تھا اور چوں کہ وہ فمیر تھے۔ مرجع معین نہیں کرتے تھے میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا بیوہ آرزو ہو۔ کون جان سکتا ہو کہ تم اُس وقت ہوتے تو کیا کرتے آخر فریقِ مقابل بھی ٹوٹنے تین مسلمان ہی کہتا تھا۔

سَفَا حَةَ جَدِّ يَوْمَ الْحَسَابِ
وَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْعَذَابِ

اَتُوجُّوْا اَمَّا فَتَكُلْتِ حَسِيْنًا
فَلَا وَاللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ شَفِيعٌ

جب دوسرے ذکر صاحب (یعنی کچھ ارکھوں کہ تھی روشنی والے تعلیم یافتہ اگر کو کیا جائیں) امیر پہلے کہا لوگوں کی یہ خیال ہو کہ نہ سے آتنا کہ کچھوٹ جائیں گے اور ان کو نہ مایانہ جائے گا۔ لوگوں کی تو انشائیں چمے لی پر لی تضرع ہو کہ خدا پھول کو جان کر رہے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے ۱۲ء ای کاش میں اُن کے ساتھ ہوتا۔ کھٹوں میں اس کی جگہ یہ کلام مروج ہو جائے آقا ہم نہ ہوتے ۱۲ء جن لوگوں نے حسین کو قتل کیا کیا اس کے اُمید و ہوس کر ان کے نانا قیامت کے دن اُن کی شفاعت کریں گے ۱۳ء بخدا وہ اُن کی شفاعت کرنے والے نہیں اور ان کو قیامت کے دن خدا ہی ہو گا یہ کچھ کا ۱۳۔

تشریف فرما ہوئے تو رات گئی غمی زیادہ میں اُٹھ آیا۔ میرا اتنا تھا کہ وہاں مار گئی ہوئی۔ پولیس نے بہت سے لوگوں کا چالان کیا ان میں سے وہ *يَا لَيْسَ بِي كُنْتُ مَعَهُمْ* بھی تھے۔ انھوں نے لکھ دیا کہ میں اس مجلس میں گیا ہی نہیں۔ میں نے سن کر کہا کہ اسی برتے پر آپ کو معرکہ کر بلا میں ہونے کی کارزوقی۔ الغرض خدا کا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں جیسے ہمارے دل بودے۔ ہماری ہمتیں پست۔ ہمارے ارادے متزلزل۔ ہمارے ایمان ضعیف ہیں۔ ویسے ہی زمانے میں ہم کو پید بھی کیا گیا ہو کہ پردہ ڈھکا چلا جاتا ہو۔ جیسے اُس وقت کے مسلمانوں کے اجر بڑے تھے ویسی ہی اُن کی ذمہ داریاں بھی سخت تھیں۔ ع

جن کے رتبے ہیں سو اُن کو سوا شکل ہو

میں نے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا تذکرہ کیا تو اس غرض سے کہ باوجودیکہ اُن کی ذمہ داریاں بہت سخت تھیں مگر وہ لوگ کچھ ایسے مضبوط ارادوں کے تھے کہ کڑے سے کڑے دمووی فرید الدین صاحب پریزیڈنٹ سن کنز مانک پور کی طرف مخاطب ہو کر آپ کا وطن گرد امرا و نہیں اور وہ میر حسن کی فتویٰ کا کڑا۔ ع

کڑے سے کڑے کو محبتانی ملی

بلکہ میری مراد ہو کہ سخت سے سخت امتحان میں بھی کائنات العیار نکلتے تھے۔ اُن کے مقابلے میں بہت سی باتوں میں ہماری ہی حجت ہو۔ ہم اُن سے شمار میں بے انتہا زیادہ ہیں۔ ماسن و عافیت سے اپنے گھروں بیٹھے ہیں۔ کامل آزادی کے ساتھ اپنے فرائض مذہبی کو ادا کر سکتے ہیں۔ مہاجرین کا کوئی لشکر ہمارے سر پر نہیں پڑا کہ ہم کو لوٹے کھانا ہو کسی مجلس کی تجویز ہمارے ذمے نہیں بیٹھتی کسی کی تحسیر تک نہیں چھوٹی۔ ہم اگر مفلس محتاج ہیں تو یہ ایک امر اضافی ہو۔ دوسری تو میں ہم بہت زیادہ مالدار ہیں۔ زندگی کے مصارف بڑھ گئے ہیں۔ مگر پھر بھی قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں سے ہمارا غنا کم نہیں بڑھ چرچہ کر ہو۔ تصایب زکوٰۃ سے ہم اُن کے تمول کا اندازہ بخوبی کر سکتے ہیں اُن میں

لے پڑ کس یعنی کس میں پورے ۱۲ لاکھ لشکر ۱۲۔

چالیس روپے کسی کے پلے ہوئے توغنی سمجھا جاتا تھا۔ اب چار چار پانچ پانچ چالیس دے کو بھی
 دے دینے سے بچتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ متعدی ہی متعدی ہو ہی ایک چیز کا پیٹنا ہو کہ در اسلام نہیں
 اُن سے کچھ بحث نہیں جو نہیں سمجھتے یا نہیں کر سکتے۔ متعارضہ تو اُن سے ہو جو سمجھتے ہیں اور کر بھی سکتے
 ہیں۔ اور پھر کچھ نہیں کرتے یا کرنا چاہتے مَن اور کرتے ہیں جھٹانک وہ بھی ہزار شکل کا جتنا
 یَسَا قُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ قرونِ اولیٰ کے مسلمان جو علایہ کلمۃ اللہ کے پیچھے اپنی
 جانیں کھاتے تھے۔ آخر وہ کلمۃ اللہ تھی کیا چیز کیا اہل مصر کی طرح کا کوئی مینار تھا جس کے بلند
 کرنے کی فکر تھی۔ جیسے اُن دنوں فرانس اور امریکہ کے لوگ۔ یا کوئی جھنڈا تھا۔ علایہ کلمۃ اللہ
 سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ مسلمانوں کا بول بالا ہو۔ حکومت ہو تو ان کی ہو۔ دولت ہو تو
 ان کی ہو۔ عزت ہو تو ان کی ہو۔ شان ہو تو ان کی ہو۔ میں پوچھتا ہوں تو کیا مسلمانوں کو
 اب حکومت اور دولت اور عزت اور شان درکار نہیں۔ کیا واقع میں جیسا وہی اولد فیشن
 کے مولوی سکھاتے سمجھاتے ہیں۔ ان چیزوں کے لئے کوشش کرنے سے ایمان جاتا رہتا ہو۔
 دنیا ان ہی چیزوں سے عبارت ہو اور جب تک دنیا میں رہنا ہو ہم کیا کوئی بھی ان چیزوں
 سے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی تعجب کی اور بات ہوگی کہ ان چیزوں کے لئے
 کوشش کرنا قرونِ اولیٰ میں اعلیٰ درجے کا ایمان سمجھا جائے۔ اور ہمارے زمانے میں کفر یا
 گناہ نہیں معلوم مولویوں کی تعلیم کا اثر ہو یا خود نفوس میں دنارت آگئی ہو کہ اس وقت کے مسلمان
 سبیل اللہ کلمۃ اللہ اور اسلام عمومی سے کچھ غرض ہی نہیں رکھتے اور ایسے فارغ اور بے فکر ہو بیٹھے
 ہیں کہ گویا اس باب میں اُن کو کچھ کرنا ہی نہیں جس کو دیکھو وہی جھٹیلکی خیر منار ہا ہو اور دوسرے
 مسلمانوں کی طرف سے اُس کان پر جوں نہیں ملتی۔ یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آنے کی نہیں ہو
 بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ قومی ترقی ایسی برکت ہو
 جس سے اُس قوم کا کوئی فرد محروم نہیں رہ سکتا۔ قوم بھی ایک مجموعہ اشخاص کا نام ہو۔
 نہ جگہ ۱۱۱ گویا موت کی طرف دھکیلے جاتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں ۱۲ تہ پڑانی دفعہ ۱۲۱۲ کہ جس کو خدا چاہتا

یہ تو نہ کبھی ہوا اور نہ ہو سکتا ہو کہ کسی قوم کے تمام اشخاص کی حالت کسی ایک حالت میں بھی یکساں ہو جا
 تفاوت حالات میں جانب اللہ ہو اور دنیا و دین دونوں کا مدار کاسی پر ہو۔ پس جب ہم قوم پرستوں
 حَيْثُ الْقَوْمِ کسی بات کا حکم لگائیں تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ دوسری قوموں کے مقابلے
 میں اس قوم کے اکثر افراد کا یہ حال ہو۔ انگریز جن کے قول کی مثالیں دیکھ دیکھ کر اور سن سن کر
 مسلمان تو ایسے کیوں ہونے لگے تھے، ایک بنگالی یا پارسی یا یونانی لکھتی کی بھی آنکھیں پٹی کی پٹی
 اور مونہ کھلا کھلا رہ جائے گی تم سمجھتے ہو کہ ان میں غریب نہیں ایک وہ ہیں کہ سلطنتوں کو قبول کیا
 چھوڑ دیں اور اسی شہر میں بلکہ ان کے پڑوس میں وہ بھی ہیں کہ جن کی مصیبت ہم کو اپنے ہی دکھ کا
 سے فرصت نہیں۔ کون بیان کرے۔ ہاں تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہو کہ اگر مسلمان سب نہیں (اور
 سب تو بھی نہیں سکتے، بلکہ ان میں سے اتنے کی حالت درست ہو جاتی کہ ان کی وجہ سے قوم پر
 وقعت کی نگاہ پڑنے لگتی (ای خدا اکب و وہ دن ہو گا۔ پس از سرزن کوئی شک نہ شدہ باشد۔)
 تو جو لوگ خستہ حال رہ جاتے وہ بھی سربراہ و گان قوم کی شاہ حالی سی ڈر کٹلی (بلا واسطہ) یا این ڈر کٹلی
 (بلا واسطہ) فائدہ اٹھاتے پر اٹھاتے۔ ہندوستان میں کوئی انگریز اگر فوڈ (کھاگد) بھی ہو تو کھلاے گا
 صاحب ہی یہ ہر تغیر قومی کہ انگریز اور صاحب دو لفظ ہو گئے ہیں مترادف ہم دیگر ہماری لگی گوری
 قومی عزت کی یاد گا بھی ابھی تک گفتگو میں باقی چلی جاتی ہو کہ ہندو ہم مسلمانوں کو میاں لوگ پکارتے
 ہیں۔ لیکن جب مسلمان اپنی عزت کو خود نہیں سمجھنا چاہتے تو بزرگوں کی حامل کی ہوئی عزت بزرگوں
 کے ساتھ لگی گوری۔ اب اس بات کا خیال کرنا بھی داخل بے عزتی ہو۔ ہمارے رفاہر جہاں اور
 تدبیریں کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہو کہ مسلمانوں کو ان کے بزرگوں کی غفلت یا دھولائی جاتی
 ہو۔ بے شک غیرت کے مشتعل کرنے کو یہ دیا سلامتی بہت ہی مناسب تھی مگر میں دیکھتا ہوں تو
 بزرگوں کے کارنامے سن کر مسلمان بجائے اس کے کہ اپنے تئیں خَيْرُ الْأَخْلَاقِ بَعْدَ الْأَسْلَافِ
 و بَرِیْ آفِ فُزْ فَاذْرَ دینا نے کی کوشش کریں۔ اعلیٰ شیخی میں آجاتے ہیں۔ اور شیخی ایسی ہی
 لے قوم ہر نہ کی حدیث سے ۱۳۷ اگلوں کے بعد تیسری پس ماندہ ۱۳۷ باب کا کلام روشن کرنے والے ۱۳۷

بلا ہو کہ جتنے رفتار مراب ہیں وہ اور عَشْرُ اُمَّا لِحُمِّ مَعَهُمْ سَبْ مَلَا یک لَیْج بھی تو مسلمانوں کو ترقی
 کی طرف نہیں کھسکا سکیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے ماؤں سے اس مملکت بیماری کے اندر کھنے
 کو تیار ہیں۔ پھر انگریزی تعلیم جو شرط معاش شرط آب و ہوا ہے۔ کوئی دن جاتا ہے کہ شرط زندہ کی ہونے
 والی ہے۔ خدا جانے کیا آفت ہے جس کو چھو گئی اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بقولات کے کھانے
 والے ہندو دیکھو تو کیا اُپدرو مچا رہے ہیں ہر ایک غیر خواہ اسلام کا فرض ہو کہ مسلمانوں کو اس پہلو پر
 نہ آنے دے اور اُن کو سمجھائے کہ ساری برتری اور فوقیت تو سلطنت کی ہو۔ وہ تو لگتی اور ایسی
 گتی جیسے گدے کے سر سے سینک۔ اب اس کی یادگار تازہ رکھنے سے ہم کو کوئی نفع نہیں۔ ہم کو اور
 ہماری نسلوں کو محکوم ہو کر رہنا ہے۔ انگریزوں نے بڑی خوشی ہم سے ملک لیا ہے ہمارا کوئی حق اُن پر
 نہیں۔ اگر انگریز ہمارے ساتھ ویسی مدارات کریں جیسی فرعون بنی اسرائیل کے ساتھ کرتا تھا۔
 اِنَّہُمْ یُتِجُ اَبْنَاءَہُمْ وَ یَسْتَحِیْ نِسَاءَہُمْ تَوَہْمُ اَنْ کَیَا کر سکتے ہیں مگر نہیں جیسا خدا سے تعالیٰ
 اپنی نسبت فرماتا ہے کَتَبَ عَلٰی نَفْسِیْہِ الْوَحْمَہُ اُس کی رحمت کا پتہ ہے کہ انگریزوں کو انصاف اور
 مہربانی کی توفیق دے رکھی ہے ہمارا دینی اور دنیوی مفاد اسی میں ہے کہ محل جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا
 الْاِحْسَانُ کے مطابق خوش ملی اور شکر گزار سی کے ساتھ ادب حکومت طوطا رکھ کر اپنی حالت کو درست
 کریں۔ وہ زمانے گئے کہ ساری دنیا وی برکتیں اور منفعتیں سلطنت میں محصور تھیں۔ اور اسی وجہ
 سے سلطنت بڑی پیڑھی جیت رہی جاتی تھی۔ اب علم کا فروغ ہے۔ اس نے وہ زور بچھا ہے کہ سلطنت بھی
 اسی کی دست نگر ہو۔ میں ذرا مطلب سے دور ہو گیا۔ میں یہ کہنے کو تھا کہ بزرگوں کیوں کبروت
 حاصل کی تھی اور ہم نے اُس کو کیوں کر کھو یا۔ اگر کوئی بیمار طبیب کی طرف رجوع کرے
 وہ اُس کو کسی نہ کسی طرح کا سور مزاج بتائے گا۔ عامل پاس جائے تو اوج خبیثہ یا جاتا ہے لے گا جو می
 لے اُن جیسے دس اُن کے ساتھ ۱۲ سالگ بات ۱۲ سال فساد ۱۲ لکھ اُن کے بیٹوں کو حلال کرنا اور عورتوں کو
 زندہ رکھنا ۱۲ اپنے اوپر رحمت کی لازم کر لیا ۱۲ احسان کا بدلہ احسان کے سوا لے کچھ اور بھی ہو ۱۲ اور
 اُن کے شاہد ہیں رہنماوں میں خیر والوں میں سے قیادہ شناسوں میں سے ۱۲۔

ہم کو اُس کا ساتھ دینا ضرور ہے چوتھا اصرار کرو باہو کہ بات کو ڈوگدے میں ڈالنے سے قباحتیں پیدا ہوتی ہیں بہت کر کے فوراً انکلیشن یعنی مضبوطی کا اشتہار جاری کر دیا جائے۔ میں مصر پر کچھ دینے کے نہیں کھڑا ہوا میں نے تمہیں ایک بات بیان کی تو کیا جس فریق کی یہ رائے ہو کہ مصر سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔ برٹش گورنمنٹ کے نقصان کا خواہاں ہو؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ دست بردار ہونے ہی میں گورنمنٹ کا فائدہ سمجھتا ہو۔ اسی طرح مسٹر کلیڈ سٹون اور لارڈ سالسبری وزارت کے دوہمسر دعویٰ دار ہیں نہ اپنے فائدے کی نظر سے۔ بلکہ اس لیے کہ نیک نیتی سے ہر ایک اپنی وزارت کو گورنمنٹ کے حق میں مفید خیال کرتا ہو لیکن ہم لوگ ذاتی اغراض سے اس قدر مغلوب ہو رہے ہیں کہ ہم کو اس سمجھنا اور سمجھیں تو یقین کرنا دشوار ہے۔ تاہم ایسے نفوس قدسی خدا پیدا کرتا ہو تو قومی اغراض کے آگے ذاتی اغراض کی کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتے۔ اور ایسے ہی نفوس بزرگان دین کے تھے۔ ان کو بھی لوگوں کے ساتھ دوستی اور دشمنی تھی۔ مگر ان کی دوستی اللہ تعالیٰ تھی اور دشمنی اللہ تعالیٰ سے۔

مولانا رومؒ نے حضرت علیؑ کریم اللہ وجہ کی ایک حکایت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ ان بزرگوں کے کام ذاتی اغراض کے شائبے سے کس قدر پاک اور منزہ ہوتے تھے فرماتے ہیں

اوخذوا نذاخت بر دے علی	افتخار ہر نبی دہر ولی
اوخذوا نذاخت بر دے کہ ماہ	سجدہ آرد پیش اور سجدہ گاہ
در زماں انداخت شمشیر علی	کرداواں در غزائیش کا ہلی
گشت حیراں ال مبارزہ عمل	از نمودن عفو و حلم بے عمل
گفت بر من تیغ کیوں افراشتی	از چہ انگشت دی مرا بجز اشتی
گفت امیر المؤمنین با آن جوان	کہ بنگام برداوی پہلوان
چوں خدا نذاختی بر دے من	نفس جنبید و تہ شد نوے من

۱۔ دوستی خدا کی وجہ سے ۱۲۔ دشمنی خدا کی وجہ سے ۱۳۔ طوفی لعاب دہن ۱۴۔

نیم بکس حق شد و نیہ ہوا گہر این بشنید و نورے شد پدید گفت من تخم جفای کا شتم عرض کن بر من شہادت را کہ من قرب پنچہ کس ز خویش و قوم او	شرکت اندر کار حق نبود روا در دل او تا کہ ز تارے برید من ترا نورے دگر پنداشتم من ترا دیدم سرا فر از من عابر فاند سوسے دیں کردند روا
---	--

اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی ترقی اور ترویج اور تشیید اور مسلمانوں کی اعانت و امداد و تائید کے لیے جہاں اور بہت سے کار نمایاں کئے ان میں **لَا تَحْشَوْنَ نَارَ هِيْتَا وَ هُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ** یہ بھی تھا کہ اسلام شیعہ و مانویا سے مسالکین سے۔ اگر غبارِ تعصب چشم دل کو تیرہ و تار نہ کرے **فَاَنْهَا لَا تَعْلَى الْاَكْبَادُ وَلَكِنْ نَعْلَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الْبُطُونِ** ویرا تو اسلام کی ساری ہمشہری تاریخ شروع سے آخر تک اس کی صداقت پر گواہی دے رہی ہو۔ اس نے پہلے پہل بڑ بڑکھایا ایسے دلوں میں جو سچ کے قبول کرنے کے لیے تیار تھے۔ دنیاوی مال و دولت دنیاوی جاہ و شہرت۔ دنیاوی نام و نحو۔ دنیاوی فخر و عزت دنیاوی رشتہ و قرابت کوئی چیز نہ تھی جو ان کو صراطِ مستقیم کے اختیار کرنے میں سد راہ ہو سکے۔ ان میں کچھ ٹوٹتی غلام بھی تھے۔

کافروں کے غلام اور ہم مسلمانوں کے آقا اور سر تاج۔ مشرکین جن کے یہ لوگ مملوک تھے ان کو صرف اسلام کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب دیتے **وَمَا نَعْمُوا مِنْهُمْ اَلَا اَنْ يُقِيمُوا لِلَّهِ الْعِزَّةِ الْحَمْدَ لَنْ يَكُنْ لَكَ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ** چنانچہ حضرت بلالؓ کے قصے کی طرف میں پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا اس کا نام وہ بڑا سلیقہ مند آدمی تھا کہ اس نے تجارت سے اپنی حالت یہاں تک درست کر لی تھی کہ دس ہزار سہ تم اس کو ہلکا سمجھتے ہو اور اللہ کے نزدیک وہ بڑا ہوشیار ہے بات یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جایا کرتے ہیں **اَلَمْ يَكُنْ لَكَ بَاطُنٌ كُوْبْرِي** مگر وہ ایمان لے آئے اللہ پر عزت والا قابلِ حورِ آسمانی اور زین کا مالک۔

درم تو اُس کے پاس نقد تھے اور باوجودیکہ وہ غلام تھا۔ آپ بھی لوٹدی غلام رکھنا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے چاہا کہ وہ اسلام لے آئے۔ اُس نے سختی کے ساتھ انکار کیا۔ تو وہ حضرت ابو بکرؓ کے دل سے اٹھ گیا۔ جب حضرت بلالؓ کو دیکھا مبتلائے عذاب۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے یہ تقاضا لے اُتوٹ اسلامی اُمیہ سے سفارش کی کہ اٹھ شخص درختہ کے غضب سے۔ تو اُمیہ بولا۔ اگر تم کو ایسا ہی ترس آتا ہے۔ تم ہی نے اُس کو بگاڑا ہے۔ اپنی بلا کو نے نہیں جانتے۔ حضرت ابو بکرؓ کو اگر ذرا بھی معلوم ہو کہ اُس کا مشا حضرت بلالؓ رحمہ کے جدا کرنے کا ہو تو کبھی کی حضرت بلالؓ کی غلطی ہو گئی ہوتی۔ اب اشارہ پاتے ہی بول اُٹے کہ میں نے لیا۔ اُمیہ نے کہا۔ سنا اس کے بدلے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ ہاں جی ہاں سنا اس کو چو کہ اُس کے پاس اثاثہ ہو وہ سب اُسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ سمیت سات مسلمان لوٹدی غلاموں کو اُن کے مالکوں کے موٹھ مانگے دام دے دے کر خرید ادا کر آؤ کیا۔ ان کے والد کو اس کی توجہ نہ تھی کہ اس خرم یداری سے کچھ اور بھی مطلب ہو۔ سن کر کہنے لگے کہ یہ بارے تھکے از کار رفتہ لوٹدی غلام مول لینے پھرتے ہو۔ لینے ہیں تو ایسے غلام لو جو تم کو فائدہ بھی بھونچا سکیں۔ تب حضرت ابو بکرؓ نے باپ کو کھایا کہ میں ان کو حبسہ شدہ آزاد کرنے کے لیے خریدتا ہوں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اسی کی طرف اشارہ ہے قرآن شریف کی اس آیت میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِذَا زَوَّجْتُمْ اَوْ بَنَیْتُمْ اَوْ کُنْتُمْ رُحَمَآءَ بَيْنَ النَّاسِ فَاِذَا جَاءَکُمْ اُولَٰئِکَ فَاُولَٰئِکَ مَرْکُزٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَحْذَرُوْنَ

کے سب کے سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے تھے صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنْ اللّٰهِ صِبْغَةً

مگر ہاں اتنا ضرور ہو۔ ع

ہر گلے راز نگ بوئے دیگر است

کسی میں علم غالب ہو۔ کسی میں غیرت کسی میں سخاوت۔ کسی میں شجاعت کسی میں کچھ کسی میں کچھ۔ ایک آدمی جو تیرہ کو شہید ہو گا۔ بزرگان دین کے حالات جو لوگوں نے منضبط کیے ہیں اور اُسے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور اُس کی کسی کا احسان نہیں کہ اس کا بدلہ اُتارنا ہو مگر طلبِ رضا سے پروردگار اور وہ خدا اُس سے راضی ہو گا۔ اے اللہ کا رنگ اور اللہ سے بھی کسی کا رنگ بتر ہو گا۔ ۱۲۔

تھے۔ شیخ سعدی ظلیہ الرحمہ نے ہاروں الرشید کی ایک حکایت لکھی ہے کہ :-
 وہ ہاروں الرشید راجوں ملک مصر مسلم شدہ گفت بر زعم آں طاعنی کہ بغرور ملک مصر دعویٰ
 کردہ بودند بخشم ایں ملک را اگر چه بیس تریں بندگان ۛ
 قیصر روم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سفیر بھیجا۔ سفیر سمجھا کہ ایسے زائے کا شخص ہے
 تو اس کی کوئی بڑی بارگاہ ہوگی۔ یہاں مدینے میں آکر دیکھا تو رہنے تک کا مجوزہ ابھی ٹھیک نہیں۔
 اور امیر المؤمنین صاحب ہد کے ان کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔ آخر ایک بڑھیا نے بتایا کہ ابھی تھوڑی
 دیر ہوئی کہ فلان غلستان میں چھوڑے چل آتی ہوں۔ سفیر نے جا کر دیکھا تو واقع میں اکیلا ایک نہت
 کے تلے پڑے سوتے ہیں۔ جا کے تو اپنا مطلب عرض کرنا چاہا۔ مگر ملے ہیبت کے نہ قدم اگے کو
 اٹھاتا تھا اور نہ بات مٹھ سے نکلتی تھی۔ سر سے باتوں تک کھڑکھڑھڑکا رہا تھا۔

ہیبت حق است ایں اخلق نیست	ہیبت ایں مرد صاحب حق نیست
---------------------------	---------------------------

وہ آسمان عزت کے آفتاب تھے۔ اگر پانی کی تہیں بھی اُن کا عکس تھا تاہم چمک دمک اُس کے
 ساتھ تھی۔ مگر ان کی سی عزتیں صرف تمنا کرنے یا بیوہ عورتوں کی طرح مونہ ڈھانک ڈھانک
 رونے یا دعائیں مانگنے سے تو نصیب نہیں ہوتیں۔ کیوں کہ ان کو بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے
 سے نہیں مل گئیں تھیں۔ انھوں نے اس عزت کے پیچھے مال اور جان اور خوش واقارب کسی
 چیز کی کچھ پروا نہیں کی۔ ہم یہ کہنے کو تو موجود ہیں کہ سکیں ایں نادر آں نادر۔ مگر کرنے کے نام
 میرے دیکھنے میں تو اتنا ہی ہوا کہ سید احمد خاں کے غل شور مچانے سے قومی مرثیہ خوانوں کا ایک
 گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ جب تک ٹھنوس نوابی رہی مرثیہ خوانی کا بڑا زور شور رہا۔ اور اس طرز
 خاص کو انیس اور دسیر نے حقیقت میں بحزبانی کی حد تک بھونچا دیا کہی نے ان جیسا کہا
 اور نہ کوئی ان جیسا کہ سکے گا۔ اب جو نئی قسم کے مرثیہ خوان چلے تو اس کے موجد ہوئے ہمارے
 مولوی الطاف حسین صاحب عالی انھوں نے ایک بڑی دھوم کا مستند لکھ کر کچھ ایسا
 بجل چھونکا کہ جہاں جہاں موزوں ملے تھے سب لگے ان ہی کی دُوریں گانے۔ اور گنگنانے۔

گنگنہانے والوں میں یہ آپ کا نیاز مند بھی ہو کہ شعر تو نہیں کہہ سکتا مگر ٹک سے تک ملا لیا کرتا ہو۔
 میں نہیں سمجھتا کہ مولوی الطاف حسین نے مستدس اس غرض سے کہا تھا کہ ایشیائی شاعری
 میں ایک طرز جدید داخل کریں۔ بلکہ اُن کی غرض اصلی یہ تھی کہ سوئی ہوئی قوم جاگے اور دیکھے کہ
 تباہی کا سیلاب ان کے سروں پر آچھوٹا۔ مگر قوم نے جاگنا تو درکنار کر دٹ تک بھی تو نہ لی۔ اور اُن کے
 مستدس کا ایک کھیل بنا کر لیا۔ کوئی اس کو اس لیے نہیں بڑھتا کہ سچے اور عمل کرے۔ نظر پڑتی بھی ہو
 تو وہی محاسن شاعری پر۔ اور سید احمد خاں صاحب بڑا مین تو مین قریب قریب ہی حال ہو۔
 اس کا نگریس کا۔ اکثر تو ماشائی ہوں گے۔ بعض اس کو ایک طرح کی محفل مشاعرہ سمجھ کر شریک
 ہوئے ہوں گے۔ کہ سر سید پھر دیں گے مولوی الطاف حسین حالی مولوی شبلی نشتی احمد علی
 شوق۔ اپنے اپنے افکار تازہ پڑھیں گے۔ ذرا چل کر سنیں تو سہی کیا کہتے ہیں بعض صرف سید احمد
 کے بیٹے ہوں گے۔ اور بعض شہداء ہوں گے۔ لڑا بھڑنے کے نہیں۔ لو لگا لینے کے۔ جو چاہتے ہیں۔ کہ
 محض کافر نس میں شریک ہونے کی وجہ سے ان کا نام درمندان قوم کی فہرست پر چڑھ جائے۔ جتنے
 صاحب شریک محفل ہیں سب سے بدترین ہوں گے کہ انہی کرنے کو خاک۔ جب آدمی خود ایک بات کا
 حامل نہیں دوسرے پر اس کا اثر کیا ہو۔ غرض کیا مستمع کیا پھر ار ہیں سب ایک ہی تخیل کے چٹے چٹے۔
 بلکہ پھر الپ مجموعہ کیا نتائج ہوتی ہو۔ رفتے رفتے کی خبر لے چلے۔ قوم کا تو یہ حال ہو کہ ایک یکنٹ اور ایک
 ایک سکھ کی درمیں برسوں نہیں عمروں کا نقصان ہو رہا ہو۔ اور یہاں ہنوز روز اول ہو مجھ کو ایک
 بات کا اور بھی ڈر ہو کہ انسان کی تعلقت اس طرح کی واقع ہوئی ہو کہ جب وہ کوئی نئی بات سنتا یا غیر
 معمولی حالت دیکھتا ہو تو اول بار سننے اور دیکھنے سے اُس کی طبیعت میں ایک جوش پیدا ہوتا ہو۔
 لیکن اگر بار بار وہی بات سنا اور وہی حالت دیکھا کرے تو اُس کا احساس تادم ٹپا جاتا ہو۔ ح

پہو حسلو ابیک باز خورد ندوبس

کچھ سید احمد خاں ہی کو توقع ہوگی۔ خدا ہی ہو کہ ان چھروں میں جو تک لگے۔ کہنے اور سننے کی تو کوئی حد

سے ان کی طلب پورا ہو جوتے والے ۱۲۔

باقی نہیں رہی ضرورت سے بہت زیادہ کہا جا چکا۔ اور ضرورت سے بہت زیادہ سن چکے۔ اب یا تو قومی جہد و قومی رفاہ۔ قومی ترقی کا تذکرہ موقوف کرو کیوں بیٹھے بٹھائے مفت میں اپنی ہنسی کرتے ہو۔ اور اگر فی الحقیقت تمہارے دل میں قوم کا درد ہو۔ تو کچھ کر کے دکھاؤ۔ بے شک کام بڑا اہم ہو لیکن سچے دل سے ہمت کرو تو خدا کی قسم پانی سے زیادہ پتلا اور ردی سے زیادہ ملائم ریشم نے یادہ نرم آئینے سے زیادہ چکن لٹکے سامنے ہمارے ہی بزرگوں کی مثال موجود ہیں کوئی بھی نہیں درپیش نہیں اور نہ ہم کو کسی ہم درپیش سمجھ چکے ہو تو خیر۔ اور نہیں سمجھے تو اب سمجھ لو۔ کہ بدون اعلیٰ درجے کی انگریزی تعلیم کے مسلمانوں کی حالت حشر تک درست ہونے والی نہیں۔ اور اس کو چاہیے فارون کا خزانہ۔ وہ تو بٹھے شکر کا مقام ہو کہ ہم میں ایک ایسا شخص موجود ہو کہ اس کو روپے کی مدد ملے تو تعلیم کے جہاز کو لے کر بار لگا دے۔ وہ کون ہو؟ سمجھ تو گئے ہوں گے۔ پھر کیوں مجھ سے کہلو اتے ہو۔ خدا خواستہ یہ شخص نہ ہوتا تو روپیہ کو لے کر چھٹا کرتے۔ یہ نعمت خدا داد ہو ورنہ جتنا روپیہ تعلیم کے لئے فراہم کرتے اس سبکے بلے بھی تو سید احمد کا سا ایک دماغ ڈھونڈنے پاتے۔ خیر تو غرض یہ کہ ہم کو روپیہ چاہیے۔ جتنا ہو سکے اور جس قدر ہو سکے روپیہ آئے تو کہاں سے آئے۔ جن کو قوم کا درد ہو مقدور نہیں رکھتے۔ اور جن کو مقدور ہی ان کو دور نہیں ہے

اگر ہاں را بدست اندر در خمیت خدا و ندان نعت را کرم نیست

اس مشکل کے حل کرنے کی ایک تدبیر میرے خیال میں آتی ہے۔ امیر دکن تو مارو گردن۔ ان سے تو کچھ ہونا ہوتا نہیں جب کسی قوم پر وبال آئے کہ ہوتا ہو تو سب سے پہلے امرائے قوم ہی گرتے ہیں۔ حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے۔ **وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتَوَفِّيَهَا فَنَفْسُهَا** **فَقَوْلُ قَدْ كُنَّا هَآئِذَا مَرِئُوا**۔ پس جن لوگوں کے فساد سے ہماری قوم کی خرابی کی ابتدا ہو تو اس اصلاح کی توقع ایسی ہو جیسے زہر سے نوشدارو کی تاثیر کی امید ہے

پچھمت راہ و قانس نگہ گرفتن سے رہنمائی کی نہ رکھ چشم دلا رہنمائی سے

اے جب ہم کو منظور ہوتا ہو کسی گھوڑ کو برباد کر دیں تو ہم ہمارے خوش حال لوگوں کو برباد کر دیتے ہیں وہ اس میں بدکاریاں کرنے لگتے ہیں اور ہمارا قول پورا ہو جاتا ہو پھر ہم اس کو مار کر ڈال کر دیتے ہیں۔

یوں کر وہ جو جو قومی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں سب ایک گروہ بن جاؤ۔ اور گروہ کو ضرور پی ٹیڈ اینٹی سرگروہ اسی فرد متعین کو دیکھے یا نہ نہیں ضرور دیکھے اور فوب کچے، لیڈ بناؤ۔ صرف چندہ فراہم کرنے اور اس کو اپنی رائے سے اعلیٰ درجے کی انگریزی تعلیم میں صرف کرنے کا اور اس امام کے ہاتھ پر فارغی (باقاعدہ) بیعت کر دے کہ ہم مفرداً و مجتمعاً روپیہ بہم پہنچانے میں سہی کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا سکیں گے لیکن اس بیعت کے بعد یہ نہیں کرنا ہوگا کہ چلتی سی ایک بات کہ دی اور اپنے سر سے چھتہ اسانا اٹا لگ ہو گئے۔ ستو باندھ کے چندے کو پیچھے پڑنا ہوگا۔ مگر گھر جا کر جھک مانگنی پڑے گی۔ یا ایک چھوٹا سا ضلع کیفٹ مآٹفٹ اختیار کرو اور تحقیقات کر کے ایسے لوگوں کی فہرست بناؤ جو صاحب زکوٰۃ ہیں۔ لڑکر جھگڑ کر منت سے۔ خوشامد سے۔ بھانے سے۔ الحاث سے۔ ابرام سے غرض کہ جس طرح بن پڑے اُن سے زکوٰۃ وصول کرو۔ کچھ خبر بھی ہو ہی صدقات ابتدائیں اسلام کا کیپٹل (سرکاری) ہے ہیں۔ ان کے وصول کا بڑا اہتمام ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) منع زکوٰۃ کو اتنا سمجھ کر جہاد کا مادہ ہو گئے تھے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اپنی خلافت میں ان ابواب کی تحصیل موقوف کر دی کیوں کہ مسلمانوں کو خدا نے سلطنت کی وجہ سے غنی کر دیا تھا۔ مگر میرے نزدیک حضرت عثمان نے غلطی کی۔ دینا بھی کو ناگو اور معلوم ہوتا ہے پیر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی لوگ دیتے وقت بڑبڑاتے تھے حضرت عثمان کے دست بردار ہوجانے سے ہے سے اب بھی ڈھیلے پڑ گئے۔

اب جو لوگ دیتے ہوں وہ جانیں اور اُن کا ایمان جانے۔ لیکن اگر کسی طرح اس رقم کا ضبط کرنا ممکن ہو تو بہت بڑی آمدنی کی چیز ہو۔ اس میں بھی دقتیں پیش آئیں گی۔ بعض توصات کا سا جواب دیں گے کہ تم ہمارے محاسب نہیں۔ تم کو ہمارے معاملات میں کیا دخل۔ بعض حید کریں گے کہ تعلیم انگریزی مصرف زکوٰۃ نہیں۔ بعض نصاب کو چھپائیں گے۔ بعض دیتے وقت ہر پچھ کریں گے۔ ان مشکلات پر غالب آنا سچی قومی خیر خواہی ہو اور نہ اپنی گرہ سے دو۔ نہ دوسرے سے دلاؤ نہ زبانی مجمع و خرچ ہم تو ایسی امدادی خیر خواہی کے قابل ہی نہیں مثل مشورہ کو جتنا گڑاؤ لوگے اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ جیسی

لے اتنا ہی طہرہ ہٹے لگ پٹ کر ساتہ مرتد ہو جاتا ہے۔

ہماری کوششیں ہیں۔ مضمحل اوپر ہی دل سے دیئے نتیجے ہیں کہ آج میں برس سے تعلیم کا عمل سنتے سنتے کان بہرے ہو گئے۔ سر دکنے لگا جی اکتا گیا اور کسی ایک ضلع کی تعلیم کا انتظام بھی کافی اور اطمینان کے لائق نہیں ہوا۔ آؤ تھوڑی دیر کے لئے اس بات پر بھی نظر کریں کہ تالے بزرگان دین۔ ہمارے پیشوا کیا کمال کرتے تھے کہ پہلی پر سرسوں جا گئے۔ دوست دشمن سب اس بات پر متفق ہیں کہ جس قدر جلد اسلام کی سلطنت قائم ہوئی۔ اس طرح چٹکی بجائے میں کوئی اور سلطنت قائم ہی نہیں ہوئی۔ ان میں ایک کمال ہو تو بیان کیا جائے سر تالہ کمال ہی کمال تھے۔

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا نیچاست

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کے کمی نگر

تاہم میں چند ایسی باتیں بیان کروں گا جن کو میرے نزدیک اسلام کی ترقی میں بڑا دخل تھا اور اب بھی مسلمانوں کی حالت کے درست کرنے کے لئے ان کی سخت ضرورت ہے۔ ان میں ایک بڑی نفس کشی کی تھی اور یہی صفت ہو جو تاہم دردی کی جو دوستی کی۔ ایشیا کی۔

جب انسان خود اپنی حاجتوں کا مغلوب ہو اس کے دل میں دوسرے کی امداد اعانت کی تحریک پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اب سب سے پہلے اپنے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہیں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تین دن تو اترا حکم سیر نہیں ہوئے وَ كُنْثِيْنَا لَشَبَعْنَا وَلَكِنْ كَانَ يُوشِرُ عَلٰی نَفْسِهِ وَلَا يَدْرُؤُ شَيْئًا لِّعَدُوِّهِ۔ یعنی چاہتے تو پیٹ بھر کر کھاتے مگر حضرت کی عادت تھی بھوکوں کو کھلا دیتے۔ اور آپ بھوکے رہتے اور کل کا فکر تو کبھی کیا ہی نہیں۔

ایں جو آں کس است کہ از فقر فارغیت

ہر چہ آمدت بدست بہ دار می پیشان

ابو طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب غلبہ فتنے سے بہت تنگ آئے تو کئی آدمی مل کر حضرت کے پاس گئے اور اپنے اپنے پیٹ دکھائے۔ سب نے ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا تاکہ بھوک کی ایذا محسوس ہو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حکم مبارک دکھایا تو اکٹھے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متقول ہو کہ میں ایک دن پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ

مگر بہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ

نہ رفت کلہ لابر زبان اوہ سرگز

کم بخت کو نہ چوری کرتے شرم آئی اور نہ دنیا دار بادشاہ کی اس قدر بے جا اور نامناسب خوشامد کرتے ہم صرف جو کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ اتنی باتوں کو کہ خود حاجت مند اور سخت درجے کے حاجت مند اور اس قدر داود و ہش اور کشادہ دلی کے ساتھ آپ فرماتے تھے **كُوْنْكَ اَنْ مِثْلُ اَحَدٍ ذَهَبًا يُّسْرُنِي اَنْ لَا يَسْرُوْهُ** **حَلَّيْ كُلُّ لَيْالٍ وَحِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ** اور یہی کیفیت تھی تلوع مرگ کہ مرض الموت سے پہلے کہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ سیاسات دینا ردیئے تھے کہ مساکین کو تقسیم کر دینا۔ علالت میں خیال آیا تو پوچھا۔ حضرت عائشہ نے غدر کیا **شَغَلَنِي وَجُعَكَ** آپ نے منگو کر دنا یہ کو ہاتھ میں لیا اور فرمایا **مَنْ طَلَبْتُ مِنْ نَبِيِّ اللَّهِ كَوَلَّيْهِ اللَّهُ عَنْ وَجَلْتُ وَهَذَا عِنْدَ كَيْسٍ** نے ابد اگر حدیث کی کتابوں میں دیکھا ہو کہ مال دنیا پیغمبر صاحب کی نظر میں نہ صرف بے قدر تھا بلکہ اپنے اور اپنے اقارب اور متعلقین کے لئے مبغوض۔ انھوں نے صدقات کو جو ہمارے زمانے کے مولویوں اور مشائخوں کی معاش کا بڑا ذریعہ ہے۔ نہ صرف اپنی نسل پر بلکہ بنی ہاشم پر ہمیشہ کے لئے قطعاً حرام کر دیا یہاں تک کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المال میں بیٹھے ہوئے نقد و جس مستحقین کو تقسیم کر رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے بچے تو تھے ہی، ایک چھوڑا منہ میں ڈال لیا حضرت کی نظر پڑ گئی تو فرمایا **كَمْ كُنْتُمْ تَحِبُّونَ** لوگوں کے مال کا میل ہے۔ آل محمد پر حرام۔ اور آخر وہ چھوڑا اٹھکوا دیا۔ اور اس داود و ہش کا ضروری تیوہ تھا کہ آپ نہ صرف اپنے نفس پر سختی بھیجتے تھے۔ بلکہ تمام اہل عیال۔ یہاں تک کہ ایک بازار و اج مٹھرا کے توسیع نفقات پر ضد کی تو آپ ناخوش ہو کر سب چھوڑ بیٹھنے پر آمادہ ہو گئے۔ اسی کا تو بیان ہے سورہ احزاب میں **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ**

اے اگر میرے پاس کوہ احد کی قدر نہ ہوتی تو مجھ کو بڑی خوشی اس کی تھی کہ تین راتیں نہ گزرتے پائیں سب خرچ کر دوں ۱۱ اے میں آپ کی تیمارداری میں مصروف رہی ۱۲ جمعہ و جمعہ کی ۱۳ اے اور نبی کی نسبت خیال کیا جاسے جو یہ اشرافوں نے ہوئے خدا کے پاس جائے ۱۴ اور نبی اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی عزت و کار ہو تو کوئی تم کو کچھ دے دلا کہ اہل طبع رخصت کر دوں اور اگر تم کو دلا کار ہو اشراف اور رسول اور آخرت کا اگر تو تم میں نیکی کا ہر جن ان کے لئے حل نہ ہوا ۱۵ اور تیمار کر کے مایوس ۱۶

قُلْ لَا ذَا جِلْدَ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دَرِيْثًا وَبَعِيْثًا فَعَالِمِيْنَ اٰمِنِيْنَ وَاَسْمٰكُنْ سَلٰمًا
جَبِيْنًا وَاِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ وَدُوْلَهُ وَاَلَدَ الْاٰخِرَةِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْعٰمِلِيْنَ مِنْكُمْ
اَجْرًا عَظِيْمًا اِس طرح کی بیسیوں باتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر صاحب علی المد علیہ
وسلم نے شروع سے آخر تک حد درجے کی نفس کشی ساتھ زندگی بسر کی اور اس کے بہت شواہد
ہیں دریا کا رمی تھی نہ ناداری تھی نہ خست نہ کفایت شعار تھی بلکہ وہی کہ اپنے میں ایذا ہو تو اگر
دوسروں کو فائدہ پہنچے۔ ابتدا سے عرس وادا اور دادا کے بعد چچا ان کے متکفل تھے پھر خدائے
اُن کو خدیجہ الکبریٰ کی مال سے غنی کر دیا تھا اور اس کے بعد تو بادشاہ تھے صاحب ملک و لشکر مالک
اموال غنیمت بَصْرَتْ فِيْهَا كَيْفَ يَبْسَاطُ مَكَرَاتِهَا ہوا تو تیس صلح جو کے بدلے اپنے پہننے کی
ذرا رہن تھی اپنے لیے تو اس درجے کی تنگی اور مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح کا دریغ نہ تھا۔ یہاں تک
کہ جب ملک فتح ہونے لگے تو آپ نے منادی کر دی کہ اَنَا اَوَّلِيْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ مَنْ
تَوَلّٰى مِنْ الْمُؤْمِنِيْنَ وَتَوَلّٰى دِيْنًا فَعَلَى قَضَاءِ مَا مَنّٰ وَكَلَّ مَا لَمْ يَكُنْ يُوَسِّرَتْنِيْ اَب اسی
نفس کشی کے متعلق چند باتیں صحابہ کی سنو۔

حضرت عمر کے بیٹے اپنے والد کے حالات میں بیان کرتے ہیں کہ اُنھوں نے نجابر بن عبد اللہ
کے ہاتھ میں ایک درم دیکھا۔ پوچھا کہ کیسا درم ہو۔ جابر نے کہا بہت دنوں سے بال بچے گوشت
ترس گئے۔ آج ارادہ ہو کہ اس کا گوشت لے کر بچاؤں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کو بے کیا تم لوگوں کا
یہ حال ہو گیا ہو کہ جس چیز پر جی لپٹا یا گئے اور مول لے آئے۔ تم سے اپنے چچا زاد بھائی اور پڑوسی
کی خاطر مجھ کو کی سہارا نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت یاد سے اُتر گئی ہو۔ اَذْهَبْكُمْ طَيِّبًا تَكُوْنُ
فِيْ حَيَاتِكُمْ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا مالک دارمی سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت

۱۷ھ میں صرف کرتے ۱۲ھ یہ ملک عرب کا ایک پیرانہ ۱۷ھ مجھ سے بڑھ کر مسلمانوں کا کوئی
غیر خواہ نہیں۔ جو مسلمان قرض دار مرے اُس کا قرض میرے ذمے اور جو مال چھوڑ مرے تو مال اُس کے وارثوں کا ہے۔
۱۷ھ تم دنیا میں مرنے اڑا چکے اور فائدہ اٹھا چکے۔ ۱۷ھ۔

میں ایک غلام کو عبیدہ بن الجراح کے پاس چار سو دینار سے کر بھیجا اور کیا یہ دینار ان کو دے کر ذرا ٹھہرے رہنا۔ دیکھ کر کیا کرتے ہیں۔ غلام نے دینار بچو نچا دیئے اور حکم کے مطابق ٹھہرا رہا۔ عبیدہ نے حضرت عمرؓ کا شکریہ ادا کیا اور لونڈی کو بلا کر کہا کہ سات دہاں اور پانچ دہاں نے گرا یہاں تک کہ اسی طرح کل چار سو کے چار سو تمام ہو گئے۔ غلام نے جو دیجا جا کر عرض کر دیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ نے چار سو کی ایک تھیلی اور بھر کر رکھی تھی۔ اسی طرح غلام کو معاذ بن جبل کے پاس بھیجا۔ وہاں بھی عبیدہ کا ماجرا پیش آیا اتنی بات زیادہ ہوئی کہ جب معاذ دینار تقسیم کر رہے تھے۔ ان کی بی بی نے آکر کہا بھدا ہم بھی حاجت مند ہیں کچھ تو ہم کو بھی دو۔

اگل پھینکے ہو اوروں کی طرف بلکہ ٹھہری | امی خانہ برانداز چین کچھ تو ادھر بھی

اُس وقت صرف دو دینار باقی تھے۔ معاذ نے بی بی کے حوالے کیئے۔ حضرت عمرؓ نے عبیدہ اور اور معاذ کا حال سنا تو بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ ہاں یہ ہیں المؤمنون اِخْوَةُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ حضرت عمرؓ کو اسی طرح کا معاملہ سعد بن عامر کے ساتھ پیش آیا۔ سنا کہ ان کے ہاں آگ تک نہیں ٹھکتی۔ اٹھتے دس ہزار بھیج دیئے۔ انھوں نے تھیلیاں اور ٹولیاں باندھ باندھ کر بانٹنا شروع کیئے۔ بی بی نے کہا۔ یہ روپیہ جو خلیفہ نے ہمارے لیے بھیجا جو تم کس کس کو دیئے ڈالتے ہو۔ کہا ان لوگوں کو جو اس کے ہم سے زیادہ حاجت مند اور حق دار ہیں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو ان کی امارت یعنی خلافت کے زمانے میں دیکھا کہ عین ہونڈھوں کے بیچ میں اوپر تلے تین ہونڈھ لگے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن شداد کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ رحمہ کو دیکھا امیر برکھڑے خطیب پڑھ رہے ہیں اور چار یا پانچ درم کی قیمت کا مدک بنا ہوا مٹا ہوا باندھے ہوئے ہیں۔ یہ وہ عثمان تھے جن کا لقب تھا غنی اور جنھوں نے پستیس ہزار درم کا ایک بیرومہ خرید کر وقف کر دیا تھا۔ تجمیز جیوش اور دوسرے مواقع پر جو خرچ کیا اُس کا نہ کوئی نہیں۔

۱۲۔ سلمان بھائی آپس میں ایک ہیں ۱۳۔ یہ ایک کوئیں کا نام ہو ۱۴۔

حضرت عمرؓ کے حالات میں لکھا ہوا کہ خلافت پر مسلط ہوئے پیچھے مدت تک انھوں نے بیت المال سے ایک ٹوڑی نہ لی۔ آخر تک ہوئے تو اصحاب کو بلا کر کہا کہ میرا سارا وقت اس کام میں صرف ہو جانا بہترین بیت المال سے لوں تو کیا لوں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ صبح و شام دو وقت کھانے کی تدبیر چننا نہ حضرت عمرؓ نے بھی اس کو پسند کیا اور اسی پر کاربند رہے۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی ایک مشہور حکایت ہو کہ کھانا لے کر لڑکے اٹھاتے ہی تھے کہ ایک مسکین نے آواز دی۔ آپ نے سارا کھانا اُس کے حوالے کیا۔ دوبارہ کھانا پکا اور اتفاق سے عین وقت پر پیچھے آکھلا۔ پھر میری باری قیدی جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُؤْتِيكُمْ مِنْكُمْ حِرَاءً وَلَا شُكْرًا۔**

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی سخاوت کی ایک مثال کا میں نے خاص نوٹس لیا۔ کہ قرض تو بہت بڑی بلا ہے پھر صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا یہ قاعدہ رکھا تھا کہ جو شخص قرض وادارہ اُس کے جنازے کی نماز نہ پڑھتے۔ اور مقصود یہ تھا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور قرض سے بچیں چنانچہ ایک شخص نے وفات پائی لوگوں نے پھر صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز جنازہ کی درخواست کی۔ آپ نے پوچھا **هَلْ عَلَى صَاحِبِكُمْ دَيْنٌ قَالُوا نَعَمْ قَالَ هَلْ تَزُولُ مِنْ دِفَائِهِ قَالُوا أَقَالَ تَصَلُّوا أَحَلَّ صَاحِبِكُمْ قَالَ عَلِيٌّ بَنِي أَبِي طَالِبٍ عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَدْ دَمَ فَصَلِّ عَلَيَّ اِسْ صَوْت** میں ایک مہاجر اور مسلمان نماز پڑھنے کی برکت سے محروم رہا جاتا تھا حضرت علیؓ سے اس کا حرام مان دیکھا گیا۔ اور اُس کا سارا قرضہ اپنے اوپر اٹھ لیا۔ تو وہ زندہ مسلمانوں کی ایذا کو کیوں برداشت کرنے لگے تھے۔ ریسر کی کتابوں میں یہ بھی نظر سے گزرا ہو کہ حضرت علیؓ کے اپنے عزیز یہاں تک کہ اُن کے بھائی

لے کھانے کے خود حاجت مند بھی اور آپ نہیں کھاتے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں کہ ہم کو خدا کے پیسے کھلاتے ہیں تم سے بدلہ اسلئے گزاریں درکار نہیں ۱۲۔ پوچھا کہ اس شخص کی کچھ دینا ہو لوگوں نے کہا ہاں۔ پوچھا کہ اُسے قرض کے پیسے بھی کچھ نہ ملے۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو تم اُس کے جنازے کی نماز پڑھو۔ حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ اس کا قرض میرے ذمے ہے آپ اپنے نماز جنازہ پڑھائی ۱۳۔

عقیل اُن سے ناخوش رہتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ ان کے دینے میں مضائقہ کرتے تھے۔

ایسا ہی معاملہ حضرت عمرؓ کو پیش آیا تھا کہ اُسامہ بن زید کو زیادہ ملا تو عبداللہ بن عمرؓ نے باپ کا گلہ سا کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم اور اُسامہ برابر نہیں ہو سکتے۔ مجھ کو معلوم ہو کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسامہ کے باپ کو تمہارے باپ سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔ حقیقت میں ان لوگوں کے کچھ عجیب حالات ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سولہ دینار راج میں صرف کئے۔ اور بیٹے سے کہا کہ ہم نے بیت المال کا روپیہ زیادہ اٹھا دیا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت اور سولہ دینار کا خرچ اور اس پر افسوس۔ حضرت ابو بکرؓ کے باب میں تو پیغمبر صاحب پکائے فرماتے تھے کہ جس قدر ان کا روپیہ میرے کام میں آیا ہو اور کسی کا نہیں آیا مَالًا لَا حِدٍ عِنْدَ نَاصِرٍ بَدَا لَدَوْدَ قَدْ فَتِنَا مَآ خَلَا اَبِي بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَ تَائِدٍ اَيُّكَ فَيَلَهُ اللّٰهُ هَا كُنُوْا اَقِيَامَةً وَمَا نَفَعْنِي مَالٌ اَحَدٍ قَطُّ مَا لَفَعْنِي مَالٌ اَبِي بَكْرٍ رَضِىَ عَنْهُ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک بار پیغمبر صاحب کو روپے کی ضرورت تھی۔ یعنی وہی مسلمانوں کے عام فائدے کے لئے۔ کیوں کہ ان کے ہاں ذاتی ضرورت سے تو کچھ بحث ہی نہ تھی خیر تو پیغمبر صاحب نے صحابہ کو جمع کر کے دعا فرمایا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے تو اپنا آداب مال لا حاضر کیا اور پیغمبر صاحب سے کھ بھی دیا اور دل میں سمجھا کہ آج حضرت ابو بکرؓ سے میں ضرور بازی لے جاؤں گا۔ دین گے تو وہ بھی ضرور۔ مگر شاید آدھانہ دے سکیں۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ بھی اپنا چندہ لئے ہوئے آچھونچے پیغمبر صاحب نے مجھ سے بھی پوچھا تھا مَالًا لَقَبْتُكَ لَأَهْلِكَ تو میں نے عرض کر دیا تھا مِثْلَهُ حضرت ابو بکرؓ سے بھی پوچھا۔ تو انھوں نے کہا اَبْعَثْ رَجُلًا يَلْزِمُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ اس کے بعد سے حضرت ابو بکرؓ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ بند اور تنکوں کی جگہ کانٹے اور تینکے لگائے پھرتے تھے اور اسی سے لوگ اُن کو

لے جس کسی کا ہم کچھ احسان تھا ہم سب کا بدلہ تار چمچے مگر ابو بکرؓ کا ہم پر ایسا احسان ہو کہ ہمیں کاغذ قیامت میں اُن کو خدا کے یہاں سے ملے گا۔ اور مجھ کو کسی کے مال نے ایسا نفع نہیں دیا جیسا ابو بکرؓ کے مال نے ۱۳۷ھ تم نے اپنے اہل و عیال کے لئے لکھنا باقی رکھا ۱۳۷ھ جتنا حاضر لایا ہوں اسی قدر اہل و عیال کے لئے چھوڑ آیا ہوں ۱۳۸ھ میں اللہ و رسول کے سوا اہل و عیال کے لئے کچھ نہیں چھوڑا۔

ذوالخوال کئے گئے تھے۔ اگر کسی کو چنڈے کی مقدار پر گھمٹا ہو تو ان بزرگوں میں مقدور والے خدا کے فضل سے اس میں بھی کسی سے پیٹے نہ تھے اَللّٰهُ يَكْفِيكَ عِبَادَ الرَّحْمٰنِ بن عرف غزوہ تبوک میں نہجائے اس کے کفارے میں ستر ہزار دینار خدا کی راہ میں صرف کیے۔ ایک بار پانسو اونٹ اور پانسو گھوڑے خیرات کر دیئے۔ یہ حضرت عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس بشارت کی خوشی میں قافلہ قافلہ جو شام سے ان کا مال تجارت لارہا تھا سب خیرات کر دیا۔ حکیم بن خرام نے سو غلام عرفے کے دن آزاد کیے۔ جن کے گلے میں چاندی کے طوق تھے اور طوق پر کندہ تھا عَقَقْنَا اللّٰہِ سَاحِیْرًا معاویہ کے ہاتھ رہنے کا کان بیچ کر سارا زرخیز خیرات کیا کمال تو ابو طلحہ انصاری نے کیا کچھ خبریں؟ پاس کوئی سائل آیا حضرت نے پہلے اذواج طاہرات سے کہلا بھیجا کہ کچھ ہو تو دو۔ سب سے جواب صاف ملا۔ آخر پیغمبر صاحب نے حاضرین سے فرمایا۔ کیوں بھائی تم میں سے کسی کو بہت ہو کہ اس غریب کو ایک رات مہمان رکھے۔ ابو طلحہ بولے حضرت میرے ساتھ کر دیجئے۔ مہمان کو تو لے گئے۔ گھر بھیج کر معلوم ہوا کہ وہاں بھی سفایا ہو اور کچھ بھی تو آنا کہ بچوں کا پوت پورا ہو۔ آخر اس کے سوا ان کچھ نہ کہنے میں بڑا کہ نبی سے کہنا کہ بچوں کو تو جس طرح بھلا چسکا کر جیسے سے ٹکرا دو۔ کھانے کا وقت آئے تو کسی حیلے سے چراغ گل کر دینا۔ میں خالی موندھ چلا تا رہوں گا۔ مہمان کا بیٹ بھر جائے گا۔ ایسا ہی ہوا۔ اسی واقعے کو مفسرین نے آیت تَنْزِيلُ دُنْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ دُلُوْكَانَ بِهٖمْ خَصَاصَةً کا شان نزول بتایا ہو۔ اب تک میں نے شخصی شائیں بیان کی ہیں۔ یہی حال تھا گروہ کا گروہ سے اور قوم کا قوم سے۔ مثلاً حب مہاجرین مدینے میں آ رہے تو انصاری نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت ہمارے بھائی مہاجرین بے سرو سامان ہیں۔ آپ ہمارے اموال میں ان کا برابر کا حصہ لگا دیجئے حضرت نے فرمایا تمہارا یہی احسان بہت ہو کہ تم ہم سے کام نہیں لیتے لے گئے لوگ نیک کاموں میں سب پر بہت لگے تھے ۱۲ ملکہ تبوک ایک شہر کا نام جو ملک شام میں ۱۲۵۰ھ دس مہابی جن کو پیغمبر صاحب نے جی جی ہمتی ہمتی کی خوش خبری حکم خداوندی تھی ۱۲ ملکہ خدا کی راہ میں آزاد کیے ہوئے ۱۲۵۰ھ اپنے تئیں حاجت ہی کیوں نہ ہو۔ دوسروں کو اپنے اور پر مقدم رکھتے ہیں ۱۲۔

اور خرچ سے ہماری مدد کرتے ہو۔ پھر جب بنی نقیض کی غنیمت ہاتھ لگی تو بنیہ صاحب کو انصار کی وجہ یا
یا تھی۔ آپ نے انصار سے کہا کہ اب کہو تو غنیمت میں تمہارا حصہ لگا کر مہاجرین کو تمہارے اموال میں
شریک کر دو۔ یا غنیمت صرف مہاجرین کے لئے رہنے دوں کہ ان کو ضرورت ہو۔ تلم انصار نے
ایک زبان ہو کر عرض کیا کہ غنیمت صرف مہاجرین کو دیجئے ہم کو اس کی خواہش نہیں۔ اور اپنے مال
میں مہاجرین کے شریک کرنے سے ہم پہلے بھی راضی تھے اب بھی راضی ہیں۔ پھر بنیہ کی ٹٹائی کے
بعد جو فتح مکہ کے تھوڑے ہی دنوں پہچھے ہوئی جب ہوازن اور ثقیف کی ٹوٹ تقسیم ہونے لگی
تو حضرت نے قریش کو خوب جی کھول کر دیا۔ بعض انصار کے منہ سے یہ بات نکلی۔ کہ ہنوز ہماری
تلواروں سے قریش کے خون پڑے ٹپک رہے ہیں اور ان ہی کو بہت دیا جاتا ہے۔ حضرت کو
خیر صحیحی تو آپ نے انصار کو جمع کر کے فرمایا کہ میں نے ایسا ایسا سنا ہے۔ سو تم کو معلوم ہے کہ میں
صلحت و وقت سمجھ کر بعض اوقات نااہل کو بھی دیتا ہوں۔ کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ لوگوں کو
مال ملے اور تم کو خدا اور خدا کا رسول۔ انصار نے عرض کیا کہ ہم میں سے بعض نوجوان آدمیوں کے منہ
سے ایسی بے جا بات نکلی تو سہی مگر ہم میں سے جو صاحب الرائے ہیں ان کو مطلق شکایت نہیں۔
اور ہم خدا اور خدا کے رسول سے راضی ہیں ہم کو مال و دولت کچھ درکار نہیں۔ ہم اسی کو بڑی دولت
سمجھتے ہیں کہ آپ کے قدم ہمارے سروں پر ہیں۔ ان چند باتوں سے جو میں نے بیان کیں ظاہر
ہو گیا ہو گا کہ قرون اولیٰ کے مسلمان کس رنگ سے اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کتے تھے ہم میں بھی خیر خواہ
دین ہیں خیر خواہان قوم ہیں۔ اور یہ عمارت اور یہ کارخانہ جس میں ہم لوگ اس وقت موجود ہیں۔
اس خیر خواہی کا ثبوت مری ہے۔ لیکن گفتگو اس میں ہو کہ کیا یہ خیر خواہی اور اس رنگ کی خیر خواہی مسلمانوں
کی ضرورت کو کافی ہے۔ یا نہیں۔ میرا کہنا یہی ہے کہ ہرگز کافی نہیں۔ اب تو جان جو کموں کا کچھ بھی کام
نہیں۔ صرف روپیچے کا خرچ۔ سو اس طرح پوسسک کر خرچ کرنے سے اب تک کچھ ہوا اور نہ آئندہ
کچھ ہو سکے گا۔ کرنا ہی تو پورا کام کرو۔ ادھورا کام ہو نہ ہو ابراہم۔ عربی فارسی میں تو کچھ اثر رہا نہیں۔

سہ ہمدردوں کے ایک جیسے کانام ۱۲۷ھ ہوازن اور ثقیف قبیلوں کے نام ہیں ۱۲۔

اب تو چلتا ہوا محل انگریزی کا ہی۔ سوانگریزی شاعر کتا ہو۔

آل ریٹیلڈ یوڈو۔ ڈو۔ و تھ لیور مائٹ

تھنگز ڈن بانی ہاؤز آف ڈن رائٹ

ذرا سوچئے اور سمجھئے کی بات ہو کہ قرآن میں جہاں جہاں مسلمانوں کو کوئی حکم دیا گیا۔ ہر زمانے کے مسلمان
ملکوت اور مخاطب ہیں یا صرف وہی لوگ جو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمعصر تھے۔ اگر احکام
اُنہی اُنسی زمانے کے لوگوں کے ساتھ مخصوص ہوں تو سستے چھوٹے۔ مگر ہم نے تو کسی نیچری مسلمان کو
بھی یہ کہتے نہیں سنا۔ باتیں وہی ہیں۔ کسی میں سر موقوف نہیں اور ہونا ممکن بھی نہیں۔ وہی خدا ہو۔
وہی قرآن ہو۔ وہی احکام ہیں۔ وہی الگ عموم ہو ہاں ایک بات کا فرق ضرور ہو کہ ویسے مسلمان نہیں
اُنھوں نے اسلام کو دیکھا ضعیف۔ محتاج امداد۔ محتاج حمایت۔ اور جان و مال سے اس کی مدد کو
پل پڑے۔ آپ فاتے کیے اور دوسروں کے پیٹ بھرے۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے
نہیں کبھی نہیں۔ بھوکے بچوں کو تھپک تھپک کر صلا لیا۔ اور حمان کو کسلا لیا۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا
کسی نے نہیں کبھی نہیں۔ سلطان وقت ہو کر پیوند لگاے۔ مونا جھوٹا ہٹا تاکہ جو کوٹھی بیچے دوسرے
مسلمانوں کے کام آئے ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں کسی نے آدھا
اور کسی نے سارا مال ایک دم سے خدا کی راہ میں دے دیا۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے
نہیں کبھی نہیں۔ بے سرو سامان بھائیوں کی مدد جو کی سو کی۔ اُن کو آدھا مال بانٹ دینے کے
لئے اصرار کرتے رہے۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں۔

حضرت کے چچا حمزہ بن مطلب اور مصعب بن عمیر کو پورا کفن تک نہ ملا۔ یہاں تک کہ چادر
مٹھ پر ڈھانک کر پیروں پر گھاس ڈال دی گئی۔ اور یہ اُن مصعب کا مذکور ہو۔ جن کی نسبت پتینبر
صاحب نے فرمایا کہ میں نے دو دوسو درہم کا حلقہ پہنے اپنی آنکھ سے اُن کو دیکھا ہی ہم میں سے بھی
کبھی کسی نے کسی مسلمان کو اس بے سامانی کے ساتھ دفن ہوتے دیکھا؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں
حضرت ابو بکرؓ کی طرح تنکے اور کانٹے لٹکانا تو اُن ہی کا کام تھا۔ ہم میں سے کسی نے مٹی کے پٹنوں پر

۱۷ ہو کر کرنا ہی مجھ قدر کرو۔ اور حورے کام بھی ٹھیک نہیں ہوتے۔

بھی کبھی قناعت کی ہو؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہم میں سے بھی کبھی کسی نے عام مسلمانوں کی اپنے نفس اور اہل و عیال اور عزیزوں پر ترجیح دی ہو جس کا دوسرا نام اقبال ہو۔ کسی نے نہیں۔ کبھی نہیں۔ قطعاً

خسر و غواستگار سی شیریں بکھ کھن	بازی اگر چہ پانہ سکا سہر تو کھوسکا
کس منہ سے اپنے آپ کتنا ہی عشق باز	ایر و سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

شاعر نے تو کہا ہے۔ ع

”ایر و سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا“

اور میں کہتا ہوں۔ ع

”ایر و سیاہ تجھ سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا“

پس یا تو اپنا استثناء دکھایا اسلام اور خیر خواہی اسلام کے دعویٰ سے ہاتھ اٹھاؤ۔ یاگزشتہ راصلوات خیر جو ہو گیا سو گیا۔ اب اس کی تلافی کرو۔ سید احمد خاں تو میرے بچہ کے سننے والوں میں نہ ہوتے تو بہتر تھا۔ مجھ کو چار دنا چار اُن کا تذکرہ کرنا پڑتا ہو۔ اور ان کے بر روان کی وجہ کرنا خود مجھ کو ناگوار ہوتا ہو۔ ان کو مجھ سے بھی زیادہ ناگوار ہوتا ہو گا۔ مگر یہ میرے اختیار کی بات نہیں۔ ایک شخص کو دیکھتا ہوں اور نہ صرف میں دیکھتا ہوں۔ بلکہ سارا زمانہ دیکھ رہا ہو کہ مسلمانوں کے دیکھے اپنی جان کھپائے چلا جاتا ہو۔ کیوں کر ممکن ہو کہ مسلمانوں پر بچہ دروں مادر سید احمد خاں کا نام نہ لوں۔ بس ایک شخص کی نل نسوی تو اگلے لوگوں کی دل سوزی کے لگ بھگ معلوم ہوتی ہو باقی یوں کہنے کو تو ہم سب مسلمان ہیں۔ سبھی اسلام کے خیر خواہ ہیں اور اپنے مقدور کے موافق بھی کرتے ہوں گے۔

ایر و ق کس کو چشمِ حدت سے دیکھتے	سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں
----------------------------------	---------------------------------------

سید احمد خاں کے ظاہر حال سے دھوکا ہو سکتا ہو کہ اونچے درجے کے انگریزوں کی طرح ماند بود کرتے ہیں مگر زور دل کو همان رکھتے ہیں۔ ان کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہیں۔ تو بہ تو بہ زبان آخر تو چمڑے کی ہوا سے وقت کیا ہو سکتی ہو۔ ہم پیالہ نہیں صرف ہم نوالہ۔ ایک بدگمان آدمی کو یہ کھ دینا اور نہ صرف کھ دینا بلکہ اُن لوگوں کو

حقیقت الحال سے آگاہ نہیں۔ یقین کرنا کیا مشکل ہے کہ ان کی ساری غیر خواہی اسی میں منحصر ہو کہ لوگوں کی جیسے ٹوٹے پھرتے ہیں۔ اور اس کا کرڈٹ آپ لیتے ہیں۔ صلواتی کی دکان پر داداجی کی فاقہ لیکن جس کے دل میں ایسا واہمہ گزے اُس کو اس بات پر بھی نظر کرنی چاہیے کہ سید کو چارونا چار فیلانوں کے ساتھ دوستی رکھنی پڑتی ہو۔ اور وہ بڑے بھانگ کے بدون بھج نہیں سکتی ۵

یا بتا کن خانہ بہالا سے پسیل

یا مکن با پسیلاناں دوستی

اگر یہ انگریزوں کی طرح ہائی لائف (ادنی شان دار زندگی) نہ رکھیں تو کوئی اعلیٰ درجے کا انگریز اعلیٰ درجے کا نیو ہندوستانی (جن بے چاروں نے۔ ع

فکر ہر کس بقدر ہمت دوست

انگریزی عملداری سے اتنا ہی فائدہ اٹھا یا ہو کہ انگلش بھٹس (ادنی شان دار زندگی) کا مونہ چڑانے لگے ہیں ایسے لوگوں میں سے کوئی ان کی طرف رخ کرے۔ رخ کرنا کیسا۔ اپنی اسپیشل ٹرینوں کے علیحدہ سیشن میں ٹھہرنے کے بھی تو روادار نہ ہوں۔ اور ایسی موٹی اسامیاں دام میں نہ آئیں تو چندے کی بھاری بھاری رقیں کن سے ہاتھ لگیں۔ یہ جو تم سر سید کی فوق البھڑک زندگی کی۔ اگر اُس کو فوق البھڑک کہنا دوست ہو۔ مجھ کو حقیقت میں معلوم نہیں کہ سید احمد خاں نے اپنی حبیب خاص سے کیا خرچ کیا۔ لیکن چوں کہ ان کا عہدہ داغیاں نہیں ہو ان کی قومی بہمدی کا اندازہ چندے کی مقدار سے کرنا بے انصافی ہو۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی چندے کی ضرورت ہوئی تو مقدت والوں نے دینار و درہم کی تمیلیاں لاکر اٹھ دیں۔ ایک بے مقدور صحابی تھے اُن کا دست رس یہیں تک تھا کہ چند ٹھکی کجوریں جو اُن کو میسر آئیں لا حاضر کریں۔ اس کی اُن لوگوں نے جو دل سے نہیں بلکہ چندے کی مقدار سے دلی بہمدی کی جانچ کرتے تھے۔ ہنسی اُڑائی۔

اللہ میاں کو ان کی ہنسی ایسی بری لگی کہ بڑے غصے کی ایک آرت نازل ہوئی اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ
شہ خیرات کرنے والے مسلمان جن اپنی محنت کی کئی سے زیادہ کا مقدور نہیں ہو گئے ایسے مسلمان بے صداقات کے بابے
میں طعن و تمسخر کریں اللہ اُن کے ساتھ تمسخر کرنا چاہو اُن کو دکھ کی مار ہو ۱۶

الْمَلُوءِ عَيْنٍ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُوا دُونَكَ مَتَدًا لَهُمْ فَيَسْتَفِزُّونَ مِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ لَا يَفْعَلُونَ مِثْلَ حَقِّهِمْ أَبَدًا بَلْ لَهُمْ فِي عَذَابٍ أَلِيمٌ یہیں سیاح و سفار کی قومی ہم دردی کا موازنہ کرنا چاہیے۔ اس سے کہ انھوں نے اپنے جسم اور دل اور دماغ اور آرام کو جس کے اس عمر میں سبھی سخت حاجت مند ہوا کرتے ہیں اور یہ بھی ہیں قوم کے نذر کر دیا کیا مال ان چیزوں سے بھی زیادہ عزیز ہو سکتا ہو۔ پس ضرور بقدر دسترس اس کے خرچ کرنے میں بھی انھوں نے دریغ نہیں کیا ہوگا۔ انھوں نے دل سوز و فادار اور ننگ حلال غلاموں کی طرح قوم کی چند در چند خدمتیں کیں۔ میں یہاں تک بھی ان کی بہت قدر نہیں کرتا جس چیز کی سب سے زیادہ وقت میرے ذہن میں ہو یہ ہو کہ قوم پر نہیں ہوئی (افسوس) اور یہ شخص اسی خوش دلی اور اسی سرگرمی کے ساتھ اپنے کام میں لگا ہوا ہو۔

آج سرسید کی لیاقت کا ہندوستان میں ایسا سکہ ٹپیا ہوا ہے کہ انگریزی سرکار میں گنجائش نہیں تو ہندوستانی سرکاروں میں ہزاروں کی نوکری ان کی جوتیوں سے لگی پڑی تھی۔ مگر انھوں نے اپنے دامن کے آگے ان باتوں کا خیال بھی نہ کیا ہوگا۔ یہ وہ خیر خواہیاں ہیں کہ روپیہ تو ایک بے حقیقت چیز ہو۔ جواہرات بھی ان کا مول نہیں ہو سکتے سرسید میں ہم اس بات کا ثبوت پاتے ہیں کہ جس چیز کی مسلمانوں کو ضرورت ہو وہ کچی ہدر دی ہو۔ مقدور ہو نہ سہی۔ ہم کو دینے والے درکار نہیں بلکہ درکار ہیں لینے والے لینے والے ہوں گے تو وہ دینے والے آپ پیدا کریں گے۔ جن لوگوں نے علی گڑھ کالج میں چندہ دیا۔ ان کا دینا ایک حسد ہو۔ اور سیاح و سفار کیسے ڈالیں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اِلٰی الْاٰخِرِینَ ہوئے۔ کہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اِلٰی الْاٰخِرِینَ کہیں مَنَّانٌ اِلٰی الْاٰخِرِینَ پس ان کے یہ مزید منات ہیں۔ اور سرسید مسلمانوں کے لیے خیر محض۔ اسلام کو جو ترقی ہوئی تھی وہ بھی مفلس ہی مسلمانوں کی کوشش سے ہوئی تھی۔ پس جس کو خدا توفیق دے اور اس کے دل میں مسلمانوں کی امداد کا داعی پیدا ہو۔ یہ نیک کاموں کی طرف بلائے والے ۱۲؎ بتاتے ہیں نیک کام کے ۱۳؎ لے چلنے والے طرف خیر کے ۱۴؎ کہنے والے طرف خیر کے ۱۵؎

ہونا چاہیے کہ **مُتَوَكِّلٌ عَلَى اللَّهِ** اٹھ کھڑا ہو اور بے سامانی کی طرف سے ذرا بھی پس و پیش نہ کرے۔

ارادہ ہی کافی سامان ہو بشرطیکہ پتا ہو۔ کیا خوب کہا ہے

عَصِيْمٌ الْعَزَمَ فِي الْهُمَمَاتِ جِدًا قُلْ مَا خَابَ صَادِقُ الْعَزَمَاتِ

ایک بات میرے دل میں دیر سے ٹھک رہی ہو اور میں اس کو ٹالتا چلا جاتا ہوں۔ مگر بیکٹا اور اس کو لگا رکھوں تو کس دن کے بنے۔ وہ یہ کہ قرآن میں جو جگہ جگہ جہاد کی مدح ہے۔ تاکید ہے۔ مجاہدین کے لئے بشارتیں ہیں ہر عید میں اور اس کو نفل الاعمال فرمایا ہے۔ کیا جہاد سے وہ لڑائی مراد ہے۔ جس میں خون نکل آتا ہو جس میں سر پھوٹتے ہیں اور ہڈیاں ٹوٹتی ہیں۔ اور سنا ہو کہ آدمی مر بھی جاتا ہو تو اس کے نفل الاعمال ہونے میں کیا شک ہے مگر اس صورت میں وہ فرض موقت ہوگا۔

یعنی اس کی ضرورت واقع ہوگی **فِي زَيْتٍ دُونَ وَفِي لَيْكِنِ الْغَاوِ** قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز و رکوع کی طرح جب بھی حکم ستر اور تجدید و زینت میں طرح کی بھی ہو کہ جناب خیر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوے سے واپس شریف لائے اور فرمایا کہ **دَعَبْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرَ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ** اور مسلم نے کہ جہاد اکبر سے مراد تزکیہ نفس ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جہاد کا اطلاق صرف لڑائی جبرائی اور مار کٹائی پر نہیں۔ بلکہ ہر عمل خیر جس میں جد و مشقت ہو داخل جہاد ہے۔ ہر اپنے محاروے میں ہاتھ دھو کر ایک کام کے پیچھے پڑنے کو جان کا لڑا دینا بولتے ہیں۔ پس اگر مثلاً **تُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** یا **تُقَاتِلُونَ** کا ترجمہ کیا جائے کہ خدا کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دیتے ہیں تو میرے نزدیک زیادہ رو بصورت ہوگا

میشک ایک وہ وقت تھا کہ جہاد فی سبیل اللہ منحصر اوشعین تھا لڑائی میں۔ لیکن اب مسلمانوں کی بہتری اسی میں ہے کہ اہل یورپ کے علوم کو تکمیل کے ساتھ حاصل کریں۔ اور ہمارے ننانے کا جہاد یہی ہے کہ جس طرح بن پرے مسلمانوں کو تعلیم دی جائے میں جانتا ہوں کہ آج کل کے

لے خدیوہ عمر رسا کے ۱۱۷۵ھ مشکل تاؤں کا عزم کر تو پچھتے طور پر کوچے ارادے کا آدمی کتر ناکام رہتا ہے ۱۱۷۵۔

۱۱۷۵ھ ایک وقت ہوئی اور ایک وقت نہ ہوگی ۱۱۷۵ھ ہمیشہ ۱۱۷۵ھ وفاقاً تو اس کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے ۱۱۷۵ھ ہم

چھوٹے جملہ ۱۱۷۵ھ وفاقاً تو اس کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے ۱۱۷۵ھ ہمیشہ ۱۱۷۵ھ وفاقاً تو اس کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے ۱۱۷۵ھ ہم

موسوی اس تفسیر کو سن کر کان کھڑے کریں گے۔ مگر میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ زخوف سے اور نہ خوشامد سے بلکہ دیانت سے میں انگریزی علماء دی کو خاص کر مسلمانوں کے حق میں بڑا ہی احسان آتی سمجھتا ہوں مسلمانوں کو اپنی علماء دی میں وہ امن اور آزادی نصیب نہیں جو ہم مسلمانان ہند کو امپرس و کٹوریہ کے ظل حمایت میں ہے۔

جو لوگ اسلام کے معتقد نہیں اکثر ناواقفیت سے اور بغضِ ضد سے اسلام پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ مگر مذراور بد عہدی کی اسلام میں اس سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے کہ کوئی جھوٹوں میں بھی ایسا الزام نہیں لگا سکتا۔ خدا مسلمانوں کا خدا کیسے صاف لفظوں میں پکار رہا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ وَأَلْفَوْا الْوَعْدَ ۚ وَمَا لَكُمْ لِمَا أَفْتَدْتُم مِّنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ أَن تَحْلِلُوا ۚ قُلْ إِنَّمَا نَحْنُ مُبْدِعُونَ ۚ لَا تَقْسِدُوا فِى الْآذَانِ ۚ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ خَيْرٌ لَّكُمْ تَوَلَّيْتُمْ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ

ہیں۔ اب دیکھو اُن کی تعمیل۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب تقاضائے مصلحت وقت حدیبیہ کی صلح دیک کر کی تھی۔ اس میں شرط یہ ٹھہری تھی کہ دورانِ صلح میں اگر کئے والوں میں کا کوئی شخص بھاگ کر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا جائے تو پیغمبر صاحب اُس کو واپس کر دیں اور اگر پیغمبر صاحب کا آدمی بھاگ کر کئے والوں میں جائے تو نیزہ۔ صلح نامے پر دستخط ہو جائے تھے کہ اتنے میں نہیں کا بیٹا ابو جندل جس کو باپ نے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا اگر تا پڑ تا پیغمبر صاحب پاس حاضر ہوا۔ اُس کو دیکھ کر صحابہ رحمہ کے تہود بدے۔ اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ملال تو بہتیرا ہی ہوا مگر صلح کر چکے تھے صاف کہہ دیا کہ بھائی جا صبر کرو میں توبہ عہدی نہیں کروں گا۔

اسی طرح ابو بصیر کے سے بھاگ کر مدینے میں آئے جوں ہی پیغمبر صاحب نے اُن کو دیکھا۔ فرمایا ذیل اُمِّہ مَسْعُوحٌ حَرَّوْپ اور بے تامل اُن کو اُن دو آدمیوں کے حوالے کر دیا جو اُن کو بچوٹنے لے اور ایمان والو عہد و پیمان کو پورا کرو جب عہد کریں تو اپنے عہد کو پورا کرنے والے۔ عہد کو پورا کر دو کیوں کہ اس کی

پرسش ہونے والی ہے۔ اس کی بجز میں بین فساد مت چھیلاؤ ۱۷۰ اس کا بیابان طاعنی کی ناک بھڑکانے والا ۱۷۰۔

آئے تھے۔ ایک بڑی ہی عمدہ حدیث ہو کہ پیغمبر صاحب نے اپنے وقت کے سلاطین کو دعوت اسلام کے خط لکھے۔ ایک خط ہر قل روم کے نام بھی تھا۔ وہ جو اس کو ملا تو اس نے دریافت کیا کہ دیکھو تم کے لوگ تجارت کے لئے اکثر آیا کرتے ہیں اگر ہوں تو ان کو حاضر کرو چنانچہ سارے قافلے کو ہر قل پاس لے گئے۔ ان میں ابوسفیان بھی تھے۔ جو اس وقت تک پیغمبر صاحب کے بڑے مخالف تھے۔ ہر قل نے ان لوگوں سے پیغمبر صاحب کے خبر و کل حالات پوچھے۔ ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ اس شخص نے یعنی پیغمبر صاحب نے کبھی بد عہدی بھی کی ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کی مخالفت کی وجہ سے کئی بار میرے دل میں آیا کہ جھوٹ کھدوں۔ مگر ساتھ والوں کے ڈر سے نہ کیا۔ جب ہر قل نے پوچھا کہ کبھی بد عہدی بھی کی ہے تو ان میں سے اتنی بات کہہ دی کہ اگر اب تک تو نہیں کی آگے کی خبر نہیں پیغمبر صاحب کو تو عہد کے نباہ کا یہاں تک خیال تھا کہ ایک خطبے میں آپ نے فرمایا اَوْدُوْا بِمُخْلَفِ الْجَاهِلِيَّةِ وَانَّهُ يُعْنِي اَلْاِسْلَامَ لَا يَزِيْدُكَ اِلَّا شِدَّةً ۝ معاویہ نے اہل روم سے میعاد کی صلح کی۔ جب میعاد قریب الاقضاء ہوئی تو انہوں نے اس ارادے سے سرحد کی طرف کوچ کرنے شروع کر دیے کہ میعاد گزرتے ہی حملہ کر دیں اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار چلا آ رہا جو اللہ اکبر اللہ اکبر وقاء لا عُدَد دیکھتا تو عربین بے حسہ بن جانی تھے۔ معاویہ نے حال پوچھا تو انہوں نے کہا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَنْ كَلَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدًا فَلَا يَحِلُّ عَهْدًا وَّلَا يَشُدُّ نَهْ عَهْدِيْ يَحْيٰى اَمَّا اَوْ يَنْبُدُّ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ يَه سُنْتِہِیْ معاویہ اُسے لوٹ پڑے۔

مجاہدین اولین نے جب نجاشی کے پاس جا کر پناہ لی تو وہاں نجاشی کو ایک رڑائی پیش آگئی مسلمان تو گھبرا گئے کہ یہاں بھی ہماری تقدیر سے کہتے نے پھپھانہ جھوٹا راج

مہر زین کہ رسیدیم آسمان پیدست

ملنے نہ جاہلیت کے محمد و پیان کو تھا ہو کیوں اسلام کی وجہ سے اس کو اور قوت ہو گئی جو ۱۲۵ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمایا تھا۔ ۱۲۵ھ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی کسی قوم کے ساتھ عہد و پیان رکھتا ہو تو اس میں تا القضاۃ مدت کمی بیشی ہو کرے یا ان کے ساتھ حاملہ بسادات کو کرے۔

دوسری دھمکی اُن سَوَاقِیَہٗ قَوْمًا غَیْرُکُمْ تَرٰہُمْ لَا یُکْفِرُوْنَ اَمَّا لَکُمْ خُذُوا اِسْمَکُمْ
عَنْکُمْ اور شان اور قدرت کو جانتے پہانتے والے کے دل پر ویسا ہی اثر کرے گی جیسا کہ دوسری
جگہ فرمایا ہو کہ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰی جَبَلٍ لِّرَآیَۃٍ خَاشِعَةً مُّتَمِّدَةً عَمِنْ حَشِیۃِ اللّٰہِ۔ مگر
نہ ویسے مل ہیں نہ ویسا ایمان ہو رہے

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لالہ روید و در شور و غم محسوس

ایک دل زراہ بن ادنیٰ تابعی قاضی بصرہ کا تھا کہ نمازیں پڑھا کرتا تھا اور طہارے اختیار
بیچ بکلی اور بیچ کے ساتھ روح پر داز کر گئی اب فَاذَّاهُ فِی الْقَادِرِ فِیْہِ کُنْ سَہْمًا یَّوْمَ یُکْتَبُ
اُس کا یقین کون کرتا سمجھنے والے تو ان فکروں میں پڑے ہیں کہ عرصہ گاہ عشرہ نہ ہو کوئی فوج کا پڑاؤ ہوا
پس ناقور سے اس کے اصل معنی مراد ہونیں سکتے۔ امد میاں بھی کہتے ہوں گے کہ عجب کٹھ بخت بدش
سے معاملہ پڑا ہو۔ کچھ بتوں نے قرآن کو بہن حاجب کا کافیر بنا دیا ہو کہ نظر منہ سے نکلا اور اعتراضات کی
بوجھا ہوئی۔ اس طرح کے شبہات کا دل میں خطورہ کرنا بڑے خطر کی بات ہو۔ یہ نشان ہو اس بات کا
کہ طبیعت دین کی باتوں کے قبول کرنے سے اباکرتی ہو قَمِنْ یُؤَدِّ اللّٰہُ اَنْ یَّهْدٰی یُکْبِشْ حَرَّ صَدْرَہٗ
لَا یَسْلَیْہُ وَمَنْ یُؤَدِّ اَنْ یَّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیْقًا حَرًّا کَمَا کُنَّا نَصْعَدُ فِی السَّمَآءِ (پھر ار
نے کا لچ کے لڑکوں کی طرف نظر کی جو ہال کے دونوں طرف اونچی گیلر شی پر جمع تھے اور بوقت نماز
سے شک انسان کو جتنی قوتیں جسمانی اور دماغی دی گئی ہیں کسی مصلحت سے دی گئی ہیں ان میں سے
کسی قوت کا مصل اور مصل نہ رکھنا داخل رہبانیت ہو کہ لَآ اَدْعٰیۃَ فِی الْاِیْمٰنِ مگر اعتدال شرط ہو
ضرورت مصل بھی ایک قوت ہو اور بڑی بکار آمد قوت ہو۔ مگر اس کی رسائی کی بھی ایک حد ہو۔ اس کو اس کی
طہ اگر پہلے قرآن کسی پہاڑ پر نازل کیا ہوتا تو وہ خدا کے خوف سے جھک گیا ہوتا نہ پست گیا ہوتا نہ
صبر نہ جس کو خدا ہدایت دینی چاہتا ہو اسلام کے لئے اُس کے سینہ کو محل و دیار ہو اور جسے گر کر ناپا جاتا ہو تو اس کے
پیشے تو نگاہ کا ہو اگر دیتا ہو جیسے اُس کو کوئی آسمان میں بچے چلا جا رہا ہو ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔

مد سے باہر چلنا کر پڑی ہو اور یہی وہ عیب ہے جس سے فکری طبیعت کا آدمی محفوظ نہیں رہ سکتا جتنا علم اس وقت دنیا میں انہماک ماضی کے علوم سے کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو پھر بھی قاصر و محدود ہے **مِنْ اَوْلَادِ الْاَوَّلِیَّیْنَ لَا تَوْجِہُ فِی دِیْنِ** کی ہر ایک بات کو اپنی عقل کی گرفت میں لانے کی کوشش کرنا ہر وہ اس مسئلے ٹٹ پونے پنداری سے زیادہ آئسٹ نہیں ہو سکتا جو اپنی کوکلی سے ساری قرآن و حدیث کی دوایں متیا کر دیئے گا تو مارے۔

اگر عقل انسانی میں اتنی وسعت ہوتی کہ وہ تمام اسرار و حکمت الہی پر احاطہ اور ان باتوں میں جو بعد مرگ پیش آنے والی ہیں راسے زنی کر سکتی تو دین کا سارا سلسلہ ہی درہم برہم ہو جاتا۔ اور وہی عقل لوگوں کی ہدایت کو کفایت کرتی۔ تحقیقات کا جو طریقہ ہمارے نوجوان انگریزی خواں ساکنان ملّا اعلیٰ دیکھ کر ان کے کالج کے طلباء کی طرف پھر سرسراٹھا کر دیکھا پسند کرتے ہیں اس کا ایک پہلو بہت زبون ہو کہ جب ہم ہر ایک مسئلے کو عقل کی روشنی سے دیکھیں اور کسی بات میں تصور فہم کا اعتراف نہ کریں اور جو امر اپنی سمجھ سے بالاتر پائیں اسے جھٹلائیں **بَلْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كَذَّبَتْ بِهَا كَأَنَّهُمْ يَبْغِضُونَ آلِهَةً** یا اُس کی تاویل کے دیو ہوں تو حقیقت میں ہم جو صداق پہ ایمان نہیں لاتے۔ بلکہ ایمان لاتے ہیں اپنی عقل پر اور بس۔ یہ بیان منجبر و تاہی ایک بہت بڑی بحث کی طرف جس کے لیے وقت مساعی نہیں۔ بات یہ کہ میری مت کسی سے نہیں ملتی۔ نہ اولیٰ سکول (پڑانے خیالات) والوں کی طرح میں ڈارک ویلز کو تاہ نظر رکھتا ہوں۔ نہ منجریوں کی سی بلند پروازی جب سرسید نے مجھ کو لکھا کہ تجھ کو مسلمانوں پر پکڑ دینا ہو گا۔ تو میں نے اپنے ان ہی خیالات کی وجہ سے فی اول الجملہ ہا ہا ہا کہ غدر کروں۔ پھر میں نے سمجھا کہ سرسید تو نہیں مگر شاید کسی کو ایسا لگن ہو کہ لاہور کی کانفرنس میں جو ذرا تعریف ہوئی تھی تو شخی میں آگیا ہو۔ بلاتے ہیں تو پورے نخرے کرنا ہوا اس سو منصف کے دفع کئے کو میں بے خدا موجود ہوا۔ اگر آج کے پچھلے کوئی خاص اثر پیدا کیا تو وارے میں ورنہ مجھ کو تو اس مضمون پر کوئی حرف منحہ سے نکالتے ہوئے پھر سنو گے نہیں۔ یہ طرف خدائے سرسید ہی کو یاد ہے۔ ع

کس بشنود یا شنود میں گفتگوئے کف

پچھٹا لکچر

جو جلسہ افتتاح مدرسہ طبیبہ دہلی منعقد ہوا ۲۴ جون ۱۸۸۹ء سہ پہر دیا گیا

تمہید

اس جلسے کی وقت اسامے گرامی صاحبان ذیل سے معلوم ہو گی کہ کس کس نے کس کس کے لوگ شریک تھے۔ جناب مسٹر آرکلا راک صاحب ڈپٹی کمشنر دہلی جناب سر سید خاں صاحب۔ جناب جلال الدولہ نواب محمد متا ز علی خاں صاحب بہادر متعل جنک رئیس قاجانہ جناب صاحب عالم مرزا سلیمان شاہ صاحب بہادر گورگانی۔ نواب محمد اسحاق خاں صاحب جنٹ بمسٹر ٹائوہ۔ لالہ رام کشن داس صاحب رئیس آنریری جمسٹرٹ۔ لالہ سرکشین داس صاحب ساہو گوندوالہ رئیس آنریری جمسٹرٹ۔ جناب ڈپٹی ہادی حسین خاں صاحب آنریری کسٹرس اسسٹنٹ کمشنر رئیس دہلی۔ جناب مولوی شمس الدین خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر میٹر جناب مولی محمد لطف الدین صاحب رئیس علی گڑھ۔ نواب رضا علی خاں رئیس رامپور نواب محمد علی خاں صاحب رئیس رامپور۔ پھر مشیر بھیجا صاحب بہادر رئیس گوالیار۔ شاہزادہ والا گوند صاحب کسٹرس اسسٹنٹ کمشنر بہادر۔ ملا انیل صاحب رئیس منڈالی ملک برہما۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں کی پہلی تقریر، اگر سٹوڈنٹس اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ ان کے

کننے کی ضرورت باقی ہو۔ مگر حکیم عبدالحمید خاں صاحب اور چند دوسرے صاحب اصول کر رہے ہیں کہ میں بھی کچھ لوگوں میں پہلے تھوڑی نظم پڑھوں گا اور پھر جبکہ کہنا ہو کہوں گا۔ اشعار

بات سناتے ہیں ہمیں اک نئی	قوم کے مٹنے کے ہیں یجن کئی
جب ہوئی قوم اپنی فکس میں لیل	اس کو بھی مٹنے ہی کی سمجھ دیل
چارہ کار اس کا کوئی کیا کرے	آپ وہ اپنے تئیں رسوا کرے
اپنی بد اندیش وہ خود ہو مگر	حیب نماید ہنرش در نظر
کبھے وہ نقصان کالات کو	آگ لگے ایسے خیالات کو
یاں بھی کم و بیش یہی حال ہو	عاقبت رشتی اعمال ہو
جن ہنروں پر تھا ہمیں افتخار	اب ہیں وہی موجب صد گونہ عار
علم ہمارا ہو بستر جہل سے	آؤ بھی کچھ ہونا ہو نااہل سے
دوسرے لوگوں کی شکایت نہیں	ہم کو ہی خود اپنی رعایت نہیں
جب ہو طبیعت کو روانہ سے ساز	اُس کے لئے سم ہو روانہ ساز
ہم بھی کبھی ہمسرد سلمان تھے	ہم بھی کسی وقت میں انسان تھے
ہم کو بھی آرام کا احساس تھا	بُسر و غنار کتے تھے زرباس تھا
ہم نے بھی کھایا ہو بیت شہد و شیر	ہم نے بھی پسنا ہو سمور و شیر
اڑتے تھے ہم بھی کبھی سر پہ تاج	ہم نے بھی لوگوں سے بچے ہیں خراج
ملک بچے سلطنتیں زیر کیں	خیر سے کتنی صدیاں تیر کیں
علم میں بھی ہم کو تھی وہ دستگاہ	ہم تھے مشاہیر فہمیل پناہ
لوگ تھے شاگرد ہم استاد تھے	سارے زمانے کے ہنر باد تھے
سر ہیں ہمارے بھی کبھی عقل تھی	باقی اسی اہل کی سب عقل تھی

پر نہیں رہت کوئی یکساں سدا
 آگئے ہم لوگ بھی اس پھیر میں
 ہم کو ذرا بھی نہیں اس کا ملال
 رنج تو اپنوں کی شہادت کا ہو
 غیر تو کرتے ہیں فقط بد کلام
 غیروں کی باتیں ہفوات اللسان
 بھائی میں اور رابطہ باہم نہیں
 لڑنے کو گھو سے بعضی زور ہیں
 بنتے ہیں کہنے کے لیے خیر خواہ
 ان کے جو دیکھے ہیں نمونے برے
 ایسا بھی ہوتا ہو کوئی بے وفا
 اُن کی ہر اک بات سے لکھنے خلاف
 یاں وطن و اہل وطن سے ہونگ
 اب بھی اگر عقل میں ہو کچھ صلاح
 دست بجز غیروں کے ہر کار میں
 اپنی ہر ایک چیز سے بیزاریاں

ق

سب کو تغیر ہو بنسیر از خدا
 کوئی سویرے ہو کوئی دیر میں
 سب کو تنزل ہو بھی کوزوال
 ظلم بھی ظلم اہل تسربت کا ہو
 اپنے ہیں مصداق اللہ انحصام
 اپنوں کے طعنے بکروح انسان
 اخوت یوسف سے یہ کچھ کم نہیں
 گھر کے یہ بھیدی ہیں مگر چور ہیں
 ان کی شرارت سے ندا کی پناہ
 پہلے سے ہم ہو گئے دو نے برے
 اپنے بزدلوں سے یہاں تک خفا
 کیجئے تو ہیں سلف صاف صاف
 اپنے میں لیتے نہیں اہل فرنگ
 مان لو بیچے غرضانہ صلاح
 کیسا کٹا آگیا بازار میں
 باے وہ کیا ہو گئیں خود داریاں

میں آج صبح سے ہزارا نہیں بلکہ جدا اس بات کی کوشش کر رہا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے تئیں
 تکلف ہشاش بشاش بناؤں کیوں کہ جلسہ اسی قسم کا ہو کہ اس میں ہشاش بشاش ہو کر شرکین
 جانیئے۔ لیکن باز بسکہ میں پولیس میں ملو کا آدمی نہیں ہوں جن کے دل کو بشر سے کسی طرح کا علاقہ

۱۷ سوت جگر دلو یہ اشارہ جو طرف اس آیت کے دھوا لگا انحصام ۱۲ سہ بیوہ باتیں ۱۳ سہ بچے کا رقم ۱۲
 ۱۴ سہ مندا ۱۵ سہ منی ہمد تک مدنی ملک گیری سے مجھے کچھ تعلق نہیں ہو۔

نہیں ہوتا۔ میں توقع نہیں کرتا کہ میرا دل تو ہشاش بشاش ہی نہیں میں نے اپنی صورت ہشاش
بشاش بنالی ہو۔ میرے دل کے ہشاش بشاش نہ ہونے کا سبب یہ ہو کہ میں نے ہندوستان میں
اس قبیل کی بہت سی تحریکیں دیکھیں تو نہیں مگر سنی ہیں۔ اسی کا شہ ان میں سے فی صدی پہنچ کو
اتنا ثبات ہوتا جتنا آج کل کے مشرقات اللہ ص کو ہوتا ہو کہ برسات بھر کو دے اچھلے رنگے چلے پھرے
چارے کے آتے آتے فنا ہو گئے ع

ایم بسا آرزو کہ خاک شدہ

یہ زمانہ علوم و فنون ایجاد و صنعت اور آزادی کی ترقی کا ہی سو اس ترقی کا ظہور علی وجہ الحال تو یوں تو
میں ہی۔ ہم نے اپنے حوصلے اور ارادے سے نہیں بلکہ انگریزوں کے طفیل میں یا یوں کہو کہ ان کی دیکھا
دیکھی اِن تَوْفِیْقًا هٰذَا اِتٰی ترقی تو ضرور کی ہو کہ ہم میں سے کل نہیں بلکہ بعض و قَلِیْلٌ مَا هُمْ
زمانے کی رفتار اور اپنی در ماندگی کو کسی قدر سمجھنے لگے ہیں سو جنھوں نے سمجھا وہ کچھ کرتے بھی ہیں۔
لیکن چونکہ یہ خیال جن میں ہیں ان میں بھی راسخ نہیں علی الاکثر ان کے منصوبے ناممکن ہوتے
ہیں۔ ان کی کوششیں رائیگاں اور ان کی مساعی نامشکور پس ترقی یا رقام کے لحاظ سے ہمارا
حال مبتدی کا سا ہو اور مبتدی بھی محنت بدشوق جیسا شوق ویسی محنت ویسا نتیجہ۔ میری نظر میں
ہندوستان یوں کہ جوش و خروش کی باسی دال کے اُبال سے ذرا بھی زیادہ وقعت نہیں ع

ایم بسبل بلند بانگ در آخر ہیچ

اُس نئے ٹوٹکی طرح جو پہلے پہل لگی میں جوتا جا ہے ہم اپنی ساری قوت فی اولی الامر صرف
کر دیتے ہیں اور منزل کی دوری پر مطلق نظر نہیں کرتے۔ انجام کیا ہوتا ہو۔ اور اس کے سوا ہونا
بھی کیا تھا کہ اگر ہم کو مثلاً قطب صاحب تک جانا تھا تو ہم اجمیری دروازے پرے ہیں یا سپہاگر گنج یا
بڑا دھوا مارا تو جتر تر۔ ای جہاں الہ دیر آمدہ زرا و دور آمدہ۔ اس طرح کے مجامع چاہے وہ اپنے
تیل میں مجلس پکاریں یا انجمن یا کمیٹی یا سوسائٹی یا ایسوسی ایشن یا کلب ع
بہرے رنگے کہ خواہی جلوہ گر باش

غرض اس طرح کے جامع میں اُن کی کچھ کیفیت بیان کروں۔ ایک شخص کے دل میں دفعتاً ایک خیال پیدا ہوا اور پیدا ہوا بھی کو کس طرح جیسے بجلی چمک جاتی ہو، اعضاء اعضاء مشغول ہوئے اور اظہار کیا گیا، کائنات فوراً اس نے اپنے چند متعارفین سے کہا کوئی پریزیڈنٹ بنا کوئی دانشور پریزیڈنٹ کوئی سکریٹری۔ کوئی کیا کوئی کینڈیڈوٹس جیسا لوگ جمع ہوئے، پہمیں سنائی گئیں چیز ہوئے۔ ایک کے کھڑے ہو کر پوچھو کیا دوسرا کوئی بناوہ بھی کھڑا ہو کر رزلوشن پاس ہوئے چیرمین کو ٹھیکس دیئے گئے جلسہ ہمیشہ کے لئے برخواست ع

آئینہ آدم سے کند بوزینہ ہم
اب آپ انصاف کیجئے کہ چند دستانیوں کی انجمنوں کے حق میں جس شخص کے ایسے خیالات ہوں جس نے سیکڑوں انجمنوں کو بننے اور بگڑنے دیکھا اور سنا ہو وہ کیوں اس جلسہ میں حاضر ہوتا اور خصوصاً ہشاش بشاش ہو کر لیکن بعض صورتیں اس عموم سے مستثنیٰ بھی ہیں جن کو انگریزی محاورے کے مطابق آرمیل اسپیشر (مستثنیات قابلِ عزت) کہنا چاہیے۔ اور امید کرتا ہوں اور نہ صرف امید بلکہ دعا بھی کہ یہ جلسہ بھی ان ہی مستثنیات میں ہو اور ان شاء اللہ ہو گا جس غرض سے ہم لوگ مجتمع ہوئے ہیں۔ میں اُس کو دل سے اس قدر پسند کرتا ہوں کہ بس کوئی دوسرا بھی اس کو پسند کرے گا تو اتنا ہی کرے گا۔ مگر جس طرح ہر بات کے دو پہلے ہوتے ہیں موافق و مخالف۔ اس مدرسہ طبیبہ کے بھی دو پہلو ہیں۔ اور چند جگہ چند سے دینے کی مشکل ہوتی ہو۔ ع
زرے طلبی سخن درین است

یہاں مجھ کو اس کا ذرا بھی خدشہ نہیں حکیم عبدالحمید خاں صاحب جو اس کے بانی اور محرک اول ہیں میں ان کے اقتدار ان کی وجاہت اور ان کے رشد سے بخوبی واقف ہوں۔ ان کو روپیے کا لکنا کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں لوگ دوسرے کاموں کے لئے چندہ دینے میں بخل و مضائقہ نہ لگی تو چلنے لگے اور جب کو اندر ہوا تو کھڑے کے کھڑے گئے ۱۵۰ میر جلس ۱۵۰ نائب میر جلس ۱۵۰ گھنٹی کوئی تجربہ نہیں کی ۱۵۰ جو خاص جلسے میں مدد نہیں ہو ۱۵۰ شکرہ ادا کیا گیا ۱۵۰

اگر میں تو کہیں۔ مگر اس مدرسے کے لئے جس کے ضروری اور مفید اور غیر محض ہونے میں کوئی کلام
 کر ہی نہیں سکتا۔ لطیف غلط دیں گے۔ دیں گے اور بہت کچھ دیں گے۔ اس مدرسے کے بارے میں بہت
 بڑی مشکل خود مدرسے کی ہی میں اس اثر کو دیکھتا ہوں جو انگریزی تعلیم اور انگریزی عملداری لوگوں کے دلوں پر
 کر رہی ہے کوئی حالت کوئی شان کوئی وضع کوئی کیفیت کوئی چیز نہیں جس میں آئنا اس علیٰ دین
 ملنے کو کھڑا کر سکیں رول (جبری ضابطہ) بڑے زور کے ساتھ ظاہر نہ ہو۔ طب یونانی اس بلائے بے درمان
 کے مقابلے میں ایسی تک اتنی بھی سنبھلی تو بہت سنبھلی مگر آئندہ اس کے بقا و ثبات کی اس کے سوائے
 امکان اور کوئی صورت نہیں کہ طب یونانی اور ڈاکٹری کو ملا کر حراج زمانہ کے موافق ایک معجون مرکب
 تیار کیا جائے۔ مگر اس معجون کا بنالینا ایسا کیا پھر کا کھیل ہے میں تو اس کو کیا کے بنا لینے سے کچھ ہی کم
 مشکل سمجھتا ہوں۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب کی نسبت میرا ایسا خیال نہیں ہے کہ انھوں نے اس
 شکل پر نظر نہیں کی۔ کی اور بہت اچھی طرح کی۔ اور اسی مشکل کے علاج کی تہدید جو جس کو برکت دینے کے لئے
 آپ جیسے بزرگان قوم مع جمع ہوئے ہیں۔ اگرچہ کل حضرات کی تشریف آوری حکیم عبد المجید خاں صاحب
 کی دل ہی اور قوت کا موجب ہوئی۔ مگر خاص کر انریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں کا شریک رسم افتتاح مدرسہ
 ہونا اس کی کامیابی کی غالب نیک اور اس کے ثبات و استحکام کی ضمانت ہو نہ اس لئے کہ سر سید احمد
 خاں ہندوستان میں بحیثیت تفرز دنیاوی سربراہ رہے ہیں بلکہ اس وجہ سے بھی کہ من وجہ حکیم
 عبد المجید خاں میں اور ان میں مماثلت ہے سر سید ڈاکٹر ہونے عبد المجید خاں حکیم۔ اور ڈاکٹر اور حکیم
 مراد یک دگر۔ سر سید نے بھی عبد المجید خاں کی طرح ایک کالج کی مسلمانوں کے لئے ضرورت
 سمجھی۔ اور جن کے فائدے کے لئے کالج بنانا چاہا انھوں ہی نے مزاحمتیں کیں اڑھنے لگائے۔
 چلتی ہوئی گاڑی میں روٹے اٹکائے۔ مگر واہے سید آدمی ارادے کا اتنا تو پکا ہوئے تو کسی بڑے
 کام کا بیڑا اٹھائے۔ کالج کو چلا ہی کر چھوڑا حکیم عبد المجید خاں کو ہمارے سر سید سے بہت کچھ سیکھنا
 اور اخذ کرنا ہو گا۔ انگریزی لباس نہیں میرے پھر کی کا نشانہیں۔ اور بھی چند باتیں نہیں بلکہ استقلال مزاج

اور وہ چیز جس کو ہم ٹھیٹ ہندی میں دُہن سے تعبیر کرتے ہیں اور محنت اور ظلم اور خلوص مگر یہ مدرسہ تو قع کے مطابق جم گیا اور اتفاق میں خدا نے بڑی برکت دی ہو آپ اتنے صاحب کدو کدو اللہ عافا چاہیں گے تو کیوں نہ جیسے کا غرض اگر یہ مدرسہ تو قع کے مطابق جم گیا تو ہماری ہمدردیوں مدعی کے مشکلات الاسور میں سے شمار کیا جائے گا۔

ساتواں لکچر

اثبات اصول اسلام

انجمن حمایت اسلام لاہور کے پانچویں سالانہ جلسے میں دیا گیا

۲۵۔ فروری ۱۸۹۰ء کی شام کو ہزار آبادیوں کے مجمع میں (جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل تھے) خدا کی ہستی۔ توحید۔ اور عبادت۔ رسالت اور ختم رسالت کے اثبات پر عقلی دلائل سے دیا

تمہید

یہ لکچر ہمارا جد دھیان سنگھ کی کوٹھی میں شب کے وقت ہوا۔ جس سے وسیع زیادہ لاہور میں کوئی مکان نہیں۔ انجمن کے لوگوں نے پہلے سے کمر کھاتھا کہ شہر میں آئیے اور عیسائیوں کی بڑی خورشید ہو۔ ایسا لکچر دیا جائے کہ ان پر اثر پڑے چنانچہ انجمن نے

لے خدا کو سے تمہارا شمار زیادہ ہو۔

بالخصوص ان لوگوں کو بلایا اور حضار میں ان کا مجموعہ مسلمانوں سے کم نہ تھا اور اس
 پھر کا فعل تمام شہر لاہور میں ہو رہا تھا۔ پھر اردو بجے شب کے قریب پھر سے فارغ
 ہو کر اپنے مکان پر واپس آئے۔ رات کا وقت اور سب لوگ پھر کے شوق میں ہر شام
 ہی سے آگئے تھے مگر لاہور والوں کو پھر سننے میں بڑی ہی دلچسپی ہو۔ نہ کوئی ادھیلا اور
 نہ کوئی ملول ہوا۔ انجمن حمایت اسلام میں شاید اس سے زیادہ جوم اور کھجی نہیں ہوا۔
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میں اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں
 اگرچہ دہلی (ہاے دہلی) جو سینکڑوں برس تمام ہند کا دار السلطنت خلائق اور حاجاتِ خلائق کا
 مرجع لیاقت اور کمالات کا مرکز حکومت اور دولت کا منبع رہی۔ اب مضافاتِ لاہور میں اور مگر
 دہلی والے تو کیوں اپنے تئیں پنجابی سمجھنے لگے۔ پنجابی بھی اُن کو پنجابی نہیں سمجھتے اور وہ پنجابی ہیں
 بھی نہیں اور ہو سکتے بھی نہیں۔

جنرافیہ کی رو سے دہلی اور پنجاب کے مواقع مختلف۔ دونوں کے باشندوں کی زبان
 مختلف وضع مختلف۔ خیر تو غرض یہ کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں۔ اور اس بات کو
 میں اس غرض سے ظاہر نہیں کرتا کہ خدا نخواستہ میں پنجاب کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔
 نہیں بلکہ ہر شخص کو اپنا وطن عزیز ہوتا ہو۔

مجھ کو اس موقع پر میر تقی صاحب کی ایک حکایت یاد آئی کہ شاہ عالم کے زمانے میں جب
 دربار دہلی اس قدر بے قدرت ہو گیا کہ اربابِ کمال جو وابستگانِ وادانِ دولت شاہی تھے
 روٹیوں تک کو محتاج ہوئے تو رفتہ رفتہ سب لوگ لکھنؤ چلے گئے۔ میر تقی صاحب تنگ مزاج
 سے آدمی تھے چلے تن۔ اور تنگ مزاجی کی وجہ سے یوں بھی دربار شاہی میں اُن کی رسائی سبھی
 چاہئے دیشی تھی۔ ان کی تنگ مزاجی اس حد کو پہنچی تھی کہ خود بادشاہ کے حضور میں بھی ان سے
 ضبط نہ ہو سکتا تھا۔ شاہ عالم خود شاعر تھے اور آفتابِ تخلص کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میر تقی صاحب

شاہ عالم کے سلام کو گئے تو حضور والا نے پوچھا کہ میر صاحب بعد موت کے آپ کو دیکھا کچھ اٹھکا یا نہ تھا مٹنایئے۔ میر صاحب نے عرض کیا کہ مجھ کو فکر دہن سے ہی فرصت نہیں۔ فکر سخن کیا کروں۔ بادشاہ نے اس بات کو تو ٹال دیا اور کہا تو یہ کہا کہ بھائی میں تو صحت خانے (پاخانہ) میں جاتا ہوں تو ایک غزل کھلاتا ہوں۔ میر صاحب کو مطلب کی بات ٹامے جانے سے جلے جھنے بیٹھے ہی تھے بے تامل بول اُٹھے۔ پھر حضور ویسے ہی سڑے ہوئے اشعار بھی ہوتے ہیں۔ غرض میر صاحب معاش کی طرف سے سخت مجبور ہو کر بادلِ ناخواستہ گھنٹو بھونچے۔ سراسے میں فروکش ہوئے سنا کہ مشاعرہ ہو۔ طرح دریافت کی اور عاجلانہ غزل لکھ کر اپنی وضع قدیم سے شریکِ محفل ہوئے نئی تراشِ خواش کے لکھتے گئے ان کو گھورنے اور ناڑتے۔ میر صاحب نے فی البدیہہ میرا شمار پڑے۔

کیا بود و باش پوچھو پورب کے ساکنو دئی جو ایک شہر تھا رشک بہارِ خلد اُس کو فلک نے مار کے ویران کر دیا	ہم کو غریب جان کے مہن منس پکار کے داں مقرب ہی رہتے تھے سب درگاہ کے ہم رہنے والے ہیں اُسی اُجڑے دیار کے
--	--

تو میر تقی صاحب کو ہر چند دلی سے دل برداشتگی تھی۔ اور وہی دل برداشتگی ان کو لکھنؤ لائی تھی مگر تاہم مہن کو اپنے وطن سے اُس تھا۔ اور ہونا چاہیئے تھا۔ مجھ کو بھی ہی اور ہونا چاہیئے حب الوطنی میں اُلائیماں یہ ایک حدیث ہے میں اس پر کچھ ربارک کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ سلسلہ سخن منقطع ہو تو پھر اس وقت مجھ کو یہ خیال آگیا کہ بات تو ایک ہی ہوتی ہو۔ مگر از بسکہ عقلوں کے مدارج متفاوت ہیں ہر شخص اُس سے دوسرا ہی مطلب نکالتا ہو۔ بہت خیال و فی الوقت لوگوں کے نزدیک حب الوطن کا یہی مفہوم ہو کہ نہ گھر کی آدمی نہ باہر کی ساری۔ کون زعمت سفر اُٹھائے۔

ویسے چھڑ کر پردیس جاے۔ دال دلیا جو کچھ خدا نے دیا کھالیا بال بچوں میں پڑے ہے اللہ اللہ خیر مصلح۔ ان سے اونچے اس کا کیرہ خیال کے وہ ہیں جو حسب الوطن سے علاو تیتے ہیں بل وطن کی

سے وطن کی محبت داخل ایمان ہو۔ ۱۲۔

امداد و امانت۔ ان کی حاجت برآری۔ ان کی غیرواہی۔ ان کی ہم دردی۔ یہاں تک تو موسم دنیا داروں کی پروا نہ ہو۔ اس سے آگے خاصانِ خدا ہیں وہ ہر ایک رکیک بات میں سے ایسا مفکر پیدا کرتے ہیں کہ بس یہ ان ہی کا حصہ جو اسی حب الوطن کے بارے میں مولانا بہاؤ الدین علی فرماتے ہیں ۷

گفت از ایمان بود حب الوطن ایں وطن شہر نیست کا نام نیست مدح دنیا کے کند خیر الانام از خطا کے می شود ایماں عطا رو بغیرت کردہ خاکت بسر	گنج مسلم ناظمہ مع باطن ایں وطن مصر و عراق و شام نیست زانکہ از دنیا است ایں اوطاں تمام حُب دنیا ہست اس ہر خطا تو دریں اوطاں غریبی امی پسر
---	--

ان تینوں خیالوں میں بہ ترتیب لطف و نشر جو ان و انسان و ملک کی ہی نسبت ہو اور چونکہ حُب الوطنی میں اویمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان ایک شے تجوی ہو اور حب الوطن اس کا ایک جز ہو ایمان کو ایمان کی تکمیل کے لیے اپنا اعتبار کر لینا چاہئے کہ وہ حب الوطن کی نسبت کیا خیال رکھتا ہو۔ اور کہاں تک اس فرض کو ادا کرتا ہو بہر کیف یہ تو ایک جملہ متفرعہ تھا میں نے لکچر کو یوں شروع کیا تھا کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں اور ہر شخص کو اپنا وطن عزیز ہوتا ہو مگر پنجاب میں ایک فضیلت ایسی جو ذلالتِ فضل اللہ یونیٹ من یکشا ہو جس کی وجہ سے میں پنجاب کو عزیز رکھتا ہوں۔ اور جب میں اس فضیلت کو بیان کروں تو میں یقین کرتا ہوں کہ ہر ایک ہندوستانی مسلمان چاہے وہ پنجاب سے لگتی ہی دور کا رہنے والا کیوں نہ ہو ضرور پنجاب کو عزیز رکھے گا۔ وہ فضیلت یہ ہے کہ خدا کا تپاؤں یعنی اسلام اسی پنجاب کی راہ سے ہو کر ہندوستان میں داخل ہوا اسی راہ سے داخل ہوا تو اہل پنجاب قبول اسلام میں بھی اور ہندوستانیوں سے اقدم ہوں گے و لکن یہ فقرا اس سے بھی بڑھ کر ایک بات آؤ ہر کو مسلمانوں کی شامت اعمال سے اسلام بہت ہی ضعیف ہو گیا ہو اب بعد مدت کچھ آثار اللہ اور فضل خدا ہو جس کو چاہتا ہو دیا ہو ۱۲ لکھنے کو عین کافی ہو ۱۳

ایسے دکھائی دینے لگے ہیں کہ یہ بے پناہ جس کی نفس شماری کی نوبت جمونج چکی ہو عجب نہیں کہج چاہے تو اگر بچا اور ان شاء اللہ بچے گا۔ اور اگر اس کو کچھ بھی توانائی ہوئی اور ان شاء اللہ ہوگی تو اہل پنجاب ایسا خیال کرتے ہیں کہ اس کا بچنا اور توانائی پانا تمھاری کوشش اور تدبیر سے ہو گا۔ ابھی تک علی گڑھ ایجوکیشنل کالجس کے وہ الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں جب سر سید احمد خاں نے تم کو زندہ دل کہا سر سید احمد خاں نے تم کو زندہ دلی کا خطاب کیا کچھ کر دیا اور لوگوں نے تمھارا کون سا ایسا کار نمایاں دیکھا کہ تم سے بڑی بڑی توقعات پیدا کر لیں اس کو تم ہی خوب سمجھ سکتے ہو مگر تمھاری کوششوں میں سے اگرچہ افسوس ہو کہ مجھ کو ان کی تفصیل اچھی طرح سے معلوم نہیں ایک اس کوشش یعنی انجمن حمایت اسلام لاہور کو تو میں بھی بہت ہی پسند کرتا ہوں۔ جس چیز نے مجھ کو اس انجمن کا گرویدہ کیا یہ ہے کہ اس انجمن کے بانی اور کار پر داز ایسے لوگ ہیں جن کو سچی اسلامی ہمدردی کے سوا اور کوئی داعیہ اور محرک ہو نہیں سکتا یہ لوگ سوشل پوزیشن کے اعتبار سے ایسے درجے میں ہیں کہ شہرت اور ناموری اور رشید اور تقرب حکام ان میں سے کسی چیز کی ہوسکتی ان کی طرف منسوب نہیں کر سکتے۔

کوششیں ہی قابل قدر ہیں اور غالباً شکوہ بھی وہی ہوتی ہیں اور خدا سے تعالیٰ برکت اور ثبات بھی ان ہی کوششوں کو عطا فرماتا ہے جو بے شائبہ غرض دنیاوی ہوں۔ جیسے تمام امام انبیا علیہم السلام کی کوشش تبلیغ رسالت میں کہ سب کے سب وہی ایک بات کہتے تھے مَا اسْتَشْكَلُوْهُ عَلَيْنَا مِنْ اُجْرٍ اِنْ اُجْرِيْ الْاَعْلٰی رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ترجمہ میں تم سے (تبلیغ رسالت) ہر کچھ مزدوری کا خواہاں نہیں۔ میری مزدوری تو پروردگارِ عالم پر جو مَا اسْتَشْكَلُوْهُ مِنْ اُجْرٍ اَوْ لَوْ لَكَ اَنْ اُجْرِيْ الْاَعْلٰی اللہ ترجمہ میں ہے کہ مزدوری مانگی ہو تو وہ تم کو مبارک رہے میری مزدوری تو صرف اللہ پر جو اَمْ سَشْكَلُوْهُمْ غَوْجًا فَاُجْرَ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ هُوَ خَيْرُ الرَّاٰقِبِیْنَ ترجمہ کیا تم ان سے کچھ چندہ مانگتے ہو تو وہ چندہ جو تم کو خدا سے ملنے والا ہو سب چندوں سے بہتر ہو اور خدا سالک روزی پچو پچائے والوں سے

لہ نہ فی حات۔ یعنی دسائی میں جس آدمی کی وقت ہو۔

بہتر ہو اَمْ نَسْتَلْهُمْ اَحْزَانًا مَّعْرُومًا مَّنْعُولًا مَّعْرُومًا مَّنْعُولًا سے کچھ مدد دی مانگتے ہو کہ وہ چلی کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں۔

دوسری بڑی بہت بڑی نہایت بڑی عمدہ بات تمہاری انجمن حمایت اسلام میں یہ ہے کہ اُس نے مسلمانوں کی ضرورت وقتی کو ٹھیک سمجھا اور اس کو پیش نظر رکھا ہے۔ دنیا اور دین دونوں چیزیں چتریں بگڑانی اور مدد کی محتاج۔ یہ زمانہ رفاہ کا ہے اور میں خیال کرتا ہوں لفظ رفاہ اس کثرت سے زبان زدِ خلایق ہو رہا ہے کہ گویا ان کا تکیہ کلام ہے۔ مدرسوں کے ابتدائی ٹکڑے ڈل پاس نہیں کر چکے کہ رفاہ میں اسے زنی کرنے لگے ہیں۔ یعنی اسے کے فارمیشن سے پہلے ان کو فارمیشن سوچتا ہے۔ غرض ملک کے اطراف و جانب میں بہت سے رفاہ پیدا ہو گئے ہیں اور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن اکثر رفاہ نو دین و مذہب سے کچھ سروکار ہی نہیں رکھتے۔ ہاتھ دھو کر صرف اصلاح دنیا کے بچے پڑے ہیں۔ اور جن محدودے چند نے مذہب کو اپنے پروگرام میں داخل کیا بھی ہے تو کچھ کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ صرف سونے سے کہہ دینے کے لئے ذَلِکَ قَوْلُہُمْ بِاَقْوَامِہِمْ مِکْرٰہًا انجمن حمایت اسلام لاہور میں دیکھتا ہوں کہ کسی حال میں پاس باندھ بکوفت نہیں ہونے دیتی ان کی کارروائی پکارے کتنی ہے کہ جیسا اس انجمن کا نام ہے ویسا ہی اس کا کام ہے۔

میں اس بات کو حمایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ ابھی تک مسلمانوں کی رفاہ ڈھنگ ٹھیک نہیں بیٹھا۔ پہلی غلطی تو یہ ہے کہ صرف تعلیم کو تمام مسلمانوں کے تمام فائدوں کا فیصلہ کیا ہو یعنی جو شخص رفاہ کا خواب دیکھتا ہے۔ اور ایسے بہت ہیں۔ اس کی تعبیر یہی ہوتی ہے کہ وہ کچھ لوٹے گھر لگا کر ان کو ایک طرز پر پڑھا چلتا ہے یا پڑھوا چلتا ہے۔ بے شک تعلیم مفید و مصلحت ہے اور خیال کرنا تمام مسلمان اور ان کے تمام فائدے۔ محال عقل ہے کہ سب مسلمان چڑھ چکے ہوں گے گورنمنٹ اور شہری اور رفاہ جتنے تعلیم کے گھڑوں کو سر پٹ دوڑ رہے ہیں ان کی تو کیا اصل میں کہتا ہوں کہ خود سب مسلمان بھی ملکر جائیں تو سب کچھ نہ کر سکتے۔ یورپ جس کی گرد گردی ہے

نہ قابہ کرنا نہ اصلاح، بلکہ یہ ان کے گھڑوں کے گھنے کنی باتیں ہیں ۱۲۔

تعلیم میں ہم آج سے سو برس بعد تک بھی نہیں پاسکیں گے۔ وہاں بھی جہاں کہیں پڑھنے لکھنے کا بہت چھاپو پڑھے لکھوں کا شمار ۳۵ فی صدی سے تجاوز نہیں ہوا اور اس کی تائید فی صدی سے آتی ہے۔ ایل ایل ڈی مت خیال کر لینا۔ حرف شناس بھی اس میں داخل ہیں۔ بلکہ اکثر اتنے ہی پانی میں ہیں۔ اچھا۔ فاروٹی سیک آف آرگيومنٹ فرض کرو کہ مسلمانوں میں بھی شمار کے اعتبار سے یورپ کی طرح تعلیم عام ہو گئی تو ہمارے یہاں اس کے یہ منے ہوں گے کہ اتنے لوگ نوکری کی طلبگاری کے بیڑے میں نہ رہیں گے۔ جس کا ضروری نتیجہ ہو نا کامی۔ نا امیدی۔ نارضا مندی۔ چوں کہ میں پارساں ہیں کہ ایجوکیشنل کانگرس میں تعلیم پر اپنے خیالات شرح و بسط کے ساتھ ظاہر کر چکا ہوں میں اس خصوص میں زیادہ نہیں کہنا چاہتا۔ غرض میری قطعی رائے یہ کہ تعلیم اگر مفید ہوگی تو تعلیم کے ساتھ نہیں بلکہ خاص خاص جدیدہ لوگوں کی جو تکمیل تعلیم کی زحمت کا تحمل فروغ تحصیل تک پہنچا دے اور آخر کار کا پٹیشن ریس میں جولاں کر سکیں۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ سارے مسلمان نوکری پیشہ نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ تو جو شخص عام مسلمانوں کی رفرام کا مدعی ہو کیوں بالخصوص ایک ہی پیشے کے لوگوں کی اصلاح کے درپے ہو۔ کیا وہ اُن لوگوں کو مسلمان نہیں سمجھتا جو نوکری کے سوا دوسرے پیشوں سے معاش پیدا کرتے ہیں۔

دوسری مکر وہ اور نہ صرف مکر وہ بلکہ سخت مضر غلط فہمی یہ ہے کہ تعلیم موجب حال سے دنیا اور دین میں جدائی پیدا کی جاتی ہے۔ گورنمنٹ کو تو ایک خاص عجزوری ہے کہ اس کو چارونا چار نوٹریٹی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ کیوں کہ اس کو اپنی تمام عایا کے ساتھ ایک طرح پر مدارات کرنی ہے۔ نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ سبیل مہب کی حمایت کرے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی خاص مذہب کی طرفدار بن کر دوسرے مذہب والوں کے دل دکھائے۔ پس اس نے مول (اِذَا ابْتُلِيَ الْمُنَافِقُ فَلْيَنْتَبِذْ فَيَتَّبِعْ أَهْوَاهُ تَرْجُمہ جب آدمی دو مصیبتوں میں گرفتار ہو تو ان میں بہت آسان کو اختیار کرے) کے مطابق کل مذہب سے قطع نظر کر لیا اور اس کو کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن غلطی یا غلط رویا یا اعتیار اپنا نتیجہ تو پیدا کرنے سے گئی۔

لے جبرئیل استدلال ۱۲۵ قیام اثبات ۱۲۵ امتحان مقابلہ کی طرف ۱۲۵ لے جبرئیل ۱۲۵۔

باوجود یہ تعلیم ہر شخص ابتدائی حالت میں ہر اُس کے بڑے نتائج ابھی سے مترتب ہونے لگے نہ پڑے
تعلیم نے سردیوں میں بحرِ دمی آزادی خیالات میں مطلق العنانی۔ دلوں میں حوصلے سے بڑھ کر توقع۔ تحریر
میں شوخی۔ تقریر میں بے باکی۔ ان مجموعی حالات نے حقیقت عجیب طرح کا طوفانِ بے تمیزی برپا کر دیا۔
گورنمنٹ کو اس سے جو خطرہ ہو سکتا تھا اس کی وہی لوگ خوب سمجھتے تھے ہوں گے جو گورنمنٹ کے طریق کے
دورِ انہوں میں سے

اگر اے گورنمنٹ کشینی تو ملاحظہ فرمادیں

روزِ مملکتِ نویش خسرواں دہند

ہم کو تو اپنی سوسائٹی کی غیر منافی ہو۔ سو تعلیم و وجہ کی برکت سے سوسائٹی کی عمارت کی کوئی اینٹ اپنی
جگہ نہیں باقی رہی۔ سوسائٹی پر گورنمنٹ کرتی ہیں تین چیزیں۔ مذہب۔ گورنمنٹ۔ رسم و رواج۔ اب
دیکھنا چاہیے کہ ان تین گورنروں کی حکومت کا کیا حال ہو۔ مذہب جس کو سب میں شدید الحکومت
ہونا چاہیے۔ سونو جوانانِ تعلیم یافتہ کو اسی کے ساتھ تسخیر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں ٹوٹنے سے کہنے والے تو
کہ ہمیں محض زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور دل میں سمجھتے والے اب بھی زیادہ ہیں کہ مذہب ہمیشہ بریں نیست
کہ انسان کے ابتدائی جاہلانہ خیالات کی یادگار ہو۔ اور بس چوں کہ انکار مذہب پر کوئی ضرر حاصل
مترتب نہیں ہوتا کہ ترسے جان نکل جائے یا اوپر سے آسمان ٹوٹ پڑے۔ یا زمین نکل جائے۔

ہر ایک نا عاقبت اندیش آدمی جیسا کہ فرمایا ہے ہر ایک دے سکتا ہو۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ بتائے
تعلیم و مصیبت نہیں۔ مگر ایک وقت آنے والا ہوا اور اگر رہے گا۔ اور اُس کے آنے کا کچھ ٹھکانا نہیں۔
اِنَّكَ لَبْتَ الرَّاقِيَ وَ ذِيْلَ مَنْ رَاقِيَهُ وَ طَمَحَ اَنَّهُ الْاَزَلِيُّ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُ الْاَشَاقِ بِالْاَشَاقِ اِلَى رَبِّكَ رُوْمٌ عِزٌّ اَشَاقِ
ترجمہ جس وقت جان بھرنے ہائیں تک اور لوگ کیس کون پر چھڑنے والا اور یقین ہو گیا کہ یہ اوقات
جدائی کا اور پٹ گئی پٹلی پر چڈی تیرے رب کی طرف ہو اُس دن کہنے جانا تب ساری حقیقت
کھل جائے گی لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكُنْ مَعَنَا عَنَّا عَمَّا كُنْتَ تَعْبُدُ ۝ اَلَيْسَ لَكَ بِذٰلِكَ اَلِیَوْمِ حٰدِیْۤہٗ تَرْجُوۤہٗ تَوْبَۃً فَرِحَۃً
اُس دن سے۔ اب کھول دیتے ہیں تے تھہرے تیرے اندھیرے اب تیرے ہی گناہ آج تیرے ہو۔

۱۔ آزاد ۲۔ کاربیل کی نظر ۳۔ ملے چلانے والے ۴۔ حکومت ۱۲۔

غیر میں اس موقع پر مذہب کے متعلق اتنا ہی کتنا چاہتا تھا کہ مذہب کا جو دباؤ سوسائٹی پر تھا۔ کم بہت نیٹرل
 تعلیم کے اثر بد کی وجہ سے اٹھ گیا اور اٹھا اٹھا جا رہا ہو۔ رہ گئی گورنمنٹ اگرچہ اس کی تحقیر کا اثر فوری ہونا چاہیے
 کیوں کہ وہ حکومت کیا۔ جس میں سیاست نہیں۔ مگر گورنمنٹ ہی اس طرح کی بردبار واقع ہوئی ہو کہ جامع
 اور محافل میں اس کی تفسیح کی جاتی ہو۔ اور ہماری نیک دل گورنمنٹ باوجود دیکھ جانتی اور سنتی ہو سب
 کچھ مطلقاً پروا نہیں کرتی۔ علاوہ بریں گورنمنٹ کو خصوصاً بٹلش گورنمنٹ کو نظم سوسائٹی میں دخل نہی
 مگر محدود۔ اور جو مذہب گورنمنٹ کو تعلیم میں نیٹرل رہنے کی ہر وہی نیٹو سائٹی سے اس کی اس قدر بے
 تعلقی کی یہ ابھی حال کا مذکور ہو کہ ہندوؤں نے ہتیرا ہی زور مارا کہ کم عمر لڑکیوں کے بیاہوں کو سرکار
 منع کرے اور بیوہ عورتوں کے دوسرے بیاہ کو جائز ٹھہراے۔ سرکار نے ہامی نہ بہری۔ سوسائٹی کا تیسرا
 مضابطہ رسم و رواج ہو لیکن جو آزاد خیال نئے تعلیم یافتہ مذہب کے قابو اور گورنمنٹ کے بس کے نہ ہوں۔
 رسم و رواج کے پیچھے کیوں ڈرنے لگے تھے غرض نیٹرل تعلیم نے سارے دباؤ اٹھا کر سوسائٹی کو بے سرا
 کر دیا۔ اپنے اگلے سے ادب قائلے ہیں۔ نہ پاس و لحاظ ہیں۔ نہ غیرتیں ہیں۔ نہ عیشیں ہیں۔ نہ عروتیں ہیں۔
 معلوم ہوتا ہو کہ دنیا کا باوا آدم کچھ بدل سا گیا ہو۔

اس سے زیادہ آؤ کہ نو خیال ہو نہیں سکتا کہ بے انضمام مذہب لوگوں کے اخلاق درست
 رکھے جاسکتے ہیں۔ یعنی سوسائٹی کی خدائستگی کے لئے مذہب کی ضرورت نہیں۔ میرا مستعد تو یہ ہو کہ
 دنیا میں نیکی اور بدی کا فرق مذہب سے پیدا ہوا لیکن فرض کرو کہ البتہ ہمیں بھی ہوتا کہ کسی کو اس سے
 انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ بدون مذہب کے نیکی ایسی ساقط الاعتبار ہو۔ جیسے بے جبرٹری کی دستاویز مذہب
 نہیں تو نیکی میں قوت نہیں۔ استحکام نہیں۔ ثبات نہیں۔ خلوص نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ پھر
 نیکی نیکی نہیں۔ ایک ظاہر ہے آدمی شاید ایسا خیال کر سکتا ہو کہ دنیا میں جو امن قائم ہو۔ حاکموں کے
 قوانین کی وجہ سے ہو مگر یہ بات فی لفظ غلط ہے بہت سے جرائم ہیں جو قانون کی گرفت میں نہیں سکتے
 اور ان کا سدھ صرف مذہب کے خوف سے ہوتا ہو۔ ہو کوئی قانون جس نے ارادہ جرم کو بدوین صدور
 کسی فعل کے مجرم قرار دیا ہو۔ قوانین کا سارا اٹھ کنش جہاں مارو کیس ایسے قانون کا پتہ نہ پاؤ گے۔

اور عقل گواہی دیتی ہو کہ اول تو ایسا قانون ہو نہیں سکتا اور ہو تو اُس کی تعمیل امکان سے خارج ہے۔
 یہیں سے قوانین دنیا کا نقص ظاہر ہوتا ہے۔ وہ کبھی مذہبی قانون کے بغیر دھبہ تکمیل کو پہنچ نہیں
 سکتے جو فرماتا ہو **وَإِنْ تَبَيَّنْ لَهُ أَنفُسُهُمْ أَوْ تُخْفَوْا يُحِيطْ بِكُمْ بِدَلِيلِ اللَّهِ** ترجمہ اور اگر تم ظاہر کرو گے اپنے
 جی کی بات یا چھپاؤ گے۔ حساب نے گاتم سے امداد۔ اب میں یہ بات کتا ہوں کہ مذہب انسان کی
 کانسٹیٹوشن یعنی اس کی بناوٹ میں داخل ہے۔ انسان ایک وجود ہے جس میں جسم و روح سے مرکب جسم
 کثیف ہے اور روح لطیف۔ اور چون کہ روح کی حقیقت معلوم نہیں جیسا کہ فرمایا ہے **قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي** ترجمہ تو کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ جسم و روح میں تعلق کس قسم کا ہے بہر کیف
 انسان کی ساخت جسمانی سب کو معلوم ہے **وَمَا خَلَقَكَ قَسْوًا لَكَ فَعَدَّ لَكَ فِي آتِي صُورَةٍ مَا شَاءَ وَرَكَّبَكُمُ**
 ترجمہ تمہارے کو بنایا۔ پھر تمہارے کو ٹھیک کیا پھر تمہارے کو برابر کیا جس صورت میں چاہا تمہارے کو جوڑ دیا۔ لیکن کبھی آدمی
 ناقص الخلق بھی پیدا ہوتے ہیں جیسے تمہاری گجرات کے شاہ دولہ کے پوسے۔ اور کبھی عواض کی
 درجہ سے ساخت جسمانی میں انواع و اقسام کے فتور واقع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح روح انسان کی بھی
 ایک خاص ساخت ہے کہ اس میں کتنی قدریں ودیعت کئی گئی ہیں۔ روحانی ساخت کے نقصانات
 میں ایک نقصان لاندہی بھی ہے۔ مگر خلقی نہیں کیوں کہ مذہب داخل فطرت ہے **فَطَرَهُ اللَّهُ الَّذِي نَفَخَ**
الْأَنفُسَ فِيهَا لایزال **يَخْلُقُ اللَّهُ** ترجمہ تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو۔ بدن نہیں اللہ کے
 بنائے کو۔ بات یہ ہے کہ انسان کو ایک خاص طرح کی عقل دی گئی ہے۔ فوق سائر حیوانات جس کو بہتر
 کہتے ہیں **بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ أَكْفَرُ** کہ کوئی مخلوق کا ترجمہ بلکہ آدمی اپنے واسطے آپ سوچے ہو۔
 اور پڑا اے اپنے ہمانے اس بصیرت کا نمونہ ہے۔ مگر ادنیٰ درجے کا۔ بصارت یعنی بینائی چشم سر۔ اگر
 انسان آنکھ کو کام میں لائے یعنی دیکھے تو دیکھتا اس کو مثلاً رنگ کی شناخت پر مجبور کرے گا۔ اسی طرح
 اگر ادنیٰ عقل کو کام میں لائے اور سوچے تو اعمال فکر اس کو مجبور کرے گا۔ اس بات کے یقین کرنے پر
 کہ اس عظیم الشان کارخانہ دنیا کا مگر کوئی بنائے والا ہے۔ اور جو چیزیں مری اور موس ہیں ان میں
 کوئی نشان اس طرح کی قدرت کا پایا نہیں جاتا۔ قدرت اگر کسی قدریوں ہی سی برائے نام ہے بھی تو پھر

انسان کو جو کہ یہ مخلوقاتِ عالم میں تصرفات کرتا ہو۔ بایں ہمہ انسان اپنی در ماندگی کا خود متصرف
 ہوا اور بدون اعتراف کے اس کو چارہ نہیں۔ دوسرے مخلوقات بڑی سے بڑی اور عمدہ سے عمدہ
 میں قدرت تو درکنار ارادے تک کا قہقہہ اٹھتی ہے۔ اور یہی حاصل ہوا ہر اہم علیہ السلام کے استدلال کا
 فَلَمَّا بَلَغَ عَلَيْهِ الثَّمَلُ قَالَ هَذَا اَرْسِيْهِ فَلَمَّا أَفْلَحَ قَالَ لَا اُجِبْتُ اِلَّا فَلَيْنَ ترجمہ پھر جب اندھیرا
 کیا اُس پر رات نے۔ دیکھا ایک تارا۔ بولایہ جو رب میرا۔ پھر جب غائب ہوا۔ بولا مجھ کو خوش نہیں آتے
 جیسے ملے فَلَمَّا رَا الْفَصْرَ بَارِئًا قَالَ هَذَا اَرْسِيْ فَلَمَّا أَفْلَحَ قَالَ لَقَدْ لَعْنَةُ لِّئَلْ لَّيْلِيْ لَئِنْ لَّكُنْتُ مِنَ الْغٰوِمِ
 الضَّالِّينَ ترجمہ پھر جب دیکھا چاند جھلکا بولایہ جو رب میرا۔ پھر جب وہ غائب ہوا۔ بولا اگر راہ نہ دے
 مجھ کو رب میرا تو بے شک میں ہوں بکٹے لوگوں میں فَلَمَّا رَا الشَّمْسُ بَارِئَةً قَالَ هَذَا اَرْسِيْ هَذَا الْكَبَرُ
 فَلَمَّا أَفْلَحَ قَالَ يَا قَوْمِ اِنَّ رَبِّيْ بَرَّئٌ مِّنَّا الشُّرَكَاءُ كُنْ تَرْجُمہ پھر جب دیکھا سورج جھلکنا بولایہ جو رب میرا رب
 سب سے بڑا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اے قوم میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو۔ اِنِّيْ
 وَبِحَسْبِ اللَّيْلِ الَّذِيْ فَعَلَ الشَّمْسُ وَبِالْاَرْضِ حَيْثُ اَوَمَّا اَنَا مِنَ الشُّرَكَاءُ ترجمہ میں نے اپنا مونہ کیا
 اُسی کی طرف جس نے بنائے آسمان زمین ایک طرف کا ہو کر اور میں نہیں شریک کرنے والا۔
 ایک غریب خدا پرست کا شکر کار کھیت موقع پا کر رات کے وقت کچھ بیل چڑ گئے۔ کاشتکار کھیت
 کے کنارے شاید یہ کھڑا سوچ رہا تھا کہ کیا تدبیر کروں کہ پھر بیل کھیت میں نہ گھسیں۔ ادھر سے ہو کر گزرا
 اس کا کوئی جان پہچان لاندھب۔ اس کو کھڑا دیکھ کر وہ بھی کھڑا ہو گیا اور لنگا باتیں کرنے۔ ہاتھوں توں
 میں اُس لاندھب نے کہا خدا ہوتا تو تمہارا کھیت ہرگز نہ کھایا جاتا۔ کاشتکار بولا کھیت کا کھایا جانا
 ہی خدا کے ہونے کی دلیل ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی چیز دنیا میں با اختیار خود متصرف نہیں۔
 اور قوت تصرف اس نے اپنے آپ نہیں پیدا کر لی۔

مَنْ عَرَفَ فَتَسْلُكُ فَقَدْ عَرَفَ دَقِيقَةَ تَرْجُمہ جس نے اپنے کو پہچانا تو جانو کہ اپنے پروردگار کو پہچانا
 بھی۔ یہی بات ہو گویا ارادے مطابق دوسرا ہو۔ دوسروں سے استثناء کی کیا ضرورت ہے۔

خدا سے تعالیٰ خود فرماتا ہو: **وَفِي الْأَمْثَلِ آيَاتٌ لِّمَن يَعْقِلُ** **وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ** ترجمہ اور زمین میں نشانیاں ہیں تعقلین لانے والوں کو اور خود تمہارے اندر کیا تم کو سوچ نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا: **وَنَحْنُ أَشْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ** ترجمہ اور ہم اس سے نزدیک ہیں دھڑکتی رگ سے زیادہ۔ اسی کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے منظوم کیا ہے

دوست نزدیک تر از من بہن سست	وہیں محب ترکہ من ازو سے دورم
چہ کنم باکہ تو ان گفت کہ او	در کست از من ومن مجورم

ایک رنجیہ گوشتا ہو

دل کے آئینے میں ہر تصویر باریا	جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی
--------------------------------	----------------------------

الفرض انسان جب تک انسان ہو خدا کے ہونے سے انکار کر نہیں سکتا یہ نہ سب کا پہلا مسئلہ ہوا۔ اب اور آگے بڑھو تو جس عقل کے زور سے ہم نے جانا کہ خدا ہو۔ اسی عقل کے زور سے ہم نے جانا کہ خدا تمام صفات کمالیہ کا جامع۔ تمام محبوب اور نقصانات سے پاک اور منزہ۔ اور اسی لئے ایک اکیلا ہو وحدہ لا شریک لہ نہ اس کو اعران و انصار کی حاجت نہ یا ر و مددگار کی ضرورت۔ سب کچھ جانتا ہو۔ **أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ** ترجمہ بھلا وہ نہ جانے جس نے بنایا۔ اور جو چاہے کر سکتا ہو **إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** ترجمہ وہ تو سب چیز کر سکتا ہو دنیا کا کاغذ نہ جس انتظام سے چل رہا ہو۔ یہ انتظام دلالت کرتا ہو کہ وہ ایک۔ صرف ایک ارادے کا محکم ہو یہ عظمت کہ رہی ہو کہ دنیا میں سے لیکر ایک انجینیر کے سوائے دوسرے کا اس میں دخل نہیں۔ یہ ہیں معنی **كُذِّبَتْ عَنْ رَأْسِ اللَّهِ لِقَابُ إِفْكِهِ** **إِلَّا اللَّهُ** **نَفْسَهُ** **تَلَاكَ** ترجمہ اگر ہوتے ان دونوں میں اور حاکم سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہوتے، پھر انسان کی جبلت یہ بھی ہے کہ اگر وہ طبیعت کا شریعت ہو تو محسن کا احسان ماننا اور اس کا شکر گزار ہوتا۔ یہ ہو ماخذ عبادت کا۔

عبادت سے ہم خدا کی کوئی خدمت نہیں کرتے اور نہ اس کو ہماری خدمت کی کچھ پروا ہو۔

لے قدم۔ مرحلہ ۱۷ ابتدائی نقشہ جو بعد از صوبہ کے بنایا جاتا ہے۔ ۱۷۔

بلکہ عبادت سے صرف ہماری شرافت طبعیت ظاہر ہوتی ہے۔ اور اسی اعتبار سے وہ ہمارا فرض انسانیت ہے۔ دنیا میں انسان پر اس کے اپنا جس کے بھی احسانات ہوتے ہیں۔ لیکن اگر خیال کرو تو خدا کے احسانات کا کچھ شمار نہیں۔ اللہ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنْ السَّمَاءِ مَاءً فَاصْبَحَ مِنْهُ الْجِبَالُ رُودًا لِّکُمْ وَاَخْرَجَ مِنْهَا نَخْلًا لِّکُمْ اَلْزَیْتُ وَالنَّخْلُ لَکُمُ الْفَالِکُ یَجْرِیْ فِی الْوَحْیِ بِاَمْرِیْ وَدَسْمَرٌ لِّکُمْ اَلْاَعْنَانُ وَدَسْمَرٌ لِّکُمُ الْمَشْجَرُ وَالْعَصَا وَاِیْقِیْنِہٖ وَدَسْمَرٌ لِّکُمُ الْاِیْلُ وَالْہَادِیۃُ وَاَنْتُمْ مِنْ حَتِّ مَاسَا الْغَوٰیہِ وَاِنْ نَّعُدَّ وَاَنْعَمْتَ اللہُ عَلٰی خَلْقِہٖ عَلٰی تَرْجَمَہِ الْعَدُوہِ ہر جس نے بنائے آسمان اور زمین اور آسمان سے پانی بھرا جس سے نکالی روزی تمہاری میوے اور کام میں دی تمہارے کشتی کہ چلے دریا میں اس کے حکم سے اور کام میں دیں تمہارے ندیاں اور کام میں لگائے تمہارے سوچ اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگائے تمہارے رات اور دن اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی اور اگر کوئی احسان اللہ کے نہ پوچھے کہ رسکو۔

اور یہی سبب ہے کہ خدا نے تعالیٰ ہماری سب سے بڑی شکر گزاری کا مستحق ہے جس کا دوسرا نام عبادت ہے تو جس طرح عقل گواہی دیتی ہے کہ ذات اور صفات میں خدا کا کوئی شریک نہیں اسی طرح عقل یہ بھی گواہی دیتی ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک فی العبادت کرنا پرے درجے کی احسان ناشناسی ہے جس کو مطلق شرع میں کفر کہتے ہیں۔ لینے کفر ان نعمت۔ ذری اس بات کو خیال کرتے جانا کہ ابھی تک میں عقل کی رہنمائی سے دین کے راستے کو چلا جا رہا ہوں۔ میں نے اس سے پہلے بصیرت اور بصارت دونوں میں ایک طرح کی ممانعت کا ہونا بیان کیا تھا۔ بصارت سے ہم چیزوں کے رنگ۔ ان کی شکلیں اور ان کے مواقع معلوم کرتے ہیں اور اسی سبب سے بینائی ایک بڑی بکار آمد قوت ہے جو گلاس میں نقس بھی ہے کہ شے چیزوں میں نمود نہیں کرتی لینے مثلاً دیوار کے پیچھے مجھ کا کام نہیں دیتی اور یوں مجھ اس کی رسائی کی ایک حد ہے علم مناظر میں قوت باصرہ کے اور بھی نقصانات کی صراحت ہے۔ جیسے دور کی چیزوں کا چھوٹا دکھائی دینا اگر دیکھنے والا خود متحرک ہو تو اس کا ساکن چیزوں کو متحرک دیکھنا اس کی ریل کے بیٹھنے والوں سے پوچھ دیکھو یا اس سے جس کو کبھی تیز رفتاری میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہو شغاف پانی کی تہ میں کسی چیز کا ابھرا ہوا نظر آنا۔ قوس قزح کی رنگ آمیزی اور این کے سواے اور بہت سی باتیں

ہیں جن کا بیان کرنا بے عمل سا ہے غرض بنیائی نقصان و فتنہ سے ہند ہی نہیں۔ بعینہ ہی حال ہو عقل کا۔
بہت باتیں عقل کی گرفت سے باہر ہیں۔

نہ ہر جا سے مرکب تو اس تاخستن کہ جا ہا سپر باید اندامستن

معلوم ہے کہ مقناطیسی سوئی کا ایک سر شمال کی طرف رہتا ہے۔ مگر نہیں معلوم کیوں۔ اور یہی حال ہر کل اسباب و علل کا زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ بلکہ تمام مادیات میں کشش ثقل و اتصال کا ہونا معلوم ہے۔ مگر نہیں معلوم کیوں۔ روح و جسم کا نہ کو میں شروع میں کرچکا ہوں معلوم ہے کہ روح نہ عین جسم ہے نہ جسم ہی۔ نہ اُس میں اس طور حلول کیے ہو جسے ظرف میں منظور نہ روح و جسم میں عرض و جوہر کا تعلق ہے پھر روح کیا ہے اور اس کو جسم کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے کسی کو خبر نہیں۔ میں اس دنیا کے سینکڑوں عقیدے گنوا سکتا ہوں جن کو ناخن عقل نہیں حل کر سکتا۔ بچ پوچھو تو ساری دنیا ہی طلسمِ حیرت ہے۔ مٹی ایک جامہ چیز ہے۔ اس کا بنا تیت پھر حیوانیت پھر انسانیت کے مدارج پر ترقی کرنا نہ انسان کے فہم میں آیا ہو اور نہ کبھی آسکتا ہے۔ تو کیا دین میں کسی بات کا خلاف عقل نہیں بلکہ عقل سے خارج یعنی اس کی رسائی سے بالاتر فزوتوں ہونا کچھ تعجب ہے نہ کہ نہیں۔ بلکہ دین میں بدرجہ اولیٰ ایسی باتیں ہونی چاہئیں جن میں شائع عقل نہ ہو۔ کیوں کہ دین کا مدار ہی اس پر کہ انسان موت سے محروم نہیں ہوتا موت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ روح و جسم کا تعلق چھوٹ جاتا ہے۔ اجزائے جسمانی متلاشی و متفرق ہو کر اپنے اپنے ٹھکانے لگ جاتے ہیں وَمِمَّا خَلَقْنَاكُمْ وَفِي مَا نُوعِدُكُمْ وَمِمَّا يُنَافِئُ جَمْعُكُمْ تَاَذَا اُخْوٰی ترجمہ اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا اور اسی میں تم کو پھر ڈالتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تم کو دوسری بار۔ انگریزی سننے کا شوق ہو تو الیش کو الیش اینڈ ڈسٹ ڈسٹ ڈسٹ۔ رہی روح و جسم جسم میں تھی اور اُس کے تصرفات ظاہر ہوتے تھے تب بھی اس کی حقیقت ہم کو معلوم نہ تھی بعد مرگ تو رہی سہی اور بھی رو پویش ہو گئی؟ کوئی چلنے کو کیا جانے کوئی سمجھ لو کیا سمجھے۔ بایں ہمہ چند در چند قرائن ہیں جن سے یقین کیا جاسکتا ہے کہ روح کو فنا نہیں۔

اول جب ہم سرے سے روح کی حقیقت سے بے خبر ٹھہرے تو ہم کو اُس بے فنا کا حکم ٹھکنے کا کوئی حق نہیں **ثانیاً**۔ اگرچہ روح جسمانی رنجوں اور تکلیفوں سے بحالت حیات متاثری تو یہی جسمی موت بڑی بڑی جسمانی تکلیف سہی اور روح کو اس سے متاثری ہونا قرین قیاس ہو مگر موت کا اولی اثر جسم پر تھا جس کا تو مستشرق کہنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکی۔ روح جس پر موت کا اثر ثانوی ہو کیوں معدوم ہو جائے گی جسمی عجب نہیں موت نے روح پر اتنا ہی اثر کیا ہوا دوس کہ اس کو جسم سے بے تعلق اور بے دخل کر دیا۔

ثالثاً دانش مند سے دانش مند اور احمق سے احمق۔ عالم سے عالم اور جاہل سے جاہل۔ مذہب و نامذہب۔ سولہ لاکھ ڈالر وحشی ہر ملک اور ہر زمانے کے لوگ یعنی دنیا کے آدمی قریب کل کے بقاعے روح کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم کو اس سے بحث نہیں کہ یہ خیال دنیا میں کہاں سے آیا۔ اور کیوں کرتے لوگوں نے اس کو قبول کر لیا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ عموماً لوگ اس کے قائل ہیں اور جن کو انکار ہو اگر سچے دل سے ہو بھی تو اس عجیبے کے لوگ اس قدم کم ہیں کہ اُس ہم عصر عالم کے مقابلے میں گویا کہ نہیں۔ دین تو خیر یہی میں کہتا ہوں کہ انتظام دنیا بھی اسی خیال پر مبنی ہو۔ میں نے شروع میں کہا تھا کہ بہت سے جرائم کا انسداد صرف مذہب سے ہوتا ہو۔ سو مذہب سے اُس عمل پر میری مراد تھی یہی عقیدہ بقاعے روح بننے لوگ اس وجہ سے مرکب جرائم نہیں ہوتے کہ جانتے ہیں کہ مرے پیچھے کیے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ ایک انگریزی کتاب میں بہت سے نامی مجرموں کے حالات لکھے ہیں جنہوں نے مرتے وقت خوفِ عاقبت سے اپنے جرموں کا اقرار کیا اور ہر جگہ اور ہر زمانے میں ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں پس یا تو ساری دنیا کو یہ غلط مانو۔ یا دوسروں کی طرح بقاعے روح کے قائل ہو۔ ہونہ ہو یہ عقیدہ داخل فطرتِ انسانی ہو کہ ظلم غیب نے ہر ایک کے دل میں ڈال دیا ہو کہ۔ کون ہو جس کو اولاد سے خیر جاری سے یا کسی دوسرے پیرائے سے دنیا میں اپنی یادگار چھوڑ جانے کی خواہش نہیں۔ اس خواہش میں بھی مضحکہ وہی بقاعے روح کا خیال۔ کیوں کہ اگر آدمی مرنے سے معدوم محض ہو جاتا تو دنیا میں یادگار بننے سے

لے تربیت یافتہ شایستہ۔ مذہب ۱۲۷ غیب کی بات کا اسلام کرنے والا اپنے خدا ۱۲۸

اس کو کیا مفاد تھا۔

و ايجاً۔ انتظام دنیا اگرچہ فی نفسہ نہایت مکمل ہو، مگر وہ لوگوں نے یہ ہولناک نفاذِ مقررہ اللہ عز و جل علیہم السلام ترجمہ یہ اندازہ ہو اس زبردست بانجھ کا۔ مگر کچھ بھی نامعلوم سامع معلوم ہو نہ ہو۔ جیسے جملہ اسمیہ کہ مبتدائی تو غیر نہیں۔

یا جملہ شرط یہ کہ شریعت کو ترجیح دینا ہے۔ یا جیسے دامان کو ہمیں ایک شرک جو ایک گھٹائی تک سنتی ہو جی ہوا اور اس کو دیکھ کر خود بخود خیال ہوتا ہو کہ ضروریہ شرک پہاڑ کی دوسری طرف جانے کے لئے بنائی گئی ہو۔

اسی طرح انسان کو اتنی ساری عقل کا دیا جاتا جو اس چند روزہ دنیاوی زندگی کی ضرورت سے یقیناً
بست زیادہ ہو ضرور کوئی اور بڑا مطلب رکھتا ہو اُنھیں سُنْہ اِنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عِبَادًا وَّ اَنْتُمْ لَیْسَ بِنَا
لَا تَقْبَعُوْنَ ترجمہ سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو نہایا کھینے کو اور تم ہمارے پاس پھر نہ آؤ گے ۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا الْغَيْبُ ۚ رَجَبُهُ أَوْ رَجَبُهُ نِيْلُ آسَمَانٍ أَوْ رَجَبُهُ
 اُنْ كَرَجٍ رَجَبُهُ رَأْدُ الْاُنْحَادِ لَمْ يَكُنْ اَلَا عَدَدُ نَامِيْنٍ لَدَا ۚ اِنْ كُنَّا لَنُفْلِحُ ۚ رَجَبُهُ اَكْرَمُ مَا يَحْتَجُّ عَلَيْهِ

کہ کھلونا تو بناتے ہیں اپنے پاس سے لگوں کو کرنا ہوتا ہے دیکھتے ہیں کہ ہر ایک فعل ایک لازمی نتیجہ رکھتا ہے

عَلَّمَ نَحْمَدُ لِسْتِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَلَكِنْ يَحْدِثُ لِسْتِ اللّٰهِ عَجُوبًا ۝ ترجمہ سونہ پاؤں کے اگے کا دستور
 بدلتا اور نہ پاؤں کے اگے کا دستور بدلتا۔ جیسے شراب خواری کا ضروری نتیجہ سوخاوی۔ بدکرداری بظاہر

جسمانی امراض اور آخر کار ہلاکت قبل الموت۔ نا اتفاقی کا ضروری نتیجہ ضعف۔ محبوت کا ضروری نتیجہ

بے اعتباری۔ وہیں اُٹھنا تو جب بھی ہم کمریٰ ریس کے نتیجے کو دنیا میں تھرتپ ہوتا نہ پائیں اسی

ہم کچھ لیں گے کہ حیات دنیا پر ہماری ہستی کا خاتمہ نہیں ہو گیا۔ یہ ہیں چند باتیں یا اسی طرح کی اور چند

باتیں جو بعد مرگ کی حالت کی نسبت ہم عقل سے سمجھ سکتے ہیں۔ مگر منظر پھر بھی دھندلا ہی رہتا ہے اور خوب

تسلیم نہیں ہوتی کہ کیا ہوگا اور کون کرے

حالِ عدم نہ کچھ کھلا گزرے ہر خاکِ پیکر	کوئی حقیقت ان کرکت نہیں بُری بھیل
--	-----------------------------------

یہاں سے ثابت ہوئی ضرورت رسالت کی۔ بڑے تعجب کی بات ہوگی کہ چند سال کی زندگی گانی کے

بچے تو خدا ہمارے چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لیے سامان کرے۔ سر کھانے کے لیے ہم کو ناخن کاٹ

نہا جانے کے لیے دانت۔ اور اُس میں بھی یہ تفریق کہ پہننے کے لیے ڈاڑھیں اور کاٹنے کے لیے دانت توڑنے کو کلیاں ۷

ہمد باد و مدور شہید و فلک در کار اند

اور حیات ابدی یہی بڑی ضرورت میں جو ابد الہا دے لیے ہمارے سر پہ لادی جائے گی ہم کو اتنا ہی سہارا نہ لگائے کہ ایک ذرہ جھلکی تو دیکھ لینے لے۔ جہاں تک خدا کے کارخانے سے ہم نے خدا کو جانا اور جان سکتے ہیں یہی بے رحم انسان کو ایسے دیدے کی حالت میں چھوڑ دینا اُس کو ترسانا پریشان رکھنا خدا کی شانِ ربی سے بالکل بعید ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک عَلَّمُوا کَلْبًا۔

یوں خدا کے کریم و رحیم نے انسان کو اسی کی عقل نارسا اور فہم قاصر کے بھروسے پر نہ چھوڑ کر پیڑوں کے ذریعے سے مصلوات اللہ علیہم اجمعین جہاں تک وہ اس ہستی میں کچھ سکتا تھا بتایا اور سکھایا کہ اس کو مرنا پیچھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کس حالت میں رہنا ہو۔ اور اس ابدی زندگی کے لیے اُس کو دنیا میں کیا تیار کر فی چاہیے۔ ہم نے پیڑوں ہی کے کٹنے سے جانا کہ ہماری اس ہستی موجودہ کو آگے آنے والی ہستی میں بہت بڑا دخل ہو۔ یہ خواہش ہو اور وہ اس کی تسمیر یہ جوتے بونے کا وقت ہو اور وہ کاٹنے اور گانے کا اَللّٰہُ نَیَّعَزَّ وَجَلَّ تَرَجَمَ دُنْیَا اَزْت کی کھیتی ہو میرے اس بیان سے ظاہر ہو گیا ہو گا کہ مذہب میں عقل کی رسائی کہاں تک اور کہاں چھوچ کر عقل جبریل کی ہم زبان ہو جاتی ہو ۷

اگر یک سو سوئے برتر پر م

افراد و تفریق کے دو لوہیلو ہر بات میں مذموم ہوتے ہیں جس طرح یہ کہنا غلط ہو کہ مذہب عقل پہننے خدا رسول کا فرمودہ ہو اور عقل کو عقل سے کچھ سو کا نہیں اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہو کہ ہم کو عقل کی حاجت نہیں اور مذہب عقل ہم سب کچھ دریافت کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ حالات بعد مرگ بھی عینی قوتیں انسانِ عطا ہوئی ہیں جسمانی اور دماغی سب بمنزلہ آلات ہیں۔ جیسے مثلاً تیشہ بخار ممکن ہو کہ بخار بھی اس تیشہ سے ہاتھ پاؤں زخمی کرے۔ لیکن اسی کا تصور ہو گا تیشہ کا۔ انسان بھی اپنی قوتوں کو بُری اور جہلی دونوں طرح ملے خدا کی شان اس سے بہت بُری ہو ۷۔

استعمال میں لاسکتا۔ ان کو عقل رکھ سکتا۔ ان سے فوق الطاقیت کام سے سکتا۔ لیکن اگر وہ کسی قوت کو بڑی طرح استعمال کرے تو خود وہی ملزم ہو نہ قوت اور نہ جس قوت دی وہ پس ہر ایک قوت کے استعمال میں انسان کو امتداد ملنا چاہیے۔ خاص کر معاملات مذہبی میں عقل کو کام میں لاتے وقت مذہب کے اعتبار سے بھی اس کو عقل کا دیا جانا تو ضرور تھا۔ وہ عقل ہی کی وجہ سے مکلف ہوا۔ دنیا اور دین دونوں میں جتنی خوبیاں ہیں تنفر سے عقل پر اور جتنی خرابیاں ہیں وہ بھی تنفر سے اسی عقل پر۔ یوں سمجھو کہ انسان فی حد ذاتہ ایک کمانڈر ہے اور قوائے مختلفہ افواج ہیں۔ اُس کے ماتحت زیر فرمان یہ قوئیں ایک طرح کی نہیں۔ جیسے انگریزی فوج میں پورے۔ مد راسی یا تلنگے۔ مرہٹے۔ گورکھے۔ سکھ۔ بلوچ۔ طرآن۔ کابل کے پٹھان۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ سب قسم کے سپاہی ایک ہی لکڑی سے بنائے جاتے ہیں۔ نہیں نہیں۔ شاید ایک پوریہ یا مد راسی بید کی چھڑی سے تو بلوچ اور افغان آریٹن راڈ سے غرض جو قوی تر ہو حسیہ کی لکڑی یا تمام قوائے انسانی میں عقل ہی سب سے زیادہ زبردست ہو اور اس پر گورکھ کرنا بہت ہی احتیاط کا کام ہو۔ یہ جو اختلاف مذہب دیکھتے ہو یہ آگ بھی ان ہی حضرت عقل کی لگائی ہوئی بجس میں چنگاری ڈال جالو در کھڑی۔ میں دیکھتا ہوں تو ہمارے وقت کے نوجوان تعلیم یافتہ استعمال عقل کے بارے میں صلاح اور اصلاح دونوں کے سخت محتاج ہیں۔ ان کو امور مذہبی میں غور و خوض کرنے کی نہ فرصت ہے نہ مہلت نہ لیاقت نہ معلومات۔ اور یہ ہو کہ طلب بھی نہیں۔ اور طلب ہو لو کہاں سے گھر میں چرچا نہیں بزرگوں کی ناکید نہیں۔ بار دوستوں میں ترفیب نہیں۔ رہا اپنے دل کا تقاضا۔ ایسی عمر نہیں۔ گیند ملا کر کٹ وغیرہ جہاں آؤ کیل ہیں وہاں بارش بابا ہم باری ایک مذہب بھی سہی اپنی قوم کی حالت پر نظر کرتے ہیں تو خستہ خواب غافل کاہل جاہل مفلس محتاج گویا زلت و خواری کو اندر اسلام سے ہو۔ کیا عرب۔ کیا عجم۔ کیا روم کیا مصر۔ کیا افریقہ سب کے سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے جدھر دیکھو تو تیزل و انحطاط جہاں سنو ملکیت و ادب و ادب میں سے فرادی فرادی ایک ایک کیفیت نو عمر آدمی کے عقیدے کے متوازن کر دینے کو کافی ہو۔ نہ مجموعہ۔ دنیا اور دین میں نقد و نسیم کی نسبت ہے لہٰذا اس کی صلاح ۱۲ صفحہ شکل سے فرمان بردار ہونے والا ۱۳ صفحہ حکومت کرنا ۱۲۔

ہم لوگ ایسے کمزور تھے کہ تو کو کھو بیٹھے نسیم کی جو ہم سے امید رکھے وہ سوا حقون کا ایک احمق لیکن کیا کیا جائے دل نہیں مانتا چاروں چار کتنا ہی بڑا تھو۔ افسوس تو دنیا کا بھی کیوں نہیں لیکن دنیا فانی چند روزہ آنی جاتی چیز ہے۔ بڑی طرح بھی گزر جاتی ہے اور بھلی طرح بھی گزر جاتی ہے۔ اور آخر تو رہی جاتی ہے۔ بڑا خیال تو دین کا ہے

غم دین خور کہ غم دین است | ہمہ غم ہا فہ در از این است

خدا خواستہ یہ نعمت جاتی ہے تو پھر کہیں کے نہ رہے خسر اللہ دنیا والا آخر کا ذلک ہو انھما ان المسببین طرجمہ گنوائی دنیا اور آخرت یہی ہو ٹوٹا صریح۔ اور اس کے جانے کو کون سے چھکڑے چاہئیں۔ دین کا تو ایسا تازک معاملہ ہو کہ ایک خیال سے اور ایک مقال سے آدمی زندہ جاتا ہے۔ وہ تو بے شک کا مقام ہے کہ گورنمنٹ اگرچہ مذہب عیسائی ہے۔ مگر علما اس کا کوئی مذہب نہیں یا یوں کہو کہ اس کا مذہب صلح کل ہے۔ عیسائی بدین خود موسیٰ بدین خود۔ پس اسلام کو جو کچھ خطرہ ہو دیکھان بے بصر سے جو جو مسلمان کہلاتے اور اسلام کی حقیقت سے آگاہ نہیں یہی وہ لوگ ہیں جو مخالفین کی گیدہ بھسکیوں سے ڈر کر صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں۔ ورنہ اسلام کے اصول ایسے سیدھے اور صاف اور سچے اور سچے اور عام فہم ہیں کہ ان پر کامیابی کے ساتھ کوئی حملہ ہو نہیں سکتا۔ مجھ کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ آباؤ اجداد جید موروثی مسلمان ہوں۔ اور اپنے نسب نامے میں انقرض سلطنتِ دہلی تک بلا فصل مشائخ اور بھتی اور علما کے نام پاتا ہوں میں نے بزرگوں میں سے اوائل عمر میں صرف اپنے والد کو دیکھا اور جہاں تک میرا حافظہ مشاہدت کرتا ہے میں جانتا ہوں کہ وہ نہ صرف نام کے مولوی تھے۔ بلکہ بڑے سچے دین دار یہ رویدا چاہتی ہے کہ میرا اسلام تقلیدی ہے۔ مگر خدا کے فضل سے ایسا نہیں ہے۔ مجھ کو اتفاق سے ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مدتوں مجھ کو مذہبی جہان بین میں غلطیاں پہنچاں رکھا۔ یہاں تک کہ آخر کار اسلام کی حقانیت کامل طور پر میرے ذہن میں ایسی بیٹھ گئی جیسے پھر کی لہو محمد ﷺ علی خلاف سب آلائح قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وھب لنا من لکنا ذلک دھمۃ انک

اَنْتَ الْوَحَّابُ ترجمہ اے رب ہمارے دل تہ پھیر ہمارے جب ہم کو ہدایت سے چکا اور دے ہم کو اپنے ہاں مہربانی بے شک آتی بہت دینے والا۔

مجھ کو ٹھیک سند یاد نہیں مگر نہ سائے کے گلاب جگ کا مذکور ہو کہ ہمارے دہلی کلچ اور نیٹل کلاسٹر کی ریاضی کے استاد ماسٹر رام چندر صاحب مہلنگ اپنے کے لئے آمادہ ہوئے۔ ماسٹر صاحب آؤ پکار کر یا پھر کیا سلوٹس سب کے ساتھ نہ ہی چھپ چھا کر گئے تھے۔ مذہبی مناظرے کی وہ پہل بھنگ تھی جو میرے کان میں پڑی اگرچہ میں عربی کی جامعیت توں میں تھا۔ اور فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ درغفر ہمارے کورس میں تھی۔ لیکن میں دیکھتا تھا کہ ماسٹر ہم لوگوں کو بند کر دیتے تھے۔ مجھ کو ماسٹر صاحب کے ساتھ ایک خصوصیت بھی تھی۔ اور اکثر ان کے مکان پر بھی جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ماسٹر نے تو مجھ کو گرا کر دیا ہوتا جیسا کہ قرآن میں ہے۔ اِنْ كُنْ تَ لِقَوْنِیْ دُکُوْا فِیْمَہُ رَبِّیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُتَحْیِرِیْنَ ترجمہ تو تو لگا تھا کہ مجھ کو گڑھے میں ڈالے اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا فضل تو میں بھی ہوتا ان میں جو پچھلے آئے مگر کچھ کادوب عربی کا تھا شوق بہت میں قرآن کی عبارت پر لٹو تھا اس تریاق نے مجھ کو اس زہر سے بچایا یہاں تک کہ کالج سے میں اپنا ایمان سلامت لے کے نکل گیا۔ مگر کیسا ایمان متزلزل۔ مثلاً گلاب ضعیف۔ فصل پھر میں نے حکم کلام کی کتابیں دیکھنی شروع کیں۔ موافق و مخالف دونوں ماسٹر نے مجھ کو عیسائی بنانا چاہا۔ اس واسطے کام نے سرے سے لاندہب منظر کا ایک لکڑی اور مشہور قاعدہ ہو حارصہ بالمثل جس کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص دوسرے سے کہے تمہاری آنکھ میں ناخن نہ ہوا اور دوسرے کہے تمہاری میں ٹینٹ ایس طریقے سے ممکن ہو کہ بعض صورتوں میں مترض بند ہو جائے۔ لیکن غیر آدمی جو تحقیق حق چاہتا ہو دونوں سے بدظن ہو جانا ہو کہ دونوں میں کوئی بھی نقصان سے خالی نہیں۔ اس سے کہ مترض کی آنکھ میں ٹینٹ ہو۔ ہماری آنکھ کے نائے کا عیب زائل نہیں ہو سکتا غایت مافی الباب ناخنہ اُخْفَتْ وَ اُخْفُوْا ہے بمقابلہ ٹینٹ کے۔ لیکن جس کی آنکھ صحیح و سالم ہو وہ دونوں کو عیب دار سمجھے گا۔ نائے والے کو کم ٹینٹ والے کو زیادہ۔ اس طرح پر لے پادری جب کسی کو عیسائی کرتے ہیں تو اس پر پانی چھڑک دیتے ہیں یا عوض میں غوطہ دلاتے ہیں اس کو مہلک کہتے ہیں۔

لے لینے سب سے خفیہ تو اور سب سے آسان ترجمہ ۱۱۱

برسوں میرے شکوک کا یہ حال رہا۔ ح

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

بایں ہمہ جبے میں قرآن کے سمجھنے پر قادر ہوا۔ اُس کے استحسان میں کبھی ایک لمحے کے لئے بھی کمی نہیں ہوئی اور اس نے مجھے وہ کلام دیا جو مصداقِ دینی ہو ایک ہڈ سے مرتعش کو میں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر خیال کیا کہ میں بڑے بڑے نامی گرامی آتھروں کی نظم و نثر دونوں طرح کے کلام پڑھتا ہوں۔ زمانہ جاہلیت کے مختصر س کے۔ اسلام کے بعد کے اور خود اُس شخص کے جس کے مُنہ سے الفاظ

قرآنی نکلے اور اس کے دوسرے مقالات جملات احادیث میں مضبوط ہیں مواظفینِ عطا ہیں قصص و حکایات ہیں۔ مراسلات ہیں یہ بات کیا ہو کہ قرآن کی عبارت کو کوئی نہیں پاتا۔ دوسرے آتھر اُس طرز پر قادر نہیں تو نہ مگر ایک ہی قائل کہوں کرو مختلف طرزوں میں اور مختلف بھی اس درجے کے کہ زمین و آسمان کا کلام کلام کر کے کی قدرت پاسکتا ہو۔ یہ تو عادتِ محال ہو تھامے بھانے کے لئے کتا ہوں کہ مثلاً ہندی شعرا میں سے زیادہ نہیں میر تقی۔ انشاؤ اللہ فعال سو دایں شاعروں کو لو ہر ایک کا طرز جدا گانہ ہو۔

اور جو سخن فہم میں مضمون اور بندش سے پہچان لیتے ہیں کہ ان تین میں سے کس کا شعر جو۔ میں شاعر نہیں ہوں۔ مگر اتنی اُکل مجھ کو بھی ہو کہ اگر کوئی شعر میرے رو برو پڑ جاوے تو غالب ہو کہ اُس کے قائل گی تمہیں میں غلطی نہ کروں۔ میں جانتا ہوں کہ میر صاحب کے مضامین حسرت آلود ہوتے ہیں

اور زبان نہایت اور جب شستہ اہلسبب یہ بات خاص میر صاحب ہی میں دیکھی گئی کہ ضرورتِ شعری کی وجہ سے لفظ کا ادب گرھکتا بھی جائز نہیں رکھتے۔ انشاؤ اللہ خان بھٹکریں۔ بیان میں شوخی سودا ہر قسم کے مضامین پر قادر ہیں۔ بندش بھی اُس کی مضبوط ہوتی ہو۔ متاخرین میں مثلاً غالب اور ذوق میں قیہ کو ناکیا مشکل ہو سیتھا اور سچ لکھتے تھے ترجمہ ان میں جو ایک پرورہ زیادتی نہیں کرتے۔

غرض ہر ایک کی اپنی اپنی طرز ہے جب دوسرے کی طرز اختیار کرتا ہو گت ہو مجھ کو خود ایسا اتفاق ہوا ہو کہ بہ ضرورت کسی اخبار میں کوئی مضمون دیا اپنے نام سے نہیں۔ مگر تاڑنے والے مائے گئے تو مجھ کو بڑی

لے جس کے بدن میں عیش ہوۓ وہ لوگ جن کی کچھ زندگی جاہلیت اور کچھ اسلام میں ہوئی ہوۓ معصت ۱۵

حیرت ہی پیش آئی کہ پیغمبر صاحب نے دو طرح کے کلام پر کیوں کر قدرت پائی آخر یہ عقیدہ میں نے اس طرح پر حل کیا پیغمبر صاحب کا اپنا طرز تو وہی تھا جو احادیث سے ظاہر ہوتا ہو۔ رہا قرآن۔ ان کا کلام ضرور تھا کیوں کہ ان کے منہ سے ادا ہوتا تھا مگر نزول وحی کے اوقات خاص میں جب کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہوتے تھے۔ وحی بھی ایک اسرار الہی تھی لیکن اس قدر معلوم ہو کہ کبھی جہیل حامل وحی انسان کی شکل میں متشکل ہو کر پیغامِ خدا پہنچا جاتے تھے۔ کبھی خواب کے پیرائے میں وحی آتی تھی مگر اکثر گھنٹے کی سی جھنگار سن پڑتی تھی اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اس طرح کی وحی عجب پرست سخت ہوتی ہو آپ کا رنگ فق اور جسم ایسا بوجھل ہو جاتا تھا کہ ایک بار آپ اپنی اونٹنی مضاربہ سوار تھے کہ وحی آئی اونٹنی مائے بوجھ کے بیٹھ گئی۔ کڑا کڑتے جاڑے میں نزول وحی کے وقت آپ پسینے پسینے ہو جاتے۔ اس سے شاید کسی عیسائی مصنف نے اپنی کتاب میں لکھا ہو کہ ان کو صبح کی بیماری تھی۔ اس تشخیص سے غرض یہ ہو کہ ان کا دماغ صحیح نہ تھا اور اسی وجہ سے دعویٰ نبوت کر بیٹھے۔ مگر یہ کوئی نیا اعتراض نہیں۔ کافروں کے ترکش میں کوئی تیر نہ تھا جو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ چلا نہ ہو۔ جھوٹا مغربی لکھ دینا تو غیر معمولی بات تھی کہتے تھے اِنَّمَا عَلَّمَهُ بَشَرٌ ترجمہ اس کو تو سکھاتا ہو آدمی۔ اَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اَلْكِتٰبَ الَّذِیْ عَلَّمٰ عَلَیْهِ بَكْرًا وَاصِلًا ترجمہ نقلیں ہیں انھوں کی جن کو اُس نے لکھ لیا ہو سو یہی لکھوائی جاتی ہیں اُس پاس صبح و شام اَعْلٰی الشَّادِکُوْا اَلْهٰیةَ الشَّادِیْنَ ترجمہ کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے تھاکروں کو ایک شاعر دیوانے کے کہنے سے اَفَنَرٰی عَلٰی اللّٰهِ کَذِبًا اَمْ یٰۤہِجۃٌ رَّجَمَکَ بَنَی اٰلِیَہِمْ اَللّٰہُ یَعۡزُبُ عَنْہُ یَاۤاِسَکُوسُودَا۔

ان اعتراضوں میں سے کوئی اعتراض پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تباہی نہ تھا اور چونکہ بڑی بے تک و ہمتی بے بوڑھا نہ تھے پیغمبر صاحب مسلم کو ایسے بونے چھپسے اعتراضات سے اور تعویذ پر پہنچتی تھی پیغمبر صاحب مسلم کا حال یہ تھا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے یہاں تک اُن کی صداقت مسلم تھی کہ امین آپ کا لقب تھا ایک بار آپ نے فقیر پکار کر سب کو جمع کیا اور کہا کہ بھلا سنو اگر میں تم سے

کہوں کہ دشمن اس پہاڑ کی آڑ میں گھات لگا سے پڑے ہیں کہ موقع پا کر تم پر حملہ کریں تو تم میرے کہے کو
 سچ مانو یا نہ مانو سب بولے ضرور بھلا تم اور جھوٹ بھکاؤ گے۔ تم آپ نے فرمایا اِنِّیْ نَذِیْرٌ لِّکُمْ یٰۤاَیُّهَا
 یٰۤاَدِیْ عٰدِیْ عَدُوِّیْ شَدِیْدٌ تَرْجِمہ میں تو ایک ڈرائے والا ہوں تم کو ایک بڑی آفت کے آگے آنے سے۔
 اس پر ابوبسب بولا تَمَّا لَکَ اَبْلٰہُ اَدْعُوْکُمْ تَرْجِمہ تجھ کو خدا کی مار کی اسی لئے تو نے ہم کو بلایا۔ اسی
 کے جواب میں سورہ تَبٰیثُ یٰۤاَدِیْ اِنِّیْ لَہٗبٌ نَّازِلٌ ہُوَی۔ اس بات کے لیے تاریخی شہادت موجود ہو کہ
 سفر اور حضر رنج اور خوشی۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے ہر حالت میں آپ کو خدا کی یاد گاری تھی اور ہمہ وقت
 غفلت آئی نصیب العین ہوئی سے موٹی اور بھدی سے بھدی سمجھ بھی تجویز کر نہیں سکتی کہ ایسا شخص جس نے
 راست گوئی کا سکہ بٹھا کر این کا خطاب حاصل کیا ہو سب باتوں میں سچ بولے اور ایک بات میں جھوٹ بولے
 اور جھوٹ بھی بولے تو خدا پر اور اُس کے ساتھ یہ بھی کتنا جائے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلٰی اللّٰہِ
 کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحٰی اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیَّ شَیْءٌ وَمَنْ قَالَ سَاۤنِزِلْ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَوْ تَوٰی اِذَا
 الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمٰتِ الْمَوْتِ وَالْعِلَاقَۃِ بَاسِطُوْا اَیْدِیْہِمْ ۚ اَخْرِجُوْا اَنْفُسَکُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ
 عَذَابَ الِہْمُوْنِ بِمَا کُنتُمْ تَعْمَلُوْنَ عَلٰی اللّٰہِ غِیْرَ الْحَقِّ وَکُنتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ سَکِیْنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ
 جِئْتُمُوْا نَارَ اٰدٰی کَمَا حَفَلْتُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ۚ وَتَرْکُکُمْ مَّا خَوَّلَکُمْ دَرَآءَ ظَہُوْرٍ ۚ کُنتُمْ مَعٰلِیْ
 شُعَآءٍ اَکْذَرُ الَّذِیْنَ رَحِمْتُہُمْ اَھْمُ دِیْنِکُمْ فَمَا کُوْنُ الْقَدَّ قَطَّعَ بَیْنَکُمْ وَضَلَّ عَنْکُمْ مَّا کُنتُمْ تَوْعَدُوْنَ ۝
 ترجمہ اور اُس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے مجھ کو وحی آئی اور اُس کو وحی کچھ نہ آئے۔
 اور جو کہے میں اتارنا ہوں برابر اُس کے جواہر نے اتارنا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی ہیوشی
 میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ کھلاو اپنی جان آج تم کو جڑا لے گی ذلت کی مار اس پر کہ کہتے تھے
 اللہ پر جھوٹ باتیں اور اُس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے چم
 بنا سے تھے پہلی بار اور پھر دوا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیڑ کے پچھے اور ہم دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ
 سفارش کرنے والے جن کو تم قاتلے تھے کہ اُن کا تم میں سا بھلا ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے
 جو دعوے تم کرتے تھے۔

یہ اس غضب کی باتیں ہیں کہ ہمارے زمانے میں کوئی نالایق سے نالایق ٹپٹے سے ٹپا آدمی جس کو دو آنے پر بھجوا دیا، دینے میں مطلق باک نہ ہوا کہ قسم دیتے وقت اُس کو یہ باتیں یاد دلانی جائیں تو غالب ہو کہ تھراٹھے پہلے ایک نیک ہمارا راست گوراست باز خدا ترس شخص کی نسبت ایسا ہیو وہ خیال کرنا پسے درجے کی بے انصافی نہیں تو کیا ہو۔ پھر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہو تو کسی غرض کیسی مطلب سے۔ سستی شیوں کو کتنے دو جوان کا جی چاہے۔ سچ تو یہ ہو کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جان نشینی کے لئے کسی کو نامزد نہیں کیا۔ اور کیا ہوتا تو خلافت کے بارے میں اختلاف ہی کیوں واقع ہوتے جو شخص عرب جیسے سخت دلوں کو یہاں تک منہ کرے کہ بتوں کی پرستش۔ بھائی سے بھائی جو رو سے نصہم۔ باپ سے بیٹے۔ لوگوں سے آرام و پوش اور وطن اور کینے اور غصے سب کچھ چھڑوا دیئے کیا اُس کو اتنی قدرت نہ تھی کہ اپنی جان نشینی کو تسلیم کر لیتا۔ مگر یوں کہو کہ پیغمبر صاحب کو اس سے کچھ مطلب ہی نہ تھا۔ بعض اوقات خاص خاص لوگوں کے ساتھ کسی وجہ سے خصوصیت کی سی باتیں کیں اب ان کی تاویل جان نشینی سے کر لو تو تمھاری خوشی پیغمبر صاحب صلیم بلکہ تمام خاندان نبوت نے جس زہد کے ساتھ زندگی بسر کی سب کو معلوم ہو۔ پس بغرض محال پیغمبر صاحب نے نبوت کا غلط دعویٰ کیا ہو تا تو دنیاوی جاہ و ثروت کی طمع سے۔ سو اس کا یہ حال کہ نہ خود متمتع ہوئے اور نہ اپنے عزیزوں میں سے کسی کو متمتع ہونے دیا اور نہ کسی جان نشین کو نامزد کیا جب جاہ کا کیا اچھا ثبوت ہو۔ یہ ہو حقیقت تہمت دروغ گوئی کی جو نہ دھری جائے اور نہ اٹھائی جائے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ اِنْتَا لِعَلَمِنَا بَشَرًا کا تیر تھا یا وہ بھی تمکا اور تمکا بھی اٹکل ہو۔ عرب میں جو فصیح و بلیغ تھے تمام ملک میں مشہور تھے ان کے قصائد میلوں اور موسیم حج اور بازاروں میں پڑے اور دروازہ خانہ کعبہ پر لٹکائے جاتے تھے۔ اور اسی غرض سے وہ لوگ تصدیق کرتے ہی تھے۔ اور ان کی کیا تخصیص ہو کسی زمانے میں کبھی فصیح بلیغ ایسا نہیں گذرا جس نے شہرت کی نہ صرف تمنا بلکہ اس کے حاصل کرنی کی کوشش نہ کی ہو۔ تو غرض یہ ہو کہ جو لوگ قرآن کی سی عبارت کے کہنے پر قادر تھے ضرور ہو کہ مشاہیر میں سے ہوں اور معلوم ہو کہ جتنے مشاہیر تھے حکم کھانا تعالیٰ اسلام تھے پیغمبر صاحب

کی جہوں کتے اور لوگوں میں مشہور اور منتشر کرتے۔ ان میں سے کسی کو کیا پڑی تھی کہ درپردہ بیخبر صاحب
 کی مدد کرتا۔ اور یہی وجہ تھی کہ مشاہیر میں کسی کی نسبت ایسا شبہ ہو نہیں سکتا تھا تو مترجمین غیر ملک لوں پر
 اٹھان کرتے تھے اَعَاذَ عَلَیْہِ قَوْمِ الْفَٰسِقِ ترجمہ ساتھ دیا ہو اُس کا اس میں اور لوگوں نے۔ اس کا کیا
 معقول جواب خدا تعالیٰ نے دیا لِسَانُ الَّذِیْ یُنْعِیْدُ وَتَ الْیَہِ الْعَجَبِ وَهَذَا لِسَانُ عَرَبِیِّ مُبِیْنٌ ۵
 ترجمہ جس پر تشریف کرتے ہیں اُن کی زبان یہی اور عربی اور زبان عربی جو صاف جس کا یہ مطلب ہو کہ
 غیر ملک والوں کی طرف ایسا شبہ کرنا تو صریح ہو کیوں کہ غیر ملک والا کیا یہی عربی زبان کا ماہر ہو
 ممکن نہیں کہ قرآن کی سی عبارت لکھ سکے۔ علاوہ بریں تھوڑی دیر کے تھے فرض کرو کہ یہ صاحب قرآن کوئی
 دوسرا ہی شخص لکھنا تاہی تو مترجم کا کام یہی اُس شخص کو نامزد کرے اور ہم کو سمجھائے کہ ایسے کلام فصیح و
 بلیغ کا کیڈٹ خود ایسی شخص نے کیوں نہ لیا یعنی آپ پیغمبر کی کا دعویٰ کیوں نہ کیا اس سے بڑھ کر تعجب کی
 بات اور کیا ہو گی کہ ایسے زمانے میں جب نوٹدیاں باندیاں تک شریعتی تھیں اور فصاحت بلاغت کو بڑا
 کمال سمجھا جاتا تھا اور اہل عرب اپنی زبان کی عمدگی پر یہاں تک ناز ان تھے کہ ماسوائے عرب کو غمی کتے
 تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ادا سے مطلب اور گویائی پر قادر نہیں۔ لوگ قوت بیان آگے قدر متاثر ہوتے
 ہوں کہ شعر جب چاہیں قبیلوں کو قبیلوں سے جدا کر دیتے غرض فصاحت بجائے خود ایک پاؤں قوت
 ہو ایسے وقت میں ایک شخص اُمی جس نے ساری عمر شعر لکھا کیسا شعر کمزوروں پر مٹا بھی نہ جاتا ہو وہ کیا
 چکار کر تھم ہی کرے فَادْعُوا اسْوَدَہٗ مِنْ مِثْلَہٗ س فَادْعُوا اسْمٰہٗ اَکْثَرُ مِنْ دَعْوِی اللّٰہِ اِنَّ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ
 اَنَّ کُنْتُمْ فَاعْلُوْا اِنَّ نَّعْلُوْا اترجمہ تو لے اُو ایک سورۃ اس قسم کی اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوا
 اگر تم کہے ہو۔ چہ اگر نہ کرو اور البتہ نہ کر سکو گے فَادْعُوا اِیْہِ سُوْرَ مِثْلَہٗ مَعَاذَ اللّٰہِ فَادْعُوا اَمِنْ اَنْتُمْ طَعْنَتْ
 مِنْ دَعْوِی اللّٰہِ ترجمہ تم لے اُو ایک دس سو تیس الی باندہ کہ اور چار دس کو چار سو اللہ کے سوا۔ لیکن
 اَنْتُمْ مَعْتَدَیْنَ عَلٰی اَنْ تَلٰیْہِمْ مِثْلَ ہٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاۡتُوْنَ بِمِثْلَہٗ وَلَوْ کَانَ بَعْضُہُمْ
 بَعْضًا مِّمَّا اُتِیَہِمْ اترجمہ اگر جمع ہو میں آدمی اور جن اس کہ لادیں ایسا قرآن نہ لادیں گے ایسا قرآن
 لے بچے لوگوں سے کہ میرے کلام کے مقابلے میں کلام اللہ ۱۱۔

اور پڑے مدد کریں ایک کی ایک۔

فصلائے عرب اپنا اور اپنے عربوں کا قید ہونا جلا وطن کیا جانے مارا جانا گوار کریں اور کسی سے اتنا نہ ہو سکے کہ نکاحی زبان ہلا کر متحدی سے بمقابلہ پیش آئے ح

ایک بہ شہادت طلبہ لوح و قلم را

خدا میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ جس کسی کو اتنی عربی بھی آتی ہو جتنی کہ مجھ کو اگرچہ جتنی آتی
چاہیے اس کا عشر عشر بھی مجھ کو نہیں آتا۔ بہر کیف مجھ جیسا کہ استدلال آدمی بھی اتنا جانے سکتا ہے کہ قرآن
کی عبارت سے کسی آدمی کا کلام اور آدمیوں میں خود پیر صاحب بھی داخل ہیں لگائیں کھاتا۔ فصاحت
بلاغت کے اکثر مسائل بھی مضبوط ہیں مگر زیادہ تر میں اس کو حدائی خیال کرتا ہوں یعنی اگر کوئی خاص
آیت لے کر مجھے پوچھو کہ اس میں کیا فصاحت ہے تو میں بیان کر سکوں گا۔ اور آیت تو آیت ہیں لیکن سمجھتا
ہے کہ کوئی اردو کے ایک شعر یا ایک مصرعہ کی نسبت بھی ایسا دعویٰ کر سکے لیکن میں نے سینکڑوں دفعہ قرآن کو
ہاتھ سے اتارتا ہوں اور دوسروں کے کلام پر میری نظر بہت تو نہیں تو خیر ایسی بہت کم بھی نہیں۔ پس
میرا پکا استدلالی عقیدہ ہے کہ قرآن کلام بشر تو نہیں اور دوسرے لوگوں کی گنتی میں ہیں ان کا بھی کلام نہیں
جن کی زبان سے نکلا یعنی پیر صاحب اور ہم کو جو صادق نے جس کی صداقت اور راستی اور دیانت کے
سینکڑوں نہیں ہزاروں شواہد موجود ہیں ہم سے کہہ کہ میں قرآن اپنے دل سے بنا کر نہیں کہتا بلکہ مجھ سے خدا
کہتا ہے اور میں نے یقین کر لیا اور میں نہیں جانتا کہ یقین کرنے میں اب کون سی حالت منظرہ باقی رہ گئی کہ
قرآن ضرور خدا کا کلام ہے۔ جتنے قسم کے معجزات پیغمبروں سے سرزد ہوئے بعد الوقوع واقعات تاریخی ہوتے گئے
یعنی مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے الگ وار صلی اور اچھے موٹی کیا تو اب یہ واقعہ تاریخی ہے۔ ہم نے
قرآن کو ہزاروں کو جو کفار کے مردوں کو جلاتے دیکھا نہیں۔ ہم کو تحقیق کرنا پڑے گا کس نے دیکھا اور کس نے
روایت کی اور روایت کہاں تک قابل تسلیم ہو۔ شہادت کا یہ حال ہے کہ لوگوں کی شہادت کی زبان
اور مکان دونوں کے اعتبار سے ایک حد ہوتی ہے تو کیا تم خیال کرتے ہو کہ چین کی عکاسی میں سچ بولنے والے

جو شخص کسی کام کی بُرائی بیان کرے خود اس کا مرتکب ہو۔ اور خود یَعُوذُونَ مَا لَا يُفَعْلُونَ کا مصداق بنے۔ پنیر صاحب مسلم کو میرے اور اپنے اور قیاس مستکر و کمدن بھر کو اس کرتے رہتے ہیں اور سولے کرانا کا تین کے بلکہ کرنا کا تین میں سے بھی بنے کاتب دست چپکے کو کسی کو ہماری بکواس کی پروا نہیں ہوتی۔ پنیر صاحب مسلم کا تو حال یہ تھا کہ ایک لفظ مونہ سے نکلا اور سینکڑوں ہزاروں دلوں میں کھل گیا۔ اگر شعر جو تالوگ اس کو یاد کر لیتے حضرت کے رجز احادیث میں موجود ہیں۔ مثلاً اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنَا الَّذِي لَا كَذِبَ لِيْكَنْ شِعْرُ كَسَاهِيْ نَهْوَ نَوَافِلْ كَرُوْنِيْ اَبْ شِعْرُ كَرْتِغِيْرٍ صَابِحِ كِيْ طَرَفٍ مَسُوْبِ كَرْتِ اور عميد مَن كَذِبَ عَلَيَّ مَنَعْتُمُوْا اَفْلَيْتَ وَمُفْعَدٌ مِّنَ النَّفَاةِ رَجْمَهُ جَوْشَنُ جَانِ بُوْجَهْ كَهْجُوْا بَهْوَتْ بَانْدَهْتَا جُوْهْ اِنَا نَحْكَا نَا جَنَمُ نَحْمَا (اے) گا مورد بن جاے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ پنیر صاحب مسلم شعر کھ نہیں سکتے تھے یا کہہ تو سکتے تھے۔ مگر بڑا سمجھ کر کہا میں ان دونوں میں شق صحیح ہی ہو کہ شعر کہنے سے عاجز تھے اور یہی عجز ان کی رسالت کی دلیل قویٰ ہے۔ اصحابؓ تو استفادہ اور محبت کی وجہ سے بھی ہر وقت پنیر کو گھیرے رہتے تھے۔ داب مجلس جموی کے لحاظ سے ہر طرح کے مذکور رہا کرتے کبھی کسی کے منہ سے بے ساختہ کوئی شعر بھی نکل جاتا کیوں کہ شعر تو ان لوگوں کا گویا تکیہ کلام تھا تو جناب پنیر صاحب اس طرح کے اشعار پسند فرماتے ۛ

اَلَا اَكُلُ شَيْءًا حَلَالًا اَللّٰهُ بَاطِلٌ ۝ وَكُلُّ نَفْسٍ لَّا تَخَالُفَ سَرًا اَعِیْلٌ

اس کو مکر رٹھنے کی فرمائش کرتے اور آپ خود بھی دہراتے۔ لیکن از بسکہ طبیعت واقع ہوئی تھی ناموزوں پڑھنے میں وزن فوت ہو جاتا مثلاً اَلَا اَكُلُ شَيْءًا حَلَالًا اَللّٰهُ بَاطِلٌ کی جگہ اَلَا اَكُلُ شَيْءًا حَلَالًا اَللّٰهُ بَاطِلٌ بَاطِلٌ نکل جاتا حضرت ابو بکرؓ پر اس کا عجب اثر ہوتا تھا عرض کرتے يَا اَبْنُ اُمِّ اَبِيْ اَشْمَدُ اَنَّا كَرَسُوْلُ اللّٰهِ۔

اور صحیحی تو ہو کہ جو شخص ایک مصروف تک ناموزوں نہ پڑھ سکے شاعری کیا جانے۔ اور ٹہری حیرت کی

لے اللہ کے سولے کل چیزیں باطل ہیں ۱۷ اور ہر ایک نعمت اللہ تعالیٰ پر لے دلی ہو ۱۸ آپ پر میرے ہاں باپ تلوں ہوں میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ رسول خدا کے ہیں ۱۹۔

بات ہو کہ نہ شرک نہ کفر کے نہ شہر زبوں ٹپہ کے اور قرآن جیسے کلام فصیح و بلیغ سے کلمہ ہو۔ اس حیرت کو اس کے سوا اور کوئی تاویل دفع کر ہی نہیں سکتی کہ قرآن کو کلام خدا مانا جاوے۔ اب ایک بات یہ ہو کہ جو شخص عربی نہ جانتا ہو اُس کو کس طرح تسکین ہو کہ قرآن کلام خدا ہو۔ اس کا صرف ایک ہی جواب ہو کہ اُس کو چاہئے خود استدلال کر لی پیدا کرے۔ یا عربی دانوں کے کہنے پر یقین لائے۔ جیسے ہم سنیں کہ فلاں حکیم کو عربی چشم کا کھلی ملاج کرتا ہو اور کوئی شخص اُس کو باور نہ کرتا ہو تو اُس سے کہا جائے گا کہ بجائی اندھان کر اور امتحان کر یا دوسرے اندھے جن کو حکیم نے جینا کیا ہو ان کا کمان اور نہیں مانتا تو جوابنا سر کھا۔

اعترافات کفار میں سے اب ایک اعتراف اور رہ گیا۔ جنوں۔ اور جنوں سے صریح کامرض تجویز کیا۔ وہ بھی ایک قسم کا جنون ہو اگرچہ مطبق نہیں خدا اور خدا کے رسول سے ہر قسم کا تقدیر کچھ جواب دے سکے خدا نے پیغمبر صاحب صلعم کو یہ جواب تعلیم کائنات اَللّٰہُ اَحَدٌ لَا شَکَّ لَہٗ فِیْہِ اَللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اَللّٰہُ یَوْمُ الدِّیْنِ a

واقعہ میں عجیب طرح کی از خود رنگی تھی کہ احوال از خود رنگی میں ایسا کلام سرزد ہوتا تھا متین مہذب معقول۔ مدلل۔ جامع فصیح و بلیغ۔ مؤثر جس نے ایک عالم کے ہوش درست کر دیئے۔

ایک حکایت مشہور ہو کہ ایک مزار نے کسی جاٹ سے ہنسی کی کہ جاٹ بے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ۔ جاٹ یہ کلام متقی سن کر بہت بھنٹایا۔ اور آپ کو جواب سو بھاتا تو یہ کہ نخل بے نخل تیرے سر پر کچھ لہو مزار نے کہا کہ بھئی ٹمک سے ٹمک نہ ملی۔ تو جاٹ کیا کہتا ہو بلا سے بوجھ سے نعرہ دے۔ بجنسہ ہی حال تھا کفار کے اعتراف کا جناب پیغمبر صاحب کی نسبت ایدہ وہی کے لئے جو جی میں آیا اُن میں شائیں یک دیا اُس وقت کے لوگ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنرول حالات سے آگاہ تھے یہودہ اعترافات سن کر ان کی عقیدتیں زیادہ تر راسخ ہوتی جاتی تھیں۔

اب ہمارے زمانے میں وہی پڑانے دقیا نوی اعترافات میں یا شاید کسی کا یہ راہ بدلا ہوا ہو مگر لوگوں کو پیغمبر صاحب صلعم کے حالات اسلام کی حقیقت اور ہٹنری سے پوری پوری آگئی نہیں بوجھ سے

یہ اعتراض سنا اور لوگوں کے منہ پر یہ آکر پڑی کہ وہ لوگوں کے مومہ بند کیے جاسکتے ہیں کہ اعتراض
 نہیں اور نہ اعتراضات کے سننے سے متحرک نہ ہوں۔ ہم کو دنیاوی ضرورتیں دوسرے مذہب والوں کے
 ساتھ اعتدال رکھنے پر مجبور کرتی ہیں لوگ واقعہ نہیں کہ صحبت ناموافق دین پر کیسا برا اثر کرتی ہے کہ ہم سے
 کم اختیار ضرور ہو جائے کہ انسان میں جو ایک صفت تسلیم کی ہے اور جس کا ہونا خصوصاً دین کے لئے ناگزیر ہے
 اگر زائل نہیں ہو جاتی تو ضعیف ہو جانے میں شک بھی نہیں۔ دل ہر بات کے لئے دلیل مانگنے لگتا
 ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق کی ایک حکایت منقول ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے اپنا معراج پر جانایا کیا تو
 سب پہلے حضرت ابو بکرؓ نے تصدیق کی کسی نے پوچھا کہ تم نے ایسے عجیب معاملے کو جلدی سے کیوں کر
 یاد رکھ لیا تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا اس واسطے کہ پیغمبر صاحب صلعم نے فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت
 ابو بکرؓ کو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کا ایسا یقین تھا کہ ان کو دوسری دلیل کا انتظار نہیں
 ہوتا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرماتے ہیں وَكَانَ الْقَدِيرُ بِالْوَايِ كَانَ اسْفَلَ الْخُفَى اَذْنَى بِالْمَسْمُوعِ وَلَكِنْ مَرَأَيْتَ
 كَيْسُؤْنَ اللّٰهِ صَفَى اللّٰهُ عَلَيْهِ رَدَّ اِلَيْهِ وَسَلَّمْ تَسْتَعْرِضُ اَعْلَاهُ قَامَتْ كُنْ اَلَا تَرَجِمُهُ اَلَا تَرَجِمُهُ اَلَا تَرَجِمُهُ
 موزے کے نیچے کی طرف مس کرنا دلی تھا۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ
 اوپر کی طرف مس کرتے تھے پس اسی طرح میں کرتا ہوں۔

عبداللہ بن عمرؓ صحابی کا ایک بیٹا تھا بلال۔ عبداللہ نے اُس کے دو بروں کو رکھا کہ پیغمبر صاحب صلعم
 فرماتے تھے لَا تَقْنَعُوا اَنْتَا كَمْ حُطَّ ظَهْرُكَ مِنَ السَّاجِدِ ترجمہ اپنی عورتوں کے حصّوں کو مسجدوں
 سے نہ روکنی ان کو مسجدوں میں آنے کے لئے کہ وہ آپؐ کے سر کو اس پر پڑاں بول اٹھاؤ اللہ کہنتہ تھمتھ ترجمہ
 خدا کی قسم ان کو روکیں گے ابھی بلال پوری بات بھی نہ کہنے پایا تھا کہ عبداللہ نے اُس کو بڑی بوٹی سی
 گالی دے کر کہا کہ میں رسولِ نعل کرتا ہوں اور تو اُس کے خلاف کہتا ہے۔ جا میں نے تم کو فرزند ہی سے
 عاق کیا پھر ساری عمر اُس سے بات تک نہ کی۔

ایک حدیث ایسی بھی تھرت گوری کہ کوئی صحابی اگلے وقتوں کی سنی سنائی ایک حکایت پیغمبر
 صلعم کے رو برو بیان کر رہے تھے اس میں کہیں مذکور آگیا کہ بلالؓ بولا حاضرین میں سے ایک شخص نے

کسا کہ بھلا کس پہل بھی بوسے ہیں۔ یہ سن کر پیغمبر صاحبِ مسلم نے فرمایا کہ تجھ کو پہل کا بولنا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ مگر میں خدا اور اُس کی قدرت پر ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر رضی عنہ بھی غیر سکون نفس کے یہ تو بڑے اعلیٰ مدارج ہیں ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتے۔ مگر آدمی کو ایسا ملے گی بھی نہیں ہونا چاہیے کہ عقل کے بڑن لکڑا ہی نہ لٹوے دنیا اور دین دونوں میں عجیب طور کا نازک تعلق ہو۔

	دنیا خواہی و دین سے پہلے	ایں ناز بخت نہ پدرباید کرد	
ہم خدا خواہی و ہم دنیا سے دوں		ایں خیال است محال است جنوں	

یہ اور اس طرح کے اور بہت سے مقولات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا اور دین ضد یکدیگر ہیں اشدّ اشدّی کا یخچقّان ترجمہ ضدین جمع نہیں ہوتیں۔ لیکن اگر دنیا اور دین ضد یکدیگر ہوں تو ہم کو دنیا میں پیدا کرنا اور پھر کتنا کہ دین دار بن کر ہو طلبِ محال ہوا۔ یا عبارت دیگر ظلم اور خدا ظلم سے پاک ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ یُظْلِمُوْنَ ترجمہ ان لوگوں پر کہ ظلم نہیں کرتا ہر لوگ اپنا آپ بڑا کرتے ہیں۔

در میانِ حق و باغیغہ بندم کردہ	بازے گوئی کہ دامن ترکن ہشیار باش
--------------------------------	----------------------------------

لیکن جن مقولات سے دنیا اور دین کا ضد یکدیگر ہونا ظاہر ہوتا ہے وہ بھی بڑے دین داروں کے مقولے ہیں پس کوئی وجہ تفریق پیدا کرنی ہوگی وہ یہ ہے کہ حقیقت میں دنیا کو خادمِ دین بنا کر رکھنا یعنی چاہیے کہ مقصود اصلی دین ہی اور دنیا اُس کی تابع جیسے سودے کے ساتھ روکن۔ مثلاً غنی کہ اگر کوئی شخص مال چاہتا ہے۔ تن آسانی کے لئے غرور و شہمت کے لئے تو ایسا مال جی کا خیال ہو اور عاقبت کا وبال۔ اور اگر کوئی مال کا خواستگار ہو اس غرض سے کہ بوجہ مشروع خود بھی اس سے متبع ہو اور وصول کو بھی اُس سے فائدہ چھو نچائے تو ایسا ہی مال کے حق میں مولانا سے روم فرماتے ہیں۔

مال را کہ بھیردیں ہشی مولیٰ	نہم مال صالح گفتش رسول
-----------------------------	------------------------

غرض ہر ایک کا ریت پر ہو اور نیت کا فاصل ختم ہو نہ ہو مگر دنیا کے سو جبات ترغیب اس کو دین کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتے ورنہ دنیا اور دنیا سب دین پر اگر نیت درست ہو تو جن لوگوں نے انسان کے

بہت پر تپڑ کی انھوں نے مشکل کو محال سمجھ کر حکم لگا دیا کہ دنیا اور دین ضد یکدیگر ہیں۔ دنیا کو چاہو مومن دشمن دین ظہور ہو گا دنیا گر دین کی دشمن ہو جی تو ایسی دشمن کہ بدوق دنیا کی مدد کے نہ دین کی رونق دے سکتی ہو نہ ترقی نہ وقت ۵

دنیا نہ ہو تو دین کی رونق کہاں سے ہو	اعلا سے شان قادر مطلق کہاں سے ہو
ایثار و بذل وجود و معنی کہاں سے ہو	مصدر ہی جب نہیں ہو تو شوق کہاں سے ہو
دنیا کو جب کسی نے مومنا برا کہا	میں اُس کے مُنہ کو دیکھنے لگتا ہوں کیا کہا

ہندوستان میں اسلام کے سوا سے جتنے دین ہیں سب میں اگر کچھ لحاظ کے قابل ہو تو عیسائیت ہو کچھ آج سے نہیں بلکہ شروع سے اسلام نے عیسائیوں کا اہل کتاب ہونا تسلیم کیا اور جو باتیں اُن میں قابلِ مرجع ہیں اُن کی داد دی۔

يُحَدِّثُ النَّاسَ عِلْمًا وَهُوَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَآٰلِ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَيَحْذَرُنَّ اَقْرَبَهُمْ
مَوَدَّةَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصَادِيْكَ ذٰلِكَ يٰۤاَنَّهُمْ قَتِيْلِيْنَ وَهُمْ اٰثِمُوْنَ اَوَّلَهُمْ لَا
يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَى الْوَسُوْلِ تَوَلٰۤى اَعْيُنُهُمْ فَيَتَّقِضُوْنَ مِنَ الدَّخْلِ مَا يَخْشَوْنَ اَلْيَقِيْ
بِقَوْمٍ رَّكِبْنَا اَمَّا فَاكُنَّا بِمَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نَقُوْا مِنْ بِاللّٰهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَ
نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَكَانَهُمُ اللّٰهُ يَمًا قَالُوْا اَجْنَبَتْ فَجَرُّىْ مِنْ
فِيْهَا الْاَكْهَرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَاُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ترجمہ تو پڑھو گے کہ سب لوگوں سے زیادہ دشمنی
میں مسلمانوں سے یہود کو اور شریک کرنے والوں کو اور تپا دے گا سب سے نزدیک محبت میں
مسلمانوں کے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس واسطے کہ اُن میں عالم ہیں اور درویش
ہیں اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے اور جب مبین جو اتر رسول پر تو دیکھئے اُن کی آنکھیں اُبلتی ہیں اُن لوگوں
سے اس پر جو بچانے بات حق کہتے ہیں اور بت ہم نے یقین کیا سو تو کچھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ
ہم کو کیا ہو کہ یقین لاویں اللہ پر اور جو بچو تو ہم پاس حق اور ہم کو تو قہر کو داخل کرے ہم کو رب ہمارا
ساتھ نیک بنوں کے پھر اُن کو بدلا دیا اُن کے رب نے اُس کتے پر بلع۔ چچے اُن کے بہتی نہیں

رہا کریں اُن میں اور یہ عید لائیکل کرنے والوں کا۔

اسلام نے اتنا ہی نہیں کیا بلکہ جناب مسیح علیہ السلام کو یہود کے نالایق حملوں سے بچایا۔
اب انہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہو۔ احسان فراموش کہ ہاتھ دھو کر اسلام کے پیچھے پڑی ہو۔
انہی کی مٹی سنائی دوسرے لوگ بھی دھرا دیتے ہیں۔ جن کے پاس گھر کی جمع پونجی خاک پتھر نہیں۔
ہم کو عیسائیوں کے مقابلے میں چند در چند مشکلیں واقع ہیں سب سے بڑی مشکل تو یہ ہے کہ عیسائی ہمارے
پیغمبر صاحب کو جو اُن کا ہی چاہے کہیں ہم جناب مسیح علیہ السلام یا اُن کی والدہ یا انجیل کی خدمت کا کوئی
کوٹھ سے نکالیں سیدہ جنم میں چلے جاتیں ہاں نکلنے کے ڈر سے اپنی ناک کٹا لے اور تھوڑی دیر کے لئے
یہود میں جاتے تب کہیں جا کر عیسائیوں سے برسر آئے۔ دوسری مشکل جو ہم کو عیسائیوں کے مقابلے
میں اس وقت درپیش ہے کہ یہ زمانہ اس وقت عیسائیوں کا مساعدا ہے۔ لیاقت۔ دولت حکومت
یعنی دنیا بیکار افریقہ خدا نے اُن لوگوں کو دیا ہے۔

ہر کہ پانچ روز نوبت او مست

لَئِكَ اَلَا يَأْتُمُّ لَدُنْ اُولَئِكَ اَيُّهَا بَيْنَ النَّاسِ ترجمہ ان دنوں کو ہم لوگوں میں بھیرتے رہتے ہیں۔
یہ ایک بڑی دلیل اُن کے حق میں ہے ہر شخص جان نہیں سکتا کہ دنیا سے دین کو کہاں تک
تائید و تحفظ ہو انسان حلی دین ملک و کھتر ترجمہ لوگ اپنے بادشاہ کے طریق پر چوتے ہیں۔ لوگ
منہ سے نہیں کہتے اور کو نہیں سمجھتے۔ مگر انسان کا دل ہی خدا نے ایسا بنایا ہے کہ جس کو اپنے سے
برتر اور بہتر حالت میں دیکھتا ہو۔ اس کی ساری ادائوں کو پسند کرنے لگتا ہو۔ یہ سچ ہے کہ انگریز مذہب
میں حکومت سے کسی طرح کا فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے۔ لیکن بے چارے جو ایک مطلب حاصل ہو تو
چاہتے ہی کیا ضرورت ہو۔ جیسے ایک کاشتکار کا کھیت نہر کے کنارے نشیب میں واقع ہو وہ اگر
نہر سے پانی نہ بھی لے تاہم نہر اس کو فائدہ پہنچا رہی ہو۔ اور شاید اسی اصول کے مطابق ایک فاصلہ
خاص تک اُن لوگوں کو پانی کا حصول دینا پڑتا ہو جن کی زمین اطراف نہر میں واقع ہو پانی لینے لیں۔
لے تمام پہلوؤں سے ۱۷ قریب ۱۸۔

لیکن یہ ساری خارجی قوتیں ایک طرف اور نفس مذہب کا ضعف داخلی ایک طرف مَثَلُ الَّذِیْنَ
 اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِیَاءَ كَمَثَلِ الشَّکْبُوْثِ ؕ اتَّخَذَتْ بَیْتًا وَّ اِذَا هِيَ الْبَیْطُوتُ
 کَبِیَّتُ الشَّکْبُوْثُ ؕ ترجمہ کماوت اُن لوگوں کی جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو حمایتی بنایا مگر وہی کی
 کماوت جیسی ہو کہ بنالیا اُس نے ایک گھراور سب گھروں میں بودا سو مڑی کا گھر کسی مذہب کا پابند
 ہو کر اسلام پر اعتراض کرنا بیجا ہے۔ جو شخص شیعہ کا گھر رکھتا ہو اُس کو دوسرے
 گھروں پر ڈھیلے پھینکنے کی مانند ہیں۔ ح

کلخ انداز پاداش سنگ ست

اگر کسی نے پتھر کھینچ مارا تو سارا ڈھوڑا پھینکا چور ہو کر رہ جائے گا۔ مگر یوں کہو کہ جن پر ڈھیلے پھینکے جاتے
 ہیں ان کو معلوم نہیں کہ ڈھیلے پھینکنے والوں کا گھر کا بج کا ہو۔ یا جب گھر پر ڈھیلہ آتا ہو تو جواب دینے
 کے لیے پتھر مارتے نہیں آتا۔ احمقوں کو تدبیر بھی سمجھتی ہے تو یہ کہ پلو بھائی گھر چھڑ چھڑا کر کلخ اندازوں کے
 محلے میں چلے گئے۔ میں نہیں گھڑا ہوائی خمائی بذا اس غرض سے کہ اسلام پر جو اعتراض لوگ کرتے آئے
 اور کرتے ہیں ان کے سب جواب دوں یہ کام نہ ایک دن کا ہو نہ ایک ہفتے کا نہ ایک مہینے کا نہ ایک
 برس کا۔ بلکہ برسوں کا۔ اور اس کے لیے ایک علم جدا گانہ تدوین پر علم کلام ادویں پہلے کہ چکا ہوں کہ میں
 اس علم سے کسی قدر عقیدہ ہوں کسی ایک مذہب کا نشان و جس کو مباحثے اور مناظرے نے معدوم
 کر دیا ہو اگر ساری عمر ڈھوڑا کر دیا نہ مذہب نہیں پاؤ گے جب بہت پرستی جیسی چیز کسی کے لیے معدوم
 نہ ہوگی تو کسی مذہب کے درپے ہونا کیا فائدہ دے سکتا ہو۔ لوگوں کو تبدیل مذہب کرنے ہوئے سُن کر
 میرے دل پر اس سے زیادہ اثر نہیں ہوتا کہ جیسے سنوں کسی شخص نے فرض کر و چند لوٹے پانی مثلاً
 دریائے راوی سے لے کر چناب میں ڈال دیا۔ اس سے نہ راوی پایاب ہو گیا اور نہ چناب میں کچھ
 غیر معمولی طغیانی آگئی۔ بات یہ ہے کہ مذہب فی نفسہ چیز ہی ایسی ہے کہ جس میں سن بھوتی کو بہت اثر داخل
 ہو اور اختلاف رائے کا حال یہ ہے کہ ایک چیز کو ایک شخص نہایت پسند ہے اور دوسرا
 اسی چیز کو اسی طرح نہایت پسند ہے۔ بڑا سعدی نے اس مطلب کو کسی بھی طرح ادا کیا ہو۔

جیسے یہود و نصاریٰ۔ انھوں نے بھی توحید کی مٹی پلید کر رکھی تھی۔ اسی ستون کو ٹکڑا کر اور مضبوط اور استوار اور پائدار کرنے کے لیے پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہوئے۔ خدا اور بندے میں باپ بیٹے کا رشتہ بھانجائی کا احساس ایک تین اور تین ایک ہزار روئے اصول ہندسہ ہلاکت باطل وَقَالَتِ الْيَهُودُ حُمُرٌ لِلَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى السِّيمَةُ لِلَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِيُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ أَخَذُوا أَلْحِبَانَهُمْ وَرَضَّيَاهُمْ أَسْرُبَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ترجمہ اور یہود نے کہا عزیر بیٹا اللہ کا اور نصاریٰ نے کہا مسیح بیٹا اللہ کا یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے ریس کرنے لگے اگلے منکروں کی بات کی مار ڈالے ان کو اللہ کہاں سے پھیرے جاتے ہیں ٹھہرتے ہیں اپنے عالم اور درویشوں کو خدا اور اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح مریم کے بیٹے کو اللہ حکم بھی بھاتا کہ بندگی کریں ایک صاحب کی کسی کی بندگی نہیں اُس کے سوا وہ پاک ہو ان کے شریک بنانے سے۔

چونکہ خدا انہی ابدی ہو اُس کا دین قبول بھی انہی ابدی ہونا چاہیئے۔ اسلام نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ نئی چیز ہے کرایا۔ اور اگر ایسا دعویٰ کرتا تو وہ دعویٰ ہی اُس کی تکذیب کرتا۔ ہم مسلمان جن ادیان کا منزل مرین اللہ ہونا مانتے ہیں اُن میں فرق اگرچہ جزئیات اور فروع کا نہ کلیات اور اصول کا دین نے کلیات اور اصول ہی کے اعتبار سے کیا کہ اسلام کوئی نئی چیز نہیں لایا اور کلیات اور اصول ہی کے اعتبار سے جابجا قرآن میں پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فرمایا ہُوَ مُصَدِّقٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ترجمہ سچا کئے والا جو اُس کے آگے ہو لیکن اگر اہل کتاب ہم سے اصول میں اختلاف کریں جیسا کہ کہتے ہیں تو اسلام ہرگز اُن کا مصدق نہیں ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ جتنے پیغمبر خدا نے بھیجے سب بلا خلاف و بلا استثناء توحید کو تسلیم کرتے آئے یہ پیغمبروں کا نہیں بلکہ اُن کی امتوں کا تصور ہے کہ توحید کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

دین میں جو عقلی باتیں ہیں اُن میں سب سے پہلے اور سب کا مدار علیہ توحید ہے۔ جب تثلیث کہہ دی بھی شرک ہو خلاف عقل زبردستی ہمارے دل میں اتاری جائے تو اُس کے صاف یہ معنی ہوں گے کہ عقل کو دین میں دخل نہیں پھر آدمی مکلف کیوں کر ٹھہر سکتا ہے حقیقت میں ہم کو سخت حیرت ہوتی ہے کہ

معتقد تثلیث ہو کر عیسائیوں کو دوسرے مذاہب اگرچہ شرک و بت پرستی ہی کیوں نہ ہو اعتراض کرنے کی کیوں کمر بات ہوئی ہو۔ میں دیر سے چاہتا ہوں کہ پھر کو تمام کروں۔ مگر لوگوں کی کوئی نہ کوئی جلی گئی بات یاد آجاتی ہو۔ اور آپ جانتے ہیں کہ یاد آئے پیچھے چپ رہنا مشکل۔ کہتے ہیں پیغمبر کی آنے کی ضرورت دکھاؤ کیوں کہ جھوٹ بولنا بڑا سہی اور سچ بولنا اچھا ہے۔ اور اس طرح اور اساطیر الہویہ ابنا عن جد ترجمہ پہلوں کی کہانیاں بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں۔ پھر یہ دکھاؤ کہ ایسی ضرورت آگے کے لیے بند ہو گئیں کیوں کہ مسلمان اپنے پیغمبر صاحب کو نہ صرف پیغمبر مانتے ہیں۔ بلکہ تمام المرسلین بھی حالانکہ کہ مجسہ وہی یا ولیے اعتراض خود قرآن میں منقول ہیں مثلاً اُس وقت کے لوگ اعتراض کرتے تھے وَلَا تَزَلْ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقُرْآنِ يَتَّبِعُ عَظِيمٌ لَنْ تَوْمِنَ حَتَّى تُؤْتِي مِثْلَ مَا وَفَى رَسُولُ اللَّهِ ترجمہ کیوں نہیں اُتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بیسیوں تک ہم نہ مانیں گے جب تک ہم کو نہ عیسیٰ کہ کچھ پاتے ہیں اللہ کے رسول۔ ان کے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہوا هُمْ يَقْسِمُونَ دَحْمَهُ رَبِّكَ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ترجمہ کیا وہ جانتے ہیں تیرے رب کی مہر۔ اللہ بہتر جانتا ہو۔ جہاں بھیجے اپنے پیغام۔

اس طرح کے خدشات کا پیدا کرنا گویا خدا کو خدائی سکھانا ہو۔ اور اگر ایسے خدشات کا دروازہ کھول دیا جائے تو بیچارے دین کے پیچھے پڑنے کی کیا ضرورت ہو۔ دنیاوی امور میں خدا کو بہت سی صلاحیں بتائی جاسکتی ہیں مثلاً ہم تو معتقد ہیں کہ انسان کی خلقت احسن تقویم کے طور پر واقع ہوئی ہو لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ترجمہ ہم نے بنایا آدمی خوب سے خوب انداز سے۔ بلکہ انسان پر کیا موقوف ہو احسن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ ترجمہ جو چیز بنائی اچھی بنائی۔ اگر کوئی بد دین کہنا چاہے تو کون اُس کا منہ بند نہ کرے گا کہ اگر کبھی کی طرح ایک لاکھ آنکھیں انسان کی ہوتیں تو کیا قباحت تھی یا لاکھ نہ سہی کم سے کم گدھی میں دو آنکھیں تو لگا دی ہوتیں کہ گردن پھیر کر دیکھنے کی رحمت سے بچتا۔ اس قسم کی باتیں ہیں جن کے خطر سے آگاہ کرنے کے لیے میں کھڑا ہوا ہوں ایسی باتوں سے دین کا استحفاظ اور اس کے ساتھ استہزاء لازم آتا ہو

لَا تَحْزَنْ أَلَا نَخِيفُ كَرْنًا۔

اور ایسے خیالات کے منبر کفر جو نے کاغذ پر پرور اعلیٰ علم کو خدا کو ہی لیکن جہاں تک ہمارے عقل ناقص کلام کرتی ہو اسلام دین و مذہب کو بہت ہی بڑے فائدے پہنچے ہیں۔ خدا شناسی سے خدا پرستی کس نے سکھائی۔ اسلام نے۔ توحید کو کس نے پاک اور صاف کیا۔ اسلام نے۔ انسان کو شرک اور بت پرستی کی مذلت سے کس نے نکالا۔ اسلام نے۔ انسان کو اشرف المخلوقات تو خدا نے بنایا۔ مگر کس نے اس کو ایسا بڑا و سکھایا جو اشرف المخلوقات کے لیے شایاں تھا اسلام نے تم کو یہود اور عیسائیوں کی جیسی مشکلات معلوم نہیں مثلاً اُن کے احکام عشرہ و بیسویں سمجھو کہ وہ احکام ناممکن التعلیل ہونے کی وجہ سے احکام کتابی ہیں۔ ان سختیوں سے انسان کو کس نے نجات دی۔ اسلام نے یا مَرْهُمُ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ هُمْ الظَّالِمَاتِ وَيُخْرِجُهُمُ الظُّلُمَاتِ وَيَقْضِيهِمْ لِحُكْمِهِمْ هُمْ وَالْظَّالِمُونَ اَلَمْ يَكُنْ كَاذِبًا عَلَيَّكُمْ تَرْجِمُهُمُ يَتَابَعُونَ اُنْ كُونِكُ كَامُ اَوْ رَسُو كُرْتَابُو اُنْ كُوْبُرُ سَے اور حلال کرتا ہوا ان کے واسطے سب پاک جیمیں اور حرام کرتا ہوا اُن پر ناپاک اور اُنار تباہی اُن سے بوجھ ان کے آؤ تھنایاں جو اُن پر تھیں۔ انسان کو یہ آسان تدبیر کس نے بتائی کہ وہ آپ اپنا گناہ معاف کرے سکتا ہو۔ اسلام نے۔

۔ ہاں تو مسلمان بھی کان کھڑے کریں گے کہ اپنا گناہ آپ معاف کر لینا کیا معنی سوجھاؤ نظر تو کا
ایر پھیر ہو خدا فرماتا ہے قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا اهْلُوا اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ
يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ترجمہ ایمند و میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر
نہ اس توڑ و الہ کی ہر سے بے شک بشتا ہوا سب گناہ وہ جو ہو رہی ہو گناہ معاف کرنے والا یہاں
فراتیم پر نظر کر حبلہ اسمیہ صدرہ یہ اِنَّ الذُّنُوبَ مِیْنِ الضَّلَامِ استعراق کا اس پر جمیع کی تاکید یہ
دوسری تاکید اِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ دوسری جگہ فرمایا ہُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو
عَنِ السَّيِّئَاتِ ترجمہ وہ وہی ہو جو کو قبول کرتا ہو اور برائیوں کو معاف کرتا ہو اَوْ عَفُوْنِ اسْتَجِبْ لَكَ
وَ اِذَا مَلَكَ هَيَادَىٰ عَتَىٰ قَرْيَةً قَرْيَةً اُحْيِيْبْ دَعْوَةَ الْكَاْفِرِ عَلٰی اَنْ يَّسْتَجِیْبُوْا لَیْ اَلْیَوْمِ مِّنْ اٰیَاتِ
یُرْسَدُوْنَ ترجمہ جو کو پکار ویں تم کو جواب دوں گا اور جب تم سے پوچھیں بندے میرے بل کو تو نہیں دیکھ

پھر پختہ ہوں پکارنے والے کی پکار کو جس وقت مجھ کو پکارا تاہو تو چاہئے کہ حکم مانیں میرا اور بتیں لاہوں
مجھ پر شاید نیک راہ پڑاویں۔ اِنَّ اللہَ لَا یُخْلِفُ الْوَعْدَ ترجمہ اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

ان سب باتوں کے ملانے سے کیا نتیجہ نکلتا ہو کہ توبہ کرو خدا قبول کرتا ہو اور توبہ فعل ہی بندے کا
اختیاری۔ اب پھر مطلب کا وہی سلسلہ اختیار کرو بہشت و دوزخ کے حالات کس نے ایسے شرح و بسط
کے ساتھ بیان کیے کہ گویا دونوں کو بچشم سرود کھا دیا اسلام نے۔ ورنہ عیسائیوں میں توبہ شیعہ واسطے
صرف ایک ہی لفظ تھا۔ خدا کی بادشاہت۔ اس لفظ کے معنی اب بھی اچھی طرح میری نگاہ میں آتے دنیا
میں بھی خدا کی بادشاہت ہو یہاں بھی اعتراض کرنے والے نہیں چکے۔ بُرے غفلوں میں کہتے ہیں کہ
مسلمانوں کی بہشت سے خدا کی تقدس کو بٹا لگتا ہو کہتے مسلمان اس اعتراض کو سن کر بہ عقیدت ہو گئے
لیکن میں کہتا ہوں کہ بیش بریں نیست بہشت میں دنیا کے سے مزے ہوں گے۔ سو دنیا ہی کے پیدا
کرنے سے خدا کی تقدس میں کون سا بٹا لگ گیا کہ بہشت کی وجہ سے لگ جائے گا۔ یہ پھر وہی خدا کو
خدا کی تعلیم کرنے کی بات آئی۔ یعنی خدا نے تو الزنا مسل کا جو قاعدہ ٹھہرا رکھا ہو اور جس سے ہر شخص ننگ
کرتا ہو اگرچہ علی وجہ الحلال ہی کیوں نہ ہو قابل تبدیل ہو۔ قرآن مجیدی کتاب فصیح و بلیغ موعظ و حکم سے بھری
ہوئی دنیا کی اصلاح کی ضامن دین کی فلاح کی مشکل موفردوں کو سفر طبیعتوں کو گداز کرنے والی تسکین
بخشنے والی۔ امراض روحانی سے شفا دینے والی۔ اہل دنیا کو کس نے عنایت کی۔ اسلام نے۔ معاشرت
اور تمدن کے عمدہ مضامین کس نے ٹھہرائے اسلام نے۔ مسلمانوں کے مسئلہ طلاق پر تو اعتراض کیا جاتا
ہو۔ اور بدوین اس کے کاربائری ہو نہیں سکتی تو برٹول سپریشن کے نام سے اس کے لیے مقدمہ لڑا
جائے ہیں۔ حتیٰ شفعہ اسلام سے پیدا ہوا۔ اب کوئی قوم نہیں جس نے اس کو اختیار نہ کر لیا ہو۔ بات یہ
ہو کہ حضرت سوئی کی شرع میں احکام ظاہر پر بڑا زور تھا حضرت عیسیٰ نے ظاہر سے قطع نظر کی باطن پر
توجہ کی یہ خاصہ شرع محمدی ہی کا ہے کہ اس نے ظاہر و باطن دونوں کی درستگی کا پیرا اٹھایا اور موسیٰ اور
لے ایک علی طلاق کی جو عدالت سے حاصل کی جاتی ہو جب مذہب نے عیسائیوں کی مدد کی تو انہوں نے یہ طریقہ حاصل کیا
کہ عدالت ہی سے تفریق زن و شوکی ہو مگر یہ اصل کیسے تھیں۔

عیسوی شریعتوں کے نقصان کو پورا کیا اور جبک ظاہر و باطن کے مجموعے پر انسان کی ہستی کا قیام ہو۔ پس شرع محمدی آپ سے آپ آخری شریعت اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم المرسلین ہوئے ہیں معنی ختم رسالت کے۔

تو اچھا بنو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم کے بعد حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو کی تھی۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰ لَكُمْ الدِّينَ وَلَا تَخَافُوْنَ الْاَوَّلَ وَالْآخِرَ اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ترجمہ اللہ نے چن لیا تمہارے واسطے دین کو پس تم نہ مرو۔ مگر مسلمان ہو کر۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(اٹھواں لکچر)

مدرسہ طبیبہ دہلی کے پہلے سالانہ جلسے میں ۱۸۹۰ء میں دیا
تمہید

یہ پہلی سالگرہ مدرسہ طبیبہ دہلی کی تھی اور ہندوستانیوں کے ابتدائی جوش مشنوں میں اس کی مناسبت سے جو بھی تھا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے اس مدرسے کی طرف شروع سے التفات فرمایا جو اس سبب دستور میں مجلس تھی۔

میں بھی عجیب آدمی ہوں جب مدرسہ طبیبہ کی تجویز درپیش تھی تو بڑے زور سے اس کا موید تھا۔ مدرسہ کھلا تو آئندہ کی کامیابی سے مایوس۔ اور آج جو مدرسے کی پہلی سالگرہ ہو۔ جس کے محمد عبد المجید خاں صاحب کے مبارکباد دینے کے لیے موجود۔ بلا سے لوگ مجھ کو زور و دفر نہ زود لاغور میری رائے کو متزلزل سمجھیں مگر

مدرسے کو ایسے ایسے اور اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر دھوم دھڑکنے کے سینکڑوں ظالم سال گرہیں نصیب ح

ایں دعا ازمن و از جلد جہاں آئیں آباد

یہ تو نماز کی آئین نہیں کہ مقلدوں کو غدر ہو۔ سب کے سب پکار کے آئیں کو۔ اگرچہ یہ مدرسہ جالہا الموجد ہمارے درد کی دوا نہیں اور ابھی برسوں ہمارے درد کی دوا نہیں ہو سکتا۔ خدا کرے یہ پیش گوئی بھی ایسی ہی غلط ثابت ہو جیسی سالگرہ کی، مگر حکیم عبد الجبید خاں صاحب نے جو رپورٹ پڑھ کر سنائی میں اُس کو مدرسے کے حق میں فال نیک سمجھتا ہوں۔ ح

سائے کہ نکوست از بہار شہید است

الاب یہ ہر تو راگ آپ سے آپ اچھا ہو گا۔ ایک برس اور ایک بھی پہلا کیا بساط رکھتا ہو۔ کوئی مجھ جیسا بچا رہ جنت ہمارا ایسے اہم کام کا بیڑا اٹھاتا تو ابھی تک منصوبے ہی سوچا کرتا حکیم عبد الجبید خاں صاحب نے تو گویا پتیلی پر سرسوں جھک روکھا دی۔ ایک ہی برس میں مدرسہ جاری بھی ہوا۔ ۷۷ء طالب علم بھی اطراف و جوانب سے سیٹھ پٹے جماعت بندی بھی کر دی۔ پڑھایا اور امتحان بھی دلویا اور خاصی کامیابی کے ساتھ دلویا کہ ۴۴ طلبہ نے امتحان دیا۔ ۲۱ کامیاب جنہوں نے تھے پاسے انعام لیے میں ان طالب علموں کی حالت پر حسرت تو نہیں مگر رشک ضرور کرتا ہوں شرح ملا اور شرح تہذیب پڑھتا ہوا دہلی کالج میں داخل ہوا تھا۔ یہ حال کاسٹریل سکول نہیں بلکہ ۱۸۵۵ء کے مدرسے پہلے کالج جس کا لوہا تمام ہندوستان کی تعلیم گاہیں مانتی تھیں خدا اُس کو جنت نصیب کرے، نو برس محنت کرنے کے تھے ہلاک ہو گیا۔ مرم کے ساری عمر کی تحصیل میں ایک تہہ نصیب ہوا وہ بھی کورس کی کتاب پر نہیں بلکہ جواب مضمون پر تہہ غدر میں ٹٹ گیا۔ اُس کا ملنا یاد ہو۔ مضمون فراموش۔ شاید شمس العلفان بہادر مولوی محمد ذکا، اللہ کو یاد ہو گا۔ اول تو اُن کا حافظہ ماشاء اللہ قوی ہو۔ دوسرے ہم جامعہ تھنے سے طالب علموں میں ایک طرح کا محاسدہ قائم ہو جاتا ہے اور وہ محاسدہ محمود ہو جو حقوق کو مشتعل اور شفقت کو ہلکا کرتا ہے۔ تہہ ملتے ہوئے دیکھ کر انہوں نے مجھ کو ضرور بری طرح گھورا ہو گا۔ اور اب بھی باوجود دیکھ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر موجود ہیں ہی طرح گھور رہے ہیں۔ اُن دنوں اگر مدرسہ کھلا ہوتا تو میں بھول کر بھی کالج کی طرف رخ نہ کرتا کہ وہ کنڈل کا بھول

حزمے سے تمہارے اسی مدرسے میں طلب پڑھتا۔ پہلے ہی برس ذلیفہ اور انعام اور تمغہ لیتا۔ چار برس
 میں فارغ ہندے کر نکلتا تو لوگوں کی تندرستی اور زندگی پر کمرانی کرتا۔ جو مرناس کا الزام خدا پر اور جو
 پتہ میری شخصیت صاحب کا مستعد میری توجہ کا ممنون۔ مجھ کو کالج کی تعلیم سے بہت بڑا فیض پہنچا اسی تعلیم
 کے طفیل میں نے بڑی سے بڑی نوکریاں کیں۔ تاہم میں کبھی انوس کیا کرتا ہوں کہ میں نے طبابت
 کیوں نہ اختیار کی اگر حجم گئی ہوتی تو میں چار نسلوں کے دلدار ہوتا۔ اگلے وقتوں میں اور اگلے وقتوں سے
 جالینوس کا زمانہ مرا وہیں بلکہ غدر سے پہلے تک طبائے یونانی اعتباراً علاج کرتے تھے اب ڈاکٹروں کی
 دیکھا دیکھی لینے لگے ہیں الا ماشاء اللہ مگر ویسی ہیکڑی سی نہیں جوتی ہے جس بھی عجیب مصلحت کے ساتھ ہنر جان
 خواستکار اور اوپر سے دل سے انکار۔ من چاہے منڈیا ہالے وہ اداعی دیکھنے کے لائق ہوتی ہے۔ اور
 میں خیال کرتا ہوں محتاج تعلیم جو بے مشق و تمرین انہیں سکتی خدا جانے مدرسہ طبیبہ کے کورس میں ہو یا
 نہیں مگر ہونی چاہیے بہر کیف اس طلبۃ الطب تم نے بڑا شریف فن اختیار کیا جو ہم عوام و ہم ثواب۔ لیکن کیا
 تم سمجھتے ہو کہ مدرسے کی سند حاصل کرنے سے تم طبیب بن بیٹھو گے۔ بڑی سند جو مقبولیت عند الناس۔ اور
 وہ ٹیڑھی کھیر جو جس کو چاہیے استعداد غائر۔ استعمار طالب تفتیش تحقیق حسن اخلاق تسخیر قلوب۔
 یزمانہ کا پیش یعنی منافست کا جو ظاہر میں یہ خیال کرتے ہیں کہ انگریزوں نے ہم کو بزرگوں سے نیکو
 زوال سلطنت کی وجہ سے ہم لوگ غفلت و محتاج ہو گئے۔ لیکن خیال محض غلط جو انگریز ہم سے بڑا شریف
 خراج لیتے نہ ہم کو مجبور کرتے ہیں کہ ان کی بنائی ہوئی چیزیں خواہی خواہی استعمال کریں مگر یوں کہو کہ انگریز
 بزرگوں ہر مندی ہماری روزی چھینتے چلے جاتے ہیں اس کا پیش نے ہندوستانی بھی جینوں کو نقصان
 پہنچایا اور شاید سب سے زیادہ طب کو۔ اگر اس مدرسے کی اغراض کامل طور پر پوری نہیں کی جائیں گی
 تو آئندہ عیسوی صدی کا پہلا ثلث یا فیت درجے نصف نہ گزرنے پائے گا کہ طب یونانی کی وہی گت
 ہوگی۔ جو اس کی آبادیدک کی ہوئی۔ نام معلوم ہی معدوم۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ جن مصیبتوں
 سے ہم میں کے اور اسی شہر کے سرسید احمد خاں نے علی گڑھ کالج کھڑا کیا اور کھڑا کیا کیا۔

بڑے میاں کے خیالات کے مطابق تو اسی بالا خانے کا زینہ تک بھی درست نہیں بہر کیف ان مصیبتوں کو سرسید ہی کا جی جانتا ہو گا۔ ہم ان مصیبتوں میں شریک نہیں ہوئے تو دیکھتے تو رہے ہیں ان مصیبتوں کی وجہ سے میرادل دھکا دیا گیا کرتا تھا۔ پھر میں نے خیال کیا کہ آج سائے ہندوستان میں حکیم عبدالحق خاں صاحب کی طہیات کا طوطی بول رہا ہو۔ اور ضرورت بھی انھوں نے ایسی اختیار کی ہو کہ دنیا کی دوسری تمام ضرورتیں اسی پر تفرع ہیں۔ حکیم عبدالحق خاں صاحب کے اشارہ کرنے کی دیر ہو۔ روپے کے انبار لگ جائیں تو تعجب نہیں لیکن میں دیکھتا ہوں حکیم عبدالحق خاں صاحب کو وہی سرسید کا سارا فائدہ روئے ہوئے کھلے کھلے منہ سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن بڑا ماننے کی بات نہیں فراہمی چندہ میں حکیم صاحب نے سرگرمی تو کی ع

مگر وہ بات کساں مولوی مدن کی سی

اس سے کہ سالانہ رپورٹ میں دیکھ کر اڑ دیا۔ اٹکل الاخبار میں کبھی کبھار چند سطریں لکھ مایں یا کسی تقریب سے کہیں جانے کا اتفاق ہوا اور چھٹا مدرسے کا مذکور کر دیا۔ چہ خوش بود کہ بڑا بد بیک کرشمہ دو کا۔ ان بوسہ بہ پیام تدبیروں سے لطف چندہ ملا ہی نہ ملے گا۔ صاحب سرسید احمد خاں کی طرح گلے میں فقیروں کی سی جمہولی لشکاؤ کوڑی کوڑی دکان مانگو امیروں کی ڈیڑھ سو پودھرناد و تمیہ میں کھڑے ہو کر ناچو گاؤ۔ سوانگ بھر لوگوں سے مکار طماع اور بہت سے بے فہم سواور خبر نہ ہو۔ اپنی ساری طاقت ساری فرصت ساری عافیت ساری دولت ساری عزت غرض ساری دنیا کو وقف مدرسے کر دو تب بانی مدرسے ہونے کا نام لو۔ پھر حکیم عبدالحق خاں صاحب کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں ہندوؤں کے شریک ہو کر اور نہ ہوں۔ یہ ایک فیصل شدہ بات ہو۔ پس تمام کوشش محدود ہوگی مسلمانوں میں جو من حیث النعم خود خاقانہ مست ہے

چاہیے ہو نقد و اقرب کے فن کے واسطے	ہم قلندریاں نہیں کوڑی کفن کے واسطے
ذری شکر کے قافیے کو ملاحظہ فرمائیے گا۔ اصل میں تو شیخ ابراہیم فوق کا مطلع ہے	
چاہیے زر بن بہتان سیم تن کے واسطے	ہم قلندریاں نہیں کوڑی کفن کے واسطے

بندہ نے سر قہ کیا ہے اور اسی مجرم ہوں مگر کوئی سزا نہیں دے سکتا غرض مسلمان مفلسوں سے روپیہ لینا ہو۔ بھول والوں کی سیر کے لئے نہیں۔ سلطان بھی کی ستموئیں کے لئے نہیں۔ میلہ باغ ہماری کے لئے نہیں۔ کشتیوں کے اکھاڑے کے لئے نہیں کہ ایسی ضرورتوں کے لئے ہماری قوم کے بے فکرے مسروٹ نا عاقبت اندیش قرض وام کر کے کچھ دے بھی گزرتے بلکہ عامۃً خلاف حق کی جان اور زندگی کی حفاظت کے لئے۔ مسلمانوں میں سہرکعت تو بہتر ہے نکلیں گے خاص کر گروہ غیر متقلدین میں مگر زنجیت کوئی ایسا ہی الہ کا ولی ہو تو ہوسے

گر جاں طلبی مضائقہ نیست	زر می طلبی سخن دریں سست
-------------------------	-------------------------

مدرسے کے پرنسپل پکٹش کو دیکھو کہ کیسے مدرسے کی ضرورت ہو اور کس قسم کا مدرسہ اس زمانے میں چل سکتا ہے طبیعوں کو دو اشناش و دو ساز بنانا ہے۔ تشریح سکھانی ہے۔ وید کی ڈاکٹری طبیہ یونانی کو ملا کر نئی طب بنا کر اُس کو رواج دینا ہے۔ یہ باتیں نحمدہ کے سکہ دہنی آسان ہیں کر دکھانا تو غیر میں کتاہوں ایسا حوصلہ کرنا بھی حکیم عبد الحمید خاں صاحب ہی کا کام ہے۔ ابھی تک تمھارا مدرسہ پیش پرین نیست کہ وہی پڑانے دھڑے پر چلنے والا طب یونانی کا سکول نئی انجمن آن سکول ہے وہ تو حسن اتفاق سے چند باتیں جمع ہو گئیں حکیم عبد الحمید خاں صاحب پہلے درس طب دیتے تھے۔ شاگردوں کی حیثیت بدل دی تینوں بھائی بے خواہ کے نوکر مدرسے بیٹے نواب صاحب دو جانتا بہم رسی سامان کا کافی متکفل مصارف ہوسے بعض بزرگانِ قوم نے خدایاں کو جزا سے غیر دے۔ ماہوار وظیفے مقرر کر دیئے۔ اتنی باتیں جمع ہو جانے سے تو آج یہ چند صورتیں جلسہ سالانہ کی تقریب سے فراہم ہو گئیں ورنہ جو ہم کرنا چاہتے ہیں وہ جو ہم کو کرنا چاہیے اُس کا تو ابھی شرم بھی نہیں۔ یہ میری تو ناامیدی کی سی باتیں ہیں مگر

البلا غرزدہ سار ببار	خبر بد بیوم بامر گزار
----------------------	-----------------------

ہمت بڑھانے والی جرات دلانے والی روداد یہ ہو کہ یاست رام پور نے جس کی فیاضی خیرات و مبرات میں نے یعنی سلطان نظام الدین اولیاء جن کا مراد شاہ شہر دہلی میں۔ ان کے عواہر بہر سال ستر سو روپے کی عورت ہوتا ہوا اس وجہ سے شرمین ہو کر ہے۔ دستور میں دیکھو چھوٹے پائے کا سکول جی اسکول ہو۔

معروف و مشہور رہی۔ پچھتر روپے ماہانہ مقرر کر دیا۔ اسی طرح خاندان بہادر حافظ عبد الحکیم صاحب سی۔
 آئی۔ اسی رئیس میرٹھ نے تین سو روپے سالانہ اور ڈونیشن یعنی یکشت چندہ ایک ہزار موصول ہو چکا۔
 یہ موجود ہے اور اسی کے قریب وہ ہی موجود ہے۔ مدرسے کی بڑی بہت بڑی خوش متی بیچکلاس کی کلاڈا پر
 گوئین کوٹریا کی ولادت باسعادت کے روز ہالیاں آتی تھوڑی فصل کے بعد واقع ہوئی ہو کہ زمین برکت کا اس
 ملک چاہتی تھی چاہے ضلع کے حاکم اکبر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اس مدرسے کی طرف اس قدر شفقت ہیں کہ
 دوسرے جیسے سے کا چوا اور دونوں جیسوں کو انھوں نے تشریف آوری سے مشرف فرمایا ہو غالباً صاحب
 ڈپٹی کمشنر بہادر اس مدرسے کو کا زینر اور غیدہ غالیق تک کر شریک ہوتے ہوں گے مگر میں ان بظاہر
 کہتے دیتا ہوں کہ ایسا کرنے سے نہ صرف مدرسے کو بے انتہا فائدہ چھٹپا اور بچنے کی امید ہو بلکہ مسلمانوں کے
 دل ان کے اخلاق کے گرویدہ ہو گئے ہیں اور یہی وہ بڑا اصلہ ہے جو ان جیسا نیک دل حاکم حاصل کر سکتا
 ہو۔ اب میں اپنی گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔ بات یہ ہو کہ جب تک مدرسے کی حالت میرے خیال کے مطابق
 اور نہ صرف میرے خیال کے بلکہ اُس توقع کے مطابق ہو پس پکٹس میں دلائی گئی درست نہ ہو۔ مجھے
 خوب جی کھول کر بات نہیں کی جاتی مدرسے کو حد موضوع نہ تک بھینچانے کی آپ کو شش کرو اور اور
 توجہ دلاؤ۔ پھر پھر تو گھر کی کھیتی ہو۔ کہتے پھر سنو گے یا باقی صحبت باقی۔

(نواں لکچر)

مدرسہ طیبہ دہلی کے دو سالانہ جلسے میں ۱۸۹۱ء کو دیگیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اب کے سال زادہ تھا کہ کوئی فتنہ سا پھر دوں گا لیکن ح غمے بدرابہانہ ہا بسیار۔

۱۸۹۱ء جس کے لیے بنایا۔

جو ابھی کم کر قصد کیا کہ یاد آگئی جنرل اعظم الدین خاں صاحب کی افسوسناک اور بے ہنگام موت۔
 میں نے رسم دنیا کے مطابق جنرل اعظم الدین خاں کی موت کو بے ہنگام موت کہا۔ ورنہ کوئی موت بے
 ہنگام لینے قبل الوقت یا بعد الوقت ہو ہی نہیں سکتی اِذَا جَاءَكَ أَجْلُكَ لَا تَسْتَأْذِنُ سَاعَةً وَلَا
 يَسْتَقْدِمُونَ۔ وعدے سے دم زیادہ نہ کم۔ اور اگر کسی موت کو بے ہنگام کہا جاسکتا ہو تو بڑی کثرت سے
 قبل الوقت کی موتیں وہ ہیں جو شاید طب یونانی نہیں بلکہ یونانی طبیوں کے ہاتھوں سے ہوتی ہیں اور
 جن کی تعداد کے گھٹانے بلکہ ہو سکے تو بالکل روک دینے کے لیے حکیم عبد الحمید خاں صاحب نے اس
 مدرسے کا ڈول ڈالا ہو۔ بے مشقی بھی کیا بڑی چیز ہو۔ دو منٹ بات کرتے نہیں گزرتے کہ میں لیٹنے سے باہر
 ہو گیا۔ اور تسلسل سخن کے لیے پھر علاوہ کرنا پڑا کہ میں اس سال کوئی غمگینہ سا کچر دینے کا ارادہ کیا۔ یاد آگئی
 جنرل اعظم الدین خاں کی موت۔ نہیں ہو سکتا کہ مدرسہ طبعیہ کے جلسہ سالانہ میں کچر دوں اس کے بڑے
 حامی اور مددگار اور سرپرست اور کیا اور کیا کے اندرون سال مرنے اور مارے جانے کا مذکور نکروں۔

اور مذکور کروں تو نہیں ہو سکتا کہ بیان میں شوخی اور شگفتگی کو نباہوں۔ میرے اور جنرل اعظم الدین خاں کے
 درمیان کبھی کوئی غرض مشترک نہیں رہی۔ میں نے اُن کو اسی جگہ دیکھا اور وہ دیکھنا تھا اَوَّلَ الْبَحَاظِمِ دُرْدِیْ نِسَانِ
 یعنی فی عمری و عمرہ ایک بار تاہم میں اُن کی وفات پر اظہارِ افسوس کرتا ہوں۔ اولاً لمحاظ ہم دردی نسانی۔
 ثانیاً بداعیہ اخوت اسلامی ثالثاً بقا سے میر پرستی مدرسہ۔ ہم لوگوں نے جنرل صاحب کو اپنی کمیٹی کا
 چیئر مین بنانا چاہا جس کو انھوں نے غالباً ہشما للنفس منظور نہ کیا۔ ورنہ کچ ہم کو دوسرے چیئر مین کی تلاش
 ہوتی۔ اور وہ کون ہوتا؟ یہی فقیر کیوں کہ جب کچ کرنا نہیں اور کرنے کا سلیقہ نہیں اور جو صلہ بھی نہیں تو جیسا
 چیئر مین ویسا امیر ویسا سرکاری ویسا اور بی تھنگ (سب کچھ) ویسا آٹھنگ (کچھ نہیں) ہو کچھ ریاست راجہ پور
 سے ملتا ہو اور میں اپنے منہ سے کیوں کہوں کہ کیا ملتا ہو کیوں کہ شرفی عالم بالا معلوم بھی مقدارِ بلدوں
 تو کوئی چودھویں صدی کا سختی کچھ دیر بھی تو دیتے دیتے دست کش ہو جائے کہ اوہو ایک جگہ سے اس قدر
 ماہور اُردو فی ہوا اور چاہیے کیا۔ اس میں تو نہ صرف مدرسہ مل سکتا ہو بلکہ عبد الحمید خاں اور اُن کے خاندان کو
 ۱۲۔ ۱۳ اپنی زندگی میں اور اُن کی زندگی میں ۱۴۔ ۱۵ سرپرست ۱۶۔ ۱۷ بوجہ کیر فیفس ۱۸۔

مطلب کی ضرورت نہیں اس لیے کہ عبد المجید خاں سکرٹری ہیں۔ سید بادی حسین خاں صاحب کو
پنشن کی حاجت نہیں کیونکہ پرنسپلٹ ہیں۔ بہر کیف ریاست راجہ پور سے جو کچھ ملتا ہو عطیہ ریاست ہو
اور سچ تو یہ ہے کہ مجھ کو ٹھیک یا دبی نہیں کہ کس قدر ملتا ہو یہ میری معلومات پر اور میں ممبر ہوں میں نہ
صرف مدرسہ عطیہ کی طرف سے غافل ہوں بلکہ رعایت اعمال سے علی گڑھ کالج کا بھی ٹرٹی ہوں اور
وہاں بھی میری یہی بلکہ اس سے بدتر کیفیت ہو جس کی بادشاہ میں سید احمد خاں صاحب میر علی گڑھ
کو سنے تو بجا تھا اور انھوں نے کو ساہو تالاب تک میں کبھی کام گیا ہوتا مگر میں اس لیے لگائے انھوں نے
کو سامنے اس لیے کہ کسی مسلمان کو کوستا گودہ نجری نہ ہوں ان کی شان سے نہایت بعید ہو۔ غرض سید
راجہ پور جو کچھ ملتا ہو عطیہ ریاست ہو مگر میں کہ یشکواک اس کہ یشکواک اللہ ہم اس کو احسان مندی کے
ساتھ مرحوم جنرل کی مہربانی کی طرف منسوب اور ان کی وفات کا ماتم کرتے ہیں۔ اگر خدا کو مدرسے کا چلانا
منظور ہو تو ہماری تقدیر کا کوئی دوسرا جنرل اعظم الدین خاں بلکہ شاید مارشل اعظم الدین خاں پیدا
ہو جائے گا۔

نخا اہلین ہمن از سر و دلہ خالی ماند	بچے ہی رود و دیگرے مسمی آید
لیکن ہمارے مدرسے کی امداد و اعانت کے اعتبار سے اَلشَّاهُونَ الْاَوَّلُونَ میں تھے قطعہ	
اَلَّذِيْنَ كَانَ مِنْكُمْ هَآؤُلَآئِكَ مَبَآئِدُ	اَلتَّوْبَةِ شَفِيعَةُ النَّفْسِ قَبْلَ التَّنَاقُطِ
اَوَّلِيْنَ بَنِي قَعْبُرٍ اَبْنَاءُ	بَنَآهَا فَعَلَّتْ الْفَضْلُ لِلْمُتَّقِلِيْنَ

غرض اُن کی فضیلت اُن ہی کے ساتھ فاضل تھی اور وہ ہماری شکر گزاری کا لائق شہرے گئے جس کے
۱۷ امانت دار ۱۲ جو آدمیوں کا شکر گزار نہیں تھا وہ خدا کا بے شک گزار ہو گا ۱۲ یہ وہ مذہبی جو جنرل سے بھی
بڑا ہوتا ہو ۱۲ شاعرانہ فرمایا کہ ایک ماضی کا زمانہ ہے کہ کتبہ کو جس طرح وہ عشق سرویں روتی ہو اگر میں اپنے مشوقہ سعدی کے
عشق میں مدد مانویرے دل کو تسلی ہوتی لیکن اب مجھ کو مذمت ہے کہ وہ مجھ سے پہلے سے روتی ہو اور اُس کے رونا
سے مجھ کو بھی تحریک رونے کی ہوتی ہو تو مجھ کو اُس کی فضیلت ماضی ترقی ہو کیوں کہ وہ مرید ہوا میں عقیدہ ۱۲۔

وہ مستحق تھے۔ کیا مشکل ہو کہ اُن لوگوں سے بات کرنا جو اتنی انگریزی بھی نہیں جانتے جتنی کہ میں۔
اب تم کو لائنز شیر کے منہ بھانپا بھول۔ لائنز شیر کے منی ہیں شیر کا شیر۔ یعنی حصہ بددی بچوں کے
پڑھنے کی انگریزی کتابیں ریڈر کلاسی ہیں اُن میں یہ مشہور حکایت چلی آتی ہو کہ ایک بار چار جانوروں کے
شکار میں ساجھا گیا چار جانوروں میں دو تو مشہور شکاری ہیں شیر اور جھیر یا لوٹری اگرچہ شکاری
نہیں ہو لیکن چوں کہ شکار کی پس خوردہ خواہی۔ جب نہیں اس نے بھی ساجھا کیا ہو چو تھا جانور۔ ح
چوں بار ہے برد عسز است

ہرگز شکاری نہیں اور مجھ کو صاف طور پر اُس کا نام لینے میں تامل ہو۔ کیوں کہ مشن لمن خیر کان معلوم۔
اُس کا نام لینے وقت جس سے آنکھیں چار ہوں گی وہی بُرا مانے گا کہ مجھ پر آوازہ کسا لیکن حکایت کو
تو پورا کرنا ہو۔ چوتھے شریک کا نام لینے بدون بن نہیں پڑتی۔ تو میں اپنی آنکھیں ڈھانک کر کہتا ہوں
کہ وہ چوتھا شریک تھا کہ ہا، شرط شرکت یہ تھی کہ چاروں مل کر شکار کریں اور برابر بانٹ لیں۔
کسی جانور کو مارا اور جھیر نے برابر کے چار حصے لگائے۔ سب شرکاؤں نے شیر کو اختیار دیا کہ جو حصہ
چاہے۔ شیر نے کہا کہ ایک حصہ تو میں اس دعویٰ سے لیتا ہوں کہ جنگل کا بادشاہ ہوں اور زیادہ
نہیں تو جنگل کے محاصل سے ایک راج خراج مجھ کو ملنا چاہیے۔ دوسرا حصہ آرو سے محدود پیمانہ شرکت
میرا ہو۔ اس میں کوئی کام نہیں کر سکتا۔ تیسرا حصہ میں چھوڑ نہیں سکتا کیوں کہ اس میں دل اور جگر ہو
جو خاص میری غذا ہو۔ رہا چوتھا حصہ تو حصہ ایک اسحق دابین تو یہ بڑی مشکل تقسیم ہو۔ سب سے زیادہ آسان
بات یہ ہو کہ وہ بھی میں ہی لوں مغرض شیر چاروں حصے چٹ کر گیا۔ اور دونوں ساجھی منہ نہ بکتے کہ بکتے
رہ گئے۔ تو میں نے جو کہا تھا کہ جنرل اعظم الدین خاں بہاری شکر گزاری کا لائنز شیر لے گئے۔ اشارہ
تھا اسی حکایت کی طرف۔ خدا نے دنیا ایسی تنگ بنائی ہو کہ یہاں ملائم اور ناملائم سبھی طرح کے واقعات
پیش آتے رہتے ہیں۔ مگر یہ جو کہمیں بند نہیں ہوتا۔ بازار میں لڑکے ایک غزل گاتے پھر تے پھر
اُس کا مطلع کو پچھتا پچھتا ہو گا اس کا مطلب وہی ہو جس میں کتنا چاہتا ہوں ہے۔

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز حکم نہ ہوں گے	جلے ہی رہیں گے افسوس ہم نہ بھولیں گے
---------------------------------------	--------------------------------------

اور اسی قبیل سے پو یہ جلسہ۔ پس اس جلسے کے ہونی کی خوشی تو اسی قدر کہ افتتاح مدرسے بڑا ایک برس اور گزر گیا۔ لوگوں کے تعلقات مدرسے کے ساتھ مختلف طور کے ہیں جس کا جیسا تعلق ویسے اُس کی خوشی بلکہ تعلق تو تماثلاتوں کا ہو کہ حکیم عبدالحمید خاں نے بلاوے کا رقبہ بھی بعض مفت کرم داشتن کے طور پر بعض حکیم صاحب کی مرورت سے اور بعض تفریح کی غرض سے آموجہ ہوئے۔ دیکھا کہ چند پہلے آدمی جمع ہیں۔ مکان کی آراستگی۔ مہمانوں کی آؤ بھگت۔ اور فضل کی ترتیب۔ سب باتیں ویسی ہی ہیں بلکہ اُس سے کہیں بہتر یہی خوشی کے جلسوں میں ہو کرتی ہیں۔ سو اسے اس کے کہ ایک بوطہ حاضر اکچر دے رہا ہو۔ نہ ناچتا نہ اُس کو ناچتا آتا۔ نہ گانا نہ اُس کو گانا نہ بتاتا نہ اُس کو بتاتا آتا۔ مگر خدا نے اُس کو گویائی دی جو جس کے ذریعے سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا آپ یہ خیال کیجئے گا کہ میں اپنی مدح کرتا ہوں۔ زمان حال کی شائستگی کی رو سے ناچنا۔ گانا۔ بتانا۔ داخل ہنر و آداب تمدن ہو۔ کہتے ہیں کہ رونا اور گانا کس کو نہیں آتا۔ یہاں گانے سے وہ گانا مراد ہو جو اصول کے ساتھ ہو۔ ورنہ یوں تمنائی میں کبھی مرزے میں ہوتا ہوں تو میں بھی لنگن لایا کرتا ہوں۔ غرض جلسے کی پوری خوشی تو اُن لوگوں کا حصہ ہو جو صرف تماشا دیکھنے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ اب یہی دیکھ کر خوشی اس میں کئی حصہ دار ہیں۔ سب سے اول ہمارے سکریٹری صاحب حکیم عبدالحمید خاں فن طب کی خواہی اور ذاتی شوق کے جوش میں اگر مدرسے کا بیڑا اٹھا بیٹھے۔ اب لگین و قین میں اُن کے کہ عشق آسان نمود اول دے افتاد مشکل باد مدرسے کے خط سے پہلے حکیم صاحب مجھ کو معاف کریں کیوں کہ میں خط کو بڑے ممنوں میں متحال نہیں کرتا بلکہ میری مراد ہو عشق و الحبش و حب من الجنون و حب جنون انما ہو عبدالحمید خاں کیا میں حبش الفتن اور کیا میں حبش التفرقہ و مرجع خلافت تھو اور اب بھی ہیں۔ مگر ظاہر میں لوگوں کی نظر میں اُس میں ذرا سا دہن آگیا ہو کہ چندے کے لئے کرناں۔ میرٹھ علی گڑھ ٹٹنک کے دھادے مارے ہیں اور ابھی کیا معلوم یہ مدرسہ اُن کو کہاں کہاں کا آب و دانہ نکالے گا کس کس کی خوشامد کراے گا۔ اور کس کس سے کیا کیا سواے گا میں نے اپنے

لے عشق ہی کو قسم کا خون واد جوں کی بہت ہی تمیں ہی۔ تحکم نمبر ۱۱۷۔

کانوں ایک شخص کو کہتے تھاکہ طبابت کی کچھ عزت تو فلاں مرحوم سے اندر ہی اندر ہی تھی کہ کوئی تھی ہی سی
مدرسہ کول کر عبد الحمید خاں نے ڈبوئی۔ اللہ اللہ آدمی آدمی ایک اور خیالات کا اس قدر اختلاف ہے

برخیائے صلح شان و جنگ شان	برخیائے نام شان و جنگ شان
---------------------------	---------------------------

ایک تو یہ ہیں کہ گرتی ہوئی دیوار کو تھوئی لگانے۔ ڈوبتی ہوئی نلکو بھٹانے۔ قوم سے اس کا ڈیوٹی ادا کرنے
یعنی مدرسہ طبیکہ کے قائم کرنے کو۔ وہن طبابت خیال کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ سر جان ہسٹری لکھتے
گورنر مالک شمالی و مغربی نے علی گڑھ کالج میں لکچر دیا تھا اس لکچر میں ایک بات یہ بھی تھی۔ کہ دنیا میں فخر
کے بہت سے ذریعے ہیں۔ ایک جنرل فتح نمایاں کرتا ہو اور وہ فتح اس کے لئے ذریعہ فخر ہو۔ کوئی شخص
کسی طرح کی کوئی ایجاد مفید کرتا ہو اور وہ ایجاد اس کے لئے ذریعہ فخر ہو لیکن کوئی فخر بانی کالج کے فخر کو نہیں
پاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عبد الحمید خاں کو اپنی کوشش پر ناز کرنے کے لئے سر جان ہسٹری بھی کے اس
مقولے سے بڑھ کر اور کسی سند کی بھی ضرورت ہو۔

مسلمانوں کی کس بات کو رو گئے ان کے تنزل و افلاس کے جہاں اور اسباب ہیں ان میں
سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہو کہ اصل اوپر بھی اور حقیقی عزت کو نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک تمول ہی بڑی عزت
ہو گودہ تمول ہزار بے عزتوں سے کیوں نہ حاصل کیا گیا ہو اور گوس تمول کی غرض و غایت تن آسانی اور
نفس پروری کیوں نہ ہو۔ ہر شخص اپنی مالی حیثیت کو اپنا بھنس کی نظر میں واقعی اور نفس الامری حیثیت
سے بہت زیادہ کر کے دکھانا چاہتا ہو۔ تاکہ زاید از استحقاق اس کی عزت کی جائے۔ اس کے لئے وہ
قرض لیتا ہو جس سے بڑھ کر دنیا میں بے عزتی کی کوئی بات نہیں فصول اور الایمنی مصداق اپنے اوپر
لازم کرتا ہو۔ جن کو مٹسی یعنی بے عزتی کی تمید کہنی چاہئے محنت کو جس میں شرعاً اور عقلاً کوئی قباحت
نہیں عاریتاً جب تک بلا ضرورت ایک خدمت گار اس کے پیچھے نہ چل نہیں سکتا۔ گویا وہ بھٹیٹے کا
ٹٹو ہو اور خدمت گار اس کا ہانکتے والا۔ باوجودیکہ نگرا نہیں بولا نہیں۔ مگر خدا جائے کیوں پانڈوں سے
کام لیتے ہوئے شرعاً ہو۔ شاید اس کے نزدیک چلنا اور نجانا ایک ہی چیز ہو۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا
اور دین دونوں کی اعلیٰ ترین عزتوں کے جامع تھے اپنی خانہ داری کے سب کام بے تکلف اپنے

ہاتھوں سے کرتے تھے۔ ہم اٹھ کر پانی پینے سے بھی ٹھہرتے ہیں اور اس کی وجہ کسی طرح کی معذوری و
 مجبوری نہیں بلکہ کبر و رعوت جس کی نسبت حدیث شریف میں وعید موجود ہے کہ جس کے دل میں بقدر
 ایک ذرہ رعوت ہوگی اس کو جنت کی ہوا حرام ہو چھ کو اکثر اتفاق ہوتا ہے کہ کسی دوست کی دوکان پر
 بیٹھا ہوتا ہوں اور آم وغیرہ کو کوئی چیز کھئے آئی۔ اور میں نے بھی خریدی۔ اب اس بوٹلی کو ہاتھیں لٹکا کر
 ترغ اور کبر نفس کی وجہ سے گھر تک لانا مجھ پر بار ہوتا ہے اور نہیں لاسکتا۔ اور اگر آپ لوگ اپنے اپنے نفوس کا
 احتساب کیجئے گا تو میں یقین جانتا ہوں کہ اتنے بڑے شہر میں میں اکیلا خرما وغیرہ نہیں ہوں۔ میں جب
 شروع شروع میں ترک خدمت کئے خانہ نشین ہوا تو مدتوں میرا یہ حال رہا کہ با داریں پیادہ پانچنے سے میری
 طبیعت مضائقہ کرتی تھی۔ اگر بازار میں مجھ سے کھڑے ہو کر کوئی بات کرتا تو میں اس کو بڑی بدتمیزی خیال
 کرتا تھا۔ خدا تبارک و تعالیٰ اس طرح لازم تھا جیسے آدمی کو ہمزاد لیکن میں نے سوچا کہ جس شہر میں میں نے
 مسافر نہ طالب علمی کی۔ اس وقت کے جاننے اور دیکھنے والے ہنوز موجود ہیں۔ صرف اتنی بات کہ میں نے
 التفت سے بڑی بڑی نوکریاں کیں یا چار پیسے ملتے ہو گئے۔ میرا اس قدر اتنا دلیل کم ظرفی ہو چنانچہ
 میں نے اس رعوت کو کم کیا بجا بدہ۔ یہاں تک کہ خدا نے مجھ کو سوار می بھی دی ہو لو کہ بھی دیئے ہیں اور
 میں اکیلا پیادہ پا جہاں چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں مگر نفس میں ابھی اتنی خباثت باقی ہے کہ کوئی چیز سے
 چلتے ہوئے ٹھہرتا ہوں۔ عزت کی بحث تو بغیر خدا صلعم کے سامنے بھی پیش آچکی ہے کتب بن اشرف
 اور ابی بن سلول وغیرہ چند منافق بڑے مال دار تھے جو رسول کی وجہ سے مسلمانوں کے گردہ کو حقیر
 سمجھتے۔ شاید جنگ اُحد کا مذکور ہو چکی کوئی بولوی ہو اور میں غلطی کرتا ہوں تو صلعم کر دینا کہ
 مسلمانوں اور ان منافقوں میں کچھ تکرار ہو پڑی اور مجھ کو اس وقت ٹھیک یا نہیں کس نے مگر ابی
 یا کعب ان ہی میں سے کسی نے کہا تھا۔ وَلَقَدْ دَجَعْنَا إِلَى الدِّينِ لِيُخَرِّجَ حَقَّ الْاَكْثَرِ مِنْهَا الْاَكْثَلُ
 ذرا دینے لوٹنے دو جو عزت والا یہ وہ دلیل کو بیٹھے سے نکال دے تو سہی۔ اس منافق نے اپنے میں اعز
 کیا اور اقل سے جناب رسول خدا صلعم کی طرف اشارہ کیا تو خدا منافق کا جواب دیتا ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ
 لَنْ يَسْتَعِزَّ كَوْمَشْرَشٍ وَجَمَّتْ عَنْهُ

لَا يَحِلُّ لَكَ الْفَرَسُ وَلَا يَحِلُّ لَكَ الْبَيْتُ وَلَا يَحِلُّ لَكَ الْبَيْتُ وَلَا يَحِلُّ لَكَ الْبَيْتُ
لیکن منافق اس بات کو کیا جانیں۔ وہ تو مالِ حرام کے جمع کر لینے کی کوثری عزت سمجھتے ہیں۔

اگر مسلمان اہلی عزت کو سمجھیں اور سادہ و سبے شکست اور چست و چالاک دنیا دار زندگی بسر کریں تو وہ بہت
سی فضیلتوں سے محروم رہیں گے جو ایک یقینی طریقہ متول کے بڑھانے کا ہے اور جب اُن کا تسمل زیادہ ہوگا تو ممکن
ہو کہ خدا ان کو مصارفِ نیری کی بھی توفیق دے۔ جن میں ایک بستر سے بہتر ایک عمدہ سے عمدہ ایک ضروری سے
ضروری عبد البہی خاں کا مدرسہ بھی حکیم عبد البہی خاں نے جس کام کا ارادہ کیا ہے۔ وہ سلطنتوں کے
یس کا بھی نہیں پھر کس کے بس کا ہے؟ قوم کے۔ اور ہماری قوم ہے کہ اُس کے کان ایسی باتوں سے آشناء
نہیں۔ ہم کہنی ہونے کا کہنی میں فرق نہیں کرتے۔ جیسا خدا سے تعالیٰ نے فرمایا ہوتا تھا لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ
وَلَكِنْ تَعْبُدُونَ الْتَوْبُ فِي الصُّدُورِ قَوْم کی مت کچھ ایسی ماری گئی ہے کہ انھوں نے آگے خواہے جو وہ ہیں
اور نہیں دیکھتے۔ ساری دنیا میں دُعا و راپٹ رہا ہے اور نہیں سنتے غرض پورے مصداق ہیں اس آیت
كَانَ قُلُوبُ لَا يَفْقَهُونَ بِمَا كَانُوا كَانُوا لَا يُفْقَهُونَ بِمَا كَانُوا كَانُوا لَا يُفْقَهُونَ بِمَا كَانُوا
لَا تُفْقَهُونَ بِمَا كَانُوا كَانُوا كَانُوا كَانُوا كَانُوا كَانُوا كَانُوا كَانُوا كَانُوا كَانُوا
کی خبر نہیں۔ اس واسطے کہ عجمیت ہی باقی نہیں۔ قوم نہیں جانتی کہ وہی سب کچھ اور اسی میں سب کچھ ہے۔
وَجَلَّ جَلَلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

دوست نزدیک تر از من بہن است	و من عجب تر کہ من از دے دورم
چہ کہ کنم باکہ تو اں گفت کہ او	در کنت از من و من جہو رم

دلوں میں بات نہ سمجھتی ہی نہیں کہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ کوئی چیز ممکن اور محال نہیں رہی مگر کرے والوں کو نہ ہم
جیسے کاہلوں اور غرضوں کو کہ جس کو دیکھو اپنی ہی ہڈیا کی غیر سنار ہے۔ ح
فکر کہ کس بقدر ہمت اوست

اے ان کے دل ہیں سمجھنے کا کام نہیں دیتے اہان کی انھیں جو کچھ کا کام نہیں دیتیں۔ اومان کے کان ہیں جو سننے کا کام نہیں
دیتے یہ لوگ ایسے ہیں جیسے بالور کہ ان سے بھی زیادہ فکر ہے۔ یہی لوگ عقل ہیں ۳

پانی وہ بھی اس جگہ کی خوشی کرتے والوں میں سے ہیں۔ لیکن اس طالب العلوم کو سمجھنا چاہیے کہ اگر تم مدرسے سے سند فراغ کے کر چکے ہو اور خدا کرے کہ تمیں جلد نکلو دیکھو تم ڈرے کہ میں تم کو بددعا دیتا ہوں؟ نہیں نہیں عا شاؤ کلہ نکلو اور کامیابی کے ساتھ نکلو تاہم اس سے زیادہ سخت مرحلہ تم کو اور پیش آنے والا ہے۔ وہ کیا ان لوگوں کے دلوں میں اعتماد اور اعتبار پیدا کرنا جس کو تم کو یہاں سے نکلنے کی اپنی معلومات طبیہ کا تختہ مشق بناؤ گے سو وہ اعتماد اور اعتبار اس سے تو نہیں پیدا ہو گا کہ تم اپنے نفس سمجھو کہ ہم منزل علم طے کر چکے ہیں اور ہم کو صرف عمل کرنا باقی ہے۔ میں کہتا ہوں اور میری اس نصیحت کو یاد رکھنا یہ نصیحت کسی طبیب کی نہیں ہے۔ ستر ایک زمانہ دیدہ تجربہ کار کی ہے اور تم نے سنا ہو گا پیش طبیب مرعیش تجربہ کار برو کہ تمہاری طالب علمی اُس وقت سے شروع ہوگی جب تم مستقل مطب لے کر بیٹھو گے۔ اُس وقت تک تم میں اور واقعی طبیب میں الباقی فرق رہے گا۔ جیسا کہ ایک شاطر اور جنرل میں شاطر کے پاس بادشاہ اور وزیر اور اسپ و فیل اور پیادے سب فرضی لشکر ہے۔ اور جنرل کے پاس کچھ کچھ کے سپاہی۔ تم خیال کر سکتے ہو کہ شاطر کی ہار جیت کو جنرل کی ہار جیت سے کیا مانندت ہو۔ ہوں سمجھو کہ اب تمہارے سامنے ایک کتابی بیمار ہو مفروض جس کا تم علاج کر رہے ہو اور مطب سے تم کو ایک واقعی بیمار سے کام پڑے گا۔ جس کی تکلیف تم سے دیکھی نہیں جائے گی۔ بیمار اور بیمار دار تم کو چین لینے نہیں دیں گے۔ وہ دقت ہو گا اگلی فوراً کرنے اور طبیعت پر بوجھ دینے اور معلومات مدرسے سے مدد لینے کا تم سمجھ سکتے ہو کہ جس زمانہ میں یونانی طب کی تدوین ہوئی تھی تب سے اب تک کیسے کیسے انقلاب واقع ہوئے ہیں آب و ہوا میں۔ لوگوں کی غذا میں طرز و عادات میں۔ دواؤں کی تاثیرات میں۔ نباتات میں۔ حیوانات میں۔ ہر چیز کے مزاج میں۔ انقلابات کے علاوہ ہزاروں نئی دوائیں قرابادین میں برآمد ہوئی ہیں۔ تشریح کی تحقیقات نے بے مبالغہ بال کی کھال نکال کر رکھ دی اور کیا نے اس قدر ترقی کی کہ اُس کے فائدوں کے آگے کیسے متعارف بے قدر عرض ہو گئی ہے۔ وہ وہ آلات ایجاد ہوئے ہیں کہ ان کے ذریعے سے جو تصرف چاہیں کر سکتے ہیں۔ ارادے کے مطیع خیالات کے متقاد۔ تم کو

طبابت کرنی پڑے گی ان اختلافات اور انقلابات کے لحاظ سے اور وہ کچھ آسان کام نہیں مگر تم سلیقے سے طبابت کرو گے اور تحقیقات اور تجربات کا سلسلہ جاری رکھو گے اور نتیجہ تحقیقات کو اپنے ساتھ قبر میں نہیں لیجاتا چاہو گے تو تم طب کو اس قابل کرو گے کہ وہ کچھ دن سنبھلی رہے اور واقع میں یہی ہوا ہے کہ اس مدرسے کے قائم کرنے کا اور اگر تم وہی پرائی لیکر پڑھتے رہے تو سمجھا جائے گا کہ نہ تو مدرسے کی تعلیم سے مستفید ہوئے اور نہ تم نے مدرسے کا حق ادا کیا آری جسے خدا زمانے کا رنگ دیکھو کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا ہے اور کیا ہوتا چلا جاتا ہے۔ تم نے وہ فن اختیار کیا ہے جو پہلے نہایت مشکل تھا اور اب تمہارے لئے اور زیادہ مشکل ہو گیا ہو طب مفیض فلیض سے اسچ یقینہ کی طرف ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ اب اپنے منہ میں اٹھو کہنے سے کام نہیں چلے گا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ہمیں چلے گا ہمارے سامنے دنیاوی علوم و فنون اور حرفت اور صنعت انگریزی تفتیش و تلاش کے مقابلے میں ح

بہو بیخ پیش آفتاب حموز

ہو گئے۔ کوئی کام باریک سے باریک اور سوٹے سے موٹا اور نازک سے نازک اور مجتہد سے مجتہدا اور مشکل سے مشکل اور آسان سے آسان اہل یورپ کا ایسی کام سے ملا کر دیکھو دونوں میں فرق پائو گے۔ رکاب دار اور جھٹیاری کا کلاؤت اور عطار کی کا حکیم عبد المجید خاں کے نسخے اور میرے نسخے کا رنگ خدا محو سے کہیں ملن کی طرح کسی بندہ خدا کی جان پر ہاتھ ڈالوں، طب کا پڑھ لینا آسان ہے لیکن طب انگریزی کے مقابلے میں سمجھانا اس کو رونق دینا لوگوں کے دلوں سے اس کے اعتبار کو گھٹنے نہ دینا جب کر کے دکھاؤ گے تو حقیقت کھلے گی۔ میرا دل جولوئی کی دیوار کی طرح بیٹھا چلا جاتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ صرف تمہارے کرنے کا کام نہیں۔ تم کرنے پر آمادہ۔ اور قوم مدد دینے پر تیار ہو تب کہیں جا کر کوئی صورت نکلے تو نکلے۔ تو صاحبانِ دلوں میں جیل ہو گا نہ را دھانا ہے گی۔ میں نے اس جلسے کی پوری ادھوری خوشی کرنے والوں کو گونا گونا لوگوں اپنے پیش کیوں فابج رکھوں۔ میں اس کی ضرورت قدر کرتا ہوں اور اسی قدر خوش بھی ہوں کہ یہی طبیبوں کی تعلیم جو محض بے فائدہ سے اس سلسلے میں ادب اب بھی جاری ہے۔ اس مدرسے کے جاری ہونے سے باقاعدہ اور عظیم طور پر ہونے لگی ہو جس کا بیخود رفتہ بہ رفتہ ہو گا

کہ کوئی شخص دعوائے طبابت نہ کر سکے مگر صرف اس بنیاد پر کہ وہ طبیب نہ ہو اس نے اپنے طور پر کتابیں پڑھی ہیں وہ کسی کے طب میں نسخہ نویسی کرتا ہے یا اس نے عطاری کی پیاس کو فقیروں سے مجرب کئے پھونپے ہیں۔ یا کسی طبیب کی بیاض اس کے ہاتھ آگئی ہو۔ دھن کو باقاعدہ اور منظم کر دینا یہ بھی طب یونانی کی تاریخ میں پہلی بات اور حکیم عبدالحمید خاں کی ایجاد ہے جس کے پلے وہ ہمارے اعلیٰ درجے کی مدح اور شکر گزاری اور ملکی امداد کے مستحق ہیں۔ حکیم صاحب نے جو پرانے فیشن کا سکول جاری کر دیا ہے اور پرانے فیشن کے سکول کے سواے میں اس کو کچھ اور کتبہ بھی نہیں سکتا، اس سے یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ جو کچھ کر سکتے تھے کر چکے اگر کالج کے قدر چندہ جمع کرنے کا انتظار کرتے تو جس قدر چندہ اب فراہم ہوا ہے۔ اتنا بھی نہ ہوتا۔ پس یہ واقعی سکول خیالی کالج کے حق میں چربا کر کے ملا کا کام دے رہا ہے۔ لیکن میرے کانوں میں گونج رہے ہیں وہ لفظ جو عبدالحمید خاں نے مدرسے کے جاری کرتے وقت علی روس الاشاد میں جمہور العباد کے لئے کہا تھا کہ یہاں دوا سازی اور تشریح بھی سکھائی جائے گی اور یونانی اور انگریزی اور دیگر طبابتوں سے بقاعدہ غذا صفا

متاع نیک بہرہ دکان کر باشد

افتخار کیا جائے گی۔ سو ابھی تک ان چیزوں کی کہیں تہ نہیں مجھ کو ایسا دکھائی دے رہا ہے کہ ہنوز دلی دور خیالی کالج کو واقعی کر دکھانے کے لیے عرص چاہئیں۔ ابھی تک دوا سازی کی جگہ زمانہ سازی ہو رہی ہے کیا کریں۔ زمانہ بالوفساد تو ہمارا زمانہ بسازہ مردہ دل تو دکھائی بھی دیتے ہیں لیکن تشریح کے لیے کوئی مردہ نظر نہیں آتا۔ خدا جانے کن وقتوں کی ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ رکھا ہو اگر سانسے لایا جائے تو سب سے پہلا شخص جس کی مارے ڈر کے گھمٹی بندھ جائے میں ہوں۔ خدر کے دنوں میں فہیل قلم پر توپیں چڑھانی گئیں نوشا ہزارے جمع ہو کر حضور میں گئے اور عرض کیا کہ اگر توپیں چھوڑی جائیں گی تو خانہ زاد دہل کمر جائیں گے۔ چنانچہ حضور نے ممانعت کر دی۔ یہ ان لوگوں کی بے ادبی تھی جنہوں نے انگریزوں کے مقابلے میں علم لغات بلند کیا تھا تو اگر ڈھانچہ دیکھ کر میری گھمٹی بندھ جائے تو اس میں تعجب کیا ہے۔ لیکن اس سے مجھ کو ڈر کہ موت بھینسا میں اس زمانے کے بہادر دل میں نہیں تو بزدلوں میں بھی نہیں۔ بہادری کا سینڈری گھٹ گیا ہو تو

انگوں میں کیا کرے۔ بہادری ایک صفت اکتسابی ہے۔ آدمی خطرات میں رہے اس کو حملہ اور مدافعت کی ضرورت واقع ہو بہادر ہو سکتا ہے ہم کیا خاک بہادر ہوں گے۔ امن میں پیدا ہوئے۔ امن میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور انشاء اللہ امن میں رہیں گے۔ ساری عمر کبھی ہندوق نہیں چھوڑی تلوار نہیں چلائی حربہ کبھی ہتھیار کھولے دے کو ایک قلم۔ سو بھی نوکری تک کام دیتا تھا۔ اب تو ہفتوں اس کے ہاتھ میں لینے کی بھی نوبت نہیں آتی۔ خبر دانا زانی کو پوچھتے تو یہی آپس کی تو تو میں میں۔ اس بڑھ کر کسی کو دعویٰ ہوتا سنائے آئے اور اپنے کارنامے سنائے۔

تشریح تو جب ہوگی تب ہوگی عبد الحمید خاں اتنا تو کریں کہ ڈھانچ کو ٹھکرا کر باہر تو رکھ دیتے کہ چمکے مدرسوں اور طالب علموں کی وحشت دور ہو۔ عبد الحمید خاں صاحب! جس بہت سی باتیں ناامیدی کی کمی ہیں جو شاید آپ کی دل شکنی کا باعث ہوئی ہوں گی اگرچہ امید نہیں کہ آپ دل کے ایسے بوسے ہوں اور دل کے ایسے بوسے ہوتے تو مکمل کالج کے قائم کرنے کا خیال ہی نہیں آسکتا تھا۔ یہ خیال ہی آپ کے قومی دل ہونے کی دلیل ہے لیکن میں آپ کو اخیر میں ایک خوش خبری دینی چاہتا ہوں۔ چند سے کی نہیں بندے کے پاس ایسی خوش خبری کہاں۔ مگر ایک خوش خبری اور ہے۔ کہ اب سے آٹھ نو برس پہلے کا مذکور ہو میں ان دنوں حیدر آباد میں تھا۔ اور انریل جسٹس سید محمود جی وہیں تھے۔ میں نہیں جانتا کہ سید احمد خاں کیا بیمار پڑے مگر علامت ایسی تھی کہ ان کے فرزند حقیقی سید محمود اور ان کے فرزند ان معسومہ جن کو لوگ بچری کہتے ہیں سخت پریشان ہوئے۔ سید محمود نے باپ پاس جانے کا قصد کیا اصلی حال دریافت کرنے کے لئے ڈاکٹر کو جو ان کا معالج تھا خط لکھا۔ ڈاکٹر نے جواب دیا کہ گردوں کا عمل ضعیف ہو گیا ہے مگر میں تم کو پورا اطمینان دلاتا ہوں کہ تمہارا باپ مرنے والا نہیں کیوں کہ اس کی جان کالج میں ٹکلی ہوئی ہے۔ جس میں ابھی بہت کچھ کرنے کو باقی ہے۔ عبد الحمید خاں صاحب! آپ کبھی اپنے کالج کی دھن دہی ہی ہو۔ میری سید احمد خاں کو اپنے کالج کی تمی اور ہے۔ اور بے دہی دھن کے کالج ہوتا ہوتا نہیں تو آپ کو اپنی عمر کا بڑھا لینا مبارک اور آپ کو اپنے حرد سے طبیہ کی کون سی سالگرہ بھی مبارک۔ میں پکڑ دینے سے کچھ طول نہیں ہوتا نہ پکڑ دینا میرے لئے کچھ ایسی بڑی رحمت کی بات ہے رحمت کی بات تو اس صوفی میں کہ میں سوچتا

بناؤں لکھوں مٹاؤں اور میں آتا ہوں اور جو کچھ میرے دل میں چوتھا ہو کھڑکھڑاتا ہوں۔ اس کی پڑائیں کرتا کہ لوگ میرے لکھی حرف کیا خیال رکھتے ہیں۔ کیوں کہ لکچر دنیا میرا پیشہ نہیں۔ لکچر سے مجھ کو کوئی کمائی مقصود نہیں۔ قوتِ بیانیہ سے کتنا مقصود ہو تو وہ غفلتوں، تفسیر لکھوں۔ یہی شہرت اس کی مجھ کو ضرورت نہیں اور خواہش بھی نہیں۔ یہ میری رائے ضرور ہے کہ مدرسہ طب کے لئے کوئی پروفیشن لکچر دینا چاہیے جو مدرسہ کی کارروائی اور طریقہ و درس اور امتحان میں نکتہ چینی کر سکے۔ میں صرف پچھنی پچھری باتیں بنانی جانتا ہوں وہ بھی عام طور کی۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ اور اب بھی کتابوں کے مجھ کو فنِ طب سے منس نہیں اور مشابہت بھی نہیں اور اس کی شاہد ہے۔ اس عمر میں میری تندرستی۔ اگر میں طب کی کسی طرح چھو بھی گیا ہوتا تو روگی ہوتا۔ اگر خارج سے کوئی پروفیشن لکچر اب ہم نہیں چھو پتا تو کیوں نہیں مدرسے کے معلمین یا استفسار میں سے کسی کو لکچر دینے کے لئے طیار کیا جاتا۔ مجھ میں خیالات کی کمی ہے۔ اور اس میں شاید گویائی کی۔ سو بھی بالفعل۔ وہ اپنی کمی کو بخوشی شش سے پورا کر سکے گا۔ میں بوڑھا طوطا کوئی نئی بات نہیں سیکھ سکتا۔ کبھی کبھی کچھ صلاحیں سوچتی ہیں تو میں پروفیشن میں نہ ہونے کی وجہ سے اُن کو پیش کرتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ مثلاً امتحان کا جو طریقہ تحریری و تقریری جاری ہو مجھ کو اس پر اعتراض ہونے کا کوئی منصب نہیں جب مولوی لطیف اللہ صاحب نے جنرل اعظم الدین خاں کی موجودگی میں امتحان لیا میں اُس جلسے میں حاضر تھا۔ لیکن میں نے دم نہ مارا تاہم دل میں کتنا تھا کہ محقق صاحبِ علم سہی تحقیق سہی۔ فرید العصری و جید العصری لیکن مولویت کو مہابت سے کیا مناسبت۔ سائنسی علم دریاؤں میں نے دیکھا کہ جس طالب العلم نے کتاب کی عبارت بمرعات قواعد صرف و نحو درست پڑھی معنی ٹھیک کئے۔ مطلب سمجھا دیا معنی صاحب نے اُس کی تحسین کی یعنی وہ امتحان میں پاس ہوا کیا چونکہ اُس وقت دو چار سطریں میں بھی طرہ کر سنا دیتا۔ سند مہابت مل جاتی۔ مگر وہ سند لنگھتا بنا سہ جانے کے سوا اور کس کام کی تھی۔ امتحان کی نسبت میں خیال کرتا ہوں کہ شاید یہ بہتر ہو گا کہ ہر ایک طالب العلم کو اُس کی معلومات اور لیاقت کے مطابق ایک ہی اصلاح کو دیا جائے اور اُس کے علاج کی نگرانی کی جائے۔ لیکن اگر اس طور پر چلتا

لینے کی رائے قرار پائے اور خدا نخواستہ میں بیمار ہوں تو جب تک دوسرا لکچر نہ تجویز کرو مجھ کو ان اناری
نیم حکموں کے حوالے نہ کیجھنا۔ اور ہاں دوسرے لکچر کے تجویز کرنے میں اتنا ضرور خیال رکھنا کہ مولوی
حشمت الدیسی ہی ہلاکی آمد نہ رکھتا ہو کہ سننے سننے کان بھی بہرے ہو جائیں۔



(دسواں لکچر) لکچر جو محمد بن ایوب کیشنل کانفرنس کے چھٹے اجلاس

منعقدہ ۲۰۰۶-۲۰۰۷-۲۰۰۸-۲۰۰۹-۲۰۱۰-۲۰۱۱ء دسمبر ۱۸۹۱ء میں بمقام علی گڑھ دیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لکچر اسے کھڑے ہوتے ہی عربی کا یہ شعر پڑھا

أَيُّهَا أَهْلُ لُغَتِي لَا تَسْكُرُونِي	مَعْنَى أَصْعَبُ الْعَمَلِ تَعْرِفُونِي
--	---

اور سردی کی وجہ سے جو گویند لپیٹ رکھا تھا کھول کر کہنا شروع کیا کہ۔

اس سال کانفرنس کا کچھ اور ہی رنگ نظر آتا ہے۔ میں اس کو داہنی آنکھ سے دیکھتا ہوں یعنی ایچ
آف محمد زرم یعنی نمونہ اسلام دکھائی دیتا ہے اور بائیں آنکھ سے دیکھتا ہوں تو منی ایچ آف ہندوازم یعنی
نمونہ مذہب ہندو سوجھ پڑتا ہے۔ اور منی ایچ آف محمد زرم جو اس لیے کہ عبروں کی اکثر کسبیاں خالی ہیں۔
جیسے مسلمانوں کی مسجدیں۔ اور وہ منی ایچ آف ہندوازم جو اس واسطے کہ اتنے بندے نہیں جتنے خدا
ہیں۔ یعنی اتنے سننے والے نہیں جتنے اسپیکرز گفتگو کرنے والے ہیں۔

۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

میں پھر سے پہلے تبرکات اپنی نظم چھپایا کرتا ہوں اگرچہ: "نظم نودی شمس" اور نام رملو طوسی ہوتی ہو اس سبب
 کہ میں کچھ شاعر تو ہوں نہیں مگر نظم سے طبیعت میں جولانی اور گویائی میں روانی آجاتی ہے۔ علاوہ بریں
 جس طرح یحییٰ بن ہریر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے منادی کرتے تھے کہ میرے بعد مجھ سے ایک بہت بڑا پیغمبر
 آنے والا ہے۔ اسی طرح نظم پڑھنے سے میں منادی کرتا ہوں کہ میرے بعد مولوی الطاف حسین حالی
 اپنی نظم پڑھیں گے اور میں اپنی پسنداریں ان کی نظم کی رونق کا باعث ہوتا ہوں۔ ع
 وَبَعْدَ مَا تَسْتَبِيقُ الْاَكَاْشِيَاْ

وہ نظم یہ ہے۔

<p>جمع تعلیم کا گو یہ چھٹا اجلاس منزل مقصود تک اپنی رسائی ہو چکی لالہ بھائی کوئی ڈپٹی ہوں کوئی صدر اتھانوں میں میں انگریزی کے جتنے کامیاب شاذاگر کوئی مسلمان ہو تو اس کا کیا حساب کیا جن کا حکم رکھے گا وہ میدانِ فراخ اگر کسی کو چومسلمانوں سے امید فلاح جب تک مذہب ہے ہر اک بات میں کنڈیل جب تک ان پر سلطہ ہو ملائے ہم درواہ جب تک جو حاکمان وقت سے ان کو گریز جب تک اسلاف پر ہوں ان کو اپنے فوجدار جب تک نفرتی فتہائی ہے ہر اک کا شمار زید کو پروا سے درد و محنت خالد نہیں</p>	<p>ہم مسلمان اور وہی نجات ہی خلاص ہو یاں تو پہلے ہی قدم پر پاؤں میں ٹاس ہو ان کو کیا جن کے مقدر میں کبھی چیر اس ہو یا کوئی پرشاد ہو یا چند ہی یاد اس ہو جوں ہالہ میں کیس اک ریزہ الماس ہو جس میں ک غنچہ ہو باقی گھاس کٹا گھاس ہو ہم بچارے کہتے ہیں ہم کو تو گئی یاس ہو جب تک اسلام یہ ہو جو کہ عند الناس ہو جب تک ان پر کو تو رہم اور دوس ہو تو یا یہ ہندو ہیں انگریزی گٹو کا ماس ہو جب تک ان کے دماغوں میں بھر اشتاس ہو جب تک ہر اک کو اپنی ہی غرض کا پاس ہو اور زہ خالد کو کسی کے رنج کا احساس ہو</p>
---	---

لے چیزوں کا حال مقابلے سے ظاہر ہوتا ہے ۱۰ ملے خود غرضی سے مراد ہے۔

جب تلک یہ لوگ ہیں خفت العظم متفقہ
جب تلک یہ ہیں بزرگوں کی لکڑیوں کے فقیر
متران پر ہو گئے جھپٹتے تھے سب بفضل و کمال
ان سے بڑھ کر کیا کوئی سچے گا کس کو تنی مقل ؟
جب تلک لوگوں میں اغراض ایسے مختلف
نام کو ایک قوم ہیں جس سے کہ یہ منہوم ہو
ایک محمود ایک پنیہو اور اک ہی قرائن
پر نگاہ غور سے دیکھو تو کل افسردہ میں
بھائیوں کا گوشت تھوڑا سا لڑکھو کہ جو کہ
جب تلک العظم یہ حالت مسلمانوں کی جو
کار سازی کو تری اسباب کی حاجت نہیں
ہم وہی ہیں اردو ہی حالت وہی ہیں ہمار
وہ جو بیماری تھی اب بھی ہر خفت نہیں
ہاں مگر نچ جائے تیرے فضل سے تو کیا عجب

یعنی جو بنا ہو سب مکتوبہ القریاس ہو
 اَنْ كَا فَمَا تَكْلِي الْعَيْنَيْنِ قَوْفَ الرَّاسِ
 ان کے آگے بولنا ہدیاں ہو بکواس ہو
 وہ جو کھنگورے وہی اصل قریاس ہو
 یہ اگر پنجاب ہو تو دوسرا مدراس ہو
 ایک گردہ صاحبِ قنات شدید الباس ہو
 سورہُ الحمد سے ماسورہُ السناس ہو
 وحشت و نفرت بجائے حُبِ آہنیاس ہو
 خونِ کالوگوں میں تڑپا ہو کس کو پیاس ہو
 بس خلا ہی سے ہو ان کی آس گرچہ آس ہو
 وہ جو ہم سے دور ہو قدر سے تیرے پاس ہو
 آتشِ طہی ہو دی اگلا ہرانا کاس ہو
 یہ مریضِ جاں طلب مہمانِ خیر انقاس ہو
 یہ دوا ایسے مریضوں کو سدا سے راس ہو

جو مسلمان قومی تعلیم میں انٹر ٹرنٹ لیتے ہیں جیسا لینے کا حق ہر گروہ اتنے کم ہیں کہ انھیں تو انھیں کے پوروں پر گئے جاسکتے ہیں۔ آج کل اُن میں اس بے مانند کامیابی کا بہت چرچا ہے جو سترہ کوئید آباد ٹرنٹ میں حاصل ہوئی۔ قبل اس کے کہ گئے بھون میں جتنا دیا جاتا ہوں کہ یہ چند الفاظ جو میرے موند سے نکلے نمونہ ہیں اس طرز گفتگو کا جسے میں نے ایسے آڈیشن کو خطاب کرنے کے لئے جیسا میرے سامنے اور گروہ اگر موجود ہوتا کیا ہو۔ کیا مجھ کو اردو میں اداسے مطلب کہ انہیں آتا۔ یا خدا نخواستہ میں

۱۷ اشارہ دے کر جفت الفلہ عیاں ہو گئیں کہ اگر کسی طرف یسویٰ کو چمک رہے ہیں وہاں ہی اسے قلم تدریس کو چھوڑ کر ۱۸ لے کر بستر پر بیٹھ کر تلمذ دل جیسی ظاہر کر کے ہیں ۱۹ کچھ عیدنا ہوا کے ساتھ فقرہ ۲۰ کا صاف صاف ۱۷۔

انگریزوں کی ولایت جا کر ایسا مہموت ہو آیا یہوں کچھ کو اپنی ملکی زبان بھول گئی یا مجھ کو انگریزیت نے چرایا ہے۔ حاشا ان میں سے کوئی بات نہیں بلکہ میں نے اس طرز کو عمدہ اور ادا اس وجہ سے اختیار کیا ہے کہ آؤنیس میں انگریزی داں یا انگریزی وضع کے لوگ بکثرت ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ ان کے کانوں کو انگریزی الفاظ بھلے معلوم ہوتے ہیں سمجھیں یا نہ سمجھیں کہیں یا نہ کہیں یہ طرز میرے لیے جدید نہیں بلکہ میں نے پہلے بھی اسی طرز میں لکھ دینے ہیں اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ بعض لوگ اس طرز پر ہنستے ہیں ع بریں عقل و دانش بیاہر گریست

جن صاحب کی رعایت مجھ تک پہنچی ہو ان کا طرز زندگی تو اس طرح کا ہے کہ اگر وہ خود موجود نہ ہوں تو کسی طرح گھر اور گھر کے فریضے سے ظاہر نہ ہو کہ اس میں کوئی نیکو بھلا آدمی رہتا ہے۔ میں نے جو اپنے لکچر پر ان کا اعتراض سنا تو بے اختیار مجھ کو کسی کا عربی شعر یاد آیا ہے

وَيَجِبُ أَنْ أَهْجَرَ فِي عَيْنِ الْقَدَرِ

فَلَيْتَ أَهْجَرَ عَيْنَكَ الْجَدِّحَ مَعْرِضًا

بات یہ ہے کہ میری زبان اردو ہے اور میں اردو ہی بولتا ہوں مگر اس میں یا تو عربی الفاظ ہوتے ہیں اس واسطے کہ میں مسلمان ہوں اور چاہتا ہوں کہ سب میری طرح کے مسلمان ہوں اور کم سے کم اتنی عربی جانیں معنی مجھ کو آتی ہو۔ یا میرے بولنے میں انگریزی الفاظ ہوتے ہیں اس لیے کہ گو سرکار انگریزی کا نمک خوار نہیں کسی خصوصیت کا امیدوار نہیں تقرب و کام کا خواستگار نہیں ہے

نے خواجہ رعیت نہ غلام شہر یارم

نہ بر اشتہرے سوارم نہ چو شہر یارم

مجھ کو کیا کہ امپرس و کٹوریہ کا رضامند خوش دل اور شکر گزار رعیت ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ سب مسلمان میری طرح کی رعیت ہوں اور کم سے کم اتنی انگریزی جانیں معنی مجھ کو آتی ہو۔ یوں تو میری انگریزی لغت بڑھتی کچھ بھی نہیں اور کچھ ہوتی تو کہاں سے ہوتی۔ جن دنوں طالب علمی کا اتفاق ہوا۔ آج کل کا سا زمانہ فقہ کہ درو دیار سے انگریزی کی تائید ہر زمین و آسمان سے انگریزی کا تقاضا ہو دنیا نے جان کھا لی ہے کہ

لے اسباب فائدہ داری ۱۲ ہندوستانی ۱۲ مجھ کو تیری آنکھ میں شہر یارم اور کھائی دے رہا ہے ۱۲ لکھ ادو میری آنکھ میں لگا رہا ہے ۱۲ مجھ کو تعجب کرتا ہے ۱۲۔

میری طلب ہے تو انگریزی پڑھو دین انھیں دکھا رہا ہے کچھ کو سمجھانا چاہتے ہو تو انگریزی پڑھو۔ وہ تو ایسے وقت تھے کہ خود سید احمد خاں سے بھی پوچھا جاتا تو انگریزی پڑھنے کو کفر نہ بتاتے تو اس گناہ کی وہ ہونے کے نبویہ ضرور مہر کر دیتے کالج میں یوں انگریزی پڑھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ کالج کے مقرر پورے ہونے نہیں پاسے تھے کہ نوکری کی سوچی اور سوچی کیا حاجت نے مجبور کیا۔ باسے اس وقت تک نوکری میں انگریزی کی قید نہ تھی ورنہ آج یہاں لکچر دینے کے عوض کالج کی مسجد میں نہیں بلکہ مسلمانوں کی کسی اور مسجد میں مجھ کو وظا کرتے ہوئے دیکھتے اور دیکھتے نہیں تو سنئے رشید کے عذر کے بعد ایجوکیشنل لائن میں الہ آباد کا ڈپٹی انسپکٹر تھا کہ میں نے از خود انگریزی کا شوق کیا۔ ورنہ کی نوکری آج یہاں کل وہاں۔ ہر روز نیا دانہ نیا پانی ۵

اَللّٰہُ عَیْنِیْ جَنِّیْ اِذَا کُنْتُ مَیْتٌ ۝ اَللّٰہُ حَلِّ وَبَیْنَ وَشَاقِّ رَحْمَتِیْ ۝

میں نے انگریزی کرنے کا قصد نہیں۔ سرکاری کام کی وجہ سے وقت پر اپنا اختیار نہیں۔ کوئی دوسرا ہونا تو کبھی اس درد کو اپنے پیچھے نہ لگاتا۔ مگر میں کچھ نہ کچھ لکھنے ہی گیا۔ اور اب بھی کچھ نہ کچھ لکھا ہی کرتا ہوں زیادہ نہیں ہو سکتا تو بالآخر انگریزی اختیار پر تیار ہوں۔ غرض میں نے انگریزی تو لونی بھوٹی کر لی۔ مگر اب اس کے انگریزی میں کارروائی کرنے کا موقع نہ ملا میں اس کو اچھے ذہن کر سکا۔ انگریزی کے اچھے ذہن کرنے کا ایک طریقہ اور تھا۔ انگلش لائف یا انگلش وائف سوائے اس کے لئے خدا نے مجھ کو پیدا نہیں کیا نہ مزاج شیخی باز نہ صورت اچھی نہیں اپنی انگریزی کو حَقِّہُ النَّفْسِ مستخرج کیا ورنہ اس نعمت پر میں بی لے والوں کے ساتھ پالا لینے کو موجود ہوں مگر بی اتنے بھی مسلمان بی اتنے کیوں کہ معلوم ہو کہ انہوں نے تنظیم کُنش نہ لی ہوگی اور بندہ بھی ہمارا ہو تو ہمیں ہمارا ہی۔ انگریزی پڑھنے سے ایک گرو تو معلوم ہوا کہ آدمی ایک زبان کو سیکھنے سے حاصل کرے تو دوسری زبان کے سیکھنے میں اس کو بڑی سہولت ہوتی ہو اور میرا خیال یہ ہے کہ لنگوا رٹسٹ ہونا کچھ بات نہیں بلکہ انگریزی گرامر کی مصلحتات تک معلوم نہیں مگر میں نے عربی کسی زبان میں اچھی طرح

۱۵ حدیث علی ۱۵ میری زندگی بھی کیاتہ گی جو جب میرا حال ہو ۱۵ کہ تمام آدمیوں میں بھلا رہتا ہوں ۱۵ اسناد کے نوکر کے ۱۵ ۱۵ ترکی ۱۵ ۱۵ انگریزی زندگی ۱۵ انگریزی ہو ۱۵ ۱۵ بطور خاص ۱۵ کس نفس ۱۵ ۱۵ ریاضی ۱۵ ۱۵ زبان دان ۱۵

پڑھی تھی اب تو ایسا دھول ہو گیا ہر کہ مولوی شبلی ایک میٹھ پوچھ بیٹھیں تو انہیں جھانکنی پڑیں۔ مگر زمان طالب علمی میں ایک ایک لغت ادھ ایک ایک محاورے کے نیچے کئی کئی سندیں زبان کی نوک پر تھیں

آگ تھے ابتدا سے عشق میں ہم | ہو گئے حنا کا استہا ہو چھہ

تو گو مجھ کو انگلش گرامر کی ٹیکنیکل طریقہ تک معلوم نہیں مگر میں نے عربی پر قیاس کر کے اپنے ذہن میں انگریزی کی گرامر بنا رکھی ہو اور وہ مجھ کو کام دیتی ہو یہ کیفیت انگریزی جانتا ہوں تو چار دنا چار اُس کے الفاظ زبان پر آہی جاتے ہیں۔ دہلی کے متاخرین شاعروں میں اسد اللہ خاں غالب سب میں سر برآوردہ تھے اپنا پناہ مذاق ہی تو ہو۔ میں ان ہی دو شاعروں کا مستفد ہوں۔ مستفدین میں مرزا رفیع السودا اور تاجزین میں اسد اللہ خاں غالب کا۔ غالب کے مضامین انوکھے اور خیالات بلند ہوتے تھے۔ بندش مضبوط مگر شوخی کے ساتھ ان میں اگر عیب تھا تو یہ کہ مشکل گو تھے۔ میں نے عیب کو اُس معنی میں استعمال کیا جیسا کہ علم بیان کی کتابوں میں ہو۔ شعر

وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُبُوذُهُمْ | بِهِنَّ فَلَوْلَ مِنْ قَرَارِ الْكِتَابِ

چنانچہ غالب اپنی مشکل گوئی کے عند میں خود فرماتے ہیں قطعہ

مشکل ہو رہا بس کلام میرا سے دل | سُن سُن کے اُسے سخنوارانِ کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش | گو یہ مشکل دگر نہ گویم مشکل

لیکن اس عیب پر بھی وہ فارسی اور اردو دونوں کے استاد مستند مانے جاتے ہیں۔ باستحقاق میں اُن کی ایک غزل کے چند اشعار نمونے کے طور پر پڑھتا ہوں۔

شمارِ سجدہ مرغوب بت مشکل پسند آیا | کہ اندازِ بیک کف بردنِ صدل پسند آیا
ہوائے سیرِ گل آئینہ بے ہمہری قاتل | تماشا ہے بخونِ غلطیدلِ لعل پسند آیا
جراحتِ تحفہ الماسِ ارضانِ ارجح جگہ پتہ | مبارکباد اسدِ غمخوارِ جانِ درد مند آیا

میں نے طبیعت پر زور دے کر ان اشعار کا مطلب ایک بار کجہ لیا تھا اور اب بھی طبیعت پر زور دیتی

لے اُن میں سوائے اس کے کوئی عیب نہیں کہ اشعار کے مارنے سے اُن کی تلواریں بھر گئیں۔

سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن اس وقت تو میں نے بے سمجھے ہی پڑھ دیتے ہیں۔ ان اشعار میں اگر آیا کی جگہ آمد ہو تو عبارت بتوالی اضافت پنج رقمے کی عبارت سے ملی جلی معلوم ہوگی۔ اگر یہ ایسے بڑے مستند استاد کی اُردو جو تو میر اکلام صرف چند انگریزی الفاظ کے آجانے سے کیوں اُردو نہ ہو۔ اسد اللہ خاں غالب کے دیوان ریختہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو نظم میں ایک طرز جدید کا رواج دینا منظور تھا۔ مگر چوں کہ کورس آف ٹائٹم اس کے خلاف پرتھار واج دینا تو درکنار آخر آخر میں خود غالب کو اسے چھوڑ دینا پڑا۔ اب ایک طرز ہمارے حالی صاحب نے اختیار کیا ہے اور وہ قبول ہوگئی اس واسطے کہ وہ زمانے کے رنگ کے مطابق تھی۔ اُس کی مقبولیت اس درجہ کی تو ہے کہ نہیں کہ حالی کے اشعار نظم کی غزلوں کی طرح ہر ایک گانے والے کے موند میں ہوں مگر پھر یہی مسلمان تو شاید ہی کوئی ایسا ہوگا۔ بس کو مستدس حالی کے دو چار بند یاد رہیں۔ میں مسلمان ہوں مگر محمد شہیدِ نچری نہیں تاہم آزادی راسے کی کچلیوں ہی سی ہوا لگ گئی جو

يَعْتَمِدُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ مَجْهُو كَيْفِي بِنْدِ نَيْسِ لَوْ شَرَّ يَادِ هِيں۔ میں کسی طرز کی ایجاد کا دعویٰ نہیں کرتا مگر آج کون دن ہو دو شنبہ اور دسمبر ۱۸۹۱ء کی ۲۰ تاریخ۔ یہ کون مقام ہے؟ علی گڑھ کا کالج کا اسٹریچ ہال۔ یہ کیسا مجمع ہے؟ ایجوکیشنل کانفرنس۔ انگریزی الفاظ اُس کرجس کے جی میں آئے کان کھڑے کرے۔ میری آج اور اس مجھ کی شہین گوئی کو لکھ لکھنا کہ ایک دن آنے والا ہے کہ جس طرح پارسى نائیمختہ بتازی بلکہ ریختہ نائیمختہ بتازی کا لکھنا نہایت دشوار ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ پیور اُردو کا بے انگشت

ایمنٹ کے بولنا مستعد ہو جائے گا۔ اور اگرچہ انگریزی کا اتنا رواج دیر طلب ہے مگر جیسی اُردو سے میں نے لکھ دینا شروع کیا جو۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر ہم ایسی دینی ترقی بھی کرتے رہتے جیسی اب تک کی ہے تو خدا نے چاہا بچائے۔ بس کے اندر اندر ہم میں کے روادار لوگ ایسی اُردو دیکھنے لگیں گے اُردو میں جو ہندوستان کی زبان ہے۔ انگریزی الفاظ کو جہنی سمجھنے کا کیا موقع اور محل ہے جبکہ قسطِ خطیبہ کے ہوتے اور طہران کے آخر کا یہ حال ہے کہ جو شخص انگلش یا فرینچ نہیں جانتا کہ یہ دونوں زبانیں ایک ہی تھیلی کے پٹے پٹے ہیں وہ بن اخباروں کا ایک شکل نہیں سمجھ سکتا۔ یہ سلطنت کے ضروری اور قدرتی لوازم ہیں

اور اگر سارا جہان بھی تنق ہو کر ان کو روکنا چاہے تو رک نہیں سکتے ہوئے ہیں اور ہو کر رہیں گے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو پہلے سے اس انجام کے لیے طیارہ ہوئے اور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جیسے پارسی ایٹل نیشن اور اکثر ہندو۔ اور بد قسمت بد عقل بد حال بد مال ہیں ہم مسلمان جنہوں نے شروع میں مدتوں خلکی ڈگری کو جاری نہ ہونے دیا اور مجبور ہوئے تو اب بھی اُس کی تعلیم میں حیلے حوالے بلکہ اڑنگے لگانے سے باز نہیں آتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انگریزی تعلیم کا رستہ پہلے سے دراصل ہوا چلا ہی وہ اگلی سی مزا میں باقی نہیں کہ آدمی انگریزی اسکول میں داخل ہوا اور علماء دین اور فقہاء شریعت میں نے مسلمانوں کی فہرست سے اُس کا نام خارج کیا۔ لیکن جبکہ ہم کو ایک منزل دور دراز ملے کرنی ہو۔ اور صبح کے ٹھنڈے وقت میں ہم پڑے ایٹل کیے ہیں اور سب کے بعد گھر سے نکلے ہیں تو کیا کپڑے کی چال چلنے سے ہم ان مسافروں کو جا پکڑیں گے جو کچھ رات رے سے چل کھڑے ہوئے۔ یا سفر کے محدود وقت میں منزل مقصود پر جا نہیں گے۔ ایسی توقع کرنا اُس سے بھی زیادہ مکروہ غلطی ہو جو ہم نے آغاز سفر میں کی تھی۔

جَهَنَّمَ النَّفُّوسُ وَلَقَدْ آدَوْنَهُ كَاذِبًا
وَجَاقَ الْجَدَّ مَنْ قَاسَى وَمَنْ صَبَّرَا
لَنْ تَبْلُغَ الْجَدَّ حَتَّى تَلْعَقَ الصَّبْرَا

كَذَّبْتَ لِلْجِدِّ وَالسَّاعُونَ قَدْ بَلَغُوا
فَكَابَرُوا الْجَدَّ حَتَّى مَلَّ أَكْثَرُهُمْ
لَا تَحْسِبِ الْجَدَّ تَمَرًا أَنْتَ أَكَلْتَهُ

اشعار عربی پڑھتا ہوں مگر بھی کو لطف نہیں آتا۔ سلطنت کیا گئی ساری چیزیں بے مزہ ہو گئیں یہاں تک کہ زبان عربی میں نہیں سمجھتا کہ لوگوں کو انگریزی تعلیم کے فائدہ کے بتانے اور سمجھانے کی ضرورت باقی ہو۔ جن کو خدا نے سمجھ دی ہو وہ اس کو مان سکتے ہیں اَلْاِسْتِغْنَاءُ عَنْهُمْ لَكِنِ الْاِرْشَادُ وَرَدَّ اِهْلًا
۱۳ قوم کی قوم ۱۳ قومی ۱۳ قومی برگی حاصل کرنے کے لیے ریختا ہوا اور جوش کرے والے ہیں وہ جان توڑ محنت کر رہے ہیں اور برگی حاصل کرنے کے لیے کمر بستہ ہیں۔ ۱۴ تو انھوں نے برگی کے لیے گاؤں وری کی اور اکثر مال ہوا اور جس نے مصیبت اٹھائی اور میرا کیا اُس نے برگی کو پالیا ۱۵ بزرگی مجھ نہیں ہو کہ توڑی اور کھالی ایلو سے تلخی کو دیکھو تو بزرگی پاؤ ۱۶ اُن کے دل اس کا تھیں کچلے ہیں۔

تو وہی سرسید کی حیدرآباد کے ٹرپٹ کی کامیابی جس سے جس کچھ خروغ کیا اس سے بڑھ کر کاؤنٹنٹ
 بہت فائدہ کیا ہو سکتا ہو۔ وہ کامیابی حصر عیاسی اس پر کہ حضور پر نور نظام نے بی چاہتا ہو کہ دعائے خداوندی
 دلوں اور زبان پر بھی یہی دعا چڑھی ہوئی ہو۔ مگر غلو تو صرف خدا ہی کی ذات کو ہو۔ اور اس طرح کی دعا
 کی شرع میں ممانعت بھی ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ خداؤں کی عمر کو بہت دراز اور ان کے ملک کو آباد اور نظم
 اور ان کی رعیت کو آسودہ اور ان کے خزانے کو سمور اور ان کے ملک واری کے نتائج کو ایسے عمدہ اور
 نمایاں کرے کہ حیدرآباد کی ہسٹری میں سونے کے حروف سے لکھے جائیں۔ غرض حضور پر نور نظام نے
 انگریزی تعلیم پائی اور حق قدرہ اس کی قدر کی۔ اگرچہ شکر گزاری سے کسی پیرائے میں ہو ایسے احسان
 سترگ کا معاوضہ مشکل ہو۔ لیکن *مَلَايِدْ دَاكْ كَلَايِدْ دَاكْ كَلَايِدْ دَاكْ* شکر گزاری کا ایک ہی پلچہ میری
 سمجھ میں آتا ہو کہ اگر سارے ہندوستان میں نہ ہو سکے تو کم سے کم یہ کہ اس کالج میں سجدہ اور سجدہ جو تو
 نماز بھی ضرور ہوتی ہوگی اور خدا بھی کو یقین ہو کہ مسلمانوں کی سی نماز ہوتی ہوگی اگرچہ جی ہوتا ہو تو نماز
 جمعہ کے ساتھ جو خطبہ پڑھا جاتا ہو اس میں حضور نظام کے لئے وہی دعا کی جائے جو میں نے ابھی
 کی۔ مجھ کو جب پہلے پہل گورنمنٹ حیدرآباد کے عطیہ شاہانہ کی خبر معلوم ہوئی۔ کیوں کر کوں کہ خوش
 نہیں ہوا۔ جس مسلمان نے جو اس کالج کی ضرورت کو تسلیم کرنا ہو۔ اور اتنی ہی بات سے ہمارے ملک
 کے کچھ مسلمان اس کو زبردستی سید احمد خاں کے چیلوں میں شمار کر لیتے ہیں۔ غرض جس مسلمان نے
 گورنمنٹ حیدرآباد کے عطیے کی خبر سنی ہوگی ضرور خوش ہو اور ہو گا اور مجھ کو تو اس کے علاوہ ایک
 خصوصیت بھی ہو کہ اس سرکار عالی کا وظیفہ خوار ہوں۔ لیکن میں اس خیال کو بھی مخفی نہیں رکھ
 سکتا کہ جس وقت میں ڈیپوٹیشن کی روانگی کی خبر سنی۔ مجھ کو افسوس ہوا اور میں نے دل میں کہا کہ
 بیشک وہ سرکار اپنی سرکاری اور فیاضی سے ڈیپوٹیشن کو محروم تو نہیں آنے دے گی۔ مگر حیدرآباد
 کے لوگ ہمارے نسبت کیا خیال کریں گے۔ ہم ان کے مقابلے میں بے مقدار ضرور ہیں۔ لیکن ایسے

۱۷ ستمبر ۱۸۷۵ء ثبوت تعلیم ۱۷ مارچ ۱۸۷۵ء مسلم سی پیر کا حاصل کرنا مکن نہ ہو تو اس سے باطل دست بردار رہا جس کا

گزرے بھی نہیں کہ سب کے دل سے آمادہ ہوں تو ایک قومی کالج کو بھی نہ چلا سکیں۔ مگر ہونے والی باتوں کو کون روک سکتا ہو؟ ڈیپوٹیشن گیا اور جیسا کہ خیال تھا الٹا پھندا واپس آیا۔ گورنمنٹ نفاذ کی داد و دہش سے اور ہماری نفیحت اور رسوائی سے۔ لیکن بس غنیمت ہو کہ ڈیپوٹیشن نے بھیک بھی مانگی تو اپنی ہی قوم سے مانگی۔ میں جانتا ہوں اور اگرچہ کالج کا ڈیوٹنگ پیٹ ٹرشی ہوں تو کیا اتنا بھی نہ جان لوں گا کہ کالج شروع سے دوسری قوموں کی امداد کا شرمندہ احسان ہوا اور کالج کیا شرمندہ احسان ہو جو سب مسلمان شرمندہ احسان میں کیوں کہ اگرچہ کالج کے دروازے کسی قوم پر بند نہیں مگر کھلا تاؤ جو مسلمانوں کا قومی کالج۔ ہم ہرگز نہ جھینپتے اگر ایسی مثالیں دکھا سکے کہ ہم میں سے کسی نے ہندوؤں کے سنکرت کالج یا عیسائیوں کے مشن کالج میں مدد دی ہو۔ لیکن ہم کیا دوسری قوموں کی مدد کر سکیں گے۔ جب کہ اپنی ہی چھپر بچوس نہیں ڈال سکتے۔ خیر گزشتہ راصلوات۔ اے مسلمانوں جو جو ہو ہو اور سنتے ہو اور اے مسلمانوں جو پیشی مٹی و مسجید نہیں ہوا اور بواسطہ یا بواسطہ ان تک پہنچنے اب بھی غیرت اور حمیت کو کام میں لاؤ۔ اور اُس دن کو مت آنے دو کہ یہ گدا پیشہ اور بوڑھا ستید ہمارے اور ہمارے بچوں کے لئے غیروں کے آگے جا کر ہاتھ پھیلائے ۵

رفیقن بیاسے مردی ہمسایہ در بہشت

حقاکہ با عقوبت دو زخ برابر بہشت

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان خود یا کسی کے کہنے سے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی تحریک دل میں پیدا ہوتی ہے اور چوں کہ شیطان کے بہکانے کے ہزاروں رستے ہیں یہاں تو سید احمد خاں بھی موجود شیطان کے ضرور قاتل ہوں گے۔ غرض شیطان کے بہکانے کے ہزاروں رستے ہیں خاص کر ایسے موقع پر خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مقدار کو کم سمجھ کر لوگ دوں ہتی پر معمول کریں اس سے بہتر ہے کہ جتنی سادہ جاؤ۔ اگر ایسا وسوسہ کسی کے دل میں آیا ہو اور میں خیال کرتا ہوں ضرور آیا ہو گا تو لا حول پڑھ کر اُس کو دفع کرو۔ جو چیز خدا کی راہ میں دیجاتی ہے وہ شاید کسی جتنی باز دنیا دار کی نظر میں حقیر ہو بھی لیکن اگر خدا کے یہاں مقبول ہو جائے تو ایک دن بچشم سر دیکھ لو گے کہ وہی دنیا و مافیہا سے

۱۵ ہاں میں ہاں ملانے والا سیکارہ ۱۶ میرے دیکھنے اور سنتے میں نہیں ۱۷

زیادہ قدر قیمت کی جو عیسوی نہ ہوتا وہو عند اللہ خطیو ہاں اگر کالج میں دنیا خدا کی لایں نہیں
ہو تو دوسری بات ہو اور یہ سید احمد خاں کا منصب ہو کہ اس خیال کی تردید کریں یا کسی دوسرے
باجت آدمی کا جو کفر کی بجائے دڑتا ہو۔ میں تو ڈھٹا ہوں کیوں کہ جینا تو اب گردن کا ہو میرا فرما بھی
ان ہی لوگوں میں ہو اگر میرے جنازے کی نماز پڑھیں تو میں کہہ کر کا ہوا رہا حشر وہ تو بجلی میں
م سے صاف کول کہ بڑے ہیں تو اور بھلے ہیں تو میری مٹتا تو یہی ہو کہ ان ہی مولویوں کے زمرے
میں ہو اللہم اٰھینی مسکیننا اٰھینی مسکیننا و اٰھینی حشرنی فی ذمۃ المساکین حضرت یوسف
علیہ السلام کا قصہ یاد ہو کیا تو ان کی ابتدا تھی کہ باپ تو دموں دیوانے تھے مجھے مات بجائی ملے
مسد کے چین نہیں لینے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ شکار کے بہانے سے لے جا کر اندھے کوئے میں پھیل
دیا۔ اور اپنی بنداریں اُن کا قصہ ہی جگا دیا لیکن واللہ مالک علی العجا و البکیر اکثر اناس کے تھوڑے
خدا کو جو منظور تھا سو ہوا۔ کیوں عین وقت پر کوئے کے نزدیک قافلہ اُن کو ٹھہرے کیوں قافلہ کا کوئی
آدمی اُسی کو نہیں ڈول نکالے کیوں حضرت یوسف علیہ السلام ڈول میں ٹھہرا اور آسمان پر چلا
کیوں بجائی جو اُن کی تاک میں اس پاس لگے تھے اُن کو اپنا غلام ظاہر کر کے قافلے والوں کے ہاتھ
چھین کیوں قافلے والوں سے عزیز مہر مولے۔ یہ سب تمہیں اس کی قسمی کہ آخر کار یوسف عزیز مہر
ہوں۔ دنیاوی لذتوں کا حال یہ ہو کہ اُن سے متنع ہونے کا بھی ایک اندازہ ہو

جستے ہیں یاں منہ روضہ شہر آب	ہو جاتے بے مزہ ہیں جو بڑھ جاتے حد سے ہیں
ہر روز وہی دن وہی رات وہی صبح وہی شام وہی جاگتا وہی سوتا وہی کھاتا وہی پیتا وہی مرنا	وہی جینا ہے

زندگی ہو یا کوئی طوفان ہو	اہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے
<p>لے تم اس کو آسان سمجھتے ہو اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی چیز ہو ۱۲ گھنٹہ کی خدا جیسے سکین زندہ رکھ اند سکین مار اور سکین میں میرا شکر ۱۲ گھنٹہ اپنے حکم کے نافذ کرنے پر غالب ہو دیکن کتنے لوگوں کو معلوم نہیں ہو ۱۲ گھنٹہ بار بار ۱۲۔</p>	

چنانچہ بڑی عمر کو پہنچ کر حضرت یوسفؑ کی بھی یہی حالت ہوئی اور آپ نے دعا کی رَبِّ قَدْ أَتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلَىٰ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَكَوْنِي مُسْلِمًا مُتَخَفًا فِي الْفِتَنِ بِالنَّصَائِحِينَ غلامی سے عزیز بھر کے منصب تک تی گئے کے بعد ایک یہ آرزو باقی رہ گئی تھی کہ کوئی مسلمان آؤ انھیں بالنصائحين یہ بات مجھ کو اپنے والخشرفی فی ذمہ المساکین کہنے پر یاد آگئی یہ تذکرے دوسرے قسم کے ہیں۔ آؤ پھر تمھاری کالفرنس کی سی باتیں کریں۔

ہاں تو مجھ کو گورنمنٹ نظام کے عطیے کی نسبت ایک ریمارک اور کرنا ہو۔ وہ یہ کہ عطیہ عطیہ سن کر خوش تو بہت ہو رہے ہو وہ عطیہ فی عذوات بے شک و شبہ بہت بڑی قدر کی چیز ہو لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ چھکڑا دیکھ کر تمھارے پاتوں پھول جائیں۔ قوم اور قوم بھی مسلمان اور پھر ان کی تعلیم اور تعلیم بھی انگریزی جانتے اور سمجھنے والے کے نزدیک ایسی بے شک باتیں ہیں کہ سارے سرسید کے اور تو کوئی ایسا خواب پریشان نہیں کیسے تسلیم

جہاں دست در سرائیں سید محال اندیش

اگر آج سرسید اپنا سارا منصوبہ بظاہر کر دیں تو تلو میں ننانوے بل جوا چھوڑ بھاگیں اور ہر چند سرسید نے بہتیری ہری ہری گھاس دکھائی۔ اسی خیال سے میں نے شروع سے کندھا نہیں دیا۔ جانتا تھا کہ پچھلے پر ہاتھ دھرنے دیا اور انھوں نے نفل جڑے۔ پس میں نے تو اپنا یہ شیوہ رکھا کہ سرسید کو آتے دیکھا اور چھٹک کے وہ جو رہا بہر کیت جس کام کا بیڑا سرسید نے اٹھایا ہو وہ اتنا بڑا عظیم الشان کام ہو کہ گنج قارون بھی اس کے سر انجام کو کافی نہیں ہو سکتا سخت افسوس ہو گا اگر عطیہ حیدر آباد دوگوں ان کے فرض اسلام۔ فرض قومی بلکہ فرض انسانیت سے فارغ اور بے فکر کر دے۔ مسلمان برٹش گورنمنٹ سے اپنی کاہلی اور نادانی کے انعام کے خواستگار ہوئے تھے اور چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ اسکا رٹشپ میں یا لیا قہ کے سٹیٹس ہو دیں یا گورنمنٹ سروس میں کچھ رعایت کی جاوے۔ کیوں۔

۱۷ ایچ پروردگار نے مجھے ملک دیا اور مجھ کو باطن کا مطلب سمجھا تا کہ یا اے عیب و کمند آسمان و زمین تو دنیا و آخرت میں میرا کارنامہ میں مسلمان مردوں اور عجم کو نیکو کاروں میں داخل کر دے یعنی ایک راسے اور دینی جو ہر تہ ذلت

طالب علمی ۱۷ ربیع ۱۳۷۵ ملازمت سرکاری ۱۲۔

اس واسطے کہ اُن کی قوم دوسری اقوام معاصر کے مقابلے میں بیٹی اور پھنسی ہو گورنمنٹ سے کیا جواب ملا۔ فریڈے آئیٹو فریڈے شک یہ نہ صرف منصفانہ جواب تھا بلکہ نہایت مناسب اور دانش مندانہ اگر کمین گورنمنٹ مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح کی رعایت کر گزرتی تو یقیناً جالو کہ جس جگہ آج مسلمانوں کو دیکھتے ہو اس سے بھی ضرور سو قدم پیچھے تھے بھٹے بھٹے میں کبھی مسلمانوں کی خستہ حالی دیکھ کر خوش بھی ہوتا ہوں اور اس کو اُن کی فلاح آئندہ کے حق میں خالی نیک سمجھتا ہوں۔ ایک مدت ہوئی کہ میں حیدرآباد کی گورنمنٹ سے علی حدہ ہوں بھگتا ہم اتنا وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ گورنمنٹ حیدرآباد نے جو امداد کی اس سے اُن کا مقصود مسلمانوں کو صرف نمونہ دکھا دینا تھا کہ ہم نے ایک اخوت اسلامی کا پاس کر کے اتنا کچھ کیا تھا کہ کبھی اخوت اسلامی ہم وطنی اور دوسرے چند در چند تعلقات کے لحاظ سے جتنا جس کا مقدور ہو کر اُٹھتا ہے۔ دو قسم کے مسلمان ہیں ایک بامقدور جو اپنے بچوں کی تعلیم کا خرچ اٹھا سکتے ہیں میں ایسے لوگوں کی طرف توجہ بد گمان ہوں۔ یہ سچے رہو کہ ہر ایک کلمے میں مستثنیات بھی ہوتے ہیں اسی طرح سب بامقدور مسلمان ایک طرح کے نہیں۔ تاہم اکثر اس خیال کے ہیں کہ ادنیٰ اور اعلیٰ اور عربی اور انگریزی سے کیا بحث، وہ سرے سے کسی طرح کی تعلیم کو اپنے لیے ضروری نہیں سمجھتے اُن کی ہنداریں دنیاوی تعلیم معاش پیدا کرنے کے واسطے ہو جس کی اُن کو حاجت نہیں اور دینی سہرا کا ملا بننے کی غرض سے جو اُن کے لیے موجب عار ہو۔ اسی کا شہدا اُن کے دل میں ڈالے کہ اُن کی اولاد بدوین تعلیم کے اپنی پوزیشن اور رشتہ رکھت اور قبول کسی چیز کو بھی زیادہ دن تک نہیں سنبھال سکے گی۔ بہر کیف میرے نزدیک ان لوگوں کے خیالات کی اصلاح در طلب ہو۔ اور یہ تو ایڈفاریٹز انجکشن آرکٹسٹرا سنے ہی مصرف کے ہیں کہ ان کو دم بھانسا دے کہ جو کچھ ان سے وصول ہو غریب کی تعلیم میں صرف کر دیا جائے۔ **بُخْذُ مِنْ اَعْيُنِا غَيْرِ وَدُوْا عَلٰی فُقَرَا اَحْمَرِ** یہ بات کہ ان سے ایسے نقوش کس طرح اُگلوائے جائیں اس کی تدبیر ان بڑے میاں سے پوچھی جائے

۱۔ صاف صاف ملے اور کچھ در رعایت نہیں ۲۔ حالت ۳۔ وقت ۴۔ جہاں تک تعلیم کو تعلق ہے ۵۔

مال داروں سے لے کر ناداروں پر ہٹ دیا جائے۔

جنہوں نے لائبریری کی تعمیر میں سوانگ بھرے۔ گلے میں جھولی لٹکا کر جھیک مانگی۔ یہی مغز سے کوئی بات اُتاریں تو ہماری قوم کے ایلیٹس ہیں۔ دوسری قسم کے مسلمان جن کی تعلیم پر زور دیا جاسکتا ہے اور زور دینا مناسب ہے وہ لوگ ہیں جو پڑھنا چاہتے ہیں اور پڑھانے جانے کے قابل ہیں لیکن مصارفِ تعلیم کے تحمل نہیں ہو سکتے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ ہمارے رفاہیہ ہی لوگوں کی تعلیم کی طرف متوجہ ہیں بھی مگر میں آپ صاحبِ مکتب معافی مانگ کر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تعلیم کے لئے لوگوں کے انتخاب میں کسی قدر بے احتیاطی ہوتی ہے اور ابتدائی جوش میں بے احتیاطی کا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں میں اس پالیسی کا نہایت سختی کے ساتھ مخالفت ہوں کہ لوگوں کو دوسرے پیشوں سے ہٹا کر پوسٹل اور تعلیم کے ڈربے میں ٹھونس دیا جائے۔

تھوڑے پورے تعلیم یافتہ بہت زیادہ مفید ہوں گے اپنے حق میں۔ قوم کے حق میں۔ ملک کے حق میں۔ گوئیٹنگ کے حق میں۔ نسبت بہت کم ادا ہوئے جینگ آف آل ٹریڈز انڈسٹری ماسٹر آف ٹیچ کے جس بے احتیاطی کا میں شکاکی ہوں وہ اتنی امداد کے دینے میں نہیں ہوتی جتنی امداد کے لینے میں۔ لوگوں کو دیکھنا چاہیے کہ ہمارے تعلیمی فنڈ کیسی غریب اور غیر یقینِ حالت میں ہیں ہم اسکا لرشپ دے سکتے ہیں وہ بھی ٹیٹی مشکل سے نہ خواہ ہم طالب علموں کے تعلیم کے ضروری مصارف کا تکفل کر سکتے ہیں۔ وہ بھی بدقت نہ ان کے کہنے کے خرچ کا ہم لوگوں میں یہ عام غلط فہمی ہے کہ اسکا لرشپ کو تنخواہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ گویا تعلیم پانا خدمت ہے۔ اور اسکا لرشپ اُس کا معاوضہ۔ مجھ کو مرحوم دہلی کالج میں اپنا وظیفہ پانا یاد ہے جس دن سے وظیفہ شروع ہوا میں نے اور نہ صرف میں نے بلکہ ہمارے خاندان نے اس کو سلسلہ طائرت کا آغاز سمجھا۔ عربی جماعتوں میں تو کچھ ایسے بڑے بھاری وظیفے تھے نہیں مگر انگریزی کلاسوں میں بعض اسکا لرشپ ایسے محاصل کے تھے کہ شروع میں اتنے کی نوکری بھی نہیں ملتی۔ ہم لوگوں میں طالب علمی کا ایک حلقہ یہ تھا۔ اور اب بھی ہر گز کم۔ اس واسطے کہ ان علوم ہی کا رواج کم ہو کہ بے تحاشہ ٹیچر میں جہاں پڑھنے پڑھانے کا چرچا ہوتا تھا۔ باہر کے لوگ طالب علمی کے لئے بکثرت آجرتے تھے یہ لوگ اکثر مسجدوں میں رہتے۔ اور صدقات پر گزاران کرتے۔ کسی کو عار کا موجب ہو تو ہونگر میں اس کو فخر

بیان کرتا ہوں کہ میری طالب علمی کا ابتدائی حصہ اسی طرح پر بس رہا ہوگا۔ ان طالب علموں کا حال یہ تھا کہ بہتروں کو دو وقت کی روٹی کا بھی سہارا نہ تھا۔ چھاپے خانوں کی تو افراط حال میں ہوئی ہو کتاب خشک سے مانگی ملتی تھی دس دس میں میں اور اس سے بھی زیادہ ایک سبق میں شریک ہوتے۔ سب کے سب سامع اور ان میں سب سے زیادہ خوش نصیب قاری۔ اور میں نے ایسے ہی بے سرو سامان لوگوں کو علم سے بہرہ مند ہوتے دیکھا ہے۔ اگرچہ میں بے سامانی میں بعض سے بڑھ کر اور اکثر کی برابر تھا مگر افسوس ہے کہ علم کے اعتبار سے سب سے گھٹا رہا۔ غرض طالب علمی کا ایک رنگ تو وہ تھا اور ایک رنگ کا بچوں اور اسکولوں کے لئے نہ تھا۔ ان کو دو وقت کے کھانے کے علاوہ کہ وہ بھی انگریزی ہو تو ہڑپ اور ہندوستانی طور کا ہو تو تھو تھو دوزخ شکم بھرنے کے لیے چاہیے بڑیک فاسٹ اور ٹیچنگ اور ٹیچنگ اور ایگز اور فروٹس اور ویاٹ ناٹ۔ ہماری ٹیچنگ اور ٹیچنگ طالب علمی میں ستر عورت اور دو مرد کے لیے مونا بھوٹا کپڑا میسہ آگیا تو کافی سمجھا جاتا تھا۔ اب کچھ نہ ہو تو شہرٹ پینٹھون اور اوور کوٹ ہینڈ کریچٹ سٹاکنگز۔ گورنمنٹ۔ اور بچہ مصیبت یہ کہ کھانے کے کپڑے اور ہوا خوری کے اور کالج اور کے اور سونے کے اور کھانسنے کے اور چھینکنے کے اور ایک پاکٹ میں بزاز ایک پاکٹ میں درزی۔ تو یہ ہوا دو سرون کی کمائی پر اور یہ شہر غم سے کیا فرق جو ان طالب علموں میں اور ان یورپین سولجروں میں جو گرمی بھرنے والوں میں پڑے اینڈس۔ سولجروں اور اس قدر آرام طلبی۔ اور طالب علم اور اس درجہ بناؤ سنگار اور وہ انگریزی ہی طور کا سہی۔ یہ ہنس کے سے پتیرے جو کھائے جاتے ہیں۔ ہیں تو خوشنما لیکن یہ لوگ کالج کا سا ہوا صمن اپنے گھروں میں کہاں پائیں گے۔ میں تو اس وقت جانوں کہ لوگوں نے حقیقت میں انگریزی تعلیم کی قدر کی جب ایشیا ٹیک سکا لڑکی کی طرح فقر و فاقے کے ساتھ ان کو پڑھتے دیکھوں اس سے کہ

۱۷ مئی ۱۲۷۵ء سپر کا ناشتہ ۱۲۷۵ء چائے ۱۲۷۵ء انڈس ۱۲۷۵ء میوہ ۱۲۷۵ء اور کیا کیا ۱۲۷۵ء مشرقی ۱۲۷۵ء

۱۲۷۵ء پٹ ۱۲۷۵ء پاجامہ ۱۲۷۵ء بڑا کوٹ ۱۲۷۵ء رد مال ۱۲۷۵ء موزے ۱۲۷۵ء داستانہ ۱۲۷۵ء ردی ٹوپی ۱۲۷۵ء

۱۲۷۵ء کلہاں پٹے کے گھنٹے ۱۲۷۵ء انگریزی پہاڑی ۱۲۷۵ء مشرقی طالب علم ۱۲۷۵ء

اکلی سی جشت باقی نہیں خیال نہیں کرنا چاہیے کہ لوگوں نے انگریزی تعلیم کی ضرورت کو پورے طور پر تسلیم کر لیا۔ سید احمد خاں کو چھوڑ کر کہ ان کا تو مذہب ہی دوسرا ہے جن لوگوں نے خوب دل کھول کر انگریزی تعلیم میں مدد دی اگر انھوں نے کارثواب سمجھ کر مدد دی ہے تو میرے نزدیک انھوں نے اس کو اتنا ہی کارثواب سمجھا ہے کہ عزراتِ شرعیہ میں ضائع کرنے سے بہتر ہو نہ یہ کہ بھوکے کو کھلانے ننگے کو پہنانے ع

پل و مسجد و چاہ و مہال سراسے

بنوانے کی برابر ہو اور جس دن خدا لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دے گا کہ انگریزی تعلیم میں مدد دینا واقعی کارثواب ہے تو مسلمانوں کو نہ سید احمد خاں درکار ہوں گے نہ کانفرنس نہ لکچرار نہ قوم نہ میں۔ اس سے کس کو انکار ہے کہ حیرت کے مروجہ طریقے داخلِ خیرات نہیں ہیں۔ میں تو صرف اتنی بات لوگوں کے ذہن نشین کرنی چاہتا ہوں کہ تعلیم میں مدد دینا خیرات کے مروجہ طریقوں سے بہتر اور ارفع للناس ہے اور اذنی بالقبول عند اللہ ہو مگر بہ خیرات ازالہ مرض ہے اور تعلیم میں مدد دینا ازالہ سبب۔ اور اس کو دہلی جاکر حکیم محمود خاں صاحب سے تصدیق کر لینا کہ علاج کے ان دو طریقوں میں سے کس کو ترجیح ہے۔ انگریزی مثل تو مجھ کو یاد ہے بریوشن اریٹریڈین کیور کچھ اس بات نے بھی تعلیم کے ہی کو وسیلہ اور اس کی رفتار کو دھما کر رکھا ہے کہ لوگوں نے تعلیم کو سمجھا ہے سرسوں کی اور پتیلی پر چالی جو فائدے اہل یورپ نے ایک صدی کی متصل کاہش سے حاصل کیے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ دنوں کی توجہ سے وہ بھی اچھوڑنا اور بادل ناخواستہ ہم کو حاصل ہو جائیں شعر

جی عبادت سے چڑانا اور جنت کی طلب	کام چوراس کام پر کس نعمت سے بڑت کی طلب
----------------------------------	--

درختوں کی رسیدگی کے اوقات مختلف ہیں کوئی ایک ہی برس میں پھل لے آتا ہے کوئی دو میں کوئی چار میں کوئی بارہ میں لیکن وہ درخت جو سب زیادہ دیر میں پھل لاتا ہے غجرۃ العلم ہے مگر پھل بھی ایسا فریادار ہوتا ہے کہ حضرت ازم علیہ السلام نے اسی کی چاٹ میں جنت کے مزاروں کی کچھ پر وانیس کی ہے

۱۷۱۱ء کے نزدیک مقبول تر ۱۷۱۲ء مرض کو ابتدائی حالت میں روکنا علاج سے بہتر ہے ۱۷۱۳ء

پولیسٹل ایکٹی کے اصول کے مطابق ماحول منتخبتیں ہمیشہ چھوٹے اور ذیل کاموں میں ہو کرتی ہیں اور علم کا تو یہ ہو کہ ٹائم اور وقتہ تو یقیناً اور شاید بلکہ بھی ان سب کو سیکرٹائس کر دتبا کس جاکہ علم حاصل ہوتو ہو اور جب علم حاصل ہو گیا تو اُس کے فائدے ایسے ہی یقینی ہیں جیسے دنیا کے دوسرے نتائج مثلاً کشش سے پتھر کا زمین پر گرنا یا الکڑی کی ناؤ کا پانی پتیرنا اور اگر نتائج اسباب سے مختلف کیا کریں لینے اسباب موجود ہوں اور نتیجہ کمی مرتب ہوں اور کبھی نہ ہوں تو دنیا دارالاسباب کیوں اور نظام عالم سا رادار ہم بہم اور غفل ہو جائے۔ اور یہ جو بعض تعلیم یافتہ لوگوں کو جتنی معاش میں حیران سرگردان پڑے پھرتے دیکھتے ہو اور سمجھتے ہو کہ تعلیم بے سود ہے تو وہ ان ہی کی غلطی ہو انہوں نے معاش کے لئے علم پڑھا اور پھر ایک طرز خاص یعنی نوکری کی لیکر کے فقیر ہو کر بیٹھے کسی کا کیا اچھا مقولہ ہو کہ پانی کو اکٹھا ہونے دو پھر وہ اپنا راستہ آپ کر لے گا۔ دنیا کے اعتبار سے ہماری اور اہل یورپ کی حالت میں جو تفاوت ہو وہ انجلی البند تھا ہے سب کو سو بھڑتا ہو کہ ان کو ترقی ہو اور ہم کو تنزل۔ وہ مالدار ہم مفلس۔ وہ حاکم ہم محکوم۔ وہ لائق ہم نالائق۔ وہ ہنرمند ہم بے ہنر۔ وہ اقبال ہم بدبخت۔ غور کر کے دیکھا کس نے خود گورمنٹ نے جس کو یقین جانواں باب کی طرح ہماری پر خدشت منظور ہو۔ اور ہم میں سے اُس نے جس کو خدا نے دردمند دل اور آخر میں بصیرت دی جبکہ ہم میں او اہل یورپ میں صرف ایک ہی وجہ فارق ہے تعلیم کہ وہ عالم ہیں اور ہم جاہل۔ چنانچہ جس رستے سے اہل یورپ معراج الکمال کو پہنچے تھے اسی ڈھرتے کو لگا دیا۔ صاف دل سے متوکا علی اللہ آنکھیں بند کیے چلے جاؤ منزل مقصود کو بھونچو گے اور ضرور بھونچو گے اور اگر یہ صلاح سمجھیں میں آتی تو تم خود کو کوئی تدبیر سوچو چشم مارو شن دل ماشاء۔ غرض تو تمہاری اصلاح حالت سے ہو سکتا تھا اس میں حذر کریں یا برائیاں میں تو میرا دمہ۔ اور اگر انگریزی تعلیم دینا یا دین میں مضرب ہو تو کو دن اور کنہ ناتراش رہ کر مست کچھ دیکھ چکے ہو۔ کچھ کسر باقی ہو تو اور دیکھ لو ثمن کان یظن ان فن ینصر اللہ فی الد

۱۷ سالہ وقت اور دولت ۱۲ سالہ سن درستی ۱۵ سالہ عارضہ ۱۳ سالہ ظاہر ۱۴ سالہ سن کوہ گمان ہو کہ دنیا اور آخرت میں خدا کی مدد نہیں کرے گا تو چاہئے کہ آسان میں ایک دم سے شکا سپر چالی سے کوہ پہ اور دیکھے کہ اُس کا خدا ہم سے اس کی نصابت رفیع ہوئی۔

وَالْآخِرُ لَا يُفْلِحُ دَرَسِبَ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لَيَقَطَعَنَّ قَلْبُكَ هَلْ يَذْهَبُ لِيكَدَ مَا يَفْطَنُ تَحَاكِي أَرَكِي
میں ایک صاحب بن وجہ بندے کے جہاں ہو کر رہے ہیں نظیر الکبریا دی۔ من وجہ میں نے اس نے
کہا کہ نظیر اُن کا تخلص تھا اور میرا نام ہو۔ اُن کا تخلص تاسے تھا۔ اور میرا نام دے ہے۔ ایک صلاح وہ بھی
بتائے کہ میں نہیں معلوم نہیں ہر یاد آتی دیکھو شاید وہی مفید ہو۔ اُن کی تو یہ صلاح ہے

کہ بڑے نیک کو بجا اور دیکھ نیک نہ رکے کھیل | چھوڑ سب کاموں کو غافل بھنگی دھندل
وہ تعلیم جس کی ضرورت ہو اور جہتینا مفید ہوگی اور جس کے ہوتے ناکامیابی ہو ہی نہیں سکتی وہ نظیر نیک
آئے انگلیش نہیں ہو بلکہ وہ تھوڑے سا پٹنگ بائی۔ لیکن ذرا انصاف سے دل میں سوچو کہ ہم لوگوں نے
ابھی تباہ شیعہ نہ کے سوا کچھ اور بھی سیکھا تو اور بڑا بڑا نیا یہ کہ ہائے ہم کو راتھیں چالنے کی سی دولت
کیوں نہیں ملتی

عمل میں وانگلیش لب نغمہ پرور | کہ مسکین اس نادر آں نادر
ارادے بڑے بہتیں قاصر۔ کام بنے تو کیوں کر بنے۔ قومی تعلیم منجھ سے کہ دینے کو تو دو لفظ ہیں مگر
ہندوستان میں قوم بھارت ہی کچھ کر ڈر آویسوں سے اور تعلیم سے مقصود ہی اس چیز کا سکھانا جس سے
ان کے کان آشنا نہیں اور کان آشنا نہ ہونے کے علاوہ طلب صحیح پر دیر طلب۔ اور لوگ کارہ اور تفر
یہ سب باتیں پیش نظر ہوں تو یاس ذرا امید کا کوئی عمل نہیں۔ بڑے کام اسی طرح تدریج کے ساتھ
ہوتے ہیں اور اسی طرح تدریج کے ساتھ ہوں گے۔ جتنا گڑا لایا جاتی تھیں اس بھی ہو۔ لوگ کامیابی
کی مثالوں سے قوت نظر کر لیتے ہیں اور نا کامیابی کے شواہد نصب العین رکھتے ہیں جس سے اُن کے
دل شروع سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور یہی شکستہ دلی آخر کار اُن کی نا کامیابی کا سبب ہوتی ہو۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں میں نام و نمود کے سلف تھوڑے لوگ کہیں مگر محمد شہر میں جہاں جانتا ہوں کوئی
پرورش بلکہ بڑے بڑے ایسے متحد مسلمانوں سے خالی نہیں تو جو شخص پڑھتا ہو وہ اس اذعان کے

۱۵ انگریزی کی ٹوں ٹاں کرنا ۱۲ء کا کل استہد او ملی ۱۲ء ٹوٹی جیونی بولیا بولیا ۱۲ء دلایت کا ایک مشورہ

ہمدردی دولت مند تھا ۱۲ء جہوں نے اپنی کوشش سے اپنی حالت کو بہتر کیا ہو ۱۲ء صوبہ ۱۲ء ضلع ۱۲ء

ساتھ بیٹھے ہو کہ ان ناموروں میں سے ایک میں بھی ہوں گا اگر اُس کا اذعان پتا ہو تو میں کایں یقین دلاتا ہوں کہ وہ اس فہرست کے فزسٹ ڈویژن نہ ہو گا تو سکند میں ضرور ضرور ہو گا۔ اور میں کیا یقین دلاؤں گا خدا یقین دلاتا ہو اگر اُن کا اُضحیح عَمَل عَابِل مِکَلْمُ اذعان رکھو گے تو محنت بھی کرو گے۔

اور محنت کرو گے تو کامیاب بھی ہو گے خدا کی قسم ہو گے۔ ایک تو میں قدر واجب سے زیادہ لیاقت کی قیمت لگانے سے منع کرتا ہوں اور ایک اہل یورپ کے ساتھ ہمسری کے خیال سے کہ ان دونوں کی انجام ہو نا امید ی اور نا امید ی کا بیدنی۔ اور بیدنی کا حرمان۔ اس کو خدا کی طرف سے فیصل شدہ کچھ لو کہ ہم کتنا ہی دوزیں اہل یورپ کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے ہم میں اُن میں اُن دو کا شکاروں کی سی نسبت ہو کہ ایک نے ابھی زمین میں ہل چلانا شروع کیا ہو اور ایک کاٹ گاہ کر غنہ کشوں میں بھر رہا ہو شَکَّانَ بَيْنَهُمَا مَلْغَبًا دُنْيَا کَاثِرٌ دُنْيَا اسی طرح پر چلا آیا ہو کہ ایک تو مکی مغلسی اور تباہی حد غایت کو چھو نچتی ہو۔ خدا اُن کے دلوں میں اروے پیدا کرتا۔ اور وہ قوم دولت کے کانے پر کمر بستہ ہوتی۔

جب وہ دولت پر پورا قبضہ پالیتی ہو۔ تو عیش اور آرام طلبی میں پڑ کر فاعل اور کاہل ہو جاتی اور ترقی کے عوض رجعت تمقری کرنے لگتی اور چکر کھا کر پھر مغلسی پر آگرتی جو کوئی نہیں چاہتا کہ اس رجعت میں ہم کس جگہ ہیں۔ اور اہل یورپ کس جگہ موجودہ حالت تو یہ ہو کہ اہل یورپ فل سپید سے ترقی کی طرف چلے جا رہے ہیں اور ہم نہیں معلوم کر کر نہ نشین ہو چکے یا ابھی اور گرنا قدر میں ہو۔ یا سید احمد خاں اور

ان ہی جیسے درمندان قوم کے سہارا لگانے سے اگر کوئی ہوں پھر بھرنے لگے ہیں مغلسی اور محکومی بھی کیا ہی چیز ہو۔ انسان میں جو عیب واقعی ہیں اُن کے ظاہر ہو جانے تک کا تو مضائقہ نہیں جو عیب نہیں ہیں وہ بھی تو ناحق اور ناروا اُٹھے اور تھوپے جاتے ہیں۔ یہ بالکل سچ ہو کہ اس وقت تک انگریزی تعلیم کا حاصل تو کمری ہو اور اس میں بھی بوری کامیابی نہیں۔ اور یہی نہیں کہ نہیں بلکہ کبھی ہو گی بھی نہیں۔ کیوں کہ ڈانڈ سے زیادہ شاک بھرتا چلا جاتا ہو اب سوا سے اس کے کہ ہمارے نئے تعلیم یافتہ تو کمری کے علاوہ معاش کے

۱۵ اول درجہ ۱۵۰۰۰۰ دوسرا درجہ ۱۵۰۰۰۰ میں کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا ۱۵۰۰۰۰ دونوں میں با فرق ہو ۱۲۰۰۰۰ درجہ ۱۲۔

۱۵ تیر قرار ۱۲۰۰۰ طلب ۱۲۰۰۰ ذخیرہ ۱۲۔

دوسرے دروازے کھٹکھٹائیں اور کوئی تدبیر نہیں۔ اور کیا ایسی موٹی بات ابن طالب علموں کو نہ
 سوچتی ہوگی۔ ضرور سوچتی ہوگی مگر سب سے بڑی مشکل آن کڑی ہی کا مپٹیشن کی۔ لوگ کہتے ہیں
 کہ یہ سکا کر زلفۃ ذل اور ٹھس اور کاہل ہوتے ہیں ان کے دماغ ہی غور کے لائق نہیں بنائے گئے
 ایجاد اور اختراع سے ان کو مناسبت ہی نہیں بعض کی رائے ہو کہ ان کی تربیت ان کو دھکا کر دیتی
 ہے۔ بعض یہاں تک بھی کہ گورنر تے ہیں کہ ان کا مذہب ہی مانع ترقی ہے۔ میں ان میں سے کسی بات
 کو تسلیم نہیں کرتا سب زبردستی کے الزام ہیں۔ مگر کا مپٹیشن کی لاعلاج مشکل ہے۔ اہل یورپ
 کے ساتھ مقابلہ کرنا ہاتھیوں کے ساتھ گئے کھانا ہو۔ اور کچھ آسان کام نہیں۔ ایجاد و اختراع
 اہل یورپ کی گتھی میں داخل ہو اور وہ اس فن کے منتہی ہیں اور ہم بالکل مبتدی اور نو مشتق۔
 مارگٹ میں اہل یورپ کے آگے سٹینڈ کر نہیں سکتے۔ اور چوں کہ کوئی فائدہ نہیں دکھائی دیتا لوگ
 اس طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ لیکن آخر کار ہوں گے اور نہ ہوں گے تو کیا کر کے کھائینگے۔ میں
 تعلیم کے متعلق آنا کچھ کھ چکا ہوں اور ابھی کچھ اور بھی کسوں گا۔ اس سے ہرگز یہ غرض نہیں کہیں
 آپ صاحبوں پر اپنا صاحب الراء ہونا ظاہر کروں۔ بات یہ ہے کہ میں تو ان معاملات میں
 غور بھی کم کرتا ہوں بلکہ نہیں کرتا۔ لیکن سید احمد خاں کے اصرار سے اکھڑا ہوا ہوں تو اپنے خیالات
 ظاہر کیے ہوئے بدول رہ نہیں سکتا۔ سرے سے ابھی تمہارے اس کانفرنس کے اصول
 ہی ٹھیک نہیں بیٹھے ہیں تو پار سال حاضر نہیں ہوا مگر یہ بات خیال میں ہو اور خیال میں ہو تو ضرور
 کانفرنس کی تحریرات میں نظر سے گزری ہوگی کہ فرامین شاہان سلف کے جمع کرنے کی تجویز پیش
 ہو کر منظور ہوئی۔ میں اس وقت ہوتا تو کتنا جو کچھ زبان یاری دیتی۔ مگر اب تو مجھ کو اتنا ہی کستا
 منظور ہو کہ کانفرنس کے دائرے کو وسیع کر کے لوگوں کی توجہ کو منقسم کرنا ہمارے حالت کے مناسب
 نہیں۔ بیشک شاہان سلف کے فرمان جو کہیں نظر پڑ جاتے ہیں تو ان کے دیکھنے سے آنکھیں
 ٹھنڈی اور روح تازہ ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ ان کے خط اور لکالی اللہ ان کی عبارت۔ پھر

کسی میں سرفرازی خدمت ہو۔ اور کسی میں عطاے جاگیر اور کسی میں نوازش خطاب اور کسی میں
تقریر منصب۔ اور ظاہر ہو کہ یہ سب مضامین دل کے خوش کرنے والے ہیں مگر بعض عجیبی روحی
صورتوں کو کبھی یہ بھی خیال آجاتا ہی۔ ج

وہ وقت وہ سے وہ زمانے کہ مر گئے

لیکن بہر کیف یہ تحقیقات میں ہیں بیٹا بھرسے کی باتیں۔ ہم کو تو اپنی تمام توجہ صرف ایک ہی امر میں
رکھنی چاہیے کہ جہاں تک سکے لوگ انگریزی پڑھیں انگریزی پڑھنے سے خواہی نہ خواہی انگریزوں کا سامنا
پیدا ہوگا۔ اور اس طرح کی تحقیقات میں ضرور غمزدگی کا۔ آدمی اہل میں بندرتھے اور ہر روز زمانہ
دُور ہمارا ہو کر پہنچا تھا کدائی کے سرہ گئے تھیلو اور نیزا بھی تک بچہ عقدہ حل نہیں کر سکے کہ دُور کیا ہو گئی۔
مگر جب ہمارے انگریزی خواں اس تحقیقات کے درپے ہوں گے تو ان کو فتنے کے پھندے سے بھی
کچھ نہ کچھ مدد ملے گی اس کا توجہ کو عقیدہ ہو کہ بڑے میاں (سید احمد شاہ) کو بڑی دور کی سوچ تھی
اور جو کچھ کرتے ہیں آج نہیں توکل اور کل نہیں تو پڑھیں ایک نہ ایک دن مسلمانوں کے حق میں لڑ
فائدہ مترتب ہوگا پھر ہوگا مگر کیا کروں میں کچھ ایسا ڈال ہوں کہ مجھ سے کچھ ہو ہی نہیں سکتا شعر

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد	پر طبیعت ادھس نہیں آتی
---------------------------	------------------------

لیکن خدا کا فضل ہو کہ اتنے سالے خیر خواہاں اسلام جمع ہیں۔ جو اس سردی میں دور دور سے اسی لئے
تشریف لائے ہیں کہ اپنی نصیب قوم کی تعلیم کا انتظام کریں۔ افسوس ہو کہ اس حم غفر کی سعی سکود
نہ ہو۔ مگر یوں کہو کہ ابھی تک سعی کا اسلوب ٹھیک نہیں ٹھیک بات میری سمجھ میں آتی ہو کہ لکھنؤ
اور پٹنہ بنگ اور رائے پور ان سب کو تو رکھا جائے بالائے طاق۔ اور کانفرنس کا مالو ہو ڈیڈز
ایڈووکیٹ اور کانفرنس کے اجلاس کی ترتیب اس طور پر ہو کہ پراونٹس اور ضلع ایک دوسرے سے
متفرق ہو سکے ہر ضلع کے نمائندے جو ایک نمائندہ ہی فرست داخل کریں کہ آئندہ سال کے لیے کوئی کام

۱۵ حالات مذکور سابق کے تحقیق کرنے والے ۱۲ رومی ٹوپی ۱۳ سست ۱۴ لکھنؤ ۱۵ شہ ۱۶ پٹنہ ۱۷ ضلع
۱۸ بلاغت ۱۹ شمار ۲۰ ضلع چاہیے نہ قول ۲۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱

وہ اپنے واسطے تجویز کرتے ہیں اور کون کون اس کام کا بیڑا اٹھاتا ہے پھر دوسرے برس جب کانفرنس جمع ہو تو پچھلے برس کی کارروائی کا نتیجہ دکھائیں کہ کیا کئے گئے تھے اور کیا کر کے لائے۔ اسی کی رپورٹ ہو اسی کی کیفیت اسی میں غور ہو اسی پر بحث۔ اسی طرح ہر کانفرنس میں کارروائی ہوتی ہے۔ تب تو کچھ کام چلے گا ورنہ گستاخی معاف اس ناگزینی آف کانفرنس سے نہ اب تک کچھ ہوا اور نہ کچھ ہونے کی امید۔ بڑی شرم کی بات ہو کہ ہول ہٹش انڈیا بلک ہٹش انڈیا سے باہر دور دراز ملکوں میں شہرت ہو کہ ہم اتنے مسلمان ہر برس مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں اور حقیقت یہ کہ سید احمد خاں کی ذاتی کوششوں کے نتائج سے قطع نظر کو توئل انڈیا ہٹش ٹول اپ شایم کوئی ایسا ہی قسمی انقلاب احسان مند ملحق دشمن اسلام سلمان ہو گا جو سید احمد خاں کا دنیا چاہتا ہو مگر سید احمد خاں مسلمانوں کے رفارمر اس میں جھکو تھوڑا سا کلام بھی ہو مسلمانوں کے خیر خواہ ہونے سے آمار مل تو نہیں ہو گئے۔ ہم نے ان کے بیٹے جی کون سے قطع فح کر لیے کہ ان کے مرنے سے اس کھیل کے بھنڈ ہو جانے کا خوف نہ کیا جاوے۔ جیسا حال کانفرنس کا ہو۔ اس سے بدتر بنیت بدتر نہایت بدتر علی گڑھ کالج کا تھا۔ جس وقت سید احمد خاں کالج کا چندہ شروع کیا ہو سید احمد خاں کے بوزم فریڈ زینی حواریں کا تو حال معلوم نہیں مگر میں خیال کرتا ہوں کہ جس نے شتابی کہا ع

دماغ بیہودہ بخت و خیال باطل ست

اب وہی کالج ہے کہ ماشار الد اس کا ایک عظیم الشان کارخانہ ہے۔ کالج پر قیاس لگے میں کہتا ہوں کہ اس کانفرنس میں بھی کچھ مجید ہو اور یہ بھی کسی نہ کسی وقت اپنا رنگ لائے گا پر لائے گا اور تعلیم کی دنیا میں ایک پوز ہو گا۔ مگر کون کھسکتا ہو کہ اس وقت تک سید احمد خاں کا ہاتھ بھی اس کے سر پر ہو گا یا نہیں۔ کالج تو ایک پتی پکانی رسوئی تھی سید محمود جنٹ سکریٹری بن کر پروسنے میں باوا کا ہاتھ ہوائے کو اکھڑے ہوئے۔ کانفرنس میں رسوئی کے بچنے اور پروسنے اور جینے کا کیا مذکور ہو۔

۱۷ کانفرنس کی ہستی ۱۸ تمام ہندوستان ۱۹ کچھ نہیں یا کچھ نہیں کے قریب ۲۰ غیر فانی ۲۱ طاقت ۲۲

ابھی چکے کی گوبری تک بھی نہیں دی گئی۔ پس سید احمد خاں کو مدد کی بڑی ضرورت تو کانفرنس میں ہو۔ کانفرنس تو ایسی چیز ہے کہ اگر اس کی کارروائی تھیک طور پر ہو تو کالج درکنار یونیورسٹیوں کو بلکہ گورنمنٹ کے ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ کو ڈکٹیشن کرے مگر لوگوں نے ابھی کانفرنس کی ماہیت کو نہیں سمجھا حقیقتہً احوال تو نہیں ہو مگر کہنے میں ایسی طرح آتا ہے کہ خداے تعالیٰ آدمی کو پیدا کر کے فارغ ہو جاتا ہے۔ یعنی اُس پروردگار نے آدمی کو اس طور کا بنایا۔ کہ اُس میں چند قوتیں ودیعت رکھ دیں اور اُس کو پورا اختیار دیا کہ ان قوتوں کو کام میں لاکر ترقی کرے۔ اس وقت تک کسی پرنکشت نہیں ہوا کہ آدمی کس حد تک ترقی کر سکتا ہے قطعہ

از ملائک سرشتہ و رحیواں
دور و دوسے آں شود بہ ازاں

آدمی زادہ طرفہ مجموعیست
اگر کند میل این شود کم آیں

بہر کیف ترقی و تنزل دنیا کے اعتبار سے ہو یا دین کے۔ انسان کی اپنی ہی کوشش یا غفلت کا نتیجہ ہے۔ اور یہ بات مسلمات بلکہ یقینیات سے ہے کہ جن قوتوں کے ذریعے سے انسان ترقی کر سکتا ہے ان کو فطری تعلیم ڈھونڈنا پڑ سکتی ہے۔ پس مدارس اور تعلیم میں وہ نسبت ہوگی۔ جیسے ایک مصور نے خاکہ بنا دیا اور دوسرے نے اُس میں خال خط پیدا کیا۔ نوک ہلک نکالی۔ رنگ و روغن بھرا۔ لباس پہنایا۔ آئینہ چو کھٹا لگا کیا۔ تو جو لوگ اپنے اہناسے جنس کو تعلیم دینا چاہتے ہیں گویا ان اغراض کی تکمیل کرتے ہیں جن کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے کانفرنس کو اُس کی ڈیڈ لائن میں دیکھنے کا یہ طریقہ ہے جو میں نے عرض کیا۔ اب فرماؤ کہ اتنے بڑے کام کے سر انجام کے لئے کیا اہتمام کیا گیا ہے اور کیا اہتمام کرنا چاہئے کئی برس سے اس کا بھی غل ج رہا ہے کہ ایجوکیشن کو عام تعلیم کے پروگرام میں شامل کرنا ضروری ہے اور ٹیکنیکل ایجوکیشن عام تعلیم کے پروگرام میں شامل ہوئی تو خواہی خواہی کانفرنس کے پروگرام میں بھی اس کو لینا ہو گا لیکن میں جو وہ چند در چند اس کا سخت مخالف ہوں میں تو سرے سے کانفرنس کی حدود کی توسیع ہی کو پسند

۱۔ سرشتہ تعلیم کا مرکز ۲۔ راہ ترقی ۳۔ ترقی

۴۔ حالت اصلی ۵۔ تعلیم عمل

انہیں کرتا طلبِ اُنکَلِ قُوْتِ اُنکَلِ دوسرے ٹکٹیکل ایجوکیشن ہو کیا چیز عمل بالید جس کو فلسفہ اور اخلاق کی کتابوں میں حکمتِ علمی سے تعبیر کیا ہو سنا ہر بات ہو کہ بدون علم کے عمل ہو نہیں سکتا یہ جو لوگ مثلاً کلیں ایجاد کرتے ہیں اولاً اُن کے اصول کے مطابق جو اُن کو پہلے سے معلوم ہیں ایک منصوبہ سچتے ہیں۔ پھر اُس کو بنا کر چلا کر دیکھتے ہیں اور جو کور کسر رہ جاتی ہو غور کر کے اُس کی اصلاح اور تکمیل کرتے ہیں تب کہیں جا کر کام بنتا ہو۔ یہاں سرے سے علم ہی ندارد ہی۔ ح

دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہو گریاں سے

منصوبہ سوچیں کیا خاک اور عمل میں لائیں کیا اپنا سر۔ بدون علم کے ٹکٹیکل لائن میں صرف نقلی ہو سکتی ہو۔ اور اس سے کوئی ایسا بڑا فائدہ نہیں۔ ورنہ ہر ایک کل میں جتنے لو ہمارے بڑھتی نقلی مزدور کام کرتے ہیں سب انخیر ہو جایا کریں اور ایسا نہ ہوا ہو نہ ہوگا اور نہ ہو سکتا ہو بدون سائنس کے ٹکٹیکل انٹرکشن کچھ کام نہیں آ سکتی۔ اور سائنس ہی وہ چیز ہے جس سے ہماری قوم کے کیا جو ان کیا پڑ سے اکوسوں بھاگتے ہیں۔ ہم مسلمانوں کی دنیوی مشکلات دیکھ کر بعض وقت بڑی ترس آتا ہے کہ یا آئی یہ کیا ہے اور کیا ہو گئے اور پھر بھی کبھی کچھ نہیں گئے۔ زمانے کا رنگ ان کی نادانی اور بے سامانی یہ سب خیالات ہجوم کرتے ہیں تو اندر سے جی بٹھا چلا جاتا ہو اور ہر خیر دفع کر دیا ہر طرف سے یہی آواز آتی ہو ع ایسے ڈوبے کہیں اُچھلتے ہیں

یہ نہیں کہ ان کی درستی کی تدبیریں نہیں ہیں اور ٹکٹیکل بھی ہیں مگر جوں کہ ان ہی کے کرنے کی ہیں قریب قریب ایسا پہنل کے ہیں جن کے سمجھائے دنیا نہ سمجھالی جائے۔ اُن کو دین و مذہب کی ذمہ داریاں یاد دلانا وہی مثل ہو کہہ کرے کو مارے شاہ مدار

منفلس کہ اُس غریب کی دنیا نہیں درست	مشکل کہ اُس کے ہاتھ سے ہو کا بدین درست
-------------------------------------	--

لیکن اس سے کہ ہم ذمہ داری کا خیال نہ کریں وہ ذمہ داری ساقط نہیں ہوتی۔ اس کے نتیجے ہم کو بھگتنے ہوں گے گھٹیں یا نہ گھٹیں۔ سو میں یا نہ سوچیں۔ اس کا رخا نہ دنیا میں یہ نہیں کہ ہم کو اختیار نہیں ہو مگر گویا

۱۵ کل کے در پی ہوئے کا نتیجہ کہ کل فوت ہو ۱۲ تعلیم حُرمت و منعت ۱۶ علی ۱۲ تا مکن ۱۶۔

کہ نہیں ہو تو جو باتیں ہمارے اختیار سے خارج ہیں۔ انتظامِ الٰہی کے مطابق اپنے وقت پر جو کر رہیں گی ہم چاہیں یا نہ چاہیں۔ مثلاً یہ تو بے شک ہمارے اختیار میں ہو کہ موت کا خیال دل میں نہ آنے دیں اور نہیں آنے دیتے اور آنے دیتے تو دنیا کا کچھ اور ہی رنگ ہوتا۔ مگر ہمارے خیال نہ کرنے سے موت تو سر سے نہیں ملتی۔ وہ ایسے دبے پاؤں چلی آ رہی ہو کہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ اُس کے کتنے پاس آ بھونچی ہو۔ اور کس وقت کس جگہ کس حالت میں اُس کا ٹیٹو ادا ہائے گی وَمَا تَذَرْنِي فَنَسْ بَآئِي اَرْضٍ مُّتَوِّتٍ اِنْ هِيَ دُنْيَا اَوْ دِيْنٍ كِي دُوْهَرِي دُوْهَرِي ذَمِّ دَارِيُوں كے اعتبار سے اللہ جل ثنا فرماتا ہوتا اَعْرَضْنَا الْاِمَانَةَ عَلٰی السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْعِبَالِ فَاَيُّنَ اَنْ يَّحْمِلَهَا وَاَنْفَقْنٰ فِيْهَا وَمَكَلَّمَا الْاِنْسَانَ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا اِنْ هِيَ دُنْيَا اَوْ دِيْنٍ كِي دُوْهَرِي دُوْهَرِي ذَمِّ دَارِيُوں كے اعتبار سے جنابِ پیغمبرِ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ خدا کی طرف سے فرمان يٰعِصْرُ لَكَ اللّٰهُ مَا قَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيَذِيْبُهُ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيْكَ مِلًّا طَامِسْتَقِيْمًا وَيَنْصُرُكَ اللّٰهُ تَصَرَّاعَيْنِ بَرًّا بِلِ جِ كَحَا تَحَا مِگَر سَارِي عَمْرُوْهُ غَافِلًا نہ ہنسی جس کو تہنہ کہتے ہیں اور جس کی شان میں قِيَمْتُ الْقَلْبِ آیا ہو ہنسے کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔ ہمہ وقت سوچ میں رہتے بار بار آسمان کی طرف دیکھتے۔ اِنْ هِيَ دُنْيَا اَوْ دِيْنٍ كِي دُوْهَرِي دُوْهَرِي ذَمِّ دَارِيُوں كے اعتبار سے صحابہ کرام کے یہ مقولے بروایت صحیح ہم ہم کچھ بچنے ہیں کہ ایک کہتے تھے کہ امی کاش میں پتھر ہوتا۔ دوسرے آرزو کرتے تھے کہ گھاس ہوتا جانوروں نے چرا اور لید اور یگنی اور گوہر کر کے نکال پھینکا۔ اِنْ هِيَ دُنْيَا اَوْ دِيْنٍ كِي دُوْهَرِي دُوْهَرِي ذَمِّ دَارِيُوں كے اعتبار سے کسی نے انسان کے حق میں کہا ہُوَ مُسْكِيْنٌ اِنْ دَامَ اَنِيْ مُسْكِيْنٌ ذِيْجِ يَعِيْرُ مُسْكِيْنٍ اِنْ هِيَ دِيْنٍ وَدُنْيَا كِي دُوْهَرِي دُوْهَرِي ذَمِّ دَارِيُوں كے اعتبار سے ایک شخص کو فخر نہیں کہ کہاں مرے گا اے ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا انھوں نے اُس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اُس سے ڈر گئے اے انسان نے اُس کو اٹھا لیا وہ بڑا جفا کار اور نادان ہوا ۱۲ اے مالک اللہ تمہارے اگلے بچے گناہ معاف کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے اور تم کو سیدھا راستہ دکھائے اور تم کو غالب فتح مند بنائے ۱۳

مکہ مکرمہ کو دیکھا ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

شاعر کتاہو

پیمانہ ہو کے آنا کسی بادہ کش کے کام	آدم بنا کے کیوں میری مٹی خراب کی
-------------------------------------	----------------------------------

ان ہی دنیا و دین کی دوہری دوہری ذمہ داریوں کے اعتبار سے لوگوں نے جوگ اور سناس اور رہبانیت کے طریقے اختیار کیے اگرچہ اس طریقے کو اسلام نے جائز نہیں رکھا اور سبھا جائز نہیں رکھا لیکن اس سے اتنا پتہ تو چلتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا و دین کی ذمہ داریوں کو ابھی طرح جانچا اور تولوا ان میں بہتر سے ایسے بھی ہو گئے ہیں جنہوں نے اپنے میں اس جوڑی کے ہلانے کے کی قضا نہ پا کر اس ریاضت سے جان چرائی ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رہبانیت کے طریقے میں مشقت زیادہ ہو لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ میں نے آزمایا نہیں اور خدا نہ کرے کہ کوئی بھلا آدمی آزمائے مگر کتنا ہو کتابوں اور اخباروں میں پڑھا ہے کہ شراب کا نہ پینا چنداں مشکل نہیں جتنا کہ پینا اور اس میں اعتدال کا لحاظ رکھنا۔ غور سے دیکھا جائے تو رہبانیت بڑے دھوکے کی مٹی ہے۔ اس میں قانون قدرت کی صریح مخالفت ہے اور وہ کسی طرح چل نہیں سکتی قطعہ

ایم ذوق کرے گا کوئی دنیا کیا ترک	دنیا ہی بڑی بلا ارے کیسا ترک
مکن نہیں ترک ہو کسی سے دنیا	جب تک نہ کرے آپ اُسے دنیا ترک

اور شاید با احتمال ضعیف کسی گراخان راہب کا کچھ مرکال کچلی بھی تو لازم آتا ہے کہ ابطال حکمت الہی کیا خوب فرمایا ہو **لَا تَشَاءُ لِحَبْلُنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْآدَمِ يَخْلُقُونَ** پس یہ شرط عبودیت نہیں اور جوئی چاہیے بھی نہیں کہ ہم کو بنایا آدمی اور ہم بنا چاہیں پھر بنا بنایا آدمی اور ہم بنا چاہیں فرشتے۔ بلکہ عسیا آدمی بنایا ہو اسی آدمیت کی شان میں رہنا ہی عبودیت ہے۔ اگرچہ اسلام نے رہبانیت کے مٹانے میں کمی نہیں کی اور ربانی اسلام نے با واز بلند پکار دیا کہ **لَا دُھْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ**۔ مگر انسان کچھ اس طرح کا مخلوق ضعیف اور دھل لائق اور سترزل ہے کہ وہ درجہ توسط و اعتدال پر قائم رہیں سکتا شعر

۱۵ اور اگر چاہتے تو ہم تم سے ایسے فرشتے بنا دیتے جو روئے زمین پر صاف آئی کرتے نہ ۱۵ اسلام میں کون سا فرشتہ نہیں

ایسکے دشواری ہر کام کا آسان ہونا	آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
----------------------------------	----------------------------------

اب عموماً دو قسم کے مسلمان پائے جاتے ہیں یا رہبانیت سیئے ہوئے جو راہِ اہلِ تارک الدنیا ہو تو کیا سکتے ہیں مگر نفاہر بنانا چاہتے ہیں اور یہ ہمارے زمانے کے علماء و مشائخ اور اُن کے شاگرد اور مرید ہیں اُن کی تعلیم کا حاصل ہو دنیا سے گریز دنیا سے نفرت یعنی وہی رہبانیت۔ دوسرے وہ ہیں اور یہ پہلے گروہ سے شمار میں بہت زیادہ ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ بغیر صاحب سے فرماتا ہو قَاتِلِ هَٰؤُلَاءِ حَتَّىٰ قَوْفِي عَنْ ذِكْرِ نَادٍ لِّكَرْبٍ وَلَا الْحَيٰوةَ الَّذِي نَادَىٰ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْوَلَدِ جو چاہے ذکر سے روگردانی کرے اور دنیا کی زندگی کے سوا اُس کو اور کچھ درکار نہ ہو ایسے لوگوں کو سوچ مت لگاؤ اُن کی علم کی رسائی ہمیں تک ہو میرا خیال یہ ہے کہ مذہب انسان کے کانسٹیٹیوشن میں داخل ہے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہوتا تاہم میں بڑے دور سے آپ صاحبوں کو مذہب کی طرف متوجہ کرتا ہوں اس لیے کہ تعلیم کسی ہی مکمل کیوں نہ ہو مائزنگے بدون کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی اور مارٹن بدون مذہب کے درست نہیں ہو سکتے۔ بیشک سوسائٹی کو مارٹن کے فائزیشن میں خلل عظیم ہو لیکن جو مارٹن صرف سوسائٹی کے انفلوئنس پر مبنی ہوں مانع نہیں ہو سکتے کَمَثَلِ الصَّكْوٰتِ اتَّخَذَتْ يَتِيمًا وَاِنْ اَوْهَنْ الْبُيُوتُ لَيَبْتَغِيَنَّ الصَّكْوٰتِ اگر دین و مذہب سے الگ رہ کر لوگوں کو تعلیم دی جائے تو میرے نزدیک اس کی ایسی مثال ہوگی کہ چٹیلے اور شرپر لڑکے کو راجز کا چاقو کھیلنے کے لیے بچا دیا جائے وہ ضرور اپنا ہاتھ کاٹ کر رہے گا۔ اگرچہ تعلیم کا ان پورٹج تھوڑا ہو مگر اب بھی ایسی مثالیں بہت ہیں کہ کالج یا اسکول سے نکل کر لوگ اَقْرَبُ لَانْت میں تعلیم سے راحت کی جگہ طرح طرح کی ایندائیں پاتے ہیں اور اس کا یہی سبب ہوتا ہے کہ مارٹن کی خبر گیری نہیں کی گئی۔ بیشک مذہب میں ایسی بھی بہت سی باتیں ہیں جن کو تمدن سے کچھ علاوہ نہیں۔ لیکن واقع میں مذہب اور فاضل گروہ کا سلام ایسا جامع دستور العمل ہے کہ کسی حالت کا آدمی ہو مرد اور عورت عالم اور جاہل تو نیک اور فاسق تن درست اور بیمار متعم اور مسافر قاکم اور محکوم لاولد اور صاحب اولاد

۱۷ ساعت ۱۸ ملا ۱۹ اخلاق ۲۰ ستھ ستاوت ۲۱ ستھ دباو ۲۲ ستھ اس کی مثال مذہبی کی کسی پر جس نے ایک گھونٹا مادہ کھل

میں سب سے زیادہ بودا اگر مذہبی کا ہے ۱۲ ستھ اور ۱۳ ستھ مذہبی کا ہے ۱۴

مجرد اور متاہل اس کو تمام زندگی میں جو کچھ کرنا چاہو اس دستور العمل میں اس کے لئے ہدایت موجود ہے۔ خدا کو جب بنی نوع انسان کی اصلاح منظور ہوئی تو اس نے ایسی خراب سوسائٹی میں جس سے بدتر اُس وقت روئے زمین پر کوئی قوم نہ تھی اپنے سچے اور سادہ اور بے تکلف اور غیر متصنع پیغمبر یعنی فطرت کے کامل ترین نمونے کو بھیجا۔ اُن کے اقوال اور افعال سب قرآن اور حدیث میں مدون اور منضبط ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی شفیق باپ ہمہ وقت اپنے اکلوتے بیٹے کی حرکات و سکنات پر نظر رکھتا اور وقتاً فوقتاً بات بات میں اُس کو روکتا توکتا رہتا ہے۔ ہیں سلام نہیں کیا۔ اُنھوں نے مزاج پوچھا تھا تم کو کتنا چاہیے تھا کہ الحمد للہ جب کھانسی یا جمائی تو تو منہ پر ہاتھ رکھ لیا کرو۔ بعینہ یہی بلکہ اس سے بہت بڑھ کر حال تھا پیغمبر خدا صلعم کا اپنی امت کے ساتھ چنانچہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ اہل حضرت نے ہماری تعلیم و اصلاح کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا لُحْطٰی عَلَمُنَا الْحُرَّاءَ ؕ پس مذہب فون کی طرح ہماری سوسائٹی کے رگ و پڑ میں ٹھیا ہوا ہے۔ اور اگر تعلیم کو مذہب سے مجرد کرنا چاہیں تو پھر نہ اسلام ہی نہ شیعی نہ سنی نہ زور نہ سوسائٹی کچھ بھی نہیں مسلمانوں کی دُشمنی ہے اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ایک گروہ مذہبی ہے ان میں ذات اور جماعت کا بھی امتیاز ہے مگر خدا اللہ معتبر نہیں یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَوٍّ وَأُنْثٰی وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقٰیكُمْ سِيَّئَةُ السُّبْحِ اسباب جو کچھ ہوئے ہوں اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی ہستی اور ترقی و عروج کا پرانہ سرچشمہ جو ش مذہبی تھا لیکن کس قسم کا جو ش مذہبی کیا اس قسم کا کہ دنیا سے بھاگوا اور اُس کو طلب نہ کرو اور اُس کے طلب کرنے کی تدبیریں عمل میں نہ لاؤ۔ صرف بڑی بڑی لمبی غازیں پڑھو و حیر سارے روزے رکھو اگر ایسا ہوتا تو آج شاید مکے مدینے میں بھی اسلام دو اکوڑھونڈا

۱۱۔ یہاں تک کہ ہم کو استیجاز تک کھاوا ۱۲۔ تویت ۱۳۔ تفریق ۱۴۔ لوگو ہم نے تم کو دو مادہ سے پیدا کیا اور تمھارے گروہ اور جیسے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار وہی تم میں سب سے زیادہ عزت والا ہے کے نزدیک ۱۵۔ دوسرے درجے کے ۱۶۔ اول درجے کا سبب ۱۷۔

خود اگر کوئی شخص گھنٹا پہن کر بھی اترائے تو عند الشایع ویسا ہی بغیر غرض ہو جیسے مُسْتَبَلُّ الزَّار۔ تو جس واسطے صرف نچا یا جامہ پہنتے سے منع کیا اور لم نہ بتائی اُس نے نہ درخت کی تو غیر نہ لی توہل کے لاسٹنے کے پیچھے پڑ گیا اسی طرح اس زمانے میں کفر مجتہدوں اور سنگھاروں اور بولیوں اور گامبول سندیاہ مستاہر گار تاجا اَلْاَحْمَالُ بِالْاِنْبِیَا کا خیال رہے تو مولویوں کو ناحق کے دروس سے بڑی نجات ملے۔ شعر

براستہ خانہ گر سر سے بینی | مزان بیابان کے معلوم نیست نیت اور

ہمارے انگریزی خواں ایک فاضل شکل میں مبتلا ہیں کہ لوگ انگریزی کی طرف سے بدگمان تو ہیں ہی بری طرح ان نوجوان بڑگوں کی تاک میں رہتے ہیں۔ انسان کی زندگی کو مختصر ہو مگر اُس کے بھی جتنے ہیں بچپن بچھانی ہو بڑھاپا ہو کسی کی ساری زندگی ایک طرح پر نہیں گزرتی۔ ہر ایک وقت اور ہر ایک رنگ و

یہ عمر اور عشق بہت آزرده جائے شرم | حضرت یہ باتیں بھتی ہیں عہد شباب میں

ایک لڑکا جوان میل کے پیچھے دیوانہ ہو۔ ایک وقت آنے والا ہو کہ وہ خود میل کو دے نفرت اور اپنے یہودہ خیالات پر اپنے تئیں ملاست کرے گا جس طرح بچپن کی باتیں جوانی میں تعمیر اور ذیل معلوم ہوتی ہیں اسی طرح جوانی کی حرکتیں بڑھاپے میں مکروہ ہو جاتی ہیں اور کیا عجب ہو کہ مرے پیچھے تمام زندگی بے صرف و لا حاصل دکھائی دے۔ شعر

واسے نادانی کہ بعد از مرگ یہ ثابت ہوا | خواب تھا جو کچھ دیکھا جو سنا افساد تھا

تو میرے کئے کی غرض یہ ہو کہ مذہبی خیالات اور تمکین و وقار کے واسطے بھی عمر کا ایک وقت جو کم سے کم یہ جو مجھ پر گزر رہا ہو۔ بلکہ میں تو تھوڑے دنوں اور بھی جوانانہ مزاج رکھنا چاہتا ہوں۔ ع
پیر سے کہ دم ز عشق ز ندیں فنیت مست

واقع میں مذہبی خیالات اور تمکین و وقار کا وقت مناسب وہ ہو جو ہمارے سرسید کا ہو۔ قنابت اور بے کی بے جی اور بے انصافی ہو کہ ہمارے نوجوان انگریزی خوانوں سے اس طرز زندگی کی توقع بھی

ملہ نچی ازار پینے والا ہو۔

جاوے جواز ال عمر کے لئے شایاں ہو دے کہ مَنْ يُوَدُّ اَنْ يَكُوْلَ الْفُلَّ يَكْمَلْهُ يَكْمَلْهُ يَكْمَلْهُ يَكْمَلْهُ

تَسْتَمِيعًا عَيْنَانِ هُمَا اَبُو دَمِيْن عَجْ فَسَجَّ يَتَقَشَّى وَصَتْبِي يَتَشَلَّى

میں مانتا ہوں کہ ان لوگوں سے تمھارے عمر کچھ بے تیزیاں سرزد ہوتی ہوں گی اور اس عمر میں سچی سے ہو کر تھی ہیں شاید کسی کو سخاں دار طور پر سنے کا شوق ہو اور وہ ہر چیز کے پسینہ پسینہ کرنا ہو اُس کے بزرگ اُس کو نفی کی سمجھ کر بڑبڑاتے ہوں۔ یا شاید کوئی کھلنڈا ہو یا کوئی نمازیں حاضر ہونے سے الگ ہوتا ہو یا شاید بے وضو بھی ٹرختا ہو یا کوئی بکت صاحب کے خوف سے قرآن پڑھتا ہو اور غلطے لگاتا ہو یہ باتیں بیشک ناریا ہیں مگر میرے لئے شاید اور سرسید کے لئے یقیناً۔ لیکن کوئی سرسید سے پوچھے کہ کیا آپ نے اس عمر میں ایسی باتیں نہیں کیں۔ ضرور کیں۔ اور ان سے بہت زیادہ کیں۔ لیکن اسی قسم کی باتوں سے انگریزی بدنام ہو اور کہا جاتا ہے کہ انگریزی لوگوں کو کر شان یا لاندہ ب بنا دیتی ہو مگر ان ہی کے ہم عمر لوگ انہیں پڑھتے یا پڑھتے ہیں مگر انگریزی نہیں پڑھتے۔ ہم نے تو کسی کو اسراق و تجد پڑھتے یا پاس انگاس کتے نہ دیکھا نہ سنا۔ اگر شاذ و نادر کوئی انگریزی خواں حدیث سے زیادہ بگڑا ہو تو یہ اُس کی اپنی طبیعت کا کھوٹ ہو جو انگریزی نہ پڑھنے کی صورت میں کسی دوسری قبیح ترین شکل سے ظاہر ہوتا شعر

آنگلی دل کا گلہ کیا کہ وہ کافر دل ہو کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو ہر لیاں ہوتا

اس شخص نے اگر کالج میں رھ کر کوٹ پیٹلوں پرنا جو تمھارے نزدیک داخل بدو قسمی ہو تو تمھارے ہاں رھ کر کھی دار پاجامہ پہنتا اور چھپلا بنتا۔ اس نے اگر کالج میں رھ کر کرکٹ کھیلنا سیکھا تو تمھارے ہاں رھ کر گویا کھیلتا پتنگ اڑاتا بیٹریں لواتا اگر کالج میں رھ کر اس کے مزاج میں یہ آزادی سمائی کہ جب کسی بات میں اشتباہ ہو گا وہ مذہبی ہی کیوں نہ ہو بے تامل لوگوں پر ظاہر کر دیا تو تمھارے ہاں رھ کر وہ لفاق سیکھتا اور اپنے تئیں محسوم اور ولی ماورؤ ظاہر کرتا۔ مگر شہرہ جو تمھارے نزدیک اصل الزام کی چیز ہے اس کا دل میں نہ آنے دینا تو اس کے اختیار میں نہ تھا۔ ماوشاکس شمار میں ہیں اللہ تعالیٰ ہر صاحب غلطی کے لئے اہم ہیں سے کوئی کوئی ذلیل ترین ملکی طرف تو اہل مذہب کو جان بوجھ کر کچھ دھانے ملے وہ عیسائی ہیں یا ہندو ہیں یا جی نہیں جانتی۔ بڑا صاحب دانا جانا ہے اور بڑا کھڑو سلطنتا چاہے۔ سہ قمری۔

[illegible]

۱۵ھ ہم نے جو تمہارے اچے کتاب ہندی پر اگر تم کو اس میں کچھ شک ہو تو جو کتابیں تم سے پہلے ہندی ہیں ان کے پڑھنے والوں سے جو ۱۲ھ ان کے بوجہ امتیاز ہیں جو ان پر تمہیں ملے گی کہ تاریخ ۱۲ھ لوگوں کو مانتے ہیں اور آپ بھی مانتے جاتے ہیں ۱۳ھ ذات احمد قرابی ان کا نام کر دی گئی ہے اور اس کے خیمے کے ستون عجب بڑے تھے مگر وہیں منبر حیات کو پہنچ کر وہ جی نہیں سہا ۱۴ھ اعمال کی بھلائی بڑی نیت پر موقوف ہو ۱۵ھ

وَأَن خَالَهَا تَحْفَى عَلٰی نَاسٍ تَحْكُمُ

وَمَهْمَاتِكُمْ هُنَا أَمْرٌ مِّنْكُمْ لَقَدْ

تو میں اپنے اوپر قیاس کر کے کہہ سکتا ہوں کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اس واسطے کہ مسلمانوں کے یہاں پیدا ہوئے مسلمانوں کا سنا نام رکھا گیا لیکن اس کا ش اس قدر مسلمان ہونے کے لیے کفایت کرنا خالص اپنے کلام پاک میں کئی جگہ مسلمان کی شناخت بتائی جو ان میں سے ایک مختصر سی آیت پڑھنا ہوں۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ تَاْبُوْا وَجَاهٌ وَّ اِيْمَانٌ وَّ اَنفُسُهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَوْ لِيْلِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ اِس آیت میں صرف دو ہی باتیں ہیں اللہ اور رسول پر ایمان لانا اور اللہ کے رستے میں جان و مال سے کوشش کرنا۔ اَوْ تَقُوْا وِیْرَکَے لیے دیکھیں کہ ہم ان دونوں شرطوں کو کہاں تک پورا کرتے ہیں اَمْنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ کے لفظ مشکل ہیں اور نہ کچھ معنی دیتے ہیں غلط ہیں کہ اللہ اور رسول پر ایمان لانا یعنی خدا کا کمال پرستی کرنا اور رسول کو سمجھنا کہ واقعہ میں اُن کو نہ لانے بندوں کی ہدایت کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا لیکن یقین ہی کی تو بڑی ڈیر بھی کھینچی۔ بے شک ہم کو لوگ کے جملانے کا یقین ہے کہ کو اس کا یقین ہے کہ کس کو تیرے نام نہیں آتا وہ دو باؤ پانی میں ڈوب جائے گا ہم کو اس کا یقین ہے کہ مثلاً لڑکی میں جی بھلیا جب کی لاٹ ہو اُس کی چوٹی سے آدمی بچے فرش پر گرے تو ہلاک ہو جائے گا۔ یہ باتیں ہمارے سامنے سے اتر کر کرنے کی محتاج نہیں۔ ہمارا بڑا ناؤ ہمارا ممدار آمد ہمارے یقین کا ثبوت ہی کہتے ہیں جو قصداً آگ میں جا کر جان دیتے کتنے پانی میں ڈوب کر مرنے کہتے اوپر سے گر کر ہلاک ہوتے اب اس یقین کا مقابلہ کرو اُس صرف زبانی یقین کے ساتھ کہ خدا ہی اور اُس سے ہمارا کوئی فعل کوئی قول کوئی خیال معنی نہیں تَعْلَمُوْا حَآثِلَةَ الْاَحْمٰیْمِ وَمَا تَحْفٰی الْقَصْدُ وَدُوْهُنَی کو پسند اور بدی کو پسند کرتا ہو۔ اُس کی رضا مندی فوز و فلاح ہی اور اُس کی نارضا مندی ابدی عذاب و ہلاکت ذر انصاف سے کہو کہ دونوں یقیینوں میں کچھ بھی مناسبت ہو۔ شیطان نے ایک نافرمانی کی تھی

لے اور کوئی اپنی ناشائستہ عادت کو بدشیدہ کرنا چاہتا تو وہ اپنے بندہ اس لوگوں سے چھپتا تو مگر لوگ نے یہی جانی تھا یہی کہ ہم میں وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے چکے مگر اللہ مال اللہ کا حق اللہ کے رستے میں کوشش کرتے ہیں اور یہی ہے کہ میں ۱۲ آیتوں کی چوہاں اور دلوں کے اسرار کو جاننا ہے ۱۲

یہ روایت میں نے حدیث صحیح میں دیکھی ہے کہ کوئی صحابی جن کا نام مجھے اس وقت فراموش ہو گیا
 جو غالباً اہل کتاب سے نہی ہوئی اگلے وقتوں کی کوئی حکایت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیان کی ہے
 تھے اُس میں کلیدِ دمنہ کی کمانیوں کی طرح کچھ لکھنؤ گاٹے لگا دیے تھے۔ حاضریں میں سے کسی نے گائے
 اور بھیرے کے بولنے پر تعجب سا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو اس پر ایمان لاتا ہوں اور ابو بکرؓ
 اور عمرؓ بھی حلال کہ یہ دونوں بزرگ اُس وقت حاضر نہ تھے ایک ایمان تو وہ تھے اور ایک ایمان
 اس زمانے کے ہیں کہ بات بات میں شبہ لفظ لفظ میں شک۔ اور یہ کہ جو لوگ عربی عبارت کے
 پڑھنے پر قادر نہیں کلامِ الہی کی تفسیر بالرائے کرنے پر دلیر تاویل القول بِمَا لَوْضَعُ بِہِ الْعَاثِلُ پرجہ
 آپ سب صاحبوں نے سنا ہوگا کہ جناب میں ایک صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا وہ بزرگ
 ابھی چند روز ہوئے دلی میں بھی تشریف لائے تھے۔ خیر وہ جو کچھ کہتے تھے سوکتے تھے اُن کی تکذیب
 مخالفت میں جو پرچے نکلتے تھے اُن میں بھی جواب ترکی بہ ترکی چمکتا ہوتا تھا مگر اس تمہید سے کہ مجھ کو خدا
 کی طرف سے الہام ہوا ہے اور حضرت مرثمؓ رات غریب خانے پر تشریف لائی تھیں کثرتِ کلماتِ خیرہ
 مِنْ اَوْفَیْہُمْ اَنْ یَّکُونُوا الْاَکْذَبَیْہِمْ نتیجے فتح باب تاویل کے۔ میں تو ایسا غالی اور متعصب مسلمان
 نہیں ہوں مگر یہ یہودگی اور خدا اور انبیاء کے ساتھ تسخر و استہزاء چھکر مجھ کو بھی تو حرات آجاتی ہو بدیش بابا
 ہم بازی۔ یہ سائے فساد اس کے ہیں کہ خدا کی قدرت کو سمجھا لیں اور اپنی معلومات کو گڑا استخوان لوگوں کے
 نزدیک خدا کو دنیا سے وہی تعلق ہے جو ایک گھڑی ساز کو گھڑی کے ساتھ ہوتا ہے کہ اُس نے گھڑی کے کیل
 پڑ سے بنا ہے۔ ان کو ترکیب ہے کہ گھڑی کو کوک دیا اب گھڑی ہے۔ کہ جب تک اُس کی کوک ہے آپ
 سے آپ پڑی چل رہی ہے۔ لیکن دنیا میں جتنے لوگ خدا کو مانتے ہیں وہ اس کو بھی مانتے ہیں کہ وہ سلسلہ
 اسباب کا پابند نہیں ورنہ کوئی خدا کو قبول کر بھی یاد نہ کرے۔ وہ رات میں کوئی ایک لمحہ نہیں جس میں
 سینکڑوں ہزاروں لاکھوں۔ کھروڑوں۔ پدموں۔ ہمارے سکھوں بلکہ بے شمار دل خدا کی طرف اتھا
 لے ہتکناں پہلو پہنے ہا نا جس سے کہنے والا خود اسی نہیں ۱۷۷۷ بات جنوں کے منہ سے نکلتی ہے مری عجاری بات ہوا اور

نہ لہاتے ہوں۔ سبے شمار کائنات لوگوں میں دایہ و بائیں دلائل بطور مجتہدینہ اگلا امر
 اٹھائے اور لوگوں میں شیعیان کے پیغمبر محمد ﷺ کو لکھتے ہیں کہ تیسرا امر اور لوگوں کے علم کے لئے دوسرا
 اگلا امر تو کیا یہ سارا عالم اس خیال سے خدایا کی طرف رجوع کرتا کہ وہ اسباب کا گو رکھ دھندلکھ کر کے
 اپنے ہاتھ لکھا چکا ہو۔ ایسا انسان کرنا صریح غلط ہے کیونکہ انا کہ ہذا جہت ان عظیمہ بلکہ ہر فرد اسی زمان
 کے ساتھ دعا کرتا ہو کہ خدا اس کی سنتا اور اسباب سے قطع نظر اس کی کار براری کر سکتا ہو۔ اشعار

امی ترا باہر دے راز سے دگر	ہر گدا را بدورت ناز سے دگر
تو ہی دیتا ہو مریضوں کو شفا	تو ہی کل عالم کا ہو حاجت روا
تو اُمید جان پر افسوس ہے	تو ہی تسکین دل کا یوس ہے
جس قدر محتاج آب و نان ہیں	سب تری سرکار کے ہمان ہیں
تو ہی برساتا ہو پانی ابر سے	مہر سے حاشا کسی کے مہر سے
تو ہی دیتا ہو درختوں کو نمو	تو ہی دیتا ہو گلوں کو رنگ بو
تو ہی کرتا ہو شجر کو بارور	تو اگاتا ہو تو ہی برگ و ثمر
آسمان پر ہو کہ ہوزیر زمیں	ایک ذرہ تجھ سے مستغنی نہیں
پھونپتا ہو تو ہی سب کی داد کو	تو ہی سنتا ہو ہر ایک فریاد کو
بادشاہ محمود یا بسندہ ایاز	سب ترے محتاج ہیں امی بے نیاز
تیرے آگے ملت و اسباب کیا	تیرے یاں کیا ب کیا نایاب کیا
ہر گھڑی تیری نئی اک شان ہے	بیش ہی دین اور یہی لہ مان ہے

جب کل عالم کا یہ حال ہو تو کیوں نہ ایسے خیال کو انسان کے کانسٹیٹوشن میں داخل سمجھا جائے

۱۲۔ جتنی جان دار چیزیں زمین پر پھرتی ہیں اور جتنے جانور پر سے اڑتے ہیں وہ بھی تمہاری طرح کی مخلوقات ہیں ۱۲۔
 ۱۳۔ ان کو بھی ایسی نہیں جو تیرے پروردگار کی پاکی اور تعریف بیان نہ کرتی ہو مگر تم ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ۱۳۔
 ۱۴۔ تیرے ہر درودگار کے لشکر میں کوہی جاتے ۱۴۔ سبحان اللہ تیرے درجہ کا بہتان ہو ۱۴۔

اس سے بڑھ کر سلف کرسٹیڈ (دیرنود غلط) کو قن ہوگا جو ذریعی عقل کے ہر تے پر ملکوت السموات
والا ترفیض کے رازیں دخل دیتیے گولہ کے اندر کا بیج کا فضاے دہر پر معترض ہو۔ یا برساتی پتنگا زمانے
کے حدوث و قدم میں راسے زنی کرے جو شخص اپنی پیدائش کے بعید کو دریافت نہیں کر سکا
جس نے نہیں سمجھا کہ درختان شمر و درکیوں کرنو مادہ دونوں کا کام دیتے ہیں جو نہیں جاسکتا کہ ابتدائیں
مرغی بے اٹھے کے پیدا ہوئی یا اٹھ بے مرغی کے اُس کو بے شاکرت پدیرمیشی کے پیدا ہونے میں
چوں دچرا کرنے کا کیا حق ہو۔ یہ تمام کارخانہ کیا دنیا کیا موجودات کیا واقعات طلسم حیرت ہو اس میں چھڑ
عجیب ہو اور کچھ عجیب نہیں جلد نذاہب کی بنیاد ہو خدا کی ہستی جس پر ایک نظریے نے ایسی چھپتی کمی کہ
بس چھا گئی اندھوں کا ہاتھی۔ یہ اشارہ ہو ایک حکایت کی طرف کہ کسی گالوں میں ہاتھی آیا سارا گالوں
اُس کے دیکھنے کو نکل پڑا۔ اندھوں نے سنا اُن کو بھی شوق ہوا۔ مگر مشکل یہ آکر پڑی کہ انھیں نہیں گئے
اکو کسٹی سوڈ ٹوٹی کسی نے دم کسی نے کان کسی نے پاؤں کسی نے پیٹ اور پھر اُس کے بیان
میں اختلاف کرنے۔ وہ سب سچے تھے اپنی اپنی پندار کے مطابق مگر سب جھوٹے واقع کے اعتبار سے
غرض خدا عجیب اور باوجودیکہ ہم ظاہری اور باطنی جو اس کے ذریعے سے کہ بھی ہماری کائنات ہو۔
اس کو سمجھ نہیں سکتے اُس کا ماننا عجیب اور پھر خدا جیسے اُتجِب العجائب کو مان کر کسی بات پر تعجب
کرنا سب سے زیادہ عجیب ہو۔ یہ بحث بڑی دلچسپ ہو اور میں اس پر کچھ کتا سکر سامعین کو دیکھتا ہوں
کہ ملول ہو چلے ہیں اور مجھ کو وہ آیت اِثْمَالُ الْوُصُولِ الخ پوری کرنی ہو ہاں تو میں خیال کرتا ہوں کہ ایسے
ثابت کر دیا ہو کہ مومن ہونے کی پہلی شرط اَمَّنُوْا لِلّٰہِ وَرُسُوْلِہٖ ثُمَّ لَکُمْ یَوْمٌ اَوَّلُ کہ ہم پر انہیں کر سکے۔ اب
رہی دوسری شرط وَجَہًا هَدٰی اَبَاؤُہُمْ وَالْهَدٰی اَنْفُسُہُمْ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ اَلْجَہَادُ اسے جو مراد ہما دم متعار
یعنی کفار سے اپنے دین کی حفاظت اور حمایت کے لئے لڑنا یہ کتابی لڑائی نہیں ۵

من ترا کا فر خواتم تو مر امترہ نخواست	من ترا ملعون و اثم تو مر اناری ہمیں
بلکہ وہ لڑائی جس میں کینہ کی جگہ سراور بے کے عوض تلوار ہوتی ہے۔ اگر ہما دست اس قسم کی لڑائی مراد ہوتی تو سستے چھوٹے نہ والد بزرگوار کو ایسی بدتمیزی کا اتفاق ہوا اور نہ جید امجد کو اور کس مرتبہ کو	

خدا کے فضل سے ہوا بھی نہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہونے کا بھی نہیں لیکن آیت میں کچھ لڑائی کی تفصیل نہیں مطلقاً جاہدوا۔ اسی جس کا مادہ جہاد اور اس کے معنی ہیں کوشش۔ بے شک مادہ نزول قرآن میں بلکہ اس کے بعد اور دوسرے دوسرے ملکوں میں اب بھی جہاد فی سبیل اللہ کی شق متعین ہی لڑائی ہو لیکن بحث اس میں ہو کہ ہماری حالت کے مناسب جہاد کا کون سا پیرایہ ہو۔ میں نے اسی مجمع میں اسی جگہ تیرس سال بھی کہا تھا اور مولوی لوگ کچھ پی سے گئے۔ کیوں کہ اپنی نسبت کفر کا کوئی فتویٰ میری نظر سے نہیں گزرا اور اب پھر کہتا ہوں کہ اس زمانہ کا جہاد یہی ہو کہ تعلیم میں جس سے جو کرتے بن پڑے کرے اور جَا هِدُوا یا مَوَالِیْہِمُ وَاَنْفُسُہِمُ کا مصداق بن کر مومن اور صادق کے دوہرے دوہرے خطاب شاہنشاہ دو جہاں کی سرکار سے لے۔

وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ لیکن کون ہو جو بچے دل سے مومن کو خان پر صادق کو بہادر پر ترجیح دے۔ اور خان اور بہادر بھی سرکار انگریزی کا نہیں کہ خیر اس میں دیوبندی وقت تو ہو بلکہ ایک پٹی ٹریڈنگریٹیٹ کا جس کے خزانے میں ان انٹینی ٹائیٹلز کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھو دَعُوْا اَنْ اَحْمَدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

گیارہواں لکچر

جوانمجن حمایت اسلام لاہور کے ساتویں سالانہ جلسے پر سیمینار کا اہم ہور دیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جن لوگوں نے منطق کے ابتدائی رسالے دیکھے ہوں گے شکل اول کی میموری ملکہ ہوئی تھی و قیاسی مثال ضرور ان کی نظر سے گزری ہوگی الْعَالَمُ مُتَغٰیِرٌ وَكُلُّ مُتَغٰیِرٍ کَاذِبٌ فَالْعَالَمُ کَاذِبٌ لہ رشک کرنے والوں کو چاہیے کہ اس میں رشک کریں ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ کو راسخین ۱۰ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

دعالم متغیر ہو اور ہر تغیر حادث ہو پس عالم بھی حادث ہو، منطقی تو اس میں اس اعتبار سے نظر کرتے ہیں کہ شکل اول کے انتاج کے لئے ايجاب مغربی اور کلیت کبریٰ شرط ہو۔ مجھ کو اس سے کچھ بحث نہیں ہے

کیا جانیں ہم زمانے کو حادث ہو یا قدیم | کچھ ہو بلا سے اپنی کہ میں فانیوں میں ہم

میں تو صرف عالم کے تغیرات پر کچھ کنا چاہتا ہوں اور تغیرات میں بھی صرف وہ تغیرات جو علداری کے بدلنے کی وجہ سے برش آئیں یا میں واقع ہوئے ہیں پچھلی علداریوں کو عموماً نظر حقارت سے دیکھنا پسند ہے دوسرے کی بے انصافی اور ہٹ دھرمی ہو۔ ان میں ایسے زمانے بھی ہو گزرے ہیں جن کے حالات ہنوز صفحہ تاریخ پر آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں اور آخر الدہر تک آب زر سے لکھنے کے لائق رہیں گے پچھلی علداریوں کی نسبت اسے قائم کرنے میں ایک عام غلطی یہ ہوتی ہے کہ اس زمانے کے حالات کو موجودہ زمانے سے مقابلہ کیا جاتا ہے چنانچہ اسی طرح کی غلطی کا پردہ ان لوگوں کی آنکھوں پر بھی ڈپڑا ہے جو اسلام کو اس عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے جسکے وہ انصافاً مستحق ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں اسلام کیا جس نے ایک مرد کو ایک دم سے چار بیویوں کی اجازت دی۔ اسلام کیا جس نے غلامی کو جائز رکھا۔ یا مثلاً کہ عیسائی (عیسائیت) کی اسلام نے اعانت کی۔ رعایت کی۔ حمایت کی۔ ایسا ہی کہ عیسائی کے معتقد اسلام کو کھینچنے کا جانی دشمن ٹھہراتے ہیں لیکن اسلام نے ایک مرد کو چار بیویاں کرنے کی اجازت دی لیکن کیسے وقت میں جب کہ عرب اس قحط زناشوئی بالکل وحشانیہ حالت میں تھا کہ مرد کے لئے بیویوں کی کوئی حد نہ تھی اس سے زیادہ دانش مندی ایسے امور میں کیا ہو سکتی تھی کہ اسلام نے اس مطلق الغائی کو پہلے چار کا اور پھر عدل کی قید لگا کر آخر کار لیک پابند کیا۔ یا تحریر رقبہ کو مذہبی عبادت قرار دے کر اِثْمًا ثَنًا جَدُّو اَمَّا فِدَاؤ۔

(اس کے بعد احسان رکھ کر یا تان وان لے کر چھوڑ دو) غلاموں کو آزاد کی کامرودہ سنایا۔ یا ایک طرف عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا ماننے تھے اور ان کے مقابلے میں یہود دے یہودان کی اور نبیّت اور رسالت کو کہا۔ جائز طور پر ان کی ولادت کے بھی قائل نہ تھے۔ اسلام نے ان کے روح العبد بننے کی ممانعت کی اور ان کے حق میں وہ خوف تسلیم کیا جو منہائے ترقی بشر جو یعنی پیغمبری۔ مگر اور جو غلطیوں

مسٹر شاہ دین کے حصے کا ہوا اور جو کہ وہ ہیر شرمی ہیں میں ڈرتا ہوں کہ کسی مجھ پر بد اخلاقی کا مجرم نہ لگا بیٹھیں تو میں اپنے اصل مطلب تیزات عالم کی طرف عود کرتا ہوں۔

مقتضائے انصاف یہ ہے کہ ہندوستان کے اُن وقتوں کو دوسرے ملکوں کی اُن ہی وقتوں کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے۔ اگر سواہر بسوہرا اور شلال مشی متقابل کیا جائے گا تو ہمارے یہاں کی پچھلی عمارتیاں کچھ ایسی زیادہ بھونڈی اور قابل نفرت نہیں دکھائی دیں گی۔

تیزات نظر کرنے کے لیے ہم کو پچھلی عمارتوں کے حالات کی تحقیق کرنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ اسی عیسوی انیسویں صدی کے نصف اخیر پر غور کرو۔ باوجودیکہ عمارتی نہیں بدلی لاس کو چاہو عمارتی کا بدلنا کچھ لو کہ پہلے کپنی کا انتظام تھا۔ اب شاہی انتظام ہی ہمارے دیکھتے دیکھتے اس کثرت سے تیزات واقع ہوئے ہیں کہ ان تیزات کی نظیر تو کہاں ملتی تھی۔ نری کثرت تیزات کی نظیر بھی تانچ میں نہیں مل سکتی۔ سب سے اول ۱۸۵۷ء میں مجھے پنجاب آئے کا اتفاق ہوا اس تقریب سے کہ مسٹر رچرڈ ٹیل جو آخر کار سر رچرڈ ٹیل اڈمبی کے گورنر ہو گئے تھے۔ اُن دنوں ضلع گجرات شاہ دولہ کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ ہندوستان کے بعض اضلاع اگرہ۔ تنہا وغیرہ میں سر شمسہ تعلیم جاری ہو چکا تھا مسٹر ٹیل نے اُسی کی مقصد نقل اپنے ضلع میں کرنی چاہی اور یوں تعلیم کے آفتاب کی پہلی کرن پنجاب میں ضلع گجرات پر پگی۔ نہیں معلوم گجرات کے لوگوں نے اس تقدم کا کچھ پاس کیا اور تعلیم کے اعتبار سے وہ ضلع پنجاب کے دوسرے اضلاع سے پیش پیش ہی نہیں۔ میں خیال کرتا ہوں نہیں ہو گا۔ کیوں کہ سیٹ آف گورنمنٹ صدر مقام نہیں ہی۔ مسٹر ٹیل نے دہلی کالج سے جس کا اُن دنوں تعلیم کی دنیا میں ڈنکا بج رہا تھا چھ مولوی طلب کیے۔ بلا لے تو تھے چھ مولوی۔ آئے پانچ مولوی اور ایک کٹھ ملا یعنی میں۔ جب اُس حالت میں کہ میں تانہ ولایت تھا اسی کالج سے اُٹھا ہوا چلا آتا تھا اور کچھ پڑھتا تھا۔ سب مستحق تھا۔ میں کچھ ملا تھا اب سوائے حرف شناس کے میں اپنے نہیں کیا خیال کر سکتا ہوں۔ لکھلا یَعْلَمَ بَدِّ جِلد شیدا جاننے بوجھنے کے بعد کچھ بھی نہ جانے میں اُس وقت کا کچھ چاہا ہے شک

بہت کچھ بھول گیا ہوں مگر پنجاب کے سفر کو نہیں بھولا اور وہ بھولنے کی غیر بھی نہ تھی عملداری کو بدلے
 ہوئے کچھ ایسی زیادہ مدت نہیں ہوئی تھی۔ بھری برسات تھی ندی نالے اور نالے دریا ہو رہے تھے۔
 اور دریا سمندر ٹرنک روڈ شاہ راہ جاری تھی مگر چوں کہ پل نہیں بنے پائے تھے گویا کہ بند تھی اور
 ابن سب پر ضرب پانچ نا تجربہ کاری ناداری ادیبہ سامانی غرض وہ جو کتابوں میں سفر کی مذمتیں پڑھی
 تھیں اُن کی تصدیق ہو گئی اور بیستیس دن میں بنگال دئی سے گجرات چھوٹا۔ یہی نہیں کہ مجھ کو اُس سفر کی
 صرف صورتیں یاد ہیں۔ نہیں۔ چوں کہ منزل بمنزل کا سفر تھا۔ میں نے آتے جاتے راہ کے سارے
 شہروں کو بھی دیکھا تھا۔ اور سب کی نہیں تو اکثر کی وہ اگلی حالتیں میری نظروں میں۔ اُن میں سے ایک
 تمھارا لاہور بھی ہو۔ ہر چہ وہ دیکھنا اجمالی دیکھنا تھا۔ مگر پارلیمنٹ کے اُن ممبروں کے مقابلے میں تو میں
 اُس کو تفصیلی ہی سمجھتا ہوں جن کو کسی مرض کی شکایت کی وجہ سے ڈاکٹر نے موسم سرما کے چند ہفتوں کے
 لئے سفر بھری کی راہ دی اور وہ ہندوستان کو دھڑلے چند ہفتوں میں آئے بھی اور گئے بھی اور
 ولایت چھوڑ کر لگے ہندوستان کے پیچیدہ معاملات میں رائے زنی کرنے جیسے بڑے بوجھ کو جب کہ
 ۱۹۵۷ء کا دیکھا دیکھا میں نے لاہور کو اب یہ چوتھا برس ہو سر سید احمد خاں صاحب کے ایجوکیشنل
 کانفرنس کی تقریب سے دیکھا ہوں اگر کوئی مجھ کو لاہور کے سوا میں لاٹھی کی حالت میں چھوڑ دیتا تو میں
 ہرگز نہ پہچانتا کہ دنیا میں کہاں ہوں کیا صرف لاہور میں اور لاہور کے بھی صرف مکانات میں یہ غلط فہم واقع
 ہوا ہو۔ نہیں بلکہ انگریزی گورنمنٹ کے حسن انتظام سے کل ہندوستان کی ہر بات میں حیثیت بدلی
 ہوئی ہو۔ میں انگریزی عملداری میں ہندوستان کو ایسا خیال کرتا ہوں جیسے ایک بھجور ایک ہندوستانی بھجور
 دایہ کی گود میں نہیں جیسے بچے کو روتا دیکھ کر بے تمیزی کے ساتھ دودھ پلا دینے کے سوا بچے کے
 خاتمے کر دینے کے بہت اور اُس کے پالنے کا کوئی قاعدہ معلوم نہیں بلکہ وہ ایک بیک اور ہوشیار رعب کا
 ہنرمند دایہ کی کنابو عاطفت میں سرور گڑ کے ایڈٹیشن سراج الدین کے رسالہ تعلیم کے مول
 کے مطابق پرورش پاتا ہو۔ اور آنا فانا اُس کے جملہ اعضاء و رقوم اپنی اپنی جگہ متناسب ترقی کر رہے
 ہیں ہندوستان کے حالات ماضیہ اور موجودہ تفصیلی نظر ڈالی جائے اور ہر چیز بدلی ہوئی نظر آتی ہے لاہور

کہ یہ اگر بدلے بھی تو ایسی قدر کہ بد سے بدتر ہو گئے۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت اگر ان کی سابقہ حالت کے مقابلے میں ردی ہوتی تو کتنے کمزور اس سلطنت کی وجہ سے اور اس کی شکایت کی کوئی وجہ نہ تھی لیکن جس رعایت کی شکایت ہو وہ یہ ہو کہ جیسی رعایا یہ ویسی رعایا دوسری قومیں جو حقوق ان کے۔ وہی دوسروں کے۔ پھر کیا وجہ ہو کہ یہ ان کے مقابلے میں بیٹے ہیں تول میں عزت میں۔ تقرب حکام میں۔ غرض ہر طرح کی دنیاوی رفاه و خوش حالی میں۔

مجھ کو اپنے غفوان شباب کی بات اب تک یاد ہے کہ از بسکہ عموماً اس وقت تک مسلمان ہی صدر الصدور ہوتے تھے ہماری طرف تو صدر الصدور کہتے ہیں۔ پنجاب میں نہیں جانتا انہیں کیا کہتے ہیں شیخ خدا بخش صاحب ہلسلہ کی طرف اشارہ کر کے آپ کا کیا عمدہ ہو؟ سب حج تو ہاں صدر الصدور ایسے تھے جیسے تمہارے ہاں سب حج مگر مجھ کو تو کچھ صدر الصدور ہی کا لفظ پسند ہے۔ کیوں کہ لہجہ اور سننے میں بھلا معلوم ہوتا ہے اور سب حج ہو بھی نہیں سکتے غرض میں اس زمانے میں ایسا خیال کرنا تھا کہ صدر الصدور ہی کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے میں نے اول اول منشی کا نجی سہارے کا صدر ہونا اشنا تو تعجب کیا کہ ہندو اور صدر الصدور میں کیا جانتا تھا کہ ایک دن ایسا بھی مجھ کو دیکھنا ہے کہ جیسے ہندو کے صدر الصدور ہونے پر تعجب کر رہا ہوں ویسا ہی مسلمان کے صدر الصدور ہونے پر تعجب کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ دن آگیا اور نہیں آیا تو اور دس بیس برس بعد سی۔

یوں تو رعیت اور غلام دونوں میں ایک صفت مشترکہ ضرور ہے یعنی پرائی تابعداری مگر رعیت رعیت میں فرق ہے انگریزی رعایا ہونے کو آزادی کا مترادف سمجھتا ہوں لیکن فرض کرو رعیت ہونا مشقت کی بات ہے۔ تو یہ جو مسلمانوں کی گروں پر اب کمابیش سو سو اسو برس سے رکھا گیا ہے جب کہ بھی اور اس سے بھی زیادہ بھاری جو اکھینے کھینچنے دوسری اقوام معاصر کی پشتیں کی پشتیں فنا ہو گئیں تو اس رو سے کس کو زیادہ خستہ حال اور فاصل و ناتواں ہونا چاہیئے اس کا جواب ہو دوسری قوموں کو۔ مگر قضیہ شکس ہے۔ انگریزی عہداری میں مسلمانوں سے زیادہ کوئی خستہ حال قوم نہیں۔

لے اٹھی بات جو ۱۱۔

جب قوم کا نام آیا تو قوم عبارت ہو چکی کہ وہ مسلمانوں سے جو پڑش اٹھیا میں بود و باش رکھتے ہیں۔
 بے شک ہم میں بھی کوئی کوئی بے بڑے مالدار ہیں۔ کوئی کوئی بڑی سے بڑی خدمت رکھتے ہیں۔ کوئی
 کوئی صاحب خطاب ہیں لیکن قوم میں یہ کوئی کوئی ہیں کتنے؟ فی صدی تباؤ تو آسانی سے سب کی
 سمجھ میں آئے۔ سو میں ایک نہیں۔ آدھا نہیں۔ تہائی نہیں۔ چوتھائی نہیں۔ ایک پانچواں نہیں۔ غرض تم
 اسی طرح ایک چھوٹی سے چھوٹی کسر بولتے جاؤ اور میں برابر نہیں کرتا رہوں۔ یہاں تک کہ تم کو سوار مشائے
 پر اتر پڑو اور میں ان میں بھی ایک برابر لبا کنگھوڑا چلتا ہوا دیکھ کر کہوں کہ شاید۔

قوم کا پھیلاؤ اور عوم خستہ حالی دیکھ کر کبھی جی چاہنے لگتا ہو کہ یہ کہاں کے محدودے چن کر
 مستثنیات کیلئے کے بنائے میں خلل انداز ہو رہے ہیں یہ بھی نہ رہیں تو اچھا۔ تاکہ کھسکیں کہ مسلمان
 سب کچھ تھے اور اب کچھ نہیں۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ تو ہم ہی کو کو سننے لگ گیا میں بانی۔ بی بی کر
 نہیں کہتے کہ تمہیں ڈر ہو بلکہ گرم چاہے پی بی کر لکھو اور صاحب اگلا تر کٹنے کے لئے ہار بار چلے پتے جلتے تھے
 مسلمانوں کی سلطنت جا کر اگر کوئی ظالم اور خوشی گورنمنٹ ان پر مسلط ہوتی اور ان کے شانے
 کے در پر رہتی اور مسلمان اس نوبت کو چھو بیچ گئے ہوتے تو ہم سمجھتے کہ خدا ہی کو ان کا نیست فنا ہو کر فنا
 منظور ہوا اور اس صورت میں نہ کوئی کسی کو سمجھاتا اور نہ کوئی کسی کو اٹھاتا دیتا۔ مگر بڑا جھینٹنا تو اسی کا ہو کہ
 انگریزی گورنمنٹ اس قدر مہربان اور اپنی رعایا کی اس قدر پرداخت اُس کو منظور نہ صرف روئے
 زمین کی موجودہ گورنمنٹوں میں بلکہ تاریخوں میں اس کی نظیر نہیں اور اس پر مسلمان تباہ اور خستہ حال
 انگریزی مملداری میں مسلمانوں کی ایسی مثال ہو کہ ایک دریائے متواج پڑا ہوا رہا اور مرد دم و مرغ
 و مور سب اپنے اپنے حوصلے کے موافق اُس سے سیراب ہوتے چلے جاتے ہیں اور مسلمان ہیں کو موسم
 جلاستوں میں دریا کی برتی پر پیا سے پڑے تڑپ رہے ہیں۔

جہی داستان قسمت را چہ سود از پر کمال | کہ خضر از آب یہو اس تشہ می آرد و سکندر را

غرض یہ ایک واقعہ ہو جس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلمان انگریزی مملداری کی برکتوں سے

مکمل سے نہیں تو اکثر سے محروم ہیں۔ اور چوں کہ دنیا عالم اسباب ہے۔ اس حرمان کا کچھ نہ کچھ سبب ہونا چاہیئے۔ وہ سبب انگریزی عملداری کے اصول تو نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ اصول عملداری عام ہیں سب پر یکساں موثر۔ اور اسباب عام ہوتے ہیں۔ تو ان کے نتائج بھی عام ہوتے ہیں **وَأَذْکِیْسَ** **فَلْکِیْسَ** اور چوں کہ نتائج عام نہیں ہیں تو معلوم ہوا کہ عملداری ان کا سبب نہیں، پس ہونہ ہو۔ ہم آپ ہی اپنی تباہی کے موجب ہیں۔

عام ہیں اُس کے تو الطاف شہیدی سب پر
تجھ سے کیا فدیہ تھی اگر تو کسی قابل ہوتا
تو کیا سلطنت کے زائل ہونے سے مسلمانوں کی عقل بھی زائل ہو گئی۔ کہ اپنے پاؤں میں لگے آپ کھٹاڑی مارنے میں اس کا جواب دوں گا۔ ہاں بے شک۔ ضرور۔ کیوں کہ دوسرا جواب بن نہیں پڑتا۔ ہر چند یہ جواب سن کر لوگ بھی کوٹری اور پاگل بنائیں گے اور کہیں گے کہ منکر بھارت عقل ہے۔ مگر میں اپنی اس جگہ سے ٹلنے والا نہیں جب تک مسلمانوں پر ان ہی کی بد عقلی ثابت نہ کر دوں عقل جس کو میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں سے سلب ہو گئی۔ اس سے مراد ہے عقلِ معاش عقلِ مصلحت اندیش عقلِ مزاج شناس زمانہ عقلِ سلیم میں نے ابھی تھوڑی دیر ہوئی۔ ان تغیرات کا بھلا تذکرہ کیا۔ جو انگریزی عملداری کی وجہ سے ہندوستان میں واقع ہوئے ہیں اور واقع ہوتے چلے جاتے ہیں اور واقع ہوتے چلے جائیں گے۔ پس مسلمانوں کی تمام بد عقلی محصور ہے اس ایک بات میں کہ انھوں نے اپنے تئیں زمانے کے ساتھ نہیں بدلا اور بدلتا چاہتے بھی نہیں۔ پس ان کو درپردہ ضد جو اور عقلِ عملداری سے۔ زمانے سے۔ یا سیدھی طرح یہی کیوں نہ کہا جائے خدا سے۔ اور اس بیہودہ ضد اور نفرت کا نتیجہ ضروری نتیجہ اب تک جو ہوا دیکھا اور جو آئندہ ہونے والا ہے۔ اور ضرور ہونے والا ہے جو جیتا ہے گا دیکھے گا اور ضرور دیکھے گا۔

دنیا جو دارالاسباب ہے اس کے یہی معنی نہیں ہیں کہ ہر ایک واقعے کا ایک سبب ہوتا ہے۔ بلکہ وہ سبب پھر بجائے خود ایک واقعہ سمجھا جاتا ہے۔ اور کوئی اور واقعہ اس کا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح
۱۵ اور یہ نہیں کہ وہ بھی نہیں ۱۲۔

دنیا میں اسباب کا ایک سلسلہ قائم ہو، آفت کا سبب بتے ہو اور بے کا سبب تیمیم۔ تیمم کا دال و کھڑو
 جتنی (یعنی علیٰ ہذا القیاس) مسلمانوں کی خستہ حالی کا سبب ہو زمانے کے ساتھ ساتھ ان کا نہ بدنا۔
 اب دیکھنا چاہیے کہ نہ بدنے کا سبب کیا ہو؟ واقع میں تو نہ بدنے کا سبب ہو کو تاہ اندیشی مگر مذر
 بدتر از گناہ کے طور پر چھڑا رکھا جاتا ہو مذہب پر پٹھانک ہذا اُجھٹان عظیمہ سبحان اللہ یہ تو
 بڑے ہی ہمتان کی بات ہو۔

میرے نزدیک مذہب اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی۔ سب سے عمدہ۔ سب سے
 قوی دلیل یہی ہو کہ وہ کسی دنیاوی ترقی۔ دنیاوی بہبود۔ دنیاوی فلاح کا مانع ہو نا کیسا عارِ ج
 اور مزاحم بھٹی نہیں۔ یہاں تک کہ سلطنت کا جو اعلیٰ درجے کی دنیا ہو۔ کیا قرونِ اولیٰ کے مسلمان
 جن میں خود جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب بھی تھے رَضُوا ان اللہ تعالیٰ علیہم
 اَجْرَہِمْ اور جو دین کے اعتبار سے ہم عارِ اسلام ح
 بدنام کنندہ نکو نامے چند

مسلمانوں سے ہزاروں لاکھوں کروڑوں درجے بہتر تھے۔ وہ دین کو ہم سے بہتر سمجھتے تھے۔ اور ہم
 سے بہتر اس پر عمل کرتے تھے کیا ان بزرگوں نے دنیا کی سلطنت کے لئے رحمتیں نہیں اُٹھائیں
 جانیں نہیں دیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کو صوم و صلوة پر مقدم نہیں رکھا۔ تم کو گے کہ اُن کو سلطنت
 دنیا مقصود بالذات نہیں تھی۔ بالکل غلط۔ سوائے تمھارے کوئی اس کو تسلیم نہیں کرے گا اور
 تمھاری بھی زبان تسلیم کرے گی نہ دل۔ یہاں یوں کہو تو ایک بات یہ کہ اُن کو سلطنت سے شغلی۔
 تن آسانی اور مردم آزاری۔ وَاُمثالہا۔ باتیں منظور نہ تھیں تو تم سے کون منہرہ کہتا ہو کہ دنیا کیلئے
 رذیلوں کے لئے حاصل کرو۔ ع

خود راز علمائے نکو ہیدہ بری دار

دین پر کیا چیز شایع علیہ السلام نے جو قاصدِ تمھارے دیئے ہیں اُن کے مطابق دنیا کو جتنا
 اسی کا نام دین ہو کیوں ہو یا نہیں۔ مگر دین کوئی اور چیز ہو تو ابراہیمؑ نے خدا بل اٹھو کہ اس بڑھاپے

میں تم ہی سے ایک بات حاصل ہو اور میں سمجھوں کہ اس کڑا کے کے جاڑے میں دلی سے لاہور آیا تھا تو خیر ایک نکتہ ہی معلوم ہوا اسی جب دنیا کو شایع علیہ السلام کے قواعد کے مطابق ہستے کا نام دین ٹھہرا تو دنیا اور دین میں وہ نسبت ہو گئی جو بیولی اور صورت میں جو ہر اور فرض میں اصل اور فرع میں ہوتی ہو یعنی دنیا کے بدون دین متحقق ہو نہیں سکتا ہے

دنیا نہ ہو تو دین کی رد فقی کہاں سے ہو	اعلائے شان قادی مطلق کہاں سے ہو
ایشیا روئیل وجود محقق کہاں سے ہو	مصدر ہی جب نہیں ہو تو مشتق کہاں سے ہو
مفلس کہ اس غریب کی دنیا نہیں درست	مشکل کہ اس کے ہاتھ سے ہو کار میں درست

امیری ہو یا غریبی۔ حاکمی ہو یا محکومی۔ عزت ہو یا ذلت دنیا سے تو کسی حالت میں نجات نہیں۔ امیر و غریب حاکم و محکوم عزیز و ذلیل سبھی دنیا میں مٹ جائیں مختلف کچھ قسمتنا بینہم معیشۃ ہم فی الحیوۃ الدنیا و رفقا بعضہم فوق بعض درجات لیخذ بعضہم بعضا شیخ یاد ہم نے اس کی دنیاوی معاش ابن میں بانٹ دی ہر اور درجے کے اعتبار سے بعض کو بعض پر ترجیح دی ہر تاکہ ایک سے دوسرا کام لے۔

اور جس طرح لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں ان کے دنیاوی برتاؤ کے قاعدے یعنی احکام شرعی بھی مختلف ہیں امیر کو جو بدل ایشیا روہم دردی کا حکم دیا جاتا ہے تو غریب کو صبر و قناعت۔ تسلیم و رضا کا لا یتکلف اللہ نفسا الا و سجدۃ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے مقدور سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا، لا یتکلف اللہ نفسا الا ما اناھا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس قدر جس کی اس کو طاقت دی ہو، لیکن خدا نے مسلمانوں کے خدا نے۔ خدا کے رسول لے؟ کب کہا کس سے۔ یہ سب مجھوٹ۔ اقرار ہے جا غلط کہ دنیا کے اعتبار سے ذلیل و محتاج اور ستہ و خوار رہو۔ اس سے کہ ایسی حالتوں کے لیے شرع میں احکام پائے جاتے ہیں۔ یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ خدا ہم کو ان مکروہ اور قابل افسوس حالتوں میں رہنے کا حکم دیتا ہو۔ طلب کی کتابوں میں امراض کے علاج لکھے ہوئے ہیں تو کیا ان کتابوں سے یہ غرض سمجھی جاتی ہو کہ مریض رہو۔ اسی طرح دین بھی طلب روحانی ہو۔ اس میں کبر و نخوت۔ عجب و غرور و عصب و ہوا وغیرہ۔

[illegible]

خَوْفِهِمْ اَمْتًا دَہم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے اللہ نے ان کے ساتھ وعدہ کر لیا ہو کہ ان کو سونے زمین کا خلیفہ یعنی حاکم بنائے گا جیسے اگلے لوگوں کو بنایا اور جو دین ان کے لیے پسند کر لیا ہو۔ اُس پر ان کو ثابت قدم رکھے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا، تو را خیال رکھنا کہ میں کس مطلب پر گفتگو کر رہا ہوں۔ میں دکھانا چاہتا ہوں وہ رابطہ اتحاد جو دین و دنیا میں ہو اگر کسی شواہد قرآن سے پیش کرے بیٹوں تو ایک مجلس کیا شاید کئی دن میں بھی تمام نہ ہوں مگر ضرر ایک چھوٹی سی آیت تو اور بھی ہو۔ فرماتے ہیں قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي اَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالْقُلُوبَاتِ مِنَ الزَّيْنِ د ا و غیر ان لوگوں سے کہ دو کز زینت کی چیزیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ اور روزی کی پاک چیزوں کو کس نے حرام کیا، اس سے بڑھ کر اور کیا صراحت چاہتے ہو کہ خدا خود اس خیال کے لوگوں پر متعرض ہو جو دنیا و دین میں سبکدستی قائم کرتے ہیں میں نے اس مسئلے پر کچھ زیادہ گفتگو کی اور ابھی اُدھر کروں گا۔ اس واسطے کہ میرے پیادہ میں اسی غلطی نے مسلمانوں کو اس روز بد تک پہنچایا ہے دہلی میں مولوی ندیر حسین صاحب دور دور یہاں تک کہ عرب و فارس اور روم تک مشہور ہیں۔ اور ہندوستان میں چاروں طرف ان کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک مولوی صاحب کو امام ہو کر جاؤ مولوی ندیر حسین کے پاس اور ان میں ترقی کی روح بھونک دو۔ وہ آئے اور لگے مولوی صاحب کے مدرسے میں ان کے زور و زور و غلط کرنے مولوی ندیر حسین صاحب رشتے میں میرے مکرم ہیں۔ الہامی مولوی صاحب نے باکراہ مجھے بھی بلایا انھوں نے بہت کچھ کہا اور آخر کار مجھ سے کہنے لگے کہ آپ بھی کچھ کہیں میں چُپ۔ جب بہت اصرار کیا تو میں نے کہا آپ یہاں کیا تعلیم کرنے آئے ہیں یہاں کی تلقین تو یہ ہو کہ مسلمان نصف ساق تک پا جاہر پہنتے پہنتے اُس کو گھٹنا بناتے جاتے ہیں اور زیادہ ترقی کریں گے تو لنگوٹی باندھے ہوں گے خیر تو ایک بات تھی۔ پھر مطلب کی طرف چلو کہ جب عالم یعنی دنیا و مافیہا سب معرض فانی میں ہیں تو دین بھی دنیا و مافیہا سے خارج نہیں۔ کیوں کہ میں میلان کر چکا ہوں کہ دنیا کے خاص طرح کے برتاؤ کا نام دین ہو۔ جیسے جیسے دنیا بدلتی جاسے گی ویسے ویسے دین کے احکام بھی بدلتے جائیں گے۔ یہ سن کر آپ سب صاحب حیران ہوئے کہ یہ بکنا کیا ہو؟ دین بھی کوئی بدلتا ہے۔

کی چیز جو خدا کو اس سے ابدی انزلی خدا کو جو دین تمام روئے زمین پر اتنی یوم القیۃ جاری رکھتا نظر
تھا اور جو اس کے علم میں انسان کی اصلاح معاش اور فلاح معاد کے لیے کافی تھا اپنے سچے پیغمبر محمد
عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے اپنی سچی کتاب قرآن مجید میں لکھوا کر لوگوں کے حوالے کر دیا کہ
اس پر عمل کیے جاؤ۔ لیکن ذرا صبر و سکون کے ساتھ میری بھی سنو کہ دین کی تبدیلی سے میں کیا مراد
رکھتا ہوں پھر جو پھر جاری بھی میں آئے۔ میری نسبت کہنا۔

کیا اس کو تبدیل نہیں کیں گے کہ ایک شخص بیمار ہو گیا اور اس کو پانی کا استعمال ضرور کرتا ہو۔
وہ غسل اور وضو کے عوض لگا تیم کرنے۔ کیا اس کو تبدیل نہیں کیں گے کہ ایک شخص سفر کو نکلا نماز فرض اُسی
رہ گئی اور روزہ نہ ادا۔ کیا اس کو تبدیل نہیں کیں گے کہ ایک شخص مغلس تھا تو انگریز ہو گیا صاحب نصاب
اور اس کو زکوٰۃ کا دینا لازم آیا۔ پھر مغلس ہو گیا زکوٰۃ ساقط۔ اب مجھ کو یہ بتاؤ کہ بیماری اور سفر مغلسی اور
تو انگریزی کے چھوٹے چھوٹے تغیرات کی وجہ سے احکام دین بدلتے رہتے ہیں تو اتنے بڑے تغیر عظیم یعنی
عملداری کی وجہ سے دین کا کون سا حکم بدلایا دوسرے لفظوں میں سہی اتنے بڑے تغیر عظیم عملداری
کی وجہ سے مسلمانوں کے برتاؤ میں کیا فرق آیا۔

ہم لوگ پہلے سے ہندوؤں میں رہتے تھے۔ مگر ان پر حکم ران تھے۔ اب بھی ہندوؤں میں رہتے
ہیں اور برابر کی رعایا ہیں۔ ہندوؤں کے علاوہ کہ ان کا ہمارا مدتوں سے چولی دامن کا ساتھ ہو۔ ایک
ادھر کہ وہ عملداری کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو۔ وہ عیسائیوں کا با اقتدار گروہ ہو جس کا شمار یونانیوں یا برہمنوں
جاتا ہو۔ اور بڑھتا جاوے گا۔ اور یہ برہمن ضروری نتیجہ ان کی ہم مذہبی کا ہو ساتھ حکام وقت کے۔ آؤ تھوڑی
دیر کے لیے اس بات کو بھی دیکھیں کہ یہ اسلام جس پر ہم کو فخر و فائز ہو اور واقع میں فخر و فائز کی چیز ہو بھی۔
اگرچہ افسوس ہو کہ وہ ہم جیسے نااہلوں کے پاس بڑکراؤ لوگوں کی نظر میں جو اسلام کی حقیقت سے
آگاہ نہیں حقیقت دکھائی دیتا ہو۔ اس بارے میں ہمیں کیا سکھانا ہو۔ اور جس شخص کی جو نبیوں کے صدقے
ہم کو یہ فخر حاصل ہوا ہو۔ یعنی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا تئیرات زمانے کے ساتھ
ملے فقیر قیامت تک۔

کیا برتاؤ تھا۔

جس نے پیغمبر صاحب کی زندگی کے تاریخی حالات پڑھے ہیں۔ وہ اس کو بخوبی سمجھ سکتا ہو کہ آپ کی عمر کے تین حصے تھے جو ایک دوسرے سے صاف جدا اور متاثر و متاثر نہیں ہیں وہ دو تہائی عمر تک سوچ اور فکر سے اپنے تئیں اُس بڑے مشکل بڑے غور طلب بڑے متم بالشان کام عالم کی رفارم کے لیے تیار کرتے رہے جس کے انجام دینے کے لیے خدا نے اُن کو منتخب کیا تھا۔

حکمت محض مست لطف جہاں فریں	خاص کند بندہ مصلحت عام را
----------------------------	---------------------------

عمر کے ثلث اخیر یعنی زمانہ نبوت کے دو ٹکڑے ہیں۔ ہجرت کے پہلے اور ہجرت کے بعد۔ ان دو ٹکڑوں کے حالات کو مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو ایسے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ گو یا دو مختلف اشخاص کی دو مختلف زندگیاں ہیں ہجرت پہلے کہا جائے تو اس سے ہفتے عشرے مہینے بلکہ برس دو برس بھی مراد نہیں۔ اکٹھے گیارہ برس بلا فصل اس امتداد مدت اور اُن جسمانی و روحانی تکلیفات مالا لطفان پر نظر کی جائے۔ جو آپ اعلیٰ درجے کے مبرا و تحمل کے ساتھ برداشت کرتے رہے تو اندر سے خود بخود دل گواہی دینے لگتا ہو کہ کوئی ایسا ہی زبردست خیال تھا جو ان صعوبتوں میں آپ کی ہمت بندھنا رہا۔ وہ کیا خیال تھا؟ اس بات کا اذعان کریں سچا پیغمبر ہوں اور مجھ پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہو اور جو وعدہ مجھ سے کیا جاتا ہو وہ یقیناً۔ ختماً جزاً پورا ہوگا پر ہوگا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ مَدَنَکَ میں اسی کی طرف اشارہ ہو حقیقت میں اگر خدا کی طرف سے شرح صدر نہ ہو تو تک دلی کے ساتھ کوئی انسان گیارہ برس ایسی سختیاں نہیں اٹھا سکتا۔

پیغمبر صاحب خدا خواستہ عوام الناس میں سے کچھ گرے پڑے آدمی تو تھے نہیں۔ وہ اُس خاندان کے آدمی تھے جو خرافت اور تعز کے اعتبار سے تمام عرب پر فضیلت رکھتا تھا۔ اُن کی تنظیم و توقیر و الیان ملک یا رو سائے اقوام کی سی تنظیم و توقیر نہ تھی جو اکثر صورتوں میں ظاہری اور جبری ہوتی جو۔ بلکہ مذہبی پیرایہ لیے ہوئے اراحت مند نہ تھے دل سے جس کے نمونے ہر ایک قوم

لے جس کی برداشت نہ ہر کے ۱۲ جمع صورت یعنی تکلیف ۱۲ لے کیا ہم نے تھا اسیدہ نہیں کھول دیا ۱۲۔

میں اب بھی پائے جاتے ہیں۔ دولت حسب نسب حکومت وغیرہ بہت سے ذریعے عزت کے ہیں مگر کوئی عزت اس عزت کو نہیں پاتی جو انسان مذہب کے ذریعے سے پیدا کر سکتا ہو۔ بے شک مذہبی عزت سب عزتوں سے بڑھ کر ہو۔ اور اس کا سبب یہ ہو کہ لوگ اس کی تعظیم کو ایک طرح کی عبادت سمجھتے ہیں اور اس کی عزت کی آڑ میں خدا کی عزت کہتے ہیں۔ یہ بات دوسری ہو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں عرب کے لوگ شرک اور بت پرستی کے بڑے عقائد رکھتے تھے۔ مگر ابراہیم علیہ السلام کے پناے ہوئے خانہ خدا کے آگے سارے عرب بلا اختلاف سر جھکاتا تھا۔ حج اراکان معلومہ کے ساتھ بے شک اسلام سے شروع ہوا مگر اسلام سے پہلے بھی لوگ ہر برس خانہ کعبہ کی زیارت کو عبادت کے طور پر آتے۔ بڑا بھاری ازوہام رہتا اور عرب کے میلوں میں وہی موسم حج کا میلہ دل فرماتا تھا۔ اور انیس کے خانہ کعبہ کی کل خدمت قریش سے متعلق تھیں۔ لوگ یہاں تک اُن کا ادب ملحوظ رکھتے۔ کہ ذی الحج۔ محرم۔ صفر۔ اور رجب۔ امن عام کے چار مہینے چھوڑ کر باقی اٹھ مہینوں میں کسی کی مجال نہ تھی کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کو جان مال سلامت لے جائے۔ مگر قریش سے کوئی شخص کسی وقت مترض نہیں ہوتا تھا۔ ان میں کا کوئی شخص کسی جان بھگتا تو لوگ سعادت سمجھ کر اُس کی مہمان داری کرتے۔ اور قریش سے اہل عرب کے رہنے کی ایک ٹہری وجہ یہ بھی تھی کہ اُن کا معہدان کے قبضے میں تھا جہاں ان کو جانا ضرور تھا۔ اور موسم حج میں تمام عرب گویا قریش کا مستان اور مہمان ہوتا تھا۔ غرض پیغمبر صاحب اس قوم کے ایک فرد تھے۔ جس کا ادب مذہبی تمام عرب میں مسلم تھا۔ اور قریش میں بھی بنی ہاشم اور بنی ہاشم میں بھی عبد المطلب اور بنی عبد المطلب میں سے خود ان حضرات کی اپنی جہلی راستی اور نیکو کاری کی وجہ سے مقبول شباب میں محمد امین پکارے جاتے تھے۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ اس وقت بھی لوگ اپنے جھگڑے آپ کے پاس فیصلہ کولانے اور اگر کوئی پیچیدہ معاملہ پیش آتا اور بحث کی ضرورت ہوتی تو لوگ آپ کو آگے کرتے۔ ابتداء ہی سے آپ کی طینت ایسی تھی کہ لوگ آپ کو راست بازی اور نیکی کا نمونہ سمجھتے اور آپ کی دیانت اور امانت پر بھروسہ کر کے آپ کے پاس امانتیں رکھ جاتے ہیں اس کی بھی ایک مثال پیش کرتا ہوں جس سے میرے بیان

اچھی طرح صداقت ظاہر ہوگی۔

ابھی آپ نے نبوت کا اعلان نہیں کیا تھا کہ خانہ کعبہ کو از سر نو بنانے کی ضرورت واقع ہوئی۔
خانہ کعبہ بن لوگ یا مگر اس امر میں اختلاف ہو کہ ایسا کون چھوٹا مقدس چھر گنا ہوں کے مقناطیس
حجر اسود کو دیوار کعبہ میں اپنے ہاتھ سے نصب کرنے کی ہرگز مصل کے۔ عرب میں اختلاف کے یہ
معنی نہ تھے جو بہارے یہاں ہیں تو تو میں میں۔ یا کوئی ایسا ہی بے باک اور بڑا ہاتھ ہو تو ہاتھ پائی۔
بلکہ عرب میں اختلاف اور اختلاف بھی ایسی فضیلت کے بارے میں کہ کوئی دنیاوی شرف اُس کو نہیں
پا سکتا۔ اس اختلاف کے یہ معنی تھے کہ کشتوں کے پٹے لگ جائیں بارے وہ شرف اُسی کو ملا جو اس
اہل تھا اور جس کے ہاتھ سے چند روز بعد دین حق کی بنیاد رکھی جانے کو تھی۔ یعنی لوگوں نے اتفاق
کر کے محمد امین کے ہاتھ سے وہ چھر اُس کے محل پر نصب کر لیا۔

جو شخص تمام عرب میں عزت و تابر و وقار و ادب۔ تنظیم و تحریم کام کر رہا ہو۔ یکایک خدائے اُس کو اپنا
ایک خاص کام سونپا کہ وہ اُس کی الوہیت کو دنیا میں قائم کرے۔ اس کام کا طائر اٹھانا بھڑوں کے
چھتے کا چھتر دینا تھا ایک دم سے ساری ہنوزی پٹ پرے اور جان کے لگاؤ ہو گئے۔ جو مدارات
پتیر کے ساتھ ہوئی اُس کا ایک ادنیٰ نمونہ یہ ہو کہ ان نابکاروں نے بے حرمتی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں
رکھا۔ منہ پر چھو کاٹھا گھوٹا۔ گایاں دیں جس طرح اب کینوں میں تھک پائی ہندو کہتے ہیں اسی طرح برادری
سے نکال دیا جسے بھرے۔ لین دین سکھانا پینا۔ بول چال سب موقوف۔ شادی بیاہ رشتہ ناٹھ سب
الگ پھر اسی پر اکٹھا نہیں۔ غار چڑھ رہے ہیں۔ سمجھ میں گئے۔ اونٹ کا اوچھلا کر گردن پر ڈال دیا۔
جس بسترے سے سر پہنے تھے ناز کو جاتے تھے۔ اس میں کانٹے بچھا دیئے کہ چھبیں۔ خانہ خدا میں آنے کی
سناہی بیٹھنے کی ہندی بھر سب فسادات صرف ایک اتنی بات کہ لوگوں کو ایک خدا کی طرف بلاتے
تھے وَمَا نَعْبُدُ إِلَّا أَنْتَ يَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْقُدُّوسُ الْغَفُورُ الْكَافِرُ الْمُنْتَفِعُ بِالْغَفْرِ الْكَافِرُ الْمُنْتَفِعُ بِالْغَفْرِ

عیب بھی کہو تو یہ کہ خدا نے غالب قابل حمد پر ایمان لائے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے۔

ایک بار آپ کو چھپے چھپے اندرے بشت کی مصیبتوں کا خیال آ گیا اور آپ نے غالباً بعض صحابہ

کی تسکین کے لیے اُس سفر کا ذکر کیا جو آپ کو ہجرتِ مدینہ سے پہلے طائف کی طرف کرنا پڑا تھا جب کہ پہلے مکہ کی طرف سے ناامیدی ہو گئی اور اُن کی ایندائیں کسی تدبیر سے کم نہیں ہوتی تھیں لیکن حق تعالیٰ نے اَلْعَمَلُ یُنْفِیْ نَبْشَتُکُمْ بِالْحَبِیْثِش دُوبتا ہوا تنگے کا سہارا ڈھونڈ دیا ہے، اطراف و اکناف پر نظر دوڑائی اور آپ نے خدا جانے کیوں رئیس طائف کی طرف سے توقع کی کہ عجب نہیں میں جا کھڑا ہوں تو وہ مجھ کو دھکے نہ دے۔ اور میں اُس کی پناہ میں چند روز رہ کر سکوں۔ اس خیال سے آپ محض بے سرو سامان اور باسرو سامان جانا چاہتے تو جانے بھی کون دیتا غرض جیسے بیٹھے تھے اُٹھ کھڑے ہوئے باوجودیکہ مسلمان کی حمایت اور مہمان داریِ عرب کا عام دستور تھا۔ مگر خداے واحد کی طرف بلائے والے عزم کو تو سر کیا؟ اس ناایق رئیس طائف نے پناہ دینا تو درکنار آمدن کرچند آدمہ و جوان لوگوں کو سنسکا دیا اِن لوگوں نے ہمان پر بے دریغ پتھر برسائے پیغمبرِ صاحبِ کبدن مبارک زخموں سے چھریوں اور دل ناامیدی سے شکستہ سواد کے ایک باغ میں جا بیٹھے رنج و مسرت کے کیسے کیسے خیالات آپ کے دل میں آتے ہوں گے جس پر وہ مصیبت گزری ہو دہی جانے۔ کہتے ہوں گے کہ اب کیا ٹھہرے کر گئے واپس جاؤں گے میں میرے ٹھکانا ہوتا تو میں طائف کا ارادہ ہی کیوں کرتا۔ کیا آپ کے احوال و احوال نہ تھے؟ تھے مگر مذہبی بیچ ایسا اگر پڑا تھا کہ جو زیادہ قریب تھا وہی سب سے بڑھ کر دشمن تھا

موم سمجھے تھے ترے دل کو سوچ پھر نکلا	مہر کی تجھ سے توقع تھی ستم گر نکلا
--------------------------------------	------------------------------------

آپ اس رو و رعایت کو بھی اس قدر ترس گئے تھے کہ کپارے کہتے تھے لَا اَسْئَلُکُمْ حَیْثُ اَجَوَّ اِلَّا الْمَوْتَ کَافِی الْفَرْدِ بَیْ اَیْمَانِیْمِیْنِ تم سے اس بات کے صلے میں کچھ معاوضہ تو نہیں چاہتا مجھ کو پاسِ قربت کا معاوضہ بھی پس کرنا ہو۔

بادمجہ کو کوئی اتفاق مساعد نہ تھا آپ اس اعلیٰ درجے کے صبر و استقلال کے ساتھ جو پیغمبر کے سوا کسی فرد بشر سے ہو نہیں سکتا عزمِ مزاحمت میں اپنی رسالت کی تبلیغ اور خداے واحد کی منشاوی کرنے ہی رہے۔ یہ وصفِ خدائے حقانیت ہی میں دیا ہے۔ گندمین قابل نہ ہو۔ نہ ہو۔ آپ و جوا

سازگار نہ ہو۔ نہ ہو۔ کہیں بھی حقانیت کے بیج کو ڈال دو۔ وہ بے گار بجے گا۔ آخر کتے کتے جن دلوں میں قبول حق کی استعداد تھی گریوہ ہونے لگے۔ کچھ بوڑھے ایک آدمہ نوجوان۔ کچھ عورتیں۔ کچھ غلام۔ کچھ اطفال۔ کچھ مفالیش۔ اسلام میں طرح پر بدرجہ پھیلا۔ اُس کا پھیلا ہی اُس کی صداقت کی بڑی دلیل ہو۔ وہ بالکل طبعی طور پر پھیلا۔ اس کے جھنڈے کے تلے سب سے پہلے وہ لوگ آئے جن کو دین حق کے اختیار کرنے سے ثروت، حکومت، شہرت، نام و نمود، اس قسم کے دنیاوی تعلقات مانع نہ تھے۔ اس نے سچی اور مستحکم رفاہ کی طرح بہر صاحب کے گھر میں تو پکڑا۔ اور اَلْاٰخِرُ بَیْ فَاَ الْاَوَّلُ کے قاعدے کے مطابق پھیلے پھیلے آخر کار مَسَارِقِ الْاَذْنِ وَمَقَارِبِهَا کو جا دیا۔

اسلام کی رفاہ منشیل کانگریس کی سی رفاہ نہ تھی کہ مقرر ضلے پہلے اپنے گھر والوں کو کھجاؤ منشیل کانگریس کا کئی برس بڑا شور مچا رہا۔ اور اب بھی جو مگر مدغم اور زبردور اس کو مدغم ہو کر آخر کار مست ہونا چاہیے۔ اور وہ بند ہو تا نظر آ رہا ہو۔ مسٹر ہیوم کو جو اس کے بانی مبنی ہیں۔ گو براے نام روک لیا گیا ہو مگر وہ دست برداری کر چکے ہیں۔ پنڈت ابودھیا ناتھ۔ بچارے مہری گئے۔ اور یہی وہ اس میں کارندے تھے۔ غرض منشیل کانگریس کے مخالف جہاں اس پر اور بہت اعتراضات وارد کرتے تھے۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ لا جواب اعتراض یہ تھا کہ اگر کانگریس والوں کو حقیقت میں سچے دل سے رفاہ کی دھن ہو تو پہلے اپنے گھر والوں کی رفاہ کریں۔ اس کے بعد گو رمنٹ کو رفاہ کی صلاحیں بتائیں۔ فزیشن جیل دائی سلف۔ ایو طبیب پہلے تو اپنے تئیں تو اچھا کرے۔ پھر بیمار کے اچھا کرنے کا قصد کجیو۔

ہندو اپنے بچوں کو بہت ہی جھوٹی سی عمر میں بیاہ دیتے ہیں جس سے بیوہ عورتوں کا شمار بڑھتا جاتا اور نسلیں کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ بیوہ عورت کو دوسرا بیاہ نہیں کرنے دیتے جس سے ان کو ساری عمر مصیبت مند زندگی بسر کرنی پڑتی ہے جبراً بیوہ کا سر مُٹوا کر اس کو بد صورت بنا دیتے ہیں کیسی ہی ضرورت سے کوئی سفر بخیر کرے۔ برادری سے خارج۔ کھانے پینے میں حد سے زیادہ

پھرت مانتے ہیں۔ بعض چستی جو تمام بد اخلاقیوں کی جڑ جو جیسے اصرار کے ساتھ اس پر جھپٹے ہیں۔
غرض کانگرس کے مخالفین نے اس قسم کے اعتراضات کی ایک بڑی لمبی فہرست بنا کر پیش کر دی۔
لو کہ انکے چھارے گھر ہیں جن کو بی بی نے بھرے کباب۔ پیلے ان کو صاف کر دیکھے گورنمنٹ کی رفتار کا نام لو۔
بے شک اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا تھا۔

سوال محمد لہد کہ اسلام کی رفتار مثیل کانگرس کی ہی رفتار نہیں تھی۔ کہ کسی کو یہ کہنے کا
موقع ملے کہ پہلے اپنے گھروالوں کو سمجھاؤ۔ میں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے اسلام کی اُس وقت تک
پوری پوری قدر نہیں کی جب تک ایک مولوی اور مولون کو اپنے کانوں رتے نہیں سُن دیا۔ نہیں
معلوم کس بات میاں بی بی میں تکرار ہو چڑھی۔ اور گوشت ترکا۔ سی کے سوا وہ بات ہی کیا ہوگی۔

مولوی صاحب بی بی سے اُس ادب کے خواستگار تھے جس کو وہ اُردوئے مولویت اپنا حق سمجھتے
تھے۔ مولون بگڑی ہوئی آپے سے باہر کھڑی تھی۔ مولے تیری مولویت کو لگاؤں جھلسا۔ چلا پوچھی
سے مولویت جتانے۔ میں تیرے رگ وریشے سے واقف ہوں۔ اب کے وعظک۔ فتنات کے اندر
سے تیرا سارا پردہ فاش کروں تو سہی۔ آدمی کتنا ہی ضابطہ کیوں نہ ہو۔ اس کی اصلی حالات گھروالوں
سے مخفی نہیں رہ سکتی اَھْلُ الْبَيْتِ اَذْرٰی بِنَاتِ الْبَيْتِ (گھر والے گھر کے حال سے خوب واقف
ہوتے ہیں) اس پہلو سے دیکھا جائے تو آدمی وہی بڑا سچا ہے جس کو اس کے گھر والے سچا مانیں۔

پیغمبر صاحب کی اس وقت کی حالت۔ اہل عرب کا طرزدن جس میں زناشوئی کے تعلق کی کچھ قوت
ہی نہ تھی۔ اور پھر مذہبی معاملہ یہ سب باتیں پیش نظر ہوں۔ تو خدیجۃ الکبریٰ کا ایمان لانا سب پر
تعمق رکھنا تو خدیجۃ الکبریٰ کی بی بی مال واری بی بی تھیں۔ اور پیغمبر صاحب کی دنیاوی وجاہت متفرج
تھی ان ہی کے غول کے اُتھول نے پیغمبر صاحب کو اپنا ستم بنا کر تجارت کے لیے شام کی طرف روانہ
کیا تھا۔ خدیجۃ الکبریٰ کا مہکا دین دارمیکہ تھا۔ اور اُن کے سچا زاد بھائی ورتہ بن نوفل کتبہ ممد
صیتن و جدیل یعنی توریت و انجیل کے بڑے عالم تھے خدیجۃ الکبریٰ عمر میں پیغمبر صاحب سے چند برس

لے فوقیت ۳۷ مراد ہو انجیل سے پہلے کتبہ آسمانی توریت زبور و صحت انبیاء و غیرہ ۱۲۰

بڑی بھی تھیں ایسی عورت کالہ پنہیں پنیر صاحب کی زوجیت میں دیتا اور ان کی مذہبی خیالات کی نگرانی رکھتا اور ان کی نبوت کو تسلیم نہ کیا کہ وہ حق رکھتا ہو مجھے تعجب ہو کہ مسلمان پنیر صاحب کی صداقت جتانے کو نصاریٰ کے اقوال سے استشہاد کرتے ہیں کون گنیں؟ کیسا دیون پورٹ حضرت قرآن سل کیا چیز کھیلان میں سے کسی ایک کی شہادت بھی حدیجہ الکبریٰ کی شہادت کے مقابلے میں کچھ وزن رکھتی ہو۔ ہرگز نہیں۔ میں صاحب تصنیف ہوں۔ اگرچہ میں اسے قابل فخر نہیں سمجھتا۔ میری کتابوں کے ساتھ سر ولیم میور کی رائے لکھی ہوئی جو مجھے اُس سے کچھ خوشی نہیں۔ اگر کوئی ادنیٰ زبان دال مسلمان بھی میری کتابوں کو پسند کرے تو میں اس سے زیادہ خوش ہوتا ہوں۔ کیا لو پول کے مسلمانوں کی شہادت بھی حدیجہ الکبریٰ اور صاحب کبار کی شہادت کی گزری ہوئی ایسے استشہاد کو کچھ مسٹر شاہ دین پیر سٹریٹ لاہی کو بھاتے ہوں گے۔ میری نظریں تو ان کی وہ قدر و قیمت ہرگز نہیں جو حدیجہ الکبریٰ کی شہادت کی ہو اور جو حقیقت بڑی قدر و قیمت کے قابل ہو۔

غرض اس طور پر بھی رفتار کے مطابق مسلمانوں کا گروہ چکے چکے دو دو چار چار کر کے روز بروز زیادہ ہوتا گیا۔ قاعدہ ہو کہ ابتدا میں بڑا جوش ہوتا ہو جس نے حال میں نماز شروع کی ہو۔ وہ فرائض سے بڑھ کر نوافل کا اہتمام کرتا ہو جس نے پڑھنے کا نیا شوق کیا ہو۔ دن بھر سبق پڑھتا رہتا ہو۔ اسی طرح اُس زمانے میں بھی بعض ایسے جلد باز اور زود فرہز و دلا غمزاج کے لوگ داخل اسلام ہوئے تھے کہ غروج کے لیے بے قرار تھے۔ مگر پنیر صاحب ان کو روکتے کہ ابھی وقت نہیں آیا۔ مگر میں بیٹھے بیٹھے چپکے چپکے اللہ اللہ کیا کرو۔ اتنا ہی پس ہو۔ پنیر صاحب کے منکر رہتے رہتے اسلام نے ترقی تو کی۔ مگر وہی ترقی مغلوں کے جو جہاں تھا اپنی جگہ چھپا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا ایک گروہ جس میں پنیر صاحب کے چچ بیٹی داماد بھی تھے۔ اپنا دس چھوڑ بیٹے کو ہجرت کر گیا۔ مخالفین اس ترقی کو بھی نہ دیکھ سکے انھوں نے سمجھا اور ٹھیک سمجھا کہ جب ان کا شمار بڑھتا جاتا ہو تو ان کا نصف عارضی ہو ج

اگر ماند شے ماند شے دیکھنے مانہ

جب سب حج سے ہائے تو اِخْوَالِدَوْلِکُمْ پابانہ نہ رہی کا کام تمام کریں وَاذِکُمْ بِکَلَامِ اللّٰہِ
 اَقْرَبُ الْبَیِّنَاتِ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَ یَمُکِّرُوْنَ وَ یَمُکِّرُ اللّٰہُ خَیْرٌ لِّلْمُکْرِیْنَ (احد وہ
 وقت پاؤ کرو جب کافر تھا اے ساتھ مکر کرنا چاہتے تھے کہ تم کو قید میں ڈالیں یا مارتے یا جلاوطن کر دیں لوگ
 بھی مکر کرتے تھے اور خدا اپنی تدبیر میں لگا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے یہ منصوبے ہی کرتے
 ہے۔ اور بغیر صاحب ایک دن اور دو رات پاس کے پاس غار ٹوریں پچھے رہ کر پلٹے انصار میں بیٹھے
 جا داخل ہوئے۔ ہجرت میں ایک چھوٹا دو دو پہلے بھی ہو چکی تھیں مگر یہی وہ بڑی ہجرت ہو جس سے مسلمانوں کا
 سنہ چلا۔ اور واقع میں وہ واقعہ اسی یادگار کے قابل تھا اب اسلام میں ذرا جان ہی آجلی۔ اور وہ یا تو
 شہر ہوا بے حس و حرکت پڑا تھا یا اب لگا لگا بلانے اور پھر تورا رفتہ رفتہ اُس نے وہ جولا تیاں کیں کہ تمام
 روئے زمین کو ہلا مارا۔

اگر یہ کیا جائے کہ مسلمانوں نے بزورِ شمشیر اپنی سلطنت قائم کی تو اس سے کسی کو انکار نہیں۔ بیش
 سلطنتیں بزورِ شمشیر قائم ہو چکی ہیں کیا اوروں کی سلطنتیں سلطنتیں تھیں اور اُن کو زورِ شمشیر درکار تھا۔
 اور ان کی سلطنت بیک کا لگا تھا کہ کس سے مانگ کرے آئے یا لنگر تھرتھے کہ پہاڑوں سے ہا کر
 اُٹھالاتے۔ سدا سے سلطنت کو یہی قاعدہ رہا جو اور سدا کو یہی رہے گا جس کی لامٹی۔ اُس کی بھی پس لڑوں
 کی سلطنت بھی اس مستحکم نہیں مگر ہاں یہ کہنا کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا گیا واقعات تاریخی کو جھٹکانا ہو۔
 اسلام کو مسلمانوں کی سلطنت سے بے شک بڑی مدد پہنچی لیکن کون سا مذہب سلطنت کی مدد سے
 نہیں بڑھا ہم کو تاریخ سے اشتہاد کرنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہر چند
 برٹش گورنمنٹ مذہبی نہیں ہوئی کلا دعویٰ کرتی ہو۔ اور وہ بوٹل بھی۔ مگر جو نفقہ امداد بیسائیت کو صرف
 اتنی بات سے سمجھ رہی ہو کہ وہ حکام وقت اور وہ قوم باعبدال کا مذہب ہی برصغرت آدمی اپنے دل میں اس کا
 اعتراف کر سکتا ہو آج دیکھتے بیسائیت کو اگر ابتدا میں روم کے بادشاہ کنستانتین نے متعبدانہ اس کی ابتدا
 نہ کی ہوتی۔ آج دیکھتے بیسائیت کو اگر اہل یورپ اس کے متعبد نہ ہوئے۔ پھر نے اور برسرِ ترقی نہ ہوتے
 مگر مانتے مذہب سے کبھی ملے۔

آج دیکھتے پنجاب میں سکھوں کے مذہب کو اگر ان کی سلطنت نہ ہوتی ہوتی یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ دنیا اور دین دو سوکنیں ہیں۔ اگر دنیا دین کی سوکن ہو تو ایسی کن ہو کہ بے اس کی مدد کے دین بی بی کے سر کو کبھی اوڑھنی بھی نصیب نہیں ہوتی اور سادی عمر دین بی بی کو دنیا بی بی کا آثار نہ ہی پہنتے گزری تو محض میں تھک دکھانے قابل ہی ہوئیں۔

کسی ایک مذہب کا نشان دو جس نے کسی زمانے میں کسی ملک میں بدون دنیا کی مشاہدات کے ترقی پائی ہو۔ تو اسلام پچلارے نے ایسا کیا تصور کیا ہو کہ اس کو بے وجہ کو قرار دیا جائے۔ لیکن کبھی رہو کہ ممکن اور ترقی دو چیزیں ہیں جیسے درخت کی دو حالتیں۔ ایک جڑ بکڑنا اور ایک پھیلنا۔ پھولنا۔ پھلنا۔
 اَلدَّرْعُ اَخْرَجَ شَطْلًا ۚ فَادْرَسَ ۚ فَاسْتَقْلَقَ ۚ فَاسْتَوَىٰ ۚ عَلٰی سُوْقِهِ يَجْبُحُ الزَّرَّاعُ (جیسے روئید گی کہ پہلے اس کی کوئیل نکلتی ہو۔ پھر اس کو تانید بھونچتی تو پیچ کر موٹی ہوئی اور اپنے پاؤں پر آپ کھڑی ہو گئی کہ کاشتکار لگے دیکھ کر تعجب کرنے، سو گرج پوچھتے ہو تو اسلام نے جڑ تو اسی وقت پکڑا ہی تھی جب مسلمانوں کو زور کا بل تھا نہ زور کا یہ اعتراض۔ ناجی کا اعتراض کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا یا گیا۔ اگر تامل کیا جائے تو خود اسی اعتراض میں اس کا جواب بھی موجود ہو۔ تم کہتے ہو بزور شمشیر اسلام پھیلا یا گیا۔ بہت خوب۔ تلوار نے تو لوگوں کو مسلمان کیا۔ لیکن تلوار کو کس نے مسلمان کیا۔ یعنی تلوار فی نفسہ اس کوئی چیز نہیں۔ بزور شمشیر اسلام کے پھیلانے کے یہ معنی ہوئے کہ تلوار چلائے والے اسلام کے حامی ہوئے۔ مگر میں پوچھتا ہوں تلوار چلائے والوں کو اسلام کی حمایت پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ ہم اس کا کیا جواب دے سکتے ہو۔ مجھ سے منو۔ آمادہ کیا اس کو ایک تلوار نے جو گوشت و پوست پر نہیں۔ رگ و پو پر نہیں مغز و استخوان پر نہیں۔ بلکہ سویا ہے قلب پر کاٹ کرتی ہو۔ یعنی وہ نفس انسانی جس میں خدا تعالیٰ نے قبول حق کی استعداد کو ودیعت رکھا ہو۔ یہ تلوار شروع سے اسلام کی حامی ہوئی۔ اور مجھ کو اس کے کہنے میں ذرا بھی شک نہیں اب بھی ہو اور ہمیشہ رہے گی۔

اسلام کو اگر صرف تلوار نے پھیلا یا ہو تو مسلمانوں کے ہاتھ سے تلوار چھوٹے ہوئے ہتھیں ہوئیں تلوار کے چھوٹنے سے سلطنت گئی۔ حکومت گئی عورت گئی خوش حالی گئی۔ فارغ البالی گئی اسلام کی مدد گئی

شان گئی مگر اسلام کا ایک بار دل میں اترنا شرط ہی پھر جائے جان رہے ایمان۔

جناب پیغمبر صاحب نے اپنے عہد کے تمام ملک و سلاطین کے نام دعوت اسلام کے خطوط جاری کیے تھے۔ ان میں سے ایک خط ہرقل روم کے نام کا بھی تھا۔ اُس نے خط پا کر حکم دیا کہ دیکھو عرب کے لوگ اس شہر میں تجارت کے لیے اکثر آتے رہتے ہیں۔ اگر ہوں تو اُن کو مضر کرو چنانچہ جتنے عرب نظر پڑے۔ سب کو ہرقل کے حضور میں لے گئے اُن میں سے رئیس قورش البوسفیان بھی تھے جو اُس وقت تک اسلام سے مشرف نہ ہوئے تھے ہرقل نے پیغمبر صاحب کی نسبت ان لوگوں سے بہت سے سوالات کیے۔ اہل عرب نے البوسفیان کو جواب کے لیے اپنا بیٹا بنا دیا۔ البوسفیان کا بیان ہوا کہ اُس وقت تک میرے دل میں پیغمبر صاحب کی طرف سے کبیدگی تو تھی ہی۔ بار بار میرے دل میں آتا تھا کہ پیغمبر صاحب کی نسبت خلاف واقع کچھ کچھ کہ دوں مگر سچائیوں کے لیے اور اپنی ذاتی وقعت کے لحاظ سے جھوٹ تو نہ کہ سکا۔ تاہم ایک آدھ بات چبا ہی گیا۔ ہرقل کے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ جو لوگ جدید مذہب میں آجاتے ہیں۔ اُن میں سے کوئی مرتد بھی ہوا ہی۔ البوسفیان نے کہا نہیں تو ہرقل نے البوسفیان کے ہر جواب سے پیغمبر صاحب کی صداقت استنباط کی چنانچہ اس عدم تردید کے بارے میں کہا حق کا قاعدہ ہی جب ذہن نشین ہو جاتا ہے پھر جی سے نہیں نکلتا۔

یہ حدیث جس میں سے میں نے ایک ذریعہ سی بات بیان کی۔ بڑے عرصے کی حدیث ہے ہرقل کے سوالات اور البوسفیان کے جواب۔ اور پھر ہرقل کا استنباط قابل دیدہ ہو مگر حدیث اتنی بڑی ہو کہ سالم کو بیان کرنا چاہوں تو بہت سا وقت دہی لے لے اور میں سمجھتا ہوں کہ کئی مسالین ابھی لکھ کر لکھ رہے ہیں اور کہتے ہوں گے کہ کہیں یہ ختم کرے تو چند سے کی کارروائی شروع ہو دو جواب دیا گیا کہ آپ جو چاہیں فرماتے چلے جائیں، لہذا میں نے اس کی ہر ایک بات پر اقتصار کیا کہ اگر اسلام کو صرف تلوار نے پھیلایا ہوتا تو مسلمانوں کے ہاتھ سے تلوار چھوٹے ہوئے مدیں ہوئیں۔ کتنے مسلمان مرتد ہوئے۔ مسلمانوں کی مردم شماری گنے ماننے اس کا جواب سکوت یا انکار کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

سید علی مسلمان ہو کر پھر اسلام سے پلٹ جانا ۱۱۷۱ھ سے تیرہ سال کا تھا۔

پس اسلام کو نہ زور نے پھیلایا نہ زور نے۔ بلکہ اس کی صداقت نے۔ اس کی حقانیت نے اس کی سہولت نے۔ اس کے عام فہم اور ٹھیک انسانی طبیعت کے ساتھ اس کے موافق اور مطابق ہونے نے ﴿فَطَوَّاهُ اللَّهُ الْبَتَّىٰ خَلَقَ النَّاسَ عَلَيْهِمُالَا تَبْدِيلَ﴾ اَللّٰهُ ذٰلِكَ الَّذِيْ يَخْلُقُ النَّاسَ عَلٰی مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ﴿لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كِبَارُ سِنِيهِمْ وَلَا هُمْ يُعْذَرُوْنَ﴾ (خدا کی بناوٹ جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی خلقت کو کون بدلے۔ یہی سیدھا دین ہے لیکن بہت سے آدمی نہیں جانتے، کیا اسلام کی حالت ایک دم سے بدل گئی تھی۔ ایسا ہوتا نہیں اور ہوا بھی نہیں۔ یوں کہنے کو تو ہجرت سے اسلام کا دوسرا زمانہ یعنی اس کے غلبے کا آغاز سمجھا جاتا ہے۔ مگر واقع میں اسلام کا پورا تسلط عرب میں فتح مکہ سے ہوا اور قرآن پاک سے بھی ہاسی کی تصدیق ہوتی ہے ﴿وَإِذْ أَخْبَأْنَا نِصْرَ اللَّهِ وَالْمُنْصَحِمْ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾ (جب خدا کی مدد آچھونچی اور فتح لوگوں کو دیکھو کہ اللہ کے دین میں جوق جوق چلے آتے ہیں، ورنہ اس سے پہلے صلح حدیبیہ تک تو یہ حال تھا کہ پیغمبر صاحب نے خانہ خدا کی زیارت کے ارادے سے مکہ سے مکہ آنا چاہا۔ کفار نے روکا۔ کیا خدا کی شان ہے۔ خدا کا گھر اور جو شخص صاحب خانہ کا سب سے زیادہ معتقد اسی کو اس کے گھر جانے کی مناجی۔ آخر کار صلح ٹھہری صلح نامہ لکھے جانے کو ہوا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو اس کے کاتب تھے لکھا ﴿هَذَا مَا صَاحَ عَلَیْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ﴾ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی، دوسرا فریق بولا۔ رسول اللہ کیسا؟ اگر ہم تم کو رسول اللہ سمجھتے تو خانہ خدا سے روکتے ہی کیوں؟ اس پر اصحاب بہت ہی برا فروختہ ہوئے اور سب نے تلواریں سونت لیں اور قریب تھا کہ صلح بھٹہ ہو جائے۔ مگر اللہ سے ضبط وہی اُنکے کسرتیج لَکَ صَدْرَکَ (ای پیغمبر، کیا ہم نے تمہارا وصلہ فراخ نہیں کیا یعنی کیا، آپ نے فرمایا اچھا رسول اللہ کے لفظ کو مشادہ اُدھر وہ ضبط دیکھنے کے قابل تھا۔ اور ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بندہ ہی حیثیت۔ اور جناب رسول اللہ کے ساتھ ارادت اور محبت عرض کیا وہ اللہ میں تو اپنے ہاتھ سے نہیں ڈال گا چنانچہ آپ نے خود اپنے دھن مبارک کے ٹکڑے اس لفظ کو مشاد دیا ظاہر میں تو مشاد ملے مگر سچ پوچھو تو اس میں لب جان غش جان ڈال دی۔ اور اُس کو اور تازہ کر دیا۔ نہ جانو اور نہ جانے کا قصد نہ

اس کا تو کچھ علاج نہیں کیسے جو عمرے اور کہاں کی کرامت۔ خود پنجبر صاحب کی لیٹیف ان کی نبوت کا کافی ثبوت ہو۔ آخر کار جب مکہ فتح ہوا اور پنجبر صاحب افواج ظفر امواج کے ساتھ اس میں داخل ہوئے وہ داخل ہونا بھی عجیب طرح کا داخل ہونا تھا۔ کوئی نرم دل سے نرم دل۔ رحیم سے رحیم۔ اور عظیم سے عظیم دنیا کا بادشاہ ہوتا۔ اور اس کے ساتھ مکے والوں نے وہ سلوک یا اس کا عشرہ عشر بھی کیا ہوتا پنجبر صاحب کے ساتھ کیا تھا تو سب کو بے اختیار تہ تیغ بے دریغ کرتا۔ گدھوں کا ہل بھروانا۔ تمام شہر کو ڈھاتا۔ اینٹ سے اینٹ بجادیتا۔ اِنَّ الْمُلُوكَ اِذَا دَخَلُوْا اَهْرَیْہٗ اَصْدَدُوْہَا وَجَعَلُوْا اٰمِرًاۢہٗمْ اَہْلُہَا اِذْ لَہٗ دَکْدَلٰکَ یَفْعَلُوْنَ ﴿جب بادشاہ کسی قصبے میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے اُجاڑ دیتے ہیں اُس کے مغرین کو ذلیل بنا دیتے ہیں اور وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔﴾

یہ نبی ہی کی شان تھی کہ آپ نے مکے میں قدم رکھتے ہی چاروں طرف منادی کرا دی۔ مَنْ یَّحِلُّ الْکُعبَۃَ فَاَمِنْؕ جو کعبے میں داخل ہو گیا اُسے امن ہے۔ وَمَنْ دَخَلَ دَارَ اَیْمٰنٍ سَفِیْانٌ فَاَمِنْؕ ﴿جو ابوسفیان کے گھر میں چلا گیا اُسے امن ہے۔ وَمَنْ دَخَلَ دَارَ فُلَانٍ فَاَمِنْ﴾ اور جو فُلان شخص کے گھر میں داخل ہو گیا اُسے امن ہے۔ یعنی قدرت پاک پر حسب کو امن دے دیا۔ کسی سے انتقام نہیں لیا اس صورت میں آپ پر یہ تمت کہ اسلام کو بزورِ شمشیر پھیلا یا نہ دھری جائے نہ اُٹھائی جائے۔

میں نے پنجبر صاحب کے چند حالات اس غرض سے بیان کیئے تا معلوم ہو کہ زمانِ مغلوبیت اور هجومِ مخالفت میں ہسلام کس رنگ سے رہا۔ اور اُس وقت کے مسلمانوں کا کیسا بیتاؤ تھا۔ یارو شکر کرو کہ نہ وہی مغلوبیت ہے نہ اُس طرح کی مخالفت۔ ورنہ ہم تو اپنے پندار میں مسلمان رہ ہی نہیں سکتے تھے۔ میں نے بیان کیا تھا کہ پنجبر صاحب کی ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد کے حالات اس قدر ایک دوسرے سے مختلف ہیں کہ گویا دو مختلف شخصوں کی دو مختلف زندگیاں ہیں۔ اس اختلاف سے میری مراد اس قسم کے اختلافات ہیں کہ نفس تھے بلا مبالغہ اس درجے کے کہ نہ بیٹ کور وئی اور نہ تن کو کپڑا کیا۔ اصحابِ صفہ کا حال معلوم نہیں مارے بھوک کے نماز میں کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا۔ ہمہ وقت بیٹ پر پتھر باندھے رہتے تھے کہ بھوک کی ایذا کم محسوس ہو اور لوگ ایک ایک پنجبر صاحب

دو دو تین تین لباس کی یہ بری حالت کہ لے دے کر ایک بوسیدہ کپڑی وہ بھی اس قدر قصہ کہ بعد سے
میں جاتے وقت ہاتھ سے بچڑے میں تاکہ بے پردگی نہ ہو سارے دن رات میں کھانے
کو بلا کیا؟ ایک کچور کماں تک آدمی ایک کچور کے سہارے بٹھلا رکھ سکتا ہے۔ جہاد کو چلے ہیں نہ سواری
نہ ہتھیار سپروں میں جیتھڑے بندھے ہوئے اور اس مشقت پکھانے کو درختوں کے پتے غرض مفلسی یہی
کہ ہم لوگ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ ایسی حالت ہم میں سے کسی پر گزری نہیں۔ ایک وقت وہ
تھے۔ اور پھر خدائے اپنا فضل کیا تو بھڑکن سے محاصل آیا۔ پیتر صاحب صبح سے بانٹنے کو بیٹھے اور
پیس اور بھولیاں بھر بھر کر لوگوں کو دینا شروع کیا۔ جوار۔ باجر انہیں۔ سونا چاندی تو بانٹتے بانٹتے
شام ہو گئی۔ ایک حضرت عباس کا واقعہ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے کہ انھوں نے انبار کثیر دیکھ کر
اپنے لیے اتنا سیٹھا کر اکیلے اٹھانے سکے۔ پیتر صاحب سے کہا کہ اٹھو اور آپ نے انکار کیا۔ ناچار کئی بار
اس میں تھوڑا تھوڑا کم کر کے آخر جتنا لے جا سکے لے گئے۔

جیسے ہم ان مسلمانوں کی ابتدائی مفلسی کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ان کا معمول ما بعد بھی قیاس
میں نہیں آتا۔ آخر آخر دینے میں یہ حال ہو گیا تھا کہ لوگ حیرت کے روپے لیے پئے پھرتے تھے اور
کوئی پینے والا نظر نہیں آتا تھا۔

غرض ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد اسلام کی حالت میں جو اختلاف واقع ہوا ایک تو
نقد و فحش کا تھا۔ دوسرا خوف و امن کا۔ تیسرا دولت اور عزت کا۔ چوتھا حکومت اور حکومت کا اسی
طرح اختلافات اور بھی تجویز کر دیے جاسکتے ہیں۔ مگر جس کو اصلی نیکی کہتے ہیں در جو اسلام کا اصل اصل
ہو اس میں عشر و غیرہ صلح و جنگ کسی حالت میں کبھی رتی برابر فرق نہیں آیا۔ دشمنوں سے لڑتے تھے
لو کیوں کر۔ اگرچہ مشہور ہو کہ لعنہ علیہ خذ عہ اور جبہ دیکھو لڑائی کے موقع پر جھوٹ۔ فریب کہ وہ جاسے
نہیں چوکتا۔ پر جناب پیتر صاحب نے نہ کبھی دعا کی۔ نہ کبھی جھوٹ بولے۔ نہ کبھی عداوت اور نہ کبھی ناحق
کسی کے سر ہونے۔ نہ ظلم کیا۔ نہ بیجا ستمی کی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمان ایسے پیتر کی امت۔
لے ایک مقام کا نام ہے ۱۲ شعبان ۱۲۷۱ھ مطابق ایک مکرہ ۱۲۷۱ھ۔

ایسے اسلام کے معتقد پھر ان میں یہ خشونت۔ یہ سختی کہاں سے آگئی۔ ہونہ ہو یہ اُسی خبیث سلطنت کا اثر ہو جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملکِ حضورؐ فرمایا کرتے تھے گندگی تو خدا نے دور کی۔ اُس کی معفوت باقی چلی جاتی ہو۔

میسائیوں میں تو باوجودیکہ ہم حکمرانی کر رہے ہیں عام شکایت ہو کہ مسلمانوں میں ظالیشان۔ تحمل، بالکل نہیں یعنی دوسرے مذہب والوں کو دیکھ نہیں سکتے۔ ہندو بھی ہم سے مطمئن نہیں۔ اور جب کبھی ہنگامے اور خانہ جنگیاں واقع ہوتی ہیں مسلمانوں کی اگر زیادتی نہیں ہوتی تو مسلمان کچھ اٹھا بھی نہیں رکھتے۔ غرض دوسری قوموں کا یہ عام خیال ہو اور بے وجہ۔ بے سبب نہیں کہ مسلمانوں کا اگر سر کھلا ہوا نہ ہو تو یہ نچلے بیٹھنے والے نہیں۔ اپنے گھروں میں بیٹھ کر اپنے منہ میاں ٹھونسنے سے کیا ہوتا ہو۔ ذرا گورنمنٹ سے پوچھو وہ کیا خیال کرتی ہو۔ وہ فوج اور پولیس اور فوجداری کے انتظام میں مسلمانوں کی آبادی پر نظر کر لیتی ہو۔ اگر مسلمان زیادہ ہوتے ہیں تو اُس کو یہ تہر بانی انتظام قوت اور سختی کے ساتھ کرنے پڑتے ہیں اور نہ کرے تو کام بھی نہ چلے۔ فوجداری اور جیل خانوں کی پولیس پڑھو تو معلوم ہو کہ مسلمان کس قدر جلد لاٹھی پونگے پڑ پڑنے والے لوگ ہیں۔ شروع شروع میں مجھ کو کبھی ایسا خیال آیا کرتا تھا کہ اب دوسری قوم ہندوستان پر تسلط ہو اور تعلیم بھی عام ہوتی جاتی ہو۔ مجھ پر نہیں رفتہ رفتہ ہندو مسلمانوں میں التیام ہو جائے۔ مگر میں دیکھتا ہوں پہلے سے بہت زیادہ بھڑوت بہت زیادہ بدگمانی بہت زیادہ نفرت۔ بے شک تالی ایک ہاتھ سے نہیں بچتی۔ دونوں قصور دار ہیں اور دونوں کو قصور وار ہونا چاہیے۔ مگر مجھ کو ہندوؤں سے کہنے کا کوئی منصب نہیں۔ کوئی حق نہیں اور کہوں تو وہ بڑیر بھی کیوں کرنے لگے۔ پس میں تو ای مسلمانو! تم ہی کو سمجھا سکتا ہوں۔ اور تم ہی کو سمجھاتا ہوں کہ اگر اسے خدا وقت کو دیکھو۔ وقت کے تقاضے کو دیکھو۔ اور اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی نہ مارو۔

اگر خدا نے انسان کو ایسا بنایا ہو۔ اور بے شک ایسا ہی بنایا ہو کہ وہ اپنا سے جنس کی مدد کا

محتاج ہو تو اپنا لئے جس کا انحصار اپنے ہی کنبے اور اپنے ہی خاندان - اپنی ہی قوم - اپنے ہی ہم نندیوں میں نہیں ہو سکتا

یعنی آدم اعضا سے یک دیگر اند	کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
جو عضو سے بدر آورد روزگار	دگر عضو ہا را نہ ماند قرار
تو کر محنت دیگران بے غمی	نشاہد کہ نامت نیست آدمی

اور یہ تو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ جب خدا اور مخالفت در میان میں آئی تو امداد و استمداد کا سلسلہ منقطع ہوا اور انوکھا کش دو مخالفت اسی پس کریں کہ ایک دوسرے کو مدد نہ دیں نہیں ایک دوسرے کو مدد دینے کے عوض نقصان ٹھہرانے کے در پڑتے ہیں۔

ہم مسلمانوں کو زوال سلطنت کی وجہ سے جو اضطراری نقصان بھونچ گیا جو وہ کیا کم ہے۔ اور اسی سے ہم کم پٹ ہو سکتے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ ناحق کی عداوتیں مول لے کر اپنی خرابی کے در پڑنا اور بڑے بڑے بھاری نقصانات پلے باندھیں۔ اکثر لوگ یہ کہہ کر اپنے سر کا ٹھنڈا اتارنا چاہیں گے کہ ایسی حرکات ناشائستہ صرف ان چند مسلمانوں سے سرزد ہوتی ہیں جو عوام کا لالچاں ہیں۔ لیکن کیوں دانی سے بٹ بھینا نا چاہتے ہو مجھ سے زیادہ مسلمانوں کے بچان طبیعت کی کوئی کیا جان سکتا ہو مسلمانوں کے مزاج کی افتاد کچھ ایسی بُری بڑی ہو کہ جن میں بگاڑ کا مادہ نہیں ان میں بناو کا بھی نہیں اور وقت کا نقصان یہ ہو کہ ع زمانہ باتوں ساز و تو بازمانہ بسا ہے

وَلِلّٰهِ هَرُّ ذَوَابِّ كُلِّ شَيْءٍ فِيْ ثَنِيَّتِهِ	كُلُّ شَيْءٍ يَوْمًا أَحَدٌ وَآخِلَقًا
فَلَنْ أَلَكُمُ الْكَيْسُ إِذَا كُنْتُمْ تُدْعَوْنَ	وَإِنْ كُنْتُمْ فِيْ أَهْمَتِيْ قُلْتُمْ أَنْتُمْ أَهْمَةٌ

جہاد کا لفظ کچھ ایسی گھڑی کا ان کا لون میں بھونکا گیا ہے کہ اچھے خاصے پٹے لکھے پھلے آدمی مزاج کے

۱۷ عام لوگ شل جہادیوں کے ہوتے ہیں ۱۸ سالہ زمانے کے لیے کپڑے ہیں ان میں تھکی رہ ۱۹ سالہ اسکی سالانہ کہ ایک دن نیا ایک دن پڑتا ۲۰ سالہ پس اگر دانشمندی میں بیٹھے کا اتفاق ہو تو جہاد بوجہ بوجہ ۲۱ سالہ لہر اگر حقوں میں بیٹھے کا اتفاق ہو تو جہاد

مفسر اور کچھ نہیں تو قلم سے بیٹھے جہاد کر رہے ہیں یعنی آوریان کار و اور کیا میں نے تشکیلاً اور استعاراً
منظرہ مذہبی کو جہاد سے تعبیر کیا نہیں لوگ ان کو اسی منظرے کی وجہ سے مجاہد فی سبیل اللہ کہتے اور
کہتے ہیں۔

میں نے یہ بڑا خطرناک مضمون اختیار کیا ہے۔ اور میں ابھی طرح سمجھا ہوا ہوں کہ اُسی وقت سے میری
تکفیر کی تجویزیں سوچی جا رہی ہوں گی۔ لیکن مجھ کو اسی قدر بس کرنا ہے کہ میں اپنے پندار میں مسلمانوں کی
بیتری کی صلاح ان کو دیتا ہوں۔

لوگوں میں باہمی بگاڑ کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں اور میں جانتا ہوں ان میں سے ایسا
قوی سبب جو کسر لگانے میں رکھتا نہیں رکھتا دین کا اختلاف ہے۔ یہ سبب جو لچھوڑا لے یہ آپس
میں شادی بیاہ نہ ہونے دے۔ یہ ایک جگہ مل کر بسنے نہ دے اور حد سے بڑھ جائے تو ایک کو دوسرے
کی جان کا دشمن بنا دے۔ بے شک انسان کی نالایق خواہشوں نے بھی دنیا میں بہت خونریزی کر لی
ہے۔ مگر مذہب سب سے زیادہ شفاک ہے اور یہ ایک واقعہ ہے تاریخی جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کتنے
نفوس قدسی ہیں (اپنے دیکھنے میں تو آیا نہیں) جو دین کے اختلاف کو اُسی کے دائرے میں محدود رکھیں
اور معاملات دنیا میں اُس کو تجاوز نہ ہونے دیں۔ وہ تو یہ شرط رکھنا اور مختار ہی ہیں کہ دو مخالف فرقوں کے
ریپر پریٹنٹوں کو ایسی بری طرح لڑتے ہیں کہ بھٹیاریاں کیا لڑتی ہوں گی اس وقت تو ایسا خیال ہوتا ہے
کہ ان میں آپس میں صاحب سلامت بھی نہ ہوتی ہوگی۔ مگر ان کی لڑائی اسی کمرے کے اندر تک ہے
جس میں تمام فسادات کی جڑ وہ حاکم مٹھا ہے۔ پھر جو ہی کمرے سے باہر نکلے وہ ایک دوسرے کے
ویسے ہی دوست ہیں جیسے کہ ہوئے چاہئیں۔ مگر مذہبی لڑائی کا یہ حال نہیں ہے۔ وہ ابدی نفرت اور
عداوت قائم کر دیتی ہے۔ نہ صرف دو مخالفوں میں۔ بلکہ ان کی نسلوں میں تو بجائیو اگر تم کو غیروں میں رہنا
ہو اور ظہر رہنا ہو اور اگر تم کو غیر قوموں میں سے کچھ فائدہ پہنچوئے ممکن ہیں اور ضرور ممکن ہیں۔ اور تم
ان فائدوں کے محتاج ہو اور ضرور محتاج ہو تو لڑائی کی باگ بھول کبھی نہ کرو نہ کرو۔ خاص کر مذہبی لڑائی

یہ آگ سلاکائے سے جھڑک اٹھے گی اور جھڑک اٹھے گی تو نعم بچارے غریب جھونپڑوں کے رہنے والے
ٹھہرے تمہیں کو پیسے جہاں سے لگی تھی۔

تھمارے دل میں جو خندہ شے گزر رہی ہے میں سمجھتا ہوں اور میں تم کو موقع نہیں دینا چاہتا کہ
میرے گئے پیچھے وہ خندہ شے مذکور ہوں۔ اور میری طرف سے کوئی اتنا نہ ہو کہ تمہاری تسلی کر دے تمہارا
خندہ بجا ہو اور تم کہہ سکتے ہو کہ ۛ

کرتے جوں کو نہیں ہم تو عن میں بہت

تم کہہ سکتے ہو کہ اول تو بیماری طرف سے ابتدا ہوئی نہیں اور یہ ہوئی تو تمہارے کہنے سے آئندہ احتیاط کریں گے لیکن لوگ جو بیٹھے بٹھائے تلے کریں اور چیخیں تو کیا اس کے جواب میں بھی گئے گڑے ہوئے۔ کیا تم یہ جانتے ہو کہ لوگ کھلم کھلا تمہارے پیچھے اور پاک مذہب کی توہین کریں اور ہم بیٹھے نہیں۔ بزرگان دین کو جڑ اکسیں اور ہم کو بڑانے لگے۔ تو کیا تمہاری یہ مرضی ہو کہ تمہاری طرح کا فر ہو جائیں۔ گرم مت ہو کہ گرم مت ہو۔ کوئی مشکل نہیں جس کے حل کرنے کی تدبیر خدا نے ہم کو نہ بتائی ہو۔ ہمارے سامنے پیغمبر صاحب کا نمود موجود ہو لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اَلرَّسُولُ خَدَائِسُ تَم كُوِيْدِي كَرْنِي كِيْ اُچھا نمود موجود تھا) منکر لوگ رد و رد و پیغمبر صاحب تو پیغمبر صاحب خدا کی توہین کرتے تھے وَ اِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ حَتّٰی قَالُوا مَا اَللّٰهُ حَتّٰی نَسْجُدُ لِمَا نَأْمُرُ بِكَ اَد اور جب اُن سے کہا جاتا ہو کہ تم کو سجدہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ نحن کیسے سجدہ کیا چیز ہو۔ کیا تمہارا یہ مطلب کہ جس کے آگے سر جھکانے کو تم کو اُسی کے آگے سر جھکاؤ (علاءہ میں شرک سے جڑہ کر بھی کوئی اور طریقہ صلیک تو نہیں ہوتا اَلِشْرَکُ لَظْلَمٌ عَظِيْمٌ) تحقیق شرک بڑی بے انصافی کی بات ہو یا یہ کہنا کہ خدا کے جو روپچے ہیں۔ اسی میں خدا کی کون سی شان بڑھی جاتی ہو۔ قرآن کے مطالب پر نظر ہو تو کہہ کو کسی کے بتانے بھانے کی ضرورت پڑے۔ عین وقت پر آپ سے آپ یاد آ جا کرے۔

بھلا پیغمبر صاحب کی ذاتی توہین کو تو رہتے دو۔ خدا کی توہین کو تو خدا کو اور پیغمبر صاحب کو اور نہ صرف پیغمبر صاحب بلکہ کل انبیاء علیہم السلام کو کس قدر شاق و گھرتی ہوگی سو خدا کا رب تو ان بندوں کے ساتھ

جو اُس کی امانت کرتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو جس کسی مذہب کو حقانیت کا بڑا السبا چوڑا دعویٰ ہو۔ وہ اپنی کوئی دنیادی خصوصیت خدا کے ساتھ دکھائے۔ رزق تحول۔ تولد تناسل۔ تن درستی۔ کوئی ایک چیز بتاؤ جو کسی ایک مذہب والوں کے ساتھ خاص ہو۔ قرآن کی وہی ایک آیت یا کروڈاؤ قال انا اھدیہ ربی اجعل هذا بلدا آمنا ودعہ قاعا من النار من امن منہم وللاہ و الیوم الآخر قال ومن کفر فامتیحہ قلیلا ثم اضطررنا الی عذاب النار و بعض المصیبر ابراہیم علیہ السلام نے بتقاضائے بشریت خدا کی رحمتوں کو دنیا میں اپنے گروہ کے ساتھ خاص کرنا چاہا۔ اور متن امن منہم کی قید لگائی۔ خدا نے کہا یوں نہیں بلکہ ومن کفر فامتیحہ قلیلا جو کفر کرے گا اُس کو بھی دنیا کے چند روزہ فائدے یکساں بھونچیں گے اور کفر و ایمان کا فرق آخرت میں ظاہر ہو گا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اسی مضمون سے اقتباس کیا ہے۔

اگر باہر جنگ جوید کسے	پدر بے گماں خشم گرو بے
اگر خویش راضی نباشد ز خویش	چو یگانگانش بر اندر پیش
اگر بندہ چاہک نیاید بکار	عزیزش ندارد خداوندگار
و اگر ترک خدمت کند شکر می	شود شاد شکر کش از بے بری
ولیکن خداوند بالا و پست	بعضیاں در رزق برکش بست

ہم کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف حکم دیا ہے اور جملہ مذاہب کا مال کار بھی یہی ہے جو مخلوق یا خلق اللہ۔ اللہ کی سی مادیات اختیار کرو۔ ہم کب مخلوق باخلاق اللہ ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ درگزر کرے اور ہم پر انتقام نہ رہیں وہ سازگاری رکھے۔ اور ہم ٹھنس۔ وہ برداشت کرے اور ہم ناک پر کھی بھی بیٹھیں دیں۔ رہے پیغمبر صاحب اُن کو جا بجا اور بار بار یہی حکم ہوتا تھا۔ قاصیہ قاری اللہ لا یصیبہ اجمع الحسنین (صبر کرو۔ خدا احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا) قاصیہ قاری و وعد اللہ حق (صبر کرو شک خدا کا وعدہ سچا ہے) قاصیہ قاری و ماصیہ قاری (اللہ صبر کرو۔ اور نہیں ہے صبر تمہارا اگر اللہ کی توفیق سے) قاصیہ قاری و ماصیہ قاری (اللہ صبر کرو جس طرح صبر کیا ہمت والوں نے) یا تو یوں کہو کہ یہ

احکام میں تیر صاحب کے ساتھ خاص تھے مگر سوائے تمھارے سلسلے کی طرف تک کوئی امام۔ کوئی مفسر اس کا قائل نہیں۔ یا لگو کہ احکام عام ہیں۔ اور ہم بھی ان کے مخاطب ہیں مگر ہم ان کی تعمیل نہیں کرتے۔ تو سب سے زیادہ مذہبی غیظ و غضب تم کو پہلے اپنے اوپر کرنا چاہیے۔ نہ کہ خود راہِ نفیوت و دیگرے راہِ نفیوت مذہب کو تم نے سمجھا کیا ہے؟ مذہب نام ہوں میں سمجھوتی کا۔ کُلُّ مَذْهَبٍ بِمَا لَدَیْهِ جُحُودٌ ۛ

یاں وہی ہی جو اعتبار کیا

یہ تو ہم کا کارخانہ ہی

جس عقیدت سے ایک مسلمان آبِ زم زم نوش کرتا ہے۔ اسی ارادے سے ایک ہندو گنگا جل پیتا ہے یعنی دونوں کی مذہبی تسلی میں کچھ فرق نہیں۔ اور کیا تم سمجھتے ہو کہ لوگ جان بوجھ کر کچھ کچھ بات کو نہیں مانتے۔ یہ بات میری سمجھ میں تو آتی نہیں کہ آدمی خدا کو بھانے۔ اُس کی قدرت کو جانے۔ اُس کے احسانات کو جانے اور یہ بھی بھانے کہ وہ کیا چاہتا ہو۔ اور پھر اس سے مخالفت کرے۔ خدا اور خدا کی قدرت میں تو بجائے خود۔ مجھ کو اتنی ہی طاقت ہونے دو کہ اس کتاب کو کہوں کھل اور یہ کھل جائے اور کہوں کہ بند ہو اور یہ بند ہو جائے اور اس میں کسی قسم کی نظر بندی اور چالاکی کا دخل نہ ہو تو اتنی ہی طاقت پر اگر سارے ہندوستان کو اپنی طرف نہ کر لوں تو پھر میرا کچھ سننے کو نہ آتا۔ مگر یوں کہو کہ جہاں انسان کی دوسری حالتوں کا اختلاف منجانبِ اہلِ ہدایت ہو وہ منْ اٰیَاتِهِ لِيُخْلِقَ مَا يُرِيدُ اَلَيْسَ بِكَ ذُوْ اَلْوَاكِلِیْنَ اُس کی نشانیوں میں سے ہے تمھاری بولیوں کا اختلاف اور تمھارے رنگوں کا اختلاف، اسی طرح اختلافِ مذاہب بھی منْ جَانِبِ السَّوَادِ وَ ذُوْ شَاذِ اللّٰهِ لِيُجْعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَ لَا يَزَالُ الْوَنُ مُتَخَلِّفِيْنَ اَلَا مِنْ دَحْمِ رَبِّكَ وَلِذَا لَاقَ خَلْقَهُمْ اِذَا رُجِعُوْا اِلَیْهِمْ خَلْقًا جَدِیْدًا ۛ خدا چاہتا ہے کہ آدمیوں کا ایک ہی مذہب ہی گروہ بنادیتا اور لوگ ہمیشہ اس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر تمھارا پروردگار رحم کرے اور اسی نے ان کو پیدا کیا ہے، اگر ذٰلِكَ مَشَارَا لِهٖ مُتَخَلِّفِيْنَ ۛ اور یقیناً مُتَخَلِّفِيْنَ ہی ہو تو یہ اختلاف قیامت تک شے والا نہیں خدا نے انسان کی ایسی بناوٹ رکھی ہو تو اللہ کی خلقت کون بدسے حج

گرتوئے پسندی تنہی کن قصہ را

فرض کرو کہ ہم ایک مذہبی راے رکھتے ہیں۔ اور دوسرا آدمی اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ اور معلوم ہو کہ ناحق کی خدمت سے اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا اختلاف قابلِ رحم ہو نہ مستوجبِ ملامت چاہیے کہ جب ہم کو جوشِ ہم دردی بے چین کرے۔ ہم اُس کے حق میں دعا کریں۔ رفق و ولینت سے اُس کو بھلائیں مدد کریں کہ وہ راہِ راست پر آجائے۔ یا فرض کرو کہ وہ ناحق کی خدمت کرتا ہو تو وہ اونیاد قابلِ رحم ہو۔ اگر راہِ راست پر آجاتا تو اپنا ہی فائدہ کرتا نہ یہ کہ ہم کو بخشواتا۔ انہیں ماننا اپنا سر کھائے پڑے چوٹھے میں۔ ہم کو اس کے ساتھ عداوت پیدا کرنے کی تو کوئی وجہ نہیں۔

جو لوگ مذہبی مناظرات کرتے ہیں۔ دشمنِ عقل اتنا نہیں سمجھتے کہ ان مناظرات سے دوسری قوموں کے ساتھ مخالفت اور عداوت پیدا یا تازہ یا راسخ ہوتی ہو۔ اور مسلمانوں میں اب اتنا دم نہیں رہا کہ اس مخالفت کی مقادمت کر سکیں۔ بعض کو یہ خیال بھی ہوتا ہو گا کہ مناظرہ بھی دین کی حمایت کا ایک پیہر ہے اور عجب نہیں کہ وہ اس کے اجر کے بھی متوقع ہوں۔ میں سرے سے اسی بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ تقصاے دین داری ہی لوگوں کو مناظرات کا باعث ہوتا ہو اور وہ جتنا با اور خالصتہً لوجہِ الداس کام کو کرتے ہیں۔ اگرچہ دوسرے کے مافی الضمیر پر لگی حاصل کرنا مشکل ہو مگر مناظرے ہی میں تو دین داری کا انحصار نہیں۔ دین داری اور بھی بہت سے کام چاہتی ہو۔ دین داری چاہتی ہو۔ مثلاً یہ کہ آدمی یہ جان کر کہ میں دین حق پر ہوں۔ پھر ہمہ وقت خدا سے ڈرتا ہے کہ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہو اگر خطرِ جاقت پیش نظر ہو اور یہ ایسا خطر ہو کہ ہر فردِ بشر کے پیش نظر ہونا چاہیے تو میں سمجھتا ہوں اسی ایک خیال میں اس قدر کافی مصروفیت ہو کہ آدمی کو اپنی ہی نفس کی پرداخت سے فرصت مل نہیں سکتی۔ دوسروں کے دین و مذہب کی وہ کیا خبر رکھے غمِ نداری بربخیر۔

آدمی کو دنیا میں آپ ہی اپنا بیچ ہونے دو۔ لیکن ایک وقت آنے والا ہو کہ اس کا گناہ اور اس کی برأت۔ اس کی نیکی اور اس کی بدی ایسا بیچ تجویز کرے گا جس کو اُس کے دل کے بھید۔ اس کی آنکھوں کی چوریاں زلزلہ معلوم ہیں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَمَا تَنصِي الصُّدُورُ إِلَّا لَهَا**

لی چوریاں اور سینوں کے مار جانتا ہو۔

کیا وہ بڑی خوفناک حدیث نہیں سنی کہ قیامت کے دن ایک شخص نیکیوں کا انبار اپنے ساتھ لے کر ہوگا اور حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں لے جاؤ۔ یہ حکم سن کر اُس کی سخت حیرت ہوگی اور غرض کرے گا کہ اسی پروردگار کیا میں نے تیرے حکم کے مطابق نمازیں نہیں پڑھیں۔ روزے نہیں رکھے۔ زکوٰۃ نہیں دی۔ حج نہیں کیا۔ یہ نہیں کیا۔ وہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آخر کار رکھے گا کہ میں نے تیری راہ میں جان نہیں دی۔ غرض وہ اپنی نیکیاں اور کارگزاریاں ایک ایک کر کے گنوائے گا اور بارگاہ رب العزت بآئینہ آراہمہ کا کہ یہ حکم یہ سب کام تو نے کیے مگر یہ سب کام تم نے دکھانے کے لئے کیے تھے۔ اور تو دنیا میں ان کا صلہ پا چکا ہو۔ تو نے چاہا لوگ تجھ کو سخی کہیں۔ اور لوگوں نے کہا۔ تو نے چاہا تو بہادر مشہور ہو اور تو بہادر مشہور ہوا۔ پھر اُنہی لیا چاہتا ہو گئے کوئی کام ہماری رضامندی اور خوشنودی کے لئے نہیں کیا اور نہ تو اس کا سحق ہو سکتا ہو یہ سہمہ اور ریا جس نے اس بد نصیب شخص کے سارے اعمال حسنہ ضبط کر دیے۔ مذہبی مناظر آ میں بڑی آسانی اور جھٹکے کے ساتھ دخل کر سکتی ہیں مناظرے کو اظہار حق کی حد سے متجاوز نہ کرنے دینا بظاہر مشکل کام ہو۔ بحث میں سخن پروری اور ضد آہی جاتی ہو۔ کون شاعر ہو جو داؤ نہیں چاہتا۔ اسی طرح کون سامناظر ہو جو اپنے فریق سے مع و تحسین کی امید نہیں رکھتا ہو۔ اور اسی کا نام ہو ریا۔ انسان کو خدا نے ایسا مخلوق خود غرض پیدا کیا ہو کہ جب تک جلدیہ منفعت یا دفع مضرت محرک نہ ہو وہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہیں کرنا چاہتا۔ وہ اگر خدا کے نام ایک پیسہ دیتا ہو تو اس امید سے کہ اُس کی عاقبت میں اس ایک پیسے کے بدلے دس روپے پندرہ آنے ملیں گے مَثَلُ الَّذِي يَتَّقُونَ
أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَكَثَلِ اللَّهِ أَنْبَتَتْ سَبْعَ بِلْ فِي كُلِّ سَبْتَلَةٍ مَائَةٍ حَتَّىٰ وَاللَّهِ يُضَاعَفُ وَلِي
يُشَاءَ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ دجو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں صرف کرتے ہیں اُن کی مثال اُس دانے کی سی ہو جس سے سات بالیں پیدا ہوئیں۔ ہر بال میں سو دانے اور اللہ جس کو چاہتا ہو دو چند و چند بہند کر دیتا ہو تو ہم کہوں نہیں کہ بحث مذہبی میں بھی اس کی کوئی ذاتی غرض ضرور ہو اور وہ غرض ناموسری لے حاصل کرنا۔

اور اظہارِ لیاقت ہی کیوں نہ ہو۔ میں پہلے کہ چکا ہوں مذہب من بھوتی کا نام ہر اور یہ مناظرے کا نہیں بلکہ نفسِ مذہب کا قصور ہے کہ اس کا مباحثہ کبھی ختم۔ اس کا جھگڑا کبھی فیصل نہیں ہوتا۔ اسی کا ش مذہبِ اقلیدس کا کوئی دعویٰ ہوتا۔ یا حساب کا سوال یا جبر و مقابلے کی مساوات۔ مذہب کی بنیاد وہ عقیدے پر اور عقیدہ موقوف ہے قبولِ طبیعت پر اور طبائع اس باسے میں اس قدر مختلف واقع ہوئے ہیں کہ جس کی کوئی حد و انتہا نہیں۔

یہ ظاہر بات ہے کہ ہم پیئر صاحب سے بہتر مناظرہ نہیں کر سکتے۔ اول تو خود ان کا عقیدہ ہے قدرِ راسخ تھا کہ ہم کو اس کا پانگ بھی نصیب نہیں۔ دوسرے عدلنے ان کی بات میں اثر دیا تھا اور جو بات غلو ص سے کہی جاتی ہے موثر ہوتی ہے ہر ہماری بات میں اثر کیا خاک ہو سکتے کچھ ہیں۔ اور کرتے کچھ ہیں کہتے سب کچھ ہیں اور کرتے کچھ بھی نہیں۔ ع

ای طبل بلند بانگ در باطن ایچ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَعْلَمُونَ (لوگو جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو جو آپ نہیں کرتے، مگر باوجودیکہ پیئر صاحب عقیدہ راسخ۔ ان کی بات میں بھی اثر تھا۔ اور ان کا اہتمام بھی بلا کا اہتمام تھا۔ پھر بھی جن کی طبیعتوں میں قبولِ حق کی استعداد نہ تھی ان پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اور پیئر صاحب اس سے کچھ شکستہ خاطر سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو سمجھا دیا اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (جس کو تم چاہو ہدایت نہیں کر سکتے۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے، اگر تم کو مناظرے کی کامیابی کا یقین ہو۔ تو کسی ایک صرف ایک مذہبی فرقے کا نام لوجو مطلوب مناظرہ ہو کر محدود ہو گیا ہو چچ پوچھو تو لوگوں کو حق کی طلب اور تلاش ہی نہیں کہ مناظرے سے فائدہ اٹھائیں۔ بحث و مناظرے کا نام آیا اور ان کو خدا واسطے کی کاوش ہوئی۔ بلکہ میری رائے پوچھتے ہو تو جس کو اپنے مذہب پر زیادہ حملے کرانے منظور ہوں۔ وہ اس طرح کی چھپر کرے۔ اس سے زیادہ افسوس کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ تم کرنی چاہو دین کے حق میں دوستی اور وہ ہو جائے اُٹنی دشمنی وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ

عَلَّمَهُمْ شَمًّا إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرَجَعُهُمْ فَبَيَّنَّا لَهُمْ يَمَّا كَانُوا يُفَكِّهُونَ (جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں۔ اُن کو بُرائی کہہ دوں گا اور وہ لوگ بیباک بنیں ناحق خدا کو بُرا کہنے لگیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر ایک گروہ کی نظر میں اُن کے عمل کو بہتر بنا دیا ہے۔ پھر اُس کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ سو جو کچھ وہ کرے یعنی اُس کی کیفیت وہ اُن پر ظاہر کر دے گا، ہندوستانیوں کو جیسے انگریزی عمارت میں آزادی نصیب ہوئی تھی پہلے سے ہوئی تو بہتری کچھ بہتری کر لیتے۔ مگر یہ اس کو لے گئے مذہب میں۔ اور مذہب میں بھی گھٹے تو ایسی جھوٹی طرح کہ جس سے آپس میں نفاق پڑے۔ پیرایہ تو بڑا اختیار کیا ہے۔ مگر ح

عدو خود سبب خیر گر خدا خواہد

ایک دوسری ضد سی۔ انتقام کی غرض سے سی۔ شہرت اور ناموری کے لیے سی کسی وجہ سے سی لوگ جو مذہب کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں۔ اسلام کو غیب سے درپردہ تائید چھوٹ رہی ہے۔ اور اس اصول بھی ایسے ہی صاف سلیس اور عام فہم کہ کسی کو حق کی تلاش کا نام تو زبان سے لینے دو۔ پھر دنیا میں کہیں اسلام کے سوا اس کا ٹھکانا بھی ہے۔

اسلام کا لب لباب دو مختصر سے جملے ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ سوس دیکھتا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے تو لوگ متفقہ ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اور کیوں کہ متفقہ نہ ہوں۔ جو عقل ان کو یہ سمجھا رہی ہے کہ خدا پر ہی یہ بھی سمجھا رہی ہے کہ وہ ایک بھی ہے۔ جن مذہبوں میں شاہدِ شرک تھا اب وہ اس کا تاویل کر کے جاتے ہیں اور تاویل نہیں کر سکتے تو چھینپ کر دل ہی دل میں لیشیاں ہو کر بات کو ٹال جاتے ہیں۔ یا اس پہلو پر نہیں آتے۔ غرض مذاہب کا عام رجحان توحید کی طرف پایا جاتا ہے یہ اسلام کی فتح اور کامیابی نہیں تو اور کیا ہے؟ توحید اور اسلام مراد یک دگر ہیں۔ یعنی لفظ دو اور سنی ایک بے شک اسلام ایک مذہب ہے۔ دوسرے مذاہب سے جلا اور ممتاز۔ لیکن اصل الاصول توحید ہے۔ اور باقی خلائع و آداب و امر و نہی ہی سب فروع۔ توحید کو ٹھہر (نفس قانون) اور باقی تمام مذاہب پر ایسی یورینی ضابطہ کار روانی۔ اور جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعوتِ اسلام میں سارا زور اسی ایک توحید

دیتے تھے اور فرماتے تھے یا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ لَا تَعْبُدُوا
 اِلَّا اللّٰهَ وَلَا تَشْرِكُوْهُ بِمَا شِئْتُمْ اَوْ لَا تَخَذُ بَعْضُنَا اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنَّ اَهْلَ الْكِتَابِ اَوْ
 ایسی بات کی طرف جو ہم میں اور ہم میں یکساں ہو کہ ہم سوائے خدا کے کسی کو نہ پوچھیں اور نہ کسی کو اس کا
 شریک قرار دیں اور نہ ہم میں سے کوئی خدا کے سوائے کسی کو اپنا مالک قرار دے، بے شک ابھی لوگوں
 کی توحید میں خامی ہو۔ نقصان ہو۔ کدورت ہو۔ مگر دوسرے لوگوں کی توحید کو کیا کہا جائے۔ اور کس منہ
 سے کہا جائے جب خود ہم مسلمانوں کی توحید بھی خامی نقصان اور کدورت خالی نہیں۔ نہ تو توحید کی کچ کچا
 جاتا ہو تو پتہ ہی بھائی و بابی و بابی کہ کچرہ بیٹنی شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس عالم اسباب میں اسباب سے
 قطع نظر کرنا جو بھی ذرا تیرھی کھیر اپنی چھاپھ کو کون کھٹا کرنا ہو جن عقائد اور جن افعال کی وجہ سے ہم
 دوسرے لوگوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں وہی عقائد اور وہی افعال ہمارے باہم میں سے اکثروں کے
 بھی ہیں۔ فرق اگر ہو تو اسی قدر کہ اوروں نے اپنے بزرگوں کے حق میں انفرادی کی جہم اپنے بزرگوں
 کی شان میں۔ لیکن سلسلہ دشمن کشاں کشاں مجھ کو اسی گڑھے میں لے جانا چاہتا ہے جو جیس میں گرنے سے
 میں جم کو ڈراتا تھا۔ پس اس تذکرے کو چھوڑو اور اصل مطلب کو لو۔

ہاں تو میرا خیال یہ ہے کہ مذہب کا عام رجحان توحید کی طرف پایا جاتا ہو اور میں اس کو اسلام
 کی فتح نمایاں خیال کرتا ہوں۔ اور اگر مسلمان لینٹ و استمات اختیار کریں۔ اور لوگوں کو سختی اور دھمکی
 سے نفرت و وحشت نہ دلائیں۔ تو میں کوئی وجہ نہیں پاتا کہ کیوں اسلام مذہب عام پسند نہ ہو۔ اور
 کیوں سب لوگ مسلمان نہ ہوں۔ آخر ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے ایسی باتیں جن سے تزلزل توحید
 ظاہر ہوتا ہو۔ سرزد ہوتی ہوئیں دیکھتے ہیں۔ اور ان کی تاویلات کو گوئی نفسہا نحیف اور ضعیف ہوں
 پذیرار رکھتے ہیں۔ اور ان سے مغافرت اور متارکت نہیں کرتے تو ایسی کون سی بڑی قباحیت لازم
 آجائے گی۔ اگر غیر قوموں کے ساتھ ہم دل و داری سے پیش آئیں اور مذہبی اجنبیت کو کم کریں کچھ
 مولفۃ القلوب کی بھی خبر ہو کہ وہ کون لوگ تھے۔ وہ تھے دو دے تزلزل العقیدہ مَذْهَبِ بَیِّنِ ذَلِکَ
 ۱۵ فروری ۱۹۵۵ء جولائی ۱۲ء

مسلول ہو یا دیا اسلامی کا بڈل یا ڈونا ٹاٹ۔ دھبک سے اڑ جانے والی چیز اور بایں میں مارشل لا۔
 (قانون جنگ) جب کہ واقع میں از رو سے حق الامر وہ ایک شخص تھے ہنس مکھ خوش خلق بردبار۔
 منکسر متواضع نرم مزاج نیک دل۔ اِنَّكَ لَعَلَّیْ عَظِیْمٌ اِنْ كُنَّا تَعْدُوْا اَنْ تَعْبُدُوْا اِلٰهًا غَيْرَ اِلٰهِنَا اِلَّا اَنْ تَعْبُدُوْا اِلٰهًا غَيْرَ اِلٰهِنَا اِلَّا اَنْ تَعْبُدُوْا اِلٰهًا غَيْرَ اِلٰهِنَا اِلَّا اَنْ تَعْبُدُوْا اِلٰهًا غَيْرَ اِلٰهِنَا۔
 حیات اور دوسرے میں فوز و فلاح دارین کا فرمان یعنی قرآن مسلمان کہیں یا نہ کہیں۔ نائیں یا نہ مانیں۔
 مگر میں اس بات کے کہنے پر مجبور ہوں کہ ابھی تک مسلمانوں نے پیغمبر صاحب کو ان کی اصلی حالت میں
 دکھانے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی پیغمبر صاحب کو ٹھہرایا بیچا اور آپ بنے ہوئے اور لوگوں کو چاہتے ہیں کہ
 گرویدہ اسلام ہوں۔ ع

ایں خیال ست و محال ست و جنوں

اب یہ زمانہ کامپٹیشن و مقابلہ کا ہے جہاں اور سب باتوں میں کامپٹیشن چلتا ہو مثلاً کوئی شخص
 نوکری کا طلب گار ہو۔ تو کامپٹیشن کی خبری میں سے نکلے بدون اس کو نوکری نہیں ملے گی۔ کوئی شخص تجارت
 کرنا چاہتا ہو کامپٹیشن کی کشمکش کے بغیر اس کو بھی کامیابی نہیں ہوگی۔ اسی طرح مذاہب میں بھی کشمکش
 قائم ہے۔ ہر مذہب وائے چاہتے ہیں کہ ہم کو پبلک کی نظر میں قبولیت ہو جیسے مذہب ہیں گویا اتنے
 ایک خاص چیز کے دکان دار ہیں۔ ہر دکان دار اس کوشش میں لگا ہے کہ سب سے زیادہ اس کی
 دکان چلے۔ لوگ کثرت سے اس کا مال لیں۔ جو تدبیر ایک دکان دار کو اپنی دکان جمانے کے لیے کرنی
 پڑتی ہو۔ وہی تدبیر اس کو کرنی پڑے گی۔ جو چاہتا ہو کہ اس کا مذہب زیادہ تر مقبول عام ہو اور وہ تدبیر
 ہو۔ طنساری۔ راستی خوش معاملگی۔ آسانی۔ ہزار تدبیروں کی ایک تدبیر یہ جو کہ ہم اپنے میں اچھا دین دانا
 بنا کر لوگوں کو اپنا چھانڈ نہ دکھائیں۔ سو افسوس کہ ہم نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی۔

جہاں تک دین داری کو تمدن میں دخل ہے ہم کو بنا چاری ماننا پڑتا ہو کہ مسلمان اگر سوسائٹی کے
 بہت بڑے ممبر ہیں تو کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ ہم کو اس کی کثرت ہونے کا فخر حاصل ہو۔ مگر دوسرے نہیں بلکہ
 گفتار سے جو کارجم اخلاق کے تمام اور مکمل تھے۔ عَلَیْہِمْ مِّنَ الصَّالٰتِ وَاَتَتْہُمْ وَاَكْمَلُوا دَانَ پرخدا کی

طے ہے شک تم بڑے ہی فقیح ہو ۱۱۱۱ عاقر خلافت ۱۱۱۱ دونوں جہاں کی کامیابی و مہمودی ۱۱۱۱۔

رحمت پوری اور کامل تر۔

اسلام کی سب سے وقتی کے جہاں اور اسباب ہیں ان میں سب سے بڑا سبب مسلمانوں کی شکستہ حالی بھی ہو۔ مسلمانوں کی دنیاوی حالت درست ہو تو بہت سی باتیں جو لوگوں کی نظر میں موردِ اعتراض ہیں۔ وہی موردِ تحسین ہو جائیں لیکن خرابی یہ اگر پڑی ہو کہ اس شکستہ حالی پر مسلمانوں کو زہد تعلیم کیا جاتا ہو جس کا ضروری نتیجہ یہ ہو کہ مسلمان اپنی شکستہ حالی پر صبر کر کے بیٹھ رہے ہیں۔ اور اس کی درستی کی مطلق فکر نہیں کرتے۔ یا کرنا چاہتے مثلاً من بھرتو یہ کہتے ہیں جھٹانک۔ وہ بھی بادل ناخو است کہ ایسا کرنا اور نہ کرنا برابر۔ اگر ایک چھپرٹا سودی کی مجموعی پوری طاقت سے اٹھائے جائے گا تو اگر دو چار آدمی اس کو انگلیوں کے سہارے سے اٹھانا چاہیں تو بھلا وہ چھپر اپنی جگہ سے کب کسکا۔

میں اس شکایت کی سندیں پیش کرتا ہوں انجمن حمایت اسلام لاہور کی حالت کہ اس نے اٹھتے تو ایسے بڑے کام کا بیڑا اٹھالیا جو قوم کے کرنے کا ہو۔ اور قوم کے کرنے کا بھی اس صورت میں ہو کہ قوم کشادہ دلی سے اس کی سمین و مددگار ہو۔ لیکن قوم اور کشادہ دلی کا لیلہ کو ہو۔ صرف معدودے چند اس کو اتفاقی طور پر وہ بھی بچکپاتے بچکپاتے چلے جاتے ہیں۔ پس انجمن کی گزران بالکل توکل کی سی گزران ہو جس کو شاخرفانے سے بڑھ کر بھٹا ہو۔

زیادہ ہو گا تو کل سے بھی کہیں رفتہ	کہ اس میں اتنی تیزی ہو اور نہیں رفتہ
------------------------------------	--------------------------------------

ہمارے ہندوستان کا تو قاعدہ یہی ہو کہ جتنے چندے کے کام ہیں براے چندے۔ اول تو جو کچھ ہو رہا ہو وہ قومی ضرورت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں اور نہ تھوڑا بہت ہو کچھ ہو۔ اسی کا ش اس کی کو استحکام ہو پائیداری ہو یوں سینک سینک کروڑوں سے روپے کا روپیہ خرچ ہوتا اور پیاس تو بھلا اُس سے کیا بھجتی ہو سب بل کر ایک دم سے زور لگا دو کہ یہ ناوجود توں سے دلہل میں بھینسی پڑی ہو تیرنے لگے۔ پس دیش اور جین میں وقت گزر چلا جاتا ہو ایسا نہ ہو کہ پھر یہ مرض مزین ہو کہ علاج پذیر ہو باقی نہ رہے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور نے تو ایسا سپر ایجے اختیار کیا کہ اس پر کوئی متعصب سے متعصب مسلمان بھی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اس کو معمولی طور کی انجمن نہ سمجھنا۔ یہ جوت آئی ہو۔ جو مسلمانوں پر تمام ہوئی۔ اس وقت تک جو کارروائی انجمن نے کی ہو۔ اس کی رپورٹ ہم انجمن کے دل سوز اور صرگرم سکڑی سے کل سن چکے ہیں۔ وہ ایک اعتبار سے کرید ٹیکبل ہو۔ لیکن پھر بھی آدمی کے کام کہتے ہی انتہام اور کتنی ہی احتیاط سے کئے جائیں ہمیشہ صلاح طلب باقی رہتے ہیں۔ اسی میران انجمن معانت کیجئے گا۔ اگر میں آپ کی کارروائی میں کوئی نقص نکالوں۔ میں آپ صاحب کو پورا یقین لاتا ہوں جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں۔ اعتراض مخالفانہ نہیں ہو بلکہ صلاح دوستانہ۔

آپ لوگوں میں کوئی سر سید احمد خاں صاحب یا ان کے اعوان و انصار کے وقار اور انفلوئنس کا آدمی نہیں ہو گا۔ آپ اہم مطلب، وہی ہو جو سر سید احمد خاں صاحب کا ہو۔ البتہ فرقین میں اتنا فرق ضرور ہو کہ آپ کی کارروائی مسلمانوں کے وقتی خیالات سے بالکل ملتی ہوئی ہو جس کو سر سید کے گروہ کے وقار اور انفلوئنس کا پورا جواب ہونا چاہیے اگرچہ آپ کے اور سر سید کے گروہوں میں کامیابی میں قائم ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور بڑے شکر کا مقام ہو کامیابی میں بھی نہیں۔ خدا کے فضل سے ہندوستان اتنا وسیع ملک ہو کہ دونوں گروہ بلکہ ایسے ایسے کئی گروہ اس میں جو لائیاں کر سکتے ہیں۔ لیکن دونوں گروہوں کے نتائج کارروائی کو مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو آپ سر سید احمد خاں صاحب کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے۔ یکویں؟ آپ کہیں گے وہی وقار کی کمی اور وائٹ آف انفلوئنس میں اس کو تسلیم کرنا ہوں کہ آپ حیدر آباد پٹیلہ بھوپال۔ کپورتھلہ بنارس۔ ایسی ایسی سرکاروں اور دوسری موٹی موٹی چٹاپوں کو اپنے دام میں نہیں لاسکتے۔ لیکن میں ایک سبب زیادہ موٹی اور سبب زیادہ بھری اور سبب زیادہ آسانی کے ساتھ دام میں آجانے والی چٹا بتاتا ہوں۔ کہ اگر اس کو پھنسا لو اور یقین جانو کہ اس کا پھنسا کچھ بھی مشکل نہیں۔ صرف تیکے کی اونچیل پہاڑ ہو۔ تو بس یہ سمجھنا کہ چھانے دولت کو پھنسا لیا۔ بتا دوں کہ وہ کون چڑیا ہو۔ بتا ہی دوں۔ خاص خاص لوگوں نے تم کو بٹھ بٹھ

چندے دیئے اور دیتے ہیں لیکن بندے کی رائے پر عمل کرو گے تو بات کی بات میں ایسے ایسے کتے چندے جمع کر لو گے۔ وہ چڑیا۔ وہ سونے کی بھی نہیں بلکہ جواہرات کی چڑیا تمہاری ہی قوم جو ان تلوں کو زمانے کی گردش نے پہل کر بھر بھری کھلی کر دیا ہو۔ مگر اب بھی اس کی میں تانیل ہو کہ سب نکال کر کچا کیا جائے تو تیل کی ایک ندی بنے لگے۔ لیکن افسوس ہو کہ تم میں کوئی سلیقہ منبتیل نہیں پیاسا کوئیں کے پاس جاتا ہو کوئیں کو پیاسے کے پاس آتا ہو انہیں سنا۔ لیکن وہ پیاسے تم ہو کہ کنواں تمہارے پاس آئے تو تمہاری پیاس بجھے۔ یہ سالانہ جلسے اور ماہواری رسالوں اور اشتہاروں کے کاغذی گھوڑے اگر پیاسے کا کوئیں کو اپنی طرف گھسیٹا نہیں ہو تو کیا ہو۔ ناچنے نکلے تو گھونٹ کیا۔ آخر تو تم نے قوم کے لئے گداگری اختیار کی تو جب تک تمہاری جھولی ایک لکھ پتی مادواری کی توند کی طرح خوب تن نہ جائے۔ بس نہ کرو یا اس کام ہی کو چھوڑ بیٹھ کہ یہ تمہارے بس کا نہیں گدایاں قوم کا ایک گروہ کھڑا کرو کہ وہ لوگ جدھر کہ جس کا منہ اٹھے ملک میں منتشر ہو جائیں اہلہم سے لیں الحاف سے لیں اسکر لیں۔ دھینگا شستی سے لیں۔ ہاتھ پائی کر کے لیں بیکڑی سے لیں۔ لگ کر لیں۔ لپٹ کر لیں۔ چپٹ کر لیں۔ سر جو کر لیں۔ خوشامد سے لیں منٹ لیں بجا جٹ لیں۔ سماج سے لیں۔ دھڑاٹے کر لیں۔ لڑا کر لیں۔ جھگڑا کر لیں۔ جگا کر لیں ہاتھ جوڑ کر لیں۔ پاؤں پکڑ کر لیں۔ مگر لیں پر لیں۔ کوئی غریب سے غریب مفلس سے مفلس۔ نادار سے نادار۔ کنگال سے کنگال نہیں جو نہ دے۔ اور نہ دے تو اس کا دین دار میں ہے

ای خواجہ درویش دست و گریب پیست

ماشوق کہ شد کہ یار بجالش نظر نہ کرد

مانجھے والے کو ایک طرز خاص یا ایک مقام خاص یا ایک شخص خاص یا ایک مقدار خاص کی پابندی کیا ہر چہ آید و پیش نیگا ارد و درویش ہے

دفاعی کسی کساں کا عشق جب سر چھڑا کر

تو پھر اس سنگ دل تیرا ہی سنگ است کہیں ہو

سید احمد خاں صاحب بڑے آدمی ہیں بڑی بڑی اسامیوں کو ان کے حصے میں رہنے دو ہم غریب لوگ ہو غریب سے۔ صرف غریب سے مانگو۔ اور پھر دیکھو کس کا پلہ بھاری رہتا ہو

چراغِ ستانی آتھر یک جو ہے سیم

کہ گرد آید ترا سر روز گنجے

میں میں ایک دو ٹوک بات اس سال کے جاتا ہوں کر نا تو یہ کرنا۔ ورنہ غیر خواہیے قوم اور ہمدردی قوم کا لفظ منہ سے نہ نکالنا۔ زبانِ غیر خواہ اور ہمدرد تو بہتیرے نکل پڑے ہیں۔ اور انہی میں تم لوگ زبردستی مجھ کو بھی دوسرے تیسرے برس تھوڑی دیر کے لئے بلا لیتے ہو۔ ورنہ فی الحقیقت غیر خواہ قوم اور ہمدرد قوم وہ ہے۔ جو اپنے پاس سے لے۔ اُدھار لے کر لے۔ دوسرے سے مانگ کر لے۔ غرض لے لے۔ کیا دے۔ ہا ابھی منقوش (روپیہ) کہ قوموں کو بھی بگاڑے اور یہی بنائے۔ یہی بول لے۔ یہی ترائے۔

میں نے بڑی خوشی سے وہ تجوڑ سنئی ہے۔ جو کل کے جلسے میں پیش ہوئی۔ اور دو بزرگوں نے سوچی ہے۔ یعنی پنجاب میں اس نغمے کے زیرِ اہتمام ایک کالج بنانا چاہیے۔ کچھ تعجب نہیں کہ اس پر یہ اعتراض ہو کہ کالج کھولنے کے لئے بڑے فنڈ چاہیں اور انجمن کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے۔ لیکن ایسا اعتراض کرنے والوں کو کیا معلوم نہیں کہ خدا کی وہ شان ہے کہ لطف سے آدمی پیدا کرتا ہے۔ تنھے سے بیج سے وہ شاندار درخت جس کے سائے میں ملپٹیں آرام پاتی ہیں گو انجمن کے پاس اس وقت کافی روپیہ نہیں۔ لیکن اگر استقلال اور بہت سے کام کیا جائے گا تو بتدریج کافی رقم کا جمع کر لینا کچھ بات نہیں۔ پھر یہ کون کہتا ہے کہ ایک دم سے کالج کھول دیا جائے۔ نہیں اس وقت۔

ایف۔ اے کی جماعت جاری کرو پھر فنڈ مہیا ہونے پر۔ بی۔ اے۔ پھر ایم۔ اے۔ اور پھر خدا کرے ایل۔ ایل۔ ڈی۔ کالج قائم کرنے میں یہ احتمال بھی کیا جاتا ہے کہ علی گڑھ کالج کو نقصان پہنچنے لگا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے واسطے وہی ایک کالج کافی ہے۔ میں علی گڑھ کالج کو ایسا ضعیف اور محتاج نہیں سمجھتا۔ جیسا خیال کیا جاتا ہے۔ اس کا اہتمام بڑے زبردست ہاتھ میں ہو اور وہ اس کے سنبھالنے کو پس نہ کہتا ہو۔ یہ بات کہ وہ مسلم ہندوستان کے لئے کافی ہے۔ ماننے کے لائق نہیں تعلیم کے ہائے میں گورنمنٹ کی امداد و زبردست مصلحت ہوتی جاتی ہو اور وہ لوگوں کو جتا رہی ہے کہ تعلیم جو ہم آپ اٹھاؤ اس کا ارادہ ہے کہ آخر کار تعلیم کی امداد سے اپنا ہاتھ اٹھالے۔ اگر وہ دن آگیا

ضرورتاً لے لیا تو ہندوستان میں ایک علی گڑھ کالج کیا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں
 غیر تو آپ میں پھر اس طرف آتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس انگریزی حکومت میں کیوں کر بسر کرنا چاہیے
 مسلمانوں کے پاس قرآن ایسا جامع دستور اعلیٰ موجود ہے کہ لفظ و کتاب میں
 (تو وہ شک سب طرح کی باتیں کتاب میں صاف صاف مذکور ہیں کہ اس کے ہوتے کسی کے بتانے
 سمجھانے کی ضرورت نہیں اور واقع میں وہ دین کیا جس میں انسان کی ہر حالت کے مناسب ہدایت نہ ہو
 مگر ہر کیا کہ مسلمان اپنی حالت کے اندازہ کرنے میں غلطی کرتے ہیں جیسے ایک مریض کہ اس کی طبیعت
 تو ہو محتاج تنقیہ اور وہ طب کی کتاب میں تعویذ کا نسخہ دیکھ کر استعمال کرے۔ بے شک ایسا علاج غلط
 ضرور اس کو نقصان کرے گا۔ اسی طرح مسلمان ہیں تو حقیقت میں مغلوب۔ دوسروں کے محکم
 دوسرے کے مقابلے میں حال گرجاؤں سمجھتے ہیں ان تھوک جب اسلام کی سلطنت تھی۔ اسلام کی حکومت تھی۔
 اسلام بالدار تھا۔ اسلام باوقار با اقتدار تھا۔ جہاں تک میں نے خیال کیا ہے ہم لوگوں سے زیادہ چسپاں
 زیادہ مناسب۔ اور ہم لوگوں کے حق میں زیادہ مفید ہجرت سے پہلے کے احکام ہیں جیسے لکھو فریقکم
 وَلِیِّ دِیْنِ (تمہیں تمہارا دین مبارک مجھے میرا دین) لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ (دین میں کچھ دبوچتی نہیں)
 یَاٰھَا الدِّیْنُ اَمْنٌ وَنَاجٰتٌ کُمُ الْفَسْکُ لَا یَضُرُّکُمْ مِّنْ صَلَّٰ اِذَا اٰھْتَدٰی بِکُمْ اَوْ لَوْ کَرِھَ اٰمَانَ لَّائے ہو
 اپنی ضرورت کو تم راہ راست پر ہو تو جو گمراہ ہو وہ تم کو ضرر نہیں پہنچا سکتا، اور اگر جستجو کی جائے تو میرا خیال یہ ہے
 کہ آدھے سے زیادہ قرآن کے مطالب ایسی ہی بلکہ اس سے بھی بدتر حالت سے متعلق ہیں جیسی ہم
 ہندوستان کے مسلمانوں کی جو کیوں کہ سوائے معدودے چند پیروں کے باقی تمام انہما علیہم السلام بلکہ
 کل اہل حق مخالفوں کے ہاتھوں سے تکلیفیں ہی پاتے۔ اور لائنیں ہی اٹھاتے رہے۔
 مناظرات مذہبی کی ایک وجہ غریبہ عجیبہ کثرت سے زبان زد ہو کہ ہمارے نوجوان لڑکے دوسروں
 کے اعتراضات سنیں اور پڑھ پڑھ کر یہ عقیدت ہوئے جاتے ہیں۔ اول تو میں اس کو تسلیم نہیں کرتا کہ
 نوجوان لڑکے مذہب کی طرف سچے دل سے متوجہ ہوتے ہیں کیوں کہ بچے دل سے مذہب کی طرف
 متوجہ ہونے کی اُن کی عمر نہیں سچ ہر سخن وقتے دہر کتنے مکالمے دارو۔

اور فرض کرو کہ تو جوان لڑکے کے دل سے مذہب کی طرف متوجہ ہیں اور مناظرین بھی انہی کے عقائد کی مخالفت کے پلٹے اپنی دماغی قوت اور فرصت صرف کرتے ہیں تو اس کا پیرایہ دوسرا ہو۔ زیادہ بحث کرو گے تو میں سمجھوں گا۔ تم میرے ساتھ ہرانی جتنی بات کرنی چاہتے ہو اور میں اس پہلو پر آنے والا نہیں۔ میں تو اپنی سی کہہ گزرا۔ اگرچہ مسلمانوں سے بہت تھوڑی امید ہو کہ میری نصیحت پر عمل کریں۔ جب کہ منی، شیعہ، وہابی، بدعتی، مقلد، غیر مقلد، ایک خدا کے بندے ایک پیغمبر کی امت۔ ایک قرآن کے ماننے والے۔ آپس میں لڑتے مارتے ہیں۔ ان سے دوسری قوموں کے ساتھ سازگار رہی اور صلح کاری کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

دل دشمنان مسم کر دندنگ
کہ ہا دو ستانت خلافت ست جنگ

سننیدم کہ مردان راہ خدا
بزا کو میر شود این مقام

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بارہواں لکچر

جو حکیم محمود خاں صاحب کی وفات حسرت آیات پر ٹون ہال دہلی کے

ماہی جلسے میں ۱۸۹۲ء میں دیا تھا

تمہید

حکیم محمود خاں صاحب شہر دہلی کے بڑے نامی متاخرین میں تھے۔ دہلی میں اور بھی طبیب ہیں مگر ان کے ہونے کسی کو فروغ نہ تھا۔ یہ واقعہ حقیقی ہو کہ ان کے

جنازے کے ساتھ اوریوہم کی فاتحہ میں لوگوں کا اس قدر جوش تھا کہ کترہ دیکھنے میں آیا ہو۔ اس میں ان کے فرزند حکیم عبدالعزیز خاں کی وجاہت کو کچھ دخل نہ مگر مروجہ کی طبابت کے بارے میں عام لوگوں کو بڑی عقیدت تھی۔ کلکتے سے مولوی لطیف الرحمن پیر شہر لکھنؤ گئے آئے۔ اور اس مجمع کے اجتماع کے باعث ہوئے جس میں یہ لکچر دیا گیا۔ حامد شہر کے علاوہ خود صاحب ڈپٹی کمشنر پیر مجلس تھے اور بولنے والوں میں مولوی لطیف الرحمن صاحب پیر شہر محمد اکرم اللہ خاں صاحب بابو گردھاری لعل صاحب اور آفرین مولوی محمد زبیر احمد خاں صاحب۔ عام حاضرین کا مقولہ یہ تھا کہ اگر مولوی محمد زبیر احمد خاں صاحب نے یہ لکچر نہ دیا ہوتا تو مجلس تعزیت پھیک رہتی لکچر یہ ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وقت کو دچا ہے وہ کوئی دن ہو یا کوئی تاریخ یا کوئی مہینا یا کوئی سال نخس یا سعد سمجھنا ہم مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے اور نہ اس کو قتل قبول کرتی ہے۔ لیکن جب دنیا میں ملائکہ و ملائکہ اتفاقات پیش آتے ہیں تو بتقاضائے ضعف بشریت ایسے خیالات خواہی خواہی دل میں آہی جلتے ہیں۔ میں نہیں جانتا اور نہیں جان سکتا اور سوائے خدا کے کوئی بھی نہیں جانتا اور نہیں جان سکتا کہ ۱۸۹۳ء کے انجام تک کیا ہو۔ گلاس کا آغاز تو ایسی آفتوں سے ہوا ہے کہ خدا ہی حیر کرے۔ روس کے وہاں کے باشندے بھی آخر میں تو اپنے ہی اہلے جنس قطعہ

جنی آدم اعضاءے یکدیگر اند	کہ در آفرینش ز یک گوہر ماند
چو عضوے بدر آرد در روزگار	دگر عضو ہار انہا اند قرار

غرض روس اور تسمیہ در روس بھی کیوں جاؤ۔ جگہ کہ مدراس اور بمبئی کے بعض اضلاع۔ ان سب مقامات کی خشک سالی سن سن کر طبیعتیں تو اُداس تھیں ہی کہ وہ نعمت ملکہ کوٹریہ کے پٹے پوتے وارث تحت و تاج پرنس و کٹر کی مرگ مغاجات کی خبر آئی۔ جیسے آسمان سے کبلی گر پڑی جوانی اور جوانی کا

بھی مخفوان ع ایں ماتیم سخت مست کہ گویند جوان مرد۔

اور پھر سلسلہ بسلسلہ سلطنت کی امید واری اور سلطنت عہد انگلستان اور ہندوستان کی سلطنت یعنی دنیا کی بہشت بریں۔ اور سب سے بڑھ کر عین ارمان کے دنوں میں کہ تاریخ ٹھہر کر بیاہ کی۔ طیاریاں ہورہی تھیں ایسے مرنے سے زیادہ اور کیا مصیبت ہو سکتی ہے خود مرنے والے کے حق میں۔ بڑھی بیوہ غم زدہ یک سر و ہزار سودا ملک کے حق میں۔ مائیوں کی لائڈ پرنسس میری آف ملک کے حق میں۔ ہمارے شہزادے ولی عہد کے حق میں۔ ولی عہد بیگم کے حق میں۔ تمام خاندان شاہی کے حق میں۔ اور بلا امتیاز قوم و ملت تمام ملک کے حق میں ابھی اس حد سے ہم لوگ بچنے نہیں پائے تھے کہ حکیم محمود خاں صاحب نے انتقال فرمایا۔ وہ بھی مفاجات۔ گویا آسمان سے پہاڑ ٹوٹ پڑا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِیْنَآ رَاجِعُوْنَ حکیم محمود خاں صاحب سے پہلے بھی مشہور طبیب ہو گئے ہیں۔ مگر ان جیسی شہرت کہ چار داگ ہندوستان میں ان کی خدات کا غلطہ تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ تعذیب میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ اس زمانے میں کہ انگریزی تعلیم اور انگریزی خیالات کا جھگڑا ایسے زور سے چل رہا ہے کہ ہمارے علوم و فنون کا ٹھہرنا شکل بلکہ محال ہو گیا، جو طب یونانی کے اعتبار کو سپک کی نظر میں نہ رکھنا ان ہی مرحوم کا کام تھا۔ ان ہی مرحوم کا حصہ اور ان ہی مرحوم کا حق ان کی شہرت کبڑتی موت الکبریا کے طور کی شہرت نہ تھی بلکہ مٹی تھی ہزاروں مختلف الاعمار مختلف الاوطان مختلف الحالات آدمیوں کے ذاتی تجربے اور اجماع پر جن کو حکیم صاحب نے ربڑتی باد و تابا شکوہ عذاب سے بچایا۔ نچہ ہلاکت سے بچھڑایا اور موت کے حلق سے اُٹھوایا چونکہ دنیا کے تمام کاموں متفرع ہیں زندگی اور زندگی پر جس کا محافظ باسباب ظاہر طبیب ہو۔ اس لیے میں حکیم محمود خاں صاحب کی وفات کو قومی بلکہ ملکی مصیبت خیال کرتا ہوں وہ مصیبت ہم دینی والوں پر سب سے زیادہ شاق ہے اس واسطے کہ دینی یہ مصیبت دینی یہ قسمت دینی یہ بخت دینی سینکڑوں برس والا سلطنت ہونے کی وجہ سے دولت اور حکومت اور عزت اور لیاقت کا مرکزہ کراب ایک ضلع رہ گیا جو من مضافات لے بڑے مرنے کے نشان کی جگہ چھلے ہوتے گئے۔

لاہور ٹیٹھ من لٹاؤ و ڈنڈل من لٹاؤ جاگیر اور منصب اور معافی کا تو کیا مذکور ہو۔ ہمساری اسی چار دیواری میں سلطنتوں کے اخیر فیصلے ہوتے تھے۔ اب ہم ہیں کہ ذری ذری سے مقدمے کے لئے لاہور گھسٹنا پڑتا ہو۔ نہ ہمارے یہاں کسی قسم کا کالج ہو نہ کسی صیغے کے اعلیٰ افسر کا ہیڈ کوارٹر اس سے بڑھ کر محرومی اور خفگی اور بکی اور بے عزتی اور کیا ہوگی۔ عالم شائع۔ صنایع ہر فن کے استاد ہر ہنر کے کامل۔ درجنوں کوریوں یا اب سے لے کر ایک حکیم محمود خاں صاحب کا دم رہ گیا تھا۔ صد افسوس ہزار افسوس یہ نعمت بھی سلب ہو گئی۔ یہ فخر بھی چھین گیا۔ یہ چراغ بھی گل ہو گیا۔

خود طبیب بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ اصل میں طبیعت مدبر بدن ہو۔ اور طبیب کا کام طبیعت کی تقویت۔ لیکن اگر طبیب لوگوں کے دلوں میں ایسا اعتبار پیدا کر لے کہ اسی کی ذات خاص سے طبائع کی تقویت ہو اور اس کی طرف رجوع کرنے کو لوگ شفا کی ضمانت اور تن درستی کی کفالت سمجھتے ہوں جیسا کہ حکیم محمود خاں صاحب کی نسبت لوگوں کا عقیدہ تھا۔ تو اب دوسرے کی نسبت ایسی عقیدت پیدا ہونے کو ہمیں چاہئیں۔ یہ بات طبیبوں میں کم دیگھی ہو کہ وہ جس فن کا عمل دوسروں پر کرتے ہیں اپنے اوپر اس کا عمل کر کے لوگوں کو اس فن کا گردیدہ کر لیں مگر ہمارے حکیم محمود خاں صاحب طب یونانی کے صداقت کا خود ثبوت مجسم تھے۔ اگرچہ وہ ازل العمر کو نہیں بچھونچے اور عمر کی اس حد کو چھو نچ کر جینے کا مزہ بھی نہیں مگرا انھوں نے عمر طبعی سے اکثر

آخرا اُمّی بکین یسیرین و سبغین پورا پورا فائدہ اٹھایا اور جب تک زندہ رہے اعلیٰ درجے کی تن درستی کا عمدہ نمونہ تھے انھوں نے اپنی حرارت غریزی کی جو مدار حیات جو اس قدر احتیاط کی تھی کہ اس عمر پر سخت سخت جائے کے دنوں میں بھی کسی نے این کو کسی وقت گرم کپڑے پہنے نہیں دیکھا ہو گا وہ اپنی وضع کے ایسے پختے تھے کہ ایسے مستقل مزاج لوگوں کا پیدا کرنا میں جانتا ہوں خدا نے نیکو کر دیا ہو۔ کیا من خیر اللفن کیا من خیر العرق کیا من خیر القول کیا من خیر الخیر

۱۷ جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے ۱۸ یہ اشارہ جو طرف اس حدیث کے کہ میری امت کی اکثر عمر میں تانہ اور شربس کے بیچ میں ہیں ۱۹

کیا بن جیٹ الوجاہت کیا بن جیٹ العز زسب طرح پر حکیم صاحب مکرم و محترم تھے مگر وہ انہیں نیا زمندوں سے اور سائیں بے توکل سے ایسے بے تکلفانہ طور پر ملتے تھے جس سے ثابت ہو کہ انہوں نے اپنی حالت کی برتری کبھی نظر ہی نہیں کی اور یہی ہی خلاصہ تہذیب اور شاہنگی اور خفا اور حسن معاشرت کا غرض ایسے اور اس سے بے باج بڑھ کر تھے وہ بزرگ قوم جن کی رسم تعزیت عامہ ادا کرنے کے لئے ہم لوگ جمع ہوئے ہیں حکیم محمود خاں صاحب کی وفات سے جو نقصان عظیم قوم ملک کو پہونچا ہو اگرچہ فی حد ذاتہ ناممکن التلافی ہو مگر

نخواہد ایں حقین از سر ولالہ خالی ماند	کیجے ہی رود و دیگے ہسی آید
---------------------------------------	----------------------------

بڑے شکر کا مقام ہو کہ ہم ان کے فرزند اکبر حکیم عبدالحمید خاں صاحب میں ان کے نعم البدل ہونے کی توقع ہیں انہوں نے باپ کی زندگی میں اپنی طبابت کا سکہ ٹھالیا ہو بلکہ ایک بات میں ان پر بھی سہاٹے گئے ہیں کہ ان کو زمانے کی ضرورتوں پر نظر ہو اور مدرسہ طبیہ جس کے یہ بانی ہیں اس کا شاہد پس میری اور ہم سب کی دلی آرزو اور تمنا ہو کہ خدا حکیم محمود خاں صاحب کی مغفرت کرے۔ ان پس ماندوں کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حکیم عبدالحمید خاں صاحب کی زندگی باپ کی زندگی سے زیادہ کامیاب زیادہ نامور اور زیادہ مستند ہو۔

تیرھواں لکچر

جو مدرسہ طبیہ دہلی کے تیسرے سالانہ جلسے میں ۱۵ جون ۱۸۹۲ء کو دیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہاتھ نے آج مجھ کو جگا کر علی الصباح	آواز دی کہ اتنا بھی بیگانہ نہ ہو
طبیہ مدرسے میں جو ایک اندھا جنم خلق	ایسا نہ ہو کہ آج کے جلسے میں تو نہ ہو

<p>اٹھ چل خدا کے واسطے اور دیرت لگا میں نے کہا کہ خیر مگر اس سے فائدہ تو چاہتا ہو سیر مجھے دُرُوجام سے ضبط معظمت کو درکار ہو دماغ دولت مدار رونق باغِ جہان ہو دنیا میں مفلسی مرض لاعلاج ہو مجھ کو دو یا گیا ہو وہ مایوس دل جسے دیکھے ہیں کتنے کھیل بگڑتے ہوئے بچشم جو آرزو ہو اس کا نتیجہ ہو انفصال</p>	<p>لوگوں کو رحمت طلب دیجو نہ ہو قسمت کا چاک بالقیامت رُو نہ ہو اوریاں سب بھی قطرہ ہو گرتا گلو نہ ہو یہ مغزِ تخمِ خسرو نہ دھسہ کہ شو نہ ہو زر ہو۔ بلا سے رنگ ہو گل میں بوند ہو اس طرح کے مریض کو صحت کبھو نہ ہو احساس شادمانی کا نقصان نہ ہو کیوں کر یقین ہو کہ یہ چہا فرو نہ ہو اب آرزو یہ ہو کہ کوئی آرزو نہ ہو</p>
---	--

اس قسم کے جلسے جیسا کہ یہ ہو اگر سال گزشتہ کی کارروائی کا نتیجہ کامیابی ہو تو خوشی کے جلسے میں اس صورت میں سکڑی جو رپورٹ سناتا ہو اُس کا انداز ہی دوسرا ہوتا ہو وہ آپ ہی آپ ہنسے دیتا ہو۔ خوب کڑا کے کی آواز سے ایک ایک جملہ پورا کرتا ہو اور داد کے لئے ہر چار طرف دیکھتا جاتا ہو۔ اور اُس کی رپورٹ کی نسبت خیال کیا جاتا ہو کہ گویا ایک فتح مندرجہ ذیل کا کارنامہ ہو جیسے لارڈ رابرٹس کا وہ مشہور دھاوا جو انھوں نے کابل سے قندھار پر کیا تھا۔ اور اگر پچھلا برس سینے کا گزرا ہو نئے چندہ دینے والے دام میں نہیں آئے۔ اور پُرانوں سے وصول نہیں ہوا۔ یا بقدر توقع وصول نہیں ہوئی۔ تدبیروں کی خواہیں چڑھ گئیں اور طالبِ علموں کے وظیفے۔ اور جن کے راتب مقرر ہیں اُن کو گوشت کے عوض ملنے لگی دال وہ بھی ابالی جن میں ترے کا نام نہیں اور پتی پانی۔ تو ایسی حالت میں جلسہ سالانہ محرم کی سی مجلس ہوگی چوں کہ عبد الحمید خاں صاحب رپورٹ سننا چکے ہیں۔ حاضرین میں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ وہ شریکِ محفل خوشی ہو یا داخلِ مجلس غم۔ میری طبیعت ایک خاص طور کی واقع ہوئی ہو کہ مجھ کو موافق کم اور مخالفت احتمالات بہت سوجھا لے اشارہ بطرف اس آیت کے میں میں ارشاد ہو لا تَقْضُوا مِمَّنْ رَحِمُوا اللہ یعنی خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو

کرتے ہیں۔ یہ بچہ مدرسہ طبیہ تو گامدھی اور کپور تھری۔ یہی تو علی گڑھ کالج کی طرف سے بھی پورے طور پر مطمئن نہیں ہوں جس کی بنیاد کو سر سید احمد خاں نے اپنے پندار میں اس قدر تحکم کروایا ہو اور کہتے جاتے ہیں کہ فریڈرک لیفسنور کس کی بھی اُس کی مضبوطی کے آگے کچھ حقیقت نہیں۔ پس میں تو یہی کہوں گا کہ عبد الحمید خاں اپنا مشیہ پڑھ چکے اب میں کچھ تحت لفظ پڑھنے کے لئے کھڑ ہوا ہوں۔ انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ نازک وقت بچپن کا ہے۔ کیوں کہ جسم پر موت سے یہ بات پایہ ثبوت کو بھونچتی ہے کہ بچے بہت کثرت سے ضائع ہوتے ہیں۔ کچھ یہیں ہندوستان میں نہیں بلکہ یورپ میں بھی جہاں سنیٹیفیکٹ طور پر اطفال کی پرورش کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ کا بتانا عبد الحمید خاں کا کام ہے۔ اور اُن لوگوں کا جو مدرسہ طبیہ میں پڑھے پڑھاتے ہیں۔ لیکن میں کہوں گا کہ کوئی طباً سے نابلد ہوں اور خدا مجھ کو نابلد ہی رکھے۔ کیوں کہ میں عمر طبی کے قریب قریب آگاہ ہوں چلتے چلاتے کیوں اپنے ایمان کو ڈالوں ڈول کر وں۔ غرض میں تو ایسا سمجھتا ہوں کہ سن طفولیت میں روح و جسم کا تعلق ہوتا ہے حیدر العہد اعضا غلبہ رطوبت کی وجہ سے جس کا ہونا نموکے لئے ضروری نازک عمارت بدن تھوڑے سے جھکونے کی بھی مقادمت نہیں کر سکتی۔ بعینہ یہی حال ہے اس طرح کے قومی کاموں کا جیسا کہ مدرسہ طبیہ ہے۔ مدرسہ طبیہ کی عمر اب تین برس کی ہے۔ اگر یہ آدمی کا بچہ ہوتا تو آج کو دوڑا دوڑا پھرتا اور بلبل ہزار داستان کی طرح چمکتا۔ لیکن باوجودیکہ عبد الحمید خاں کی سرپرستی میں اس نے پرورش پائی ہے میں اس کو ویسا چوچال اور توانا و زرخشاں حال نہیں پاتا جیسا کہ اس کو ہونا چاہیئے تھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس بچہ کے معصوم کو پیٹ بھر کر دودھ نہیں ملتا۔ یعنی کافی فٹد نہیں۔ اور اگر ابھی سے اس کی امتحانیں سوکھ گئیں تو سچے لو کہ ساری عمر کے لئے ٹھنڈ کر رہ گیا۔ اس مدرسے کو تو اس طرح کا بنانا منظور تھا کہ ویسا بن گیا ہوتا تو ہندو اور مسلمان سب کی جنت پر لپٹی ہوتا۔ کیوں کہ پیش نماذ خاطر یہ تھا کہ وید کی اور یونانی اور ڈاکٹری کے اجزائے ثلاثہ کو ملا کر ایک عجیب و غریب طبابت تیار کیا جائے۔ یہ خیال مجالس میں مجامع میں بار بار باعلان ظاہر کیا گیا۔ اور اخباروں میں اشتہاروں میں رسالوں میں

ملہ وہ قلم سرحدیں وغیرہ جو سوائے انڈیا کے ہندوستان کے لئے بنائے گئے ہیں ۱۲۵۷ھ علی ۱۲۵۸ھ مال مشترک ۱۷۔

اس کی تحریر می یادداشتیں موجود ہیں۔ انجمن حمایت اسلام لاہور نے سنیں ماضیہ کی متعل اور مترادف کا بیانی کے برتے پرحال میں ایق آتے کی ایک جماعت کھولی جو جس کو کالج کی ایجاد کرنا چاہیے۔ اس پر سارا ہندوستان انجمن کی تحریک کردہ ہا جو کہ کم سے کم چند روپہ نقد منصف جمع کر کے کالج کا نام لینا تھا۔ وہ کالج جو انجمن حمایت اسلام لاہور کھولنا چاہتی جو یہی متعارف طور کا کالج ہو۔ دوسرے کالجوں کی نقل محض۔ لیکن مدرسہ طبیہ ایک بالکل نئی چیز ہو جس کی نظیر دنیا میں کسی جگہ موجود نہیں نہ یورپ میں نہ امریکہ میں نہ قسطنطنیہ میں نہ مصر میں نہ ہندوستان میں ہم کو نئے کورس بنانے ہیں۔ نئی طور کی کتابیں تصنیف کرنی ہیں۔ نئے طور کے پروفیسر ہم بھونچانے ہیں۔ مطلب تو ایسا عظیم ایسا سرگ ایسا متم بالشان اور بے سامانی اس درجے کی کہ چند برسوں کے سوا سے دائی وہ چند ہزار ہونے تو بھی ایسے کام کے لئے پیسے ہی کہنے میں آتے ہیں اگر ہ میں کچھ نہیں اور سب سے بعد کجلدی یہ کہ مدرسے کو جاری ہونے اب چوتھا برس شروع ہو نتیجہ کیا ہو اور اس کے سوا ہے ہونا بھی کیا تھا کہ بجائے اس عجیب خیالی مدرسے کے جس کا باغ بنز پر پکٹس میں سبک کو دکھایا گیا تھا۔ ایک سکول ایک مٹی آٹھ آف سکول ہو جس میں صرف طب یونانی کا وہی پڑانا دیا نوسی درس ہو۔ اور وہ بھی چند ان فخر و ناز کے قابل نہیں لیکن ہونا کاسیالی اس فیلڈ کا الزام کس پر ہو ہر تنفس پر جس کے اذعان میں اس مدرسے کی ضرورت ثابت کی گئی۔ اس پر جو اتنی بات سمجھ سکتا ہو کہ ہر بندہ بشر محتاج طب ہو اور مرد و جد طب محتاج اصلاح و مریم جہاں تک میں ملے کو اور نہ صرف اس ملے کو بلکہ قومی یا ملکی یا پبلک صلاح قومی یا ملکی یا پبلک یا قومی یا ملکی یا پبلک کی کو مسلمانوں کے ساتھ تعلق ہو اس امداد و اعانت کی توقع لا حاصل سی ہو۔ مسلمانوں میں اپنی حالت کی اصلاح کی صلاحیت ہوتی تو یہ اس نوبت ہی کو کیوں بھونچتے ان کے حالات ان کے کمالات ان کے عادات ان کے معتقدات پر نظر کر کے میں نے تو یہ رائے قائم کی ہو کہ مسلمان یا تو کورس سلطنت اور یا مانگیں بھیک۔ یا رہیں اعلیٰ علیتیں پر یا گریں اسفل السافلین میں بیچ میں کیوں اکیٹھا کھانا ہی نہیں۔ سو سلطنت تو بہت کی اور ایسی کی کہ نہ کسی لے کی ہوگی اور نہ کوئی کرے گا۔ خدا کی طرف سے

۱۵ احم بنار ہا جو ۱۵ نقد جمع ۱۳۵۵ ہجری پانے کا سکول یعنی اسکو پچ ۱۳۵۵ ہجری ماکاسیالی ۱۳۔

سلطنت کا کوئی استمراری ٹھیکہ نہ تھا

پہرہ رائج روزِ نوبتِ اوست

اب بھیک مانگنے کی باری ہو اور اس کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔ سلطنتیں نکل گئیں اور نکلتی جا رہی ہیں۔ اور جو باقی ہیں یوفاً فیوماً ضعیف ہوتی چلی جاتی ہیں۔ طبِ یونانی جس کے سمجھنے کا اس مدرسے نے بڑا اٹھایا ہو۔ جو تو محتاجِ الیہ عام مگر بھر بھی اس کو مسلمانوں کے ساتھ ایک طور کی خصوصیت ضرور ہو۔ چاہے اس طب کا ماخذ اصلی یونان ہو لیکن ہندوستان میں اس طب نے مسلمانوں کی وجہ سے رواج پایا۔ یہ فن ہمیشہ مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا۔ ہر زمانے میں اور ہر جگہ مسلمان ہی اس فن کے بڑے سے بڑے ماہر ہوتے چلے آئے۔ الیٰ یومنا ہذا پس اگرچہ باشندگان ہند عموماً صد ہا سال سے طبِ یونانی کے ممنون ہیں۔ لیکن دوسروں پر طب کا استحقاق ہو تو مسلمانوں پر دعویٰ خیرات۔ مبرات کی جیسی کچھ تاکید اسلام میں ہو۔ میں جانتا ہوں کہ کسی دوسرے مذہب میں نہ ہوگی میں یہ نہیں کہتا کہ دوسرے مذاہب میں اس کا حکم نہیں۔ ہو مگر نہ اس شہود کے ساتھ کہ قرآن میں جہاں اَقِمْ الصَّلَاةَ وَآتِ الزَّكَاةَ بھی ضرور ہے پھر اس کا بھی قائل نہیں۔ کہ مسلمان ایڑائے نیشن احکام مذہبی کی بجا آوری میں کاہل اور سلبِ بردار ہیں۔ ابھی رمضان کو گزرے کے دن ہوئے۔ بلا کی گرمی اور پہاڑوں اور اس پر دربارت ہوا اور شاید طبیعوں اور ڈاکٹروں کا اجماع کہ فائدہ محلِ خطروں۔ مگر اتنے بڑے شہر دہلی میں وہ مسلمان بھی ایسے نہیں نکلیں گے جنہوں نے تکلیف سے جان بچا کر یا وجہ ڈر کر روزہ نہ رکھا ہو۔ اور جنہوں نے نہیں رکھا وہ ایسے باہمت بزرگ تھے جو بزرگوں کے رمضان میں بھی روزہ نہیں رکھ سکتے بہر کیف میں مسلمانوں کو ایڑائے نیشن ایسا گروہ خیال کرتا ہوں جو جیالوری احکام مذہبی میں کسی دوسرے گروہ سے پیٹے نہیں۔ نیز چ کر دینے میں بھی ایسے دہشی ہیں کہ اگر مولویوں نے سب سے نہیں بلکہ ان مولویوں نے جن کو دل آزاری کے لئے وہابی کہا جاتا ہو۔ روک ٹوک نہ کی ہوتی تو مسلمان شادی نمی یا اور دوسری تقریبات میں بہت سے فضول اور لالینی مصارف اپنے اوپر لازم کیے ہوتے

آج کے دن تک ۱۲ تا ۱۳ کو نہ ہو کہ ۱۴ تا ۱۵ ہمیشہ قوی ۱۶ کو اے کا جاؤ ۱۷۔

حلاجیہ مسلمان باوجود کچھ مطیع مذہب اور خرچ کرنے پر دلیر بھی ہیں مدرسہ طیبہ جیسے نیک کام میں
فی کھول کر کیوں نہیں شریک ہوئے۔ اس کی وجہیں خیال میں آتی ہیں۔ اول تو لوگ ایسے کاموں
بصرف غیرات ہی نہیں سمجھتے۔ وہ بیمار کو دیکھ کر بے شک ترس کھائیں گے۔ اور دوا بلکہ غذا ہم بھی بچانے
میں بھی اُس کی مدد کو آمادہ ہوں گے۔ لیکر خیال دور از کار اُن کے ذہن میں بھی نہیں گزرتا کہ کارِ نواب
بھگوانی گرہ کے دام خرچ کریں لوگوں کو طب پڑھوائیں اس توقع سے کہ نئے طبیب تیار ہوں
اور آخر کار مریضوں کا علاج کریں۔ دوسرا سبب اینڈوکی لاسٹ ڈوناٹ دی لیسٹ بری عواماً مسلمانوں
لی بے قدری۔ یہ تو خاص ایک معزز لوگوں کا مجمع ہے اور جتنے مسلمان اس جگہ موجود ہیں ماشاء اللہ سب مقتدر
ہیں لیکن میں عام مسلمانوں کی قوم کا تذکرہ کر رہا ہوں سو قوم تو بہت بڑی چیز ہے۔ ایک دلی شہر میں ایسے
مسلمان کہتے ہوں گے شاید شکل سے گلے پیچھے ایک یا دو ہمارے شہر میں صرف پنجابوں کی ایک قوم بدلت
تجارت خوش حال ہو اور یہ لوگ خیر بھی ہیں۔ مگر اُن کے مذاق ہمارے وُحب کے نہیں۔ پس مدرسے کی
طرف سے ہونے نہ ہونے برابر تو غرض یہ ہو کہ مدرسہ طیبہ کو جہاں تک آسرا اور سہارا مسلمانوں کا ہو۔
مسلمانوں کا حال یہ ہے شعر

کو یہاں را بدست اندر درم نیست	خداوندان نعمت را کرم نیست
-------------------------------	---------------------------

پس مدرسہ طیبہ کی تقدیر حقیقت میں فحیل شدہ ہے۔ یوں بتی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹ پڑے اور خدا پھر بھار گم
ہمیں برسا دے تو کمی نہیں جاتی ورنہ با سبب ظاہر تو سکول کی حالت افسوس کے قابل ہے۔ اور یہ مسلمانانہ
جلے اور اژدحام اور اجتماع اور رپورٹ اور لکچر سب چیزیں بے مناسبت معلوم ہوتی ہیں اگر فوٹ
جمع کرنے کی ایک عمدہ تدبیر فیئر بل اور پریکٹیکل سیری سمجھ میں نہ آتی ہوتی تو میں اس جلسے میں شریک
ہونے اور لکچر دینے پر ہرگز جرات نہ کرتا۔ اچھا حکیم عبدالحمید خاں صاحب آپ اپنے مدرسہ طیبہ کے
قائم کرنے اور اُس کو ترقی دینے کے لیے وہی یا ویسی ہی تدبیریں عمل میں لارہے ہیں جو ہر ایک فوٹ
آف سکول یا فوٹڈرافٹ کا عمل میں لاتا ہے۔ لیکن میں آپ سے معافی مانگ کر کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کی

لئے ترتیب میں آخری نمبر میں کم نہیں ۱۲۷۷ھ ممکن التعلیل اور سہل التعلیل ۱۲۷۷ھ بانی مدرسہ

دو ہی شکل ہو۔ دوسرے اور اشہر میں لڑکا نعل میں۔ اور جناب آپ کے فنڈ آپ ہی کی حیب میں آپ ہی کی ٹٹھی میں اور آپ ہی کے اختیار میں ہیں۔ دوسرے فونڈ رجحیک ملنگے اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے اور گڑبڑ اٹانے کے سوائے اور کچھ ہنر نہیں رکھتے۔ اگر آپ نے یہ سمجھا ہو کہ آپ بھی ان میں سے ایک ہیں تو آپ نے اپنی قدر نہیں پہچانی ع

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

آپ خدا کے فضل سے مشہور و نامی طبیب ہیں اور خدا نے ہزاروں دلوں کو آپ کے لئے مسخر کر رکھا ہے۔ تاہم یکہ لوگ آپ کو اپنی تندرستی کا نگہبان اور اپنی جان کا محافظ باور کرتے ہیں آپ کو بہت سی عام اور کثیر الوقوع بیماریوں کے ایسے مجرب اور بھروسے کے نسخے ضرور معلوم ہوں گے جو خطائیں کرتے آپ کی بڑی دولت ہوئی نسخے ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں! ہٹاپ کو چاہنا چاہیے اور آپ ضرور چاہیں گے تو آپ یہ ایک مدرسہ طبیبہ ایسے ایسے کئی بے منت غیر سے قائم و جاری کر سکتے ہیں۔ صرف اتنی بات کرنی ہوگی کہ اپنے نسخے کسی کو بتائیے نہیں۔ مگر ان کے فوائد کو شہرہ کچھ مشتہ کرنے سے یہ مراد نہیں ہو کہ آپ کمال الاخبار میں اشتہار دے کر فلاح ہو بیٹھیں۔ بلکہ اس کثرت سے اشتہار دینا ہو گا کہ بھلا زیادہ نہیں تو چہار دانگ ہندوستان میں کثیر سے لے کر مدراں بلکہ سلون تک اور پشاور سے لے کر برصغیر تک کوئی بستی جس پر شہر کا اطلاق ہو سکتا ہو ایسی باقی نہ رہے جہاں آپ کا اشتہار نہ پھونچا ہو۔ اور جناب اب وہ زمانہ آگیا ہو کہ ہر چیز سینٹیفک ہوتی چلی جاتی ہو۔ اشتہار کا دینا بھی بجائے خود ایک سائنس ہو۔ اور ہر شخص اس سے عمدہ برا نہیں ہو سکتا۔ اشتہار حقیقت میں خریداروں کے پسندانے کا جال ہو۔ اور اس طریقے پر جال ڈالنا کہ خالی ناکے خاص سلیقہ چاہتا ہے لوگوں کی زبانیں مختلف ہیں مراسم و عادات مختلف ہیں۔ ان کے مذاہب مختلف مذاق مختلف مشاغل مختلف ان سب کو اپنی طرف متوجہ کرنا اور نہ صرف متوجہ کرنا بلکہ ان کو شوق و رغبت دلانا ایک فنِ خاص سے نہیں ہو سکتا۔ بے شک تحریر ہی ایک آلہ ہے جس کے ذریعے سے ہم کسی بات کو شہرہ کر سکتے ہیں۔ اس کا ایک طریقہ اخباروں میں اشتہار کا دینا ہی مگر متعدد اخباروں میں متعدد خطوں کی زبانوں میں۔ دوسرے طریقہ منظر عام میں اشتہار دینا کیسیان

کرنا ہو۔ مناظر عام میں سب سے عمدہ ریل کے سٹیشن ہیں جن کی دیواریں مارے اشتہاروں کے پٹی
 پڑی ہیں۔ پھر ٹینس اشتہار کا سپر ایڈ غور طلب ہو۔ اکثر اشتہاریں کوئی عمدہ تصویر شامل ہوتی ہو کہ خواہی
 خواہی اُس پر نظر پڑے کبھی مضمون اشتہار ایسا دلچسپ ہوتا ہو کہ وہ توجہ دلاتا ہو صرف توجہ دلانے کی
 غرض سے تھا کہ ڈاکٹر سیکو اکوتم نے دہلی میں دیکھا ہو گا۔ ایک عجیب صنعت کی گاڑی میں عجیب خلقت
 اونٹ جوتے ہوئے سڑکوں پر اور گلیوں میں بگل بجاتے پھرتے۔ لوگ مسخر کرتے تھے۔ مگر ڈاکٹر سیکو
 اسی مسخر میں لاکھوں روپے کم کرچین سے اپنے وطن میں جا بیٹھے۔ بغرض ادھر تو آپ اشتہار دینا
 شروع کیے اور ادھر کارخانہ دو سازی میں اگر ہو اور نہ ہو تو اس کو اب قائم کیا جائے دو آئیں تیار کر کے
 اور پھر دیکھئے کہ کتنی فوائد ہیں۔ میں کامل یقین کرتا ہوں اور آپ بھی کامل یقین کریں اور غالباً
 تمام حاضرین مل یقین کریں گے کہ آپ خاک کی چٹکی بھی دیں گے تو لوگ کسی کو ہزار جان اُسی کے خواہاں ہوں گے
 دوافر دوشی کا فائدہ آپ مدرسے کو دیکھئے اور ایک لفظا فقیر کا بتایا ہو اسی کام میں لا کر دیکھئے۔ خدا نے چاہا
 تو وہ فائدہ جو دوا فر دوشی پر حیرت ہو گا مدرسے کے لئے کافی اور کافی سے بہت زیادہ ہو گا۔ بات نکالنا گری
 وہ اکی طرح سرچے تاثیر نہیں پہنچو در طلب۔ لیکن اس کی کامیابی یقین ہو۔ اور چند بھی آپ کو کون نقد
 پر رکھا رہا ہو۔ اور چند سے کا نتیجہ مشکوک بلکہ بوم۔ بلکہ معدوم امی جناب یہ میرا خیالی ڈھکوسلا نہیں ہو۔
 میں اس کے اتنے شواہد پیش کر سکتا ہوں کہ پھر کسی کو گنجائش انکار نہ ہو آپ صاحبوں میں سے اکثروں نے
 ہو روڈس کوئٹن۔ اینوز فوٹ سائٹ۔ گریٹ سرب۔ فیلوز سرب۔ بیچمس پلٹر۔ کاکلس پلٹر۔ ہالوز پلٹر
 ہالوز آؤٹٹنٹ۔ کیلیپرس اکسٹرکٹ آن مالٹ۔ کاس برون کلور وڈین۔ یلیرس فاسفو وڈین۔ اور
 اس طرح سے بہت سے انگریزی دواؤں کے نام سنئے اور نہ صرف سنئے بلکہ ان کو استعمال کیا ہو گا۔ مگر
 ان دواؤں سے جو مالی تحقین اہل یورپ نے حاصل کی ہیں۔ شاید بہت کم لوگ اس کا صحیح اندازہ
 کر سکتے ہیں۔ اندازے کے متعلق مجھ کو اپنے بچپنے کی باتیں یاد آتی ہیں کہ چارے دہلی کلچ میں بڑے
 مولوی صاحب یعنی عربی کے مدرس اول کو جن کی شاگردی پر مجھے ناز ہو سو روپیہ تنخواہ ملتی تھی۔ اور
 اس پردہ اکثر مسرت کی خلعت کیا کرتے تھے اور ہم طالب علموں کے وظیفے چار روپیہ سے لے کر

بارہ روپیہ تک تھے۔ تو ہم لڑکے لڑکے آپس میں کہاتے تھے کہ کیوں مولوی صاحب خلاف واقع اپنی تنگ دستی ظاہر کرتے ہیں کیا ہم لوگ ان کی خواہ بٹوانا چاہتے ہیں کہ دفع دخل مقدر کے طور پر اس تہمید کی صورت ہو۔ اُس وقت ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کوئی شخص سو روپیہ ماہوار کی آمدنی رکھ کر بھی تنگ دست رہ سکتا ہو۔ پھر ہم ان کے تفصیلی مصارف پر نظر ڈالتے۔ مثلاً کھانا ایک دس روپے جویر کرتا تو دوسرا بڑی فیاضی کے ساتھ کتا کہ دس نہیں مینٹ بلکہ پچیس اسی طرح ہر بات اور ہر رقم پر بحث ہوتی۔ اُسی یا اُس سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ جو گورنر جنرل کی کونسل میں ہندوستان کی بحث پر جوتی ہو۔ بہر کیف مصارف کا مجموعہ پچاس ساٹھ سے متجاوز نہ ہوتا۔ غرض اس خصوص میں مولوی صاحب کی طرف سے ہم سب کو بدگمانی رہی۔ آخر وہ دن آیا۔ اور انا تھا کہ وین کانپور میں ڈپٹی انسپکٹر تھا۔ اور مجھے ملا کر پہلی تنخواہ سو اسو سے بھی زیادہ جھکولی اور اتفاق سے اُس وقت وہ ناکافی بھی تھی۔ مجھ کو فوراً مولوی صاحب یاد آئے اور اُن کی عشرت کی تصدیق ہوئی۔ اور اب تو یہ حال ہو کہ بڑے سے بڑا عہدہ دار بھی جھوٹوں شکایت کرے بچوں باور کر لیتا ہوں۔ اسی قبیل کی دوسری بات یہ ہو کہ جب جھکول اول اولیٰ مدارج اعداد سکھائے گئے تو وہ بھی معمولی سلسلہ تھا۔ اکتن۔ دہن۔ ستین۔ ستس۔ دہ ستس۔ لکھن۔ دہ لکھن۔ کڑوٹن۔ دہ کڑوٹن۔ اربن۔ دہ اربن۔ کھربن۔ دہ کھربن۔ نیلیق۔ دہ نیلیق۔ پرتن۔ دہ پرتن۔ سکھن۔ دہ سکھن۔ مہاسکھن۔ اس بچپن میں تعلیم کی تاکید کرتے ہیں کلاس وقت کا سیکھا ہوا کائنات نقش فی الجہر ہو جاتا ہو۔ اس سلسلے کے الفاظ جیسے بے گھڑت ہیں ظاہر ہو گئے جو کہ یمن کے یاد کئے ہوئے ہیں ابھی تک جنیس بھولے اگر کچھ مدارج بے ترتیب یا متروک ہو گئے ہوں تو شمس العلماءن بہادر مولوی محمد ذکار اللہ سے معج کر لینا خیر تو غرض یہ ہو کہ مدتوں مجھ کو اس سلسلے پر اعتراض رہا۔ کہ دنیا کا کام لاکھوں کڑوٹوں سے چلتا اور چل سکتا ہو۔ یہ شیطانی کی سی استغریٰ بے فائدہ کیا بنا کھڑی کی ہو۔ بارے جب دائرہ معلومات وسیع ہوا۔ تو کچھ میں آیا کہ یہ فیسیو لٹس فکر زندہ ہوں تو اہل یورپ کی تجارت اور اسٹراچی کے مفادیر کیوں کر سمجھائے جائیں۔

لے تحریر آمدنی دہ پانچ سو روپے ۱۳۳۳ء پھر کی کہ ۱۳۳۳ء یعنی اتنے بڑے بڑے اعداد جو افندہ معلوم ہوتے ہیں ہم علم ہیئت ۱۳۔

یہاں میرا ایک عزیز دوست حافظ عبدالحمید صاحب کسی جگہ موجود ہوں گے انھوں نے مشیخہ کی گولیوں کے طریق میں انجن کا کام دیا ہے۔ وہ مجھ سے بیان کرتے تھے اور ان کا بیان معتبر اور واجب التسلیم ہو کہ مسٹر بیچمن سنسٹھ اے میں ٹولہ لاکھ سترھ ہزار روپیہ گولیوں کے اشتہار میں صرف کیا جو شخص ایک سال کے عرصے میں اس قدر انبار دولت صرف کرے۔ ہم لوگوں سے اُس کے مفاد کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جنہوں نے لاکھوں روپے غائب میں بھی نہیں دیکھے۔ مسٹر ہالوے نے اپنی نیم کی یادگار میں رائل کالج بنایا۔ جس کی صرف عمارت میں ایک کڑور سے زیادہ صرف ہوا۔ اُس کا ایک آرٹ گیلری جس میں تصویریں ہیں پندرہ لاکھ کی لاگت کا ہے۔ کالج کے سامنے شفا خانہ ہے جس میں چار سو اسی کمرے ہیں اور تین سو مریضوں کے رہنے کا ٹھکانہ۔ اس کی تعمیر مسٹر ہالوے نے کالج کے علاوہ آدھا کڑور اور خرچ کیا۔ یہ سب خرچ کہاں سے آیا صرف مرہم اور گولیوں سے۔ لیکن کیا مرہم اور گولیوں سے جو کچھ کیا کالج و شفا خانے پر لگائیے نہیں۔ بلکہ ٹر پوائنٹ کی ایک چھوٹی سی کمر کیا یہ رقیس علم ہیئت کے ہندسوں سے کم ہیرت خیز ہیں۔ میں نے انگلستان کے پندرہ تاجروں کا ذکر کیا۔ اگر امریکہ کے تاجروں کا حال بیان کرتا اور صاحب ڈپٹی کمنٹر پریسیڈنٹ نہ ہوتے تو جو صاحب پریسیڈنٹ ہوتے کبھی کاہر کو بیٹھ جانے کا حکم دے چکے ہوتے۔ یہ لوگ جن کا میں نے ذکر کیا اور ان جیسے سینکڑوں پرنس مرنٹ اس قدر مال دار ہیں کہ روئے زمین کے بڑے مالدار، خاندان شاہی کے پرنس ان کے تول پر رشک کرتے ہیں۔ تعجب سخت تعجب اور نہ صرف تعجب بلکہ افسوس سخت افسوس اور نہ صرف تعجب و افسوس بلکہ شرم اور نہایت شرم کی بات ہے کہ اٹلی، یورپ اور اہل امریکہ یہاں سے ہزاروں سیل دور بیٹھے ہمارے ملک اجنبی میں اپنی دواؤں کا سکھ بٹھالیں اور ہمارے طبیبوں کی یہ معاش ہو کہ جس طرح کوئی غلہ رشوت لیتا یا چور چوری کرتا ہے عطاروں سے پچکے پچکے چہارم وصول کریں۔ بڑی بد نصیبی یہ ہے کہ ایجاد و اختراع کا تو کیا مگر ہر نونے موجود ہیں۔ ان کی بھی نقل کرتے بن نہیں ڈرتے۔ اور اس پر بڑا تمیز ہو کہ انگریز ہندوستان کی دولت گھسیٹے پٹے چلے جاتے ہیں۔ کچھ تو گھسیٹے توئے جاتے ہیں لیکن سلطنت کے زور سے ایک پیسہ اور ہر مندی کے دعوے سے ایک پتہ

لے نفع خالص ۱۷ لکھ ملک التبارہ

ایسا کوئی قانون نہیں کوئی حکم نہیں کہ ہم غریبوں کی غریبی کو دیکھ کر ہمارے ہاں اس قسم کی دواؤں کو استعمال کریں۔ مگر ان کے استعمال پر ہم کو مجبور کر رہی ہیں دواؤں کی منفعتیں اور ہماری ضرورتیں کیا ہمارے ہاں اس قسم کی دواؤں کو استعمال نہیں؟ ہیں۔ مگر ہم کو بلا دور دست کا تو کیا مذکور ہو اپنے ہی وطن اپنے ہی ملک اور اپنے ہی متعارفین میں ان کے رائج کرنے کا سلیقہ نہیں ہو۔ تجارت کی کامیابی کے دو بہت بڑے اصول ہیں۔ ارزانی قیمت اور اشتہار سو ہمارے ہاں دونوں میں سے کسی پر بھی عمل نہیں۔ ایک شخص جو مال کو سوائے پُر سال میں چار بار مالٹ پھیر کر سکتا ہو۔ وہ عقل کا دشمن اُس کے دہانے کے انتظار میں چار سال تک روکے رکھتا پسند کرے گا۔ اور سوائے پُر سال پھیر کر سکتا ہو۔ وہ عقل کا دشمن اُس کے دہانے کے انتظار میں چار سال تک روکے رکھتا پسند کرے گا۔ جس طرح رابرٹس کے چاؤ کے آگے ہاتھرس کی بھوٹی بھٹی چھری کا نام لینے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی طرح یورپ اور امریکہ کی تجارت کے مقابلے میں یہاں کی تجارت کا ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہو۔ تاہم یہاں بھی جو لوگ ارزانی قیمت اور اشتہار کے اصول پر چلتے ہیں وہ اپنے اقوام میں ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔

دولایت میں ٹیٹ پٹ اخبار کے چھ لاکھ پڑھنے والے ہیں۔ یہاں اردو ناگری بنگالی۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ تملگی۔ کشری۔ سارے ہندوستانی اخباروں کا مجموعہ بھی پچاس ہزار ہوں گا۔ بنگال میں بنگالی۔ مدراس میں ہندو گجرات میں راست گھٹار۔ اردو میں پیسہ اخبار اور اخبار عام لاہور کا کریڈٹیشن زیادہ ہو۔ اس لیے کہ ان کی قیمت سستی ہو۔ اسی طرح اشتہار کے پیش ملکی نظائر پیش کر سکتا ہوں۔ بنگال تک بد نصیب ہندوستان کا روزنامہ لکے جاؤں۔

غرض فیصلہ کرنے کے لیے ایک صلاح کی بات سمجھ میں آئی تھی۔ حُب تو مجھے تقاضے سے نہیں کیوں کریں کہ لوگ اگر شہیدوں میں نہیں ملنا چاہتا۔ بلکہ حکیم عبدالحمید خاں کی خاطر سے میں نے وہ صلاح کی بات بیان کر دی۔ یہی نہیں کہ میں نے لکچر کی بھرتی کے لیے ایک بات بنا دی۔ نہیں۔ میں نے اس کو وقتاً فوقتاً سوچا اور اس کے مالہ اور مالہ پر نظر کی۔ اور کوئی وجہ سمجھ میں نہ آئی کہ اس تدبیر کو کیوں اختیار کیا جائے اور اختیار کیا جاؤ کیوں چلے۔ ہاں جن لوگوں میں حسد کا مادہ ہو اور نہیں دیکھ سکتے کہ عبدالحمید خاں

کوئی نام و نمود کا کام ہو۔ یا خدا نے جن کی سمت ماردی ہو اور وہ رفاه قومی کے ہر ایک کام میں اٹھنے لگانے کو موجود ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ ضرور تعریف کریں گے کہ حرص اور حُبِ جاہ بھی کیا بُری بھلاہی عبد الحمید خاں جیسے شخص سے بھیک بھی منگوائی اور آخر کار دوافروشی کرائی۔ مگر یہ لوگ کیا اب نہیں کہتے اور کیا نہیں کہتے عبد الحمید خاں صاحب اگر آپ ایسی ہیودہ باتوں کی پروا کریں گے تو مدرسہ طبعیہ کا خیال چھوڑ دیجئے۔ متضاد باتیں ایک سر میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ میں تو آپ کے مدرسے کے لئے دوا فروشی کی صلاح دیتا ہوں اگر آپ اپنے ذاتی مفاد کے لئے دوا فروشی کریں تو عرفان کی توہین کہتا ہوں مگر شرعاً اور عقلاً آپ ویسے ہی معزز و محترم ہوں گے۔ جیسے کوئی شریف آدمی دنیا میں۔ معزز اور محترم ہوا ہو یا ہو سکتا ہو یا آئندہ ہو گلہ ہمارے ملک پر یہ ایک عذاب الہی ہو کہ میٹوں اور کاموں کے تعزز میں امتیاز کیا جاتا ہو اور تا وقتیکہ یہ امتیاز بالکل ملایا میٹ نہ ہو جائے گا۔ ملک اور قوم کی فلاح کی توقع کھنی فضول ہو۔ ہم اگر اپنی دنیاوی حالت بہتر کرنی چاہتے ہیں تو ہم کو چار ناچار یورپ کی تقلید کرنی پڑے گی۔ وہاں کا حال یہ ہو کہ مسٹر گلڈ مٹون کا نام اس وقت روئے زمین پر پتوس ہو لارڈ ہو۔ یہ شخص جسے سینکڑوں ستر اور لارڈ بنا دیئے آپ وہی سیدھا سادھا مسٹر ہے۔

سینے میں قلم کو لے کر قطرے کا قطرہ رہا | بل بے سائی تیری آفت رسے کندہ کچھور

تین بار انگلستان کا وزیر اعظم ہو چکا ہو اور عجب نہیں نیوٹن ایکشن میں جو متغیر ہونے والا ہو پھر نزدیک کرسی وزارت ہو۔ یہ عجیب شخص ایک اناج بھرتی کرنے والے کا بیٹا ہو اور خود اس کے بیٹے کی دکان کھلنے میں موجود ہو اور شاید اس کا بھتیجا یا قریب کوئی شخصہ دار۔ سر حمایں ڈی بی کشر تھا یا ہو۔ لارڈ سڈلی جام یعنی مر تیانے والا ہو۔ چنبر جس کے قفل مشہور ہیں سر کا خطاب رکھتا ہو۔ ایک موچی سر ولیم پلینر ہو۔ بنگالی پام کے بسکٹ چائے کے ساتھ کھائے ہوں تو اس فرم کا مسٹر پام پلینٹ کا ممبر ہو۔ مسٹر ویلیو ایچ آتھ جند مینے ہوئے ایک کرڈر پھتر لاکھ کا سر مایہ چھوڑ کر مرے ہیں۔

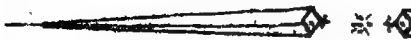
ایک کتاب فروشن تھے۔ خدا نے برکت دی ہوتے ہوتے ہوس آف کانٹیکس کے لیڈر اور

لہر بان نہ ظالم ۱۲ الہ انتخاب جدید ۱۳ الہ سر گروہ ۱۴

ٹریڈرز کے فرسٹ لارڈ ہو گئے۔ اور مرتے دم تک تجارت سے دست کش نہ ہوئے۔ اُن کی میم کو ملکہ نے پیئرس کا خطاب دیا۔ مسٹر ہالومی جن کا میں مذکور کرچکا ہوں اُن کو یہ عزت حاصل ہوئی کہ اُن کے کالج کو خود کوئین وکٹوریہ نے کھولا نیشنل گیلری میں اُن کی تصویر تیسرے نمبر پر لگی ہوئی موجود ہے مسٹر کین ممبر پارلیمنٹ جو ہندوستان میں بھی گشت لگائے ہیں اور جنہوں نے انتظام آب کاری پر بڑا غل چار کھا ہی ایک ٹین والا ہے۔

غرض یورپ کا اصول تو یہ ہے کہ مہلی عزت دولت اور لیاقت کی ہو اور ہر بھی یوں ہی اور ہونا چاہیے بھی یوں ہی۔ کچھ ضرورتیں کہ جو اسے میں نے پیش کی ہیں ابھی اس کو رو دیا قبول کیا جائے مگر اتنا اصرار ضرور کروں گا کہ اس سے قطع نظر نہ کیا جائے۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب ابن السیاء خیال کرتا ہوں کہ آپ اپنے مجربات کی رائیٹی دینا چاہیں گے تو کوئی انٹرپرائزنگ مین اس کا بڑا بھاری معاوضہ دینے کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ اور آپ کے چند سے کی فرست میں وہ ایک بڑی رقم ہوگی۔ میں نے نہایت تعجب سے سنا ہے کہ آپ نے مدرسے کے سرمائے کو جائداد اراضی میں مشغول کیا ہے۔ بے شک جائداد اراضی سے بھی کچھ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن میں اس بات کو کسی دماغ سے سمجھتا ہوں جس کو زیادہ کمائی کرنے کا سلیقہ نہیں وہ ہمارے درجے اس تدبیر کو اختیار کرتا ہے۔ میں بہت زیادہ خوش ہوتا اور آپ بہت فائدہ حاصل کرتے۔ اگر یہ سرمایہ اُس طرح پر صرف ہوتا جو میں نے بیان کیا۔ میں مدرسہ طبیبہ کے مدرسوں کو تو نہیں طالب العلوم کو بھی دو چار صلاحیں بتاتا۔ مگر گرمی اور صاحب ڈپٹی کمشنر کی ہائیڈینسی اور وقت کی تنگی اجازت نہیں دیتی۔ اگر برعکس طبابت جیتا رہا تو اگلے سالانہ جلسے کے قے لگائے رکھتا ہوں۔ کیوں کہ اس مدرسے میں پورے دنیا بھر کو لازم سہا ہو گیا۔

لے نواز نے کا وزیر اعلیٰ ۱۱۰۰ھ قیامداد ۱۲۰۰ھ جو مصلحت مند ۱۲۰۰ھ برغلاف ۱۲۰۰ھ



چودھواں لکچر

ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتویں سالانہ جلسے پر مقام دہلی دسمبر ۱۹۶۲ء کو دیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسلمانو! اگر تم میں جو کچھ فکرِ رسا باقی
شجاعت تھی تو وہ ہم سے گئی گزری ہوئی ہل
نہ ہمت ہو نہ جرأت ہو نہ جہتی ہو نہ چالاکی
خدا جانے وہ کیسی سلطنت تھی کیا تھی کیوں تھی
یہ ٹوٹی پھوٹی گنتی کی ریاستہائے اسلامی
مگر اُس سلطنتِ کبریٰ کی چندیں یادگار ہیں
عروسِ دہر زل زشت منظر ہو گئی ایسی
وہ بوٹا سا قدرِ عنا کہ عالم جس پہ مغتوں تھا
تغیر آیا گیا نقش و نگار حسن میں یکسر
ملا دی خاک میں پیری نے سب رونق جوانی کی
کہاں کی قوم کیسی خیر خواہی کس کی ہمدردی
کچھ ایسی اجنبیت ان دنوں میں آکے پھیلی ہو
بُھار کھا ہو آزادی نے وہ سکے کہ لوگوں میں
دہی طرزوں میں ہر طرز پسندیدہ جو رہ جائے

تو بول اٹھو کہ جو اسلام کے منٹے میں کیا باقی
نہ اب وہ ملک گیر ہی نہ وہ حرب و غر باقی
نہ خورِ حمت اٹھانے کی نہ زورِ دست و پاباکی
کہ تاریخی کتابوں میں جو جس کا تذکرہ باقی
جنھیں روئے زمیں پر دیکھتے ہو جا سجا باقی
مسافرِ جاچکا لیکن جو اُس کا نقش پاباکی
کہ جس میں دلِ ربائی کی نہیں کوئی ادباکی
خمیدہ ہوتے ہوتے رہ گئی ایشیت و قبا باقی
نہ وہ رنگِ حنا قائم نہ چشمِ سرِ سا باقی
نہ رنگت میں ضیا باقی نہ چہرے میں صفا باقی
کہ لوگوں میں نہیں ہو اب تو پاسِ اقربا باقی
نہیں گویا کیں کوئی کسی کا آشنا باقی
نہ قانونِ ادب نافذ نہ آئینِ حیا باقی
بروئے شیوہ کح ماکل دُخدا ماصقلباقی

یہ معیار لیاقت ہو خدا شرمائے ہم سب کو
 کہ دارالعلم دہلی میں فضیلت اس کو کہتے ہیں
 مسلمان ہیں مگر صرف از برائے نام کہنے کو
 وگرنہ دین داری بس حقیقت اُس کی اتنی ہو
 یہ سارے کھیل ہیں دنیا میں دولت کے تول کے
 ہماری قوم کو افلاس نے اس طرح گھیرا ہو
 کسی کے کام آئیں یا کسی کو نفع پہنچائیں
 تو کیوں اکثر مسلمانوں کی حالت یوں رومی ہوتی
 مسلمانوں کو ایسا تنگ پکڑا ہو زمانے نے
 اسی کو ہم بڑی دولت بڑی حشمت سمجھتے ہیں
 لئے جاتے ہیں ہم سب کو گھیسے قہر نکبت میں
 پڑھاتے ہیں سبق تحصیل حاصل زہد کا جیاں
 رٹے مرتے ہیں ادنیٰ بات پر انجام جو کچھ ہو
 زمین و آسمان کو اپنا دشمن کر لیا رکھ
 غرض دنیا و دین کے سب فضائل منترج ہو کر
 وہ بیمار و سب مرگ ہو اسلام و ادب
 سچا کون سرسید پکارے سب میں کتا ہوں
 بھلا ہو یا بُرا یہ جانے اور اس کا خدا جانے
 عقائد میں کسی کے دخل دینے کی ضرورت کیا
 یہی اک فسردا کھل چو کہ جس کو دیکھ کر جاتا
 جو ناک المہ غیر قوم کی اصلاح حالت میں

کہیں ہو بھی اگر علم و ہنر تھوڑا ذرا باقی
 کہ میری طرح کے چند اور ہیں مفت آشنا باقی
 کہ جیسے ذات کا ہو مستیاز و تفرقہ باقی
 کہ مسم جیسے گنہ گاروں کا ہو پردہ ڈھکا باقی
 مرا بہتر ہو وہ جس کے نہیں بچے ٹھکا باقی
 کہ فی صد ایک کچھ خوش ہو تو محتاج و گدہ باقی
 جو ہوتے آج کو ایسے لکھوس ادلیا باقی
 کہ گھر میں سر پہ پی بی کے نہیں ثابت و باقی
 نہ مر رہنے کی گنجائش نہ جینے کی جگہ باقی
 کہ مسجد میں ابھی ہو بوریا ٹوٹا پھٹا باقی
 اب ایسے رہ گئے ہیں مولوی اور پیشوا باقی
 ہزاروں سے نہیں ہو ایک میں شیر و غنا باقی
 مزاجوں میں نہیں برداشت کا مطلق پتہ باقی
 ہر ایک کے ساتھ ہو کوئی نہ کوئی خرخشہ باقی
 رہا ہو اک تعصب نامناسب نامہ و باقی
 میساکو نہیں ہو جس کی امید شفا باقی
 صدوسی سال اس کو آؤ رکھو ای خدا باقی
 مگر ہو کوئی اس کی شان کا اس کے سوا باقی
 قیامت کو بھی رہنے دو گے کوئی فیصلہ باقی
 ہمدی ناؤ کا بارے ہو اب تک ناخدا باقی
 دقیقہ ایک بھی تو نے نہیں بٹھا اٹھا باقی

خدا نے تجھ کو بچو بچایا ہو ان اعلیٰ مراتب پر
 طریق مختصر پر گرتے التاب کیا ہوں
 مگر معلوم ہے تجھ کو سترت کچھ نہیں اس کی
 محال عقل ہے تجھ کو جو اس دنیا سے فانی میں
 نہ ہو بے دل اور اپنی ہی کیے جا صرت تہمت
 اگر انعام کی تجھ کو توقع ہو تو باور رکھ
 تجھے روئے گی سر پر ہاتھ رکھ کر قوم بد قسمت
 نہ ہو دیں کارگر لاکھ تدبیر میں تو کیا بدوا
 تصور میں پڑ کر اپنے مانا جان کا دامن
 تباہی چھا رہی ہے تیرے پیڑ کی اُمت پر
 مسلمانوں کو بہت قرن اول کی عطا فرما
 ذرا ٹھہراے طبیعت کس بلا کی تیری آمد
 یہ جو کچھ سن چکے ہو اب تلک تہذیب طلب تھی

فردوس ترجمان سے اب کوئی نہیں جو تہذیب باقی
 تو مشکل ہو کہ ابجد میں سب حرف بجا باقی
 کہ تو ہو در دستہ قوم اور تیرا نگہ باقی
 سوا سے قوم کوئی آواز دیا التجب باقی
 کہ سب کے سر پر اب تو ہی ہو اک پڑھا پڑا باقی
 خدا کے پاس ہے تیری جسزائیر اصلہ باقی
 اور اس کو دیکھ لے گا جو کوئی جیتا رہا باقی
 ابھی سب سے بڑی بھاری ہو تدبیر باقی
 خدا سے عرض کر یا قاضی الحاجات یا باقی
 بجز تیرے کرم کے اب نہیں کچھ آسرا باقی
 وقار و عروت اسلام تار و زجز باقی
 کوئی حد بھی ہو اس باقی کی آخر تاکجا باقی
 ابھی ہوشہر میں کئے کو اسل مدعا باقی

اگر اس سالوں نوبت میں بھی ایجوکیشنل کانفرنس کے مفہوم اور اس کی غرض و غایت کے بیان
 کرنے کی ضرورت تھی تو میں خیال کرتا ہوں اس ضرورت کو جملہ تہذیبی جواب سے چند پینے پھیلنے والی
 کے بیونسپل مال میں منعقد ہوا پورے طور پر رفع کر چکا ہو۔ اس کانفرنس نے پچھلے سات برسوں
 کی کوشش میں مسلمانوں کی تعلیم پر جیسا کچھ اڑ گیا ہو سرسید احمد خاں سے بہتر کوئی دوسرا
 اس کا اندازہ نہیں کر سکتا میں اسی کو قیمت سمجھتا ہوں کہ کانفرنس کا کوئی سالانہ اجلاس
 ابھی تک نافذ نہیں ہونے پایا۔ اس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ لوگ کانفرنس کی قدر کرنے لگے ہیں۔ گو قدر
 کرنے والے تنہا بلکہ ہزار بلکہ لاکھ میں ایک دو ہی کیوں نہ ہوں ہم کو ابتدائی صنعت کی وجہ سے ناسمجھ نہیں

ہونا چاہیے گرت تھک رہو سال بگناتے بڑے سے بڑے کام بھی چھوٹی چھوٹی باتوں سے شروع ہوا کرتے ہیں خدا جس کی بے انتہا قدرت کے بے شمار شواہد وجود ہیں۔ اگر چاہے اور برکت بھی دے تو کیا عجب نہیں ہو کہ کافر نس جو آج سرسید احمد خاں کا خیالی دھکوسلا دکھائی دیتا ہو۔ اسی کی بدولت مسلمانوں کی ٹٹی گھسی مر جھائی ہوئی کھیتی از سر نو تازہ و شاداب ہو کر ابلہانے لگے ع

شاید کہ ہمیں بیفیہ برآرد پر وبال

او کاش وہ دن ہماری زندگی میں ہو۔ اجلاس کی جگہ کاہر سال بدستے رہنا بھی یقیناً مفید ہو۔ اور اگر دلی والوں میں سے کسی نے ہزارت نہ کی تو ان شاء اللہ قیامت کے دن سرسید احمد خاں کے مقابلے میں دلی کی طرف سے میں جج ہوں گا کہ انھوں نے مسلمانوں کا کالج ملی گندھین بکھ کر دلی کے گلے پہ بچھری بھیری تھی۔ سو بھیری تھی۔ مرے پروردے اتنے برس کافر نس کے یہاں لانے میں دیر کر کے دلی کا یہ دوسرا حق تلف کیا۔

کافر نس کے بٹے شہروں کے انتخاب میں حین باتوں پر نظر کی جاتی رہی ہیں جانتا ہوں ان باتوں کی جنرل پرفنشنی میں دلی کسی شہر سے ہٹی نہیں۔ بلکہ میں کہنا چاہتا ہوں بیٹا نہیں اس کی عظمت ان گئے گئے ہوئے وقتوں میں بھی ایسی اعلیٰ درجے کی ہو کہ ہندوستان کا کوئی شہر اس کو گنا نہیں کھاتا۔

دل و دلی ہیں گرجہ دونوں خراب	یہ کچھ لطف اس بوڑھے گھر میں بھی ہیں
------------------------------	-------------------------------------

ہر چند گھنٹے زبان اردو میں بہتری خواش و تراش کی مگر جو فرق آمد و آمد میں ہو جو تفت و تہمت میں ہو اور تکلف میں ہو وہی دلی اور گھنٹوں کی اردو میں ہو۔ ع

وَلَا تَكُنْ فِي الْعَبَثِ مِنَ الْمُفْسِدِ

دلی کے بدون ہندوستان کی تاریخ ایسی اندھی پر جیسے بے شکل کے اقلیدس۔ اگر ہمارے شمس العلماء

۱۷ دیکھ ۱۲ حالت مجموعی ۱۳ سے مراد لگانے سے آٹھ قدرتی سرگمیں آنکھیں بھی خوب صورت

نہیں ہوتی ۱۲۔

خان بہادر مولوی ذکا اللہ نے اس عرس کہ خود اُن کی وہ شکل و صورت نہیں رہی کوئی بے شکل کی اقلیدس ایجاد کی بخود خیر نہیں مگر میں نے جس زمانے میں شوق و رغبت سے نہیں بلکہ کاشتپ کے لالچ سے اقلیدس طبعی میر تو یہی حال تھا کہ ایک آنکھ شکل پر ہو تو دوسری عبارت پر۔ اگر قدامت اور واقعاتِ عظیمہ کی یادگار قدر و قیمت کی چیز ہو تو دلی کا ایک ایک روڑا چمکیگو کی نمائش گاہ میں بیچنے کے قابل ہو جو صاحبِ آئی کی میر کی غرض سے تشریف لائے ہیں اور ایسے بیک کرشمہ دو کار بہت ہوں گے دو چار ہی دن کی مٹکشت میں دیکھ لیں گے کہ کچھ چھ ساٹ ساٹ کوس کے چکڑیں کتنی ایسی محارتیں ہیں جو انجینئرنگ سکول اور بناوٹ کی مدگی کے اعتبار سے روئے زمین کی تو ہیں کتنا نہیں مگر ہندوستان میں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ مجھ کو ہندوستان کے اکثر نامی شہر دیکھنے کا اتفاق ہوا جو جس قصبے سے شاہ جہاں آباد لبا لبا گیا ہو کسی دوسرے شہر کو نصیب نہیں۔ الغرض گزشتہ سے قطع نظر کر کے حالت موجودہ کے لحاظ سے بھی دلی کے مغلوں کی فہرست دوسرے شہروں کی فہرستوں سے بالشت دو بالشت مٹتی ہوئی رہے گی۔ اور یہی مغلوں جو کشاں کشاں کا نفرنس کو یہاں بدیر لائے۔ مگر لائے۔

کشتہ روڑا خدا خدا کر کے

لائے اُس بت کو اتب کر کے

لیکن میری نظر ان مغلوں پر نہیں ہو۔ یہ مغلوں بعض ممدوم ہو کر اُن کا افسانہ باقی رہ گیا ہو بعض علی شرف الزوال ہیں۔ اور جو علی شرف الزوال نہیں بھی ہیں اُن کو بھی کا نفرنس کے مقاصد سے کچھ ایسا تعلق نہیں۔

میں جس بات کو دیکھتا ہوں وہ یہ کہ دلی کو دوسرے بلاد ہند پر ایک دینی فضیلت ہو یہ امام ہو اور دوسرے شہر مقدس۔ یہ بہت ہو اور دوسرے شہر مقدس۔ یہ اصل ہو اور دوسرے شہر نقل یہ اسلام گاہ تہ ہو اور دوسرے شہر فروع۔ میں اس کو ہرگز مبالغہ نہیں سمجھتا کہ اسلام کے اعتبار سے جو نسبت ملے مدینے کو عرب سے ہو وہی نسبت دلی کو ہندوستان سے ہو۔ ہندوستان میں اسلام کے پھیلنے کے کئی پیرائے خیال میں آتے ہیں کچھ تو وہ ہوں گے جنہوں نے اس ملک کو فتح کیا اور یہیں رہے۔

۱۲۵ ہجری ۱۲۵۰ء زائل ہونے کے قریب۔

افسوس اُن پر اور اُن کی نسلوں پر اور کچھ ایسے بھی ضرور ہوں گے بلکہ جب نہیں ایسے اکثر ہوں۔
 جنہوں نے طوعاً یا کرہاً مذہب اسلام اختیار کیا۔ لیکن چاہے پہلے کے مسلمان رہے ہوں یا بعد کو
 مسلمان ہوئے ہوں۔ ہندوؤں کے اختلاط کی وجہ سے اُن دنوں کا اسلام خالص اسلام ہو نہیں سکتا
 تھا۔ اور افسوس ہے کہ اب تک بھی خالص نہیں اور شاید ہو گا بھی نہیں۔ اُفتادو بگڑی ہوئی ڈیڑھی تھی اور
 اسلام کے پینے کی کوئی توقع نہ تھی مگر سچا خدا اپنے سچے پیغمبر کی زبان سے **وَاللّٰهُ مُتِمِّدُ دُورِهِ**۔ اور
وَلِكَلِمَاتٍ لِّمُحَمَّدٍ يُّنْفِخُ بِهِ اَلَّذِي اُرْتَضٰ لِمُحَمَّدٍ کی منادی کر چکا تھا اور اُس کی دگرگی جاری ہونی ضرور
 تھی **اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْلُفُ اَلْعَهْدَ** باسے کفرستان ہند میں یعنی ہماری اس دلی میں وہ خاندان
 ذی شان پیدا ہوا

اس خانہ تمام آفتاب است

جو شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ العزیز سے شروع ہو کر مولوی شاہ اسحاق صاحب پر ختم ہو گیا۔
اِنَّ اللّٰهَ وَاٰتٰی الْکِیْمٰتِ ان لوگوں نے اور بعض ان کے معاصرین نے بھی قرآن اور
 حدیث کے ترجمے کیے۔ تفسیریں اور شرحیں لکھیں۔ دینیات کی کتابیں تصنیف کیں۔ درس دیئے
 و خط لکے۔ یعنی زمانے کی ضرورتوں پر نظر کر کے وہ یا ویسے کام کیے جو اپنے وقت میں صحابہ و تابعین
 اور تبع تابعین نے کیے تھے **وَمُؤَاوِثُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اَجْمَعِیْنَ** غرض لی کی عکس بی فیضیت بنی بتر ہی دینی
 شرافت اُن بزرگوں کی قائم کی ہوئی ہو۔ خدا اُن کو جزا سے خیر دے۔ یہ چھوڑا یا تعلق یا التمس یا کسو
 غوری یا شاہ جہان کی عمارتیں نہ ہوں جو یو مافیو مایک ساتھ ساتھ فساد بلکہ آنا فانافرسودہ و مندس
 ہوتی چلی جا رہی ہیں اور ایک دن معدوم ہو کر رہیں گی **لَا تَقْنِ بِالْاَمْسِ** بلکہ یہ وہ باقیات
 صالحات ہیں جن کا قیام ذات خدا کے ساتھ وابستہ ہو۔ **وَبَقِیْ وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْبَالِ**

۱۷۔ اے اپنے نور ہدایت کو ہر لکے کے ساتھ اور جو میں خدا نے اپنی مرضی سے مسلمانوں کو بتایا اس کو ضرور محکم رکھے گا۔
 ۱۸۔ اے اللہ کا وہ کبھی غفلت نہیں ہوتا ۱۹۔ اے ہم اللہ کے بس ہیں (جو علیہ سوکے) اور ہم کس کے پاس لوٹ کر جانا ہو
 ۲۰۔ گویا کس اُن کا کس نشان بھی نہ تھا ۲۱۔ اے پروردگار کی ذات، ہمیشہ ہمیشہ کو باقی رہے گی جو عزت والا اور بزرگی والا

افسوس تو ہم کو مسلمان بادشاہوں کے مرنے کا بھی سیتا ہی کچھ ہو اور نہ کیوں ہو۔ وہ ایک نچرل بات ہو اضطرابی۔ اس کا چھپنا نفاق بُزدلانہ ہو اور ہم سے اس کی توقع رکھنا طلب محال ہے فکر ان شخصی حکومتوں میں سے اکثر قابلِ شرم و نفرت بھی تھیں۔ مگر ہم ان کی اصلاح کی آرزو کرتے نہ ان کے زوال کی سُن کی درستی چاہتے نہ ان کی تباہی۔ لیکن ہماری قوم کو ان بادشاہوں کے مرنے سے اتنا بلا کہ اس کا عشرِ مشرق بھی نقصان نہیں چھوڑا۔ جتنا ان بزرگانِ دین کے ناپید ہو جانے سے اگر مسلمان بادشاہ مر گئے اور ان کے مرنے سے آخر کار اسلامی سلطنت جاتی رہی تو خدا نے بڑش گورنٹ میں ہم کو اس کا نعم البدل عطا فرمایا ہو کہ اس عبادی میں ہم کو امن اور آزادی بشرطیکہ ہم اس مستفید ہونا چاہیں اس قدر ہو کہ ہم کو اپنی سلطنت میں بھی میں کبھی نصیب نہیں ہوئی ہم کو اگر ہندوستان سے اسلامی سلطنت جاتے رہنے کا خیال آتا ہو اور اکثر آتا ہو تو صرف اس وجہ سے کہ ہم کو بڑش گورنٹ کی بکارت سے متنع ہونے کا سلیقہ نہیں۔ ورنہ ہم تو اسلامی سلطنت کو عیسائی اکثر ہو گزری ہیں یا عیسوی ضعیف و نامنظم جا بجا اب بھی ہیں کبھی بھول کر بھی یاد نہ کرتے۔ در دوسرے کتبہ۔ لیکن علمائے دین کے اٹھ جانے سے جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو چھوڑا اور بھونچ رہا ہو اس کی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی وَهَكَذَا اَيْذْ هَبَ الزَّيْمَانُ وَيَقْبِضِ الْعِلْمُ فِيهِ وَيَذْهَبُ سِرُّ الْاَكْبَرِ۔ مدتوں تک میں یہ خیال کرتا رہا کہ جب قرآن میں خدا فرماتا ہو لَا تَرْحَبْ وَلَا يَالَيْسَ الْاَلَا فِي كِتَابِ صِدْقٍ اور اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَنَبِّئُكُمْ أَنَّكُمْ عَلَيْهِمْ فَعَمَلْتُمْ تَوَابِہُمْ کو دین کے نئے کسی خلیفہ یا امام یا مجتہد یا مجددِ آج کل کے معاویے کے مطابق رفتار مری کچھ ضرورت نہیں۔ اور میرے اس خیال کی تائید ہوتی تھی واقعہ قرطاس سے۔ اور وہ واقعہ تھا کہ آن حضرت صلعم نے جاں کنی کی حالت میں فرمایا اَیُّوَنِي بِمِثْلِ طَاسٍ اَلْتَّبَّ لَكُمْ كِتَابًا تَنْتَقِلُوْا اَعْدَی (کا قدسے آؤ تو میں وصیت لکھوا دوں تاکہ میرے بعد تم کہ راہی میں نہ پڑو) عمر رضی اللہ عنہ مصلحت وقت بھر کر لوگوں کو روکا کہ میں ان زبانِ روح کے وقت پہنچیم صاحب کو لے اسی طرح زندہ گزرتا وہ ظالم ظاہر اس کے نشان پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں ۱۱ سالہ تر خشک سب کہ قرآن میں لکھا ہوا ہے جو ۱۲ سالہ آج ہم نے تھا لے دین کو کمال اور اپنی نعمت تم پر بھی کدی ۱۲۔

مسلمانوں میں یہ سچ کہ وہ پیغمبر صاحب کے ہم عصر تھے۔ اُن میں سے اکثروں نے پیغمبر صاحب کو دیکھا اور اُن کے ساتھ سپاہ و نہیں دیکھا اور ان میں سے کچھ نے دیکھے دلوں دیکھا اور ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہے غرض وہ اسلام کی حقیقت سے پورے پورے واقف تھے جب کبھی کوئی نئی بات پیش آتی اور قرآن و حدیث میں ضد نہ ملتی تو وہ خود اپنے اجتماع سے ایک رائے قائم کر لیتے اور اُسی واقفیت کا نتیجہ تھا کہ اُن سے غلطی بھی کم ہوتی تھی۔ جس کو ایسا ملکہ ہو مطلق شرع میں اُس کی محدث کہتے ہیں۔ اور میں اس لفظ کا ترجمہ کیا کرتا ہوں مزاج شناس خدا۔ جیسے مثلاً عمر رضی اللہ عنہ کہ اُسا راے بدر اور ضربت حجاب اور حرمت خمر اور دوسرے مواقع میں جس طرف کو اُن کا ذہن منتقل ہوا آخر کار اُسی کے مطابق وحی بھی نازل ہوئی۔ متبع کرنے سے اس طرح کی مثالیں دوسرے صحابہ کی بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ جب آیہ **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُفُوسًا قَلِيلًا** کے تحت فرمایا **ثُمَّ خَلَقْنَا النَّفْثَةَ عِلْفًا ثُمَّ خَلَقْنَا الْعِلْفَةَ مُمْضِقَةً خَلَقْنَا النَّفْثَةَ عِلْفًا فَكَسَوْا وَالْإِنْسَانَ كَمَا خَلَقْنَا** آخر **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** نازل ہوئی تو اُس حضرت نے ایک کتاب کو بلا کر لکھوا ناچا باخلاقاً آخر تک بتایا تھا کہ اُس کے ہونڈ سے بے ساختہ **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** نکل گیا اور وہ جزو آیت تھا۔ یہ بھی ایک طرح کی تحدیث ہو صحابہ کے مزاج بھی دینی معلومات کے اعتبار سے متفاوت تھے۔ مگر وہ تفاوت اُن کے آپس ہی میں تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ نہ ہماری یاد نہ اُن کی بھول نہ ہمارا اجتہاد نہ اُن کی تقلید نہ ہمارا یقین نہ اُن کا شک۔ کیوں کہ وہ دیکھنے والے تھے اور ہم سننے والے ہیں ح

شہیدہ کربورمانند ویدہ

ہمارا ایمان یا اسلام کچھ بھولیں ہی قدر ہے کہ ہم نے اس کو نظام دنیوی کی طرح باپ دادوں سے پیش میں نہ جنگ بد میں جو کافر پڑا آئے تھے پیغمبر صاحب نے اُن کو ماوان کے چھوڑ دیا اور مرے کے نزدیک وہ واجب القتل تھے ۱۲۔
۱۳۔ حور توں کو پورے کا مکرم دیا ۱۴۔ ہم نے ادی کوئی کے نسس پیدا کیا۔ پھر اُس کو نظریہ نکار منورہ جگر میں رکھا۔ پھر لطفے کو لکھا
لوٹھڑا بتایا۔ پھر تو عمرے کی بندھی ہوئی بھڑائی کی تھیاں۔ پھر ٹپیں پر گوشت ڈرھا پھر اُس کو دوسری حق و باطل کا ایک پیرکت جو اسے
سب پر کرے والوں سے جبر ۱۵ مال ۱۶۔

پایا جو بہتہروں نے تو متلع کس سپرس کی طرح اس کی پروانہ کی۔ بعض نے پروا کی تو دیکھا کہ بزرگوں کے پسینے
 کے کپڑے کچھ ان ہی کے بدن پر پھینک تھے۔ انھوں نے بے مصرف سمجھ کر ڈال رکھے۔ اور کچھ ایسے سعادتمند
 بھی تھے جنھوں نے گھوڑے بھری رو کیا کاٹا جھانٹا بیوند لگایا اور تبر کا پین پھرے۔ ان باتوں کے علاوہ میں دیکھتا
 ہوں۔ زندگی کی کوئی حالت ان کوئی شان نہیں۔ جس میں زمانے کے انقلاب کی وجہ سے ان فورٹین اور غیر
 متوقع معاملات بکثرت پیش آتے ہوں۔ اور ان کی نظر زمان سلف میں کہیں نظر نہیں آتیں۔ مال اور
 فوجداری اور دیوانی کے کل آئین اور تمام ضوابط اور ہنگین دستور بدل گئے اَلَا مَآ شَاءَ اللہ۔ ریل اور سٹیم
 اور تار برقی اور سہارا ہا قسم کی کھلیں اور پوسٹ کارڈ اور ویلیو بیل اور سنی آرڈر اور سٹامپ اور عیلمہ ورنسی
 اور پرامیسری نوٹ اور ساز و سامان معیشت کے قریب قریب کل چیزیں نکل کھڑی ہوئیں۔ جن کا انکے دہلی
 میں کوئی نام بھی نہیں جانتا تھا۔ سائنس نے کہی حضرت ہمارے زمانے کے شیطان میں تمام مذاہب
 ایک خد ہمار کھا ہی۔ یہ اب حال کا ذکر ہو کہ دو طالب العلم مقلد و غیر مقلد جھگڑ پڑے۔ مقلد نے کہا اگر ائمہ کا
 اجتہاد نہ ہوتا تو دنیا کے کام بند ہو گئے ہوتے کیوں کہ بہت سی باتیں ہیں جن کے احکام قرآن اور حدیث
 میں نہیں نکلتے۔ غیر مقلد نے کہا کہ جنئی سے جزئی مسئلہ بھی نہیں جس کو ہم قرآن اور حدیث سے استنباط
 نہ کر سکیں۔ اور ہم کو کسی کے اجتہاد کی حاجت نہیں۔ مقلد نے ایک فرضی استفتاء لکھ کر غیر مقلد کے حوالے
 کیا کہ اس کا جواب قرآن و حدیث سے دیا جائے۔ زید نے خالد سے مثلاً سود رم کے بدلے کوئی چیز
 مول لی۔ اب بالغ و شتری کیفیت ثمن میں مختلف ہیں۔ ایک کتاب جو قمر قندی دوسرا بخاری تو اس
 صورت میں کیا کرنا ہوگا بِئِذَا تَوَفَّيْتُمُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْيَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِي فِي الْيَوْمِ الْهَذَا
 نہیں کہ اجر جواب دنیا میں ملے گا یا عقیب میں۔ غیر مقلد نے حدیث اِنَّ الْاُخْتِلَافَ السَّيِّئَانَ فَالْقَوْلُ
 الْبَاقِ پیش کی اس طرح رسالہ بازی شروع ہوئی۔ اور مذہبی اختلافات کا قاعدہ ہو کہ ایک نے خد چڑھا یا
 پھر ان کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے اس اختلاف کو میرے سامنے نقل کیا۔ اور نقل کیا بھی تو اس
 نے جو پہلے نہیں دکھائی دیتے ۱۲۵ تاؤم کو جڑے گا۔ ۱۲۵ جب بالغ و شتری میں اختلاف ہو تو جواب کے

تمہید سے کہ جن دو طالب العلوم سے یہ محنت شروع ہوئی ہو تم کو حکم کر دانتے ہیں :-
 بے اختیار ہنسی آئی۔ اور ہنسی کے ساتھ قصہ بھی ہنسی تو اس وجہ آئی کہ مجھ میں مولویوں کی
 نہیں تو مولوی کی بھٹی بنے کی ہوئی۔ اور قصہ اس سبب کہ میں نے اپنے جی میں کہا بھلا
 کی بات ہو۔ میں چاہوں تو انہیں بانیں شائیں کچھ ہانک بھی دے سکتا ہوں۔ لیکن اگر کل کو
 نسبت از خود خیال کر لیا کہ بڑا کلاؤنت ہو اور مجھ سے فرمایش کی کہ یہ صبح کا وقت ہو۔ بھلا ایک
 گکار سننا تو میں کیا کروں گا۔ میں اس شخص کو جو میرے روبرو یہ قصہ لایا تھا مناسب و
 ٹال دیا۔ یوں تو میں بھی غیر مقلدوں کے سے عقائد رکھتا ہوں۔ مگر اس مسئلہ خاص میں
 ساتھ ہوں بلکہ ان سے بھی دوچار قدم آگے بڑھا ہوا۔ کیوں کہ میرے نزدیک نہ صرف قرآن
 بلکہ قرآن و حدیث اور اجتہاد ائمہ بھی اس زمانے کی دنیاوی ضرورتوں کو ناکافی ہیں۔ ناکافی
 استعمال کیا شاید اچھا نہ ہو مگر میری مراد یہ ہو کہ معاملات میں ہزار ہا جزئیات ایسی پیش آ
 ئیں اجتہاد جدید کی ضرورت ہو جس وقت درہم سمرقندی و بخاری کا مسئلہ میں نے سنا
 انگریزی اخبار میں اتفاق سے خلاف ورزی کا بی بابت کا ایک مقدمہ نظر پڑا اور خیال میں
 سمرقندی و بخاری کی جگہ یہ صورت ہوتی تو غیر مقلد کو قبضت سننا پڑتا۔ ایسی ہی باتوں نے
 خیالات کو بدلا جو اور اب میری رائے یہ ہو کہ مسلمانوں کو مجدد یا مجتہد کی سخت ضرورت
 اور بدون ایسے شخص کے ہمارا کام چل نہیں سکتا اور میں جو دلی کے متقدمین علما کو یاد کرتا
 بھی اسی سبب کہ مجھ کو ان لوگوں میں اس بات کا پتہ ملتا ہو۔ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب :-
 جوم اللہ الباقی لکھی۔ ان کو اس کتاب کے لکھنے پر ضرور یہی خیال باعث ہوا ہو گا کہ اب
 دین الہی اور کتاب کی قبول کرنے والی طبیعتیں پیدا نہیں کرتا۔ لوگ ہر ایک بات کو میرا
 چاہتے ہیں۔ یا جیسا مشہور ہو کہ مولوی شاہ عبدالعزیز نے دلی کی شاہی خواہوں کو دکھایا
 لکھنؤ میں اور سرکار انگریزی کے پرامی سر یوں میں کچھ بھی فرق نہیں، جائز ٹھہرا دیا تھا
 لکھنؤ میں آگیا ۱۲۵۵ ہجری میں اور مکتب کے لوگوں کا دین ۱۲۔

دشوار ہو رہا ہو کوئی اسلام قبول کیے لیتا ہو اور لاکھوں کروڑوں میں دو چار دس میں اس خیال کے ہوئے بھی تو اس سے اشاعت نہیں ہوئی جاتی۔

بھلا جن کے تشبہ سے اور تشبہ بھی فی الواقع نہیں کہ وہ نہ کبھی تھا نہ اب ہو نہ ہو سکتا ہو بلکہ تشبہ فی اللباس تشبہ فی الماکل تشبہ فی الزکوٰۃ تشبہ فی الشی تشبہ فی القیام تشبہ فی التھوی تشبہ فی التی تشبہ سے ہم کافر ہوں۔ اُن کا مَن تشبہ یہ وہ وہ تشبہ کے ہوتے مسلمان ہو ناہند کے مسلمان کہیں تسلیم کرنے لگے تھے اور کریں تو سید احمد خاں خوشی کے حصول بجائیں کہ یہ جیتے اور مسلمان ہارے۔

اُن لوگوں نے یقین ہی عقائد کے سوا سے اپنی حالت ظاہری بالکل نہیں بدلی ہوگی یا بہت کم بدلی ہوگی۔ امید نہیں کہ مسلمان میں گھٹ کر پر دے میں بھی ہوں یا آئندہ بیجیں۔ امید نہیں کہ ان لوگوں نے مروت تبدیل کیا ہو یا آئندہ کریں۔ امید نہیں کہ یہ تو مسلمائے اصول معاشرت محل میں لائے ہوں یا آئندہ محل میں لائیں۔ میں تو اپنی ذات سے ان کے حالات کی تغیر کے در پر رہتا نہیں۔ مگر یہ آواز بھی کسی طرف سے میرے کان میں پڑی کہ دن کے دس بجے بھی ایک نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہو۔ اور ہر نویم پھر ان گایا جاتا ہو۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تاہم اس میں شک نہیں کہ ہند کے مسلمانوں کا سا اسلام بلکہ اس تو کوں کا عام طور کا سلام یورپ اور امریکا میں کوئی قبول کر نہیں سکتا اور ہند سے قبول کر بھی لے تو اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ مگر

کہ خدا اُن کو ہجرت کی توفیق دے۔ اور حضرت سلطان روم کی عمل داری میں جالیس اور اُن کے ہم حالات رب کے ابتدائی مسلمانوں نے آخر ہی کیا تھا۔ اور جب اُن لوگوں نے اسلام اختیار کیا ہو تو ہم جیسے مشد مسلمان نہ سہی ان کو پورا پورا مسلمان بنانا تو ضرور ہو۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلَاحَةِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطَايَ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ** اور یورپ میں گھر جیسے تو پورا مسلمان بننا معلوم۔

لَا تَقْرَبُوا مَنَاسِكَ اللَّهِ وَلَئِنْ تَفْعَلُوا فَمَا فِي الدِّينِ مِنْ حَرَمٍ لَّيُفْضَحَنَّ عَنْكُمْ وَلَيَخْلَعَنَّ عَنْكُمْ كِلَا نَعْلَيْهِمَا إِنَّهُمْ عَادُونَ

۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

ایمان والا اسلام میں پورے پورے آجلاؤ شیطان کے قدموں چمت چلوو تمہارا کلام دشمن ہو۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

يَحْدُثُ دَوْنُ بے شک جہاں تک ہو سکے ہم لوگوں کو بھی اُن کی مدد کرنی چاہیے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے
ہم وطن اُن سے کیس زیادہ محتاج مدد ہیں۔ کیا یہ ۱ تلافی حق نہیں ہوگا۔ کہ ہم اُورپول اور امریکا کے
موسلموں کو جان پہچان خلافت بری سلام چند نے بھیجیں اور اپنے ہم وطن بھائیوں کو روبا اور تباہ ہونے
دیں۔ وہ اگر سلام لائے تو اپنی طاقت درست کی۔ یہاں کے مسلمانوں سے بڑھ کر وہ ہماری ہم دردی
کے کس طرح حق دار بنیں مَنُون عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمْنُوْا عَلٰی اَسْلَامِکُمْ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ
عَلَیْکُمْ اَنْ هٰذَا اَکْثَرُ لِلْاٰیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ ضُلّٰلٍ فَاِنَّ اُنْ لَّوْکُمْ کو چندہ دیا بھی جائے تو اس شرط
سے کہ ہمیں آکر رہیں اور اپنی قومی شایستگی اور تربیت کے نمونے دکھا کر ہماری اصلاح کریں۔ اور
مسلمان مشنریوں کا کام دیں۔ کیا اسلام لاتے ہی اُن لوگوں میں سے بھی پیرو تین شیعہ کا پیغمبر مکیں گے۔
یا اسلام لانے کا عاجل صلہ ہو کہ کلمہ بھر اور سوال شروع کیا۔ لیکن اگر بالفرض واقفہ امر بیکار اُورپول کے
تو مسلم ہمارے ان اضلاع میں آنکھیں توکل گدھ کے سوا سوائے اِنجینئر بِنِیْل اِلَی الْمَیْمَنَ۔ اور تو کس
اُن کا ٹھکانا نظر نہیں آتا۔ یورپ اور امریکا کو مسلمان کرنا چاہو گے تو وہ جہاد کی دلیل جس کے ماننے کے
سوا کئی چارہ ہی نہ تھا وہ تو اب پیش رفت جانے کی نہیں۔ اب رہیں دلائل عقلی تو تم نے خود عقل کو
دین میں مسطل کر رکھا ہے۔ بلکہ دین کی تخصیص بھی کیوں کروں دنیا میں بھی عقل کو معطل کر رکھا ہے۔ بھائیو
یورپ اور امریکا کو مسلمان کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے بلکہ بڑھے جنوں کا اُستار ناہو۔ آج ترقی کی ٹرین میں
یورپ اور امریکا دونوں کا ٹور ٹورٹ ہیں۔ اگر اسلام متعارف کو یورپ اور امریکا میں سجانا چاہتے
ہو تو ان پر اسے خدا اسلام کو مت دسو اگر وہ اپنا گھٹنہ کھولنا اور آپ ہی لاجوں مرنا۔ اور اگر اسلام متعلق
کے سوائے دوسری قسم کا اسلام ہو اور اشارے اور کنائے میں کتنا کیا ضرور ہو سید احمد خاں
کا اسلام ہو تو اہل یورپ اور اہل امریکا ان سے نیشیں اس کو مانیں گے تو کیا نگہاں اس قدر
لے ہم پر اسلام لانے کا احسان جتنا ہے تمہاں سے کہو اپنے اسلام کا پھر احسان مت کھو کہ نہ ہم پر احسان رکھنا ہی کہ
ایمان کی ہدایت دی بشرطہ کہ تم اپنے بیان میں بچے جو ۱۷۰۰ء انسانی ہمدردی ۱۲۰۰ء صفت ۱۰۰۰ء کدہم جنین اچھٹس
پر وار ۱۳۰۰ء سب سے آگے ۱۵۰۰ء من حیث القوم ۱۱۰۰ء

وحشت جو اسلام متعارف سے کرتے شاید کہیں مذہب کے اعتبار سے یورپ اور امریکا ہم سے بھی گئے گزر رہے ہیں۔ وہاں کے ملکی دماغوں میں یہ غفل ہو۔ کہ سرے سے خدا ہی کو نہیں مانتے۔

کیسا مذہب اور کہاں کا اسلام یہ سمجھے رہنا۔ کہ میں ملک اور قوم سے بحث کر رہا ہوں نہ افراد خاص سے۔ بے شک ان میں خدا کے بندے ایسے بھی ہیں جو خدا کا ادب کرتے اُس سے محبت رکھتے۔ اور محبت کے ساتھ دُرتے بھی۔ اور شاید ان میں سے بعض کو عیسائیت سے تسلی نہ ہوتی ہو اور نجات کے لئے اُن کو دوسرے مذہب کی تلاش ہو۔ لیکن کوئی سا مذہب بھی ہو اُس میں خلافت قیاس تو نہیں برتر از قیاس باتیں ضرور ہوں گی۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ تو جو شخص عقل کے بدون محک و اتوا نہ نہیں چاہتا وہ کیوں کسی دین و مذہب کا معتقد ہونے لگا۔ ہر ایک چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ یہ زمانہ افراد عقل کا ہو تو کل مذاہب شکی ہو رہے ہیں۔ ازاں جملہ اسلام بھی تعلیم تو ناحق بخون رہی ہو میں کہتا ہوں اسلام شکی ہو رہا ہے تقاضے وقت اور انگریزی مغلداری سے۔ یہ کسی کہنے اور نا احسان مند آدمی کا کام ہے کہ برٹش گورنمنٹ پر مذہبی پارشیپیٹٹی یا مذہبی انٹر فیرس کا الزام لے لیکن نیوٹرلٹی ہی سے کوئی مذہب شکی ہونے لگے تو یہ مذہب کا تصور ہی نہ برٹش گورنمنٹ کا۔ مثلاً گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ اپنی تمام رعایا کو کسی قوم کسی مذہب کے ہوں صداقت کے ایک درجے میں سمجھے۔ اور ان ہی اصول پر تمام معاملات تصفیہ پارہے ہیں۔ لیکن فرض کر دو ایک مذہب ایسا ہے جو دوسرے مذہب والوں کی صرف اُن کے مذہبی معتقدات کی وجہ سے عموماً جھوٹا سمجھتا ہے تو ایسا مذہب گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی سے کیوں کر رکھیں اُٹل ہو سکتا ہے۔ یا مثلاً گورنمنٹ اور اُس کی اکثر رعایا مسلمان نہیں ہے وہ بے محابا سودیتی اور دیتی اور دلتی ہے۔ سرکاری محاصل میں آبکھدی اور بہت سی دوسری رقیں شامل ہیں جو اذروئے خیر ع اسلام ناجائز ہیں۔ سرکار رحم اور قطعید کی جگہ جو ملنے کرتی اور ان کی جانے رقبوں سے ملازم خواہ پاتے ہیں یک مسلم

۱۷ دیکھو ۱۸۵۷ء میں ۱۲۷۷ء داری ۱۲۷۷ء مداخلت ۱۲۷۷ء نافرت داری ۱۲۷۷ء متفق ساز کار ۱۲۔

۱۷ سنگسار کرنا ۱۲۷۷ء ہاتھ کاٹنا ۱۲۔

لو کہ یہ پیشہ لوگوں کی آمدنی خرماء جائز یا ناجائز جیسی ہر خود نوکری پیشہ اس کا فیصلہ کریں۔ میں تو مدت ہوئی فوسو چو ہے پورے کو کے نوکری سے تائب ہو گیا ہوں۔ رہی تجارت تو کل اقسام تجارت میں صرف وہ تجارت قابل قدر ہے جو یورپ کے ساتھ ہوا اور گوئیم اور بوسے اور پنجابی یعنی تمام ہندوستان کے تمام مسلمان سوداگر ایک زبان ہو کر انکار کریں تو بھی نہ ماننا۔ یورپ کی تجارت سودے پاک ع

ایں خیال ست و محال ست و جنوں

زمینداروں اور کاشتکاروں کی حالت پر نظر کرو تو قمرین اضطراب فی عصبہ کے مصداق ہیں کیوں ہیں۔ یہ محل اس بحث کا نہیں۔ مگر معلوم ہو کہ میں اور ان کو مردار بھی حلال ہے۔ اب ان کے سوا اے معاش کا کوئی اور ذریعہ تم میں سے کوئی بتائے جو شائے حرمت سے بری ہو پس مسلمانوں کا حال کیا ہے۔ حرام و حلال کا فرقہ نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے۔ ہائے ہائے کیا حدیث یاد آئی ہے۔ یہ اُم الخمار شراب اسلام میں ایک دم سے حرام نہیں ہوئی۔ مگر اس کی مذمت کی آیتیں نازل ہوئی رہتی تھیں صحابہ رضی عنہم جو لوگ محدث تھے تازگئے کہ انجام کیا ہو ناہو چنانچہ عمرؓ بار بار کہتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيِّنَاتًا شَافِيَةً۔ لیکن جن کے ذہن اتنے رساتھے اس نئے کو نہ سمجھے اور کیوں کر سمجھے۔ خدا فرماتا تھا یَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ عَلٰى فِتْنَةٍ عَظِيْمَةٍ۔ خدا کا مطلب یہ تھا کہ پہلے شراب اور جوئے سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو لے تو حکم حرمت نازل کر دوں تاکہ لوگ بطور خاطر تعمیل کریں۔ چنانچہ آخر کار نص میرج نازل ہوئی یَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ عَلٰى فِتْنَةٍ عَظِيْمَةٍ۔

۱۲۵۱ھ تو جو بھوک سے بے قرار ہو اور گناہ کی طرف اُس کے دل کا میلان نہ ہو تو اللہ صاف کرے والا ہر بان پر ۱۲۵۱ھ اور خدا شراب کے ہائے میں ہم کو کوئی صاف حکم ۱۲۵۱ھ گندی باتوں کی ۱۲۵۱ھ وگ تم سے شراب دھوئے کے ہائے میں سوال کرتے ہیں تو تم نے جواب دو کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں اور فائدے سے ان کا گناہ بہت بڑھ کر ہو ۱۲۵۱ھ شراب کو فہم کر لیتا ۱۲۵۱ھ ایمان والو شراب اور جو اور پرستی کے تھان اور با سے خرس و اہیات ہیں کا شیطان شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے سے تم میں عداوت اور دشمنی ڈال دے اور تم کو باوجود خداوند تبارک و تعالیٰ کے بھی تمہارے گناہوں میں

اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْاَنصَابُ وَالْاِزْمَارُ حُسْبٌ مِّنْ عِلِّ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اِنَّمَا يَزِدُّ الشَّيْطَانَ اَنْ يُّوَفِّجَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَا فِي الْاَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَحَنِ الصَّلٰوةِ فَمَنْ اَنْذَرُكُمْ مُّنْهُنَّ هَلْ اَنْذَرُكُمْ مُّنْهُنَّ سُنْ كَرَسِبُ بِكَارِ اُنْهُنَّ اِنَّمَا يَنْهٰنَا عَنْ اَمْرِ اِيْكَمَ وَتَحٰثُّ اِيْكَمَ اَنْ تَكُوْنُوْا سَوْرَسَ شَهْرٍ شَهْرٍ قَبِيْةً قَبِيْةً كَالْوَكَاوِسِ هَلْ اَنْذَرُكُمْ مُّنْهُنَّ كِيْ اَوْرُپِيْ كُنْجِيْ ہر اور بجائے اِنْتہین کے جواب دیا جاتا ہر سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (ہم نے سنا کر ہم ملتے ہیں) خیر نص حرمت غرض کہ بہترین نے گولیں اڑھا دیں مکے توڑ ڈالے۔ مشکوں کے دھانے کھول دیے اور بعض کو لالچ آیا کہ شراب جیسی قیمتی چیز مفت کیوں ضائع ہو۔ سرکہ بنانا چاہا۔ اُن حضرت تک خیر بھیجی۔ سُنْ کہ بہت ناخوش ہوئے اور غمی کے ساتھ حکم دیا کہ جس کے پاس شراب ہو تلف کر دے جو تم کرنا چاہتے ہو ایسی ہی حرکت یہود بے بسود نے بھی کی تھی حَزْمَتْ عَلَیْہُمْ الشُّحُوْمُ فَاجْعَلُوْہَا قُرْہَا وَاَسْکَبُوْہَا اِنَّمَا۔ لیکن ہم مسلمانوں کا حال کیا ہو۔ کتاب اللہ کو بالائے طاق رکھ دو یا ہو اور کاش بالائے طاق رکھتے۔ نہیں۔ بَیِّنٌ ذُوْکَ اَدْرَاۃٍ ظُوْمٍ اَھْمٌ ہم اپنے اعمال کو قرآن سے ملا کر دیکھیں اور دیکھیں بھی تو انصاف کے ساتھ تو پائیں گے کہ ہم میں نہ وہ اگلے مسلمانوں کی سی ہم دردی ہر اور نہ وہ اسلامی اخوت دھائی چارہ ہی نہ وہ اسلامی غیرت ہو نہ وہ اسلامی خود داری ہو نہ وہ دل ہیں نہ وہ دلوں کی نیکی ہو نہ وہ دماغ ہیں نہ وہ خیالات ہیں نہ دل اموال کا کیا ذکر ہو وہ لوگ خدا کی راہ میں بدل نفوس بھی دریغ نہیں کرتے تھے وہاں جان بازیاں تھیں یہاں نرمی بازی اور بازی بھی نہیں بازیچہ اور بازیچہ بھی بازیچہ اطفال۔ ایک حدیث ایسی ہو کہ آن حضرت نے فرمایا جو تم بچلی امتوں کی تمام ادائیں پوری کر کے رہو گے شیخِ اشدِ شہر و خود اعدا و ذلیل بچلی امتوں سے مراد ہیں یہی یہود و نصاریٰ۔ سو یہو کا حال تو ناگفتہ بہ ہو۔ الفاظ و عبارت کی تو میں کہتا نہیں انھوں نے عملاً و کلاماً کو منسوخ کر دیا تھا جو تحریف کا بدتر سے بدتر پیرا ہے۔ یہی ہے نصاریٰ ان کے

لے ہم باز لے جاری تو یہو ۱۲۰۰ھ میں جو یوں حکم کی گئیں تو ان کو کھلاک بچا اور چرچہ جلانے ۱۳۰۰ھ میں پشت ڈال دیا ۱۳۔

۱۳۰۰ھ بالشت بالشت پھر اور پھر ہاتھ ہاتھ پھر ۱۳۔

یہاں بھی کتاب میں کچھ ہے اور کرتے کچھ ہیں یہود و نصاریٰ کا وہی شیوہ مسلمانوں نے اختیار کیا ہے اور زمانہ اس حدیث کی پیشین گوئی کی تصدیق کر رہا ہے۔ یوں احکام شریع کی بجا آوری میں کوتاہی کس سے نہیں ہوتی قطعاً

بندہ ہمال بہ کثر تفسیر خویش	عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزا و آخر خداوندیش	کس نتواند کہ مجب آورد

غایز قصا ہوتی رہتی ہیں۔ مجھ جیسے کم ہتے بندہ شکم روزوں سے جان چڑاتے ہیں۔ اس خیال سے کہ تمام عمر میں ایک حج فرض ہے۔ جاڑوں میں حج ہونے لگے فرطینہ کی طرف سے اطمینان ہو تب دیکھا جائے گا۔ ابھی مرے قہوڑے ہی جاتے ہیں۔ غالب ہے کہ دنیا ہی سے ہجرت کریں تو کہیں حج تو ہوتا ہوا اتنا معلوم ہوتا نہیں۔ اور اشرعی میں سب سے زیادہ بنو نضیر زکوٰۃ۔ سوال تو مسلمان بہت ہی کم صاحب ہیں جو یہ معلوم کر زکوٰۃ نہیں دیتے اَلَا مَا شَاءَ اللہ۔ اور دیتے بھی ہیں تو پوری نہیں اور زکوٰۃ کے طور پر نہیں۔ پس کیا فرق کیا جاسکتا ہے ہم مسلمانوں میں اور یہود و نصاریٰ میں۔ انھوں نے کتاب اللہ کو صرف تلاوت کے لئے رکھا تھا نہ عمل کے لئے ہم بھی قرآن کی تلاوت کرتے ہیں عمل دل خیر صلح۔ قرآن میں ایک آیت ہے اَلَمْ يَنْزِلْ عَلَيْكَ الْكِتَابُ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاكِبُونَ اَلَمْ يَكُنْ اُولَٰئِكَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الْوَحْيُ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاكِبُونَ اور اس آیت کے متعلق ایک اثر بھی ہے صحابی صاحب اثر کہتے ہیں کہ ابھی ہم کو مسلمان ہوئے پورے چار برس بھی نہیں ہوئے تھے کہ خدا کے نزدیک ہم قابلِ ملامت ٹھہرے جب صحابہ کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو وائے ہم جو دھوئیں مدی کے مسلمانوں پر غنچہ اَحَقُّ بِالْمَلَامَةِ وَ اَوْلٰی بِهَا وَ اَخْرٰی بھا اگرچہ مسلمان کیا دنیا اور کیا دین دونوں کے اعتبار سے تنزل کے افضل السالفین درجے میں پہنچ گئے ہیں۔ مگر ان تنزل تناقل افسوس نہیں جتنا ان کا تنزل سے

لہ کیا مسلمانوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں لگا کر خدا ان سے احکام کے لئے جان پہنچا رہے ہیں ان کے دل غافل ہیں اور ان لوگوں میں سے جن کو پہلے دی گئی کتابا مدد اٹھاٹھے اور ان کے دل سخت ہو گئے ان میں اکثر نامرغوب ہیں۔ انہیں ملامت

بے خبر ہونا۔ ان کو تنزل کا شعور ہو تو شعور کے ساتھ مذہب بھی ضرور ہوا ورنہ ہو تو لامر مچکنے کی نہیں تو سنبھلنے کی تدبیر کریں پر کیسے لگتے ہیں قوم اور قوم کی وسعت پر نظر کر سکتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں جو قوم کی تباہی دیکھ کر متاؤدی ہوں۔ پھر کہتے ہیں جو متاؤدی ہوں اور کچھ کرنا چاہیں۔ اگرچہ ان سوالات کا جواب ہوتے ہوئے آخر کار صفر ہو گا یا صفر سے تجاوز ہو کوئی مقدار منفی لیکن طیب اگر چہ بھی کیا کرے گا جب بیمار اپنے میں بیمار ہی نہ سمجھتا اور اٹھا علاج سے گریز رکھتا ہو۔ جہاں کچھ نہ ہوا دہونے کی توقع بھی نہ ہو وہاں کچھ ہو رہا ہو پس غنیمت ہو لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جو لوگ مسلمانوں کے رفیع ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور بعض اُن میں سے ہیں بھی اُس چیز سے جس کی رفیع کی سخت ضرورت ہو اور اُس کے رفیع مہم مسلمانوں کی تمام تر سبب و فلاح موقوف و منحصر ہو اس کی طرف کسی قدر بے توجہی کی جاتی ہو یا جتنا اہتمام اُس کے بارے میں ہونا چاہیے نہیں ہوتا۔ وہ کیا چیز ہو۔

مسلمانوں کے مذہبی خیالات۔ وہ خیالات ہماری اسی دلی میں پیدا ہوتے اور اسی دلی میں نشو و نما پاتے اور اسی دلی میں زور پڑتے اور ان کی درستی بھی ہوگی تو اسی دلی میں لگی اور اسی دلی سے ہوگی شہادت کی تو کس نہیں کہ یہ تفرقہ خاندان نبوت کے ساتھ پیدا ہوا۔ لیکن وہابی بدعتی مقلد غیر مقلد ذوالین و غیرہ وغیرہ کہاں سے نکلے۔ اسی دلی سے۔ اور کوئی نہ جانتا ہو کہ ابھی یہاں سے کیسے کیسے اختلافات پیدا ہوں گے اور مسلمانوں میں کیسے کیسے فتنے برپا کریں گے۔ سید احمد خاں اور اُن کے اعوان و انصار بخوبی سمجھے رہیں کہ جب تک دلی کی اصلاح نہ ہوگی نہ ان کا علی گڑھ کالج کچھ کر سکے گا نہ کانفرنس نہ انسٹیٹیوٹ نہ لکچر تفسیر نہ از مکمل نہ اخبار نہ رسالے جس طرح تھراٹر سے سردی گرمی کا اندازہ کیا جاتا ہے جس طرح نئی تیار کٹ سے امن کا جس طرح نبض سے مرض کا جس طرح میڈیٹر و لاجیکل اینڈرویشن سے برسات کا میں دلی کے مسلمانوں سے عام مسلمانوں کی حالت کا اندازہ کرتا رہتا ہوں۔ سید احمد خاں نے تعلیم سے اپنا نمونہ دکھانے سے باہر جو کچھ کیا ہو اُس کو یہی بہتر سمجھتے ہیں۔ دلی کا اپنے سید احمد خاں کے وطن کا احوال یہ ہو کہ ابھی دو یا تین مہینے گاندھ کو رہیں گے کے یوسپل ہال میں اسی کانفرنس کا تہیہ جلسہ ہو رہا تھا

۱۔ یہ فیضانِ صلیب کے در طرح پڑھنے کی طرف اشارہ ہو ۲۔ یہ تقدی کا مہماؤ ۳۔ یہ ستمنا سے جو ٹوٹے ہیں اُن کا

اور باہر یا ہر مولویوں نے ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ اور مَن کَثْرَ سَوَادِ قَوْمٍ مَحْمُودِہٖ مَن کی منادی ہو رہی تھی۔ کافر نس تو تھی مَن کی کہنوں کی طرح ایک دن دھون دھن دن اپنا مکمل کر کے نصرت ہو گا اور پھر جو اس کی روئی دھنکی جائے گی دیکھئے کہاں کہاں پہل اڑ کر جائیں۔ اے جناب مَن دُحْبَا تَوَدُّ دُحْبَاہِ مَغْرُورَہٗ ہوجیے گا اگر آپ کو کچھ کرنا ہو اور بے شک کرنا ہو تو دلی میں کافر نس کی ایک پرنسٹ بریج مستقل شاخ قائم کیجئے کہ وہ ہر روز نہیں تو ہر ہفتے اور ہر ہفتے نہیں تو ہر مہینے اور ہر مہینے نہیں تو ہر تیسرے مہینے بس اس سے زیادہ نہیں اجلاس کیا کرے تب کچھ اثر ہو تو ہو وہ بھی شاید اور کس مدتوں میں جا کر اس بریج کا صرف یہ کام ہو کہ مسلمانوں کے مذہبی خیالات کی اصلاح کرے تو صلاح کس قسم کی۔ سب سے پہلے مسلمانوں کو مذہبی مارلشنگ سکھائے مارلشنگ اسلام کی اجد جو اسی سے اسلام شروع ہوا جب مارلشنگ حد سے گزر گیا مجبوری اپنے تحفظ کے لیے لوگوں سے لڑنا پڑا۔ رفتہ رفتہ مارلشنگ میں کمی آتی گئی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں وہ سبق ایسا سمجھ لاکہ اب ہر چیز یاد دلایا جاتا ہو نہیں آتا یہ کیا دوسروں کے ساتھ مارلشنگ سے پیش آئیں گے۔ جب کہ آپس ہی میں سازگاری اور صلح کاری قائم نہیں رکھ سکتے اور اس کے بدوٹ ان کو فلاح ہوئی ہو اور نہ ہوگی۔ مذہبی خیالات کے متعلق دوسری بات جس کی میں صلح دیتا ہوں یہ ہے۔ کہ دائرہ مذہب اب بھی بہت وسیع ہو گیا ہو اور یو مافو ماو وسیع ہوتا چلا جاتا ہو اگر اس کو سیکڑ نہ کو تویر اتنا تو کر دو کہ یہ زیادہ پھیلنے نہ پائے۔ دائرہ مذہب کے ٹکڑے اور پھیلنے سے میری مراد یہ ہو کہ مسلمان ہر ایک بات کو مذہب میں نہ لے گھسیں اور حتی الامکان آزادی راے کو قائم رکھیں۔ آزادی راے کے قائم رکھنے کو نہ میں اپنی طرف سے کہتا ہوں بلکہ خدا جس نے دین اسلام کو پسند کیا اور فرمایا تَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اور اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْنُوْنَ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ اُسی کی مرضی ہو کہ ہم آزادی راے کو خالص نہ ہونے دیں فَاِیْہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْاَنْثَاءُ فَاِنْ عَنِ اَشْیَاۡءٍ اِنْ شِئْتُمْ لَکُمُ

۱۱۔ جو اپنی شرکت سے کسی قوم کے گروہ کو زیادہ کرے تو وہ اُن ہی میں گنا جائے گا ۱۲۔ یہ طوطی بہت زیادہ ہو ۱۳۔ برداشت ۱۴۔ درگزر ۱۵۔ ہم تمھارے دین اسلام سے رضا مند ہیں ۱۶۔ اللہ نے تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کیا ۱۷۔ تو تم اسلام ہی کے دین میں رہنا ۱۸۔ یہ ایمان و اہمیت باتیں نہیں پوچھا کرتے اگر تم کو منادی چاہیں تو یہی ہیں ۱۹۔ جو جب قرآن نازل ہوتا ہے پوچھو کہ تو بتایا بھی جائے گا اللہ تمھاری یہ خطا مسلمان کی اولاد بھانٹنے والا رہا ہو ۲۰۔ تم سے پہلے بھی لوگوں کی باتیں نہیں سمجھ کرے تو غلطی ہے

كُتِبَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ قَدْ
 سَأَلْنَا قَوْمَ مِثْلِكُمْ أَفَتُفَعَّلُونَ بِنَا إِنْ كَانُوا صَاحِبِينَ بِأَرْزَاقِهِمْ أَفَتُفَعَّلُونَ بِنَا إِنْ كَانُوا صَاحِبِينَ بِأَرْزَاقِهِمْ
 وہ قصہ جو سورہ بقرہ میں ہے کہ خدا نے ذبح بقرہ کا حکم دیا میں اُس وقت ہوتا تو صلاح دیتا مگر موسیٰ کی
 نہ مسمیٰ جو اُن کو لاشی کے زور سے سنا تے تھے تو میری کیا سنتے بہر کیف میں تو صلاح دیتا کہ ہندوؤں
 کو تو غرہ ہو چکے سے کالی گوری موٹی دہلی بھیا بڑھی سستی منگی جیسی ملے ایک گائے کیس سے پلو کر
 حلال کر دو۔ وہ لگے موسیٰ سے تجیس کرنے اُدْعُ لَنَا ذَبَابٌ مُسِيْتٌ لَنَا مَا حَىٰ اُدْعُ لَنَا ذَبَابٌ مُسِيْتٌ
 لَنَا مَا لَوْ تَخَافُ جَوْنَ جُنِّ جَهَنَّمَ لَئِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ دَلِيلٌ فَتَنَادَّ بَنَاتُكَ لَنَادَّ بَنَاتُكَ لَنَادَّ بَنَاتُكَ
 بڑی ہی مشکلوں سے تَنَادَّ بَنَاتُكَ لَنَادَّ بَنَاتُكَ لَنَادَّ بَنَاتُكَ لَنَادَّ بَنَاتُكَ لَنَادَّ بَنَاتُكَ
 رہیں نزل کی وجہ سے داخل مذہب ہو گئی ہیں۔ اور اگر میری رائے غلطی پر ہو تو خدا معاف کرے
 اور مجھ کو سیدھا راستہ دکھائے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ غلو ابتداء کے اسلام میں بہت ہوا کیوں کہ اُن لوگوں کے
 مذہبی ولولے اور جوش و خروش بہت بڑھے ہوئے تھے۔ ان کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی
 محبت اور عقیدت تھی کہ اُن کے تمام افعال اور اقوال اور حرکات اور سکناات اور شست و بکشت
 اور عادات اور اطوار اور اوضاع سب کو دین ہی سمجھتے اور دین ہی سمجھ کر ان کی تعمیل اور تقلید اور
 پیروی اور نقل کرتے تھے۔ اور اگر صحابہ کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی محبت اور عقیدت نہ ہوتی
 تو کیوں کر ممکن تھا کہ اس قدر جلد و سخت اسلام لو بھی جاتا جڑ بھی پکڑ لیتا اور پھل بھی لے آتا جیسی
 اسلامی سلطنت بھی قائم ہو جاتی اور سلطنت بھی قائم ہو جاتی تو ایسی زبردست کہ اس نے تمام ربیع
 مسکوں کو اپنی ٹھی میں لیا اَلْاَرْضُ خُصَّ بِجَمِيعَا قَبَضَتُهُ میں اس عمل پر چند مثالیں بیان کروں گا۔
 جن سے متعین صحابہ کی محبت اور عقیدت کا کچھ اندازہ کر سکیں۔ قریش کو پیغمبر صاحب کے ساتھ شریعہ
 ہی سے جانی دشمنی تھی اور انھوں نے پیغمبر صاحب کے ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں کی۔ خوب یاد نہیں

۱۱ھ ہمدی طرف سے خدا سے پوچھ کر وہ بتائے گئے کہ ۱۲ھ ہمدی طرف سے خدا سے پوچھ کر وہ بتائے
 گئے کہ کسی رنگ کی ہوا ۱۲ھ گائے حلال تو کی گلوں سے توقع تھی ۱۳ھ جو شش مذہبی ۱۲۔

کہ صلح حدیبیہ کا مذکور ہوا یا فتح مکہ کا۔ اور جو بات میں بیان کرنے والا ہوں وہ اہل بیت کا مقولہ ہے یا کسی اور شخص کا جو قریش کی طرف سے اطمینان بن کر آیا تھا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ یہ واقعہ تاریخ کی کڑی بات ہے اپنے اعوان و انصار سمیت لڑنے کے لیے ہمارے تھے یہ شخص قریش کی طرف سے لشکر اسلام میں آیا اور اس نے واپس جا کر قریش کو کھجایا کہ تم کو کس سے لڑنے کا ارادہ کر رہے ہو۔ میں فارس اور روم دونوں سلطنتوں کے حال سے واقف ہوں۔ محمد صلعم کے ساتھیوں کی سی جاں نثاری میں نے کسی بادشاہ کی فوج میں نہیں دیکھی۔ جہاں محمد صلعم کا پسینہ گرے ان میں کا ایک ایک متغصن اپنا خون گمانے کو فوج عظیم سمجھتا ہے۔ صحابہ کی عقیدت کی یہ کیفیت تھی کہ پیغمبر صاحب صلعم کے منہ سے پانی کی آب حیات سے قطرات عرق کی جواہرات سے زیادہ قدر کرتے تھے۔ خونِ حیات۔ تراشِ ناخن۔ بال۔ کپڑے۔ یعنی ہر چیز جس کو پیغمبر صاحب کے ساتھ کسی طرح کی نسبت یا ذاتی ملاہست تھی اُن کو جان سے بڑھ کر عزیز بھی مانی گئی کی اس درجے کی ارادت دیکھ کر پیغمبر صاحب کو ہمیشہ خوف رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ میری تعظیم میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنے لگیں۔ اور اسی خیال سے کئی مواقع آپ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھنا میرے مرے پیچھے کہیں میری قبر کو نہ پوجنے لگنا۔

غرض جس نے پیغمبر صاحب کی الائن پڑھی ہو وہ ضرور میری اس رس سے اتفاق کرے گا کہ صحابہ کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی محبت اور عقیدت تھی کہ ان کے تمام افعال اور اقوال اور حرکات و سکنات اور نشست و برخاست اور عادات اور اطوار اور اوضاع سب کو دین ہی سمجھتے اور دین ہی سمجھ کر ان کی تعمیل اور تقلید اور پیروی اور نقل کرتے تھے۔ لیکن اگر پیغمبر صاحب کے تمام افعال و اقوال اور حرکات و سکنات اور نشست و برخاست اور عادات اور اوضاع اور اطوار دین ہوں تو لازم آئے بشریت سے پیغمبر صاحب کی تجریدِ محال کہ آپ پکارے فرماتے تھے اور چوں کہ خدا کلمہ اتنا تھا دوسری بات فرمائیں کہ تھے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلٰىَّ فَاَوْسِرْ اَنْ يَّجِئَ کُلُوْا تَاغُوْثَ دُوسری بات فرمائیں کہ تھے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلٰىَّ فَاَوْسِرْ اَنْ يَّجِئَ کُلُوْا تَاغُوْثَ اور حدیث میں ہے اِنَّ اُمَّهَ اللّٰهِ وَفَاتٍ لَا یَسْبِغُ فِیْہِ مَلَأٌ مَّعْرُوْبٌ وَلَا نَجَسٌ اَوْ اسی حدیث کے لئے جہاں علی حدیث ۱۲ لے تم ان سے کہو کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر دھڑی اتنی ہو۔ ۱۱۔

مضمون کو سعدی نے اقتباس کیا ہے اور کہتے ہیں۔ گاتے بحضہ وزینب پرداختے و
مقرب در نساختے پیہی سعدی حضرت یعقوب کے بارے میں کہتے ہیں قطعہ

سیکے پسید زان گم کردہ فرزند	کہ ای روشن گہر پیر خردمند
زمهرش لیس پیرا ہن شنیدی	چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال برق جہان ست	دے پیدا و دیگر دم نہان ست
گئے بطاہر اعلیٰ شمیم	گئے بر پشت پائے خود نہ بنیم

غرض حقیقت نبوت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر پر ہی بَيْنَ الْبَشَرِ وَتَوَلَّكَ
وہ بشری حیثیت سے کرے یا جو بات وہ بشری حیثیت سے کہے وہ خلاف دین
کی۔ مگر جو دین بھی نہیں مثلاً یہ کہ جب حضرت ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے دیکھا کہ
کے زرو مادہ و نعمتوں کا گھاٹا ملتا ہے۔ آپ نے بقاضاے بشریت خیال کیا کہ یہ لوگ
بت پرستی اور بے دینی کی وجہ سے مبتلا ہے اوہام تو ہیں یہی کہیں نعمتوں میں زرو مادہ کی تفرق
کا ملانا اسی قبیل سے نہ ہو آپ نے گھاٹا ملانے کی ممانعت کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ درخت
لوگوں نے عرض حال کیا تو آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اَعْلَمُ بِاَمْرِ دُنْيَا كَلِّمْ اَسْ مِنْ مَعْلُو
ملا نا دنیاوی بات تھی اور اس کے بارے میں آپ کا ارشاد واجب التعمیل نہ تھا۔
صاحب کی کچھ بھی کسر شان نہیں۔ وہ لوگوں کو خدا سے واحد کا گرویدہ کرنے آئے۔
اسی طرح آپ کو شعر کہنا کیسا سوزوں طور پر پڑھنا بھی نہیں آتا تھا۔ لہذا اس سے نبوت
دہن آگیا۔ حاشا۔ یا مثلاً یہ کہ پیغمبر صاحب کو علم غیب نہ تھا لہذا اَقُولُ لَكُمْ لَعْنَةُ عَدُوِّ حَزْ
اَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا اَقُولُ لَكُمْ لَعْنَةُ اَنْفِ مَلَكٍ اَوْ اَسْ زَمَانِے کے مشائخ میں کوئی جواب
کے روبرو اپنی بے اختیاری اور درماندی کا اس طرح پر صاف صاف اقرار کرے
لہذا دینی کا نہیں جو کہ ہر جہت سے ہر جہت سے ۱۲۷۷ء علم فطرت ۱۲۷۷ء میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس
اور نہ میں نیب جانتا ہوں اور نہ میں کہتا ہوں کہ قریشہ ہوں ۱۲۷۷ء۔

نہ بھی کریں گے تو بخوبیوں اور رسالوں کی سی مشتبہ بات کہیں گے تاکہ حاجت مند بہتے سے نہ اٹھنے پائے
 پیغمبر صاحب کی صداقت کی یہی تو بڑی دلیل ہو کہ انھوں نے فوق البشریت کسی بات کا دعویٰ ہی
 نہیں کیا۔ اس کی تصدیق میں ایک بڑی عمدہ آیت پڑھتا ہوں ﴿وَكَأَلْوَالٍ تُؤْمِنُ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا
 مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوءًا أَوْ نَكُوءًا أَوْ جَنَّةً مِّنْ تَحْتِ لَوْ عَنَيْتَ فَتَفْجُرَ الْأَرْضَ لَنُفِثَ لَهَا فَتُفْجِرَ أَوْ تَسْقِطَ
 السَّمَاءُ كَمَا كُذِّبَتْ عَلَيْنَا مَلَكُوفًا﴾ ﴿أَوْ تَأْتِي بَالِهَةٍ وَالْمَلَأَ وَكَذَلِكَ قِيلَ أَوْ يَكُونُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ دُخْرٍ
 أَوْ تَوَفِّي فِي السَّمَاءِ وَلَوْ نَحْنُ مِنْ لَّدُنْكَ حَتَّىٰ تَنْزِلَ عَلَيْنَا لَنَأَنَّ بَالِهَةً مَّا كُنَّا بِكَ بِرَءٍ
 كَيْسَ هِيَ تَحْمِلُ مِنْ حَزَنٍ أَوْ أَمِّيْ هُوَ كَمَا أَتَىٰ سَبَّحَ اسْمُكَ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ
 كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلُكَ﴾ تو مطلب یہ ہو کہ جس طرح لوازم بشریت موجب مقصود پیغمبر نہیں ہیں اسی
 طرح جزو بشریت بھی نہیں ہیں۔ ہر مؤمن کے لوگ آئے اور جناب رسالت تاب سے درخواست کی کہ اصحاب
 میں سے کچھ لوگ ہمارے ساتھ کر دیجئے کہ ہماری قوم کو چل کر احکام دین سکھائیں۔ آپ نے ان کے کہنے
 کو باور کر لیا۔ ان نابکاروں نے صحابیوں کو راہ میں مار ڈالا۔ کوئی مسلمان کہہ سکتا ہو کہ پیغمبر صاحب
 بحیثیت پیغمبری دھوکے میں آگئے۔ یا مثلاً چند دیہاتیوں نے مدینے میں آکر نظر کیا کہ ہم مسلمان ہیں
 آپ وہاں سے مدینے آئے ان سے کی ناسازگاری۔ آپ نے حکم دیا کہ تم فلاں جگہ ٹھہرو اور صدقے کی
 اونٹنیاں دودھ پینے کو عنایت فرمائیں۔ وہ اونٹنیاں لے چلتے ہوئے اس طرح کی میں سینکڑوں نہیں
 ہزاروں مثالیں پیش کر سکتا ہوں جن سے ثابت ہوتا ہو کہ بہت سی باتیں ہیں نری دنیاوی اور وہ
 شروع سے داخل دین بھی گئی ہیں۔ اور یہی وجہ ہوئی کتب احادیث میں ان کے کچھ جانے کی مثال
 کے لئے طبیب نبوی کو کورہ بے شک ایسا ہوا ہو کہ بعض اوقات پیغمبر صاحب نے کسی مرض کے لئے
 ملے اور کہتے ہیں ہم تم پر گزرا ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ تم ہمیں سے ایک خبر جاری کر دیا کہ محمدوں اور انھوں کا باغ ہو
 اور تم اس میں نہیں بہا دیا جیسا کہ کہتے تھے ہم پر آسمان کے ٹوٹے برس یا چارے موائجے میں خدا اور ملائکہ کو لا حاضر
 کر دیا تھا۔ یہاں سونے چاندی کا محل ہوا تھا آسمان بچھڑا ہوا تھا ہم تمہارے منتر کہنے والے نہیں مگر یہ کہ تم کتاب
 آتم سے ہم اس کو آپ پڑھیں ۱۱ تمہارا رب دو جہان ابد کیا میں آدمی اور خدا کا رسول بہنے کے علاوہ کچھ تو دیگر ہوں ۱۲

لوئی دوا یا تدبیر بتا دینی۔ میں اس کو ایک دنیاوی بات کہتا ہوں اور میں کیا کہتا ہوں پوچھو حکیم
 عبد المجید خاں صاحب کہ یہ قانون شیخ پر ملاحظہ کیے ہیں یا طب نبوی پر تو کیوں طب نبوی دنیاوی بات ہوا بلکہ
 مل کر نا غیر ضروری اور دوسری باتیں اس سے کہیں اہم و اہم و دنیاوی نہ ہوں۔ اگر صرف کتب
 حدیث میں ہونا دینی ہونے کی شناخت ہو تو طب نبوی اور دوسری بہت سی باتیں یکساں ہیں اسی طرح
 شکاریہ وغیرہ پر جو کہ سر کے سارے بال رکھنے سنت ہیں۔ بے شک معلوم ہو کہ پیغمبر صاحب کے سارے
 سر پر بال تھے مگر اس کو نبوی سنت کہنا تو ٹھیک ہو مگر دینی سنت کہنے سے لازم آجائے گا اس کا
 تباہ۔ اور پھر ایک بال ہوں تو مضائقہ نہیں۔ اس طرح کی سینکڑوں باتیں نکلیں گی جتنی باتیں دینی
 نبوہ جتنی قیود دینی سختی۔ جتنی سختی و تناسخ۔ اگرچہ شروع شروع کے مسلمان عموماً ہر چھوٹی سے چھوٹی بات
 میں پیغمبر صاحب کی پیروی اور نقل کرنی چاہتے تھے اور میں اُن کے اس خیال کو ایک طور پر بڑی
 عزت اور اتھمان کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ پھر بھی اس بارے میں اُن کے مداح کو متفاوت پاتا ہوں
 میں اکثر تعجب کیا کرتا ہوں حضرت عمرؓ اور اُن کے بیٹے عبداللہؓ پر۔ باپ کی وہ شدت کہ درخت حیت
 رضوان کو جس کا ذکر قرآن میں ہے لَقَدْ سَخَّى اللّٰهُ عَنْ الْمُؤْمِنِينَ اِذْ يَبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
 اکھڑا پھینکا۔ بیٹے کی یہ احتیاط کہ پیغمبر صاحب کی کوئی ادارہ نہ جائے۔ میں جانتا ہوں اگر اس کا پتہ مل سکتا
 کہ پیغمبر صاحب ایک سکندریں کتنے سانس لیتے تھے یا کئی بار آنکھ بھپکاتے تھے تو ابن عمرؓ اس کو بھی
 دین سمجھ کر کرتے اور الترام کے ساتھ کرتے۔ وہ ایسی ذری ذری سی باتوں کا خیال رکھتے تھے کہ اگر
 اُس راہ سے سفر کرنے کا اتفاق ہو اجدھر سے پیغمبر صاحب کا گور ہو اتھا تو ابد اگر وہیں اُترتے جہان
 پیغمبر صاحب اُترے۔ وہیں سوتے جہاں حضرت سوئے۔ اور اُسی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے جس جگہ حضورؐ
 نے نماز پڑھی مثلاً راستے کے واسطے ہاتھ ٹیلے کے پاس نشیب میں ابن عمرؓ کے معاصرین کی ان باتوں
 کو جس نظر سے دیکھتے تھے وہ ایک اس مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ تعصیب یعنی مقام مصعب میں ٹھہرنے
 کو ابن عمرؓ نہ پیغمبرؐ سمجھتے تھے اس واسطے کہ واقع میں پیغمبر صاحب بکے سے لوٹتے وقت وہاں ٹھہرے
 ۱۵۰ مسلمانوں سے خوش ہو گیا جب وہ ایک درخت کے نیچے تھا اسے ہاتھ پر بیت کر رہے تھے ۱۷۔

تھے لیکن ابن عباس کہتے ہیں لَیْسَ التَّحْصِیْبُ بِشَیْءٍ اِنَّمَا هُوَ مَزَلٌ نَزَلَ بِہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَاَمَّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کابھی یہی مقولہ ہے اِنَّمَا نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا کَانَ اَنْتُمْ تَحْمِلُوْہُ وَجْہِہٖ اِنْ بَابِ یُّوْنِیْنِ میں میرا تو کیا مٹو نہ ہو کہ ایک کا تھلید اور دوسرے کی تصویب کروں لیکن یوں جس کا بھی چاہے جتنا چاہے اپنے اوپر تشدد کرے۔ گفتگو اس میں ہو کہ وہ تشدد داخل دین بھی ہو یا نہیں۔ رہبانیت کیا چیز تھی وہ بھی ایک طرح کا تشدد تھا اِنْ تَدْعُوْہَا مَا کُنْتَ مَبْنٰہَا عَلَیْکُمْ اَلَا یَبْنٰہَا سِوَا نَا اللّٰہِ اَنْ حَضَرَ صلعم نے ایک بوہی عورت کو دیکھا سواری کو تل اور آپ پاپیادہ حج کے لیے گھسٹی ہوئی چلی جا رہی ہو۔ فرمایا نیک بخت کیوں لا حاصل رحمت اٹھاتی ہو۔ سواریوں نہیں ہولیتی۔ ایک اور صاحب تھے انھوں نے ناک چھدو اگر ایک ڈوری پر دی تھی اور جس طرح مداری ریکھ کوئے چلتا جو ان کو کوئی آدمی اس خاص ادا سے حج کرانے لیے جا رہا تھا پیغمبر صاحب نے دیکھ کر یہ سوانگ موقوف کر لیا خود پیغمبر صاحب کی صاحب دہی زینب نے مسند نبوی کی چھت میں ڈوری لٹکائی رات کو ذرا اٹھ کر تیں اور بال ڈوری سے بانسے نہیں کہ نہ تائے تو جھکے سے آنکھ کھل جائے۔ پیغمبر صاحب دیکھ کر ناخوش ہوئے اور ڈوری کھلوادی ایک صحابی کہتے کرتے تھے۔ شام کو تھکے ماندے گھر آتے سویرے سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ کر سو رہتے۔ معاذ ابن جبل تھے امام ایک دن خدا جانے ان کے بھی میں کیا آئی کہ نماز میں سورہ بقرہ شروع کر دی۔ کاشت کار، بیچارہ بہت سٹ پٹایا۔ اور سوائے اس کے اور کچھ نہ بن پڑا کہ نیت تو پڑا الگ نماز پڑھ کر گھر کا رستا لیا۔ اہل حضرت کو اس کی خبر گئی تو آپ پر بہت ناخوش ہوئے اور تین بار فرمایا اَفْتَانْ اَنْتُ یَا مَعَاذُ ایک شخص نے تلاوت قرآن کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا میں نے ایک۔ اُس نے عرض کیا میں زیادہ پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا دو۔ اُس نے عرض کیا میں زیادہ پڑھ سکتا ہوں فرمایا تین۔ اُس نے پھر عرض کیا میں زیادہ پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا بیسے میں ایک اس سے زیادہ نہیں۔ یہ رمضان کی تلاوت جو

۱۰۰ مصعب میں خمیر ناچکے چیز نہیں وہ ایک اتنے کی جگہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ۱۲۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصعب میں صرف اس عرض سے ٹھہرے کہ سے دروازہ ہونے کی وہاں سے آسانی تھی ۱۲۵ انھوں نے رہبانیت کو آپ کو یاد کیا ہم نے اُن پر غرض نہیں کی مگر انھوں نے اس کو یاد کیا اللہ کرنا خوش کن ہے کہ ۱۰۰ معاذ کیا تو کوئی مصعب میں ملتا ہے

حضرت عمرؓ کے وقت سے شروع ہوئی ہو صحابہؓ نے اس حضرت کی زندگی میں ہمیشہ ہی زور مارے
 اس حضرت صلعمؓ کو طرح ہی جیتے رہے صوم اللہ ہر کی مافت آپ صاحبوں نے سُنی ہی ہوگی۔ جسے تشدد
 کو بھی آپ نے صوم داؤد یعنی ایک دن بیچ کی شکل اجازت دی پھر صاحبؓ نے صحابہؓ میں مواخات
 کرادی تھی۔ ان میں سے ایک صحابی اپنے برادر خوندہ کے یہاں مہمان گئے صاحب خانہ کی بی بی کو کھانا
 کہ شوہر دروغوروں کی سی ان میں کوئی بات نہیں۔ پوچھا تو ان بی بی نے کہا تمہارے بھائی کو تو عبادت
 آئی سے فرصت نہیں۔ بناؤ سنگار کس کے لئے رات کو دونوں بھائی ایک مکان میں سوئے صاحب
 خانہ جب نماز کے لئے اُٹھے کہ قصد کرتے۔ مہمان کہتے ابھی نہیں۔ آخر جب تہجد کا وقت آیا۔ دونوں
 نے نماز پڑھی۔ اور مہمان نے صاحب خانہ سے کہا کہ تم پڑھنا ہے نفس کا حق پڑھنا ہی بی بی کا حق پڑھنا
 حق ہو۔ اور ایک خدا کا بھی حق ہو۔ تو ہر ایک حق دلو کو اس کا حق پھونچاؤ۔ اس حضرت نے سنا اور مہمان
 کی نصیحت فرمائی۔ اور خود اس حضرت کا تو حال یہ تھا کہ نماز پڑھا رہے ہیں پیچھے سے کسی عورت کے پیچھے
 کے رونے کی آواز آئی اور آپ نے جلدی جلدی نماز تمام کی۔ ان باتوں سے اور ایسی اور بہت سی
 باتوں سے ثابت ہو کہ دین میں تشدد کرنا شارع اسلام کو ناپسند تھا۔ مگر لوگوں نے جوش میں آکر
 از خود اپنے شوق سے کیا۔ انگوں کا کرنا پھیلوں کے لئے پسند ہوتا گیا۔ نیز ایک سنت پختہ تھی سو تھی۔
 اس پر ستراد ہوئی سنت صحابہؓ جس کو مصطلح میں اثر کہتے ہیں وَحَلَلَتْ حُجُّوْاہِرُ اُسْتَاذ کی سنت شاگردوں
 کے اور ہر چر کی سنت مریدوں کے لئے غرض ہر کہ آمد براں مزید کر دی کسی کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ اس
 علم کو سمجھتا اور اسلام کو تشددات سے پاک کرتا۔ شدہ شدہ اب مسلمانوں کو دین نے ایسا اپنے ہتھکے
 میں کسا ہو کہ بچاروں سے کچھ کرتے نہیں بن پڑتا۔ کافر نس بڑا ہی ثواب لے اگر مسلمانوں کو ان
 تشددات سے جو نہ داخل دین ہیں اور نہ شارع کی رائے تھی کہ داخل دین ہوں بچالے۔ بھلا اور کچھ
 نہ ہو سر دست اتنا تو ہو کہ دین اور زیادہ پاؤں نہ پھیلائے پائے۔ اگر مسلمانوں کا دین درست ہو جائے
 تو ان کا اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ لیکن مذہبی خیالات کے درست ہونے بغیر تو سید احمد خاں
 دوسرا جزم بھی لیں مسلمان دنیاوی ترقی نہیں کر سکتے۔

مذہب ہو کیا چیز۔ انسان کی نچر کو گھڑی سمجھو تو مذہب اس کا رگڑیو ٹیڑھو۔ اس گھڑی کی سپرنگ کچھ اس طرح کی واقع ہوئی ہو کہ بے رگڑیو ٹیڑھ کی روک کے ہمیشہ تیز چلنا چاہتی ہو اِنَّ النَّفْسَ لَا تَجِدُ رَاحَةً بِالشَّوْرِ اَلَا تَحْصِدُہِیْ۔ یہ ہواخذ تشدید و تشدد کا جس سے کوئی مذہب خالی نہیں اور خالی ہونا چاہیے بھی نہیں۔ لوگ رگڑیو ٹیڑھ سے کام لینے میں غلطی کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ رگڑیو ٹیڑھ کے ذریعے سے سپرنگ کی رفتار کو دھما کریں۔ چاہتے ہیں کہ سپرنگ کے زور کو معدوم کر کے گھڑی کو بے کار بنالیں اسلام کی ٹیڑھی عمدگی یہی ہو کہ اس نے اس عام غلطی کی اصلاح کرنی چاہی۔ بے شک اصلاح ہوئی اور بہت کچھ ہوئی لَیْسَ مِنْ عَمَلِنَا صِرَافٌ وَ لَا اِغْلَالٌ اَلَّذِیْ کَانَتْ حَلِیْمَہُ۔ لیکن وہ تشدد جو شروع دنیا سے مذہب کے ساتھ ساتھ پیدا ہوا اتحاد دلوں سے کم ہوا مگر مشائیں۔ حامل دین اسلام دو گروہ ہیں۔ علما اور مشائخ میں بیان میں اب تک علما کی طرف متوجہ تھا۔ حال آں کہ تشدید و تشدد کا الزام علما پر لگا چھٹانک تو مشائخ پر ایک من نہیں بلکہ ایک ٹن۔ اگر تشدد نہیں تو طریقہ کوئی چیز نہیں۔ دیکھو ان کے مجاہدات ریاضات ترک حیوانات اربعینات اور کیا اور کیا یوگل من کہتے ہیں نفس کشی اور پس کتا ہوئی کٹی سیب تدبیریں ہیں الباطل فطرت اور نقص قانون قدرت کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کبھی کوئی مذہب اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ کامیابی سے مراد ہے اس مذہب والوں کا اطمینان کہ ہم امتحان میں پاس ہوئے جو مرتاہ ہو مشکل۔ گندہ مند بائی ہم سلف۔ اور جب تک جیتنا ہو لہنے قصور کا معترف اور نجات سے مایوس۔ بات یہ ہے کہ مذہب کا کوہ گراں دیکھ کر لوگوں نے جو اچھوڑ دیا ہو جس قدر بوجھ اٹھا سکتے اور خدا کو اسی قدر ان سے اٹھوانا منظور ہو اَللّٰهُ یُکَلِّفُ النَّفْسَ اَلَا وَ سَعَهَا اُس کو بھی گندھا نہیں دیتے۔ جاتے ہیں کہ قساوی کے گھر اول جانا آخر جانا کیوں لا حاصل زحمت اٹھائی۔

مذہب کی یہ حالت بڑی ہارنیل اور ڈس اچھواندنگ ہو۔ اور میں اس کو ہوش فل اور چیخ رنگ بنانا چاہتا ہوں ایک ہندہ ہو جو کمانی کے کھلے اور کھنڈے کو تیر یا ست کتابوں ۱۲۵۰ کمانی ۱۲۵۰ انسان کا نفس بدی کی خواہشیں بہت کیا کرتا سمجھ کر گندھا اپنی ہر کھ ۱۲۵۰ لوگوں سے نہیں کے بوجھ پکے تھانہ ان پر جو قیہ میں ہیں ان کو تو ۱۲۵۰ تھانہ بدی ہوتا ۱۲۵۰ اگر کسی کو تکلیف نہیں دیتا کہ قبضہ اس کی فافک ۱۲۵۰ خورنگ ۱۲۵۰ باورسانہ ۱۲۵۰ ہمد لانے والا ۱۲۵۰ غش کن ۱۲۵۰

ہوں۔ اور یہی اصل مطلب ہے جس کو کانفرنس پر مشتمل فورٹل پریس کرتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ بات پہلو بدلوں ایک دخل ہقد کے دفع کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہو۔ باوجودیکہ تشدد اعلیٰ درجے کا تشدد صلب عیسائیت میں داخل ہو اس پر بھی عیسائی دنیاوی ترقی کے معراج اکمال پر پہنچ گئے ہیں۔ اور مسلمان ہر خندان کے اصل مذہب میں تشدد نہیں سختی نہیں اور جو تشدد اور سختی دیکھتے ہو وہ غلطی اس میں گھس پڑی ہو۔ اس پر بھی ان کی دنیاوی حالت اتر ہوتی چلی جاتی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہو کہ عیسائی صرف نام کے عیسائی ہیں۔ ان میں جو تعلیم یافتہ صاحب الرائے ہیں اکثر دھرم کے بنیاد کے چھوٹے بھائی نیچری ہیں اور جہد مذہب کا ادب کرتے ہیں انھوں نے ایک ایٹمی سٹرکٹ یعنی بنالیا ہو اور اس کی دنیاوی باتوں میں اثر فیر نہیں کرنے دیتے۔ نہ تو تھرم پیدا ہوں نہ مذہبی غلامی سے ان کو آزاد کرے اور نہ دنیاوی ترقی کے رستے میں یہ لوگ ایک قدم سرکس۔ ہمارے یہاں بھی خدا نے تو تھرم پیدا کر دیا ہو۔ قوم کو بھی اس کی واسطہ پزل کرنے کی توفیق خدا دے تو بس سب کام سہل ہیں۔ پانی نے جگہ کر لی ہو اور قطرہ قطرہ جمع ہو رہا ہو انشاء اللہ ایک نہ ایک دن تمام مزاحمتوں کو ایسا بہا کرے جائے گا کہ کہیں پہنچی تو نہیں گئے گا جھینگر دیکھا ہو؟ دیکھا تو ہو گا مگر شاید خیال نہ کیا ہو۔ اس کی دو بڑی بڑی موجھیں سی ہوتی ہیں۔ ان کو انگریزی میں فیلز کہتے ہیں۔ یہ فیلز جھینگر کو وہ کام دیتی ہیں جو ہم میں اندھوں کو ہاتھ ایسے ہی دو فیلز خدا نے اہل یورپ کو بھی دیے ہیں۔ بھلا اس پہلی کو بوجھو تو کلاں کے دو فیلز کیا ہیں۔ طبیعت پر زور دو۔ ہمارے قومیں بتاؤں۔ اہل یورپ کے فیلز میں مشنریز اور مہنٹس بھی دو گروہ پہلے دو ستانہ یا دو ستانی استعماری رسد غیر ملکوں میں جاتے اور وہاں کج حالات کی مثال کرتے اور آخر کار یورپ کے جھینگر کو چاٹنے کے لئے لا جھاتے۔ بس اتنی ہی بات سے کچھ لوگ مشنری گائڈ پزل کی منادی سناتے آتے ہیں۔ یا کانگریس کی۔ اور سو اگر مال نیچے جاتے یا ملک خریدتے۔

لے نہایت زور سے ۱۲۷۵ء میں کانفرنس کو زیر دست کی طرف متوجہ کرتا ہوں ۱۲۷۵ء خلاصہ مذہب ۱۲۷۵ء خلاصہ
۱۲۷۵ء انگریزوں میں بڑا نامی مقام ہو کر رہا ۱۲۷۵ء پاریس ۱۲۷۵ء سوواگر ۱۲۷۵ء انجیل ۱۲۷۵ء فتوحات ۱۲۷۵ء

اب تک میں نے جو کچھ بیان کیا۔ اس سے لوگ ایسا سمجھیں گے کہ میں دینیات کی تعلیم کا مخالف ہوں لگتی توقع ایسا سمجھا گیا ہو تو میرے بیان کا قصور ہو میرا مطلب صرف اس قدر ہو کہ دنیا اور دین میں حقیقی علی حدہ کی شایع کو رکھنی منظور ہو باقی رہے۔ اتنی بات ملاحظہ کر دینیات میں جو چاہو پڑھو اور جتنا چاہو پڑھو۔ بلکہ میں تو دینیات کی تعلیم کو ضرورت سے کم بہت کم سمجھتا ہوں۔ مثلاً بلاد اسلام کا جغرافیہ اور مسلمانوں کی تاریخ۔ میں ان دونوں کو ضروریات دین میں سے خیال کرتا ہوں۔ اور ہمارے ہاں دوسرا سلسلہ درس سے خارج نتیجہ یہ ہو کہ حدیث پڑھنے بیٹھو جگہ جگہ مقامات کے پہاڑوں کے نام آتے ہیں بے اختیاری چاہتا ہوں کہ ان کی کیلیٹی (موقع) معلوم ہو نہ کسی نے کبھی نقشہ بنایا اور نہ دیکھنے میں آیا۔ بہت تفتیش کی تو اتنا پتہ لگا وہ بھی کسی کلمہ *بَلَدٌ فِي الشَّامِ جَبَلٌ مَعْلَى مَسَافَةٍ عَشْرَ لِيَالٍ مِنْ مَكَّةَ* *اِسْمُ مَا يَرَوْنَ كَانَتْ يَوْمَ فُلَانٍ يَأْتِي كُنُونٌ* یہ رہی تاریخ باوجودیکہ مسلمان قبط تاریخ میں کسی قوم سے بیٹے نہیں رہے اور چون کہ ان کا زمانہ متاخر ہو ان کی تاریخ بھی سب سے زیادہ قابل اعتبار ہو لیکن از بس کہ عموماً تاریخ داخل درس نہیں پڑھے لکھے یعنی مولوی تک اسلام کی تاریخ سے گویا کٹاوا تھم محض ہیں اور عوام تو اپنے پیغمبر کے حالات سے بھی اچھی طرح آگاہ نہیں حدیث بھی ایک قسم کی تاریخ ہو۔ مگر مسلسل اور جامع نہیں اور وہ تاریخ کی حیثیت سے مدون بھی نہیں ہوئی مسلمانوں کو گد گدانے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہو کہ ان کو ان کے بزرگوں کے حالات سے آشنا کیا جائے۔ اور یہ سمجھیں کہ ان کے بڑے کیا تھے اور انھوں نے کیسے کیسے کار نمایاں کئے تھے۔ پھر کہاں تک ان کو غیرت نہ آئے گی اور کب تک عرقِ حمیت پڑی ہو یا کہسے گی۔ مگر یہ اس سے نہیں ہونے کا کہ موٹی موٹی ضخیم کتابیں جو اٹھائی نہ اٹھیں بنا کر مسلمانوں کے سر ماریں کسی کو ان کے خریدنے کا متہدور ہوا اور اس کو انکار دینا سے فرصت بھی ملی اور تاریخ دانی کا مذاق بھی ہو تو اس نے کبھی کبھی مشتعل کے طور پر سرسری نظر سے دیکھ لیں۔ نہیں۔ تاریخ اور جغرافیہ کو کورس میں لینا ہو گا۔ دینیات کا ہوا یا علوم دنیاوی کا۔ انگریزی تعلیم میں تاریخ پڑی اہم سطح تک شہر میں ایک شہر ہو شہر کے صدس دن کے رستے پر ایک پہاڑ جو اسے ایک تالاب کا نام ہو بخلفان جیل کے لوگوں کا تھلا اور وہ اس کے پاس آکر رہا کرتے تھے۔ ۱۲۔

چیکھی گئی ہو اور بلاشبہ وہ بڑی اہم چیز ہو بھی۔ لیکن سرکاری تعلیم میں جو نائن ہیں وہ اب ہی کے مطلب اور ان ہی کے ڈھب کی ہیں۔ ہم کو اپنی وقتی ضرورتوں کے مطابق کتابیں بنوانی ہوں گی۔
ریٹرل (مسئلے) موجود ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ کافر نس کے فنڈ دسرا یہ، اگر کچھ ہوں۔ اس سے کسی بہتر مصرف میں انوسٹ (مشغول) بکار آمد، کیے جاسکتے ہیں۔ بات یہاں تک چھوٹی ہو۔ اس بنا پر کہ میں کافر نس کو مسلمانوں کے مذہبی خیالات کے اصلاح کی صلاح دیتا ہوں۔ اگرچہ اسلام میں بہت سی باتیں جن کو دین سے کچھ علاقہ نہیں داخل دین ہو گئی ہیں۔ مگر تاہم ہندوستان کے دوسرے ادیان کے مقابلے میں بہت کچھ آزادی اسلام میں باقی ہے۔ اور اگر اصلی آزادی جو اسلام میں ہو حاصل نہ کی جاسکے اور بلاشبہ اس کا حاصل کرنا ہو بھی مشکل تو جس قدر باقی رہی ہو اسی کی احتیاط کی جائے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ اتنی ہی آزادی کی بنیاد پر مسلمان بہت کچھ ترقی کر سکتے ہیں۔ اور یہی آزادی جس کے بے میں اتنی دیر سے غل مجاہد ہوں اس آپس کی چھوٹ کو بھی روکے گی۔ یا کم سے کم اس کو کم کرنے کی جس کی وجہ سے اسلام ضعیف ہوتا چلا رہا ہو۔ میں نے تو اس خیال کو ایسا پکایا ہو کہ چھوٹے چھوٹے اختلافات کی توہین تاثر و کذب کی پرہیزچی حقیقت نہیں سمجھتا اِنَّ اَوْھَنَ الْیَبُوْتِ لَبِیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ۔ وہ سُنی شیعہ کا بڑا اختلاف جس نے شروع سے مسلمانوں کو دو بڑی پارٹیوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اصل دین کے اعتبار سے میں اُس کو بھی فضول و لائینی خیال کرتا ہوں اور اگر مسلمان میری آج کی باتوں کو سہ نکلے اگرچہ بد اقبالی کی وجہ سے جو ان کے سر پر سوار ہو سستے ہوئے نظر نہیں آتے لیکن اگر سہ نکلے تو ایک دن ابھر طرزدگی سُنی شیعہ کے اختلاف پر ایک خاص پھر دوں گا۔ اور شاید اسی کافر نس میں۔ اب مجھ کو تعلیم و دنیا کے متعلق کافر نس کو ایک صرف ایک صلاح اور دینی ہے۔ وہ یہ کہ مولوی لوگ تعلیم و دنیا کے گویا ٹھیکہ دار ہیں۔ لیکن جو مولوی تعلیم و دنیا کے ٹھیکہ دار ہیں وہ توکل پیشہ بھی ضرور ہیں۔ یہاں تک کہ جو مولوی توکل پیشہ نہیں عالم دین جس کا علم دینی ہے اس کے لئے توکل

نہ گمرد میں سب سے بدو گمرد کا گمرد ۱۲

پیشگی لازم ہے۔ اب ہم اسی ایک بات کو دیکھتے ہیں کہ آیا دین میں اس کی بھی کچھ اصل ہی نہیں۔
 قرآن تبارک و تعالیٰ نے ہر ایک کے لیے عَوْنُ الْغَنِيِّ وَيُامُرُ دُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ
 اس سے علماء کے گروہ ہاشموہ کے ہونے کی ضرورت تو ثابت۔ اب رہی توکل پیشگی تو اگر مولوی اپنی
 آمدنی سے جو اکثر نہیں بلکہ کل صدقات کی قسم میں سے ہر گواہ کو زبردستی ہدیہ قرار دیا جائے۔
 رضا مند ہوں وہ ضرور رضا مند ہیں مگر ان سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ لینے والے جانیں اور
 دینے والے۔ مگر مولویوں کی توکل پیشگی سے جو ایک بڑی قباحت پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے انسداد
 کے لیے جہاں تک مجھ سے ہو سکے ضرور اصرار کروں گا۔ وہ قباحت یہ جو کہ مولوی لوگ دینیات کی تعلیم
 دیر کئی عیسوی کرتے ہیں سو کرتے ہیں۔ ایک آٹھ ڈیڑھ گھنٹہ تعلیم ان کے اپنے نمونوں کی ہر جودہ اپنے
 تلامذہ اور معتقدین اور پہلک کو دکھاتے ہیں۔ مولوی ابھی کہیں تاہم ان کے نمونے لوگوں کو سکھاتے
 ہیں کہ دین داری یا کمال دین داری کے لیے زہد و توکل شرط ہے۔ اور یوں مسلمانوں کو دنیا کی طرف
 سے نفرت اور بے ولی پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ اور دنیا کا حال یہ ہے کہ طلب صحیح پر بھی اس کا حصول
 دشوار تو نفرت اور بے ولی کے ساتھ اس کو محال ہو نا چاہیے اور وہ محال ہے بھی۔ آخر مولویوں کی
 معاش لوگوں کی آمد پر چوکریوں اس امداد کو قاعدے کے پیرائے میں لاکر مولویوں کو دوسرے مدرسوں کی
 طرح تنخواہ دار ملازم نہ بنایا جائے۔ مولوی بھی عارضہ صدقات سے بچ جائیں گے اور زہد و توکل ہی
 باقی نہ رہے گا کہ لوگ اس کی تقلید کریں۔

میں دو پیغمبروں کو دیکھتا ہوں۔ ایک نے رہبانہ زندگی کی گودہ زندگی بہت ہی مختصر تھی۔
 نہ بیاہ کیا نہ گھر بنایا۔ نہ کوئی پیشہ لے کر بیٹھے۔ نہ دنیا سے کسی طرح کا تعلق رکھا۔ اور اپنی قوم و امت کو
 تعلیم بھی کی تو ایسی ہی کہ کل کے لیے ذخیرہ مت کرو۔ دشمن سے دشمن کے ساتھ بھی میم قلب سے
 ایسی محبت رکھو جیسی اپنے اکلوتے فرزند سے۔ اگر تمہارے ایک کپڑے کوئی طمانچہ مارے دوسرا
 لے تم میں ایک گروہ ایسا بھی ہونا چاہیے جو بلائی کی طرف بلائیں بچی کرنے کو کیس دی سے نکلیں "اللہ صاف طور
 سے اسے غنی طور سے۔"

حسن زبیرہ بلال حبش صیدانے روم زخاک مکہ ابو جہل اس چیلو بھی ست

اس سے بڑھ کر ابو جہلی یہ کہ نذیر احمد سلمان ہو کر اسے بنیز پیشرف ہر مائیس دی نظام۔ اور لارڈ لینڈن کرچن ہو کر وائس لرے۔ اُن کو پیشرف نظام نہیں تو کم سے کم مولوی لینڈن ہونا چاہئے اور بھگودا ایسے نہیں تو کم سے کم لارڈ نذیر احمد۔ لارڈ نذیر احمد کے نام سے حکم کو بڑی ہنسی آئی اور بے شک ہنسی کی بات بھی ہو سکتی ہے ہی بھائی بندوں نے سلطنتیں کی ہیں۔ ملک گیریاں کی ہیں۔ ملک وادیاں کی ہیں۔

آگ تھے ابتداء عشق میں ہم اب جو ہیں خاک انتہا ہی یہ

پندرھواں لکچر فطرت الہ

یہ لکچر انجمن حمایت اسلام لاہور کے آٹھویں سالانہ جلسے میں توحید پرستہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۳ء کو دیا گیا یہ وہ مشہور لکچر جو جس کی بنا پہلا لاہور کے مشہور مقدمات لا۔ تیل (توہین مذہب) وغیرہ عدالت میں ظاہر ہوئے اور جس طور پر اس قضیہ نامرضیکہ خاتمہ ہوا وہ محرم علی صاحب چشتی اوڈیرا اخبار فریق ہند کے معافی نامہ مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوگا۔

معافی نامہ

میں محرم علی چشتی نہایت عاجزانہ طور پر سچے دل سے مولوی نذیر احمد صاحب سے معافی کا تقبی ہوں۔ مجھے نہایت ہی رنج ہو کہ میں نے اپنی تحریرات میں اُن کی نسبت متعدد سخت الفاظ اور بلا موقع اور ناملائم اور بیجا فقرے اور گالیاں لکھیں جن کی وجہ سے اُن کو رنج اور تکلیف ہوئی۔

۱۵ ستمبر ۱۳۱۰ھ کا ایک فیضہ شمار ۱۵ اس لکچر کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے۔ ناظرین سے میری عاجزانہ التماس ہے کہ براہ مہربانی اس لکچر کو غور سے پڑھیں اور غصہ سے دل سے فیصلہ کریں کہ اس میں کیا ایسے گھول کر لایا گیا تھا جو اس قدر خور و شرب بجا گیا ہے۔

ان سب کی تلافی کا جو کچھ مجھ سے ممکن ہو میں بچے دل سے اور نہایت انکسار سے ہندیہ اس تحریر کے کرتا ہوں اور یقین و افاق دلاتا ہوں کہ آئندہ کسی قسم کی بیجا تحریر ان کی نسبت شائع نہ کروں گا۔ اور نیز صفحہ اول رفیق ہند میں اس تحریر کو چھاپنے کے علاوہ اخبارات پنجاب میں جن کی تفصیل ۱۹ اپریل ۱۸۹۳ء کے رفیق ہند میں ہو چکی ہے نے مولوی صاحب کے بر خلاف لکھا ہو ایک ایک بار معافی کو مستہر ہونے کے لیے مجھے مجبور کیا۔ نیز یہ اقرار ہو کہ میری طرف سے جس قدر استغاثے مولوی صاحب پر دائر ہوئے ہیں ان سب میں باز دعویٰ داخل کر دوں گا۔ میں نہایت افسوس ان بیجا دلائل اور لاطائل الفاظ کی نسبت کرتا ہوں جو میں نے اپنی تحریرات میں استعمال کیے۔ مولوی صاحب نے متعدد بار خیرہ معاف کر دیا ہو۔

دستخط انگیزی

رام ناتھ جھڑیٹ درجہ اول لاہور

مُحَمَّدٌ كَاتِبُ صُلَاحٍ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اب سے غالباً پینتیس برس پہلے کانڈکوری کہ ایسٹ انڈین ریلوے کا وہ حصہ جو الہ آباد و قنوج کے درمیان واقع ہو چکا تھا۔ میں ان دنوں ملہریس الہ آباد کا ڈپٹی انسپکٹر تھا۔ اور مجھ کو دورے کی ضرورت سے اکثر ریل پر سفر کرنے کا اتفاق ہوتا تھا چوں کہ ریل نئی چیز تھی۔ انتظام میں بھی بہت سے نقص تھے۔

اور لوگ ریل کے ضابطہ اوقات اور اس کی قوت و رفتار سے بھی ابھی طرح آگاہ نہ تھے لیکسٹریس۔ (دعا دہات) اکثر واقع ہوتے رہتے تھے اس وقت کی دو باتیں ابھی تک مجھے یاد ہیں۔ ایک سنسی کی اور ایک افسوس کی

ہنسی کی بات تو یہ کہ اتفاق سے خبر نہیں کہاں کے۔ مگر وضع سے معلوم ہوتا تھا کہ سنسی کی طرف کے دو صاحب ایک سٹیشن پر گھنٹوں پہلے سے ریل کے منظر بیٹھے تائیں کر رہے تھے۔ اتنے میں گھنٹی ہوئی

لے الہ کی بناوٹ جس کے مطابق لوگوں کو بتایا کہ اس کی طاقت کو کون بدلے ہو چکا ہے۔ لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں۔

۱۲۔

اور ریل کے کسی ملازم نے آواز دی کہ کچھ کم کے جانے والو ٹکٹ لینے چلو۔ ان دونوں نے بھی ٹکٹ لینے اور پھر فراغت سے اپنی جگہ جا کر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ریل آمو جو دھوئی اور لوگ گاڑیوں پر سوار ہونے کے لیے دوڑے یہ دونوں بھی ٹکے گاڑی کی چال سے چلے۔ اول تو جس تکلف سے انھوں نے اسباب اٹھایا ہوا قابل دید تھا۔ دونوں ہاتھ اور بستر اسباب کی گھڑی پاندان جتنہ اور اُس کے اجزائے ثلاثہ نیچے چلے گئے۔ ایک کف دست کے برابر ٹوپی جو سر پر اوڑھے تھے یا انھی کے عمارے میں کیوں نہ کوں سر پر دیکھے تھے۔ وہ اور شاید ناشتہ بھی۔ اتنی چیزیں سنبھالنے کو اب مجھے یاد نہیں کہ انھوں نے ان چیزوں کو کیوں کر سنبھالا۔ مگر گھڑی کو تو میں دیکھتا تھا۔ الگ سے چنگی میں پکڑے تھے اور کمر بیل کھا کھا جاتی تھی۔

اللہ اللہ کیا اختلاف اوضاع ہو ایک تو وہ ٹوپی تھی کہ میں نے اُس کو کف دست کے برابر تیلیا اور ایک تھا اسے صاف ہے کہ باقی سارا لباس ایک طرف اور ایک سر بند ایک طرف پھر مختلف بندش کی پگڑیاں ہیں اپنے ہاتھ کی باندھی ہوئی۔ دستا بندوں سے بندھوائی ہوئی۔ ایک نئی پچر آف دی پرائڈز آف ایچٹ اُن دی سائلٹ سیل یعنی نقحہ متا اہرام مصر کا نمونہ پارسیوں کی پگڑی اگر کہیں نظر پڑی ہو۔ اور ایک منصب داری پگڑی ہمارے حیدر آباد کی ہو۔ ہلکی سبک پگڑی کی پگڑی اور ٹوپی کی ٹوپی۔ عمارے ہیں پھیٹے ہیں۔ ہمارے ہاں کے پچریوں کی وضع مختصر لال ٹھنڈے دُا ترکی ٹوپی ہو۔ پچری تو یہاں بہت ہوں گے۔ مگر لال ٹوپیاں کم دکھائی دیتی ہیں اور خدا جانتے کتنی قسم کی ٹوپیاں ہیں۔ جتنے سروتنی پوششیں اور دی لاسٹ دونوں دی لیٹ سب سے آخر کو تپے میں کم نہیں یا ایک بنگالہ ہو کہ اُس کو ٹوپی یا پگڑی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ غرض ہمارا ہندوستان بھی عجیب مختلف الشوؤں خطہ ہو۔ ہر ایک کی وضع نرالی ہر ایک کی طرح جدا گانہ۔ اور جتنے اختلاف ظاہر کا ہو اُس سے کہیں زیادہ مذہب کا اعتقاد کا۔ تم کو تعجب ہوتا ہو گا کہ وہ بعد کف دست ٹوپی سر پر کیسے سنبھالتی ہوگی۔ اگر اوڑھنے کا ارادہ ہو تو دبیر میں بیٹا دون وہ ٹوپی آل مینوں سے بالوں میں لٹکالی جاتی ہو۔ لیکن اب پُرانی باتیں چھوٹی چلی جاتی ہیں۔ اللہ یہ ایک عجیب سیر دیکھنے میں آئی

ہو کہ جو صوبے بعد کو انگریزی عمارتی میں آئے وہ جلد جلد انگریزی اثر سے متاثر ہوتے گئے۔

غیر تو وہ ریل کے دو مسافر اپنا مارا بھیر لے لے ہوئے سوار ہونے کی غرض سے چلے بیٹ فامپاکر جانے کو اکیلے اکیلے ایک گلیارے میں سے گزرنا ہوتا تھا۔ گلیارے کے سرے پر دونوں ٹھٹھے اب یہ اُس سے کہتا ہے کہ اہی قبلہ آپ اور وہ اُس سے اصرار کرتا ہے۔ اہی قبلہ آپ۔

یہ قبلہ قبلہ بیت المقدس نہ تھا کہ حکم آیا قَوْلِ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْكُمْ شَطْرَہٗ اسی غیر اپنا سنہ سجدہ عام کی طرف کو پھیر لو اور تم لوگ کہیں بھی ہو اگر مسجد حرام کی طرف اپنا منہ پھیر لیا کرو۔ اور حکم کے ساتھ سب کے سب کعبہ شریف کو مڑ گئے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تحویل قبلہ کے بعد پہلی نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر گھر جا رہے تھے راہ میں ایک مقام پر بیت المقدس کی طرف کو نماز جماعت ہو رہی تھی انہوں نے نماز پڑھ کر کہتا کہ ہر کو نماز پڑھ رہے ہو۔ قبلہ تو بدل گیا اور میں ان حضرات مسلم کے پیچھے ابھی کعبہ کی طرف نماز پڑھنے چلا آتا ہوں وہ لوگ رکوع میں تھے سنتے ہی کعبہ کو پھر گئے۔

غرض ہمارے ان لکھنوی دوستوں کا قبلہ قبلہ بیت المقدس تو نہ تھا کہ ایک حکم میں اس کی تحویل ہو جاتی۔ بلکہ وہ قبلہ تھا کھٹ اور ظاہر داری کا۔ وہ قبلہ تھا دکھاوے کا۔ تپاک کا۔ وہ قبلہ تھا وقتی ضرورت پر نظر نہ کرنے کا۔ وہ نام کو قبلہ تھا اور حقیقت میں قطب ازباجنبد بنیمہ یہ ہوا کہ ریل نکل گئی اور یہ دونوں فہوس کرتے رہ گئے۔

دوسری حکایت یہ ہے کہ ایک مقام پر ریل کی ٹرک دو ترک ادنیائیلہ کاٹ کر کھلی تھی دونوں طرف ٹیلی کی سلامی دیواریں بیچ میں ٹرک میں نے کہا تھا نہ کہ یہ ان دنوں کا خاکوہر کہ ریل ٹیجی نئی جاری ہوئی نہیں معلوم بیوں کا ایک گٹے کا گڈ کیوں کر ٹرک میں اتر آیا۔ ڈرائیور نے دیکھ کر دور سے ڈرائیوٹی آواز میں نکالنی شروع کیس۔ پانی اڑایا۔ غل بھایا۔ بیل کیا بھیس۔ یہاں تک کہ بیل ان دونوں دیواروں کے بیچ میں داخل ہوئی۔ دو بیوں نے عجیب تماشا کیا۔ ایک تو بیج ٹرک میں گردن ٹھککا کان کھڑے کر بھنگارے مارتا ہوا ریل سے ٹکرائے کو تیار ہوا۔ اُس نے ریل کو نشانیا

بھینس سمجھا ہوگا۔ اور دوسرا دم دبا کر نہیں بلکہ اٹھا کر ریل کے آگے ہولیا۔ اور باقی حیران و مبہوت ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ کدھر جائیں کدھر نہ جائیں چٹکی بجاتے میں ریل نے اُس کا جوڑنا چاہتا تھا اور اُس کا جوڑیل کے آگے آگے بھاگتا تھا مگر ریل کی تیزی کو کیا پاتا اور اُن کا جو حیران و مبہوت تھے مگر کچھ کرتے نہ تھے غرض سب ہی کا توقیر کر دیا۔ وہ ہاریل سین (منظرِ خوفناک) مجھے بھی تنک بھولائیں اور بھولے گا بھی نہیں۔

ان دونوں حکایتوں سے سوچنے اور سمجھنے والے کے لئے بہت بڑی نصیحت نکلتی ہے۔ ریل کو سمجھو کہ وہ زمانہ کا نمونہ ہے۔ اور بیلوں کا گلدھم لوگ ہیں۔ اگر ہر زمانہ کی قوت رفتار سے واقف نہ ہوں تو۔ اور اُس کا مقابلہ کرنا چاہیں تو۔ اور اُس کے ساتھ ساتھ نہ چل سکیں تو اور کچھ نہ کریں تو زمانے کی ریل ہم سے کسی کو سپر کرنے والی دھڑونے والی نہیں۔ یہ وہ چٹکی ہے کہ خدا کسی کو اس کے پاؤں میں ڈالے ہی نہیں پاؤں میں آیا اور چاہے آٹما ہو یا گھن سب کو پیس کر رکھ دیتی ہے۔ یہ وہ درستی ہے کہ گیسوں یا سرسوں یا اسی جو کچھ اُس کے ٹمبے بڑھ گیا ہے کاٹے نہیں چھوڑتی۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ زمانہ کی رفتار کو پہچانو۔ اُس کی قوت کو سمجھو۔ اور پھر دیکھو کہ تم کس میں ہو۔ ان گفتگو والوں کی مکملے گز کی چال چل کر ریل پر وار ہو لو گے یا زمانے کی ریل کا مقابلہ کرو گے یا بھاگ کر اُس کی زد سے بچ جاؤ گے۔ یا انکھوں پر پٹی باندھ کر کانوں پر روٹڑ پانی روئی، ٹھونس کر زمانے کی ریل کی آمد سے پہلے خیر ہو کر ہو گے۔ گو تم کھڑے دیکھا کرو گے اور ریل اوپر اوپر چل جائے گی۔ ریل کے چھپنے میں اب کچھ دیر نہ سمجھنا۔ وہ آئی یہ آئی۔ بھاگو بھاگو بچو۔

اِنَّ اللّٰهَ ذِيُ الْاَلْبَابِ اَنَّ الْقَبْلَ اَوَّلُ الْاَلْبَابِ

یہ عربی ترجمہ؟ حدیث شریف ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اہل مکہ میں منادی کرائی کہ مجھ کو تم لوگوں سے کچھ ضروری بات کہنی ہے فلاں وقت فلاں مقام پہنچ ہو جاؤ تو جو کچھ کہنا ہے تم کو اُس سے آگاہ کر دوں۔ لوگ جمع ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ بھلا اگر میں تم سے کہوں کہ فوسن کی فوج تم کو لوٹنے مارنے کے ارادے سے اس پہاڑ کی آڑ میں آکر چھپی پڑی ہو تو تم میری بات کا یقین کرنا پڑے گا کہ وہ سب بچے کہ ضرور یقین کریں گے۔ کیوں کہ تم اپنی قوم کے بدخلو نہیں بھوتے بلکہ اچھے اور

نہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ تمہاری خرابیاں حد سے گزر گئی ہیں اور نزول عذاب کا وقت آگیا اور
اور میں نے مارے جلدی کے کپڑے بھی نہیں پہنے اور جیسا بیٹھا تھا تم کو ڈرانے کے لیے بھاگنا
آگیا ہوں۔

یہی مضمون قرآن میں بھی ہے مگر دوسرے الفاظ میں **وَإِنِّي نَذَرْتُ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ عَذَابًا**
بڑے لوگوں کی بڑی باتیں سنا میں نے جو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالہ سے نقل کیا تو صرف اتنی
بات پر کہ میرا نام تمہیر ہو اور چاہے یوں سمجھو کہ مجھی کو سو بھی یا کسی دوسرے کے بھانے سے بھی
مگر میں تمہارے اس بھرے مجمع میں اقرار کرتا ہوں **وَلَا أَنَالِي** کہ دوسرے کے بھانے سے نہیں
بلکہ اُس کی دیکھا کچھی سو بھی کہ مسلمان دنیاوی تعز و دنیاوی تمول کے اعتبار سے تباہ اور برباد چلے جاتے
ہیں۔ اصل میں غل جانے والا دوسروں کو جگانے والا اور ہوا و ریش تو اُس کی ہاں میں ہاں ملانے
والا ہوں۔ وہ بھی اُس کی سی دل سوڑی سے نہیں۔ اُس کی سی انگڑائٹی سے دے قرار ہی نہیں
میں تو سمجھا تھا کہ مسلمانوں کا بد قسمت گروہ اُبھرنا چلا ہو۔ اور جب سر سید احمد نے اہل
پنجاب کو زندہ دل کا خطاب دیا تو میں نے ایسا خیال کیا کہ ایسا دور اندیش۔ ایسا تجربہ کار
جس نے مسلمانوں کی دنیاوی اسلحہ کو اپنا اور ضابطہ بنانا رکھا ہو اور شبانہ روز اسی دامن میں
غلطاں پچاں ہو۔ ایک نسلہ کے مسلمانوں کی نسبت ایسی عمدہ رائے ظاہر کرے تو یہاں کے مسلمان
خبردار ایسے ہی ہوں گے لیکن سوائے اس ایک انجمن حمایت اسلام کے پنجاب کے مسلمانوں میں اور
کوئی فلاح قومی کا کام کیا ہو تو بول اٹھو کیا اتنے بڑے پنجاب کو پنجاب کے اتنے سارے مسلمانوں
کو بس اس ایک انجمن کی اور ایسی انجمن کی حاجت تھی جس کی گردان محض توکل پر ہو **شعر**

زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہیں روزہ کہ اس میں آئی تو یوزی و انجمن روزہ

یاد دلو گیوں نہ ہوگا سگر ایک مینے سے بھی کم میں رمضان شریف تشریف لانے والے ہیں۔ گوجہ
گزشتہ سالوں کی سی سختی اب کے رمضان میں نہیں ہوگی۔ مگر آخر روزہ روزہ ہو۔ اُس وقت انجمن
کی حالت کی حکم قدر ہوگی اور پھر بھی یہی قدر ہونی چاہیے نہیں ہوگی کیوں کہ تھکے یہاں

بیس دن بعد رمضان آئے گا اور انجمن میں بارہ مہینے امیر خانی رمضان رہتا ہو۔

امیر خانی رمضان کا قصہ یہ ہو کہ امیر خان پندار ایک لوٹیر آدمی تھا اور اُس نے اپنی قسم کے سپاہی جمع کر لیے تھے۔ ان لوگوں کو کبھی تنخواہ نہیں دی جاتی تھی۔ اتفاق سے نقالوں کا ایک طائفہ اس کے لشکر میں ٹھہر گیا اور لوگوں کو اپنا تماشا دکھانا چاہا۔ لوگوں نے غدر کیا کہ ہم کو دلانے گھاس کی شکل پڑی رہتی ہو۔ تم کو انعام و کرام کہاں سے دیں گے۔ سرگروہ طائفہ نے کہا کہ ہمارا تماشا کر لو تو ایسی قہقہے کریں گے کہ شاید تمہاری تنخواہیں بھی تقسیم ہو جائیں چنانچہ ایک شخص سب بزرگ صورت جیسے ہماری انجمن کے نقیب الاولیاء دخان نجم الدین صاحب، آمو جو ہوئے طائفے میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت آپ کون بزرگ ہیں انھوں نے جواب دیا کہ رمضان شریف اتفاق سے وہ مہینہ شاید بیچ الاول کا تھا تو دوسرے نے حیران ہو کر پوچھا کہ رمضان شریف کے اس مہینے میں آئے کا کون ساموق ہو انھوں نے جواب دیا کہ تم کو معلوم نہیں میری تعیناتی امیر خاں کے لشکر میں ہو۔ صرف ایک مہینے کی خدمت ملتی ہو اسی میں سارے جہاں میں پھرتا ہوں اور پھر اپنے ٹھکانے آگتا ہوں۔ سننا ہو کہ یہ حکایت امیر خاں کے کان تک پہنچی اور اُس نے تنخواہ کے تقسیم کیے جانے کا حکم دیا۔

کیا ہمہ وقت کوئی آدمی تمہارے آگے جھولی بھیلانے کھڑا رہے۔ یا ہر ماہ واری رسالہ میں تمہارے پاس عرضیات بھیجی جایا کریں۔ یا ہر سالانہ جلسے میں تم کو یاد دلایا جائے گا ایک انجمن ہو اور اُس نے قوم کی امید پر فراہ قومی کے بہت سے کام اٹھار کئے ہیں۔ اُس نے ہول پرائس (گل صوبے) کے جیوں کو اپنی حفاظت میں لیا ہوا دیتیم آدمی کے بچے ہیں لاواٹ بے کس اُن کو تمہاری طرح دو وقت بھوک لگتی ہو۔ جاڑوں میں سردی اُن کو رہنے کا مکان۔ ستر عورت کے لیے کپڑا درکار ہو۔ غرض وہ بھی آدمیوں کی سی ضرورتیں رکھتے ہیں اور سوائے خدا کی ذات کے کوئی اُن کی ضرورتوں پر نظر کرنے والا نہیں۔ یا نیچے تم۔ اگر خدا تمہارے دل میں رحم ڈالے

۱۵۔ یہ انجمن کبڑے سرگرم ہوگی۔ کچھ کے وقت جلسے میں لوگوں کو یہی باتیں بٹھا رہے تھے۔

اور تینوں کا ترس کھاؤ۔ یا انجمن پر وہ عورتوں کی پرداخت کرتی ہو۔ یا انجمن نے اسکول جاری کیا اور اب وہ اُس کو کالج کرنے پر مجبور ہوئی۔ اور ان سب باتوں کو چاہیے خرچ۔ انجمن کی کیا جانی نہیں جانتی۔ اُس کو دستِ غیب کا عمل نہیں آتا اُس نے کہیں سے دبا کر اُترا نہ نہیں پالیا۔ انجمن کے ممبر چور نہیں۔ ڈاکو نہیں کہ کسی کا مال جا کر مار لائیں۔ اُس کا سرمایہ وہی جو تم ہاتھ اٹھا کر دے دو تم میں سے کون انجمن کی سی بے اس بے سہارے زندگی پسند کرے گا۔ کون ایسی زندگی کرتا ہو۔ کون ایسی زندگی کر سکتا ہو۔ تم کو شروع میں سمجھنا چاہیے تھا کہ یہ انجمن کہاں تک پاؤں پھیلانے لگی۔ اور یہ ملک کی نظر میں غیر قوموں کی نظر میں۔ خدا و رسول کی نظر میں اُس کے جاری ہونے سے تم کہاں تک ذمہ دار ٹھہرو گے۔ اگر یہ انجمن سسک سسک کر جی جیسی کہ اب تک جی اور اب جی رہی ہو تو کچھ لو کہ میرے منہ میں خاک نہ اک دن مرے گی اور نہ دوسرے کی لیکن خدا خواستہ مری تو کبھی نہیں مرے گی مسلمانوں کی عزت کو ساتھ لے کر مرے گی مسلمانوں کی غیرت کو ساتھ لے کر مرے گی۔ مسلمانوں کی حجت کو ساتھ لے کر مرے گی۔ میں انجمن کے اتنے ثبات کو بھی اپنے زمانے کا اسلامی معجزہ سمجھتا ہوں۔

سر سید پر جنہوں نے ہندوستان میں اس طرح کی ناشی لکھن کھوٹی، کور واج دیا جیسی چار بدگمانیاں کر لیں۔ میں سر سید احمد کا بھٹا نہیں۔ وہ اگر یہ ہوں تو ان کا مرید نہیں۔ استاد ہوں تو ان کا شاگرد نہیں۔ مرثیہ خواں ہوں تو ان کا بسور یا نہیں۔ امیر ہوں اور مجھ کو معلوم ہو کہ نہیں ہیں۔ لیکن اگر امیر ہوں تو ان کا دستِ نگر کہی تھا نہ اب ہوں۔ اور نہ ان شاء اللہ مدت العمر ہوں گا۔ سچو کیا آدمی ہوں۔ دوست دشمن میں تمیز کرنے کی۔ قومی حالت اور قومی ضرورتوں کی شناخت کی عقل رکھتا ہوں۔ تمہارے اس لاہور میں اور لاہور کیا چیز ہو علی گڑھ میں اور علی گڑھ کے شہر میں بھی نہیں غیر گڑھ میں یعنی عٹن کالج میں خود سر سید اور ان کے حواریں کے رد و رد میں نے اس بات کے کہنے میں مطلق بال نہیں کیا اور کیوں کرتا کہ میں ان کے سب نہیں بعض معقولات کو غلط سمجھتا ہوں۔ لیکن جیسا کہ کو ان کی غلطیوں کا یقین ہو۔ اس بات کا بھی یقین ہو کہ وہ شخص منافق نہیں۔ بددل نہیں۔

مکاترینیں اور قومی خیر خواہی سے ایسا سرشار ہو کہ اُس کا بس چلے تو اپنی تو پہلے ہی سے اُتار رکھی ہو۔
 دوسروں کی بگڑی بھی اُتار کر مسلمانوں کے حوالے کر دے وہ جو کہتے ہیں **مُحِبُّكَ الشَّيْءُ يَهْدِي وَ يُصْلِحُ**
 آدمی کو ایک چیز کی محبت اندھا بہر کر دیتی ہے سید احمد خاں کو مسلمانوں کی دنیاوی اصلاح
 کی دُھن میں آگیا چھپا کچھ نہیں سو جھتا۔ افراط و تفریق ایک چیز میں مذہب جو۔ پس میرے نزدیک سید احمد
 خاں میں عیب ہے تو یہ جو میری دے سید احمد کی نسبت اگر صحیح ہو تو میں کسی سے اُس کی تائید
 نہیں چاہتا اور اگر غلط ہو تو اصلاح کے لئے اس کو کسی کے روبرو پیش نہیں کرتا میں نے سید احمد خاں
 کے ساتھ کسی امر میں مخالفت کی ہو تو سب سے زیادہ مجھی کو اس کا افسوس ہو۔ اگر مجھ سے اُس میں کسی طرح
 کی بے تہذیبی سرزد ہوئی ہو۔ اُن کو کھٹے شرف دیا ہو یا اعتبار کے شرف دیا ہو یا اعتبار کے شرف دیا ہو یا اعتبار کے شرف
 دیا ہو۔ بہت بڑا شرف دیا ہو یا اعتبار خیر خواہی قومی کے اور حدیثِ شریف میں آیا ہو مگر
لَا يَزِيدُ صَافِيًا وَلَا يُغْنِي عَنْكَ كَلِمَةٌ وَلَا يَكْفِيكَ سَيِّئًا جو چھوٹے پر مہربانی نہ رکھے اور بڑے کا ادب نہ کرے
 وہ ہم میں کانیں، حدیث میں صغیر و کبیر دونوں لفظ مطلق واقع ہوئے ہیں۔ صغیر سے نہ صرف بیلیا
 چھوٹا بھائی مراد ہو اور کبیر سے نہ صرف باپ یا رشتہ کا کوئی بزرگ اور نہ اس میں مذہب و عقائد
 کی قید ہو بلکہ جناب رسول خدا صلیم کی خدمت میں کچھ و خود بخود اپنی آئے اور وہ اُس وقت تک مسلمان
 نہیں ہوئے تھے۔ اُن کے سر گردہ کو آتا ہو اور کچھ اک اصحاب سے جو حاضر خدمت تھے فرمایا۔ **تَوَمُّوا اِلَيَّ**
مَسِيَدِي كَمَا دَهْنُهُ سردار کو استقبال کر کے (و) غرض **مَنْ لَمْ يَكُنْ حَمًّا صَافِيًا وَلَا يَكْفِيكَ سَيِّئًا** کو لڑوں
 (قاعدہِ زمین) ہو کہ اگر مسلمان اس پر پورا پورا عمل کریں تو ان کی سوسائٹی سے بہتر شایستہ و مذہب
 اور متفق و یکدل دنیا میں کوئی سوسائٹی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر مسلمان اپنے پیغمبر کی بات نہ مانیں اور
 لوگوں کو زبانِ قلم سے ایذا پہنچیں اور اپنے بڑوں کا ادب ملحوظ نہ رکھیں اور یوں مسلمانوں میں بغضیں اور
 عداوتیں پھیلیں اور وہ سنار کی سی کھٹ کھٹ کر تباہی رے اور یہ ایک لہار کی سی طردیں اور یہ سلا
 زلہ آسمان کا اسلام پر گرتے تو ہمیں اسلام اور باقی اسلام کا کیا تصور ہو۔

مسلمان رسول کی کیا مانیں گے جب وہ خدا کی نہیں مانتے میں اس کی تائید میں قرآن کی چند

چند تیس پڑھتا ہوں یا ایھا الذین آمنوا لا یخفوا قوم من قوم عسى ان یكونوا اخیرا انتم وکلا
لساء من دساة عسى ان ینکن اخیرا انهم وکلا تمیزوا انفسکم ولا تتمازوا بالالقاء
بعض الاسبغ الفسوق بعد الایمان - ومن لم یضرب فاولئک هم الظالمون یا ایھا
الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا یجستسوا ولا یغتب
بعضکم بعضا یحب احدکم ان یتاکل لحم اخیه میثا فکرمتموه لا وانتموالله ان الله
فتوب کثیرا ای ایمان والو کوئی گروہ دوسرے گروہ کی ہنسی نہ اڑائے عجب نہیں جن کی ہنسی
اڑائی جاتی ہو وہ ہنسی اڑانے والوں سے ہنسنے والوں اور نہ عورتوں کی ہنسی اڑائیں عجب نہیں
جن کی ہنسی اڑائی جاتی ہو وہ ہنسی اڑانے والیوں سے ہنسنے والی اور اپنوں کو چھیڑ دمت اور نہ بڑے
معتوبوں سے یا کہو ایمان لائے نیچے نافرمانی بڑی بدنامی کی بات جو ادب و توبہ نہیں کرے گا تو وہی لوگ
ظالم ٹھہریں گے۔ احوایمان والو اکثر بدگمانیوں سے بچتے رہو کیوں کہ بہت سی بدگمانیاں داخل گناہیں
اور لوگوں کے حالات کی ٹوہ میں مت لگے رہو اور ایک دوسرے کی غیبت مت کرو۔ کیا تم میں سے
کوئی اس بات کو پسند کرے گا۔ کہ اپنے مردہ بھائی کے گوشت کو کھائے اس سے تو تم کو ضرر و گناہ آتی
ہوگی اور والد سے بے شک امداد توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اور میر سید احمد خاں سے یہاں بحث بھی کیا ہو۔ وہ اس انجمن کے سکریٹری نہیں۔ ممبر نہیں۔ پیٹرن دہری سرپرست نہیں۔ بلکہ سن۔ جب یہ چاہتے ہوں تو تعجب نہیں کہ انجمن کے قندرز جو کچھ ہوں بے جا کر علی گڑھ کالج میں ٹھونس دوں کہ نہ ہزار دھورے اور نہ ایک پورا۔ مگر جن کی طبیعتیں نمش زن واقع ہوئی ہیں وہ ہر ایک کی گاڑی میں کسی کی بھی ہو بے روطہ اٹکائے نہیں رہتے۔

و دوشوندار بد ما غی رسند | بادشوند از یکر غی رسند

بن کی مثال غم کی سی ہو کہ گدھوں کو لادنے کے لئے تو کامیں گھوڑا ہوں گھوڑوں پر زین کسے کی نوبت آئی تو لگا بچوں بچوں کرنے اِنْ اَنْكَرَ الْاَكْهَوَاتِ لَصَوْتُ الْمُحَنِّدِ (سب سے بُری آواز گدھے کی ہو) اور عالم کہیں تولد اور لدے گا نہیں تو یہ قومی بوجہ کیوں کر اُٹھے گا۔ یہ لوگ کیسا ہی نیک کام ہو ہریش

بڑے موٹوز داغراض پر ڈھال لے جاتے ہیں۔ شمر

چوں خدا خواہ کہ پردہ کس درو | میلش اندر طعنه پاکاں بدو

اور کوئی جتنی ہوئی بھیتی نہیں سو جتنی تو نہ ہب کا حیلہ نکال کھڑا کرتے ہیں ڈاکٹر تعذیر امراض میں مبتلا کر دے ہیں۔ لیکن جس میں اختلاف ہو وہ تعذیر امراض جسمانی ہو۔ روحی امراض کے متعدی ہونے میں کچھ عجیب شبہ نہیں۔ ایک گندہ دل سارے کیونٹی جماعت کے دلوں بگاڑ دینے کو کافی ہو۔ جیسے ایک دیاسلائی ایک شہر کے جلاوینے کو بس کرتی ہو۔ اگر ٹیٹر بل ڈرائی (چیریں خشک) اور ہوا ملوث ہو تو کٹو اعلیٰ حد پر لاخبر دار ہو ۵

ای بسا ابلیس دم رئے ہست | پس بہر دستے نباید داد دست

میں اپنے نغم میں بہت ہی آزادانہ زندگی بسر کرتا ہوں۔ نہ کسی کالج کا بانی ہوں۔ نہ کسی انجمن کا سکریٹری نہ کسی اخبار کا ایڈیٹر۔ لوگوں کی مدح و ذم سے ستغنی تحسین و تحقیر سے بے نیاز۔ میں نے ساری عمر کچھ نہیں دیئے۔ خدمت سے علی حدہ ہو کر خانہ نشین ہوا۔ نہیں معلوم لوگوں نے کیوں کر سمجھ لیا کہ میں ہوا کا بیج بھجانتا ہوں جو کچھ آپ سمجھتا ہوں دوسروں کو سمجھا سکتا ہوں۔ بشرطیکہ سمجھنا چاہیں اور تب کے پیچھے لاشی پلے نہ بھر رہے ہوں۔ دس دفعہ ملایا ایک دفعہ اکھڑا ہوا تو کیوں کر ہو سکتا ہو کہ دل میں ہو کچھ اور کھوں کچھ ۵

اراستی گویم ویدان نہ پسند جو بہت | حرف ناست سرون مدثر بہر ناست

مجھ سے اختلاف ہو تو مجھے جو عجیب ہے اور جو عجیب سمجھو مگر مائے خدایہ نہ کہ مجھے سید احمد خاں کے ساتھ مجھ کو سمیٹ لیا۔ میرے ساتھ اس بیچاری انجمن کو سان لو۔

مجھ کو تو نیچری کہلاتا عار تھا۔ مگر نیچریت کے اب وہ معنی نہیں رہے۔ جن کی وجہ سے میں نیچریت کو عار سمجھا کرتا تھا اب نیچریت یہ ہو کہ سید احمد خاں کو ملی گندھ کالج کا بانی ہو۔ نیچری ملی گندھ کالج گارٹ کا ایڈیٹر ہو۔ نیچری۔ ستر کو۔ نیچری ڈاکٹر کو نیچری۔ آدی کو۔ نیچری۔ تو ایسی نیچریت کا قبول کرنا اس سے زیادہ موجب عار نہیں ہے نہ چاہیے جیسے دو اور دو کا چار کرنا۔ میرا نیچریت کو تسلیم کرنا اسی

قبیل سے ہو جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

إِنْ كَانَتْ فُضًّا مَحْبُوتٌ أَلِ مُحَمَّدٍ فَلَيْسَ بِهِ الْفُلَّانُ إِنِّي سَرَّافٌ

اگر آل محمد کے ساتھ دوستی رکھنا رفض ہو تو دونوں جہان اس پر گواہ ہیں کہ میں رافضی ہوں۔ میں جو اپنے نفس کا احتساب کرتا ہوں تو میرا صرف ایک ہی خیال ایسا ہو جس کو کوئی مساندہ نہیں ہو سکتا ہو۔ یہ میری رائے ضرور ہو کہ تاویل کرنے سے کسی حکم کی ایسی بے حسنی نہیں ہوتی جیسے اصرار اور اعلان اور تعیم کے ساتھ اس کی تعمیل نہ کرنے سے بات کو صبر و سکون کے ساتھ سنو ہی نہیں تو اس کا کیا علاج ہو۔ مگر سنو گے۔ اور زمانہ ہماری دعا تو یہ ہے کہ تم ہی کو سنائے ورنہ تمہاری پہلی نسل نہیں تو دوسری اور دوسری نہیں تو قسم کھانے کی بات ہو کہ تیسری ضرور سنے گی کیا چھوٹی چھوٹی باتوں کی فکر میں پڑے ہو انگریزی ایجوکیشن دتعلیم کو روکو۔ اگر تم سے روکی جائے اور اب تو یہ ایسی جڑ پکڑ گئی ہے کہ بعض انگریز بھی جن کی یہ بلالائی ہوئی ہو جو اصحاب اس ہمہ آور دست -

اس کو روکنا چاہتے ہیں اور نہیں رکتی۔ جن لوگوں نے ایجوکیشن کی قدر و قیمت کو جانا پہچانا وہ ایسے اس کے گردیدہ ہیں کہ اگر گورنمنٹ اعلیٰ درجہ کی تعلیم سے دست کش ہونا چاہے تو مادرے ایشیائین کے یہاں سے ولایت تک گورنمنٹ کی دھجیاں بکھیر دیں۔ لیکن اگر گورنمنٹ اعلیٰ درجہ کی تعلیم سے دست کش ہو بھی جائے تو وہ لوگ چاہے جھوٹے کمرے ننگے پھر میں۔ بھیک مانگیں۔ مگر ایجوکیشن کا بال بیکانہ بننے دیں۔ بنگالی تو بنگالی ہمارے ساتھ دیسٹرن پوزیشن و ممالک مغربی و شمالی میں گورنمنٹ نے دو کالج بند کر دیئے لوگوں نے چندہ کر کے دونوں کو سبوتاژ قائم رکھا۔ تو جو لوگ اسلام کو معرض خطر میں سمجھتے ہیں ان کو چاہئے کہ ایجوکیشن کو روکیں۔ اگر ان سے روکی جائے اور یہ نہ رُکے اور نہیں رُکے گی تو جن باتوں کا سننا ناگوار ہو وہ اور ان سے بڑھ کر کہ تم آپ کو گے یہ اپنے آنکھوں دیکھے واقعات ہیں کہ جن باتوں کی اب کوئی مطلق پروا نہیں کرتا۔ اب سے چالیس برس پہلے ایک ایک بات کفر و منکر سمجھی جاتی تھی میں ایسے باپ

بیٹا ہوں کہ دہلی کالج کے پرنسپل نے ہر چند چاہا کہ میلنگریزی بچوں والہ مرحوم نے جو ایک غریب آدمی تھے مگر اپنے وقت کے بڑے دین دار عارف تھے دیا کہ مجھے اس کام جانا منظور۔ اس کا بھیک مانگنا قبول مگر انگریزی پڑھنا گوارا نہیں۔ میں ایسے مولوی کا شاگرد ہوں جنہوں نے لاٹ صاحب سے باسکرادہ ہرچہ تمام تر اور بچوری ہاتھ ملا کر اس ہاتھ کو مٹی سے رگڑا کر دھو ڈالا تھا۔ انگریزی صابون سے نہیں جنہوں نے پانی پینے کا ملکا جو جماعت میں رکھا رہتا تھا تڑوا لا ڈالا تھا۔ اس واسطے کہ اُس میں سے ایک شامت زدہ انگریزی خواں مسلمان پانی پی گیا تھا تم کیا دین داری بہتو گے۔ دین داریاں یہیں جو ہم نے دیکھیں ہیں اور اب ان کے دیکھنے کو انھیں ترستی ہیں۔ اور ایک نیٹ بی یہ جو جو ہم اور تم سب دیکھ رہے ہیں۔ ان نین کا یہی پسینہ۔ وہ بھی دیکھا بھی دیکھ۔ اور ایک دین داری اب پچاس برس بعد ہوگی اگر امام مہدی نہ آگئے۔ تم ایک سرسید کو بیٹے پھرتے ہو۔ کچھ خبر بھی ہو۔ زمانہ کہتے سرسید پیدا کر چکا اور کرتا چلا جا رہا ہے جن میں کے سرسید ہیں۔ ان کا تو یہ قول ہے۔

إِذْ لَمَّا تَ مِثْلَ مَا سَمِعْتَ قَامَ مَسِيحًا

قَوْلُ لِمَا قَالَ الْكِرَامُ قَوْلُ

دجب ہم میں سے ایک سرور مارا جاتا ہو تو اُس کی جگہ دوسرا سرور دکھڑا ہو جاتا ہے اور وہ بھی بزرگوں کی سی باتیں کرنے لگتا ہے اور انھیں کے سے کام،

قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ پر جہاں اور اعتراض ہیں وہاں ایک یہ بھی ہو کہ جو کچھ تمہاری کتاب میں لکھا ہے اس کی توکل کرو فَادُّوا بِالتَّوْحِيدِ قَالُوا هَآؤِنَا كُنتُمْ تُصَدِّقُونَ وَنُكْفِرُكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ يَحْمِلُونَ أَلَّا تَعْلَمُونَ (توریت سے آؤ اگر تم سچے ہو تو اُسے بڑھ کر دیکھو۔ اور جن پر انجیل آئی ہو ان کو چاہیئے کہ جو کچھ اللہ نے انجیل میں اتارا ہو اُس کے مطابق تو حکم دیں، یا ان وقتوں کی تائید، رہنے دو۔ احکام مشرہ میں کے یہ احکام کہ کل کے لئے ذبحہ مت کرو۔ یا تمہارے داہنے گلے پر کوئی طہانچہ مارے تو دوسرا اُس کے سامنے کرو۔ ہم نہیں کہتے کہ خدا نے یہ ناممکن التعمیل احکام بھیجے تھے شاید اُس زمانہ میں ایسے متوکل ایسے بے نفس لوگ رہے ہوں گے۔ مگر اب ہمارے وقتوں میں کی ایک مہدی کوئی ایک نصاریٰ یا کوئی ایک آدمی ان حکموں کی تعمیل کرتا یا کر سکتا ہے۔ تو خود ان کی

لا قانون ان کو گنگو من کر رہا ہو مجرم قرار دے رہا ہو اب تم اپنی جگہ آپ احتساب کر لیت کہ مسلمان کسی ایسے الزام کے مورد ہیں یا نہیں۔ کیوں کہ معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔

زور اور پیش می رود باما	باخداوند غیب وال نہ رود
-------------------------	-------------------------

گوئی نہیں مکتا اور کسی کو مکتا چاہیے بھی نہیں کہ مذہب سے قطع نظر کرو۔ مذہب قطع نظر کرنے کی چیز نہیں ہو آدمی کی باوجود خصوصاً ہم مسلمانوں کی دنیاوی اور دینی فلاح موقوفہ مذہب پر۔ ہم اس گروہ کے لوگ ہیں جن کو مذہب نے کھڑا کیا۔ مذہب نے ہم کو ترقی دی۔ مذہب نے ہماری حالت درست کی مفلس تھے مذہب کی بدولت امیر ہو گئے۔ خاکِ مذلت پر پڑے تھے۔ مذہب کی بدولت اوج عزت پر پہنچ گئے۔ محکوم تھے مذہب کی بدولت حاکم بنے۔ رعیت تھے مذہب کی بدولت بادشاہ بنے۔ شاہنشاہ بنے۔ غرض کچھ نہ تھے مذہب کی بدولت سب کچھ ہو گئے۔ کیا یہ کچھ کم افسوس کی بات ہو کہ اب وہی ہم ہیں اہل ابتدائی حالت سے بھی کم تر۔ فردر جلت میں اتنا انقلاب ایسا اردو بدل۔ اس قدر اختلاف۔ یہ کیوں؟ یہ وہی مذہب کا بس یونہی نہی غلط فہمی۔ مذہب کو برسی طرح سے عمل میں لانا۔ یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہو۔ ہر شخص اپنی جگہ اس کا فیصلہ کرے کہ ہم مسلمان ہندوستان میں انگریزوں کی مملداری میں اسلام کو دنیاوی عزت۔ دنیاوی متول کے ساتھ جمع کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں کر سکتے۔ تو کچھ بحث نہیں۔ تیکر انہیں لڑائی نہیں چھیڑنا نہیں۔ چلو اپنا اپنا بوریا بدھنا باندھ باندھ کر ان ظالموں کی مملداری سے کل بھاگیں لیکن کہتے آدمی ہیں جو ایسا ارادہ کریں یا چلنے والوں کے ساتھ چل کھڑے ہوں جس سے کو گے وہی کانوں پر ہاتھ دھرے لگا کر نابا یا ہم ایسا امن۔ ایسی آسائش۔ ایسی آزادی کہاں پائیں گے۔ بل مذہب وہ ہمارے دل کے ساتھ جو جہان ہم وہیں مذہب ہے۔

میں وہ نہیں کہ تم ہو کیوں اور کیوں ہوں میں	میں ہوں تمہارا سنا یہ جہاں تم ہو میں میں
--	--

یہاں ہم کو کچھ ہی روک لوگ ہو۔ نماز پڑھنی چاہیں روزہ رکھنا چاہیں کوئی مانع نہیں۔ روزہ دینی چاہیں یعنی نجرن حمایت اسلام کی مدد کرنی چاہیں۔ کوئی ہاتھ پٹہ نہیں۔ سچ کو ماننا چاہیں کوئی

اُن کے افعال و مقدرات کا حساب لیا جائے گا و لاخیر رُحاً و رُزاً و خوی (ایک کا بوجھ دیکھو)
 نہیں ڈالا جائے گا لیکن کھلواتے ہیں لوگ تباہوں۔ پوچھتے ہیں تو بتاتا ہوں۔ سوال کرتے ہیں تو جواب
 دیتا ہوں کہ میرے نزدیک اسلام لازماً انسانیت ہو **فَصَلِّ عَلَى اللَّهِ الَّتِي خَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ**
لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيُّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (اللہ کی بناوٹ جس کے مطابق
 لوگوں کو بنا دیا اللہ کی خلقت کو کون بدلے ہی چڑھیک دین لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں کھانے
 سے پینے سے پینے سے کسی وضع میں رہنے سے کسی زبان کے کھینے سے کسی علم کے پڑھنے سے اب
 ہوا سے۔ دنیاوی حکومتوں کے رد و بدل سے اس میں فرق نہیں آسکتا۔ اگر انسان ایک خدا کا
 قائل نہیں تو وہ اوج انسانیت سے ساقط ہو کر خفیض حیوانیت پر آگرا ہو۔ اور اگر ایک خدا کا قائل
 ہو۔ اور جندہ بشر ہو کوئی امر نامشروع بھی اُس سے سرزد ہو جاتا تو وہ ڈپلن (قواعد) کو توڑتا ہو اور
 اُس کی پاداش میں شاید اُس کی دیل بولی جائے یا اُس کا زینک (درجہ) توڑ دیا جائے یا اُس کا
 ریشن (مراتب) گھٹا دیا جائے یا اُس کا بھستہ موقوف یا اور کوئی سزا دی جائے
 مگر فوج سے اُس کا نام نہیں کٹے گا۔ اُس کو گولی نہیں ماری جائے گی اُس کو پھانسی نہیں لگے گی
 دیس آل دیس ہو چکا، اسلام کی جزیلی (عمومیت) کہ قیامت تک اب کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ اور مَا أَزْسَلْنَاكَ إِلَّا
 كَذَّابَةً لِلنَّاسِ (محمد تم میں سے کسی مرد کے باب نہیں ہیں بلکہ خدا کے رسول ہیں جن پر نبوت ختم
 ہو گئی اور ہم نے تم کو کل دنیا کے سارے لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کے بھیجا ہو، غرض کیا بلا طرمان
 اور کیا باعتبار مکان اسلام کی جزیلی (عمومیت) چری بکار رہی ہو کہ اس کو کیا ہونا چاہیے اور لوگوں نے
 اس کو کیا بنا رکھا ہو۔ مگر وہ اپنی اصلیت پر آئے گا ضرور آئے گا۔ اور یہی ایجوکیشن اس کو اس کی
 لائے گی۔ لیکن یہ تشریح کے کام ہیں۔ ایجوکیشن اہل مذہب یعنی مذہب متعارف میں کسرو و انکسار
 چہ نیکو تر میں چاہئیں۔ اُس وقت تک پیشین گوئی کے جرم میں جس جس کی قسمت میں گالیاں کھانی
 لگتی ہیں گالیاں کھائے اور جس جس کی تقدیر میں سختی ہے وہی ہیں سختیں سن لے پھر جو ہوا ہو وہ ہو گا۔

تولیندہ رانیت فردا سید

نوشتہ باند سیاہ بر سفید

ایسا پکھلیس، مکھن تھیل، ایسا سہل سہل، ایسا ریزہ بیل، مقتول، مذہب جیسا کہ حقیقت میں اسلام ہو
 کوئی شخص جس کو خدا نے کائنات میں (معمولی عقل)، دیا جو اس کو جھگڑ (نامنطور) نہیں کر سکتا۔ وہ
 صرف تنکے کے اوچھل پہاڑ ہو۔ ذرا ازبرائے خدا اس تکے تو سمجھو کہ فطرت انسانی اسی طرح سے واقع ہوئی
 ہو کہ جو پیدا ہوتا ہو وہ مسلمان ہی پیدا ہوتا ہو اس کے ہی مبنی ہیں کہ تمام بنی آدم اصل خلقت کی رو سے
 مسلمان ہیں یہ وہی بات ہو کہ کسی نے پوچھا ناک کدھر ہوتی ہو ایک نے سامنے سے ناک پر انگلی رکھ کر
 بتا دیا کہ یہ ناک ہو دوسرے نے گڈی کے پیچھے سے ہاتھ لے جا کر بتا دیا کہ یہ ناک ہو۔ ناک تو جہان جو
 وہیں ہو۔ صرف بتانے کے طریقے مختلف ہیں قرآن سے تو اس کی سند سن ہی چکے ہو وہی قَطْرَةُ اللَّهِ
 الْفَلْحُ قَطْرَةُ الدَّائِمِ عَلَيْهِمُ۔ اب لو حدیث۔ ایک بار اُس رحمت اور شفقت کے جوش میں جو پیغمبروں کا
 خاصہ ہو۔ ہمارے پیغمبر صاحب نے اپنے خادم بلالؓ کو حکم دیا کہ ای بلالؓ جا دینے کی گلی کو چپے پیچھی
 طوت پکار پھر منن قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (جو ایک خدا کا قائل ہو وہ جنتی ہی بلالؓ
 چلے۔ راہ میں طے عمر فرما پوچھا بلالؓ کہ ہر انھوں نے بیان کیا تو عمرؓ فرماں کو ان حضرت کی خدمت میں
 لوٹا لائے۔ اور عرض کیا ای جناب کہیں ایسا نہ ہو۔ یہ حکم عام سن کر لوگ نیک کاموں کے کرنے سے
 باز رہیں۔ وہ حکم ایک مصلحت سے اُس وقت شہر نہ ہوا۔ مگر لکھا ہو موجود ہو۔ اور پڑھے لکھے اس سے
 واقف ہیں۔ اگر اسلام کو اس کے اصلی پیرائے میں پیش کیا گیا ہو تو لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ اسلام
 کو لیا ہوتا مگر دنیا کی بندھنیں سے وہ پیش کیا گیا فارت گری اور غول ریزی کے پیرائے میں پیش کیا گیا
 عذاب اور مصیبت کے پیرائے میں اور پیش کرنے والے کون۔ دنیا کے بادشاہ۔ جاہ و ثروت کے
 قرہ قہہ ملک گیری کے حیل پس لوگ اسلام کی ڈرافٹی صورت سے لگے بھاگنے اور افسوس ہو
 کہ اب بھی مسلمانوں کی طرف سے استمال اور تالیف قلوب کی مطلق کوشش نہیں کی جاتی۔ وہ
 پشت پالشت کے موروثی مسلمانوں کو اسلام سے نکال دینے کی فکر میں لگے ہیں مسلمانوں کو کافر ٹھہرنا
 مرتد بنا دینا یہ تو ان کی ایک معمولی بات ہو جن طیبوں کے پاس مرجعہ یادہ ہوتا ہو۔ وہ موسمی امر ہیں

کسی ایک نسخے کی بہت سی نقلیں کرار کھتے ہیں۔ نہ بنقص دیکھیں نہ حال پوچھیں مریض آیا اور انھوں نے مسند کے تلے سے نسخہ نکال جو اسے کیا۔ ادھر ایک عطار لگا ہوا جو وہ حکیم صاحب کے دستور سے واقف ہو اس نے پہلے ہی سے پڑیاں باندھ رکھی ہیں اتنا دیکھ لیا کہ نسخہ حکیم صاحب کا ہو۔ دواؤں کے نام اور اوزان پڑے اس کی بلالونڈے سے کہا فلاں خانے میں جو پڑا رکھا ہو این کو لا کر دے دے۔ لائے حضرت سارے چار پیسے۔ قریب قریب یہی حال ہو۔ اس زمانے کے کفر کے فتوؤں کا لیکن ای آریو۔ ای رحمہ۔ ای ہندو بھائیو۔ ای یسائیو۔ ای اسلام کے سوا کسی اور مذہب کے ماننے والو۔ ای مذہب کی تلاش رکھنے والو۔ ان لوگوں کی بات پر مست جاؤ۔ اگر تم آدمی ہو اور ضرور آدمی ہو اگر تم عقل بھی رکھتے ہو اور ضرور رکھتے ہو تو تم خدا کو مانتے ہو گے اور اس کو ایک بھی جانتے ہو گے اب تم ہماری دنیا کو بھان مارو دیکھو تو اتنی ہی بات پر کوئی بھی تم پر ہاتھ دھرتا کوئی بھی تم کو نجات ابدی دلا دینے کا وعدہ کرتا ہو۔ ہاں ایک شخص ہو محمد عربی اسلام کا پیغمبر منکر متواضع۔ سیدہ حاسبہ۔ بے تصنع۔ بے تکلف۔ بے طمع وہ طہینان کرتا ہو کہ چلو۔ میں تم بھٹو دیتا ہوں۔ بے شک لوگوں نے اس کی برائیاں تم سے کی ہوں گی اور اب بھی کرتے ہوں گے لیکن اگر کوئی تم سے کھدے کہ کو اتھاہ سے کان لے گیا۔ تو کیا سننے کے ساتھ تو اسے پیچھے دوڑے دوڑے پھر و گے۔ کیوں نہیں پاس کے پاس تول لیتے کہ سر میں کان بھی ہیں یا نہیں۔ اس کی بات کو تو جاچو کہ کتنا کیسے پتے کی ہو۔ ابدی نجات اور ایسی سستی۔ اور اگر نجات کی قدر ہی نہیں اور بد سے میں مرنا منظور ہو تو پڑو چلے میں ہم تم کو اپنا اہناتار چکے۔

مذہب کا گڈ لولیس دینے اچھا استعمال یہ ہو کہ ہم اپنے نفوس کی اصلاح کریں ہم کو اپنا پناہ جہنم کا کوئی استحقاق نہیں کہ **لَا تَزَكِيكَ اَنْفُسُكَ هُوَ اَحْسَنُ مِنْ اَنْفِي** اپنے منہ آپ نیکو کا رستہ جو خدا ہی کو خبر ہو کہ اس کے نزدیک کون نیکو کا رستہ ہے تاہو میں خیال کرتا ہوں کہ انسان کو اپنے نفس کی اصلاح کا ایسا فعل ہو کہ اگر وہ اس ڈیوٹی کو اچھی طرح ادا کرے تو اس کو دوسروں کے حالات کی تجسس کی فرصت ہی نہیں مل سکتی۔ میری باتوں سے ایسا ظاہر ہو تا ہو گا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں

اُس پر عمل کرتے ہیں لیکن اگر عمل کرتا چوتھا تو تم سب پر عمل معاف کیسی کر دیا ہوتا۔ آخر جو نہیں ہوتا اسی سے نہیں ہوتا کہ کما سب کچھ جاتا ہو اور کیا کچھ بھی نہیں جاتا۔

مسیر کے نام صحابہ کے گزراں | نام صحابہ خود یا قسم کم درجہ ہاں

کنے کو تو چھوٹے چھوٹے دو جلوں میں سارے اسلام کا خلاصہ ہو لا لہ الا اللہ محمد رسول اللہ خدا ایک محمد برحق لیکن منہ سے ایک اور برحق کہنے کی سند نہیں۔ کردار سے۔ گفتار سے۔ رفتار سے ثابت کرو کہ تم نے خدا کو ایک اور عہد کو برحق بجا لیا کہ حدیث کی یہی پیروی کھیر چکے تھے اسی امتحان میں فیل ہو گئیں۔ باوجودیکہ عقلی شہادت موجود ہو اور جو عقل ہم کو بتاتی ہو کہ خدا ہو۔ وہی یہ بھی بتاتی ہو کہ وہ ایک ہو۔ مگر آدمی کچھ ایسا دھمکنی لہن مخلوق ہو کہ وقت پر بہک ہی جاتا ہو اسلام سے پہلے خدا ہی کی اتاری ہوئی شہادتیں تھیں۔ ان شہادتوں میں اوامر تھے۔ نواہی تھے آداب تھے مواظبت تھے۔ حکم تھے۔ سب ہی کچھ تھا یہی باتیں تھوڑی رد و بدل سے اسلام میں بھی ہیں پھر کیا ضرورت داعی ہوئی کہ ایک نیا مذہب جاری کیا جائے کہ وہ جو رو کو ختم سے۔ باپ کو بیٹے سے۔ دوست کو دوست سے مالک کو جائیداد سے۔ گھر سے۔ وطن سے۔ آدمی کو آدمی سے جدا کر دے اور ایک جدید قانون ہو اور وہ فیصلہ کرے فَرِيقًا فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقًا فِي النَّارِ ایک گروہ جنت میں ایک گروہ دوزخ میں ہاں ضرور تھی اُسی توحید کی خامی۔ اُسی توحید کا نزول۔ پس بڑی بات سب سے بڑی بات۔ ہم بالشان بات جو اسلام میں ہو وہ توحید ہو۔ پاک صاف۔ خالص۔ بے آمیزش۔

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اس کا اس قدر اہتمام تھا کہ ساری عمر اسی کی رشتہ بندیوں میں لگے رہے۔ اپنی تعلیم تک جائز نہیں رکھتے تھے کہ کیں ایسا ہو لوگ سبائے گنہگار۔ اور میرے ساتھ وہ معاملہ کریں جو یہود نے حضرت موسیٰ اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبیناؤ علیہم السلام کے ساتھ کیا۔ بدد کی لڑائی فتح ہوئی تو انصاری کی ملک کیاں میت ارسالت میں مگر شادیانے گائے گئیں۔ آپ خاموش پڑے سنتے رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے کہا ہم میں رسول ہیں میں غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ بحث اٹھ بیٹھے۔ اور فرمایا کہ نہیں نہیں وہی اپنا پہلا گیت گائے جاؤ اپنی

قبر کے بارے میں تو آپ نے بار بار فرمایا کہ دیکھنا جسے بعد میری قبر کو نہ پوجنے لگتا تو میرے کھینچنے تصویر کے رکھنے کے باب میں جیسے جیسے وہ سب تدبیریں تھیں سو باب بت پرستی کی ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر انسان اور کیا کر سکتا ہو۔ کہ یا بچوں وقت نمازیں ہر مسلمان کے منہ سے کھلیا جاتا ہو کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ۔

اس نبی مودہ علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی امت کو دیکھو ہم کو دوسرے ملکوں کی توخیر نہیں مگر غالب ہو کر یہی حال ہو گا جو یہاں کا ہو کہ بزرگان دین کی تنظیم کو حد عبادت پہنچا دیا ہو۔ جب تک ٹھٹھ سے نہ کہیں معلوم نہیں ہو تا کس سے حاجت طلب کر رہے ہیں اور کس کی شفاعت چاہتے ہیں اور اگر خیر نفس و رقی فی شئہم اللہ الذی یزیدہم و یمنہم و یزیدہم و یمنہم دوسرے لوگ میرے مانہ کے پھر جو ان کے بعد پھر جو ان کے بعد کے سلسلے کی رعایت کی جائے اور رعایت ہو نی چاہیے کیوں کہ وہ فرمودہ رسول ہو۔ تو ان بزرگوں کی نوبت بھی نہ آئے۔ لیکن مسلمانان درگور مسلمان در کتاب۔

معدودے چند مسلمان ہیں جو توحید کا پاس کرتے ہیں سو ان کو دو بانی و بانی لکھ کر اس فکر میں لگے ہیں کہ ان کو باغی سرکار ٹھہرا کر بن پڑے تو جلا وطن کر دیجئے سورہ مانہ کا اخیر کوع میرے اس مطلب سے بہت ہی چسپاں ہو فرماتے ہیں۔ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ لِيَعْقِبِي اِبْنَ مَرْيَمَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُحْيِ الْاٰمِنِيْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُيُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنْ اَعْبُدُ وَاَللّٰهُ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ اِنْ نَعِدْ جَعْمٌ وَاَهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ نَعْفُ لَهُمْ وَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ فِيْهِمْ هُمْ فِيْهِ يَنْصُرُوْنَ اَلَا هُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهٖ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَافِيُّ (اور جب اللہ پوچھے گا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود قرار دو تو حضرت عیسیٰ بارگاہ رب العزت میں عرض کریں گے

کہ اسی خداوند تو عارفِ شریک سے بری ہو جھلایا کیس مجھ سے ہو سکتا تھا کہ جو بات مجھ کو سزاوار نہیں مجھ نے کلائی
اگر میں نے کسی جھوٹی تواریخ خدا فرود جھکواؤں کا علم ہوا ہو گا۔ کیوں کہ تو میرے دل کی بات جانتا ہی۔
اور مجھ کو تیرے اسرارِ قدرت کی کچھ خبر نہیں میرے دل کی بات کیا تجھ کو غیب کی ساری باتیں معلوم
ہیں۔ مجھ کو جو تو نے ارشاد فرمایا تھا وہی جوں کا توں میں نے اُن لوگوں کو کہتا یا تھا اس کے سوا ایک
حرف نہیں کہ اللہ کی پرستش کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے اور جب تک میں اُن کے ساتھ
موجود رہا میں اُن کے حالات دیکھتا رہا جب تو نے مجھ کو اپنے پاس بلایا۔ تو تو اُن کا نگراں حال تھا۔
اور تو بھی چیزوں کو دیکھتا رہتا ہو۔ اگر تو اُن کو سزا دینی چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں تیرے حکم سے باہر
نہیں اور اگر اوصاف کر دے تو تو اختیار رکھتا ہی اور صلحت شناس ہی۔ اس پر اللہ جل شانہ فرمائے گا۔
آج کا دن دودن ہو کہ کچھ کو اُن کا بیچ کام آئے گا ان کے لیے بلن ہیں جن کے تلے نہریں پڑی
بہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اُن میں رہیں گے اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے خوش یہ ہر پڑی
کامیابی۔)

انبیاء کے بھی مدارج ہیں چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہُوَ تِلْكَ الرُّسُلُ فَطَلْنَا بَعْضَهُمْ
عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ فَمَنْ تَلَوَّاهُ وَلَوْ عَلَيَّ الْكُفَّارِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ اِنَّ مَوْزِعَ الْبَيْتِ وَاَيُّهَا
يُرْجِعُ الْعُقْدُ مِنْ يَدِهِ جَارِے رسول ہیں۔ ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر مدارج کے اعتبار سے
بزرگی دی اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے معجزے دیئے اور روح القدس سے مدد دی،

جب تک قرآن یا حدیث میں صراحت نہ ہو ہم کسی پیغمبر کے درجے کی تعین نہیں کر سکتے اس لیے
میں جو میں نے ابھی دُوسری مسئلہ اسلام کا انحصار نکلا ہے اور ایک جگہ فرماتے ہیں شَرَعَ لَكُمْ مِنَ
الَّذِينَ سَاءَ مَوَٰمِلُ يَهُودُ حَاوِلَ الَّذِي اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوسٰی وَهٰنُومَ
لِيُؤْتِيَهُمْ دِينًا اَوْ يَتَّبِعُوا مِلَّةَ اَبْرَاهِيْمَ اَوْ يَتَّبِعُوا مِلَّةَ مُوسٰی اَوْ يَتَّبِعُوا مِلَّةَ هٰنُومَ اَوْ يَتَّبِعُوا مِلَّةَ
اِبْرَاهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِي دِينِهِمُ الْتَوَاقُفَ وَكَتَبْنَا لَهُمْ فِي الْكِتَابِ الَّذِي وَصَّيْنَا بِهِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوسٰی وَهٰنُومَ
لِيُؤْتِيَهُمْ دِينًا اَوْ يَتَّبِعُوا مِلَّةَ اَبْرَاهِيْمَ اَوْ يَتَّبِعُوا مِلَّةَ مُوسٰی اَوْ يَتَّبِعُوا مِلَّةَ هٰنُومَ اَوْ يَتَّبِعُوا مِلَّةَ

عَلَى أَقْدَارِهِمْ رَسُولًا وَقَمِيئًا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَآدَمَ بْنَ الْإِبْرَاهِيمَ (اور ہم نے نوح اور
 ابراہیم کو رسول بنا کر بھیجا اور ان کی نسل میں نبوت اور کتاب کو رکھا تو ان میں سے بعضے راہ یاب ہیں
 اور اکثر ان میں سے بدکار ہیں۔ پھر انہیں کے قدم بقدم ہم نے اپنے دوسرے رسولوں کو چلا یا اور
 انہیں کے قدم بقدم عیسیٰ کو چلا یا اور ہم نے ان کو نبیل بھی دی) ابن آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
 عیسیٰ بھی بڑے درجے کے پیغمبر ہیں اور صاحب کتاب ہونے میں تو کچھ شک ہی نہیں۔ ایک بات ان
 میں خاص ہے کہ دوسرے انبیاء کو معجزے دیئے گئے تھے اور حضرت عیسیٰ کو بھی دیئے گئے تھے مگر وہ خود
 بھی ایک معجزہ تھے۔ کیوں کہ بے باپ کے پیدا ہونے تھے۔ بہر کیف وہ ایسے کچھ تھے کہ لاکھوں آدمیوں
 آدمیوں نے غلطی کی۔ بے جا کیا بُرا کیا۔ مگر ان کو خدا مانا۔ اچھا خدا مانا تو کیا کیا۔ وہ کیا جو خدا کے ساتھ
 کرتے ہیں۔ ان سے دعائیں مانگیں۔ ان سے حاجتیں طلب کیں ان کو خدا کی طرح متصرف با اختیار
 سمجھا۔ ان کی وہ عظمت کی جو خدا کی کی جاتی ہو اسی کا نام ہو شرک اور یہی وہ بلا ہے جس کی خدا کو چڑھو۔
 وہ فرماتا ہو إِنَّ الْفِتْرَةَ ظُلْمَةٌ عَظِيمَةٌ شَرُّكٌ بَرِيٌّ ظُلْمٌ كِبَارٌ بَارِئٌ فَرَمَاتَا هُوَ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْفِرُ
 أَنْ يُفْتَرَا وَهُوَ يَنْفَعُ مَا دُونَ ذَلِكَ لَمَنْ يَفْقَهُ (اللہ کے ہاں سے اُس کی تو مغفرت نہیں جو شرک
 کرتا ہو لیکن شرک سے کم جو گناہ ہوں وہ جس کو چاہے معاف کر دے) اور واقع میں شرک تو کھلی
 مکمل بغاوت ہے جب ایک شخص خدا کو خدا ہی نہیں مانتا۔ پھر اُس سے اُمید مغفرت کیسی جو تیرا خدا ہو
 اُس کے پاس جا اور اُس سے مغفرت مانگ۔ غیر تو لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو اور ان کی والدہ کو
 شریکِ خدا کی گردانا۔ آدمی سے سب حق ہو سکتے ہیں۔ مگر نہیں ہو سکتا تو یہ کہ وہ اپنے تئیں خدا
 سمجھے اور فرعون کا اَنَا رَبُّكُمْ اَلَا كَفَلَى سَاءَ تَوَدُّهُ اُس کی بیودہ شمی تھی۔ اور خوش حالی اور حکومت
 کے غرہ میں اگر حضرت موسیٰ کی ضد سے اُس نے نالایق بات منہ سے بک دی۔ مجربے کسی کا
 وقت آیا تو اُس کی ساری قلمی کھل گئی۔ حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا
 الَّذِي آمَنْتُ بِهِ يَوْمَ الْوَعْدِ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ (جب لگا ڈوبنے تو بول اٹھا کہ میں ایمان لایا
 اس بات پر کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں بھی اس کے

اور فرعون پر کیا موقوف ہو تمام آدمیوں کا یہی حال ہو کہ مصیبت کے وقت اُن کو خدا یاد آتا ہوا خوش حالی میں خدا کی کچھ پروا نہیں کرتے چنانچہ انسان کی اس عادت کو خدا تعالیٰ نے اس طرح پر بیان فرمایا ہو عَشَىٰ رَاٰ الْكَتْمَةَ فِي الْفُلَاكِ وَجَرَحَنَ بِحِمِّهِ طَبِيْعَةً وَفَرِحُوْا بِهَا جَاؤْا بِهَا وَفَرِحُوْا بِهَا وَجَرَحَنَ وَ جَاؤْهُمُ الْكَتْمُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَكَلَّمُوْا اَهْلَهُمْ اَحْطَ بِهٖمْ دَعَا اللّٰهُ لِيُخْلِصَ مِنْهُ الْاَنۡدَادَ الَّذِيْنَ لَدَيْنَا اَلْمُجَسَّمٰتُ هٰذِيْہٗ لَكَوْنُتَ مِنَ الْعٰقِلِيْنَ فَلَمَّا اَبۡجَاہُمَا اِذَا هُمۡ يَجۡتَوِيْنَ فِي الْاَرْضِ بِغِيۡثٍ اَتَقٰتُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا يَتَمَنَّٰوْنَ لَعَلَّ اَهْلُسُكُمۡ مَّتَاعَ الْخٰلِیۡۃِ الَّذِیۡنَا اَعۡمَلُوْا لَیۡسَا اَعۡمَلُوْا جَعَلُوْا فَنَبۡیِکُمۡ عَلٰی کُلِّۭمَ لَعَلَّکُمْ دِیۡسَا لَکُمْ کَرۡجَبَ کُشۡتٍ مِّنۡ سَوَآءٍ ہُوۡتَ ہُنَّ اَوۡبَادٍ مَّوٰفِقِ اُسُ کُوۡسَ طَبِیۡعِ ہُوۡا دَرۡمِضِیۡ کَے موافق ہوا پر ان خوش ہوتے ہیں تو ہوا کا جھونکا ناؤ کو الگ ہوا اور ہر طرف سے جو میں آنے لگتی ہیں اور لوگوں کو خیال ہوتا ہو کہ اب تو ہم گھر گئے تو بڑے خلوص کے ساتھ خدا کو پکارنے لگے ہیں کہ اگر ہم کو اس بلا سے نجات دے تو ہم تیرے شکر گزار بندے ہو کر رہیں گے جب اُن کو خدا نجات دیتا ہو تو ناحق غفلت میں جا کر بغاوت کرنے لگے ہیں لوگو یہ بغاوت تمہارے ہی حق میں مضر ہو دنیا کے پیٹے جی کے فائدے ہیں پھر تم کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہو اُس وقت ہم تم کو بتا دیں گے کہ تم نے کیسے عمل کیے تھے بھر بھر کر فرعون پر لعنت کرنے کو تو سب ہی ہو جاتے ہیں اور مجھے ایک دن خیال آیا کہ فرعون کی طرح اَلَّذِیۡنَ لَیۡ مَلٰکُ حِصْرًا وَہٰذَا یَاۡۤاَۤا لَکُمۡ لَیۡحَیۡیَ مِیۡنَ یٰۤمُحَمَّدٍ دِکَا مِیۡنَ مَلٰکِ صَرَکَہَا لَکَ نَمِیۡنَ حٰرِیۡہِ تَمِیۡنَ ہِیۡرَ مَعْلُوۡنَ کَے تے پڑی ہو رہی ہیں ہوا اور پھر آدمی اَنَّا دِیۡکُمۡ اَلَّا تَقۡلُ نَسَکَے تو جانیں۔ دو شخص جو مادہ فرعونیت ہی ہمارے ہاں کے ناموں اور خطابوں میں پڑی جھلک رہی ہو تو غرض یہ ہو کہ حضرت عیسیٰ کی شان سے نہایت بعید تھا کہ دعویٰ خدائی کریں اور اپنی پرستش کرنا چاہیں مَا کَانَ لِیۡسَیۡہِ اَنْ یُّوۡحِیَہُ اللّٰہُ الْکِتٰبَ فَلَقِیۡمَ وَالنَّبِیۡۃَ نَسَرَّ عَلٰی النَّاسِ کُوۡنُوۡا اٰہِلًا لِّیۡ مِنْ دُوۡنِ اللّٰہِ وَلٰکِنۡ کُوۡنُوۡا رَکَابَۃَ یٰۤاَۤا یٰۤا کُتُمۡ لَکُمۡ لَکُمۡ لَکُمۡ وَیَمَّا کُنْتُمْ تَدۡدُسُوۡنَ وَاَیۡمَکُمۡ اَنْ تَتَّحِدُوۡا اِلٰہَ الْاَلۡفَلٰکَۃِ وَالسَّیۡتِیۡنَ اَنۡبَاہَاۡ اَیۡمَکُمۡ بِالکُفۡرِ بَعۡدَ اِذَا اَنْتُمْ مُّسۡلِمُوۡنَ (یہ کسی بشر کا کام نہیں کہ خدا اس کو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور پھر وہ لوگوں سے لگے کہنے کہ خدا کو کچھ اور میرے بندے جو بلکہ

وہ تو یہ کہے گا کہ خدا پرست بنو کیوں کہ تم کتاب الہی پڑھتے پڑھاتے رہے ہو اور تم کو ایسا حکم نہیں دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا بناؤ۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم تو اسلام لائے اور وہ تم کو کفر کا حکم دے، لیکن حضرت عیسیٰ کے عقیدین نے ابن کی پریش کی اور ان کو اور ان کی والدہ کو خدائی کے درجہ میں لیا۔ لیکن یہ ایسا ان کو سپر ہیمنڈ (علاقہ قیاس) خیال ہے کہ واقع میں سخت تعجب ہوتا ہے۔ لوگوں نے کیوں اس کو ایک لمحہ کے لیے بھی دل میں آنے دیا۔ مگر پھر کچھ تعجب نہیں ہوتا۔ کیوں کہ حضرت عیسیٰ تو پھر بھی بڑے رتبے کے پیغمبر تھے۔ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے معجزے کی طاقت سے مردوں کو جلاتے۔ اندھوں کو بینا۔ کوڑھیوں کو چھکا کرتے تھے۔ ان کی نسبت ایسا شبہ کر لیا گیا ہو کہ یہی خدا ہیں یا یہ بھی خدا ہیں تو انسان کے ضعف سے کچھ بھی بعید نہیں لیکن ہم مسلمانوں کا کیا حال ہے کہ ہم میں کا ایک جم غفیر قریب قریب اسی طرح کی مدارات ہر ایک شخص کے ساتھ کرتا ہے جس کو وہ بزرگ سمجھے تو ہم کس منہج سے اعتراض کر سکتے ہیں۔ یہودی پر نصاریٰ پر شرکین پر۔

باقی رہی تاویل کہ ہم ان کی تعظیم کرتے ہیں نہ پریش ہم ان سے شفاعت چاہتے ہیں نہ حاجت سہیہ تاویل تو نئی نہیں بلکہ شرکین سے لی گئی ہے اور خدا کی جناب سے نا منظور ہو چکی ہے۔ وہ بھی یہ کہتے تھے ھُوَ الَّذِي شَفَعَا لَكَ عِنْدَ اللَّهِ (یہ ہیں ہمارے سفارشی الہ کی سرکار میں۔) مَا أَقْبَدُ هُمْ إِلَّا لِيَقْرَأُوا إِلَيَّ الْكِتَابَ (ہم تو ان کی پریش اسی لیے کرتے ہیں کہ الہ کی سرکار میں ہماری رسائی کی تقریب کر دیں) کیا انصاف ہے کہ وہ خدا کی نظر میں ایسی ہی شفاعت اور ایسی ہی تقریب کے ہوتے مشرک ٹھہریں اور ہم موحّد کے موحّد تو حید نہ جوئی بی بی تمیز کا وضو ہوا کہ وہ کسی طرح ٹوٹنا ہی نہیں۔ پس ہم نے بنی اسرائیل کی طرح خدا کے ساتھ ایک ادعا کی خصوصیت پیدا کر رکھی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (ہم الہ کے فرزند ہیں اور اس کے دوست) لَكُمُ الْمَسْأَلَةُ إِلَّا يَا مَعْزُودَ دَعَا (سو اسے چند روز کے ہم کو آتش و فرخ چھوٹی بھی تو نہیں) ان سے پوچھا جاتا ہے اَوَ تَعْبُدُونَ اللَّهَ عَمَلًا فَلَن تُجْلِبُوا اللَّهُ عَمَلَكُمْ أَمْ تَقُولُونَ

ہوتے ہیں ان کو خدا سے بات کرنے کا موقع ملے تو ایک منٹ کی جگہ ایک گھنٹہ لگا دیں۔

جس وقت حضرت موسیٰ کو خلعت پیغمبری عطا ہو رہا تھا تو خدا تعالیٰ نے پوچھا وَمَا نَبَأُكَ بِحَبِيبِكَ يَا مُوسَى (موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا ہے عَصَا) جی کا لفظ بھی زیادہ ہی تھا مگر عَصَا سے ہے عَصَا کہنے میں کچھ دیر لگتی ہے ہی پھر موسیٰ تو ہے عَصَا پر بھی کب بس کرنے والے تھے۔ عرض کرتے ہیں اور کرتے ہی چلے جاتے ہیں اَنُوكَا عَلَيْهِمَا وَاَهْشُ بِهِمَا عَلَى عَصَمِي وَفِي فِيْهِمَا مَا دِ ابْ اُخْرٰی (میں اس پٹیک لگاتا ہوں اور درختوں کے پتے بھار کر کبر کیوں کو کھلاتا ہوں۔ اور اس سے میرے اور بھی مطلب نکلتے ہیں۔

یہی حال حضرت عیسیٰ کا ہوا بلکہ اُن کو تو اپنی صفائی بھی کرنی تھی۔ جہاں تک زبان نے یا رمی دی کہتے ہی چلے گئے۔ کہ میں نے ایسی نالایق بات منہ سے نکالی ہوگی تو تجھ کو ضرور خیر ہوئی ہوگی۔ کیوں کہ تو تو میرے دل تک کا حال جانتا ہے۔ اور میں تیرے دل کی بات کیا جانوں کہ تو مجھ سے تبلیغ رسالت کے سوائے اور کیا چاہتا تھا۔ اور تجھ سے توفیق کی بھی کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ ابھی حضرت عیسیٰ کیا چپ کر سکتے ہیں اُن کو اپنی برات کا جوش آ رہا ہے اور کسے چلے جاتے ہیں کہ مجھ کو تو جو حکم ملا تھا میں نے بے کم و کاست وہی کا وہی اُن کو سنا دیا تھا کہ اللہ کی پیش کردہ جو میرا تھا اس کا پروہ دگا رہے۔ اور جب تک اُن کا میرا ساتھ رہا۔ اُن کی خبر رکھتا رہا کہ کہیں تو جبر سے بھٹک نہ جائیں۔ پھر جب تو نے مجھ کو اپنے پاس بلا لیا تو ای خدا تو آپ اُن کا گلاں حال تھا انجھ کو خبر ہوگی کہ انھوں نے میرے بعد کیا کیا۔ ہائے ہائے نبوت کی شان نہیں جباتی۔ اُمت کی وجہ سے مفت جواب ہی میں پکڑے گئے اپنا قصور نہیں۔ لگاؤ نہیں مگر اُس کے حل پر جو شفقت تھی اُس میں کی نہیں آئی۔ وہ لوگ خدا کے ساتھ شریک کریں۔ ان کو جواب دہی میں کھجوائیں اور یہ اُن کی سفارش کریں کہ ای خدا اگر تو ان کو سزا دینی چاہے تو تیرے بندے ہیں تیرے حکم سے باہر نہیں جو چاہے سو کر اور اگر تو ان سے درگزر فرمائے تو کوئی تیرا ہاتھ پکڑنے والا نہیں کہ تو کیوں ان کو معاف کیے دیتا ہے۔

اسی طرح میں ایک دن سورہ یوسف پڑھ رہا تھا جب اُس مقام پر پہنچا جہاں حضرت یوسفؑ قید ہو چکے ہیں اور اُن کے ساتھ کے دو قیدیوں نے خواب دیکھے ہیں اور اُن سے تعبیر پوچھی ہے تو آپؐ نے فرمایا لَا يَأْتِيَنَّكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِيهِ إِلَّا مَعَكُمْ كُتْمَا يُغْنِيَانِي عَنْهُ قُلْ إِنِّي نَسِيتُ الْمَلَأَ الْأُبْهَامَ إِنَّي نَسِيتُ وَلَهُ قَوْمٌ لَا يُلْهِيهِمْ دِينِي وَلَا عَقَابُ اللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِيِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نَشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ يَا صَاحِبِي اتَّبِعْ أَتَذُنُّبُكَ مُشْفَعَتِي قُلْ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ يَا صَاحِبِي اتَّبِعْ أَتَأْمُرُكَ كُفًّا

(حضرت یوسفؑ بے گناہ قید ہو گئے تھے اول تو قید ہی بے حرم کی چیز ہو اور پھر ایک جھوٹی تہمت ضرور مستعمل ہوں گے کرب وہ وقت آئے کہ میں عذاب سے چھوٹوں۔ بارے خدا کا کرنا۔ اِذَا أَرَادَ اللَّهُ شَيْئًا لِهَاتِهِ اسْمَاءُ جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے) کیوں بادشاہی رکاب دار اور بلر (ساقی) یوسفؑ کے ساتھ قید میں جائیں اور کیوں اُن کو خواب دکھائی دیں۔ اور کیوں حضرت یوسفؑ سے تعبیر پوچھنے کی ضرورت واقع ہو اور یوں یہ واقعہ قید خانے سے حضرت یوسفؑ کے خلاص پانے کا سبب ہو جائے۔ اُنھوں نے خواب بیان کیے تو حضرت یوسفؑ نے کہا گھر اور نہیں کھانے کے وقت سے پہلے پہلے میں تم کو تعبیر بتا دوں گا۔ خدا نے مجھ کو اس کا سلیقہ دیا ہے کیوں میں اُن لوگوں میں نہیں ہوں جو خدا کو نہیں مانتے۔ اور آخر تک منکر ہیں۔ میں اپنے آبائی دین یعنی ابراہیمؑ اور اسحقؑ اور یعقوبؑ کے دین ہوں۔ ہم لوگ کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں سمجھتے۔ اور یہ اللہ کا احسان ہے جو ہم پر اور لوگوں پر ولیک اکثر لوگوں کا دستور ہے کہ احسان نہیں مانتے، اے یار اُن تجس بھلا کھو تو سہی کہ کئی خدا کا ہونا ہتھریا ایک زبردست خدا کا جو سب پر حکم رانی کرے۔ خدا کے سوا سے ہم من کو پوجتے ہو بس اُن کا نام

نام ہو۔ خدا کے پاس سے تو اس کی کوئی سند آئی نہیں اور خدا کے سوا سے دوسرے کو حکم دینے کا اختیار نہیں اُس نے تو یہی فرمایا ہو کہ میری ہی پرورش کرو۔ یہاں یہی ہو مگر بہتروں کو معلوم نہیں۔ ایسا یہاں مجتہدین میں کالیک آگے چل کر خوابوں کی تعبیر کا بیان ہو تو مجھ کو یہ خیال آیا کہ حضرت یوسف سے پوچھی تو کئی خواب کی تعبیر وہ دوسرا دکھڑا لے بیٹھے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ دکھڑا رسالت کا دکھڑا تھا جو ہمہ وقت حضرت یوسف کے نصب العین تھا۔ ابن کی تمام دنیاوی ضرورتوں پر مقدم لے آجندہ مِنْ دُونِ مُلْكٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَبِإِذْنِ اللّٰهِ۔ (مجھے اس کے سوا کہیں پناہ ہی نہیں کہ خدا کا پیغام بھیجا دوں اور حق رسالت ادا کر دوں) میں اس سے ادھر ادھر ہو جاتا ہوں اور اس کی وجہ ہو میری کم شقی بے مہارتی۔

جب حضرت عیسیٰ اپنا اظہار دے چکے تو امداد جل شانہ احکم الحاکمین نے یہ حکم اخیر صادر فرمایا کہ آج وہ دن ہو جو سچ بولتا ہے سچ اُس کے کام آئے اور وہ سچ سے فائدہ اٹھائے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کی کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ تمہاری اُمت آپ بکنی۔ تم نے کسی کو نہیں بہکایا۔ تم ہمارے بندے تھے اور بندگی کی شان سے رب اور اب بھی ہمارے مقبول بندہ ہو۔ یہ بالغ جن میں نہریں دوڑ رہی ہیں۔ تم ہی جیسوں کے لیے ہیں یہ نہیں کہ دیکھا بھالا اور رخصت۔ بلکہ تم ہی ان باغوں کے مالک ہو اطمینان کے ساتھ ان میں رہو سو سعادت

چشم مار و شن و دلِ ماشاد

اس کوچ کے پڑھنے سے ذہن میں یہ بات کھلتی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ سے باز پرس کی گئی تو ایسا نہ ہو کہیں ان بزرگوں سے بھی ملدو پوچھ بیٹھے کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ ہماری قبریں شان دار بناؤ۔ اُن پر قیامت غلاف اُڑھاؤ پچھے پڑھاؤ۔ روشنی کرو سیلے جماؤ۔ ڈھولک بجائو نالچ کراؤ اور ہماری لہری تعظیم کرو کہ اس میں اور عبادت میں تمیز کرنی مشکل ہو۔ شفاعت کے لیے ہمارے آگے گواہ گواہ اور حاجت کے لیے خدا کے آگے نہیں۔ یہ بزرگ تو حضرت عیسیٰ کی طرح عذر و معذرت کر کے بچھوٹ ہی جائیں گے مگر دیکھئے امت پر کیا ہفتی ہو۔

یہ ہودہ اسلام جس کو لوگ منوانا اور یورپ اور امریکہ میں سے جانا چاہتے ہیں۔ جھلا کوئی شخص جس کے شرع اور دماغ میں عقل اور عقل میں سلاست ہو ایسے اسلام کو مان سکتا یا ایسے اسلام میں رہ سکتا ہو اور پھر اس زمانے میں۔ وہی تمہارے قادیانی صاحب کی مثل ہوئی۔ مجھ کو تو ان بزرگ کی خدمت میں نیاز نہیں۔ مگر میں نے ان کا وہی تشریف لانا سنا اور یہ بھی سنا خدا جلے غلطا صحیح کہ اپنے تئیں مسیح موعود کہتے ہیں میں نے تو سن کر یہ کہا تھا کہ آج کو سچ سچ کے مسیح اترائیں تو یہ ایسا بیڑھا اور بڑا وقت ہو کہ ان کو بھی اپنا منوانا مشکل ہو۔ ان بے چاروں کو کون پوچھے گا۔ آخر وہی ہوا کہ اب تو ان کا غلّ دب دبا سا گیا۔ لیکن میں مسلمانوں کو آگاہ کیے دیتا ہوں کہ یہ نہایت کا غلّ آسانی سے دبنے والا نہیں۔ اس واسطے کہ یہ شورش کسی ایک شخص خاص کی پیدا کی ہوئی نہیں۔ اس کا شش یہ شورش سید احمد خاں کی ذات خاص سے پیدا ہوئی ہوئی لکایک دن ان ہی کے ساتھ مٹی میں دب جاتی۔ ع

ایسا آرزو کہ خاک شدہ

نہیں نہیں۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہر زمانہ کی۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہر انگریزی عمارت کی۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہر انگلش ایجوکیشن کی یہ شورش پیدا کی ہوئی ہوگوں کے غمضہ واضطرار کی سید خاں کو اگر اس سے تعلق ہو تو اسی قدر کہ ان کو خدا نے گدہ کی سی آنکھ دی کہ جو بلا آنے والی تھی اور اگلی آنکھوں نے اُس کو پہلے سے دیکھ لیا۔ پہلے سے ہوتے تو دیکھ کر چپ کر رہے ہوتے ع

خدا جو بیٹھے بٹھائے اُسے خراب کرے

لگے غلّ مچانے۔ یہ شورش تو تب دے کہ خدا انگریزی عمارت کرے اور وہی اگلے وقتوں کی ہی گیس گیس پھر ہونے لگے۔ نہ ریل ہو نہ تار ہو۔ نہ ڈاک ہو۔ نہ منی آرڈر ہو۔ نہ وٹیلو بل پائل ہو۔ نہ دیاسلانی ہو۔ نہ چاقو ہو۔ نہ سوئی ہو۔ نہ انگریزی کپڑے ہوں۔ نہ اسن ہو۔ نہ آسایش ہو۔ نہ تھلوی ہو۔ حقوق کی حفاظت ہو۔ نہ فریاد کی شنوائی ہو۔ نہ بندوبست ہو۔ نہ انتظام ہو۔ اگر یہ منظور ہو تو میں قرآن کے غفلوں میں کتا ہوں **عَالُوَانَدْعُ اَبْنَانَا وَ اَبْنَانُكُمْ وَ اَبْنَانَا وَ اَبْنَانُكُمْ** کہ غفلت

لَعْنَةُ اللَّهِ دَاوُدَ اِہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم بھی اپنے بیٹوں کو بلاؤ اِہم بھی گھر کی بیبیوں کو بلائیں اور تم بھی گھر کی بیبیوں کو بلاؤ اور اِہم بھی ہوں اور تم بھی ہو پھر خدا کے آگے گود گرائیں اور جھوٹوں پر لعنت کریں، نصاریٰ نجران میں سے چند لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مباحثہ مذہبی کے لیے آئے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ تہذیب سے اپنے عقائد کے قائل نہیں ہیں اس پر آپ نے ان سے مباہلہ یعنی قہر نامی کو کہا۔ اور ان حضرات نے اپنے ساتھ حضرت علیؓ جناب رسولؐ اور دونوں صاحبزادوں حضرت حسنؑ و حسینؑ کو لیا اور فرمایا کہ اَللّٰہُمَّ هٰؤُلَاءِ اٰہِلُ بَیْتِیْ (اے پروردگار یہ ہیں میرے گھر والے، لیکن نصاریٰ بھلا گے اور قسم کھانے پر رضا مند نہ ہوئے۔

قرآن میں تو ہے عَلٰی الْکَذِبِ یٰۤاٰہِلُ الْبُیُوتِ بَا یٰۤاٰہِلُ الْاَکْثَرِیْنَ تو میں بھی تمہارے ساتھ قہر نامی کرنے پر راضی ہوں۔ کوئی ایک تو تم میں سے آئیں کہ یہ سب کچھ رہنا کہ دن رات میں کوئی نہ کوئی گھڑی قبولیت کی بھی ہوتی ہو ایسا نہ ہو کہ آئیں کہنے کے ساتھ لاہور میں سکھ آکر اپنا محل و محل کر لیں۔ اور حمایت اسلام کے ممبر چھ ہوں کے بلوں میں گھستے پھریں۔ غرض یہ ہجرت کی شورش و تب دے کہ انگریزی عہداری اٹھ جائے۔ یا تب دے کہ مسلمانوں کو کچھ کرنا نہ پڑے اور ان کی دنیاوی حالت آپ سے آپ درست ہو جائے۔ مگر یہ تو شیخ جلی کے سے منصوبے ہیں نہ انگریزی عہداری کے اٹھنے کی کوئی صورت ہزارہ اٹھے گی۔ اور مسلمانوں کو اپنی دنیاوی حالت کے مزاج کو اصلاح دلانے کے لیے آج کے آج اور کل کے کل چاروں ممالک انگریزی تعلیم کا سہل لینا پڑے گا۔ علی گڑھ کا کالج کا سہل لیں تو اور حمایت اسلام کا سہل لیں تو۔ وہ جلیپ یا کسٹریل کا جلاب ہو۔ اور یہ تھا راولپنڈی ملتانس۔ اب جس کو جو بچے بستر ہو کہ یہ ملتانس کا جلاب تیار ہو۔ آنکھیں میچ کر پی بھی جاؤ۔ شاباش شاباش۔ وہ پی لیا وہ پی لیا۔ اب ذرا طبیعت کو میری باتوں میں مشغول کر دو کہ جلاب ابھی طرح اتر جائے لیکن جن کی دکان سے جلاب بندہ کر آیا ہو یعنی انجمن حمایت اسلام کے سکریٹری شمس الدین صاحب پرست جلاب کے دام بھی مانگ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں کچھ رو کی مہلی شیر نشست انگلیوں کی تو نجین قیمتی دوائیں ہیں تو بھائی مانگیں سو دو۔ بلا سے رو پیو ہاتھ کا سہل ہو۔ تم اچھے ہو جاؤ گے تو بتیرا کیا لو گے۔

سوطھواں لکچر

جواہر اس شہنشاہ محمد ن ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ دسمبر ۱۸۹۳ء میں بمقام علی گڑھ دیگیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کہ ہو چکنے پر آیا ماہ دسمبر
بندھا ہی تشرل ترقی کا چکر
کہ ہی تھ بھی اک رسم دنیا مقرر
سنبھل جاتے ہیں لوگ کھا کھا کھو کر
ہلا لوں کو بنتے ہوئے بدر النور
بزرور طبیعت درخت تنہا اور
کہ اسلام کو ہو بحالی مگر
اگر ہو تو جانو ہوئے موم پھیر
تو جانو لگا بیٹے اٹل سمندر
زمانہ زمین بید کی طرح تھر تھر
دم نعرہ دکر اٹھ اٹھ کبیر
جہد سر آٹھ اٹھائی ممالک سفر

پھر آخر ہو اسال خورشید خاور
لگا رور آہستہ آہستہ بڑھنے
مسلمانوں پر صادق آئے تو جانیں
اچھل آئے ڈوبے ہوئے کتنے پیرے
ہم ان اپنی آنکھوں سے دیکھا کیے ہیں
ہوئے ہیں بہت دائرے حقیقت
ولیکن بظاہر توقع نہیں ہو
اگر ہو تو سمجھو کہ جی اٹھے مردے
تو سمجھو ہوا غرق عادت محقق
گئے دن کہ اسلام سے کانپتے تھے
بت و برہن کی زبان پر تھا جادی
جہد رنج کیا سلطنت زیر فرمان

یہ حاکم ہر اک شخص ان کی عیت
زمانے میں اُس وقت جتنے ہنرتھے
یہ ممتاز تھے حق بجانب کہ کوئی
طبیعت میں ہر ایک کے عم گساری
غلطی عجب دل دیکھتے تھے کہ جن میں
اگر صبح کو لڑیئے بھائی بھائی
کبھی رونق افزائے بزم مسرت
دوائی میں ایک ایک دس دس پچھادی
اگلیں شمنوں کے تئیں ہو کے پتھر
بھگایا ہوا امداد کو یوں غازیوں نے
خدا اور رسول خدا اُن کے حامی
ہلا ڈالی بنیاد الیوان کسری
پراس سے کہ داد کو تغمہ ہوا تھا
بڑوں نے پیٹے ہوں شال اور دوشال
ہے ہوں گے اگلے خزانوں کے مالک
ہیں مر گئے جب کہ فاقوں کے ماسے
خدائی بدل جائے والہ بالہ
مگر کیا کیا جائے آخر تو دل ہو
چلتا ہو دیکھے سے درو مصیبت
خصوصاً وہ دل جس کو سینے میں اپنے

یہ آت تمام آدمی ان کے نوکر
یہی سب میں فائق ہی سب بیچ
نہ بدعت اہل نہ ثانی نہ ہم
مرا جوں میں سب کے شرافت کا جو ہر
کسی کی طرف سے نہ تھا کینہ مضمحل
تو پھر شام تک ہو گئے شیر و شکر
کبھی مرد میدان و سالار لشکر
شہیدان بدر و شجاعانِ خیبر
اگر چھینکے سب کے ٹٹھی میں کنکر
اڑا کر ہوا جیسے بے جائے پھر
کوئی آسکے اُن سے کس طرح برسر
رگزدی پکڑا گردن ملک قیصر
بھلا بھوکے پوتوں کو سیری ہو کیوں کر
میسر نہیں اُن کی نسلوں کو دھو تر
ہمیں لیک پیسا ہو کبریت احمر
بزرگوں کے کٹ کٹ کے نکلے فرغفر
اگر ہم سنو جائیں اسنے بگڑا کر
سریع المتائر نہ بولنا نہ پتھر
اذیت سے ہوتا ہو بے چین و مضطر
یہ بیٹے ہیں یہ بزرگِ معتر

لگا یا تھا اک باغ نانا نے ان کے
بکثرت ریاحین و گلہائے رنگین
درختوں پھیل اور پھلوں پر بندے
ہوئے ہیں مگر چمپے سستے سستے
ہر اک قطعہ پھولوں کے تختے کے تختے
تعالیٰ اللہ فواروں کی سر بلندی
نوا کہ اچھا کھائے رزق طیب
سُنے ہوں گراوصاف جنت کے تم نے
نظر لگ گئی چھوٹے پھلتے اُس کو
اب اُس کی یہ نوبت ہوئی جو درینا
نہ سبز نہ سایہ نہ اک قطرہ پانی
جہاں نغمہ نواں جھنڈتھے طاروں کے
اکھی وہ کیا ہو گئیں سب بہاریں
جہاں وہ گئیں یہ قنابھی جسائے
غزاں ہو تو جائے شکایت نہیں ہی
مگر یہ تباہی اور اتنی تباہی ہی
نہ ہو جی تاہم ادا اس الم کا
مگر صرف رونما جو رائیوں کا شیدہ
یہ فردوں میں اسی وادی اور ہائے کسی
بہ تصحیم ہمت کمر چست باندھو

کئی سو برس تک رہا تازہ و تر
بافر ادا شمشاد سرمد سنوبر
زمین پر دھڑے دیتی ہیں ٹہنیاں سر
شب و روز صبح و سوا گوش گل کوٹھ
ہر اک حوض پانی کی چادر کی چادر
کہ قطرے بنے انجم چرخ چنبر
شگوفے اگر سونگلیے مشک و عنبر
اُسی کا نمونہ تھا روئے زمیں پر
حوادث کی بہیم جہلی باد صرصر
کھنکھت دست میدان ہی جیسے کھڑے
نہ لطف تفریح نہ نصرتِ منتظر
پڑے ہیں وہاں منتشر ششگلے پر
مزین ہیں جن کے بیانوں سے دفتر
کہ ہم بھی انھیں دیکھتے اک نظر بھر
کہ ہر باغ کے واسطے ہی معتمد
اور ایسی تباہی ہی اک امرا آخر
اگر روئے تاقیا مست برابر
کہ اُن کو مناجاتِ حالی پر ازہر
کہ بیٹھو منتض اور اُٹھو مکر
اور ادل کو مفسبوط رکھو برادر

خدا کے لیے کوئی صورت نکالو
مسلمان فاقوں سے مرنے نہ پائیں
اگر تم میں ہر مرد می اور مرد
جو تم کو محبت ذرا چھو گئی ہو
سہارا لگاؤ علی قدر طاقت
جو سر کو تو سنڈل پہنچو ہی پہنچو
بہت سوچکے کھوچکے اب تو جیتو
کوئی حد بھی ہو بدگمانی کی آخر
سنا بھی کرو گوش دل سے نصیحت
جو دنیا و دین میں ہو ایسا مخالف
تو تم کس طرف کے ہوئے منہ سے پھوٹو
کوئی بات ہو اُس میں دیں کے ڈر لگے
یہ دنیا میں رہنے کے پختن نہیں ہیں
مگر ترک دنیا کچھ آساں نہیں ہو
ضوابط پہ باندھے ہوئے ہیں خدا کے
یہ طامات دعوے ہیں ہو کے کی ٹٹی
پڑے کیا ہو سیکند مذہب کے پیچھے
دے گر کے دنیوی فائدے کی
سیادت کا دعویٰ اور امت کا دشمن
اُسی باغ کو جڑ سے کاٹے اُجاڑے
جو کیئے کوئی بات ایسی تو کیئے

بتاؤ کوئی ایسی تدبیر مل کر
کہ اب ان کی حالت ہو بدتر نہ کمتر
اگر کچھ ہو پاس خدا او ہمیشہ
اگر تم پہ چلتا ہو غیرت کا منتر
اسی طرح اُٹھتے ہیں لوگوں کے چہر
بیش طیکہ ان کو کرو اپنا رہبر
کہاں تک کرو گے ستم اپنے اوپر
ارے ظالموں! خیر خواہوں سے بدتر
کہ سوئے مظنہ ہو ممنوع مشکر
کہ یہ جائے دکھن تو وہ جائے اُتر
کشاکش میں دونوں کی مجبور مضطر
کوئی کام ہو اُس میں مذہب کی پیکر
اُٹھاؤ چلو تہ کرو اپنا بستر
دکھائے کوئی کر کے بر غم خمپر
نہ بدے نہ بدلیں الی یوم محشر
اگر زہد ہو بھی تو زہدِ مزدور
سنو جی یہ کافر سہی بلکہ الکفر
تو کیا ضد سے کرو گے نقصان سطر
ہمیں تو نہ آیا نہ آئے گا باور
کہ جو باغ ہو اس کی میراثِ مادر
کہ دائر ہو امکانِ مقلی کے اندر

<p>نہ ایسی کہ سُن کر جسے گرجے پھٹ پڑھا ہو گا قرآن میں روزِ ششم ہی خدا کو بھی کچھ ہو کیا اپنے دل میں دیا اُس کے ہاں بھی کوئی کونسل ہو اُسے رائے لینے کی تم سے ضرورت پڑی کی پرائی تم اپنی نبی و ہر یکے راہر کار سے ساختند</p>	<p>محل جائے کستوں کا دب کر پھر کریں یہ تو تم کیوں بھروسے کا کفر کہ حج ہو سشن حج تم اُس کے ایسے تم اُس کو نسل کے اراکین و مسہ خدا ہو کے محتاج تعلیم دیگر فَكُلْ وَهَيِّنْ كُلَّ مَيْسَرَةٍ میل آن اندر دشن اتنا خند</p>
اب ہم اسرارِ الہی کی سرحد پر پہنچ گئے ہیں۔	
اگر ایک سرِ موسیٰ برتر بر م	نسر و بخِ تجلی بسوزد پر م
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	
<p>وَوَدَّ الْوَلَدُ رَحْمَنُ فَيَذَرُ هُنُوْنَ يَكْمُلُ اَوْ قُرْآنِ مجید کی ایک آیت کا جو سورہ ن میں واقع ہے وَوَدَّ کا مادہ ہو و و د اور اسی سے ہو مود و د و د ادا مثلثہ جن کے معنی ہیں دوستی محبت رغبت تمنا میلان خاطر و امثالہ اذ ہون اور یذ ہون و دونوں باب اذ ہون سے ہیں اور اُس کا مادہ ہ ذھن جس کے معنی تیل کے ہیں اور چوں کہ تیل کا خاصہ ہے چمکانا ہٹ۔ اذ بان اور مداہنت کے معنی ہیں نرمی ملاہنت و و د و اذ یذ ہون کی تفسیریں راجع ہیں کفار قریش کی طرف اور ذھن خطاب ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو و و اذ یذ ہون فید ہون کے معنی ہیں کہ کفار قریش چاہتے ہیں کہ تم اُن کے ساتھ نرمی اختیار کرو تو وہ بھی تمھارے ساتھ نرمی اختیار کریں قرآن میں اس کی طرح نہیں ہو کہ کفار قریش غیر صاحب سے کس طرح کی نرمی چاہتے تھے۔ اور نہ اُس نرمی کا</p>	
<p>لَهُ كُلِّ مَيْسَرَةٍ اِثَارہ ہو كُلِّ اَمْرٍ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ کا کزن اور كُلِّ مَيْسَرَةٍ سے مراد ہر كُلِّ مَيْسَرَةٍ لِمَا حُلِقَ لَهُ۔ ۱۲۔</p>	

مذکورہ جو جس کے کرنے پر کفار قریش آمادہ تھے۔ اس کا پتہ چلتا ہوا احادیث سے سیر سے۔ اس بار میں بڑی لمبی لمبی حدیثیں نظر سے گزری ہیں۔ اور توضیح مطلب کے لئے ان کے منانے کو بھی جی چاہتا ہوں۔ مگر مجھ کو معلوم ہے کہ کتنے مسلمان عربی کچھ کتے ہیں اور جو کچھ کتے ہیں۔ ان میں کتنے ہیں جو عربی سن کر خوش ہوتے ہیں کچھ جو سن کر ہار ہوں حاضرین پر نظر کے کچھ رہا ہوں جو تعلیم کے اعتبار سے مسلمانوں میں منتخب اور سربراہان ہیں اور نہ عام مسلمانوں کے شمار کی رو سے بلکہ خواندہ مسلمانوں کی شمار کے رو سے بھی مجھ کو کتنا چاہئے کہ ایک مسلمان بھی عربی دال نہیں کیوں کہ کوئی چھوٹی سی کسر ہوئی بھی تو وہ کس گنتی میں جنہوں نے قریش انڈیا کے زمانہ جاہلیت میں یعنی عہدِ کفر کے قدر سے پہلے یہ نادانی کی۔ اور انگریزی عہداری کے لحاظ سے طالب دنیا کے حق میں عربی کے حاصل کرنے کو نادانی کے سواے اذکیا کہا جاسکتا ہے۔ غرض جنہوں نے عہدِ کفر سے پہلے عربی حاصل کی تھی اور ان میں ایک کم سواد سا کلمہ ملا ہیں بھی ہوں یہ خیال ہو کہ ایسے سب لوگ افسوس کرتے ہیں کہ کیوں ہم نے عربی جیسی بے کار چیز کے پیچھے اپنا وقت ضائع کیا۔ اور خدا کے ادھر جو یوں ہی سا چرچا عربی کا دیکھتے ہو۔ ان میں مدرسے کے بڑے ہوؤں کو تو میں کچھ عربی دال سمجھتا و مجھتا نہیں۔ اور وہ بیچارے عربی دال ہو بھی کیسے کتے ہیں۔ کسی بڑی بہت کی عربی کو سکند لیکن بچ کے طور پر اختیار کر لیا۔ اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کیسی عربی جانتے ہیں اور کیسی عربی جان سکتے ہیں دوست اور سکند کیسی میاں ساری عربی مدی ہوئی لیکن جیسی اٹھائی تو اتنی ہی آئی کہ یوں تنہائی میں شاید صفحے کے صفحے اپنے دل میں گھڑنا چلا جاؤں مگر اچانک کسی عرب سے بات چیت کرنے کا اتفاق ہوتا ہے تو پہلے ہی جملے میں سٹی بھول جاتی ہو۔ دوسری خطا ظہر برداشتہ نہیں کچھ سکتا۔ سبب کیا؟ بے ہمتی۔ اور عدم مراولت۔ یہ ہیں زمانے کے خلاف کوشش کرنے کے نتیجے۔ عربی تو سوائے کتابوں اور پڑانے کھنڈروں اور قبروں کے کتبوں کے اور کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ اور نہ سوائے نماز کی اس کی کہیں آواز سن پڑتی ہو مگر ہاں انگریزی ہیک ریل پر سوار ہو گاڑی گاڑی اور سٹیشن کے دروازے دروازے پر انگریزی دیا سلائی کے کس پر

انگریزی۔ سوت کی بچک پرا انگریزی چھا تو پرا انگریزی۔ مقرر اس پرا انگریزی کپڑے کے تھانوں پرا انگریزی
 کہ نہ دیکھو تو دیکھو اور نہ سوتو سوتو عربی بھاری ملکی زبان نہیں۔ دنیاوی کوئی حاجت اس پر نہیں
 پھر ہمارت اور مزاولت ہو تو کیوں کر ہوش کر ہو کہ سنسکرت اور پٹن صبی تو نہیں کہ روئے زمین
 سے ناپید ہو گئی ہو۔ مگر اپنے حساب سے تو عربی بھی ڈڈینگو بج (زبان مردہ) ہی ہو اگر دین اسلام کا
 سہارا نہ ہو تا تو الجھ اور الخمد کے اختلافات کبھی کے نکل کھڑے ہوئے ہوتے۔ اتنا غنیمت ہو کہ کتاب المد عربی
 ہو۔ کتاب الرسول یعنی حدیث عربی ہو۔ نماز عربی ہو۔ اور ان شاء اللہ جنت میں بھی ہم رحم جن کو لیا
 آتی ہو وہ اور جن کو نہیں آتی وہ سب عربی ہی ہوں گے۔ ورنہ ہندوستان میں اور انگریزی عکساری
 میں عربی ایسی ہی بے جوڑ جیسے امریکا اور یورپول میں اشاعت اسلام مجھ میں ایک یہ بڑا
 سخت عیب ہو کہ تسلسل سخن قائم نہیں رکھ سکتا۔ کتنا یہ چاہتا تھا کہ مدہنت کے متعلق جی چاہتا ہی
 کوئی حدیث پڑھ کر سناؤں۔ مگر پہلے ہی جی بیٹھا ہوا ہو۔ بادل ناخواستہ کچھ پڑھا بھی تو پڑھنے والے
 کا پرھنا ہے لطف اور سننے والوں کا سنا بہ مزہ۔ مگر مدہنت کا مطلب تو بیان کرنا ضرور ہو۔
 ایک مختصر حدیث اس بار سے میں یہ ہو ان ناسا من قریش اجمعوا فیہم ابو جحل بن ہشام
 والخاص بن ابی الیہ والاسود بن المطالب والاسود بن عبد یعوف فی نغمہ من مشیخہ قریش
 فقال بعضهم لبعض لعلنا انما انا ابی طالب فلعلکلمہ فیہ فلیتصمنا منہ فلیکف عن شتم
 آلہمنا ونکدعہ واللہ الذی یبیدہ فانما نحن ان بیوت ہذا الشیخ فیکون مثلاً الیہ منی
 فعبیرنا بہ العرب بقولون ترکوا حق اذ امانت عنہ تناو لہ فیسو ارجلہم منہ فقال
 المطالب فاستاذن لہم علی ابی طالب فقال ہولاء مشیخہ قومک وشر اھم یستاذنونک
 علیک قال اذ علمہم فلما اذ خلقوا علیہ قالوا ابی طالب انت کبیرنا وسیدنا قال انصفت
 من ابن اخیک قمرہ فلیکف عن شتم الہمنا ونکدعہ واللہ قال فبعث الیہ ابو طالب
 کلمتہ دحل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال یا ابن اخی ہولاء مشیخہ
 قومک وشر اھم وقد سألوک ان تکف عن شتم الہمنا ویدعولک والھک قال

جملہ معترضہ کے طور پر کہنی پر کفار قریش کو گالیوں کی شکایت تھی تو کیا واقعہ میں پیغمبر صاحب اُن کے
معبودوں کو گالیاں دیا کرتے تھے عاशा و کلا پیغمبر صاحب کی لائف نہایت شریع و بسط کے ساتھ
لکھی ہوئی موجود ہے اور پیغمبر صاحب کا کوئی قول کوئی فعل اس سے چھوٹے نہیں پایا حتیٰ کہ پرے
تک کی باتیں لوگوں نے قلم بند کر دی ہیں اور اس کی جہ یہ ہوئی ہو کہ پیغمبر صاحب کی لائف کو لوگ
دین دارانہ زندگی کا نمونہ بنا نا چاہتے تھے تاکہ اُس کی تقلید کر سکیں۔ اور ایسی کاوش کے ساتھ
واقعات کی تفتیش کی گئی ہو کہ از آدم تا اس دم کسی شخص کے ایسے تفصیلی حالات معلوم نہیں پیغمبر
صاحب کی لائف کو بالاستیعاب پڑھو اور بار بار پڑھو اور براقت اور مخالفت دونوں سے قطع نظر
کر کے پڑھو تو ضرور تمہارا دل اندر سے گواہی دے گا کہ اس طرح کی بے دغ بے لوث پاکیزہ اور
مقدس زندگی پیغمبر کے سوا کسی بشر سے ہو نہیں سکتی میں نے جو پیغمبروں کی طرف سے اپنے
دل کو مطمئن کیا ہے تو اُن کی لائف ہی سے کیا ہے مثلاً حضرت یوسف ہی کو۔۔۔ عام مسلمانوں کا
یہ خیال ہو کہ ان کی پیغمبری کا ثبوت تھا اُن کا حسن کیا تم نے یہ شعر نہیں سنا

انچہ خوباں ہمہ داند تو نہا داری

حسن یوسف دیم بھی یہ فیض داری

بے شک میرے نزدیک کوئی پیغمبر کریمہ النظر مبعوث نہیں ہوا اور چاہے بھی تھا کہ نہ ہوتا کہ لوگ نہ تو
اُس سے وحشت و نفرت کریں اور نہ اُس کو نظر حقارت سے دیکھیں۔ بلکہ حسن صورت کو کسی پیغمبر کا
عجزہ قرار دینا ہم تو ایسی باتوں کا قائل نہیں ہیں۔ لوگوں کو گرویدہ حسن یوسف ہونے کا اختیار ہے
میں تو حضرت یوسف کی تین اداؤں کا فریقہ ہوں۔ ایک تو اُن کا امرأۃ العزیز سے کہنا اِنَّکَ لَیَّوْنٌ
اَحْسَنُ مِّنْ ذٰلِکَ۔ کہ عزیز میرا آقا ہے اور میرے دسے اُس کے حقوق پرورش ہیں مجھ سے ایسی نمک
حرامی نہیں ہو سکتی۔ اس معلوم ہوا کہ حضرت یوسف کی طبیعت میں اعلیٰ درجہ کی احسان شناسی
اور مروت کی صفت ایسی راسخ تھی کہ کوئی ترغیب اُن کو متزلزل نہیں کر سکتی تھی۔ یہ ہے یوسف م کی
پیغمبری کی ایک شناخت۔ یا اُن کا ایک عجزہ۔ دوسرے حضرت یوسف کا بھائیوں سے کہنا۔
لَا تَلْمِزْ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ نَفْسُ اللّٰهِ لَکُمْ وَ هُوَ الْوَاحِدُ الَّذِیْ رَزَقَکُمْ۔ مجھ کو تم سے کچھ شکایت نہیں۔

میں نے تمہارا قصور معاف کیا خدا بھی تمہارا قصور معاف کرے۔ یہ جو غور بعد القدرت۔ یہ جو صلہ رحم۔ یہ جو پاس اخوت تیسرے یوسفؑ کی آخری تمنا تُو فَنِي مُسْلِمًا وَأَنصِرُنِي بِمَا لَمْ يُنصِرُنِي يَوْسُفُ لے سلیمانؑ کی طرح نہیں کہا هَبْ لِي مَلَكًا لَا يُتَنَبَّأُ لِأَخِيهِ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ اور اگر یوسفؑ نے ایسا کہا ہوتا تو کچھ تعجب نہ تھا۔ کیوں کہ وہ غلامی اور قید کی مصیبتیں میں مجمل کر سلطنت پہنچے تھے۔ اور ان کو سلطنت زیادہ عزیز ہونی چاہیے تھی۔ لیکن خدا کا بندہ فرماں بردار رہ کر دنیا سے اٹھ جانے اور اللہ کے نیکو کار بندوں میں جا شامل ہونے کو وہ سلطنت سے زیادہ عزیز رکھتے تھے جس سے کمال عبودیت ظاہر ہوتا ہو۔ اسی طرح کی بہت باتیں ہیں جن کو میں حضرت خاتم النبیینؐ کی لائف میں لانا ہوں۔ از بغلہ علم و انکسار و عجز و تواضع چشم پوشی و درگزر و تہذیب و شائستگی۔ نرمی۔ ولینت۔ پیغمبر صاحب کو بہت کثرت سے غیظ و غضب کے مواقع پیش آتے تھے۔ کیوں کہ مذہبی پرغاض کی وجہ سے لوگ اُن کو طح طرح کی ایذائیں دیتے رہتے تھے کبھی کبھی بشرے پر غصہ کے آثار کا مرتب ہونا تو کتابوں سے ثابت ہے۔ مگر کسی دشمن نے جھوٹوں بھی بدزبانی اور سخت کلامی اور درشتی کا الزام نہیں دیا اُن کی ہدایت تھی۔ اِذْ نَفَعَ بِالْقِيَامِ حَيَّيْ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَكْثَرُ عَظِيمٌ لَا تَجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالْقِيَامِ حَيَّيْ أَحْسَنُ لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ حضرت کے خادم انسؓ رہا وہی دیتے ہیں کہ میں نے دس برس حضرت کی خدمت کی۔ اس اثنا میں خدمت کے متعلق میرے کسی فعل پر اُن حضرت نے اعتراض نہیں فرمایا۔ یعنی میں نے کوئی کام کیا تو نہ پوچھا کہ کیوں نہ کیا۔ اور کیا تو نہ پوچھا کہ کیوں کیا۔ اور حال اُن کہ حضرت انسؓ اُن دنوں لوہے کے تھے فوج

۱۵ موت دے جگہ اسلام پر اور ملائکہ جنوں میں ۱۵ بخش جگہ وہ بادشاہی کہ نہ چاہتے کسی کو میرے پیچھے ۱۲۔

۱۵ جواب میں تو کہ اُس سے بہتر مجھ دیکھے تو جس میں تجھ میں دشمنی ہے وہی دوست ہوتا ہے والا اور یہ بات ملتی ہے انہیں کو جو سہارا رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہے اُس کو جس کی بڑی قسمت ہے۔ ۱۵ جگہ لانا کہ کتاب والوں سے مگر اس طرح جو بہتر ہے ۱۵ اور تم لوگ بڑا نہ کہو جن کو وہ پکھڑے ہیں اللہ کے سوا کہ وہ بلکہ انہیں اللہ کو بلا دینی سے نہ بکھر ۱۵۔

اُس حضرت کسی کام کو سمجھتے۔ اور یہ جیسے رکوں کا قاعدہ جو کھیل میں لگ جاتے۔ ایک یہودی کا آپ پر فرض آتا تھا۔ اُس نے ایسی سختی سے تقاضا کیا کہ صحابہ کو ناگوار ہو تو آپ نے فرمایا اِنَّكَ لَيَصَاحِبُ الْحَقِّ مَقَالًا ایک یہودی نے اگر اسلام علیکم کہنے کے عوض دینی زبان سے اَلشَّامُ عَلَيْكَ کہا اور سام کے معنی ہیں موت تو اُس نے دعا کے بدلے بدو عادی حضرت تو عَلِيَّكَ لَمْ كَرَفَا مَوْش رَسِبَ حضرت عائشہ رحمہ نے سُنْ بِاَيَاتِهَا۔ اُنھوں نے کما عَلِيَّكَ الشَّامُ وَاللَّصَنُ جناب رسول خدا مانعوش ہوئے اور زجر فرمایا۔

مال غنیمت میں سے ایک چادر لگ ہو گئی کسی برفس نے کہا پیغمبر صاحبِ بے لی ہو گی۔ تو آپ کیا فرماتے ہیں خدا مجھ کو رسالت کے لئے امین سمجھے اور میں ایسی ادنی چیز پر نظر کروں جو ماکان لَيْسَ لِيْ اَنْ يُّقَالُ وَمَنْ يُّقَالُ يَا اَيُّهَا عَمَّا لِيْ يَوْمَ الْعِيَةِ قصہ افک سے بڑھ کر بھی کوئی بات ہو گی اور مسلح نے جو حضرت ابوبکر رحمہ کے خالہ زاد بھائی تھے اور ان ہی کا دیا کھاتے تھے۔ اس نالایق بات کو شہرت دی تھی۔ ابوبکر اُن کی اعانت سے دست کش ہو بیٹھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا يَأْتِيَنَّ اُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُؤْتُوْا اُولِيَ الْاَرْثِ وَالْمَسْكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْيَتَامٰى وَالتَّحَنُّنُ اَلَا يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّخْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ مجھ کو تو پیغمبر کی نبوت اور ابوبکر رحمہ کی صدیقیت پر ایمان لالے کے لئے بس یہی ایک آیت بس کرتی ہو۔

غرض پیغمبر صاحب کی بُر دباری اور تہذیب تو اس درجہ کی تھی کہ اپنی زبان سے بُرا کہنا کیسا وہ اس کو بھی جائز نہیں رکھتے تھے کہ ان کے دشمن سے دشمن کو بھی کوئی ان کی طرف سے سخت بات کہے۔ پس جو نہ ہو وہ سب دشمن جس کی شکایت کفار قریش الباطل پاس لے کر

لے صاحب حق جو کچھ کہے نہ سنا اور نہ اسے اور یہی سے خیانت نہیں ہو سکتی اور جو کوئی خیانت کرے گا قیامت کے دن اُسی چیز کو لاف کرے گا ۱۷۷۸ اور قسم دکھا دیں بُرائی دالے تم میں اور کشائش دالے اس پر کہ دیوں نالے والوں میں متاجوں کو اور وطن چھوڑتے والوں کو امد کی راہ میں اور چاہئے کہ معاف کریں اور گز کر میں کیا تم نہیں چاہتے کہ امد

تم کو معاف کرے اور امد بخشنے والا ہو مہربان ۱۷۷۹

گئے تھے وہ اس قسم کی باتیں نہیں یَا اَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِّثْلُ مَا سَأَلْتُمُوهُ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ
 مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوْا ذٰبَابًا وَّلَا يَخْتَصِمُوْا لَهُ وَاِنْ يَسْئَلُوْا الدَّابَّابَ شَيْئًا لَا يَسْتَجِیْبُوْهُ وَاُوْ
 سِعَتُهُمْ ضَعُفٌ الظَّالِمِ بِالْظَّلُوْبِ مَا قَالُوْا اللّٰهُ حَقٌّ قَدَرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ حَقٌّ عَزِیْزٌ یَّا اَيُّهَا النَّاسُ
 تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَصْبٌ جَهَنَّمُ اَنْتُمْ لَهَا وَاِرْدُوْنَ لَهَا وَاِرْدُوْنَ لَهَا وَاِرْدُوْنَ لَهَا وَاِرْدُوْنَ لَهَا
 تَوَكَّلْ فِیْهَا خَلِیْدُوْنَ لَمْ يَمُتْ فَمَا تَرْفَعُوْا وَّهُمْ فِیْهَا لَا یَسْمَعُوْنَ ضرور یہی باتیں تمیں جن کا بتلنا بنائے
 کے لیے ایسا تو کوکل کر تو دیر کیلینٹ (اپنے بیان شکایت کو رنگ مبالغہ دینے کے لیے) سبب قسم
 سے تعبیر کیا۔ پس مداہنت جو پیغمبر صاحب سے چاہی جاتی تھی یہی کہ بتوں کو عاجز و مجبور و حاد کنے سے
 فی زعم متقدمین کی توہین ہوتی ہو۔ پیغمبر صاحب اس سے باز آئیں۔ یا عبارات دیگر خداے واحد
 کی منادی جس کے لیے وہ مبعوث ہوئے تھے بتدکریں۔ یا بتیغ الفاظ منصب رسالت چھوڑ
 بیٹھیں۔ یا دوسرے پیرایہ میں اُس وقت کے ادیان باطلہ میں سے کسی دین میں رہیں پس یہ
 مداہنت کا سب کو تھی۔ کناز قریش نے پیغمبر صاحب سے اقبال دعویٰ داخل کر کے اپنے حق میں گری
 چاہتے تھے معوجہ۔ اچھا تو اس مداہنت کے بارے میں خدا نے پیغمبر صاحب کو کیا حکم دیا وہ فرماتا
 مَدَاهِنْتَ كُودُوْهُمَا فَتَوَلَّوْا كَيْفَ تَرْضَوْنَ اَوَّلُهَا فَتَوَلَّوْا كَيْفَ تَرْضَوْنَ اَوَّلُهَا فَتَوَلَّوْا كَيْفَ تَرْضَوْنَ
 فَيَدَّ هُنُوْنٌ سے درخواست مداہنت کا بیان کر کے ارشاد کیا وَلَا تَطْعَمُوْا مِنْ حَلَالٍ يَّهْدِيْكُمْ
 مَشْرِعًا يَّهْدِيْكُمْ لِلْغَيْرِ مُعْتَدٍ اَتَيْتُمْ غُنْدَلٌ بَعْدَ ذٰلِكَ يَّهْدِيْكُمْ قُرْآنٌ یٰۤاَیُّهَا کَافِرُوْنَ کَیْفَ یَهْدِیْکُمْ
 سُنَّے میں تو یہ گریب ہی میں چاہوں تو اس مقمور کو اتنی وسعت دے سکتا ہوں کہ تمام وقت جو میرے
 لیے اور کو ایک کام کی ہمارے کان رکھوں کو تم کو پوجتے ہو اللہ کے سوا ہرگز نہ بنا سکیں ایک لمحے اگرچہ سارے میں ہوں اور اگر
 کچھ میں سے ان سے کھی ڈسے سکیں وہ اُس سے لودا ہر چاہنے والا اور جس کو چاہتا ہو اللہ کی قدر نہیں سمجھی میری اُس کی قدر
 ہو سبے شک اللہ زور آور ہو زبردست ہو ۱۳ تم جو کچھ پوجتے ہو اللہ کے سوا جو کچھ بنا ہو دوزخ میں تم کو اُس پر نہیں ہو کر جوتے
 یہ لوگ فکر نہ پہنچے اور سارے اس میں بڑے رہیں گے ان کو وہاں چلانا ہو اور وہ اس میں بات نہیں سنتے ۱۴ وہ کہنا نہ مان
 کسی قسم کھانے والے بے قدر کا ٹھہر دینا اور چنل کرنا چتر بجائے کام سے روکنا حد سے بڑا گنہگار ۱۵

مقرر ہو اس ایک آیت۔ اور آیت بھی نہیں جزو آیت میں تمام ہو جائے جب میں جانتا ہوں کہ لوگوں کو سوائے خاموش بیٹھے سننے رہنے کے اور کچھ چارہ نہیں تو طرب و یابس جو کچھ مونہ میں آئے کتنا چلا جاؤں مگر یہ تو فرمائیے کہ جو کچھ میں نے اب تک کہا اُس کو اس مجمع سے اس تقریب سے اس ہال سے مناسبت کیا؟ ہاں تو مناسبت یہ ہو کہ میں کئی کئی برس سے دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے بزرگ سرسید نے براہِ منت کی پالیسی اختیار کی ہو اور اختیار کرتے چلے جاتے ہیں۔ میں نے اکثر لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ سرسید اگر مذہب کی کرید نہ کرتے تو وہ لوگوں میں زیادہ مقبول ہوتے اور علی گڑھ کا کچھ بھی کایا پوری ہو گیا ہوتا۔ مجھ کو اس بارے سے اتفاق نہیں میرا خیال یہ ہے کہ اگر مذہب کی کرید نہ ہوتی تو سرسید کو کوئی پوچھتا بھی تو نہیں کہ کدھر رہتے ہیں۔ اور یونیورسٹی ہونا تو درکنار علی گڑھ کا ج حقیض لوہر سکول ہی میں پڑا سرتا۔ سرسید کے مقبول و مردود ہونے کی تو میں جانتا نہیں مگر یہ جو کچھ ہوا ہو اور بہت کچھ ہو رہا ہو اور بہت کچھ ہونے کی امید ہے۔ یہ سب متفرع ہے اس پر کہ سرسید نے مسلمانوں کے اصلی مرض کو دریافت کیا۔ اس کے اسباب تحقیق کیے اور آخر کار ازالہ سبب کے قاعدے کے مطابق علاج شروع کیا۔ علاج تو ٹھیک ہے۔ اور بیمار کی حالت میں افادہ بھی ہے۔ مگر خدا جانے کیا کچھ کر بیا کو بد پرہیزی کی اجازت دے دی ہو اور مجھ کو براہِ نوح ہو کہ کہیں خدا نخواستہ مرض عود نہ کر آئے اگر نکس ہو تو پھر جالینوس بھی قبر سے اُٹھ کر آئیں تو بیمار سنھلنے والا نہیں تشبیہ و استعارہ کو الگ رکھ کر صاف صاف کیوں نہ کہوں۔ مسلمانوں کو بیماری کیا تھی؟ افلاس اور ذلت اور غلامی اور محکومی یہ سب اس کے لوازم۔ پھر مسلمانوں میں اکثر ایسے تھے جو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ہم بیمار ہیں روگی ماں باپ کی روگی نسل۔ انھوں نے سمجھا ہماری خلقت ہی ایسی ہو اور جب بیماری مرنے پہنچتی ہو تو اس کی نیند کا احساس بھی باقی نہیں رہتا۔ یاد ہم پڑ جاتا ہے بعض نے اپنے تئیں بیمار سمجھا تو ان شخص سبب میں غلطی ہوئی۔ تقدیر الہی پر صبر و شکر کر کے بیٹھ رہے۔ اَلْیَاسُ اِحْدٰی الرَّاحَتِیْنَ۔ مسلمانوں میں یہ تقدیر کا مسئلہ ایک اعتبار سے عمدہ بھی ہو تو حد سے زیادہ عمدہ اور ایک اعتبار سے بُرا بھی ہو۔ تو حد سے زیادہ بُرا اور حد سے زیادہ عمدہ ہے اس اعتبار سے کہ مرتے کو سکرات تک کی تکلیف

نہیں ہونے دیتا اور بُرا اور حد سے زیادہ بُرا ہو اس اعتبار سے کہ انسان کو ابھرنے نہیں دیتا بلکہ جنہوں نے تقدیر الہی پر حوالہ کیا وہ تو ہاتھ پر ہاتھ دھر کر ٹھیکے کہ خدا ہی کو منظور نہیں تو ہمارے کیے کیا ہوتا ہو؟ اَللّٰهُ نَبِيًّا يُّنْعَمُ الْمُؤْمِنِينَ حَاجَتُهُ اَلْكَافِرُ چند روز کی بات ہو۔ ان شاء اللہ عاقبت میں جھوٹوں کے بدلے زمرہ دیا قوت کے حملوں میں حل کر رہیں گے۔ یہاں آٹھ آنے میں نے کی ماما کو کرکھنے کا مقدمہ نہیں نہ سی وہاں عوروں سے خدمت میں گئے۔ رہی ظاہری عورت۔ دودن کی کو تو لائی پھر وہی کھر پا اور جالی۔ اصلی عورت ایمان کی جیسا کہ اللہ خود قرآن میں فرماتا ہو۔

لِلّٰهِ الْحُكْمُ ۚ وَلَا تَسْؤُلُوْهُمْ وَلَوْ كُنْتُمْ مِنْهُمْ ۝ ۵

الہی حکم بنی فاطمہ

کہ بر قول ایمان کفر خاتمہ

جن کے ایسے خیالات تھے اُن کا مرض بڑھتے بڑھتے اُس میں ایسی روأت آگئی کہ متعدی ہو گیا جو اُن کو چھو گیا وہ بھی انھیں کی طرح لے کر لے کر لے لگا۔ سامری نے حضرت موسیٰ کی فوجا قمری میں بنی اسرائیل کو گوسالہ پستی کی ترغیب دی تھی حضرت موسیٰ نے واپس آکر دیکھا تو بڑے ناغوش ہوئے اور سامری کو بدعادی۔ اُس کا حال یہ ہو گیا تھا کہ احیانا کسی سے اُس کی بھینٹ ہو جاتی تو دونوں کو بجا پر چھ آتا۔ پس وہ لامساس لامساس (بچنا بچنا) کہتا ہوا اکیلا جنگلوں میں مارا مارا چلا پھر تا۔ کوئی ہو جو ایسی ہی بد دعا اُن لوگوں کو دے جو آپ کا ہل ہیں اور دوسروں کو بگاڑ کر اپنے بڑے نمونے دکھ کر کاہل بناتے ہیں۔ نہ صرف ہم دوسرے چند مسلمانوں میں بلکہ شاہد تاریخ و مشرین پادشہزادے بلکہ شاید اٹھریا کی ہول مخزن کیونٹی میں سرسید ہی ایک ایسے مسلمان ہیں جنہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کا یہ مرض افلاس زوال پذیر ہو۔ اور جہالت سے پیدا ہوا ہو اور اگر ان کو معلوم مفیدہ سکھا پڑھا کر ان کی جہالت دور کر دی جائے تو یہ خاصے بے چارے جتنیں ہو سکتے ہیں ماں دار مرقدہ الحال۔ دنیا میں اسباب کا ایک سلسلہ قائم ہو اس قاعدے کے مطابق مسلمانوں کے افلاس کا سبب تھا۔ (اور تھا کیا سننے؟) ان کی جہالت۔ پھر ان کی جہالت کا سبب تھا (اور تھا)

نہ دنیا میں کو قید قانہ اور کافر کو بہشت ہو ۱۲۵ اصل عورت تو اللہ اور رسول اور مسلمانوں ہی کی ہے ۱۲۔

کیا معنی؟ ہو، مان کا تعصب مذہبی۔ اس لڑگو بہت تھوڑے آدمیوں نے سمجھا ہی کہ مذہب کے صحیح و غلط ہونے کا معیار شناخت کیا ہو؟ اب میں کہتا ہوں ولا ابالی۔ ایٹو ڈونٹ فیکٹر پکشن اور میں مخالفت سے نہیں ڈرتا، کہ اس کا معیار شناخت ہو دنیاوی رفاه۔ دنیاوی فلاح۔ دنیاوی بہبود اور اس کی تصدیق ہوتی ہو۔ کلام خدا سے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اِنَّ الْاَدْنٰى مِنْهُمْ اَعْبَادِي الصَّالِحُونَ اس آیت میں کوئی لغت غریب نہیں تقید نہیں۔ اس کے سیدھے اور مقابہ دہ معنی یہ ہیں کہ ہمارے نیک بندے بادشاہ یا حاکم وقت ہوتے ہیں۔ مشکل یہ اگر پڑی کہ لوگوں نے صلاح کو منحصر سمجھ رکھا تھا غارورہ میں اور اب بھی ایسا ہی سمجھا جاتا ہو اور دیکھا تو ایسی صلاح اور وراثت الارض کو اپنے زمانے میں مالعت الجمع پایا تو ضرور ہو کہ دونوں میں سے ایک کی تاویل کریں پس صالحوں کو کمال صلاحیت سے۔ اس تدبیر سے وہ اشکال دفع ہو گیا ہوتا مگر سمجھ جوتی سی ہو گئی اشکال دفع نہ ہوا اس واسطے کہ اِنَّ فِيْ هٰذَا الْبَلَاغِ الْعَوْمِ عَابِدِيْنَ تَاوِيل کو جنے نہیں دیتا۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص انگریزوں کی طرح ملک داری کئے۔ اور خلق اللہ کو اس الیش ٹیپچائے گو وہ متقدم اسلام نہ بھی ہوتا ہم اس سے صلہ اور عابد کے خطاب کو کیوں دریغ کیا جائے آخر عدل کے لیے حدیث میں آیا ہو کہ ایک ساعت کا عدل ایک برس کی عبادت سے بہتر ہو۔ اسی طرح کی وقت ایک اور آیت کی تفسیر میں بھی واقع ہو قَدْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسٰى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَکَا فِیْعَلٰکَ اٰیٰتِیْ وَمُطَهِّر لَکَ مِنَ الذِّیْنِ کَفَرُوْا لِحَاوِلِ الذِّیْنِ الْمُتَّبِعُوْکَ فَوٰی الذِّیْنِ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ یہاں مسلمان اپنے تئیں اور صرف اپنے تئیں اَلَّذِیْنَ اَتَّبَعُوْا اِلٰکَ کا مصداق کہتے ہیں تو چاروں ناچار ان کو فوقیت کے معنی اَلْغَلْبَۃُ بِالْاِسْتِیْذَالَیٰ کہنے پڑتے ہیں لیکن مسلمانوں کے ڈر سے اس تاویل کو مان بھی لیا جائے تو دل کو تسلی نہیں ہوتی۔ ایک تاویل مجھ کو بھی ہو یہ مناسب مقام مقام میری مراد سابق لے اور ہم نے کہ دیا زبور میں نصیحت کے کچھ کچھ زمین پر مالک ہوں میرے نیک بندے ۱۴۷۱ھ اس میں مطلب کچھ ہے ایک لوگ جنگی دے ۱۴۷۲ھ جس وقت کما اللہ اے اوعینی دنیا میں تمہارے رہنے کی مدت پوری کر کہ تم کو اپنی طرف اٹھا لیں گے اور پاکی کریں گے کانوں اور کہیں گے تیرے تابوں کو اور پھر دوس قیامت کے دن تک ۱۴۷۳

باقی عبارت نہیں بلکہ یہ مقام جہاں میں کھڑے ہوں کیوں کہ اس قسم کی تاویل میں بہت سوچا کرتی ہیں وہ تاویل یہ ہے کہ یہود نے مذہبی غلامی کو حد بقایت تک پہنچا دیا تھا یہی مذہبی غلامی جو جس کو قرآن میں اِصْل اور اُخْلَال سے تعبیر کیا گیا ہے۔ **لَتَضَعَنَّ عَنْهُمْ اَصْرَهُمْ وَاَخْلَالُ الْاَلْقَىٰ كَانَتْ عَلَيْهِمْ حُرَّانُ** کی مذہبی قیود اور رسوم اس قدر سخت ہیں کہ اگر ان کی پوری پوری تعمیل کی جائے تو حقیقت میں زندگی وبال ہو۔ ہمارے ملک کے ہندوؤں کو بھی بڑی بڑی مذہبی سختیاں جھیلی پڑتی ہیں اگر کس توہمگروہ کے مقابلے میں وہ ایسے ہی دنیا کے مرنے اڑاتے ہیں جیسے ہندوؤں کے مقابلے میں ہم **وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ** سنا ہوا اور سنا ہی میں اس لئے کہتا ہوں کہ اول تو یہود اس ملک میں بہت ہی کم ہیں اور کثرت سے ہوتے بھی تاہم ان کو خاص کر ہم مسلمانوں سے سخت مذہبی عداوت ہو **لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ اصْحٰبُ الْاَلْبَانِ** اور ہم مسلمان تو کچھ ایسے گھرے مزاج کے ہیں کہ نصاریٰ جن کی نسبت اسی آیت میں ارشاد ہو **لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَ بِكُفْرِهِمْ مَّوَدَّةَ الْيَهُودِ** **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ يَكُونُوا اِيَّانَا مَصَادِي** اور یہ لوگ کثرت سے بھی ہیں۔ اور حاکم وقت بھی ہیں۔ کم بیش سو برس ان کو ہم چکاوت کرتے ہوئے ہو گئے ان ہی سے ہم نے کونسا ربط بٹھالیا ہے سید احمد خاں پر یہ ساری ہجر ماریہ کیوں رہی ہو اُسی لئے نہ کہ انگریزوں سے ربط رکھتے اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ ربط پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔

غرض شاہو آٹھوں سے نہیں دیکھا کہ یہودیوں کے یہاں ایک ذبیحے میں ایسی نازک اور باریک احتیاطیں کرنی پڑتی ہیں کہ ایسا دیساریتی ان سے عمدہ برا نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس مذہبی غلامی کی تہ کیا تھا۔ اور اس کے سوائے قیود اور ہوتا بھی کیا کہ یہودی دنیاوی حالت یوں مافیہ ونا اور ساتھ ساتھ اور اتنا فائز منسرل ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک بڑی عظیم الشان سلطنت کھو کر **فُتِرَتْ رِبَابُ مَلِكِ الْاَلَمَلِ** لے اور اتارنا رہا جو ان سے بوجھن کے اور شقیں جو ان تھیں ۱۲۵۷ھ کے بعد انھوں نے جو جسے چاہے دے ۱۲۵۷ھ تو ہاے گا سب لوگوں سے زیادہ غمی میں مسلمانوں سے یہود اور شرک کرنے والوں کو ۱۲۵۷ھ اور توبہ کے گاسب سے زیادہ محبت میں مسلمانوں کی وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں ۱۲۵۷ھ ماری گئی جو ان پر ذلت جہاں دیکھے سوائے دست آویز اللہ کے دست آویز لوگوں کے۔ اور کہلا لائے قصہ اللہ کا اور ماری گئی ان پر خجائی ۱۲۔

اَيُّهَا صَفْوَةُ الْاَلاِ بِحَمْدِ اللَّهِ وَحَبْلِ مِنَ النَّاسِ وَبَاكَ اِيْقَضِبَ مِنَ اللَّهِ وَهَمَّ بِتَعْلِيمِ السُّلْطَانِ
 کی باتیں آگے اور جہاں حضرت مذہب نے دنیا میں اس طرح پرستل دیا ہو وہاں دنیا کی ایسی ہی مٹی پلید
 ہوئی جو ہم مسلمانوں ہی کی دنیا کو کہ معراج الکمال ترقی پر پہنچ کر اسفل سافلین تنزل میں آگرے اور
 ابھی ٹھیکے نہیں کرتے چلے جاتے ہیں لیکن دنیا کو خدا نے کسی مصلحت سے بنایا ہو کہ بِنَامَا خَلَقَتْ
 هَذَا اَبَا جَلَاءَ اور اس کو منظور ہو بلکہ اس کا حکم ہو اور حکم بھی ہو کہ لَا تَقْسِدُوا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ
 اَصْلَاحِهَا کہ یہ کارخانہ ایک وقت خاص تک اسی طرح چلتا رہے اور اس کو چلائے کون چلا دینا ہم
 اور ہم جن کو امد میاں نے روئے زمین پر اپنا خلیفہ یعنی نائب بنا کر بھیجا ہو وہ سند خلافت ہی پڑھ کر نہ
 سنا دوں وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً اور یہ تو ظاہر ہو کہ دنیا کا کتنا بڑا
 عظیم الشان کارخانہ ہو اور اس کے بسٹھانے کو بڑی محنت اور استعدادی اور ہوشیاری درکار ہو تو جب
 جب خلیفہ جی خود ہی خیر نہیں کارخانہ میں نظر میں پھیلائی چاہئے شکل یہ اگر پڑی ہو کہ خلیفہ جی کو مکتب
 کی نگرانی کے علاوہ گھر کا سودا سلف بھی لانا ہو اور خلیفہ جی ہیں بھی تھکے پھٹے ان سے محنت
 ہو نہیں سکتی۔ مکتب کو دیکھتے ہیں تو سودا سلف رہا جاتا ہو اور سودے کو جاتے ہیں تو مکتب میں
 لوٹے اور ہم جاتے ہیں۔ اور میاں جی ہیں کہ خلیفہ جی کی ایک نہیں سنتے۔ اور کہتے ہیں جھک مارو
 مکتب کی بھی خبر رکھو اور گھر کا سودا سلف بھی کرو جتنے دن ہو د خلیفہ رہے سودے سلف کے پیچھے
 مکتب کا ناس مار دیا تو اُس حکیم راجی نے پہلے حضرت عیسیٰ کو مبعوث کیا۔ اور غرض اُن کی بعثت سے
 کیا تھی یہود کو مذہبی غلامی سے آزاد کرنا۔ بعض اُس آزادی سے مستفید ہوئے اور اکثر نہیں۔
 جیسے ایک جانور قفس میں پیدا ہو۔ اور ساری عمر قفس میں رہے اور اُس کو اگر رہا کر دیا جائے تو وہ
 آزادی سے متا دی ہوتا ہو اور اُس سے اڑا نہیں جاتا

پروں کا پاندھنا صہاد کی اک بدگمانی ہو | قفس میں آکے کھولی آنکھ ہم پر وار کیا جانیں

۱۷۱۱ء کو نے ان کو بے کار پیدائیں کیا ۱۲۱۵ء اور زمین میں خود کے پیچھے خرابی نہ ڈالو ۱۲۱۵ء اور جب کیا تیرے

رب نے فرشتوں کو حکم کیا تاہی زمین میں ایک نائب ۱۲۱۵ء

جن دنوں میں پرنس آف ویلز صاحب تشریف لائے تھے تو انھوں نے کچھ قیدی بھی آزاد کئے تھے کوئی سکھ تھا قید۔ وہ جو چھوٹ لڑ گیا تو دیکھا گاؤں کے جان بچان والوں میں کوئی باقی نہیں۔ اور ساز و سامان زندگی کا بہم پہنچانا اُس کو ایک کھڑک معلوم ہوا تو اُس نے واپس آگے اٹھ کر صلح کو عرضی دی کہ اس سے تو مجھ کو قید خانہ ہی میں زیادہ آسائش تھی۔ یہی حالت یہودی کی ہوئی کہ اُن کو مذہبی غلامی سے نکلنا ایک مصیبت معلوم ہوتا تھا۔ حضرت عیسیٰ بہت تھوڑے دن دنیا میں رہے اور شرح سے اُن کے شن پچاسی اوس سی پڑ گئی تھی کہ وہ پناہی نہیں۔ اسی شن کی تکمیل کے لئے پناہی پیو صاحب آخر الزمان بھیجے گئے۔ وہ کیا شن تھا؟ ایک دفعہ اس کی پھر صراحت کرو۔

مذہبی غلامی سے جس نے یہود کو دنیا کے کام کا نہ رکھا تھا آزادی

اس تمبیہ کے بعد اس آیت کو لو جس کے معنی میں بحث کی جا رہی ہو۔ **وَاذْكُلِ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَادْعُكَ إِلَىٰ دُخَانِكُ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاجْعَلِ الَّذِينَ أَشْبَعُوا قَوْمَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ** اب معنی ایسے سلیس ہیں جیسے **لَسْنَا عَالَمًا سَائِلًا لِلنَّاسِ** اور ایسے صاف ہیں جیسے **آئینہ** میں کتا ہوں جن لوگوں نے یہود یا نہ مذہبی غلامی سے جو مانع اصلاح معاش تھی آزادی حاصل کی کسی دین و مذہب کے ہوں وہ سب **الَّذِينَ أَشْبَعُوا** میں داخل ہیں۔ اور جب یہ لوگ **الَّذِينَ أَشْبَعُوا** ہوئے تو جو ان کے ضد ہیں اور دین کو مانع اصلاح معاش جانتے ہیں سمجھ لو کہ وہ خود کون ٹھہرے؟ اب دیکھو **إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ** آیت میں کیسا بیٹھا ہو جیسے تھیوے میں نیگہ غرض میں نے دنیاوی یہود کو دین حق کی شناخت ٹھہرا رکھا ہو اگر دین و دنیا میں یکساںی حدِ فاصل قرار دی جاسکتی کہ دونوں میں سے کوئی دوسرے کے علاقے میں مداخلت نہ کر سکتا تو شاید اختلافات سے بہت کچھ نجات ملتی مثلاً موت ایک سرحد ہوتی اُس سے پہلے پہلے دنیا اور اُس کے بعد دین۔ لیکن دنیا کا فائدہ اسی میں تھا کہ دین اس کا سرپرست ہو۔ مسالوں نے دین و دنیا کے باہمی

تعلق کے سمجھنے میں غلطی کی۔ اسی سے اس نوبت کو بچنے۔ اور جب تک وہ غلطی میں مبتلا ہیں وہ اپنی دنیاوی حالت درست کر نہیں سکتے۔ منطقی اصطلاح کے مطابق تو لوگوں نے دنیا اور دین میں تباہی کی نسبت قرار دے رکھی ہے اور واقع میں ہر عموماً مخصوص میں وہ جس کو چاہتے۔ ایک مادہ اجتماع کا اور دوسرے افتراق کے موجود میں یعنی بعضے کام صرف دین کے ہیں مثلاً عیب نماز اور بعضے کام صرف دنیا کے جیسے **أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأُمُورِ دُنْيَاكُمْ** اور بعضے مشترک جیسے **حَتَّى الْقُعْمَةِ يَفْعَلُ فِي فِرَارِ مَرَأَةٍ** اور کچھ کو کمالی عبادت مالی سمجھا گیا۔ اور فقرہ کا ذکر تو قریش کے طور پر فرما دیا ہو۔ ورنہ مقصود ہر کسب و معاش۔ تو کرسی سے ہو یا کاشتکاری سے یا حرفت سے یا کسی اور پیشے سے۔ بس یہ مادہ اجتماع محل غلطی ہے کہ اس کو فاصلہ دنیا و دین کا سمجھ کر ملاہ افتراق بنالیتے ہیں۔ اور جب افتراق ہی افتراق ہو تو آپ سے آپ تباہ ہو۔ پھر دین و دنیا کے باہمی تعلقات پر غور کیا جاتا ہے تو دین و دنیا میں ایک طرح کی جڑی (ماسد) تصور ہو اور جڑی نہ ہوتی تو ایک چھوڑ دوسرے افتراق کے کہاں سے آئے مگر یہ جڑی دنیا کے طرف سے زیادہ ہو یعنی دنیا نہیں اجازت دیتی کہ دین کا کوئی کام کیا جائے۔ مگر دین کا ہرگز حال نہیں۔ وہ دنیا کے اکثر کاموں کو اپنا ہی کام سمجھتا ہے بشرطیکہ علی وہاں شروع ہوں لوگوں کو دین کی اس قیاضی اور کشادہ دلی اور وسعت پر نظر نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح دنیا اجازت نہیں دیتی کہ دین کا کوئی کام کیا جائے۔ اسی طرح دین بھی اجازت نہیں دیتا کہ دنیا کا کوئی کام کیا جائے یہی وہ غلطی تھی جو یہود نے کی۔ اور جس نے ان کی دنیا کو تباہ کر لیا۔ اور یہی غلطی ہم مسلمان کر رہے ہیں۔ اور ہم بھی اپنا دنیا کو بحسابے تباہ کر چکے ہیں **هَمْ مَا خَلَقْتُ الْإِنْسَانَ وَالْإِنْسَانُ لَا يَشْكُرُ** دین کے یہی سمجھتے ہیں کہ ہم کو سوائے نماز و زکوٰۃ کے دنیا کا کوئی کام کرنا نہیں چاہیے ہم دنیا میں پیدا کیے گئے ہیں۔ مگر دنیا کے کام کرنے کے واسطے نہیں۔ بلکہ صرف عبادت کرنے کے لئے۔ لیکن اگر یہ مطلب ہوتا تو یہ ہدایت کو کیوں منع کیا جاتا۔ نکاح کی نسبت کیوں فرماتے **سُنَّتِي يَوْمَنْ رَفَعْتُ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي** سفری نماز کی قصر کا کیوں حکم دیتے۔ بلکہ سرے سے سفر ہی کی منہا ہی کر دیتے۔ پارساں کے لئے اپنے دنیا کے کام ہم ہی خوب جانتے ہو ۱۲ھ ہم نے السائل اور جن کو عبادت ہی کے پتے پیدا کیا ہو ۱۳ھ میری سنت ہو اور جو میری سنت سے زیر ہو میری سنتیں ہیں۔

راتی واسے لکھ کر یہ وہ حدیث یاد کر دو کہ ایک صحابی دوسرے صحابی کے مہمان رہے۔ مہمان نے صاحب خانہ کی بی بی کو دیکھا میلی کپلی معلوم ہوا کہ صاحب خانہ خانہ داری کی طرف متوجہ نہیں۔ رات ہوئی تو صاحب خانہ نے عادت کے مطابق ساری رات کی نماز کی طیاریاں کیں۔ اور مہمان کو بھی ساتھ لٹھڑا رکھنا چاہا۔ مہمان نے کہا یہ کہاں کی عبادت نکالی ہو۔ تم پر ایک خدا ہی کا توحق نہیں۔ اس کے حق کے علاوہ بی بی کا حق ہو میرا حق ہو کہ تمہارا مہمان ہوں۔ پھر تمہارے اپنے نفس کا بھی حق ہو کہ تنی زحمت اٹھاؤ گے تو دنیا کے کام کے نہ رہو گے اور نہ نہیں کہ یہ اس مہمان صحابی کی ذاتی رائے تھی اور بس نہیں۔ پیغمبر صاحب کے سمع مبارک تک یہ حکایت پہنچی اور آپ نے اس کی تصویب فرمائی۔ **اَلَا لِعَبْدُ وَاٰتٍ** کے یہ معنی ہوتے جو تم سمجھے ہو تو ملک گیر ہاں۔ انتظام سلطنت شام و دم تک کے دھارے۔ تجارتیں اور اُن کی سی خانہ داریاں کہ ایک لیک کی درجنوں بیبیاں اور ٹوٹیوں بیٹیٹیاں یہ سب کام کیسے ہوتے تھے۔ دن رات تو اُن کے بھی چوبیس ہی گھنٹے کے تھے۔ ات یہ ہو کہ ان کے پاس دنیا کے کام ہم سے بہت زیادہ تھے اور وہ اُن کو انجام دیتے تھے عبادت سمجھ کر یہ ہیں معنی **اَلَا لِعَبْدُ وَاٰتٍ** کے سو تم بھی ایسا ہی کیوں نہیں کرتے۔ تم نے تو خدا سے ہر نی جانی لڑکھی ہو۔ وہی مکتب کے خلیفہ والی بات کہ مکتب کی نگرانی اور گھر کا سودا سلف و دود کا کام تو مجھے نہیں ہو سکتے۔ غرض یہ کہ مسلمان اُس زمانے کے مسلمان دین و دنیا کے باہمی تعلق کے سمجھنے اور اندازہ کرنے میں سخت غلطی کرتے ہیں اور ہمارے زمانے کے رفاہر کا کام ہو کہ اس غلطی کی اصلاح۔ علی گڑھ کالج ہوا یا کانفرنس ہو یا تو از قسم فروعات ہیں۔ بڑا کام جو سید احمد خاں نے شروع کیا تھا یہی تھا کہ وہ مسلمانوں کی دینی غلط فہمیوں پر ان کو متنبہ کرتے تھے لیکن میں دیکھتا ہوں تو اب انھوں نے اس کو بکندری کام بنالیا ہو۔ اگر انھوں نے یہ سمجھا ہو کہ کالج قائم کر دیتے سے ان کے مشن کا کام پورا ہوا تو میں وقح ہوؤں فرانس ٹوہنر اسپرٹس ٹوہنر لیج اینڈ ٹوہنر پبلشس اُن کے تجربہ بلوچ اور دانش مندی کے ادب کے ساتھ اُسے زور سے اُن کے ساتھ مخالفت کرتا ہوں۔ اگر مسلمانوں کے مذہبی خیالات کی اصلاح نہ ہوتی۔ اور افسوس یہ کہ نہیں ہوتی اور اب اس کی جھپٹ بھڑا بھی نہیں ہوتی جو عمارت سید احمد خاں نے کھڑی

کی ہی میرے منہ میں خاک اُس کی بنیاد بالکل پاؤں ہوا سید احمد خاں سے بڑھ کر کوئی اس کو نہیں سمجھ سکتا اور ہم میں سے کوئی کچھ سمجھتا تو اُن ہی کے سمجھانے سے مسلمانوں میں غلط فہمیوں نے تعلیم سے محروم رکھا۔ انھوں نے اس کے لئے کمپٹیاں کس جواب مضمون لکھوائے۔ انعام دیے۔ اور باطنیان ایک رائے قائم کر کے اُسی پر کارروائی کرنی شروع کی۔ اور یہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اُسی کارروائی کا نتیجہ جو میں سمجھتا ہوں کہ اور ساری کوششیں ایک طرف اور تہذیب الاخلاق مرحوم ایک طرف۔ اُس کے سٹرل سے سٹرل پرچے کو علی گڑھ انسٹیٹیوٹ و تھمبوج آرائنگ لکچر دہلی قارگٹ دی پریس کے ساتھ بچے یا دینس کون سا اخبار منعم ہو گیا ہے، کے عمدہ سے عمدہ پرچے سے متعامل کر کے دیکھو تو معلوم ہو کہ سید احمد خاں پہلے کیا تھے اور اب کیا ہیں۔

ہو گئے خاک انتہا ہی یہ

اگ تھے ابتدائے عشق میں ہم

خود سید احمد خاں کو اور آپ صاحبوں میں سے اکثر کو معلوم ہو کہ میں بعض مذہبی عقائد میں سید احمد خاں سے اختلاف کرتا ہوں اور اس کو سخت سمجھو یا بے پروائی یا خود پسندی کہ میں کبھی سید احمد خاں کی تصنیفات کا سبب ذکر کرتا ہوں رہا یا اس ہر میں بدل سے اس کا مستند تھا کہ تہذیب الاخلاق مسلمانوں کی رفارم کی دی آؤنی صرف یہی تہذیب ہی مسلمان بعض مذہبی غلط فہمیوں کے اعتبار سے محتاج تھی تہذیب الاخلاق میں کبھی کبھی ایسے آئیکل بھی نکلتے تھے جن کو میں نے درسی سٹرانگ پراکٹو ڈیڑ دست مہمل سمجھا۔ مگر جب عمدہ عاصی ہوتا ہو اور مادہ سوداوی غیر الانطلاق کو بدو سٹرانگ پراکٹو کے کام نہیں چلتا۔ دہلی میں عکا کا ایک نامی گرامی خاندان ہو کر رہا ہے۔ انھوں نے ترجموں تصنیفات سے ہندو نصیحت سے ہندوستان میں شانت اسلام کے لئے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں اور یہ ان ہی زندگوں کی کوششوں کے نتیجے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو جو مسلمان کہا جاسکتا ہے۔ درنہاں کے مسلمانوں میں اور ہندوؤں میں صرف ان کے کے پردے ہی کا فرق رہتا اور جتا۔ وہ بھی شاید شاید کا نقطہ میں نے اس لئے کہا کہ آخر وہ دن آنے والا تھا کہ سید احمد کوٹ پتلون کو رواج دے کر اس امتیاز کو بھی اٹھا دیں تاکہ مذہب کا پردہ ڈھکا رہے اَللّٰہُمَّ عَلٰی دِیْنِ مُسْلِمِیْنَ

بھی اپنی جگہ صحیح ہو لیکن میں سمجھتا ہوں۔ اَللّٰهُمَّ عَلٰی دِیْنِ مَوْسٰی اٰتِنِیْہِ عَاس سے زیادہ صحیح ہو جاتا
 نہیں بلکہ مطلب مسلمان جب ہندوستان میں آکر رہے اور اُن میں اور ہندوؤں میں اختلاط ہوا۔
 تو کیا صرف ہندوؤں نے مسلمانوں کی مذہبی رسمیں اختیار کر لیں نہیں بلکہ مسلمان بھی ہندوؤں سے
 متاثر ہو گئے اور بہت کچھ متاثر ہوئے جو شخص اسلام کی اصلیت سے آگاہ ہو وہ سمجھ سکتا ہو کہ ہندوؤں کا
 کئے مسلمانوں کا اسلام کس قدر اصلیت سے بدلا ہوا ہے۔ علمائے دہلی کا وہ خاندان جس کا میں ابھی
 ذکر رہا تھا اُس خاندان کے ممبروں نے اسلام کی بڑی بڑی اور متنوع خدمتیں کی ہیں مگر سب سے
 بڑی اور سب سے عمدہ اور سب سے زیادہ ابن شاذان الذی قبول عند اللہ وہ خدمت تھی جو مولوی اسماعیلؒ
 کی انھوں نے اسلام کو شائبہ ہندویت سے پاک کرنا چاہا۔ مگر ہندویت مدتوں کے اختلاط کی وجہ
 سے اسلام کی روگ و پڑ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اور اس مادہ فاسد کا اخراج آسان نہ تھا مولوی اسماعیلؒ
 نے کسی قدر تقویۃ الایمان اور صراطِ مستقیم اور اسی قسم کی اور چند کتابیں لکھنے سے اور بہت کچھ خارا
 شکاف و غلطوں سے مسلمانوں کو بچلا دیا۔ جلا ب جلا وہ تھا کہ اور کچھ۔ اکثر نے تو پتے کے ساتھ گم دیا
 بعض پتے تو پی گئے مگر گم ہونے کی بجائی پر دھرا رہا۔ اور بعض کو اس بھی آیا کہ لَکَلِّیْ مَا ہُمْ قَرِیْبُ قَرِیْبِ
 یہی حال سید احمد خاں کا ہے۔ اور نہ صرف سید احمد خاں کا بلکہ ہر شخص کا جو فارم رہنا چاہے میں ملک
 میں مسر سید کہ تہذیب الاخلاق کے بند کرنے کا الزام دیتا ہوں مگر یہ نہیں سمجھا کہ مسر سید جلا ب کے
 اگلے دلوں کی مکروہ آوازوں سے ڈرے ہوں۔ اگر وہ ڈر لوگ دل کے ہوتے تو اُن کے دل میں
 رفارم کا خیال ہی پیدا نہ ہوتا۔ رفارم کا پیر اٹھانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسر سید اُن لوگوں میں ہیں
 جن کا مولو ہوا لَکَلِّیْ مَا ہُمْ قَرِیْبُ قَرِیْبِ اچھا پھر انھوں نے تہذیب الاخلاق کو کیوں بند کیا اس کا
 جواب تو مسر سید ہی کو دینا چاہیے مگر میں بھی تو اپنے احتمالات عقلی و دلوں۔ اس احتمال کا تو ذکر بھی
 نہ کرو کہ تہذیب الاخلاق مسر سید کے مشن کے مقاصد کے لیے ضروری نہ تھا اگر تہذیب اخلاق
 ضروری نہ تھا تو خود مسر سید احمد خاں کا ہونا بھی ضروری نہیں علی گڑھ کا کچھ بھی ضروری نہیں کا تفرس
 بھی ضروری نہیں مسلمانوں کی تعلیم بھی ضروری نہیں یعنی مسلمانوں کا ہونا بھی ضروری نہیں۔ ایک احتمال ہے

کیا جاسکتا ہے کہ سید احمد خاں نے فی زمرہ تفسیر کو تہذیب الاخلاق کا نام البدل سمجھا ہو تفسیر اُس کے متن کے اعتبار سے تو دونوں جہاں کے عوض میں بھی سستی ہو سکتی ہے۔

مردو عالم قیمت خود گفتہ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہوز

رہے اُس کے مضامین یعنی وہ مضامین جو حضرت کے ایجاد طبع ہیں اُن کے اعتبار سے شبہ بلت کے دنوں میں اس تفسیر کی کچھ قدر بڑھ جاتی ہو تو خیر نہیں اور یوں تو عام مسلمان اُس کو ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھتے ہیں یعنی لوگ قرآن کے ٹائٹل ہی یا جلد کے پشتے پر لَا يَمْنُسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ لکھوا دیے کرتے ہیں لیکن سید احمد خاں کی تفسیر کی تو نسبت پوچھا جائے تو معدودے چند نیچری مسلمانوں کو باقی مسلمان تو یہی رائے دیں گے کہ اس پر لَا يَمْنُسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ لکھنا مناسب ہو اگرچہ تہذیب الاخلاق اور تفسیر دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے تھے ہیں مگر ایک بات تفسیر کے پیرائے میں کمی جاوے اور وہی بات اسی جواب مضمون کا آرٹیکل کے طور پر اخبار میں شائع ہو دونوں میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے شتانِ بینہما غرض تہذیب الاخلاق بمقام عام مسلمانوں میں اتنا مردود نہیں جیسی سید احمد خاں کی تفسیر بحال ہے۔ علاوہ بریں تفسیر کی اشاعت بھی تو تہذیب الاخلاق کی اشاعت کو نہیں پاتی۔ ایک وجہ تہذیب الاخلاق کے بند ہونے کی سبب میں آتی ہو اور یہی بھی قرین قیاس سید احمد خاں کو فرصت نہیں تو اس کے یہ معنی ہوئے ہیں کہ سید احمد خاں جو نیچریوں کا اتنا واکثیر الانفار گروہ کمر لگایا ہو اُن میں سے کسی میں اتنی لیاقت یا ہمت یا حمت نہیں کہ تہذیب الاخلاق کے چلانے میں سید احمد خاں کی نیابت کرتا پس سید احمد خاں کے مشن کو ٹوٹل فیل ہو دینا کامی محض کے سوا اسے اور کیا جاسکتا ہے جب سر سید کی سرپرستی میں ان لوگوں سے اتنا کام نہیں ہو سکتا تو اُن کے بعد یہ کون سے قلعے فتح کریں گے۔ پھر صرف تہذیب الاخلاق کے بند ہونے کا رد و انہیں جو بڑا رد اس کا ہو کہ سید احمد خاں اور کارروائیاں بھی اسی طرح کی کرتے ہیں جسے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں وہ اگلا سا جوش نہیں رہا۔ یا بآں خود لا شور ی و یا بایں بے خمی۔

۱۵ اس کو پاک ہی لوگ ہاتھ لگائیں ۱۶ اس کو پاک لوگ ہاتھ نہ لگائیں ۱۷۔

ہر چند مجھ کو ایک طرح کی ارادت سید احمد خاں کے ساتھ ہو مگر میں ان کے پہلے طرز کو حال کے طرز سے یکسائل (متحد و مطابق) نہیں کر سکتا اور شاید یہ میری کچھ کا تصور ہو۔

گرداب واریا تیرے صدمے تباہیے	دریا کا پھیر پائیے تیرا نہ پائیے
------------------------------	----------------------------------

غرض سید احمد خاں کی کارروائی میں مجھ کو بڑے مہارت آتی ہو جس سے میں کچھ شرح کیا تھا اور جس کو میں ان کے مشق حق میں سخت مفسر سمجھتا ہوں۔ اس کو استمالت اور تالیف قلوب کہنا بھی غلطی ہو بے شک استمالت اور تالیف قلوب کی سند ہم جناب پنہیر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال میں ملتی ہو لہذا کَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ مِثْلُ مَا تَعْمَلُونَ معاملات میں بھی مولفۃ القلوب کے ساتھ مصالح ملک داری کے لحاظ سے خاص خاص رہائش کی جاتی تھیں تاکہ گروہ مسلمانان ان کی گردن سے محفوظ رہے مثلاً کبھی مالی غنیمت سے ان کو زائد ارتفاق دیا جاتا تھا۔ اور بعض نا عاقبت اندیش مسلمان اُس وقت بھی معرض ہوتے تھے لیکن خدا نے مسلمانوں کو سمجھا دیا تھا وَأَعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي الْغَنِيِّمِ الْغَنِيِّمِ۔ چنانچہ جنگ حنین کے بعد تقسیم غنائم میں ایسا اتفاق پیش آیا اور اس واقعے کے متعلق چند اشعار مجھ کو یاد ہیں اشعار

أَجْعَلْ رَهْيًى وَهَبَ الْعَبِيدَ فَمَا كَانَ خَصْمًا وَلَا حَالِيًّا وَمَا كُنْتُ دُونِ أَمْرِي مِنْهَا	بَيْنَ عَيْنَيْنِ وَالْأَفْخَرِجِ يَفْقَوَانِ مِنْ دَاسٍ فِي كَجْمَعٍ وَمَنْ نَصَحَ الْيَوْمَ لَا يُؤْفَقْ
---	--

یہ اُن وقتوں کے مولفۃ القلوب اسی قسم کے تھے جیسے ہماری مگر میں امیر عبدالرحمن خاں اور فریئر سٹیسٹس (علاقہ جات سرحدی) کے جرگے۔ اس تالیف قلوب کے یہ معنی ہرگز نہ تھے کہ

اے تم کو بھلی پر سکھائی رسول کی مثال اے جانور رسول ہر بات میں تمہارا کام ملے تو تم کو مثل چبائے گی ۱۱۔ کیا اسلام اور میرے گھوڑے کا حصہ آپ میرے اذان نزع کو دیتے ہیں حالانکہ وہ ان دونوں کے باپ بھائی سے کسی کام میں بڑھے ہوئے تھے اور نہیں ان میں سے کسی سے ہمیشہ ہوں اور جس کو ان آپ پیشا کریں گے وہ کبھی شرف حاصلے گا ۱۲

پنیر صاحب ان کے ساتھ کسی طرح کی مذہبی رعایت کرتے تھے۔ ایسی رعایت کی جاتی تو وہ داخل
مداہنت ہوتی جس کی سخت ممانعت تھی غرض تالیفِ قلوب تاکا تو مضائقہ نہیں لیکن یہ بیٹر
و گرنہ کارروائی۔ یہ رجعت قہقری جس پر میں مسترف ہوں تالیف نہیں ہو بلکہ کھلی کھلی
مداہنت ہو قطع نظر انہیں کہ مداہنت دلیل ضعف ہو۔ وہ حقیقت میں دشمنِ کائنات میں پالنا
اور اپنے پاؤں میں آپ کھماڑی مارنا ہو۔ اور پھر مداہنت سے ہوتا بھی کیا ہو۔ اور ہونا بھی کیا ہو۔
اگر سید احمد خاں قرآن کا جامہ بھی پہن کر آئیں تو جو پیر پوڈہ دھوپ سے بدمان ہیں وہ ان کی ایک
دام فریب سمجھیں گے اور سمجھتے ہیں اور جو نیوی کنوڑہ مستعدانِ جدید تھے ان کے عقائد میں تزلزل آتا
جاتا یہ سوالگ ہم کو تو لارڈ مکالے کی وہ ادالہ بند ہے کہ جب نیوٹر دیسیوں کو تعلیم دینے کا مسئلہ پیش ہوا
تو اس فیضِ دل اور نیک دل نے دو لوگ بات کہ دی کہ اگر ان کو مفید تعلیم دینی منظور ہو تو ان کو انگریزی
پڑھاؤ اور وہ علوم پڑھاؤ جو روپ میں پڑھائے جاتے ہیں اور اس گاڑی کو میرے واسے کرو کہ
میں اس چلا کر دکھا دوں۔ اور اگر ان کو ایشیائی تعلیم کی بھول بھلیاں میں بھٹکانا ہو تو میرا کاشنس
(ایمان) اس کو جائز نہیں رکھتا میں اس کو چھوڑوں گا بھی تو نہیں۔ کانگریس واسے نہ مانیں تو اس
ہٹ و عمری کا علاج نہیں۔ مگر ہم کو تو خوشامد کے طور پر نہیں بلکہ اظہارِ حق کے طور پر مسیح کٹر
يَشْكُرُ النَّاسَ فَلَمْ يَشْكُرِ اللَّهُ (جو شخص انسان کا شکر گزار نہ ہو وہ خدا کا شکر گزار کیا ہوگا) کنا چڑتا ہو کہ
ہندوستان پر انگریزوں کی کیوں کہوں کہ خوشامد پر محمول ہو۔ انگریزی عہداری کے بے شمار احسان
ہیں۔ ریل اور تار برقی اور ڈاک اور ٹیلیگراف اور ٹرکس اور عہد میں اور مدارس اور دفاتر خانے اور کیا اور کیا
وَإِنْ نَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا حَٰصِلَ لَهَا (اگر خدا کی نعمتوں کو گنا چاہو تو نہیں گن سکو گے) لیکن سب میں
بڑا احسان وہی تھا جو لارڈ مکالے ہم ہندوستانیوں پر کر گیا۔ وہ ہمارے لیے تمام دنیاوی برکتوں کو
شور اور سرور (یعنی اوتھم) کر گیا ہو بشرطیکہ ہم انکے بندہ کے اُس کی بنائی ہوئی شرک پر چلے جائیں۔
ہم چلتے ہیں یا یوں کہو کہ گورنمنٹ ہم کو اُسی رستے ہانکتی ہو لیکن ایشیا ملک تعلیم کی لٹک ہمارے
سروں سے نہیں گئی ہم بھی اس کو مذہبی چیلے۔ اور کبھی نیٹنیل کی یادگار کے بہانے سے تازہ کرتے

رہتے ہیں اور ان دونوں تعلیموں میں رقابت کا سائیر ہوے

ہم اور رقیب ہرگز یک جا ہم نہ ہوں گے	ہم ہوں گے وہ نہ ہوں گے وہ ہوں گے ہم نہیں
-------------------------------------	--

میں مسلمانوں کو لگتا جیسا کہ معاشرہ آدمی بدیہ تعلیم کی طرف بہت راغب دیکھتا ہوں۔ اور یہ آثار کچھ اچھے نہیں۔ اور افسوس یہ ہے کہ اگر میری رائے غلطی نہیں کرتی تو یہ کافر نس مسلمانوں کی ہاں میں ہاں ملاتا رہتا ہی یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کو نئے طور کی تعلیم سے اگلی سی نفرت نہیں لیکن نفرت نہیں تو شوق و رغبت بھی نہیں۔ اور تعلیم کا جو رنگ اس وقت ہوا اس کے اعتبار سے میں کہہ سکتا ہوں کہ ہونا چاہیے بھی نہیں۔ کیوں کہ شوق و رغبت متفرع ہوا انڈیوسٹریٹ (ترغیب) پر ہمارے ان بچارے طالب العلوم کو لے کر ایک انڈیوسٹریٹ نوکری کا اور اس کا ناکافی ہونا اظہر من الشمس باوجودیکہ بچے بچے کو یہ بات معلوم ہو کر تنگی معاش لوگوں کو مجبور کرتی ہے کہ امید ہو ہم باپنے جگر گوشہ سے تعلیم کی مصیبتیں اٹھواتے ہیں پیشین گوئی اس سے زیادہ صحیح نہیں ہو سکتی کہ تعلیم کے متعلق بڑی انگلیشن دکنس نے عود مرض اگر شروع نہیں ہوا تو انگریزی بیسیوں صدی کے غالباً پہلے ہی راج میں ضرور شروع ہو جائے گا۔ کیا شکل کی بات ہو کہ ایک طرف تو ترغیب سے تحریص سے تبلیغ سے افہام و تفہیم سے تعبیر و تحقیق سے لوگوں کو تعلیم پر مجبور کیا جاتا ہے اور دوسری طرف کیا حکام کیا رفاہ مر کیا و افلا کیا نامح سب کے سب طالب العلوم کو الزام دیتے ہیں کہ یہ احمق صرف نوکری کی امید سے پڑھتے ہیں۔ تعلیم جو دی جاتی ہے نوکری کے سواے اور کسی مصروف کی ہی بھی؟ اگر یہ تعلیم اور کسی مصروف کی ہوتی تو کسی ایک تعلیم یافتہ نے کچھ کر کے دکھایا ہوتا۔ اور جب کسی نے کچھ کر کے نہیں دکھایا تو معلوم ہوا کہ یہ تعلیم نوکری کے سواے کچھ اور کرنے کے لیے طالب العلوم کو طیار نہیں کرتی۔ پس ایسی صورتوں میں اگر صرف نوکری طالب العلوم کا انجمن نصب العین و مقصد ہو تو الزام کی کیا بات ہو

در میان قہر و ریاضت بندم کردہ	بازی گوئی کہ دامن تو کون شایار باش
-------------------------------	------------------------------------

میں گورنمنٹ کے کسی انتظام کو اتنا ناقص و قابل اعتراض نہیں پاتا۔ جتنا انتظام تعلیم کو تعلیم تعلیم کو گورنمنٹ نے اپنی ٹھی میں سے رکھا ہے۔ اور جب رعایا کو آپ اپنی تعلیم کے سنبھالنے کا سلیقہ ہو تو

بلاشبہ گورنمنٹ کا فرض یہ کہ وہ تعلیم کا انتظام کرے۔ لیکن گورنمنٹ نے جو کچھ اب تک کیا ہو گا نتیجہ تو یہ ہو کہ کچھ لوگ نوکریاں پا گئے ہیں اور وہ اپنی جگہ خوش بھی ہیں اور اکثر بے معاش پڑے پھرتے ہیں۔ نوکری ملتی نہیں اور سوائے نوکری کے نہ ان سے کوئی کام ہو سکتا اور نہ ان کو کوئی کام آتا ہو۔ یہ لوگ تعلیم کے بڑے خطرناک نتیجے ہیں۔ وہ اپنی ذاتی ناکامیوں کو گورنمنٹ کا منظر قرار دے کر ملک میں عام ناراضا مندی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں جس کو تہذیب و بغاوت کہا جاسکتا ہو۔ اشاعتِ تعلیم کے لیے جتنی کوششیں کی جاتی ہیں سب ایک طرف اور ان لوگوں کا نمونہ عبرت ایک طرف۔ فارسی خوان ناکاموں کے لیے ایک ہندی دو ہا مشہور تھا۔

اگر تحصیل فارسی بھیجیں سبیل | یہ دیکھو قدرت کے کھیل

اب انگریزی خوان ناکاموں کے لیے ایسا ہی کوئی دو ماہ بن گیا ہو گا۔ یا نہیں بنا تو اب بن جائے گا۔ مگر ابھی تک توسننے میں نہیں آیا۔ جب تعلیم کی یہ حالت ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ کافر نس کس مرض کی زد ہو۔ تعلیم کو ٹھہری گورنمنٹ کے قبضہ قدرت میں کر جو سینڈرز (معیار) وہ قرار دے وہی سینڈرز اور جو کورس (نصابِ تعلیم) وہ تجویز کرے وہی کورس۔ کافر نس بہت کرے تو مسلمانوں کو بھی گھرا کر اس تعلیم کی طرف لائے تو پھر وہی دینی لایق لازم آیا۔ کافر نس اگر تعلیم مروجہ کے نقصانوں کو دور کر سکے تو وہ ایک باڈی (جماعت) ہو بے کا رخصت اس احاطے میں مسلمانوں کے شوق و رغبت کا اندازہ طالب علموں کے شمار اور ان کے نتیجہ امتحان اور بورڈنگ ہوسوں کے خالی بھرے ہونے سے کیا جاتا ہو گا اور میں مسلمانوں کے شوق و رغبت کا اندازہ اسی کافر نس سے کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ بانی کے بتا سے کی طرح بیٹھا بیٹھا چارہ ہا جو جس طرح علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گرتے گرتے کلچر کا سب سرحدیٹ آرگن (المطلوع) ہو کر رہ گیا ہے مجھے وہ دن دکھائی دے رہا ہے کہ یہ کافر نس بھی سڑے سڑے گئے گئے آئینہ کار کا بے طرہیوں میں دھو جائے گا مجھ کو حقیقت میں تعلیم کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کرنا مقصود تھا۔ ادویں نے کوئی نئی بات نہیں کہی۔ یہ وہی باتیں ہیں جو بار بار کہی جا چکی ہیں۔ مگر اب سید احمد خاں کے حالات سے میں نے اس مرتبہ زیادہ تعریف کیا ہے۔ اس واسطے کہ

سید احمد خاں کے حالات اور تعلیم اور کانفرنس اور مسلمانوں کی رفاہ و اصلاح حال، یہ مکمل مضامین ایسے ایک دوسرے میں مشتبک اور گڈھڑ ہیں کہ کوئی اور شخص ان مضامین کو ایک دوسرے سے جدا کر کے بیان کرنے پر قادر ہو تو جو میں تو نہیں ہوں بے شک میں نے سید احمد خاں کی مخالفت کی ہو اور مخالفت بھی کی ہو تو شاید بڑی طرح تو کیا مجھ کو اس مخالف کے لئے معذرت کرنی چاہئے اگر میں سمجھوں کہ سید احمد خاں مجھ سے معذرت کے متوقع ہوں گے تو پہلا آدمی جو منصب رفاہی سے ان کے معزول کیئے جانے کی رائے دے میں ہوں کیا ہو سکتا ہو کہ یہ ہم کو آزادی رائے سکھائیں اور جب وہ آزادی ان کے مقابلے عمل میں لائی جائے تو پڑائیں۔ ہائے ہی تو وہ صفت تھی جو ہم میں سے نکل گئی ہو اور اسی کے عمل جانے کی وجہ سے ہم مسلمان اس رفیعہ کو بچنے ہیں۔ مسابقت کی نسبت کسی کتاب میں نظر پڑا ہو **كَانَ دَحْلٌ يَقُولُ لِمُعَاوِيَةَ وَاللّٰهُ يَسْتَفْهِمُ بَيْنَا وَمُعَاوِيَةُ اَوْ لَنَقُوْا مَتَّكًا فَاَنْ يَقُوْلَ بِهٖ فَيَقُوْلُ الْقَاعِلُ بِالْخُشْبِ فَيَقُوْلُ مُعَاوِيَةُ اِذَا لَنَسْتَقْدِمُ** سو میں نے بھی سید احمد خاں کے مقابلے میں ان شروع کئے مسلمانوں کی قتل سی کی ہو۔

دل میں ہمارے بات کا ناچڑھا پھر

سر جائے یا رہے نہ ہیں پر کے بغیر

میں نے اب تک تعلیم کی کچھ کا ڈارک سائیڈ دینے تیرہ گوں دکھایا ہو لیکن ع

عیب و جملہ گنتی ہر شے نیز بگو

اس کا ایک برائٹ سائیڈ دینے روشن بھی ہو اور اگر اُس کو نہ دکھاؤں تو تعلیم کا بڑا بھاری حق میری گردن پر رہ جائے گا۔ اور بجائے دال علی الزہر ہونے کے میں اپنے تئیں منافع ظہیر سمجھوں گا۔ بے شک تعلیم کی حالت بہت ہی ہو پ بس (نامہ سید ہی) مگر وہ اسی سبب سے ہو پ بس معلوم ہوتی ہو کہ انکشن (فیصل) کو ٹینڈ ڈفرین اور جو کام جبرئیل (نسلوں) میں ہونے کے ہیں۔ اُن کو ایک دن بلکہ ایک گھنٹے میں پورا کرنا چاہیں ہم اپنی حالت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اصل یورپ کے ساتھ یعنی ایک ملہ ایک شخص سا بیٹے سے کہ رہا تھا قسم نکالی یا تو تم خود سید ہو جاؤ یا تم کو ہم آپ سیدھا کریں گے مادہ بنے گا کاغذ

وہ لاکھ آدمی سے ساوہ پورے تیرہ تو ہم سید ہو جائیں گے۔

ہندی ایجنٹوں کا ایک منتہی و شائع تحصیل کے ساتھ ایک پیادہ پا کا اکسپرس نہایت
 تیز رفتار میں، کے سوار کے ساتھ انگریزوں کے مقابلے میں بیٹے ہونے کی وجہ سے ہم تعلیم
 بے دلی ہوں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم تجارت، حرفت، صنعت، فلاحیت وغیرہ وغیرہ -
 غرض دنیا کے سب کاموں کو چھوڑ بیٹھیں۔ ابھی حال میں میں نے کسی اخبار میں پڑھا کہ ولایت
 کے اخبار ٹائمز نے جو اپنے خاص خاص کارپانڈنٹوں کی اجرت منظور کر رکھی ہے۔ اس کا سالانہ
 بجٹ کچھ اوپر ساڑھے چار لاکھ روپیہ کا ہوتا ہے اور یورپ میں ایسے کئی اخبار ہیں جو آمدنی میں ملتا
 ہے کم ہے۔ یہاں سارے ہندوستان کے اخباروں کو اب سے سیکڑوں رہیں تک بھی یہ
 بات نصیب ہونے والی نہیں۔ یہ اخبار کا تذکرہ میں اتفاقاً طور پر کر دیا کہ فی الوقت ایک بات یاد
 آگئی۔ وہ نہ دولت اور ایجاد اور ہنرمندی کے متعلق یورپ کی ایسی بے شمار باتیں ہیں کہ ان میں
 ایک چھوٹی سی بات بھی بیان کی جائے تو یہاں کے لوگوں کو الف لیلا کی حکایت معلوم ہو فرم
 دل سے بنائی ہوئی ہم تو ایسے گئے گزرے ہیں کہ یورپ کے مقابلے میں ہماری کچھ ہستی ہی نہیں
 یہ انسان کی ایک نہ چل بات ہو کہ جب وہ اپنے اپنا بنائے جس میں کسی کو اپنے سے بہتر حالت میں نہ جھٹتا
 ہو تو اس کو اپنی حالت سے ایک طرح کی بے دلی پیدا ہوتی ہے اور بے دلی کے دو بیج ہوتے ہیں یا تو وہ
 اپنی حالت کے بہتر کرنے کی کوشش کرتا ہو اور ایسے لوگ کم ہیں۔ اور یا وہ ہمت ہار کر کاہل و بکا
 ہو جاتا ہو اور ایسے بہت ہیں۔ اور اسی مصلحت سے شائع تعلیم یہ کہ اگر تم شکر گزار بنو گے
 چاہتے ہو تو ہمیشہ اپنے سے فروتر حالت پر نظر رکھو۔ لیکن میں تعلیم کے متعلق سٹوڈنٹس (طلبہ) کو انہیں
 (حاضرین) میں جگہ الگ پہچان پڑتے ہیں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے سے بہتر حالت کے لوگوں کو
 دیکھو یعنی اہل یورپ کو اور اپنی حالت کے بہتر کرنے کی کوشش کرو۔ یورپ یہی دو چار دین میں
 برس میں یورپ نہیں ہو گیا۔ روم و آٹوٹ بلٹ ان اے فے (شہر روم ایک دن میں تو نہیں بن گیا
 تھا، بلکہ یہاں کی صدیوں کی نہیں تو ڈیڑھ ہونے دو صدی کی کوششوں کے نتیجے ہوتے ہیں شک بھی نہیں۔
 پس ہم کہ بقول شخصے کو آمدی کی پور شدی، پڑ پڑا نے اور بے دلی ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ انہیں کو

حکیم سائنس نے کمال فصاحت و بلاغت کے ساتھ نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں ادا کیا ہو۔ اس میں وہ نفیس قطعہ آپ صاحبوں کو پڑھ کر سنا تا ہوں۔ قطعہ

قرن ہا ہا بید کہ تباہ کن کے از لطیف طبع سال ہا ہا بید کہ تباہ کن سنگ اہلی ز آفتاب ماہ ہا ہا بید کہ تباہ کن شمس از پشت میش ہفتہ ہا ہا بید کہ تباہ کن پیر از آب و گل روز ہا ہا بید کہ کشیدن انتظایے شمار	عاقلے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن لعل گردد و بدخشاں یا خفق اندرین صوفیے را فرود گردد یا حمار سے رارسن شاہد سے راحلہ گردد یا شہید سے اکفن تا کہ در جوف صدف باز شود و در عدل
--	---

یورپ کی ہم سری کا خیال تو بیہودہ سری ہو کیوں کہ یورپ ہمارے حسابوں منزل مقصود تک پہنچ گیا ہو اور ہم کو سیکڑوں برس کی مسافت طرک مگر یوں ہم اپنی ابتدائی حالت کے لحاظ سے تعلیم میں بھی ایسے بُرے نہیں ہیں کہ ماسٹر کٹ ہم کو تو ایڈل ہوا سے دم شست لڑکوں کے کہ خطاب کریں۔ چاہے پلاسی کی لڑائی کھجوا یا اس سے بھی پہلے کی کوئی تاریخ ٹھیرالو۔ مگر ہم تو سترہ سو اسی کے غور کیے بغیر اگر بڑی عملداری کا آغاز شمار کرتے ہیں۔ اور واقع میں جس کو انگریزی عملداری کہنا چاہیے اُس کا آغاز مذکر کے بعد سے ہی ہوا جو در نہ مذکر سے پہلے تو ایک جماعت تاجران کی عملداری تھی۔ غرض ان میں تیس برس کے عرصہ میں ہم نے یہ کچھ کر لیا تو ہم کو شاباش ملنی چاہیے تعلیم کی افتاد اگر بہت اچھی نہیں تو بہت بُری بھی نہیں۔ بڑی تو ہوتی ادبست بُری ہوتی اگر علی گڑھ کالج نہ ہوتا یعنی خدا نخواستہ سید احمد خاں نہ ہوتے پڑھائی تو جیسی اور کاجوں کی دیسی ملی گڑھ کالج کی اور جب گورنمنٹ اور مذہب دو سر کٹشتر (مائع و معر احم) ہمارا کلا گھومتے رہتے ہیں تو ہم سے اور تو قلع بھی کیا کی جاسکتی تھی

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند	آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم
---------------------------------	---------------------------------

مگر پھر بھی سر سید احمد خاں کا الفلونس (اثر و اقتدار) ان ڈاکٹر گنٹی دیا واسطہ اپنا کام کر رہا ہوا ان ڈاکٹر گنٹی میں نے اس واسطے کہا کہ یوں دیکھئے تو کالج کے متعلق کوئی انتظام آکسکولر سولی دینا شرکتِ غیر سے) سید احمد خاں کے اختیار میں نہیں۔ ہر کام کی جدوجہد ان کیسٹیاں میں ہو کر دیووں کے ضوابط

مقرر ہیں۔ اُن کے مطابق ممبران کیٹی کارروائی کرتے ہیں مگر ہم تو سید احمد خاں ہی کو کالج کا اہلکار اور ایگ لینے ابتدا و انتہا یا ہمہ اوست سمجھتے ہیں اور ہر بھی لوں ہی ع
خود کوزہ خود کوزہ کرو خود گل کوزہ

لیکن کیا سید احمد خاں دوسروں کو دخل دینے میں مضائقہ کرتے ہیں حاشا وکلا۔ بلکہ وہ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ ان کے احوال و انصاف پر نے کا دم بھرتے ہیں اُن میں بھی محدود و محدود ہیں جن کو پچھلے دل سے اس درد سر کے اپنے ذمے لینے کا شوق ہو اور شوق کے ساتھ اہلیت اور صلاحیت بھی ہو یہ ہر اصل لزم اس ناشدنی چھوٹ کی جواب سے چند برس پہلے سید احمد خاں کے کیمپ میں ظاہر ہوئی تھی۔ سید احمد خاں سے بڑھ کر اور کس کو اس کی تمنا ہو سکتی ہو کہ یہ گھر زندہ اور اُس غایت پر نظر کرتے جو سید احمد خاں کو مد نظر ہو یہ گھر زندہ نہیں تو کیا ہو۔ غرض سید احمد خاں سے بڑھ کر اور کس کو اس کی تمنا ہو سکتی ہو کہ یہ گھر زندہ اُن کے ساتھ مٹی میں مل نہ جائے مگر جب کوئی سہارا لگانے کی ہامی نہیں بھرتا تو بے چارہ بوڑھا اکیلا اس عمر میں اپنی بیاں پل رہا ہو۔

اب میں ایسی چند باتیں بیان کر دوں گا۔ جن کی وجہ سے میں علی گڑھ کالج کو عزیز رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اور لوگ بھی خصوصاً مسلمان اس کی قدر و وقعت کریں۔ کیوں کہ اس وقت قومی خیر خواہی کی ہر ضرورت ہے کہ مسلمان تعلیم پائیں اور تعلیم بھی پائیں اسی علی گڑھ کالج میں پہلا سبق جو مسلمانوں کو اس کالج سے سیکھا جاتا ہے وہ سلف ہلپ (اپنی مدد آپ کرو) کا سبق ہے یہ سبق ترقی کا پہلا سٹیپ (قدم) ہے میں اس کالج کو اس شیخی کے نظر سے نہیں دیکھتا کہ یہ ہم مسلمانوں کا کیا ہوا کام ہے۔ مگر ہاں کالج کو دیکھ کر اس وجہ سے خوش ہوتا ہوں کہ مسلمانوں نے سلف ہلپ کے رستے میں پہلا قدم رکھا ہے۔ اس سے دو مطلب نکلتے ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں نے اپنے تئیں محتاج مدد کچھا اور دوسرے یہ کہ اپنی مدد آپ کی۔ یہی درد خیال اگر خدا مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کر دے تو دنیا میں وہ کون سا کام ہے جو مسلمان نہیں کر سکتے۔ پھر نظر ظاہر ہیں میں یہ کالج بھی ایک ایجوکیشنل انشٹیوشن ہے اور ایسے کئے انشٹیوشن لرش انڈیا میں کھرے پڑے ہیں اور اب تو یہ لکھا سب کو معلوم ہو گیا ہو کہ انگریزوں کو دام میں لانے کا یہ سب سے

آسان بیٹ (داندلم) ہو کہ چار لوٹے گھیر کر ایک سکول جاری کر دیا کھڑکوں کی کشتی کا بلالینا لو کچھ بات نہیں ممکن ہو کہ ان سے کوئی بڑی محلی آچھنے۔ بے شک پڑھانی کے اعتبار سے تو یہی حال ہو جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ ہم کوئی اور سٹیڈنڈ نہیں ٹھہرا سکتے۔ کوئی دوسرا کورس نہیں تجویز کر سکتے لیکن کورس کے علاوہ ایک اشراقی طور کی تعلیم خاص کر اس کالج میں اور صرف اسی کالج میں دی جاتی ہو جس کے ذریعے سے سید احمد خاں طالب علموں کو اپنے طور کا بناتے ہیں۔ مذہبی عقائد میں نہیں بلکہ ان صفوں میں جن کے بدون اس زمانہ میں کوئی آدمی جہلمین ہو نہیں سکتا۔ قسم کھانے کی بات ہو کہ سید احمد خاں نے اپنے عقائد کو کسی پرفورس (دبیر) کرتے اور نہ فورس کر سکتے۔

مگر نقص انگیز دی بے شائبہ تعلیم مذہبی طبیعتوں میں مذہب کی طرف سے شکوک پیدا کر دیتے تو اس میں سید احمد خاں کا کیا دوش ہو کیا تم سمجھتے ہو کہ پادری اور پادریوں کی مذہبی تعلیم اور ان کا پرنسپلنگ (دعوت) یہ چیزیں طلبہ کو عقائد سے متزلزل کرتی ہیں میں کہتا ہوں۔ انگیزی و نقوش چاہے ان میں حساب اور جغرافیہ اور تاریخ ہی کیوں نہ ہو مذہب سے متزلزل کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اگر سید احمد خاں طلبہ کو انچری بنانے کی کوشش کریں تو ہم مسلمانوں کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیے کیوں کہ ان کے اگر انچری مسلمان نہ ہوں گے تو وہ لاندہب ہوں گے یا کر شان کو کسی مشن سکول میں جاتیں گو کوئی مذہبی کتاب نہ دیکھنے پائیں۔

لفظ عقلمین کی پورٹی فینیشن (تعریف) بیان کرنے کو تو بڑا وقت درکار ہو اور میں اپنے میں اتنی قابلیت بھی نہیں دیکھتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ متبع ذات کا لایا انسانی میں عقلمین کا سنس آجاتا ہو۔ گلیم خوشیوں میں بد مزاج کی قسم کے لوگوں سے ہماری کار براری نہیں ہو سکتی اگرچہ ہم مسلمانوں میں ایسے بھی کم ہیں مگر وہ کار ہیں دین سہی می کنہ کہ بغیر وغیرہ راکے ٹاپ کے آدمی اور ایسے لوگ طیار ہوں گے تو اسی کالج سے طیار ہوں گے کیوں کہ یہاں اور صرف یہاں کا اہتمام کیا جاتا ہے جب کہ دوسرے انسٹیٹیوٹوں میں اس کی ضرورت ہی تسلیم نہیں کی گئی اس واسطے کہ کورس سے خارج ہو۔ یہ بات کہ علی کالج طالب علموں کو بی اے۔ ایم اے کے علاوہ عقلمین بھی بنانا ہے

اس کے متفقہ شواہد موجود ہیں امتحان میں انٹریس سے اور عمر میں بیٹرز سے متجاوز نہیں ہونے اور یہاں کے طالب العلم ان فکروں میں لگے ہیں کہ ننھے ننھے ہاتھوں سے چھوٹی چھوٹی چندوں کی تھوڑی تھوڑی رقمیں جمع کر کے ایک فنڈ بنادیں جو بے مقدر لڑکوں کو سپورٹ دیکفل (کرے) یہ وہ لیاقت ہے کہ آگسٹورڈ اور ڈنبر کی یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کو لے کر ان پر سے قربان کر کے پھینک دیا جائے۔ اگر گورنمنٹ ان باتوں پر نظر نہیں کرتی تو کچھ پروانیں افسوس یہ ہے کہ پبلک کی آنکھوں پر بھی خدا نے پردہ ڈال دیا ہے۔ ورنہ پڑھنے والے لڑکے اور علی گڑھ کالج میں نہ ہوں اس کے معنی کیا یہ تو میں نے مثال کے طور پر ایک بات بیان کی تھی نمونہ آخر وارے ورنہ کوئی آدمی کالج میں رہ کر پورے دن کے ضبط اوقات کو محاسبانہ دیکھتے تو جانے کہ کیوں کر یہ لڑکے خوش دلی اور جادو کے ساتھ پڑھنے لکھنے میں مشغول رہتے ہیں ہم بیٹرز میں غلط فہمی یہ واقع ہے کہ دن بھر کتاب کے رستے رہنے کو شرط طالب علمی قرار دے رکھا ہے اس طرح کی طالب علمی کرنے والوں میں ایک میں بھی ہوں۔ دن کا تو کیا حساب ہل بجے یا نہیں کہ زمان طالب علمی میں میں کسی ایک رات نیند بھر کر سو یا ہوں میں سکاڑپ ہونے بیچے ایک چوکیدار کو چنہ پیسے مینا دیا کرتا تھا کہ وہ مجھ کو رات کے دو بجے کتاب بینی کے لئے جگا دے۔ میں گرمیوں میں مکان کے اندر گھٹ اور جاڑوں میں باہر صحن میں بیٹھ کر کتاب دیکھتا تھا تاکہ سونہ جاؤں مجھ کو کئی قسم کے عطشے اور ٹکے معلوم تھے اور اگر میں سمجھتا کہ اس طرح کی طالب علمی علی گڑھ کے طالب علموں کے حق میں مفید ہوگی تو یقین جانوں میں ان ٹکوں کے بتا دینے میں دریغ نہ کرتا فرض مجھ کو کئی قسم کے عطشے اور ٹکے معلوم تھے اور اب میں خیال کرتا ہوں کہ غالباً اسی آل ورک اینڈ ٹریڈ پلے دکام ہی کا طرز تحصیل نہیں، کانفیج ہو جاتا تو عجب نہیں کہ ساری عمر مجھے ریاضی نہ آئی ایک زمانے میں شطرنج کھیلا کرتا تھا وہ ہر شے ماتیں کھاتا۔ بڑے دینے کو بڑی جیت جھٹھتا ہندوستانیوں کے وہنوں میں یہ غلط خیال ایسا بھلا ہوا ہے کہ اگر تحصیل کو کپلسی (جبری) نہ کیا جائے تو یہ خالی بیٹھے رہیں اور در در چوپ کے نام گھر سے باہر یا توں نہ نکالیں ایسے قدرتنا سناسوں سے توقع رکھنی فضول ہے کہ یہ علی گڑھ کالج کے ٹیم دھیلنے والوں کی

جماعت کی داد دیں گے۔ مگر ایک وقت آنے والا ہوا اور اُس کو دور نہ ٹھہر کر آج جن پر لعنت کی جاتی ہو ان کے مرس ہو اکریں گے۔ اور ہر ایک بات جس پر اعتراض کیا جاتا ہو دستور العمل ٹھیکرائی جائے گی اور کاش میں اُس وقت کے دیکھنے کے لیے زندہ ہوں۔ اور تم سب بھی خیر تو علی گڑھ کالج کی پکیر لیٹرٹیز (خصوصاً) ہیں ایک پکیر لیٹرٹیز ہی بھی ہو کہ ایسے کھیل جن سے تو اُسے دماغی شگفتہ اور جسم چست و چالاک اور زندگی نہ خور و میترقی، اور سیکرور محفوظ ہو یہاں کے روٹین سلسلہ درس میں داخل ہیں۔ اور ان پر ویسی ہی توجہ کی جاتی ہے جیسی تعلیم کتابی پر علی گڑھ کالج کے خاص میں سے ایک پڑا مفید اور بڑا بکار آمد یہاں کے طلبہ کا ڈیٹنگ (بحث مباحث) کلب ہو۔ جہاں یہ لوگ جمع ہو کر گویا کی کی مشق ہو بھینچتے۔ استدلال رد و قیج حاضر جوابی یعنی داب منظرہ کہتے اور اہم معاملات میں رائے زنی کرنے کی عادت کرتے ہیں۔ یہ جو حاصل تمام تعلیم کا قیام تصویر ہی منصوبہ ہے اور یہ جو اس کا پیکٹس (عمل) اور جب میں ایسی باتوں پر نظر کرتا ہوں تو میری آنکھ میں نہیں آتا کہ علی گڑھ کالج کے ہوتے لوگ اپنے بچوں کو دوسری جگہ کیوں پڑھواتے اور کیوں پڑھنے والے دوسری جگہ پڑھتے ہیں۔ پڑھواتے ہو اور پڑھتے ہو تو یہاں پڑھو اور یہاں پڑھو۔ ورنہ امتحان بھی پاس کر لو گے ڈگری بھی مل جائے گی اور شاہی کوئی مقول نوکری بھی۔ غرض اشرفی ہو جاوے گا۔ مگر ٹکسالی نہیں۔ وثیقہ کھلاؤ گے۔ مگر جبر پڑھیں گے۔

مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

اگرچہ شیخ نے ڈالھی ڈھائی سن کی سی

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تعلیم تو اور جگہ بھی ہوتی ہے مگر تربیت جو نیتو اور ما حاصل تعلیم ہو وہ یہیں ہوتی ہے اور بس ابھی حال میں پنجاب کے فیسٹ گورنر صاحب نے طالب علموں کو بری عمدہ نصیحت کی ہے کہ شیلنگ ٹکس کی شکر سے خنزیریں اور واقع میں شیلنگ ٹکس کا اتحاد خود غرضی اور فسادیت پر مبنی ہو یا نہ ہو اور اُس کا پیلیہ درست ہو یا نہ ہو اور اُس کی غرض و غایت ممکن الحصول ہو یا نہ ہو۔ لیکن اس سے ٹکس کو اچھا نہ کہیں شیلنگ ٹکس میں نظم و نسق ملک کے متعلق ایسے پیچیدہ اور اہم مطالب پیش ہوتے ہیں کہ ان میں رائے زنی کرنے کو بری عقل بڑی معلومات اور بڑی لیاقت و درکار ہے اور طلب العلم اپنی جگہ کہتے ہی ملایق ہوں۔

امید نہیں کہ ان شرطوں کو پورا کر سکیں تو نیشنل کانگرس میں شریک ہونے سے ایسے انڈی نا تجربہ کار
 نو عمر بچے اس کے ملک کو فائدہ پہنچائیں غالب ہو کہ نادان دوست کی طرح اٹا نقصان پہنچانے
 کے باعث ہوں گے اور اپنا وقت عزیز مباحثہ لا طائل میں ضائع کرنے سے امتحانوں میں قیل یا
 پھسادی رہیں گے سوا لگ۔ پس ان لوگوں کو خواجہ حافظ کے شعر سے ہتسار کیا اصلاح دی جا سکتی ہے

گدائے گوشہ نشینی تو حافظ مخروش

رموز مصلحت ملک خسرواں دانند

شہر کے عذر کے دنوں میں جب باغیوں نے دہلی کے سرکاری میگزین کو ٹھانڈا اور ٹوٹا تو بازاری
 لوگوں میں کتر کوئی بچا ہو گا جو کوئی نہ کوئی ہتیار جزا نسل بندوق طہنہ اڑا کر نہ لے گیا ہو۔ ہمارے محلے میں
 پنجابی کترے کی ایک بڑی مشہور مسجد تھی۔ اُس میں بہت سے مجاہدین بکھرے تھے۔ اُن میں اکثر
 باہرے گنوار تھے۔ اُس فدائی لشکر کے ریکروٹ سپاہیوں کا حال یہ تھا کہ نشانہ لگانا اور بندوق
 چلانا کیسا بچاروں کو بھرنے کا طریقہ بھی معلوم نہ تھا۔ ان لوگوں کی بڑی بڑی جماعتیں دھماکا کرنے
 کو جاتیں۔ شام کو فتح پاکرواپس آتے۔ اور یہی واپسی اُن کی فتح ہوتی تھی تو وہ چار دس ہانچ آدنی غم
 بھی ہوتے لوگ جانتے کہ لڑائی میں زخمی ہوئے اور ان کی بڑی قدر و منزلت ہوتی۔ مگر وہ لڑائی کے
 زخمی نہیں ہوتے تھے۔ وہ زخمی ہوتے تھے اس طرح پر کہ بندوق بھرنی چاہیے۔ مثلاً ایک اچ ڈیٹھ انچ
 انھوں نے ناواقفیت کی وجہ سے (اور انڈی کی بندوق مشہور ہی ہے) بھردی ایک بالشت سو
 بالشت۔ ادھر چارج کرنے سے بندوق پھٹی ادھر بجٹی ہی تھی اپنی ہی طرف کے دو چار دس پندہ جوا قدر
 آگکلاوٹ گئے اور بندوق اپنے فرفر سے ادا ہوئی۔ تو یہ مجاہد انگریزوں کو گالیاں دیتے کہ ان ایسے میوا
 نے اسی دن کے بیٹے پدھو کے کی بندوقیں بنانا کرکھی تھیں یک نشدو شد۔ تو اگر طالب العلم نیشنل
 کانگرس کے شریک ہوتے تو وہ ایسے ہی کچھ کار نمایاں کرتے جیسے مدر کے انڈی مجاہد کیا کرتے تھے
 لیکن اگر پنجاب کے کلاٹ صاحب کو ملی گڈھ کالج کے ڈیٹنگ کلب کا حال معلوم کر لیا جائے تو وہ
 غالباً ہمارے طالب علموں کو مستثنیٰ کریں گے۔ لیکن ہم پھر بھی اس رعایت کو ڈکلائن (مانند)
 کریں گے دھتھنکس (بشکر گزاری) کیوں کہ ہم نیشنل کانگرس کو بڑے سوچ بچار کے بعد کہ مدر مطرو

کر چکے ہیں۔ اور ہم اس ماننے سے ایک ایچ کی قدر بھی تو ہٹنے والے ہیں **لَعَلَّ الْقَوْلَ لَدَتْحٰی**
 کیا پنجاب کے لاکھ صاحب ہمارے کالج کے ساتھ ساتھ یہ خاص رعایت کرتے؟ گورنمنٹ ہائے
 ساتھ اور بہت رعایتیں کرتی ہیں اس لئے کہ ہم نے اپنے تئیں اُن کا سختی ثابت کیا ہے۔ گورنمنٹ کو
 ہم پور پور اور اعتبار ہے۔ اور ہم بچے دل سے پورے پورے اس کے خیر خواہ ہیں اور یہ ہمارے
 کالج کا بڑا ایم (مقصود) ہے میں نے اس بات کو شکر کچھ (مظنہ و اعتراض) کے طور پر بیان کیا تھا کہ مرد
 تعلیم کل کل تعلیم یعنی لوگ نوکری کے لئے تیار کیے جاتے ہیں اور بس بے شک دور کے خیال سے
 تو تعلیم پر یہ اعتراض ضرور وارد ہوتا ہے اور جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جائے گا اس تعلیم کا ناقص اور غیر
 مفید ہونا ثابت ہو اور جو ہم مسلمانوں کی حالت موجودہ کے لئے کافی اور مفید دونوں ہیں ہم لوگ
 نوکری ہی کو معاش پیدا کرنے کا معزز ذریعہ سمجھتے ہیں اور ہمارے اس خیال کے بدلنے کو مدتیں
 چاہیں۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ نوکری کو جس کے لئے ہم بنائے گئے ہیں اپنے لئے منوہ لا کر محفوظ
 کر لیں اور اُن لوگوں کو جن کا یہ کام نہیں۔ اور دوسرے پیشے اختیار کرنے میں ان کی طبیعتیں مضائقہ
 نہیں کرتیں اور نہ اُن کو مضائقہ کرنا چاہیے نوکری میں نہ گھسنے دیں۔ یہ تعلیم کیسی ہی ناقص و نامہم ہے
 اس میں اتنی خوبی تو ضرور ہے کہ آدمی کو ہر کارہ بنا دیتی ہے یہی پاڑہ ہم نے بھی بیٹے ہیں اور قریب قریب
 اسی طرز پر تعلیم پائی ہے فرق اگر تھا تو یہ کہ یہی علوم ہم کو ورثہ کیوں (زبان ملی) میں پڑھائے گئے۔ اور
 جب تک جنس اُن کے اور کیوں (دکا افسوس کریں گے تو میں نے اپنے ساتھ کے طالب العلوم کو دیکھا کہ
 مختلف کاموں میں مشغول ہوئے۔ مگر خدا کے فضل سے جو جس شان میں تھا یا اب ہوا اپنے
 اقران میں مشاغل الیہ اور اشغال میں ممتاز رہا یہ کافر نس اس وقت تو علی گڑھ کالج کی ہاں میں
 ملانے والا ہے۔ مگر یہ ایک جرم بیچ ہے گو ہم کیا تو آگے چل کر اس کا مزہ آئے گا۔ جب ملک تعلیم کی
 پوری پوری قدر کرنے لگے گا اور لوگ سمجھیں گے کہ زمانہ کس طرح کی تعلیم کا مستحق ہے۔ گورنمنٹ تعلیم
 سے دست بردار ہو بیٹھے گی اور لوگ تعلیم طلبہ کو ان کی پرورش کا جزو اعظم سمجھیں گے اور اس کا انتظام

تمام و کمال اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ اُس وقت اور صرف اُسی وقت لوگوں کو معلوم ہو گا کہ ہمارے بڑے رفارمر سید احمد خاں کو کبھی کتنی دور کی سوچھی تھی سید احمد خاں اور ان کے کامیابیٹ ٹاٹ کے ہوتے ہر ایک کا کام نہیں کہ یہاں کے طالب العلوم کو نصیحت کرنے یا کسی بات کی صلاح دینے کی جرأت کرے کیوں کہ کسی نے سوچ کر کوئی بات نکالی بھی تو وہ دیکھ لے گا کہ اُس کے ذہن میں ہو اور یہاں عمل درآمد میں مگر محکوم تو جو کچھ کننا ہو اپنی طرف سے کچھ ہی گزروں گا یہی نہ کہ بات مکرر ہوگی اچھا اگر مکرر ہوگی بھی تو قند مکرر۔ ایک اعتراض تو عموماً انگریزی خواں طالب العلوم کی طرز تعلیم میں ہو طالب اعلیٰ میں نے بھی کی ہو اور ہزاروں نہیں تو سینکڑوں کو طالب اعلیٰ کرتے دیکھا ہو مگر وہی پُرانی ایشیائی تعلیم یہ بات دوسری ہو کہ جو علوم ہم لوگ پڑھتے تھے وہ بے کار تھے یا کارآمد مفید تھے یا نامفید۔ مگر وہ ایک طرح کی طالب اعلیٰ تو تھی ہی۔ میں علم کا علم سے مقابلہ نہیں کرتا۔ بلکہ طرز تعلیم پر کچھ پرچار کر کے چاہتا ہوں۔ ہم لوگوں میں مطالعہ بڑی ضروری چیز سمجھا جاتا تھا۔ لینے اگلے سبق کو زور و طبیعت سے آپ نکالنا۔ اس میں ایسی زحمت ہوتی تھی کہ جس نے مطالعہ کیے ہیں۔ بس اُسی کا دل جاتا ہو گھنٹوں کتاب پر سر جھکائے جھکائے گردن شل ہو جو جاتی تھی۔ اور دماغ پر جو فشار پڑتا تھا بس اُس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہو کہ دو گھنٹے کے اچھے زبردست مطالعے کے بعد طبیعت اس قدر رستہ ہو جاتی تھی کہ گویا بڑی بھاری منزل طو کر کے آئے ہیں۔ زحمت تو طبیعت تھی مگر ویسے ہی اس کے فائدے بھی تھے کسی فن کی ایک کتاب بھی اس طرح پر نظر سے گزرتی تو بس جالو کہ اُس فن میں اچھا خاصا عبور ہو گیا۔ استعداد جلد جلد جڑتی تھی۔ مطالعہ کا پڑھا ہوا اس طرح ذہن نشین ہوتا تھا جیسے نقش فی الحجر کہ برسوں کے بعد خیال کرو اور تازہ۔ میں دیکھتا ہوں تو انگریزی خواں میں مطالعہ کا دستور بالکل نہیں اور شاید اوور گرینک (کثرت اسباق) کی وجہ سے اُن کو مطالع کی فرصت نہیں ملتی۔ مگر کچھ ہی سبب ہوں نتیجہ یہ ہو کہ ان کی استعداد ڈیپ اور سوئٹڈ (خاطرِ عقیق) ہونے کے عوض شیلو اور سو فٹل و سلی و قشری، ہوتی ہو نظر مطلب کے اطراف و جانب اور پر زور اسٹیل کو نظر یعنی مالہ اور ماعلیہ پر احاطہ نہیں کرتی۔ اور خود محکوم بار بار اس کا تجربہ ہوا ہو۔ بے شک اس میں تیز

اکسپشٹرسٹمنٹیاں لایق اعزاز بھی ہوں گے۔ اور ضرور ہوں گے مگر لاکھ لاکھ اکل چوٹے
بچوں کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھاتے ہیں۔ اور اس سے بہت بترودہ طریقہ یہ کہ کڑی کے ایک چوکھے میں
جس کو صوف عام میں گھونٹنا کہتے ہیں پیسے لگا کر اس کے سہارے سے بچے کو کھڑک دیتے ہیں۔ جو کھٹا آگے
کوڑکھتا ہو اور بچے کو خود بخود پاؤں اٹھانے پڑتے ہیں۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ بچہ پاؤں پر زور دینے کی
عادت کرے چنانچہ اس تدبیر سے بچے کو پکڑ چلنا سکھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم بچوں کو کندھے پر چڑھائے
پر چھائے یا گود میں لادے لادے پھریں اور خود بچے کو کسی طرح کی زحمت نہ اٹھانے دیں تو وہ بچہ
کبھی بھی پاؤں چلنا نہیں سکھے گا۔ یہی حال ہے پڑھنے کا یہ کہ استاد صرف ایک سہارا لگائے والا ہو اور اصل میں
پڑھنا وہی ہو جو سٹوڈنٹس اپنے آپ سے پڑھتے ہیں یعنی خود مظلوم ہوتے ہیں اور خود ہی متعلم اب تم کو اپنی
ایک حکایت سنو واقعی شاید سمجھو کہ کچھ شنی بھارت اور خود ستائی کرتا ہو۔ حالانکہ شنی اور خود ستائی فیصلہ الگ ہیں
مطالعے کی ضرورت کا ثابت کرنا منظور ہے۔ میں نے کالج میں بہت سبقتاً انگریزی نہیں پڑھی اور کسیر نفس
تو اس کا متقاضی ہے کہ کون بھگوانگریزی نہیں آتی۔ لیکن آپ لوگوں میں انگریزی دانی کا اظہار نہ کروں
تو کیا بولویوں میں کتا پڑا پھروں اور ان کو بیٹھے بٹھائے اپنی نسبت فتوے کفر لکھنے کی تکلیف دوں۔
بعد میں الہ آباد میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھا کہ میں نے انگریزی کا شوق کیا۔ نہیں بلکہ ایک دوست
نے رغبت دلائی۔ دورے کی نوکری پڑھنا تو کیا ہو سکتا تھا مگر ہیڈ کوارٹر میں مستقر آتا تو ان ہی دست
سے بقدر دست داد فرصت کہہ دیکھ لیتا۔ اور دورے میں بطور خود اس کو یاد کرتا چنند وزیر میں
اتنی استعداد ہو گئی کہ رومن کی سکول ڈکشنری کی مدد سے عبارت کا مطلب سمجھ لیتا تھا۔ مگر بدقت تلفظ
بہت ہی نادرست تھا اور اب تک بھی نادرست ہو۔ میں اس عیب کی شکایت نہیں کرتا جس سے
کتر ہندوستانی خالی ہوتے ہیں بلکہ میں اپنے میں یہ عیب بہت زیادہ پالتا ہوں۔ اس واسطے کہ ساری
عمر میں اہل زبان کے گھٹے سے انگریزی الفاظ بہت سنے ہوں گے تو شاید ایک ہزار اور اگر کمزرات کو
حذف کر دوں تو چند دہن اور اسی نادرستی تلفظ کی وجہ سے بھگوانگریزی میں بات کرنے کی کبھی جرات
نہ کرتا کہ میں ہوں۔

بھی نہیں ہوئی اور ضرورت بھی نہیں پڑی مہر کیف میری استدلال و دین کی سکول ڈکشنری ملک تھی۔ اور اسی زمانہ میں تمھارے اس منیل کوڈ تعزیرات ہند کا ترجمہ جو رہا تھا تو کس اہتمام سے کمشنری عظمت الد صاحب ترجمہ کرتے اور ترتیب پہلے مولوی محمد کریم بخش صاحب پھر میری سٹوڈنٹ ریڈ صاحب جو اس وقت ڈائریکٹر ایڈیٹنگ انٹرکشن تھے پھر آخر کار خود سر جارج ایڈمنسٹریشن صاحب نفٹ گورنرس میں حکم و اصلاح فرماتے۔ اور اتنی نظروں کے بعد ترجمہ جیسے کو دیا جاتا۔ اب خدا کو منظور ہوا اِنَّ اللّٰهَ شَیْءًا اَسْبَاغًا کہ یہ ذرہ بے مقدار روشناس آفتاب ہو یعنی نواب نفٹ گورنر نذیر احمد کانوئس لیں۔ اور نذیر احمد کا یہ حال کہ بالوشیو پر شاہ صاحب کی ماتحتی میں بنارس سرکل کے تمام ڈپٹی انسپکٹروں میں لیاقت اور کارگزاری کے اعتبار سے آئیٹ دی ہو تو آف دی سٹ یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہو کہ میں نے بالو صاحب کی ماتحتی میں ایک سو میں روپے ماہوار کی انسپکٹری سے تنگ آکر اسی روپے ماہوار کی انسپکٹری منظور کر لی تھی اور وہ اتفاق سے علی گڑھ کی ڈپٹی انسپکٹری تھی اگر میں علی گڑھ آگیا ہوتا اور سیل احمد خاں بھی ہندوں یہاں جتنے تو میں آج کو ان کے خلفائے مہدیں میں تہہ

شکر دے ہی میں اس بات کو جہانے رکھا	ور نہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا
------------------------------------	------------------------------------

بارے لٹ صاحب دورہ کرتے کرتے الہ آباد آئے اور عاجلاً نصف فرماتے بنارس جوئے پہل کوڈ میں سٹینڈنگ سٹاف سب ان کے ساتھ۔ لاڈل صاحب کہ وہ کسی ضرورت سے ایک ہفتے کے لئے الہ آباد رہ گئے اور جگہ یہ خدمت سپرد ہوئی کہ منشی عظمت الد صاحب کا کیا اور مولوی کریم بخش صاحب کا اصلاح دیا ہو ترجمہ ریڈ صاحب کو سنا دیا کروں۔ دخل تو دینا پڑتا ہی تھا میں نے دوچار ہی دن کی صحبت میں یہ ثابت کر دیا کہ میں منیل کوڈ کو خوب سمجھتا ہوں۔ اور میری شرکت ترجمے کے حق مفید ہو۔ ریڈ صاحب تو میری انگریزی دانی کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ انھوں نے اپنی روانگی سے پہلے چٹھی دے کر جگہ لاڈ صاحب کے پاس چلتا کیا۔ اور میں ٹرنسلیٹنگ سٹاف میں جادو اعلیٰ ہوا اور آخر کار میں نے ہی دفعات کے خلاصے لکھے اور میں نے ہی اپنی نگرانی میں محبوبہ تعزیرات ہند

۱۷ جب الہ کو کوئی کام لینا ہو تو اس کے اسباب بھی بتاؤ تاہم اسے خدمت میں سب سے آگے۔

چھوایا۔ مطلب کی بات تو یہ ہو کہ جب ہماری ٹیٹھی (مثلیٹ) ہولاٹ صاحب نے ڈپٹی کلکریاں
دری تھوڑی دیکیں۔ ریڈ صاحب نے نوٹیشن رول کے فارم میں میری انگریزی دانی کی بڑی مدح
کی اور میرا وہی حال ۶

عالمِ جمہ افسانہ مادہ و ماہ سچ

نوکیا ریڈ صاحب نے میری مدح غلط کی یا سہا ہو نہیں سکتا تھا۔ یاں اُن سے غلطی ہوئی تو یہ کہ انھوں
نے فی زعمہ میری استعداد کو انگریزی کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ استعداد صرف خوب مطالعہ
تحتی جو میں نے اپنی طالب علمی میں حاصل کی تھی اور اُس وقت تک ایسی فرسودہ نہیں ہوئی تھی جیسی
اب ہو گئی ہو ۷

مفصل ہو گئے تو مئی غالب	وہ عناصر میں اعتلال کہاں
-------------------------	--------------------------

آج کل کے انگریزی تعلیم یافتہ ہم اولڈ فیشن کے پڑھے ہوؤں کو زلفِ حقارت سے دیکھتے ہیں اور
بلاشبہ پُرانی تعلیم اس جدید تعلیم کے مقابلے میں زلفِ حقارت سے دیکھے جانے کی مستحق بھی ہو مگر میں تو
طرزِ تعلیم میں بحث کر رہا ہوں نہ نفسِ تعلیم میں۔ ہم تعلیم کا اچھا بُرا تو جانتے نہیں اب بھی جو کچھ کر رہے ہیں
وہی اولڈ فیشن کے معدودے چند تعلیم یافتہ کر رہے ہیں ۸

رنگین سواہر اب کے گلِ نوبہار سے	بہلا جو برگِ نازد کوئی اس حسن میں ہو
---------------------------------	--------------------------------------

ان میں سے کوئی بی اے ام ای۔ ایل ایل ڈی ہو تو بنا دو۔ ایک سید احمد خاں ال ال ڈی ہیں تو
وہ دتھاری انگریزی کی وجہ سے۔ اور نہ ہماری پُرانی عربی تعلیم کی وجہ سے بلکہ اُس تعلیم کی وجہ سے جس کو
علمِ لدنی کہنا چاہیے عَلَّمَناہُ دِنَ لَدُنَّا عَلَّمَناہُ کہ ایک شخص نہ عربی کا فاضل ہو نہ انگریزی کا پروفیسر۔
اور خدا اُس کے ذہن میں ایسی برکت دے کہ مولویوں اور پروفیسروں کو رستہ بتائے۔ انگریزی
پڑھتے تو تم ہو مگر اُدکاش میری برابر اُس کی قدر کرو کہ باوجودیکہ نہ تو جب پڑھنے کی عمر تھی انگریزی
پڑھی اور نہ ساری عمر خدا نے انگریزی کو میرا ذریعہ معاش گردانا۔ تو انگریزی کی ایسی ہی قدر و قیمت

۷ ہم نے اُس کو اپنے پاس سے علم دیا۔

دل میں تھی کہ بڑی عمر میں اس کو سیکھا اور بے تقاضائے معاش سیکھا اور اسی پر پس نہیں کیا بلکہ ہمیشہ افسوس کرتا رہا اور کرتا ہوں کہ کیوں ابتدا میں میں نے انگریزی نہیں پڑھی۔ نوکری تو میں نے مولوی مہدی علی کی مہربانی سے ایسی پیش قرار تجواہ کی کی کہ سیکرٹوں انگریزی جوتوں میں سے ایک کو بھی نصیب نہیں ہوتی مگر میں اس کو چانس دے سخت و اتفاق ہی بھگتا رہا کیوں کہ وہ اس نیت کے صلے میں علی تھی جس کی انٹرنگ ویلیو (ذاتی قدر و قیمت) اس زمانے میں اتنی ہو چکی تھی۔ تو اسی عزیزو! انگریزی کی اتنی تو قدر کرو جتنی میں نے کی اور کرتا ہوں اور یہ معلوم ہو گا اس کے معاش سے قطع نظر کر کے تم کو انگریزی کا شوق ہو۔ اگر تم یہ سمجھ کر انگریزی پڑھ رہے ہو کہ فی زمانہ معاش پیدا کرنے کا ذریعہ ہو تو میں تمھاری رائے کی تصویب کرتا ہوں۔ مگر میں اس کو شوق نہیں سمجھتا۔ شوق یہ ہے کہ جب خطا ہو کر تم امتحان پاس کرو۔ اور خدا کرے تم کو نوکری بھی مل جائے اور نوکری بھی مل جائے تو مستحق بنے تم کو مدرسے سے طالب الہی کا تعلق باقی رہے اس کے بعد بھی تم سٹیڈی (مطالعہ) کرتے رہو اور کتاب بینی کو اپنے جیتے جی کا مشغلہ بنا لو۔ روحانی لذتوں میں سے ایک لذت کتاب بینی کی بھی یہ کہ جس کو اس کی چاٹ پڑ جاتی ہو باقی تمام لذتیں اس کی نظر میں حقیر ہو جاتی ہیں۔ شاید اس کا ظاہر حال خستہ و خراب ہو مگر میں نہیں سمجھتا کہ دنیا میں افسس سے زیادہ کوئی خوش ہو سکتا ہو۔

نہیں ہو قانع کو حاجت زر و مفلسی میں بھی ہو تو تنگ	جہاں میں مانند کیسا گر ہمیشہ محتاج دل غمی ہو
---	--

میں جو کتاب بینی کی مدح کر رہا ہوں اور تم کو اس کی ترغیب دلاتا ہوں سنی سنائی نہیں کرتا میرے لئے تو یہ شرط زندگی ہو گئی ہو۔ اور میں نہیں جانتا کہ اگرچہ کتاب بینی کا شغل بھی نہ ہوتا تو خدمت سے علاوہ کتنے ہی کام ہوتے۔ کیوں کہ زندہ رہتا اور ہاں نوکری کی حالت میں بھی کتاب بینی کی عادت بٹھانے کا کام نہیں اور دو موقوفوں کو تو میں بھی بخول نہیں سکتا میں ایجوکیشنل لائن سے نکل کر اول ساڑہ سلیم پور ضلع کا پور میں تحصیل دار مقرر ہوا۔ آج تو میں تحصیل دار مقرر ہوا۔ اور دو تین مہینے بعد تحصیل دار اول کا استعفیٰ ہونے والا تھا۔ سرچارلس ایٹ جو ان دنوں بنگال لفٹ گورنر ہیں مجسٹریٹ ضلع تھے۔

انہوں نے میری جدید العہدی پر نظر فرما کر مہربانی سے لکھا بھی کہ تم چاہو تو اگلے سال شریک امتحان ہونا میں نے یہ سوچا کہ امتحان کا کھٹکا بڑا۔ اور میں نے صاحب مجسٹریٹ سے عرض کیا کہ خیر ہونے کی صورت میں میری جدید العہدی کا لحاظ فرمایا جائے۔ سر شہتہ تعلیم کے ملازم کو مال گزاری اور فوجداری سے کیا نسبت۔ تحصیل داری کے کاغذات کا ہڈا ورٹیل (سر اور پاؤں) تک تو مجھ کو معلوم نہ تھا۔ علی انگلی رکھ کر بتاتے تو میں دستخط کرتا۔ غلوں نے امتحان سے بہتر ای ڈرایا مگر میں اپنی قوت کتاب بینی کا بخوبی اندازہ کرتا تھا۔ ایک نہ سنی اور شریک امتحان ہوا پہلی ہی دفعہ ہول ڈویژن کے تحصیل داروں میں نمبر اول۔ ڈپٹی کلکٹر میں پھر وہی امتحان کا مرحلہ پیش آیا۔ اور گو کہ میں یہ ان وقتوں کا مذکور ہو کہ ضلع بستی علی حدہ نہیں ہوا تھا، کام کی یہ کثرت کہ خدا کی پناہ۔ مگر وہی کتاب بینی کی عادت ہول پراؤنس (صوبے) کے پاس شدگان میں ہڈاؤں دی لسٹ انگلو ٹنگ (سر فہرست بشمول) جوائنٹ مجسٹریٹس اسسٹنٹ کلکٹر ڈپٹی کلکٹر۔ کینڈیڈٹس شاید یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک نیٹو ڈپٹی کلکٹر جنٹوں اور اسسٹنٹوں پر بھرت لے گیا کہ اُس کے بعد سے امتحان کا رزلٹ (نتیجہ) دو حصے ہو کر شہتہ ہونے لگا۔ پورچمیز کا الگ الگ اور میوز کا الگ۔

پس اے طالب علمو! جہاں رہو اور جس حالت میں رہو عربی کے اس چھوٹے سے مصرعے کو جلی قلم سے خوش خط لکھو اگر سامنے میر پر رکھے ہو ج

وَحَيْثُ جَلِيسٍ فِي الزَّمانِ كِتَابٌ

اس پر عمل کرو گے تو تمام دینی اور دنیاوی برکتوں کا میں ضمانت میری ضمانت ہے تو تم کو کیوں تسلی ہونے لگی کہ تو بڑے میاں کی ضمانت دلوادوں مگر دینی برکتوں کے لیے بھی ان کی ضمانت لو گے؟ میں تو تم کو تعلیم کے متعلق بہتری صلاحیں بتاؤں۔ لیکن کچھ ایسے بچ اگر پڑے ہیں کہ تعلیم کا رو براہ ہونا جو۔ دیر طلب اور مشکل۔ سیکولر دنیاوی نوکچہ ہو بھی اور شاید کچھ ہو بھی جائے گی کیوں کہ لوگ اس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہیں۔ مذہبی تعلیم جس کی طرف سے مجھ کو اندیشہ ہے۔ وہ بلا سبب لغت جینیوٹی جھڑا

سے زمانے میں سب سے بہتر فنی کتاب ہے ۱۲

کباب اور مصیبت یہ ہو کہ لوگ میر و سکون سے بات سنتے نہیں اور پہلے سے پر جو ڈسڈ (کارہ متغیر) ہوں تو میر و سکون کے ساتھ نہیں کیا خاک۔ مذہب کا نام نہ مان پر آیا اور انھوں نے کان کھڑے کیے سنتے کے لئے نہیں بلکہ وحشت و گریز کے لئے۔ اور بات جو میں کہنی چاہتا ہوں اسی قدر ہو کہ دین میں جو کچھ جمع کیا گیا تھا جس قدر درستی جمع کیا گیا تھا جس طرح جمع کیا گیا تھا اس کے لئے تو بہت ٹھیک تھا جس وقت جمع کیا گیا تھا لیکن اُس وقت میں اور اس وقت میں نور و ظلمت کا فرق ہو گیا جو ہم کو اس وقت کے لحاظ سے دینیات کو ترتیب دینا ہو۔ لیکن حیرت دے سکون اور کوئی جتنی جرات بھی کرے تو اس کی مانے کون۔ اس سے بہتر ہو کہ اس بحث کو میں رہنے دو کہ اس قدر پس کرتا ہو کہ تم کو ایک ذرا سا منٹ (اشارہ) کر دیا گیا کہ بات تمہارے کان میں پڑی رہے اور اس سے زیادہ زیادہ کہا جا چکا ہو اُسی کا کیا شہاد کہ آج کے کے کا ہوتا زمانہ کارنگ و بیکہ کر تعلیم کے متعلق جو سید (مفوضا و دبہ خاطر) شور مچی دیا جا سکتا ہے یہ ہو کہ جو گورنمنٹ کے سو کرو اور جو تمہاری سوسائٹی کے سو کرو۔

کہ جو قتل کہ عاشقی میں نبیوں کر دے تو کیا کوئے جو در دیہہ تو در مندو کہاں تلک تم دو کرو گے اب اپنی طرز معاشرت کی نسبت ایک بات سنو۔ اس زمانے میں طالبِ اعلیٰ سے بڑھ کر بھی کوئی مصیبت نہ ہوگی انگریزی نہیں پڑھتے تو بیٹ کور وٹی نہیں پڑھتے ہیں تو مذہبی حضون کے علاوہ مغرور اور بے ادب اور سرف بگے جاتے ہیں۔ یہ سچ ہو کہ گالی لٹھی نہیں پتھر نہیں۔ چھری نہیں کنھوں نکلے ہوئی ٹوٹے گوشت پھٹے۔ رگ کٹے۔ مگر خدا جانے کیا چیز ہو کہ ان سب سے زیادہ ایذا دیتی ہو۔

بجز احادیث الیستنان لھا اللہ شاہ و کلا یکتا مڑ ما جرح الیسان ہی حال ہو مطامن کا۔ پہلے تو عام انگریزی خوالوں پر مذہبی طامی گالیاں پڑا کرتی تھیں۔ سو شکریہ کہ اُن میں تو بہت کمی ہو اب سارا پھوڑا ہمارے اس کالج کے طالبِ علموں پر ہو۔ سو ان حضرت سرسید کی بدولت اہل میں دیکھتا ہوں تو سرسید بھی مجھے خود اپنے اور تمہارے حصے کی گالیوں کا خوب انتقام لے رہے ہیں۔

اسی طرح بت بد خو کو رام میں نے کیا جب اُس نے دی مجھے گالی سلام میں نے کیا

اور اس سے زیادہ شدید انتقام یہ ہو کہ پابندی مذہب کا حج کے ڈسپین (ضوابط و قواعد) میں داخل ہونے والوں کو ان کے تعصب نے اندھا بہر کر رکھا ہو مگر کالج کے درو دیار تو اندھے سے سرس نہیں ہیں قَاتِلِ
مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَنْتَحِرُ بِحَيِّهِ وَلَا تَقْتُلُوهُمْ سَبُّهُمْ ذَرِّصُوا بِهِمْ يَوْمَ تَأْتِي السُّبْحَةُ اِنْ شِئْتُمْ
گو اہی دیں گی کہ اے خدا ان طالب علموں کے سرس نہ بنے ہم پر چکے اور ان کی لال ملل ٹوپوں کے
پھندے۔ اور پیشانیوں خاک آلود ہوتیں۔ اُس وقت تم کو سعدی کے اس شعر کی تصدیق ہوگی

نیک باشی و بدت میند طلق | بہ کہ بد باشی و نیکت میند

آدمی کو خدا نے کئی فیکٹیز (قابلیتیں) عطا فرماتی ہیں۔ ان میں سے ایک مذہب بھی ہے ﴿قَضَىٰ اللَّهُ
الْحَقَّ قَضَىٰ النَّاسُ عَلَيْهِ﴾ اور فیکٹی (خلقی قابلیت) پورے طور پر ڈولپ (ترتیب وارہ و مشاواب)
ہوتی ہو اُس وقت جب آدمی سن و قوت کو پہنچتا ہو اور انبیاء علیہم السلام جو چالیس برس یا اُس سے
بھی زیادہ عمر میں مبعوث ہوئے تو اُس کی بھی یہی وجہ ہو تو میرے نزدیک نو عمر لوگوں سے جیسے علم
طالب العلم ہیں اُسی قدر پابندی مذہب کرانی چاہئے کہ ان کی مذہبی فیکٹی معدوم یا سست شدہ (بتر مردہ
اقمرودہ) نہ ہونے پائے اور میں اس کے لئے علی گڑھ کالج کی ڈسپین (ضوابط و قواعد) کو کافی سمجھتا ہوں
جو لوگ قبل اوقت زیادہ پابندی مذہب دکھاتے ہیں میرا فخر یہ یہ ہو کہ یا ان مارہ ہوتے ہیں یا بڑے
ہو کر ان کی مذہبی فیکٹی (قوی) اکند پڑ جاتی ہے ﴿إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ﴾ دل میں تو تقاضا ہو نہیں اس واسطے
کہ تقاضا پیدا ہونے کی عمر میں بس وہ جو زیادہ تر عیس (مذہبی) بننا چاہتے ہیں ضرور ہو کہ تصنع اور
مراستی ہوں ﴿أَعْمَالُهُمْ كُودٌ مَّادِي شَتَّتَتْ بِهِ الرِّجْمُ فِي يَوْمٍ حَاصِرَةٍ لَا يَخْفِدُونَ عَنْهَا كَسْبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ﴾
کتنا ہی طالب علموں کو بھلاؤ۔ جن کو کہند ہی گو رکھ دو صدوں کے بلجھائے کا تھا راوقت نہیں ہو مگر
وہ کب باز آتے ہیں حقیقت میں یہ پچاسے بھی طبیعت سے مجبور ہیں۔ مذہبی اختلافات تو سدا سے

۱۷ سب چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہو لیکن تم نہیں سمجھتے ۱۸ اللہ کی بناوٹ جس پر لوگوں کو بنایا
۱۹ ان کے لئے جیسے رکھ رکھا لے گئی اُس کو ہوا آدمی کے دن اپنے لئے پر کچھ قدرت
نہیں رکھتے ۱۷۔

چلے آئے ہیں اور نہ صرف چلے جائیں گے بلکہ بڑھتے چلے جائیں گے ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَ النَّاسَ
 أُمَّةً وَاحِدَةً ۚ وَكَذَٰلِكَ لَآلِیْنَا الَّذِیْنَ یُخَلِّفُونَ بِالْأُمَمِ ۚ نَحْنُ نَحْمَدُكَ ۚ وَلَٰذَٰلِكَ خَلَقْتَهُمْ لَعَلَّہُمْ یَعْقِلُونَ﴾ جیسی کئی کئی برس سے دیکھنے میں آتی ہو ہمارے تو خواب و خیال میں بھی دیکھی۔ اگلے وقتوں میں
 مذہبی علماء وہ بھی سب نہیں بلکہ بعض اپنی جو دت طبع دکھانے کے لیے علم کلام میں کوئی ایک آدھ رسالہ
 لکھ مارا کرتے تھے ماوشاکو مباحثہ و مناظرہ سے کچھ سر و کار نہ تھا عیسائی بدین خود دوسری بدین خود۔ یا اب
 یہ حال ہو گیا ہو کہ جو جس دین کا ہیڑھا ہو تو اور نہیں ہیڑھا ہو تو جانتا ہو تو اور نہیں جانتا ہو تو اپنی جگہ جہت
 اور مجاہد بنا پڑھتا ہو یہ ہیں نتیجے رعایا کی سبہ ہنگام آزادی اور گورنمنٹ کی نیوٹرالیٹی یا اسپرٹلیدی کے
 چاہے وہ مجبوری ہی سے کیوں نہ ہو معلوم ہوتا ہو کہ مذہب کے متوالے کو دلوں کا گردنیا سٹری ہو گئی
 ہو تو کیوں کر توقع کی جائے کہ طالب علموں کے کانوں تک اس فل کی آواز نہ پہنچے۔ آواز پہنچتی ہو تو
 خدا لے کان دیتے ہیں چارونا چارستے ہیں اور سنتے ہیں تو خدا نے عقل دی ہو چارونا چار طبیعت
 لڑاتے ہیں۔ غرض طالب العلم بھی چاہیں تاہم ان کو مذہب کی نسبت ایک نہ ایک رائے قدام
 کرنی پڑتی ہو۔ جب طلبہ میں اتنی صلاحیت نہ ہو کہ وہ پولیٹیکل باتوں میں رائے زنی کریں تو ان میں
 اس کی صلاحیت کہاں سے تسلیم کی جاسکتی ہو کہ مذہب کا فیصلہ کریں۔ کیا مذہب پولیٹیکل باتوں
 سے بھی گیا گورا ہو جس کے اختلافات دنیا کے ساتھ ساتھ پیدا ہوئے اور کتنے حکیم کتنے فلسفی کتنے
 مناظر کتنے منکمل ہو گئے اور یہ اختلافات رفع نہ ہوا نہ ہو تو طالب العلم! مذہب سے قطع نظر بھی نہ کرو اور
 قطع نظر تم بھی نہیں سکتے مگر اتنا تو غل بھی نہ کرو کہ تمہارے بڑھتے بڑھتے میں حرج واقع ہو جس کام میں
 تم لگے ہو یہ بھی داخل عبادت ہو بشرطیکہ نیت خیر ہو اور اس سے زیادہ اور کیا نیت خیر ہو سکتی ہو کہ تم
 مسلمانوں کی قوم کو مغرور بنانا چاہتے ہو جس کا وہ سر عنوان ہو اعلیٰ کلمۃ اللہ دین و دنیا کے تعلق پر
 بھی تمہاری جرح ہوئی میں کچھ بیمار کہہ چکا ہوں اب اسی قدر کہنا چاہتا ہوں کہ ہم خدا کے دین اور
 دنیا پر اتنا اختیار دیا کہ چاہیں دونوں کو لڑا لڑا کریں اور کبھی سٹے نہ دیں اور یہ بالکل خدا کی مرضی کے
 لحاظ سے ہے چاہے تو سب کو ایک ساتھ اور لوگ ہمیشہ افواج میں رہیں گے مگر جس پر اللہ قسم کہ اسی نے ان کو پیدا کیا

خلاف ہو اور چاہیں دونوں میں ایسا اتفاق پیدا کریں کہ دونوں ایک جان دو قالب رہیں جیسے ہمارے سر سید اور ہمارے جیسے کے پرنسٹنٹ نواب حسن الملک مولوی سید ممدی علی خاں صاحب بہادر کہ ان دونوں میں ایک مرتبہ کسی نے لکھا تھا **کَلَّا نَلْقَوْهُ وَاحِدٌ خَلَّی جَسَدَ نَبِّ** - یا اسی طرح کی کوئی دوسری عبارت اور خدا کی بھی عین مرضی یہی ہو کہ دین و دنیا میں ایسا ہی کاٹھا اختلاف ہو اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہو - ہمارے اپنے صرف ارادے کی وجہ سے کوئی کھلا تیں اور وہ کمائی ہمارے نامہ اعمال میں عبادت لکھی جائے۔ خدا خواستہ کوئی دوست بیمار پڑے اس کی عیادت کو جائیں اور جو قدم اٹھائیں - جنت کی طرف - چاہے کوئی ہمیں مرتد بنائے یا کافر ٹھہرائے مولویوں کے مسئلوں میں تو اپنی عقل کچھ کام کرتی ہو نہیں - سفر میں تھارے قہر کرنے کا حکم ہو اور نہ کرو تو گنہگار اس واسطے کہ خدا اپنے بندوں پر آسانی کئے اور وہ اس آسانی سے فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ ایک طرح کا کفرانِ نعمت ہو بڑا عمدہ خیال ہو اور کاش اس کو اتنی وسعت دی جائے کہ لوگ روٹیوں کچھ دھند کریں اور خدا بھی خوش رہے۔

اب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہاری نسبت مفروضیہ ادب و معرفت کے الزام کہاں تک صحیح ہیں یہ اور اس طرح کے اور چند الزام متفرع ہیں اور خود داری پر جو ضروری نتیجہ انگریزی تعلیم کا ہو لوگ تو ہم کو طرز فکر دیتے ہیں اور میں کہتا ہوں اور پکارے کہتا ہوں کہ تمہاری ساری اداؤں میں بس یہی ایک ادا انکو سب سے زیادہ پسند ہو وہ جو کہتے ہیں ہونہار بروے کے چکنے چکنے بات - بس اسی ایک ادا سے معلوم ہوتا ہو کہ تم کچھ کر کے دکھاؤ گے - خود داری ہو کیا چیز سلف اور سپکٹ - یعنی آپ اپنی عزت کرنا جب ہم آپ اپنی عزت نہ کریں تو ہم دوسروں سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں - کہ ہماری عزت کریں گے - آپ اپنی عزت کرنا ایسا اچھا خیال ہو کہ انسان کو کسبِ کمال اور برتری اور ترقی اور لیاقت کی طرف برا بیگنہ کرتا رہتا ہو بس وہ انسان کے حق میں ایک بڑا عمدہ ساقی جو اس خیال کا آدمی کبھی فروتر حالت میں رہ نہیں سکتا کیا خوب کہا ہو

ہست بلند دار کہ پیش خدا و خلق	باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو
<p>یہاں اتنی بات ضرور ہو کہ خود داری میں افراط نہ ہونے پائے کہ خود داری میں افراط ہوئی اور وہ منہ پر جو روئی اور غور و تمام نہایتوں میں بدر ز دلالت ہو کہ مفرہ آدمی چٹاپنے تیں دور کھینچتا و تنہائی لوگوں کی نظروں میں گرنا اور ذلیل و مبغوض ہوتا چلا جاتا جو ۵</p>	
مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہو گیا	آفتاب آنا ہوا اونچا کہ تارا ہو گیا
<p>کچھ معلوم ہو کہ اگر ہم ایک قوم کی نسبت دریافت کرنا چاہیں کہ ان میں خود داری ہی یا نہیں اور کتنی ہو تو اس کے معلوم کرنے کا کوئی معیار بتا سکتے ہو۔ نہیں بتا سکتے۔ مجھ سے سنو۔ اس کا معیار ہرگز نہ لٹر بچہ۔ خدا فارسی کا کھو جھاکھوئے اور احمد لہ کہ ہمارے ہاں سے تو کھو یا ہی گیا اس گفت نے سلا کے اخلاق پر ایسا برا اثر کیا کہ خود داری کا سنس نکل گیا۔ مبالغہ اور جھوٹ اور نفاق اور ریا اور تصنیف اور تکلف اور خوشامد فارسی لٹر بچہ کے یہی کچھ ہنر ہیں اور جن لوگوں کی گھٹی میں یہ ہنر ملا گیا ہو وہ خود لکچر و نفوت سمجھا اور کہا ہی چاہیں۔ عربی کا لٹر بچہ تم مجھ سے ہنر جانتے ہو اس میں کہیں مجھ سے اور کورٹش اور آداب و تسلیمات نظر پڑا ہو یہی سیدھا سادہ السلام علیکم وعلیکم السلام اور کسی اچھا محبت کرنے والا احسن مہربان عمل کیا تو علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ دیا۔ اوجھگ ہو چکی۔ گفتگو میں مخاطب کے سینے بادشاہ نہیں بادشاہ کا بلا کیوں نہ ہو وہی ایک لفظ اُن سے مراسلت کہ وہ بھی مکالمہ ہی ہو۔ مگر غائبانہ گفتگو کی ہو ہو۔ نقل ایک خط تو قرآن میں موجود ہے اِنَّ مِنْ مُّسْلِمٰنٍ وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَمَنْ اَلٰهُ الْوَحْدٰنِ الرَّحْمٰنُ الْاَوْفَلٰکُوْا عَلٰی وَاَتُوْیَ مُسْلِمٰنٍ اور پتہ صاحب کے خطوط احادیث میں منقبط ہیں مہربانی فرما کر ان کو دستور الصبیاں سے لے کر انشا طاہر و حیدر اور البوا الفضل تک کے خطوط سے تلاینا اور ہاں مادہ ہورام نامی ایک ہندو متا بھی ہیں اور ان کی انشا بھی داخل درس ہو عربی کے لٹر بچہ نے بھی نظم کے احتلاط کی وجہ سے وہ ۶</p>	
<p>۱۰ جب ملک کوئی دعا سے تم اس سے بھر دے عادی ۱۱۔ ۱۲۔ یہ خط سلیمان کی طرف سے اور شروع ہوا اللہ کے نام سے جو بڑا تمنا ہے رحم و ملائی کہ وہ نہ کرو میرے عقول اور چپے آؤ مکمل بدلہ ہو کر ۱۰۔</p>	

فارسی کا رنگ پر دنیا شریعہ کیا تھا کہ شاید اسی کی خواست کی وجہ سے بنیاد سلطنت ہی حنزلزل ہو گئی

قدم بے ظلم و ناسود	گر بد ریا رود بر آرد و دود	
--------------------	----------------------------	--

لکھ چکر تو تم نے ایسا سمجھا کیا ہو؟ لکھ چکر قومی کیر پکڑ کا فوٹو ہوتا ہی اور لکھ چکر کا بگونا قومی ادبا کی نشانی
 ہو۔ غرض لکھ چکر تو تم کو بد دماغ سمجھیں تو یہ خود اُن کی اپنی سمجھ کا تصور ہی کیوں کہ ان کے مورل مذاق
 بگڑے ہوئے ہیں اُن کا خود داری کو فروغ دینا اس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا جیسے کسی شخص کو
 پتوں کا غلبہ ہو اور اُس سے بیٹھی چیز کڑوی لگے۔ میں نے اس بات کو بہت ہی افسوس کے ساتھ
 سنا ہو کہ ایسا ہی خیال بعض صاحب لوگوں کا بھی رہا۔ اور تو کچھ تعجب نہیں۔ انگریزی خوانوں کو
 اس مشنل کانگریس نے بہت بدنام کر دیا ہو اور سب طعنے اور اعتراض تو سب سے بھی جاسکتے تھے مگر
 کانگریس والا کھلانے سے بے شک ایذا ہوتی ہو چاہے اس کو طبیعت کا بودا بن بھویا انگریزوں کی خوشامد
 یا کانفرنس کا تقاضا یا دوست دشمن کا تفرقہ اور فتنہ و ضرر کا ہتھیار لگ چکا ہو۔ انگریزی لکھ چکر عربی لکھ چکر کی طرح
 فارسی کے عیوب سے پاک ہو اور اسی وجہ سے انگریز لوگ سب سے زیادہ خود داری کی قدر کرنے
 والے ہیں مگر نشہ حکومت میں بعض از خود رفتہ بھی ہو جاتے ہیں اور یہی ہیں جو نیشنل کی خود داری کو
 دیکھ نہیں سکتے۔ اُن کے نئے پرگز کا کام دیتی ہو غلوں اور خدمت گاروں کی مدارات۔ جو کان
 پھری میں اور بنگلہ پر ایک طرف غریب پرور اور حضور اور جناب عالی اور دوسری طرف
 قدوسی اور نمک پروردہ اور غلام اور خانہ زاد سننے کے خوگر ہوں اُن کو آئی
 اور یو کی مکروہ آواز سے ایذا نہ ہو تو تعجب۔ مگر کچھ دالے بچتے ہیں کہ جس میں خود داری نہیں اُس میں
 اور دعوت نہیں صداقت نہیں یا نہت نہیں و فاداری نہیں ہمت نہیں دلیری نہیں استقلال
 نہیں۔ بیشک چالو سی سے دنیا میں بھٹکا کام نکلتے ہیں۔ لیکن سلف رسپکٹ (خود داری) کو
 سکریفائس (قربان) کر کے کوئی کام نکلا بھی تو ایسی کامیابی پر منت۔ طالب علمو! تم کو برطانی
 مشکل کا سامنا ہو شاید تم پر نالائقوں کو ترجیح دی جائے شاید تمہارے حقوق پامال ہوں مگر
 کچھ بھی ہو سلف رسپکٹ کو ہاتھ سے نہ دینا۔ یہ خود ایک ایسا سٹیفیکیشن (اعتماد) طلب ہے

کہ تمام فائدے اس کے مقابلہ میں بچ ہیں لیکن اس خیال کے راسخ کرنے کے لیے اغلاظ
اور مذہبی خیالات کا پکنا شرط ہو

کشور کار کسی سے بہاں ہوا بھی ہو
سماجت اتنی بھی آخر کوئی نہ بھی ہو

سترھواں لکچر

جو انجمن جماعت اسلام لاہور کے نویں سالانہ جلسے منعقدہ ۱۸۹۴ء میں توحید پر دیا گیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریر

مگر دیکھا نہیں جاتا کہ اپنی قوم غارت ہو
کہ دنیا میں مسلمانوں کی ذلت ہو تعارت ہو
کہ اس قابل نہیں مجھ سے کوئی تقدیر نہ ہو
اسی دشمنوں کی بھی نہ اس لیے بڑی گت ہو
معاذ اللہ خدا ہو جائیں گران کی ہی ختمت ہو
کہ اپنی قوم کو خود نام سے اپنے مذمت ہو
اگر واقع میں باقی ہو۔ اور اس میں کچھ دولت ہو
نہیں ہو کہ مجھ کو خاص کر کوئی شکایت ہو
بڑی دولت ہو جب حال میں جس کی فاعلت ہو

خدا شاہد ہی میرے دل میں اگر کچھ بھی شرارت ہو
طبیعت ہی تو ہو مجھ سے نکل ہو نہیں سکتا
گھلا کر تباہوں اس غم میں مگر بے سود و لا حاصل
مسلمانوں کی حالت دیکھ میرا دم اٹتا ہو
کہاں وہ سلطنت اور وہ حکومت وہ جہانمندی
کہاں یہ بغلی یہ ناکسی یہ ذلت و خواری
یہ میری عمر آئی ہو اور اب ٹھوڑی سی باقی ہو
خدا کا شکر جو میں حال میں اپنے بہت خوش ہو
مجھے پوری سبک روشی ہو افکارِ میشت سے

ہیں اپنی نیند سوتا ہوں مزے سے پاؤں پھیلا کر
نہ گردن میں مری طوق غلامی ہو کسی شہر کا
نہک خوار نظام حیدر آباد و کن ہوں میں
مجھے ملتا ہے گھر بیٹھے جو یاں پر مل نہیں سکتا
یہ سن کر حاسد بد نفس مر جائے تو مر جائے
نہ طالب جاہ کا ہوں اور نہ خواہاں ہوں تخرک
یہ کس سے ہو کہ مائے مائے کتے کی طرح چہرے
خدا تک ٹھنچنا آسان اور ان تک ٹھنچنا مشکل
بصد وقت جو چھپے بھی تو صاحب جتھے کیا ہیں
یہ کالا لوگ کا عادت ہے سیلا گھر میں رکھنا ہو
گھڑی کو دیکھ کر فرماتے ہیں خلق و مروت سے
یہ ملتا ہے اگر ملنا اسے کیئے تو فرماؤ
نہ میرا میرا نامور ہونا زمانے میں
کسی کی ایک کوڑی مجھ کو دینی ہو تو بول اٹھو
اگر یہ ساز و سامان تکبیر جمع ہیں سارے
پر استغنا و خود داری کے ہوتے کیا تعجب ہو
فقط اک مشغلے کے طور پر تھوڑی تجارت ہو
اگر کچھ فائدہ ہونا ہی ہو گا۔ لا جسم ہو گا
پہنچنا ہی ہر اک کو جس قدر بس کا مقدر ہے
و گزشتہان خدا خواستہ قسمت میں لکھا ہے
و لیکن یہ نہ ہو لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاؤں

اگر چہ سر پہ میری شور و غوغا سے قیامت ہو
نہ حاکم ہوں کہ مجھ کو شک ہو درمیت ہو
جب ایسے کا توکل ہو تو مجھ کو کیوں شرت ہو
اگرچہ لوگوں میں عرساری صرف نہمت ہو
کہ ہم سب کو بھی ملہیان ہو اس کو بھی بخت ہو
مصیبت ہو اگر حکام میں رشد و وجاہت ہو
سلام اردو کر لیتے اگر صاحب کو فرصت ہو
مگر ہاں غائبانہ جی کی تقریب و شفاعت ہو
کہ دل بتلاؤ گراؤ آب و ہوا میں کچھ درات ہو
ایسی سے کارا اور انفلوئینزا کی شدت ہو
کہ پرسوں میل جانے کو ہوا چھا آپ رخصت ہو
کلاس جلدی میں کیوں رخصت طلب کی جسارت ہو
نرسی شیخی شیخی ہو اگر لوگوں میں شہرت ہو
تنازع کس لیے ہو داروں سے کیوں عدالت ہو
مگر حاشا کہ بھڑے بھول کر ایسی حماقت ہو
کسی نادان کو گھر بھر گمان مجب و نخواست ہو
اب اس میں گے پیل کر فائدہ ہو یا خسارت ہو
حسد ہو کس لیے اور کیوں کسی کو رشک و غیبت ہو
موافق چاہیے تقدیر ہو تہذیب و ریاست ہو
اسے برداشت کرنے کی آئی مجھ کو ہمت ہو
مجھے آجائے مرگ ناگماں گر ایسی نوبت ہو

مسلمانوں کو بھی توفیق دے یا رب کہ گھر گھر میں
 نہ شیخ وقت ہوں اس بات کے دہرہ کہ لوگوں کی
 کوئی قائل ہو میری غرق عادت کلامت کا
 ابھی سلب مرقعہ کر کسی پر پڑھے کہ چھو کہ دوں
 لطیفات بھیل جاری ہوں جس ہر بڑی ہو سے
 فقیری دوسرے لفظوں میں ہو فرمان آزادی
 کوئی اولاد کی درخواست لے کر میرے پاس آئے
 اگرچہ ہوں زن و شو باب بیٹے کو لڑا ماروں
 غرض دنیا میں جتنی حاجتیں انسان کو پیش آئیں
 ذریعہ بھگو کر دانے جو خواہاں ہو قسرب کا
 نہ تلا ہوں کہ مسجد ہو میرا کاسا گدائی کا
 قضا ہونے نہ دوں تکبیر اولیٰ ہر جماعت کی
 تباہی جو نہ آتی ہو مسلمانوں پہ آج بائے
 ارادہ ہو کہ اب ایک مدرسے کا جال بھیل آؤں
 کمال دین داری کی صفت سے تصف لیکن
 نہ لوگوں کو پڑھانا درس دینا کام ہو میرا
 میں تم میں آنکھ ملا ہوتا ہوں جب مجھ کو کرتے ہیں
 تم آجاؤ۔ اور آکر اپنا کچھ دو تو جلسے میں
 کوئی بھاری سی مقدمہ رقم چپے کی آجائے
 کما لیتے ہیں کتنے آدمی میرے ذریعے سے
 اگر اپنے بیٹے چاہوں تو کتنا کچھ حاصل ہو

تجارت ہو تجارت ہو تجارت ہو تجارت ہو
 ارادت ہو عقیدت ہو جس کے ہاتھوں پر بیت ہو
 کوئی گردیدہ رمز عدا دستہ رحمت ہو
 توجہ ڈال دوں تو مرغِ بسمل کی ہی حالت ہو
 قبول خلق و جلب منفعت سے خالص نسبت ہو
 وہ مرفوع القلم کیا ہو جو محکوم الشریعت ہو
 کشائش کا کوئی طالب ہو تار دری پر وقت ہو
 رکھوں دل پر توجہ جانی فتنوں میں اس لافغت ہو
 ہر اک حاجت کے برائے کی ٹھک پوری قدرت ہو
 وسیلہ بھگو ٹھیرائے اگر شقائق جنت ہو
 مجھے دعوت میں جانا فرض ہو اور دل کسنت ہو
 مری موجودگی میں ہو اذال ہو یا اقامت ہو
 مجھے کیا چاہتے ہو میں ہوں مسجد ہو امامت ہو
 کہ اس تدبیر سے چنے کے طے میں سہولت ہو
 دکھاوے کا تقدس ہو نمائش کی عبادت ہو
 کہ یہ سب در و در سہا ہر اظہارِ بیاقت ہو
 کہ اگر تشریف لاؤ مہربانی ہو عنایت ہو
 ہجوم و ازدحام خلق ہو لوگوں کی کثرت ہو
 ہمارے انجمن کو فقر و استحکام و قوت ہو
 تمہیں ہو اجر ان کو فائدہ مجھ کو مسرت ہو
 بہت کچھ ہو گدائی کی اگر میرے تئیں ات ہو

یہ دلوں بھی دینے ہی میں داخل ہو اگر سمجھو
 پھر آتا ہوں تو کہہ دیتا ہوں جو کچھ میرے میں ہو
 اگر لوگوں کے خوش کرنے کی حاجت ہو تو کون ہے
 یہاں تحسین تک اور داتک کی بھی نہیں پروا
 دلوں کو مول لے لیتے ہیں ہم لطیف مضامین
 کوئی سی انجمن میں نے کھڑی کی ہو تو بتلا دو
 غرض ہوتی ہے ہر ایک کام میں انسان کے منہ
 کسی مطلب کو تم میری طرف منسوب کر رکھو
 اور اس کے بعد سوچو تو تھا رادل گو اہی دے
 بتاؤ کچھ مفاد ان لکپڑوں کا ان سچوں کا
 غلط فہمی بتاتی جائے تا آگے کو سیدہ ہوں
 لگا دے تازیانہ اگر کسی کو شست رو دیکھے
 پھٹی ہی کی پٹی رہ جائیں انھیں سننے والوں کی
 وہ افسانہ ہونی دین جس کٹنے سے اچٹ جائیں
 وہ چورن پھانٹ لے بادی تبھمائے بھلائی
 نہیں پھر مگر اتیرے صفائی دروں جس میں
 اگر آئینہ دکھلا تاہو رنگی کی سیدہ روئی
 کوئی قازہ ہم بھینچائے ایسا جس کے ملنے سے
 نہیں نے عمر بھر انبہار کی جانب توجہ کی
 کسی کی بوجھ لے یا کسی کی مدح ست بے جا
 مذاق قوم بگڑے ہیں کچھ ایسے ان دنوں اگر

کہ مثل خیر ہو اگر خیر کے اوپر ولایت ہو
 خوشی ہو اس کے سننے سے کسی کو یا کہ لغت ہو
 کہ جو امید و بخشش و العام و خلعت ہو
 سخن بے قدر و کاسہ ہو اگر شاہ باش قیمت ہو
 مگر دل حق پسند و شیوہ انصاف طینت ہو
 ہو کوئی کارخانہ میرے دستے جس کی جہت ہو
 کرے انکار کوئی تو انکار بد اہست ہو
 خدا نے عقل دی ہے صاحب فہم و فراست ہو
 کہ ناممکن ہو جز ہلال میری کوئی نیت ہو
 بجز اس کے کہ لوگوں کے تین حمیر ہوت ہو
 خطا کاری دکھاتی جائے تا آئندہ عصمت ہو
 چھوڑ دے اگر گڑا اس کے چھوٹنے کی ضرورت ہو
 کھلے ہی کے کھلے رہ جائیں نہ حیرت سی جہت ہو
 وہ نوحہ ہو درد و دیوار تک کو جس سے رقت ہو
 وہ چٹنی ترشی مست مٹے پندار و غفلت ہو
 بعینہ منطج ہوتی ہے جیسی جس کی صورت ہو
 اُسے آئینے سے کس واسطے انقبض و کدورت ہو
 کلف ہرے کا اُس کے دور ہو گوری رنگت ہو
 یہ وہ کرنا ہو جو اماندہ کا تدبیر و علت ہو
 محال عقل ہو بے اس کے ترقی و اشاعت ہو
 نہ پوچھے کوئی مگر پابندی صدق و دیانت ہو

میں سمجھتا ہوں مسلمان (اہل قلم مسلمان) جن کے لیے لکھنا پڑھنا تحصیل معاش کا ذریعہ ہو اب مان نکلے ہیں کہ اس زمانے میں انگریزی تعلیم رزق کی ڈھنی ہو اور میں خیال کرتا ہوں تعلیم انگریزی اب بہت اچھی طرح رواج پا گئی ہو اور پائی چلی جاتی ہو۔ عربی فارسی کا کچھ یوں ہی سا پرچا جو دیکھتے ہو مہمان چند روزہ ہی ع

ہجوع اندر آفتاب تموز

آفتاب کے لفظ پر مجھ کو ایک حکایت یاد آئی ہو تو فرضی اور خیالی مگر اس کا نتیجہ بڑا عمدہ ہو کہ ایک مرتبہ آندھی اور آفتاب میں بحث ہو پڑی کہ دونوں میں کون زیادہ طاقت ور ہو۔ کوئی راہ گیر لبادہ اوڑھے چلا جاتا تھا۔ بیچارے کی شامت جو آئی تو یہ ٹھیری کہ آؤ اس پر زور آزمائی کریں۔ اور اس کا لبادہ اُتر وائیں۔ پہلے ہوا کا ایک ایسا زور کا جھوں کا آیا کہ راہ گیر کے پاؤں اُگھر گئے اور وہ لگا غبارے کی طرح معلق اُڑا اُڑا پھرنے۔ اتفاقاً کسی گڑھے میں گر آو وہیں زمین پکڑ کر بیٹھ گیا۔ آندھی جھکوت بنی۔ بگلابی مسافر ہو کہ مزے سے اس کے گنبد میں بیٹھا ہو۔ اُس کے بعد آفتاب نے دھوپ نکالی۔ اور آہستہ آہستہ دھوپ تیز ہوتی گئی چند منٹ نہیں گزرے تھے کہ مسافر نے آپ سے آپ لبادہ اُتار پھینکا اور بازی آفتاب کے ہاتھ رہی۔

آفتاب کیا ہوزمانہ کی رفتار مقتضائے وقت جس کا دوسرا نام ہوزکری آفت گاڑ۔ ایسے حکم خدا۔ حدیث شریف میں آیا ہو کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہو۔ دہر یعنی زمانے کو بُرائی نہ کر۔ کیوں کہ جس کو تم لوگ دہر سے تعبیر کرتے اور اُس کو متصرف فی الامور سمجھتے ہو۔ وہ متصرف فی الامور میں ہوں۔

نبارد ہوا تا نگویں سبار	ز میں نارود تا نگویں سبار
-------------------------	---------------------------

اس میں ایک مذہبی تعلیم مضمر ہو جو اسلام کے ساتھ خاص ہو۔ کہ سوائے خدا کے کسی کو فرشتہ ہو یا پیغمبر۔ انتظام دنیا میں جھوٹا کام ہو یا بڑا کچھ دخل نہیں۔ اس لیے اسباب کا سلسلہ جو دیکھتے ہو بیک دم ہوا بلکہ فریب سے

این نقش کہ دانش نمونه

کنش زده نسل وارگونه

جوشارت سائنڈ (نزدیک بین) ہیں اور دور کی چیز دیکھ نہیں سکتے۔ اُن کو اسبابِ ظاہر نے
 گھیر رکھا ہو۔ اُن کی نظر کی رسائی اُن ہی اسبابِ ظاہر تک ہو اور بس۔ مگر اسلام دنیا کو فاسیق
 دور میں، بناتا ہے کہ یہ اسبابِ ظاہر مامور اور مجبور ہیں عینِ روائی کے وقت کسی صحابی کی چادر ہوا
 اٹ گئی۔ وہ جیسا دستور ہو ناخوش ہو کر لگے ہو اور کُرا سکتے۔ فرمایا۔ لَا تَسْبُوا اللَّهَ يَوْمَ قَاتِلْتُمُوهُمْ تَوَلَّوْا
 بَاتِ دِهِي لَكِی کہ جو کچھ ہو رہا ہو وہ اُسی ذاتِ پاک کے حکم سے ہو رہا ہے لَا تَقْرَبُوا دَارَ اللَّهِ وَلَا يَدْرِهِمْ
 اُس کو مست قیاس کہ وہ دنیا کے بادشاہوں پر کہ ان میں سے جو بڑے بیدار مغز ہیں۔ ذریعوں کی
 آنکھوں سے دیکھتے اُن ہی کا نوں سے سنتے اور کہا جاسکتا ہو کہ اُن ہی کے ہاتھوں سے لکھے۔ اور اُن ہی
 کی زبان سے بولتے بات کرتے ہیں جس طرح کسی مصلحت سے جس کو ہم نہ سمجھتے ہیں اور نہ اُنہی کی
 میں کہیں گے۔ اسباب کا سلسلہ قائم کیا ہو۔ اسی طرح اگر اُس کی سرکار میں فرشتے ہوں اور اگر ہوں
 کیا منے۔ یقیناً ہیں۔ کیوں کہ ہم کو خبر صادق نے ایسی خبر دی ہے تو ہم کو استعجاب کی کوئی وجہ نہیں
 غایت مافی الہاب وہ بھی من جملہ اسباب ہوں۔ جس طرح دوسرے اسباب سے جو مرنے اور شاہد
 ہیں۔ اُس کی قدرت کاملہ۔ اُس کی بے نیازی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ان میں سے ایک فرشتے
 بھی سہی۔ جب اس طرح اسبابِ ظاہر کو اور اسبابِ ظاہر کی تخصیص بھی کیوں کروں بلکہ ماسوی اللہ
 کو انتظامِ دنیا سے بے دخل محض سمجھ لو گے تب تم کو ہوا والا وَاخِرُو الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ
 کے معنی معلوم ہوں گے۔ کہ شارٹ سائنڈ کی نظر میں وہ اگر ہو تو صرف سببِ اول و باطن ہو اور
 فاریٹنگ کی نظر میں جیسا وہ اول و باطن ہو ویسا ہی آخر و ظاہر بھی ہو کیوں کہ درمیانی اسباب
 عجز و بے اختیار کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہیں۔ اور اسلام جو بت پرستی کا سخت مخالف ہو۔
 اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ بت پرستی اسبابِ ظاہر کی پابندی اور شارٹ سائنڈس سکھاتی ہو۔

۱۵۰ ہوا کہ امت کو وہ تو پانی تابعدار ہو ۱۵۰ اُس کے حکمِ غیر ذلک تک نہیں ہوتا ۱۵۰ سب سے پہلے وہی ہو اور سب سے
 آخر بھی وہی ظاہر تھا کہ لاہو اور وہی چھاپا اور پیشہ ہو ۱۲۔

مگر انسان کچھ ایسا بوداقلوق ہے کہ خَلْقُ الْإِنْسَانُ خَصِيفًا اس کا جسم تو بہت سے جانوروں کے مقابلے میں جیسا کمزور ہو سوہو۔ اس کا دل اس جسم سے بھی زیادہ کمزور ہو۔ وہ ایک بات کو سمجھتا ہے اور سمجھتا بھی ہے تو ایسا سمجھتا کہ سوا سے تسلیم کوئی چارہ نہیں ہوتا اور پھر اس سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا اس بات سے منکر ہو مثلاً موت ملک ایسی یقینی چیز ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر یقین اور کیا ہو گا۔ بلکہ قرآن میں جو ایک مقام پر آیا ہے وَمَنْ يَنْتَظِرْ يَأْتِهِ الْيَوْمَ ثُلُثَتَا ثَلَاثِينَ سے موت ہی مراد ہے۔ اور جس طرح موت کا آنا یقینی ہے وہی

رہا اگر کوئی تا قیامت سلامت	پھر آخر کو مرنا ہو حضرت سلامت
-----------------------------	-------------------------------

اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ اُس کا وقت مقرر نہیں۔ آج تک تو کوئی آدمی ایسا پیدا ہوا نہیں اور پیدا ہو گا بھی جس میں کوئی بچپن میں جوان ہونے کا اور جوانی میں بوڑھے ہونے کا کامل یقین رہا ہو۔ ہمارے ملک میں تو زندگی کے یہ کہہ کر اے ایسا دستور نہیں۔ مگر شاید کسی زمانے میں کسی قوم نے زندگی کی ایسی قدر و حفاظت نہیں کی۔ اور زندگی سے ایسا فائدہ اٹھایا۔ جیسا اہل یورپ نے ان لوگوں میں زندگی کے بچے کا بڑا رواج ہے۔ لیکن جہنم نکلا ہے ہم سے۔ یعنی ہم مرگ ان سے یہ جوئے کھلاتی ہے۔ اور جہنم جو انہیں تو کیا ہے۔ غرض زندگی کی بے ثباتی کا تو حال یہ ہے کہ اس کو اعلیٰ البدیہات۔ حتیٰ یقین جو کہ سو بجا ہے۔ مگر میں پوچھتا ہوں آپ صاحبوں میں کوئی ایک بھی ہے جس کو اس جلسے میں شریعت لاتے وقت۔ یہ واہمہ بھی گزرا ہو۔ کہ دیکھئے انہیں کے مکان تک پہنچتا بھی ہوں یا نہیں۔ اور پہنچتا ہوں تو پورا لکھنے پاتا ہوں یا نہیں۔ اور پھر ختم ہوئے پیچھے صحیح سلامت گھروٹ کر آتا ہوں یا نہیں۔ میں یہ بات آپ لوگوں کو الزام دینے کے لیے نہیں کہتا خود میرا کیا حال ہے۔ دلی سے ریل میں آیا ہوں۔ اور ریل ہی میں واپس جاؤں گا۔ اور یہ بھی مجھ کو معلوم ہے کہ ریل بجائے خود محل خطر ہے۔ اخباروں میں ہمیشہ چڑھا کرتا ہوں۔ ریلوں کا ٹکڑا نا پٹریوں سے اترنا۔ مشینری کا بھگوانا۔ مگر جب دلی سے جلا تو پورے یقین سے چلا کہ ضرور لاہور

۱۲۔ انسان کی خلقت ہدی مائع ہوئی ہے ۱۳۔ اپنے رب کی مہارت کہ جب تک کہ وہ وقت آئے جس کا آنا یقینی ہے ۱۲۔

بچوں کا تصور کچھ دس لگا۔ اور اتفاق سے دسے بھی رہا ہوں۔ اور ضرور دئی واپس جاؤں گا۔ یہاں تک کہ میں اپنے آدمیوں سے کہ آیا ہوں کہ سٹیشن پر حاضر ہوں۔ اسی طرح جب آدمی بڑھا ہوا تھا تو مثلاً جیسے میں ہوں چاہیے کہ تصور مرگ ہمہ وقت اُس کے نصب العین رہے۔ لیکن واقع میں حال کیا ہو۔ ع

مردوں پر شوہر ص جواں می گردد

جیسے طفلِ امر و آئندہ زندہ رہنے کی توقع کر سکتا ہو ویسی ہی توقع ایک پر فروت بھی کر تا ہو اور اگر عمر کے کسی درجے میں زندگی کی طرف سے بے اعتمادی ہو تو انتظام دنیا درہم برہم ہو جائے۔ فرض کرو کہ آسمان میں کوئی ایسا فرشتہ ہو جس کو زمین کا کچھ حال معلوم نہ ہو اور اُس کا کچھ حال نہ قدرت کے کارخانے میں ایک زمین بھی جو اُس پر آدمی بستے ہیں ذی شعور۔ اور اُن کا حال یہ ہو کہ اُن کی بڑی سے بڑی عمر شربس کی ہوئی ہو کہ اَلْاَعْمَادُ اَمْتِیْ بَيْنَ رَسْمِیْنِ وَ رَسْمِیْنِ اور وہ بھی غیر مقرر جس کا وقت آدمی کو نہیں بتایا جاتا۔ اچھا تو وہ فرشتہ ہماری نسبت ایک خیال پیدا کرے گا۔ اور ضرور سمجھے گا کہ ہم لوگ دنیا میں اُٹھاؤ چلے کا سار ہنار ہتے ہوں گے۔ ہمہ وقت سفر عاقبت کے لیے کربستہ طیار۔ اور وہ فرشتہ یہ بھی ضرور سمجھے گا کہ جب یہ لوگ ذی شعور ہیں اور اُن پر خدا کے احکام نازل ہو سکے اور ان پاس ہم پر جاتے رہے ہیں تو یہ لوگ نیک بھی پرے ہی درجے کے ہوں گے۔ اور اپنی تمام غصہ اور بے شہادت زندگی عبادتِ الہی میں صرف کرتے ہوں گے۔ بہت خوب۔ اب فرض کرو کہ اُن فرشتے صاحب کو حکم ہو کہ زمین پر جاؤ اور آدمیوں کے حالات دیکھ کر رپوٹ کرو اور اپنی رائے بھی لکھو فرشتے صاحب آئے اور تمام دسے زمین کی سیر کی۔ ہر ملک اور ہر قوم اور ہر قسم کے آدمیوں سے ملے۔ جزو کل حالات دریافت کیے اور سب کچھ دیکھ بھال کر رپوٹ لکھنے بیٹھے۔ تو فرماؤ وہ فرشتہ کیا رپورٹ لکھے گا۔ یہی کہ اگر میں نے زمین اور آدمیوں کی شناخت میں غلطی نہیں کی تو میں ان کا عجیب حال دیکھتا ہوں۔ یہ تو ایسے اطمینان سے

لے میری اُمت کی اکثر عمریں ساٹھ اور شکرے درمیان ہوں گی

بیٹھے ہیں کہ گویا ان کو مرنا ہی نہیں۔ عمارتیں بنواتے ہیں مگر مستحکم جن میں یہ تو یہ ان کے بیٹے پوتے پڑ پڑتے پڑ پڑتے بیٹے بیٹے ہو کر مر کھپ جاتیں۔ اور عمارتیں عیسیٰ کی عیسیٰ قائم۔ باغ لگواتے ہیں ایسے کے دادا پر دادا۔ سکر و دادا لگاتے اور اولاد۔ اولاد کی اولاد۔ اور اولاد کی اولاد کی اولاد پھل کھاتے۔ جتنی چیزیں ان کے مصروف کی ہیں۔ یہاں تک کہ جوتی اور کپڑا وہ بھی پانڈرا اور چلاؤ دیکھتے بدون نہیں لیتے۔ ان کی زندگی محدود ہے۔ بے شک۔ بے ثبات ہو بے شک۔ اور یہ ان باتوں کو کھانتے اور مانتے بھی ہیں بے شک۔ مگر یہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔

جب موت جیسی چیز کے ساتھ آدمی کا یہ پرتاؤ ہو تو کیوں کر اس سے اُمید کی جاسکتی ہو کہ وہ اسباب ظاہر سے قطع نظر کر کے ایسے سبب کا قائل ہو لینے خدا پر ایمان لانے جس کو وہ دیکھ نہیں سکتا ^{لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ} یہ ہو مشابہت پرستی کا۔ یہ ہو مشاشرک کا۔ یہ ہو مشاکر کا۔ یہ ہو مشا اختلاف مذہب کا اگر دوسرے مذہب کے لوگ خدا کے بارے میں غلطی کرتے ہیں تو وہ کسی قدر محدود بھی سمجھے جاتے ہیں کہ ان کو ان کے بزرگوں نے یہی سکھایا یا سمجھایا ہو۔ سب سے بڑی تعجب کی بات یہ ہو کہ مسلمان بھی کثرت سے اس قسم کی غلطیاں کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کا سالانہ رتو حید پر یعنی اس بات پر کہ خدا ایک ہو وَحْدًا لَا شَرِيكَ لَهُ اُس کی وحدت اس طرح کی وحدت نہیں ہو۔ جیسے پنجاب میں ایک لغٹٹ گورنریا ریش انڈیا میں ایک ویسٹ انڈیا میں ایک امپرسس وکٹوریہ۔ یہ وحدتیں ناقص اور برائے نام ہیں۔ اصلی وحدت اُس خدا ہے پاک کی ہو جس کی نزوات میں کوئی شریک اور نہ صفات میں لکس گمشدہ شے ہو، نہ صرف اس سے نقص توحید ہوتا ہو کہ معاذ اللہ دوسرا خدا مانا جائے۔ بلکہ اس سے بھی کہ معاذ اللہ دوسرا اُس کے اختیارات میں دخل مانا جائے اور اس سے بھی کہ معاذ اللہ دوسرا سستی عبادت سمجھا جائے بے شک ہر ایک مسلمان کہے گا کہ میں ایسی کامل اور اصلی توحید کا معتقد ہوں مگر اُس کا یہ کہنا اس سے زیادہ صحیح نہیں ہوگا جیسے وہ کہے کہ میں زندگی کے محدود اور بے ثبات ہونے کا معتقد ہوں اس کے معتقد

۱۰ نظریات میں اساطیر میں کسکتیں اور وہ نظروں پر غلط ہو ۱۱ اُس جیسی کوئی چیز ہی نہیں ۱۲۔

ہونے کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہ انکار نہیں کر سکتا۔ نہ یہ کہ اُس کا کردار اُس کی گفتار کا مصدق ہو وہ جو غیر صاحب نے دہراور ریح کو بڑا کتنے سے منع فرمایا۔ اس کی لمبھی بھی تھی کہ دہراور ریح مجبور اور ماسور ہیں اور اُن کا بڑا کتنا سوچنا ان کے منصرف فی الامور اور مختار ہونے کا ہوا وہ دُشُرک ہو اہل توحید تو یہ چاہتی ہو کہ بھی نہ کہو کہ کوئین دافع تپ ہو بلکہ یوں کہو دافع تپ حکم خدا ہو اور اُس۔ یہی کوئین اُس کو کسی مصلحت سے سبب ظاہری ٹھہرا دیا ہو مگر اُن باتوں کا عمل خاکوں کرتا ہو۔ ایشیائی شاعروں کے وصل و ہجر گل و بلبل۔ شوق و انتظار جہاں اور معمولی مضامین ہیں ان میں سے نامح یا شمع یا زار ہد کو بڑا کتنا اور آسمان کو اُلا ہنا دینا بھی ہر شیخ و راہد کو بڑا کتنا دین کے ساتھ استہزا کر نہ ہو اور آسمان کو اُلا ہنا دینا و عید لا تَسْبُو اللہ فہم میں داخل بیعت

چہ دادہ پدین ز آسمان چمی خواہی

آر آسمان وز زمین فکوحہ می کنی شُب رند

بحث تو دچسپ ہو مگر میں مطلب سے الگ جا پڑا۔ آندھی اور آفتاب کی حکایت کو میں تطبیق دینا چاہتا ہوں مسلمانوں کی حالت پر۔ میں نے مسلمانوں کو وہ راہ گیر گھاہ جو جس پر آندھی اور آفتاب نے زور آزمائی کی تھی لبادہ مسلمانوں کے اوہام اور تعصبات۔ آندھی اہل کسائی میں ہو۔ مگر ہم اس کا کوئی نمونہ نہیں پاتے اگر ہم خدا نخواستہ کسی ظالم بے انصاف بادشاہ کے محکوم ہوتے۔ اور وہ ہم کو ترک اسلام پر مجبور کرتا۔ تو میں اُس کو بے تامل آندھی قرار دیتا۔ اور آفتاب کو تو میں کہہ ہی چکا ہوں۔ زمانے کی رفتار۔ مقتضائے وقت جس کا دوسرا نام ہو ڈگری آف گاڑ۔ یعنی حکم خدا۔ زمانے کی رفتار دھیمی ہوتی ہو مگر سٹیڈی یعنی اس کا قدم سست پڑے پھوٹا پڑے۔ مگر پڑے گا آگے ہی کو۔ زمانہ حرکت میں اگر رُکنا اور ٹپکھ ہٹنا جانتا ہی نہیں۔ احمق اور بد بخت ہیں وہ لوگ جو زمانے کی رفتار کو روکنا چاہیں۔ اسی مسلمانان پنجاب میں تم کو مبارک باد دیتا ہوں کہ تم اس محق اور بد بختی میں چنداں مبتلا نہیں ہوئے اس کی مصیبت کوئی پوچھے پنجاب کے سوائے دوسرے مقامات کے مسلمانوں سے اور خاص کر ہم دتی والوں سے کچھ خبر بھی ہو دتی ہی کیا چیز؟ وہ سیکھو

برس ہندوستان کا دارالسلطنت رہی ہے۔ اس کو دوسرے بلاد ہند سے وہ نسبت تھی جو دل کو
اعضا سے بدن سے ہو کر آتی ہے۔ اگرچہ بہت سے ماہر التشیبہ سمجھتے ہیں۔ مگر سب سے عمدہ
وہ ہے جس کا ماخذ حدیث ہے اَلَا اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضَغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ
فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ اسی طرح سارے ہندوستان کا بھارت یعنی ادبار اور تنزل اور
زوال سلطنت اور مفلسی وغیرہ وغیرہ نمایاں اس سے پیدا ہوئیں کہ پہلے دلی خراب ہوئی۔ دوسرے
اعضا کا فساد کتر ملک ہوتا ہے مگر ہارٹ ڈسینر بیماری دل کا بیمار جاں برہو نہیں سکتا۔ دلی کا
خراب ہونا تھا کہ تمام ہندوستان تباہی میں آگیا۔ بے شک اب دلی کچھ نہیں اور کچھ نہیں سے بھی
بدتر ہو اور اس کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ مگر جیسے میر تقی صاحب فرماتے ہیں میت

دل و دلی ہیں گرچہ دونوں خراب	یہ کچھ کھٹ اس اجرٹے گھر میں بھی ہیں
------------------------------	-------------------------------------

دلی سے اُس کی تمام عظمتیں بچیں گئی ہیں۔ اس واسطے کہ وہ چھینی جاسکتی تھیں۔ مگر اس کی حکومت
زبان بلی پر بدستور باقی ہے۔ اور ابھی سینکڑوں برس باقی رہے گی۔ اگرچہ پوچھو۔ تو ہندوستان
میں اسلام کی اشاعت دلی سے ہوئی ہو و کفی بے غناء۔

اشاعت اسلام سے میں یہ مراد نہیں رکھتا کہ مسلمانوں نے دلی میں سلطنت قائم کی جس کی
وجہ سے اشاعت اسلام ہوئی۔ بلکہ میں اشاعت اسلام سے وہ اشاعت مراد رکھتا ہوں جو علماء
دین کی وجہ سے ہوئی میں نے اشاعت اسلام کو دلی کے مغاثر میں گنا ہے۔ اور واقع میں وہ اسی
قابل ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہی اسلام جس کو سر تا سر رحمت اور برکت اور تسر اور سہولت ہونا
چاہیے مسلمانوں کی غلط فہمی اور سودا حمال کی وجہ سے ان کو پریشان کر رکھا ہے۔

آفتاب مقتضائے وقت ہو کہ سمت الہاس پر آنچنیا اور لبادہ تعصب نے اس قدر ایذا

لے شہن رکھو جس میں بیک گوشت کا لوترا ہے جب تک وہ ٹھیک ہو سالاجم ٹھیک ہو۔ اور اس میں بگاڑا آٹا سا راجم
بھجوا میں نہیں جتائے دیتا ہوں کہ وہ لوترا دل ہے ۱۲۔ اس کوئی خزانہ ہو بھلا کہ عجببات لکھی ہوں تو ایک قرآن شاعت
اسلام میں کرتا ہوں ۱۳۔

دے رکھی ہو کہ دم بولا یا جاتا ہو پسینے پسینے ہو رہے ہیں۔ بدن میں مرہیں سی لگی ہیں۔ آناتو ہوا ہو کہ آگے سے بادہ کھول دیا ہو کہ کچھ ہوائے اوز دراز تسکین ہو مگر یہ نہیں کہ اہلِ مہمکیں۔ اب تجزیہ کیا درپیش ہیں۔ کہ تعلیمِ انگریزی اور مذہب دونوں کو قبول کر جمع کیا جائے۔ پہلے بسم اللہ ہی غلط۔ اگر تعلیمِ انگریزی اور مذہب میں اتنی مخالفت بھی ہو جتنی اٹل پر سفیدی۔ تو آفتابِ مغرب سے طلوع کرے تو کرے۔ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نکلے تو نکلے۔ ہمالیہ پہاڑ دکن میں سمندر سے جا لگے تو جا لگے۔ میری آج کی بات کا غدر نہیں تھوڑا رکھنا۔ انگریزی تعلیم اور مذہب دونوں جمع نہیں ہوں گے نہیں ہوں گے تاریخ سے اشتہاد کے ہماری بلا ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو کہ مذہب دنیا کی مقاومت کر نہیں سکتا۔

ہم تو اس بات کے قائل ہیں نہیں کہ کوئی آدمی اپنے مادی مذہب کو بقاضاے حقانیت چھوڑتا ہو اَلَا مَا شَاءَ اللہ انسان کے دل ہی کو خدا نے اس طرح کا بنایا ہو کہ وہ جس سوسائٹی میں رہتا ہو۔ اُسی کے سے خیالات پیدا کر لیتا ہو۔ یہ تو بڑی بے انصافی ہو گی کہ تم دوسرے مذہب والوں کو صرف اس وجہ سے کہ وہ تمہارے ہم عقیدہ نہیں تمہم کرو۔ اور لوگوں میں بھی خدا ترسی ہو۔ جیسی تم مسلمانوں میں۔ وہ بھی کائنات رکھتے ہیں۔ جیسے تم مسلمان رکھتے ہو۔ اور دل کے دل بھی نیکی سے تسلی پاتے ہیں۔ جیسے تم مسلمانوں کے دل تسلی پاتے ہیں۔ ایک مسلمان جس ارمان سے آبِ زمزم نوش فرماتا ہو۔ اُسی ارمان سے ایک ہندو گنگا جل پیتا ہو۔ پانی مختلف ہیں اور ارمان یکساں۔ ایک مسلمان جین خوش ملی سے سفر حج کی تکالیف کو برداشت کرتا ہو ایک ہندو اسی خوش دلی سے تیرتھ جاتا رہے۔ کچھ سہتا ہو۔ زیارت گاہیں الگ الگ ہیں۔ مگر تکالیف اور خوش دلی برابر بس اُمید سے ایک مسلمان زمین شریفین میں مرنا چاہتا ہو۔ اُسی اُمید سے ایک ہندو کاٹھ میں پُران چھوڑنے کی اجھار لکھتا ہو۔ مرنے کے مقام جدا۔ اُمید ایک اور وہ نہ صرف ہیرا خیال ہو۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہو کہ كُلُّ شَيْءٍ بِعِندِ اللّٰهِ قَدَرٌ مُّتَوَاتِرٌ۔

لے مگر جو اللہ نے چاہا۔ اے ہر فرد اپنے خیال میں لگن اور۔

تراہ بہ نماز و روزہ ضبط دارد	عاشق بہ خیال دوست ربطے دارد
معلوم نہ شد کہ یار خود سندر کیست	ہر کس بہ خیال خویش خبطے دارد

اس قطعہ کا قائل اختلافات دیکھ کر حیران رہ گیا ہو گا اور اسی لیے کہتا ہی کہ معلوم نہ شد کہ یار خود سندر کیست۔ مگر ہر ایک اہل نہیب جانتا ہی کہ یار خود سندر دوست پس حیرت کا کیا عمل ہو۔ اپنا تو مسلک ہی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي فِي۔ اگر تم خدا کو غفور اور رحیم اور رؤف اور بخشندہ بخشناںدہ اور مہربان سمجھ کر تقرب کرتے ہو وہ دیسا ہی ہو جیسا تم نے سمجھا۔ اور اگر تم اُس کو تو سب سمجھ کر اُس کے پاس جاتے ہو تو ذرا سنبھل کر جانا۔

فرعون نے حضرت موسیٰ سے پوچھا تھا کہ تم تو ایک نیا خدا تصنیف کر کے لائے ہو۔ ہزاروں لاکھوں آدمی جو پرانے عقیدے کے ہو گزرے اُن کا کیا ہونا ہی مَا بِالْأَوَّلِينَ الْفُرُوقِ الْاَوَّلَىٰ اگر حضرت موسیٰ کی جگہ ہمارے زمانے کے علما ہوتے تو فرعون کا سوال پورا ہونے نہ دیتے اور جھٹ سے بول پڑتے حُصْبُ جَعْنُو مگر موسیٰ نے۔ اُس بڑے صاحبِ عزم پیغمبر نے جس کے حالات ہمارے پیغمبرِ آخر الزمان سے بہت ہی ملتے جلتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہو کہ قرآن میں جگہ جگہ حضرت موسیٰ کا تذکرہ ہو دنیا کے اُس بڑے عقمن نے مَا بِالْأَوَّلِينَ الْفُرُوقِ الْاَوَّلَىٰ کا کیا جواب دیا تھا۔ عَلَّمَهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَصِيلُ رَبِّي وَلَا يَنصِي الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْلًا وَسَلَّكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْجَرْنَا بِهِ أَشْجَارًا مِنْ ثَمَّاتٍ شَتَّى كُلُوا وَادْعُوا الْاَنْعَامَ لَكُمْ فِي ذَلِكَ لَا يَلِيهِ لَا دُولِي الشَّيْءِ مِثْلَهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُؤْتِيكُمْ مِنْهَا حَتَّىٰ تَجُكَّوْا نَادَاهُ اُخْرَىٰ موسیٰ بڑے بولنے والے

لے یہ حدیث قدسی ہے یعنی خلافِ مابا ہر کیسہ زندہ میرے ساتھ جیسی عقیدت رکھتا ہوں جی اُس کے ساتھ دیسا ہی برتاؤ کرتا ہوں ۱۲؎ درود کا اینچن ۱۲؎ اُن کا حال تو برابر درود گاہی جانتا ہی اُس ازل سے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہی ہو چونکہ اُس تھمے ازم کے سینے فرض زمین بچھا دیا ہو اُس میں سے جاری کر دیے اور اوپر سے پانی برسا کر طح طح کے گھاس بوٹے پیدا کیے کہ خود ہی کھاوا دہ اپنے جانوروں کو بھی کھلاؤ عظمندان واقعات کو قدرتِ الہی کی نشانیں کہتے ہیں دیکھتے نہیں کہ تم کو مٹی ہی سے پیدا کیا اور پھر اُسی میں ملا دیتے ہیں اور پھر اُسی سے دوبارہ تم کو نکالیں گے ۱۳؎

پنیر ہوئے ہیں۔ اور پارساں اسی جگہ میں بیان کر گیا ہوں کہ خدا نے اتنا ہی پوچھا تھا۔ وَمَا تَلَكَ
 بِقِيَمَتِكَ يَا مُوسَى۔ جواب میں موسیٰ نے ایک تار باندھ دیا۔ اَلَيْسَ بِقِيَمَتِكَ اَنْتَ كَوْنُكَ عَلَمًا وَ اَهْلُكَ
 عَلٰی اَعْيُنِيْ وَلِيْ فَهٖ اَمَّا رَبُّ اُخْرٰی جب خدا کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو فرعون کیا بلاتا تھا۔ اُس نے مَآ
 اَبَالُ الْقُرُوْنِ الْاُولٰٓئِیْنَ فَاَمَّا رَبُّ اُخْرٰی حضرت موسیٰ نے اپنے اہل گھر کے جواب میں ان کے کہہ دالا اور گویا میں ہی ہوں کہ خدائے خدا
 کیا تھا کہ میری بھائی ہارون کو میری مدد پر آمادہ کر کہ وہ مجھ سے زیادہ گویا ہو کر کہ اَسْخَرْنِيْ مَعْدِيْ
 بَسِيْرًا اُمُوْرِيْ وَاخْلَعْ عَقْدًا مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ وَاَجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِ هٰٓؤُلَآءِ
 اٰخِيْ اَشْدُّ مِنْ اَدْرِيْ وَاَسْوَفُ لَفِيْ اُمُوْرِيْ كُنِيْ سَخِيْخًا كُنِيْ زَاوِدًا وَ تَذَكَّرْ لَكَ كُنِيْ زَاوِدًا وَ سَرِيْ جَسَمٍ
 صَافٍ فَرَمَانَا ہُوَ اَنْجٰی ہَاؤُنْ ہُوَ اَصْحٰبُ مِثْلِيْ لَسَانًا نَّافِیْہُ مَعْنٰی رَدِّ اَیْمَانِہٖ فَبٰتِ بِہِ ہُوَ کہ
 دل میں جوش نبوت تھا۔ ہمارے پیغمبر صاحب کے حالات میں بھی لکھا ہے کہ آپ نماز پڑھتے ہوئے
 تھے تو پیچھے سننے والوں کو آپ کے سینے سے ایسی آواز آتی تھی کہ گویا دیگ ابل رہی ہو۔ موسیٰ کی زبان
 آفت لکنت کی وجہ سے ابھی طرح یاری نہ دیتی ہوگی مگر وہ دل کا جوش کہاں جائے۔ خود موسیٰ
 اس کے ضبط پر قادر نہ تھے۔ تیر تو موسیٰ کے جواب میں بات تو اتنی ہی تھی عَلٰیہَا عِنْدَ رَبِّیْ یعنی
 جو لوگ پرانے عقیدے پر مرمے۔ اُن کا حال خدا جالے۔ کیا فرعون موسیٰ کا سوال و جواب ہم کو
 ایک حکایت سمجھ کر سن لینا چاہیے اور بس نہیں یہ تو معمولی طور کی سمجھ ہو اور کچھ زیادہ تعریف کے
 لائق نہیں۔ ایسی ہی سمجھ کی نسبت مولانا کے روم فرما گئے ہیں مہیت

۱۷ موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہو ۱۸ یہ میری لاشیٰ ہو اس پر بیگ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں
 کے پئے بٹے جھاڑتا ہوں اور اس سے میرے اور بھی بہت سے کام نکلتے ہیں ۱۹ یہ میرے پردہ و گامیز و سینہ کھول دے
 اور میری تم اسان کر دے اور میری زبان کی لکنت دور کر دے تاکہ وہ میری بات سمجھیں اور میرے ہی مگرانے سے میرے
 بہائی ہارون کو میرا قوت بازو بنا کر میری مکر مضبوط کر دے اور اس امر تبلیغ رسالت میں میرا بھی کردے تاکہ ہم دونوں
 مل کر تیرے تقدس کثرت سے بیان کریں اور کثرت سے تیری یادگاری میں لگے ہیں ۲۰ اے میرا بھائی ہارون اُس کی زبان
 مجھ سے زیادہ صاف ہو تو اُس کو میرا ساتھ بھیجے کہ میرا قوت بازو بنا کر میری تصدیق کرے ۲۱ اے اُن کا حال تو میرا پردہ گاری جانتا ہوں

من زقرآن مغنر ابردا شتم	استخوان پیش سگال مذخستم
ذرا اونچے چلو۔ اس سے ایک نہایت ضروری نہایت بکا آمد نہایت عمدہ ہدایت نکلتی ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو دنیا میں امن آجائے۔ وہ کیا ہدایت نکلتی ہے کہ خدا کے ساتھ ہر شخص ایک خاص معاملہ رکھتا ہے ۵	
ای تہا باہر دے رازے دگر	ہر گدا را بر دوت نازے دگر
اور کسی دوسرے آدمی کو اس کے معاملے میں دخل دینا مناسب نہیں۔ موسیٰ نے صرف قرون اولیٰ کے بارے میں خدا پر حوالہ کیا۔ اور ہم کو چاہیے کہ کسی کی نسبت کوئی رائے ظاہر کریں کیوں کہ کوئی شخص ہم سے کیسا ہی احتلاط رکھتا ہو ہم کو اس کے دل کا حال تو معلوم نہیں ۵	
تو ان شناخت بیک روز از خضائل مرد	کہ تا کجاش رسیدست پاکگا و علوم و بند باطنش امین مباحش و سرہ مشو کہ خبث نفس دگر دو بہ سالما معلوم
غیر تو کیا جانے گا خود صاحب دل کو اپنے دل کی چوری کی خبر نہیں ہوتی جس لفافے کو خدا بند رکھنا چاہے کس کی طاقت ہے کہ کھول سکے۔	
عمر بھر مستور رکھا رازہ دل	قبر میں جا کر لہفت اف کھل گیا
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی حکایت ہے کہ کسی نے اُن سے پوچھا مَا تَقُولُ فِي بَيِّنَاتِ آبِ سُنْ کر خاموش ہو رہے۔ یہ خاموشی وہی حضرت موسیٰ کی عَلِمَهَا حَتَّىٰ دَفَعْنَا كِتَابَہِ کی مراد تھی۔ اور حکم شرعی بھی ہے کہ بالیقین کسی کو کافر نہ کہنا درست نہیں۔ مگر حکم شرع کو اور صرف حکم شرعی کو نہیں بلکہ عقل و انصاف کو بھی ماننا ہی کون ہے۔ اب تو لوگ یقین ہی پر بھی قناعت نہیں کرتے۔ جب تک اُس دہی مقدی کی سی یقین نہ کر لیں۔ جو نماز کی نیت کرتے وقت اَقْسَدَ نَيْتٌ عَذْلًا اَلَا قَامَ کے کہنے پر بس نہ کر کے منہ سے امام کی طرف اشارہ بھی کیا کرتا تھا۔ پھر اس کا وہم ترقی کرتا گیا تو صفت سے نکل کر امام کو ہاتھ سے جھٹھنے لگا۔ تو اگر لوگ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حرج	
لے لے کے باسے میں آپ کیا مارتے ہیں ۱۲ ۵ میں اس امام کے پیچھے ہویا ۱۱	

چُپ رہیں۔ یا موسیٰ کی طرح علمِ خدا پر حوالہ کریں۔ تو پھر ہماری ہندوؤں کی۔ ہماری عیسائیوں کی۔ ہم میں مُنشی شیعہوں کی۔ مقلدوں غیر مقلدوں کی۔ دو الین، دو الین کی لڑائی کیا۔ اگر کوئی جنت میں جانا چاہتا ہو تو چشمِ مار وشن دل باشد۔ وہ کوئی دنیا کا سا مکان تو ہو نہیں کہ بہت آدمی جمع ہوں گے تو جگہ گھر جانے کی تو اسکی ہوت تو عَن فَمَا الْتَمَزَاتُ وَالْاَدْمُص سے ظاہر ہوتی ہو۔ اور اگر کوئی جہنم کی طیاری کر رہا ہو۔ تو اُس کی خوشی آخر جہنم بے چاری بھی تو اُھل مِن مَزِید پڑی پکار رہی ہو۔ اُس کی فریاد بھی تو کسی کو سنتی چاہیے۔ لیکن لوگوں کا حال یہ ہو کہ وہ اپنے فرائض تو پورے پورے ادا کر چکے آدمی خالی بیٹھا کیا کرے۔ چلے خدا کا ہاتھ بٹوانے سے

تو کارِ ریز میں رانچو ساختی	کہ با سماں نیز پرداختی
-----------------------------	------------------------

بات یہ ہو کہ انسان ایسا مخلوق تو عرض ہو کہ اگر اُس کی حاجتیں خدا سے متعلق نہ ہوں تو۔ پھر قبول کر بھی خدا کو یاد نہ کرے کہ وہ ہو کون۔ اور کہ ہر رہتا ہو ہم جیسی نمازیں پڑھتے ہیں اگر واقع میں پڑھتے بھی ہوں تو انصاف کی بات یہ ہو کہ نہ پڑھنے سے بدتر ہو کہوں کہ حکم کا نہ بجالانا فرمانی ہو لیکن اس کو جیسی بھونڈی طرح پر بے دلی۔ بے توجہی۔ بے پروائی سے بجالانا بے ادبی اور گستاخی جو بعض صورتوں میں نافرمانی سے زیادہ ناگوار ہوتی ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہو کہ نماز عجیبہ منصوبہ قلب ادا کی جائے وہ اُسی پڑھنے والے کے منہ پر مار دی جاتی ہو دوسرے کے مافی الضمیر کے جاننے کی مشکل ہو لیکن میں اپنے اوپر قیاس کر کے کہتا ہوں کہ اگر لوگ ایسی ہی نمازیں پڑھتے ہیں جیسی میں ساری عمر پڑھتا ہوں۔ تو افسوس اس نماز پر۔ افسوس اس کے پڑھنے پر۔ افسوس اس کی مقبولیت کی اُمید پر۔ افسوس اس کے صلے کی توقع پر۔ یہ نماز اس سے زیادہ کچھ فائدہ نہیں دے سکتی جیسے کسی سکول کا لڑکا سکول کے وقت میں حاضر ہوتا۔ اور پڑھتا کھتا خاک نہیں کیا صرف حاضر رہنے سے وہ امتحان پاس کر لے گا۔ ہرگز نہیں۔ ہاں اتنا کہنے کو ہو جائے گا کہ فلاں سکول کا لڑکا ہو۔ سو میں اس کو بھی بس غنیمت سمجھتا ہوں کہ اسلامیہ کالج کے جس مدرس میں لے اُس کا بچپلاؤ زمین سے لے کر آسمان تک ہو۔

نام تو لکھا رکھا ہو کیا عجب ہو کہ کوئی بھویال کی تکمیل جیسی المد کی بندی اتفاق سے لاہور میں آنکھ اٹھانے اور مطلق اسلامیہ کالج کا نام من کر کے دے وہ عطیہ حق تو ان کا ہو جو حق طالب علمی ادا کرتے ہیں مگر ان کے طفیل میں نیکے طالب علمی کچھ فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔

شنیدم کہ در روز امید و نیم چہ کم گردد احوال و سر فرخندہ ی کہ باشند شے گدایان تحصیل	بداں را بہ نیکیاں بہ بخشد کریم ز فتنہ رفیعت بدرگاہ حق بہمان دارالسلامت طفیل
--	---

مجھ کو سخت حیرت ہو کہ لوگوں کو نماز میں کیوں کہ حضور قلب ہو جاتا ہوگا۔ اگر ہوتا ہو۔ نماز نام ہو ارکان خاص کا۔ اور ارکان ہیں کہ کسی میں قراءت ہو یعنی کچھ قرآن پڑھنا ہوتا ہو کسی میں تسلیل و تسبیح ہو کسی میں دعا ہو اور یہ سب کچھ زبان عربی میں پس حضور قلب کی ایک کیفیت خاص تو نہیں ہو کہ آدمی نے شروع سے ایک تصور جمالیا۔ اور آخر تک اس خیال کو بدلنے نہ دیا۔ بلکہ کبھی خدا کی عظمت کو پیش نظر کھنڈتا ہو۔ جہاں خدا کی حمد ہو کبھی اہتمام و تضرع کرنا پڑتا ہو۔ جہاں دعا ہو کبھی اظہار بنداست کیا جاتا ہو جہاں اعتراف گناہ ہو۔ کبھی عبرت کبھی خوف کبھی رجا۔ کبھی بیم کبھی امید یہ ہیں پیرائے حضور قلب کے۔ اور ان کے بے شرط ہو۔ فہم عربی۔ اور مسلمانوں کو جیسی عربی آتی ہو معلوم۔ پس ان کو حضور قلب ہونا ہوگا تو ایسا ہی ہوتا ہوگا جیسے کسی جابل کے کسی مولوی سے ہر ایک حالت اور ہر ایک موقع کے مناسب دعائیں سیکھ لی تھیں۔ بے فہم عربی اس کو ہوا غلط بحث تو وہ انتخاب کرتے وقت دعا پڑھتا۔ اَللّٰهُمَّ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ اور عربی نہ سمجھنے کا کیا الزام دیا جائے یہاں فہم عربی پر یہ شامت ہو کہ ساری عمر ایک رکعت بھی حضور قلب سے بڑھتی نصیب نہیں ہوتی۔

اگر آدمی اپنے فرائض کا ٹھیک طور پر ادا نہ کرے۔ تو اس کو اپنے ہی نفس کے احتساب سے	جو ایس دور کعت وآں ہم بصدیقانی	اگر آدمی اپنے فرائض کا ٹھیک طور پر ادا نہ کرے۔ تو اس کو اپنے ہی نفس کے احتساب سے
--	--------------------------------	--

فرصت نہ ملے کہ دوسروں کے ایمان کو جانچ لے اور ان کی نیکی بدی کو تو لے ایسی تو نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ اگر پڑھی جاتی ہوں۔ اور ان پر نازیہ ہو کہ دوسروں کو سنگ و خوک کی طرح ذلیل سمجھا جاتا ہو اور خدا کی سنت رکھی جاتی ہو سو الگ۔ اس کے صلے میں خدا جانے کیسے کیسے تو قات ہیں کہ جنت کو تو اس کا رد کھن سمجھنا چاہیئے۔

کیا زہد کو مانوں کہ نہ ہو گرچہ ریائی | پاداشِ عمل کی طمع خام بہت ہی

روزوں کا حال نماز سے بدتر۔ ہاں قیامت میں رفوان جنت باب الریاں کھولے ان کو اہلاً و سہلاً و مرہباً کہنے کے لئے ان کا منظر کھڑا ہو۔ ج اگر کڑائے ہیں تو جس طرح جنتی ہو چکے ہیں۔ اور اگر نہیں گئے تو لوگوں پر اپنی دین داری ثابت کرنے کے لئے کیا کبھی اتنا بھی ٹھہ سے نہ کہا ہو گا کہ خدا ہم کو بھی حج نصیب کرے پس کیونکہ و کدت اُمۃ بن گئے۔ اب آؤ اتفاق فی سبیل اللہ پر جس کے لئے یہاں جمع ہوئے ہو۔ میں تو عالم الدنیا ہوں نہیں ان اتنا جانتا ہوں کہ اگر مسلمان خوش دلی اور کشادہ دلی کے ساتھ انجمن حمایت اسلام پر خرچ کرتے۔ اور دینا وہی ہو جو خوش دلی اور کشادہ دلی کے ساتھ ہو۔ تو اس انجمن کی یہ کیفیت نہ ہوتی کہ اس انجمن کے ممبروں کو چندین شکل برائے اکل بنانی پڑتی ہیں۔ الفقراء کا سوا الگ بھر کر گلی گلی کو پے کو پے بھیک مانگنے پڑے پھرتے۔ ہر ماہ جاری رسالے میں مضمون بھی لکھتے۔ آرٹیکل بھی دیتے۔ مگر ترجیح بند سچ مایقماں کو دے دلا ریم۔

دہی کہ کچھ دو۔ ہمارے صوفی صاحب ہیں حج بھریں کہ رسیدیم آسمان پیدا است۔ کوئی شہر تو انہوں نے چھوڑنا ہو گا اب گاؤں گاؤں دھاوے کرنے کی فکر میں ہیں۔ پھر گھر گھر متنفس متنفس۔

اچھا سالانہ جلسہ کیا ہو یہ بھی چنپے کی مچھلیاں بھنسانے کا ایک دامن ہو۔ اور لکچر اور خط اور رپورٹ اور کیا اور کیا۔ یہ سب ریٹ (قلم ماہی)۔

۱۔ گویا وہی ہاں کے ہیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ ۱۱۔

بہر رنگے کو خواہی جسلوہ گر باش کہ من آن قدر رعنا می شناسم

سنتا ہوں کہ انگریزوں کی ولایت میں دستور ہو کہ گلی گلی کے ٹکڑے پر خیراتی کبس دھرے رہتے ہیں جس کو کچھ دینا منظور ہوا۔ کبس میں ڈال دید ایک ہمارا ملک ہو۔ اونٹ بے اونٹ تیری کوئی بھی کل سیدھی خیرات بھی ہو تو اکثر گدے کا کھایا پاپ نہ پڑن۔ اس سے کچھ بچا تو بڑا اپنی جان گئی۔ کھانے والوں نے مزہ نہ پایا۔ بات یہ ہو کہ نہ مانگنے والوں کو مانگنے کا ڈھنگ نہ دینے والوں کو دینے کا سلیقہ۔ یہ نہیں ہو کہ ہمارے ملک میں خیرات نہیں ہو۔ بہت کچھ ہو۔ مگر بے تمیزی کی وجہ سے ضائع۔ اکارت رائگال۔

لوگوں کو خیرات کے بارے میں بڑی سخت غلطی واقع ہو۔ ان کو کسی نہ کسی طرح سمجھنا چاہیے کہ محتاجی ایک مرض ہو اور بلاشبہ اس کا علاج یہی ہو۔ اور یہی ہو سکتا ہو۔ اور یہی ہونا چاہیے کہ محتاجی کی حاجت رفع کر دی جائے۔ بھوکا ہو تو اس کا پیٹ بھر دو۔ ننگا ہو تو اس کو کپڑے پہناؤ جیسے فرض کرو کہ بخار کی ہوا چلے تو اس کا علاج یہی ہو کہ کوئین اور سکونا اور فیوریل اور فیوریکس غرض وہ دوائیں جو دافع تب ہیں تقسیم کرائی جائیں اور ایسا ہی ہوتا ہو اور ٹھیک ہوتا ہو اور بڑی ثواب کی بات ہو۔ لیکن اس سے بہت زیادہ ثواب کی بات ہو اگر بخار ہی نہ آنے دیا جائے۔ ایک انگریزی مثل ہو پریویشن آف بڑوین کیور (سلب مرض سے سد مرض کہیں بہتر) اس نکلنے کو مرض محتاجی پکیوں نہ جاری کیا جائے۔ اس سے کہ بھوکے کا پیٹ بھر دو۔ یا ننگے کا بدن ڈھانک دو بہت زیادہ بہتر ہو گا کہ لوگوں کو بھوکا ننگا ہونے ہی نہ دو۔ اب پوچھو ایسی کون سی تدبیر ہو جس سے لوگ بھوکے ننگے نہ ہوں۔ ہاں یہی وہ تدبیر ہو جو انجمن حمایت اسلام اور اس کی سسٹم انسٹیٹیوشننز اسی طرح کی دوسری انجمنیں کر رہی ہیں۔ بھلا اور رکوں کو تو رہنے دو۔ یہ یتیم بچے جن کا کوئی سرپرست نہیں۔ اوپر خدا یا نیچے انجمن حمایت اسلام ان کی نسبت تم کی خیال کرتے ہو کیا خدا خواستہ یہ ننگے پھر س گے۔ کیا خدا خواستہ یہ بھوکے مر س گے۔ کیا خدا خواستہ یہ ٹوکریاں ڈھونڈیں گے۔ اور اگر تم معمولی طور پر عیسائی تھارا دستور ہو۔ ان کی مدد

کرتے تو قسم کھانے کی بات ہو کہ یہ بھیک بھی مانگتے۔ بھوکے بھی مرتے۔ ننگے بھی پھرتے۔ لوگری بھی ڈھوتے۔ اور اس سے بڑھ کر چوری بھی کرتے۔ قید بھی ہوتے۔ لیکن اب حمایت اسلام کی حمایت اور تربیت میں یہ ان شاء اللہ بھلے آدمی ہوں گے۔ خوشحال آڈیٹ آف سوسائٹی سوسائٹی کی زیرنت، میں نے ان کو یتیم کھا تو غلطی کی۔ کوئی اپنے باپ کا بیٹا ہوتا ہو اور یہ قوم کی قوم کے بیٹے ہیں لیکن اُسی وقت تک کہ انجمن حمایت اسلام ان کی پرداخت کرتی ہو بھائیو! کیوں نہیں اپنی خیرات کا قاعدہ ٹھیک کرتے۔ کہ ایسے عمدہ نتیجے دکھا سکو۔ جیسے تمہاری خیرات جو انجمن حمایت اسلام میں دیتے ہو دکھا رہی ہو اور آئندہ اس سے بہتر دکھائے گی۔ اور ضرور دکھائے گی۔ اگرچہ مانگنے والے بھی مانگنے کے طور پر نہیں مانگتے۔ بہتوں نے بلا استحقاق مانگنے کو پیشہ بنالیا ہو۔ بہتر ہے ہیکڑی سے دھڑناوے کر بہتر ہے باڈی انفریٹرز (جسمانی میوب) دکھا اور لوگوں کو نفرت دلا دلا کر مانگتے ہیں۔ اور یہ بدترین پیرائے ہیں ابرام کے۔ مگر یہ دینے والوں کی کمزوری ہو کہ ایسی نالایق گداگری کی مقاومت نہیں کی سکتے۔ دینا تو ہر حال میں اچھا ہو مگر یہ

بے طلب دیں تو مزہ اس میں سوا تھا ہو | وہ گدا جس کو نہیں خواتے سوال اچھا ہو |
لیکن مانگنے والوں سے محال چھوٹے لوگوں کو چھوٹے۔ دینے والوں کے بے طلب لینے سے چھوٹے سودینے والے طلب پر تو مشکل سے دیتے ہیں مگر لوگ طلب کرنا چھوڑ دیں تو باب خیرات ہی مسدود ہو جائے فیاضی بھی عبادت ہو۔ بلکہ کل عبادتوں سے فاصلہ کیوں کہ یہی ایک عبادت ہو جس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہو۔ لیکن وہ ضعف انسانیت خود غرضی کہاں جائے لوگ دیتے ہیں۔ مگر یہ سن کر دیتے ہیں مَثَلُ الَّذِيْنَ يَنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبِيْبَةٍ اَنْبَتَتْ مَسْبِغًا سَخِيْبًا فِيْ كُلِّ مُسْتَنْبَلٍ مَا تَحْتَبِيْهِ اَوْ قِيَامَتِ يَوْمِ الْقِيَامَتِ كَالْقِيَامَتِ يَوْمِ الْقِيَامَتِ
لوگوں ہو جو اس طرح کا سودی رویہ نہ چلائے۔ ایک ایک کے ساتھ ساتھ سو۔ مگر ہمارے لئے جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہو جیسے ایک مادہ کہ اس سے سات اسیس آگس ہریال میں سودا نے ۱۲۔

یقین کا تو حال یہ ہوا ان نکلوا وامنتم مستیقین یقین جس کو یقین کہتے ہیں ہوتا تو آج مجھ پر
 حمایت اسلام میں ایک لاکھ پور سے لوگوں کی بیسیوں-بہویشیوں کے زیوروں کے انبار لگ گئے
 ہوتے کہ بجائی شمس الدین رکھتے اور بڑھاتے نہ بن پڑتا۔ تمھاری کیا تخصیص ہے۔ مسلمانوں میں
 جیسے جی قیامت آگئی ہو کہ نفسی نفسی ہو رہی ہو اور نفسی نفسی نہ ہوتی۔ تو ہم اس رد و رد ہی کو کیوں نہ منہ
 تم نے دیا۔ اور دیتے ہو۔ اور دو گے خوب کیا۔ بہت خوب کیا۔ خوب کرتے ہو۔ بہت خوب کرتے
 ہو۔ خوب کرو گے بہت خوب کرو گے اور میں مانتا ہوں کہ تمھارا دینا شعی اور من وادی سے بھی
 پاک ہو مگر پھر بھی سچی فیاضی اور خالصتہ لوجہ اللہ اور چیز ہے۔ تم نے مثل الذین یتفقون اموالہم
 فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبثت سبع سنابل فی کل سنبلیۃ مائۃ حبۃ یا من ذالذی
 یعرض للہ قرضاً حسناً فیضاعفہ لہ اصفاً لکثیراً یا اسی طرح کی کوئی اور آیت کہ قرآن میں
 شاید ہی کوئی ورق ایسی آیتوں سے خالی ہو۔ غرض ایسے ایسے لیے جوڑے وعدے سن کر دیا۔
 کو کیا دینے میں دیا۔ دنیا میں تو لوگ چند پیسے سیکڑے پر سودی روپیہ جلاتے ہیں۔ اور کن کی ضمانت
 جن کی زندگی کا ٹھکانا نہیں۔ بات کا بھروسہ نہیں۔ یا جائیداد ہو تو اس کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی
 ہو اور خود معرض خطر میں ہو۔ تو تم نے خدا کی ضمانت پر اور ایسے بھاری سود پر کہ ایک ایک کے سات
 سات سو۔ اور شاید اس سے بھی زیادہ کھدے دیا تو کون سا کمال کیا۔ سچی فیاضی اور خالصتہ
 لوجہ اللہ دینا تو وہ ہے جس کی نسبت فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِنْ خَشِیۃِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ
 وَالَّذِیْنَ هُمْ بِآیَاتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُونَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یَسْرِکُونَ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُونَ
 مَالًا وَّاَوْٰلَادُہُمْ وَجِلۃً اٰہُمۡ اِلٰی نَجۡہِمۡ رَاجِعُونَ اُولٰٓئِکَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخِیَرٰتِ وَہُمْ لَهَا
 لٰہ گمان تو بھی کرتے ہیں مگر یقین نہیں ۱۲۷ ایسا کون ہے کہ اللہ کو تو فرج سے کہتا تو اس کو کئی گنا بڑھا کر ۱۲۷ جو
 لوگ اپنے رب کے خوف سے بے چین رہتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کے
 ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور وہ جو دیتے ہیں جو کہ دیتے ہیں پھر بھی ان کے دل ڈرتے ہیں کہ دیکھئے خدا کے ہاں گئے
 پیچھے تول بھی ہوں یا نہ ہوں ایسے لوگ اپنے کاموں میں قدم بڑھا کر سب سے آگے ہو جاتے ہیں ۱۲۷۔

سَابِقُونَ جب تم میری ٹسٹ (جانچ) میں نہیں ٹھہر سکتے کہ میں ایک بندہ ہوں عاجز گنہگار بدتر
 سے بدتر تو خدا کی باز پرس کی تم سے کیا تعاون ہو سکے گی۔ اپنے منہ میاں ٹھونبنے سے کام نہیں لیتا
 لَا تَكُونُوا أَفْئِسْكُمْ هُوَ عَلَّمَ بَعِيْنُ اَنْتَی اگر سب آدمی آپ اپنے بیج ہو اگر میں تونیک و بد کا تفرقہ نہ
 جانتے۔ غدا و ثواب کا امتیاز باقی در ہے ہم کو ایک ایسے بیج کے حضور میں جواب دہی کرنی ہو۔
 جس سے ہمارا فصل تو فصل کوئی راز تک خفی نہیں یَعْلَمُ خَائِفَةً اَلْاَعْيُنَ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ
 دنیا کے ایک ادنیٰ سے لونی حاکم کے پاس مقدمہ ہوتا ہو تو انسان حواس باختہ ہو جاتا ہو۔ حلال کہ
 اُس کا اختیار معلوم ہو اَللّٰهُ تَقْضٰی هٰذِهِ الْحَيٰوةِ اَللّٰهُ نِیَا لَوْ کیا ہوتا ہو اُس روز بازخواست کو
 جس کو قیامت کہتے ہیں اور جس کی نسبت خدا نے تعالیٰ دُھوا اَصْدَقُ الْعَالَمِیْنَ فرمایا ہو
 اِنَّ زُلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ یَّوْمَ تَوْرَثَ اَئْذَ هَلْ کُلُّ مُرْضِعَةٍ مَّعَ مَا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ
 کُلُّ ذَاتٍ حَمْلَهَا وَتَرٰی النَّاسَ سُكَارٰی وَمَا هُمْ بِسُكَارٰی وَلَکِنْ عَذَابُ اللّٰهِ
 مُبْدِیٌّ بِجَعَلِ کَاوہ حال کہ اُس کے اختیار کی کوئی حد نہیں لَیْسَ الْمَالُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ
 تعذیب کی روئے دگر بڑی ہوئی تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیُّهُمْ وَاَعْجَلُہُمْ بِمَا کَانُوا
 عَمَلُوْنَ ممکن ہو ان باتوں کا پورا پورا یقین ہو اور انسان ہنسے۔ ممکن ہو کہ ان باتوں کا پورا پورا
 یقین ہو اور انسان غفلت کی نیند سوئے۔ ممکن ہو کہ ان باتوں کا پورا پورا یقین ہو اور انسان
 ہر طرح زندگی بسر کرے جس طرح کہ ہم کرتے ہیں۔ بات یہ ہو کہ انصاف کے ساتھ احتساب کرے
 دین و مذہب کا نام لیتے ہوئے شرم آتی ہو۔ خدا جیسا کہ عقل چاہتی ہو کہ ہو۔ اور جیسا کہ قرآن
 اَلْحَسْبُ عِندَہُ سے پاسداشت بخود خدا پارساؤں کو خوب جانتا ہو اِنَّہُ اُس کو آنکھوں کی چربیاں اور دلوں کے بحید
 ملہ میں اِنَّہُ تو بہت کرے گا ہماری جان کے گا اِنَّہُ اور وہ سب سے زیادہ سچ کھنے والا ہو اِنَّہُ بے شک حقیقت
 از لزلہ یک بھاری حادثہ ہو جس دن اس کو دیکھو گے تو یہ حالت ہو گی کہ دعوہ ہلانے والی اپنے بچے کو قبول جاسکے گی
 ہر بیٹ والی اپنا بیٹ ڈال دے گی لوگ متواسے دکھائی دیں گے حالانکہ متواسے نہیں بلکہ اس کا عذاب بہت ہو گا
 کالج کسی کی حکومت ہو؟ اللہ کی جو اکیلا ہو سب زبردست اِنَّہُ ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں ان کے متعلق ہیں

اور یہ تو حقوق اللہ کے اعتبار سے کچھ بول ہی سرسری سی جانچ کی تھی کہ ساری قلمی کمال گئی اور اگر حقوق العباد کی کسوٹی پر کس کر دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ ہم صرف نام کے مسلمان ہیں۔ مردم شماری میں ہم کو مسلمانوں میں گن لیا ہو۔ ورد مسلماناں درگور و مسلماناں در کتاب تو مجھ کو رہ رہ کر خیال آتا ہو کہ اپنی کیفیت ہو تو کس منہ سے کسی دوسرے پر اعتراض کیجئے کیا کوئی اندھا کا نرے پر اور کیا کوئی کاغذ اُس پر جس کی آنکھوں میں ناخنہ ہی ہنس سکتا ہو یا اُس کو چشم حقارت سے دیکھ سکتا ہو۔

ایر ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھئے	سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں
-----------------------------------	---------------------------------------

بات چلی تھی اس پر کہ انسان ایسا مخلوق خود غرض ہو کہ اس کی حاجتیں خدا سے متعلق نہ ہوں تو یہ بھول کر بھی خدا کو یاد نہ کرے کہ وہ کون ہو اور کہ ہر رہتا ہو۔ اچھا خود غرضی ہی سہی مگر وہ دل سے اُس کی یاد تو ہو۔ یاد کا جو حال ہو وہ سن ہی چکے ہو کہ کیا نماز کیا روزہ کیا حج کیا زکوٰۃ کوئی بھی تو ٹھیک طور پر نہیں۔ ان سب سے بڑھ کر غضب یہ ہو کہ انسان اپنی حاجتوں کو خدا سے متعلق کرنے میں بھی مضائقہ کرتا ہو حاجتوں کو خدا سے متعلق کرنے میں مضائقہ کرنا اور اس مطلب کا ایک پیرا یہ ہو۔ دوسرا پیرا یہ ہو کہ وہ خدا کے خست یارات گھٹانے اور کم کرنے کے پیچھے پڑا ہو۔ یہ کیوں کر؟ یہ اس طرح کہ انسان اپنی تدبیر پر بھروسہ کرتا ہو تدبیر پر اعتماد کرنا کچھ بے جا نہیں ممنوع نہیں۔ تدبیریں بھی خدا ہی نے بتائی ہیں۔ اس واسطے کہ اُس حکیم پر حق نے اس عالم کو عالم اسباب بنایا ہو۔ مگر اعتماد و اعتماد میں فرق ہو۔ تدبیر پر اعتماد کرنا ایک سورجے میں امتثال حکم الہی ہی ہے۔

بر تو کل زلزلے سے اشتربہ بند

اور ایک درجے میں شاید وہ شرک و کفر تک نہج ہو سکتا ہو۔ اب اس کا فیصلہ کون کرے۔ کہ ہم جو اپنی تدبیر پر اعتماد کرتے ہیں۔ وہ کس درجے میں ہو۔ اس کا فیصلہ کرے خدا۔ یا ہمارا کائنات (ایمان) امثال کے طور پر ایک زرق ہی کا معاملہ ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہو۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا حَتَّىٰ لِلَّهِ رِزْقُهَا وَإِنَّا لَوَاقِعُونَ
 لَيْسَ كَذَلِكَ قَوْلُكَ تَوْعَدًا لَّوَسَّعَ اللَّهُ رِزْقَهُ لَكُمَا وَلَئِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمَا رِزْقٌ لَّكَرُمًا
 ہو۔ اس سے بڑھ کر اور وسیع کیا ہو سکتا ہو۔ مگر میں پوچھتا ہوں۔ کتنے دل رزق کی طرف سے مطمئن
 ہیں اس واسطے کہ خدا کا وعدہ ہی میں سمجھتا ہوں کہ شاید ان میں ایسا ایک کا بھی دل نہیں ہاں
 اگر ہم میں کوئی نوکری پیشہ ہو وہ رزق کی طرف سے مطمئن ہو اس واسطے کہ اُس کی نوکری ملے گی۔ یا
 اس واسطے کہ اُس نے امتحان پاس کر کے نوکری کے لئے استحقاق ثابت کیا ہو۔ اور کوئی حاکم
 اُس کو زبان دے چکا ہو کہ جب کوئی جگہ خالی ہوگی میں تمہاری پرورش کروں گا۔ یا اس کے
 پاس دوسرے وسائل ہیں جو اس کو کبھی نہ کبھی نوکری کرا چھوڑیں گے۔ اگر تجارت پیشہ ہو ملکان
 ہو کہ اس کی تجارت چل رہی ہو۔ اور فائدے کی توقع ہو اگر کاشتکار ہو وہ پیداوار کے بھروسے پر
 اُدھان کھارہا ہو۔ غرض ہر شخص کو خدا کے وعدے سے قطع نظر کر کے کچھ نہ کچھ وسیع قلبی ضروریات
 وہی ہوتی ہو۔ مگر داسا سمجھا پھیر آدمی کو خطے بے تعلق کر دیتا ہے یعنی ایمان ہمارا رہتا ہو۔ نوکری کو۔ تجارت کو
 کاشتکاری کو جو تمہارے جی میں آئے کہ دگر یہ سمجھو کہ اہل میں رازق وہ ہو۔ وہ چاہے تو بدوں
 ان جیلوں کے بھی دے دے

در نہ ستانی بہ ستم میرسد

آنچه نصیب است بہم میرسد

اور وہ نہ چاہے تو ایک نہیں ہزار دینے کریں پھر مجھ کے کے مجھ کے دے

نہ دہندت زیادہ از روزی

اگر زمین دابا سماں روزی

مگر عادت اگلی یوں ہی ہو کہ ہم کو معاش کے لئے کچھ نہ کچھ حیلہ کرنا ضرور ہو کہ اللہ کا مَصْنُوعِ عَمَلِ
 حَامِلِ قَدَرِ کُوْخِ خِیَالِ کا ٹھیک رکھنا ہی تو کلام رکھتا ہو۔ ورنہ مومن اور کافر بلکہ انسان اور حیوان میں
 کچھ بھی فرق نہیں۔ اگر ہم تدبیر اور اسباب ظاہر پر اعتماد کئی کو نہیں جیسا کہ افسوس ہو کہ ہم کر ٹھیک ہیں

لے زمین میں جس قدر جان دار چیزیں ہیں سب کا رزق اللہ نے اپنے دے دے رکھا ہو ۱۱۔ جس کو چاہتا ہو زیادہ روزی
 دے گا اور جس کو چاہتا ہو کم ۱۲۔ بلاشبہ اللہ کسی مل کرنے والے کا مثل ضائع نہیں کرتا ۱۳۔

تو اس اعتماد کے سوائے اس کے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے زعم میں خدا سے اُس کے اختیارات چھین کر اُن چیزوں کو دیئے ہیں جو اِن اختیارات کے اہل نہیں۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ شرک نہیں تو کیا ہو۔ بت پرستی نہیں تو کیا ہو۔ اور کفر نہیں تو کیا ہو۔ اچھا اگر اس بارے میں میری رائے سخت ہو اور تشدد بے جا کر تاہوں تو بارے خدا مجھ کو ان مشائخ کا معاملہ سمجھاؤ اختلافات فتنی و شیعہ خفی۔ شافعی۔ وغیرہ سے قطع نظر کرو۔ تو مسلمانوں کے دو بڑے سگورہ ہیں۔ ایک بیچاھے ہم لوگ کلمہ گو ابابہ ظاہر جو پیری مریدی کے سلسلے میں نہیں ہیں۔ ہماری موٹی سمجھ تو یہ ہے کہ خدا کو اپنے بندوں کی معاش و معاد کی اصلاح کے لئے جو جو ہدایتیں صادر کرنی منظور تھیں وقتاً فوقتاً پیغمبر یا حبیبِ پروردگار کے ذریعے سے نازل ہوتی رہیں جب جب وحی نازل ہوتی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کمال احتیاط و دیانت کے ساتھ اُس کو قلب بند کر آتے جاتے یہاں تک کہ قرآن جیسا اب موجود ہے مدون ہو گیا۔ اور خدا نے فرمادیا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ جس کے معنی ہو گئے کہ فرمان شاہنشاہی کو ختم کر کے اُس کے آخر میں مہر لگا دی کہ آئندہ کوئی شخص اس میں کمی و بیشی نہ کر سکے۔ چنانچہ تیرہ سو برس گزر گئے۔ آج تک ایک نقطے کا فرق تو پڑا نہیں۔ اور پڑے گا بھی نہیں۔ کیوں کہ خدا نے اس کی حفاظت کا وعدہ کر لیا ہو اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَکُمۡ لَافِظُوْنَ یہ اسی وعدے کا ایقان ہے تو کیا ہو کہ لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں اس کے زبانی یاد رکھنے کا شوق پیدا کر دیا ہو۔ ناخین اور ترجمین کی پیری کیا چل سکتی ہو کہ اس میں تصرف کریں۔ اگر روئے زمین کے سارے قرآن معدوم ہو جائیں۔ ہو جانے دو مسلمانوں کے دلوں میں۔ اَبَا عَیْنٍ جَدِّ اس کا ایک ایک حرف کندہ ہوتا چلا آتا ہو جس کو نہ آگ جلا سکتی نہ پانی دھو سکتا ہو۔ ایک حافظ مرنے نہیں پاتا کہ ایسے ایسے پانچ اور برس کے برس رمضان میں نماز تراویح کی امامت کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سامان ہی ایسا آج بندھا ہو کہ یہ آواز نالی انقرض دنیا پرست ہونے والی نہیں ہو۔ خیرہ تو قرآن اہل دین ہو جیسے تندہ درخت۔ اب رہی حدیث آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اے محمدؐ قرآن آتا ہے اور ہم ہی اس کو سمجھتے ہیں۔ اے نبیؐ بعد از

فقہ اور دوسرے علوم دین یہ سب فروعات ہیں۔ قرآن لایعنی قانون۔ حدیث پراسیدلور۔ یعنی ضابطہ کارروائی۔ فقہ نظائر۔ اور اسی طرح دوسرے علوم دین کے لیے بھی کوئی مابہ المثلت پیدا کر لیا جاسکتا ہے۔ لا۔ اور پراسیدلور تو تبدیل پذیر نہیں۔ مگر نظائر کا بدلنا سو قوت ہے۔ لوگوں کی ضرورتوں کے تجدید پر۔ اور تعجب ہو جب کثرت سے ضرورتوں کے تجدید کا زمانہ آیا۔ نظائر کا سلسلہ لوگوں نے موقوف کر دیا۔ ابھی دو باتیں اور بھی ہیں کہ پیغمبر صاحب پر جوحی نازل ہوئی آپ نے بے کم و کاست ہو ہو اُس کو کھلوایا۔ منادیا۔ مشہر کر دیا۔ فرشتے نے تو کہا کان میں۔ انھوں نے کوٹھے پر چڑھ کر پکار دیا۔ دنیا جہان میں اُس کی منادی کی۔ ایسی کہ وہی بات ہر ہر مسلمان کے منہ میں تھی۔ اور منہ میں ہو۔ اور قیامت تک منہ میں رہے گی۔

اب میں اس کے چند شواہد بیان کر دوں گا۔ مثلاً عبداللہ بن ام مکتوم ایک صحابی تھے نابینا وہ حضرت سے ہدایت پانے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ اتفاق سے اُس وقت رؤسائے قریش جمع تھے۔ اور پیغمبر صاحب اُن کو تعلیم و تلقین فرما رہے تھے۔ عبداللہ نے قریب پھینچ کر عرض کیا کہ یا حضرت مجھ کو بھی حق کی تلاش ہو آپ مجھ کو بھی راہِ راست بتائیے۔ پیغمبر صاحب نے سوچا کہ رؤسائے قریش کو خوار و براہ کد سے تو ان کے دیکھا دیکھی بہت لوگ اسلام لے آئیں گے چنانچہ آپ عبداللہ کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔ اور ملتفت ہونے کا موقع بھی نہ تھا۔ سورہ عبس کے شروع کی آیتیں اس واقعہ سے متعلق ہیں عَبَسَ وَتَوَلَّى اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّہُ یَذٰکِ اَوْ یَدَّکُمْ مِّنْ عِنْدِ الذِّکْرِی اَمَّا مِّنْ اَسْتَعْفٰی فَاَنْتَ لَہُ تَصَدِّی وَمَا عَلَیْکَ الْاٰیٰتِیْکِیْ وَ اَمَّا مِّنْ جَاءَکَ السَّعٰی وَھُوَ یَحْشٰی فَاَنْتَ عَنْہُ تَلٰہٰی کَلَّا اِنَّا فَاکِیْکَ اَفَھُمْ شَآءَ

پیغمبر نے توحی چڑھائی اور منہ پھیر لیا اس کراں کے پاس ایک اندھا آیا۔ اور پیغمبر کا جانو۔ شاید وہ دگناہ کی آلودگی سے پاک ہو نہ یا تمہاری نصیحت سے نفع اٹھا تا جو ہر دانیس کو تا تم اس کیچھ پڑے رہتے ہو علان کہ اُس کے راہِ دست پر شائع کا حکم کی الزام نہیں اور جو شخص تمہارے پاس ڈر کر بھاگا ہوا آتا ہو تو تم اُس سے تفاعل کرتے ہو نہ دارِ پھر ایسا مت کرنا یہ قرآن تو نصیحت مانتا ہو چاہے اس سے نفع اٹھائے اُن اوراق میں لکھا ہوا ہے جو ہر گئی اور عالی رتبہ رکھتے اور پاک ہیں۔ بزرگ نیک کہنے والوں

پیغمبر صاحب کے ساتھ مذہبی عداوت تو تھی ہی اور سب عداوتوں میں یہی شدید تر ہوتی ہے۔ کفار پیغمبر صاحب کو نیا دینے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھتے تھے۔ اتفاق سے غزوہ بنی مصلط میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ رحمہ پیغمبر صاحب کے ساتھ گئیں۔ واپس آتیوں کو کہہ اگلے دن بدینہ پہنچیں گی۔ قافلہ میں کچھ رات رہتے ہی الرحیل پکارا گیا۔ حضرت عائشہ رحمہ رفع ضرورت بشری کے لیے قافلہ کے باہر گئی ہوئی تھیں کہ ساربان نے اُن کی سواری کا کجاوہ اونٹ پر لاد لیا۔ اور سمجھا کہ یہ کجاوے میں ہیں اُنھوں نے لوٹ کر دیکھا کہ قافلہ آگے بڑھ گیا۔ یہ وہیں پہنچ گئیں اس خیال سے کہ آخر میری دھند یا پڑے ہی گی اور کوئی نہ کوئی جھکوا کر لے جائے گا۔ قافلہ کے پیچھے ہمیشہ ایک شخص رہا کرتا ہی کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے تو وہ لوگوں کی گری پڑی چیز سمیٹ لاتا ہے۔ اس قافلہ کے ساتھ وہ شخص صفوان تھا۔ وہ جو لیا تو اُس نے آدمی کی پرچھائیں سے دیکھ کر معلوم کیا کہ اُم المؤمنین ہیں خود تو اونٹ پر سے اتر پڑا اور اُن کو سوار کر نیکل ہاتھ میں لے آپ آگے آگے ہو لیا۔ دشمن تو ایسے موقع کی تاک ہی میں رہتے تھے۔ نابکاروں نے تمام قافلہ میں چرچا کر دیا کہ پیغمبر صاحب کو سن کر سخت ایذا ہوئی۔ اور حضرت عائشہ کو اُن کے میکے بھنچا دیا۔ اور وہ بھی مائے رنج کے بیمار پڑ گئیں کوئی دو مہینے کے قریب بیت الرسالت میں یہ آفت رہی۔ سورہ نور کی وہ آیتیں آئیں جنہوں نے اُم المؤمنین کی برارت روزِ روشن کی طرح ظاہر کر دی۔ اس سے دو مطلب نکلے ایک تو اس مذکورہ کلامِ اعلیٰ قرآن ہونا دوسرے لوگوں کا وحی پر اعتماد کرنا۔ اور سری کا ہونا تو اس تذکرے کو زبان پر بھی نہ لانا کہ اب تک کبھی کا بھول بسر گیا ہوتا۔ جیسے اور بہت سے واقعات۔ نہ کہ جزو قرآن قرار دینا کہ ہمیشہ اس تذکرے کی تجدید ہوتی ہے۔ بات یہ ہو کہ پیغمبر صاحب مامور تھے۔ اور ممکن نہ تھا کہ تبلیغ وحی نہ کریں وہ خود فرماتے ہیں قُلْ اِنَّمَا لَہُ اَمْرِ پیغمبر لوگوں کو سنا دو کہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں۔ اور اُس کے ساتھ کسی شریک نہیں کرتا۔ کہ دو کہ میں تمہارے بھلے بڑے کا مالک نہیں کہ دو کہ مجھ کو اللہ کے (غنا ب سے) ہرگز کوئی پناہ نہیں ہے گا۔ اور نہ مجھ کو اس کے سوا بے کوئی ٹھکانا۔ ہاں اُس کے پیغام بھنچا بیٹے میں ہی ہو سکتا ہوں (وہ نہیں)۔

أَدْعُوَنِي وَلَا أَشْرِكُ بِهِ أَحَدًا أَفَلَا إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ صُلَا وَلَا مَرَدًّا قُلْ إِنِّي لَنْ
يُخَيِّرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا إِلَّا بِلَاغِ مَا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ -

پنیر صاحب کے اس کہنے کو دیکھو کہ میں تم کو نفع نقصان کچھ بھی نہیں پہنچا سکتا۔ ہمارے زمانے کے مشائخ تو ایسے بنتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہو سب ان ہی کے اہم سے ہو رہا ہو۔ ان کے مرید اور معتقدان کی تعظیم خلاف شرع کرتے ہیں۔ اور وہ ان کو جائز رکھتے ہیں۔ ان سے امیدیں لگائی جاتی ہیں۔ اور وہ کبھی اپنا عجز ظاہر نہیں فرماتے۔ اور دوسری بات ہے عموماً اسلام ^{لے} وَاذْهَبْنَا إِلَى الْآلِ الْكَافَّةِ لِلنَّاسِ کہ دعوت اسلام شامل تھی۔ مرد اور عورت۔ امیر اور غریب۔ شہری اور دیہاتی۔ مقیم و مسافر۔ عالم و جاہل بلا استثناء اہل سب پر۔ اب ان سب باتوں کو جمع کرو۔ یعنی تمام وحی کا قرآن میں مدون ہونا پنیر صاحب کا وحی کو اگرچہ وہ ان کی شان کے خلاف ہی کیوں نہ ہو انخاف نہ کر سکتا۔ اسلام کا عام ہونا نتیجہ کیا نکلے گا۔ کہ مجموع مسلمان بطور ایک کلاس کے تھے۔ اور پنیر صاحب ان کے معلم کہ وہ ساری کلاس کو ایک ہی کتاب اور ایک ہی سبق پڑھاتے تھے۔ تو پھر مشائخ نے بلا تشبیہ فری مینوں کی طرح یہ اپنا خاص گروہ کیا بنا رکھا ہو کہ ایک تعلیم دی سینہ سینہ اور وہ راز جو درمیان پیرو پروردگار کے تعلیم ہی تعلیم ہو جو قرآن و حدیث و فقہ میں ہو تو اس کا انخاف کیا۔ اور اگر اس کے خلاف یا منافی ہو۔ تو بڑی مشکل پیش آئے گی اور کچھ تاویل نہ کر کے بن پڑے گی۔ اس آیت کی آیاتُھُمُ الرَّسُولُ يُلْقِي مَا يُنْزِلُ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ كَيْلَا يُوْخِبَ اللَّهُ عَلَيْكَ لِقَاءَ اللَّهِ فِي مِمَّا كُنْتَ تَعْلَمُ ایسی بھی تھی۔ کہ پنیر صاحب نے اپنے عزیزوں میں سے کسی کو یا اپنے حواریوں میں سے کسی کو اس نکتہ خاص کیا تھا۔ ہم کو تو اس کی کوئی سند ملی نہیں۔ اور عقل بھی اس سے ابا کرتی ہو۔ معلوم ہو کہ بڑے بڑے بزرگان دین طائفہ علیہ صوفیہ میں ہیں۔ مگر افسوس ہو کہ کچھ کو ان کے سیکرٹ (راز) میں دخل نہیں اور کیا ایک عجز کو دخل نہیں۔ لاکھوں کرڈروں مسلمان میری طرح اس نعمت سے آگاہ ہوئے۔ ہم نے تو تم کو سبھی لوگوں کی طرف رسول کے لیے بھیجا ہے ۱۱۔ اے رسول جو کچھ تم پر تمھارے پیروں کی طرف سے آئیں سب چھو بیجا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے حق رسالت نہ ادا کیا ۱۲۔

محرور ہیں۔ اور چوں کہ اوائل کار میں اشتباہات واقع ہو گئے کہی ارادہ بھی نہیں ہوا کہ اس راز کو معلوم کیجئے یہ خدشہ جو میں نے بیان کیا۔ اس کے علاوہ دو باتیں اور بھی ممکن ہیں۔ ایک تو بیروں کی تعظیم میں اس قدر افراط کر دی ہو کہ اس کو ایک طرح کی پرستش کہا جاسکتا ہو یہ فنافی اشبح اور تصور شیخ افراط العظیم نہیں تو کیا ہو اس سے بہت کم درجے کی تعظیم صحابہ پیغمبر صاحب کی کرنی چاہیے تھے۔ اور پیغمبر صاحب اُس کو جائز نہیں سمجھتے تھے اسی وجہ سے کہ کسی بندے کی تعظیم منفرط متلازم شران الوہیت ہو ایسی قومیں موجود ہیں جنہوں نے انبیاء کی تعظیم نہ بھانپے بڑھاتے اُن کو خدا اور خدا کا فرزند بنا دیا۔ لگے ان کی قبروں کی پرستش کرنے اَتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ اور نہیں تو سدا باب فتنہ متقاضی ہو کر یہ شیوہ ترک کیا جاوے تَخْلَتُوا بِالْمُؤْمِنِينَ حَدِيدًا ہم خواص مسلمانوں کی نسبت بدگمانی نہیں کرتے۔ مگر وہ یہ تو فرمائیں کہ عوام مسلمان کیوں کر محترم رہ سکتے ہیں۔ ہندوؤں میں بھی جو لوگ سچہ دار ہیں بت پرستی کو برا سمجھتے اور تاویل کرتے ہیں کہ بت صرف اُتار اور علامات ہیں یا دہانی اور خیال جمانے کے لئے ممکن ہو کہ خاص خاص آدمیوں کا ایسا ہی خیال ہو۔ مگر عوام میں اتنی بلند پروازی اور ایسا اتعال ذہن کیوں ہونے لگا وہ کیا سمجھیں کہ خواص جو اکثر متبع عوام ہوتے ہیں کس غرض سے بتوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ یوں بت پرستی ایسی بڑ بچو لگائی کہ کسی کے اُٹھاڑے نہ لکھ سکی حضرت ابراہیم کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہو وَاجْعَلْنِي وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ اِلَّا صُنَّامَ دِيْتِ اَتَّخَذُوا اَصْنَانًا كَثِيرًا مِنْ النَّاسِ پس بتوں کی شکایت اُس وقت بھی تھی اب بھی ہو اور جب سمجھنے والوں کی سمجھ پھر پڑیں تو جب تک دنیا رہے گی یہ شکایت بھی رہے گی صرف پتھر یا سونے یا چاندی پتیل کی صورتوں کا نام بت نہیں۔ کوئی چیز ماسوا اللہ جس کی ایسی تعظیم کی جائے جو خدا کے ساتھ مقص ہو۔ گو وہ کوئی فرشتہ یا کوئی پیغمبر یا استاد یا شیخ یا پیر ہی کیوں نہ ہو اُس کو بھی ہم بت کہیں گے وہ اپنی ذات سے بت نہیں ہو سکتا جو اس کی خدا کی سی تعظیم کرے۔ جو خدا کی طرح اُس کو سناوے اپنے پیروں کی قبروں کو کھود گا بنالیا ۱۱۰۰ سالوں پر نیک گمان رکھو ۱۱۰۰ سالہ جگہ اور سیدی اولاد کو بتوں کی پرستش سے منع فرما کہ اچھا ہو دیکھار ان کے سبب سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے ۱۱۰۰۔

حاجت روا سمجھے اُس کا وہی بُت ہی۔ مجھو لوگوں کے اعتبار کا کوئی حق نہیں مگر ظاہر حال کیا بتا رہا
 ہو یہی بتا رہا ہو کہ جو حاجتیں انسان کو لاحق ہوتی ہیں۔ ان سب کو ان ہی تندرہ یا مردہ قیروں
 کی حضور میں پیش کیا جاتا ہو پیش کرنے والوں کے دل میں جو کچھ ہو۔ مگر دیکھنے والا یہی سمجھتا ہو کہ ان کو
 حاجت روا نہ سمجھتے تو حاجت لے کر کیوں آتے۔ بعینہ دنیا کے حاکموں کی سی مثال ہے کہ گنوار
 سے گنوار بھی حاکم اور اُس کے اہلکار پیشی میں فرق کرتا ہو خوب جانتا ہو کہ اہلکار حاکم نہیں۔ اس پر
 بھی رشوت سے۔ خوشامد سے۔ خدمت سے۔ حاضر باشی سے اہلکار کو راضا مند کرنا چاہتا ہو۔
 اور اس کو یقین ہو کہ وہ اہلکار اس کی کار برآری کر سکتا ہو یا کر سکتا ہو۔ اگر ایسا اور اتنا خیال بھی خدا
 کے بائے میں ہوتا تو اس کو بُت پرستی کہوں گا۔ خدا حاکم دنیا کی طرح غافل نہیں بے خبر نہیں
 لَا تَأْخُذُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ يَّجْرُؤُا لِيُخَيِّرُوا لَكُمْ ذِكْرًا عَلَیْهِ سَیَّرْنَا بِكُمْ فَاذْكُرُوا لَكُمْ نِعْمَتَنَا
 طرف اور یہ مسئلہ بڑا عزت والا اقدام ہے۔ اور جو میں نے سمجھا ہے اگر اس کو بیان کروں۔ لوگوں کو کانٹوس
 (دقیقین) کرنے کے وقت چاہئے جس کو میں اپنے ڈسپوزل (اختیار) میں نہیں باتا۔ لیکن اتنا
 تو کہ دینا ضرور ہے کہ خدا کو دنیا کے حاکموں یا بادشاہوں پر قیاس کرنا ایک طرح کی بدگمانی ہے اُس جناحے
 ساتھ۔ دنیا کے حاکموں اور بادشاہوں کا حال یہ ہو کہ ان تک ماوشما کی رسائی دشوار اور وہ دو جہاں
 کا بادشاہ فرماتا ہو تَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبَلٍ لَوْ سَیِّدٍ قِطْعَةٍ

دوست نزدیک تر از من بہن ست	وہ عجب ترکہ من ازوے دورم
چہ کنم با کہ توان گفت کہ او	در کنت ارمین و من مہورم

انسان سے بڑھ کر بھی کوئی احمق اور بد نصیب اور دشمن کام ہو سکتا ہو کہ خدا اس سے ملنا چاہے
 اور وہ اُس سے بھاگے۔ وہ اس کی طرف ٹھکے۔ اور یہ اُس سے پرے ہٹے۔ اور پھر نرمی قنوت
 نہیں۔ فرماتا ہو اِنَّهُ هُوَ الَّذِیْ یُخَيِّرُ لِّکُمْ اَمَّا سَخِیْبٌ لِّکُمْ۔ لیکن اگر بندہ اس کے ساتھ معاشرت اور اجنبیت سمجھے۔
 ۱۷ خدا کو گھنا اور دوتا نہیں ۱۸ وہ پناہ دیتا ہو اور کوئی اُن کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتا ۱۹ سہ ہم شاہد کہ
 سے بھی زیادہ نزدیک ہیں ۲۰ سہ مجھ سے مانگو اور ۱۲۔

اور اپنے میں اور اس میں ذرائع اور وسائل کھڑے کرے تو اس میں خدا کا کیا تصور ہی شفاعت اور توسل کے یہ معنی ہی نہیں جو لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں۔ ایسی شفاعت کی نسبت تو ایک نص صریح موجود ہے اِمَّا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلْ اَوْ لَوْ كَانُوا كَايِمًا لَكُنْ سَمِيعًا وَاَبْصَارًا قُلْ لِلّٰهِ الشُّفَاعَةُ جَمِيعًا۔ خدا تو اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے اِنَّ اللّٰهَ بِاَنفُسِكُمْ لَشَدِيدٌ کہ وہ آپ ہی شفاعت کرنے والا اور آپ ہی شفاعت والا حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر روز نصف شب کے بعد رب العزت کی طرف سے ندا ہوتی ہے هَلْ مِنْ دَاعٍ اَسْتَجِيبُ لَكَ لیکن اگر ان ہی مغولوں میں جو لوگوں نے ٹھہرا رکھے ہیں شفاعت اور توسل کی ضرورت ہی تھی۔ تو ایک طرف یہ ضرورت ہے۔ اور دوسری طرف عوام کو روکنا تھا مانا ہے کہ کس باویدہ شرک میں اوندھے ٹھہر نہ جائیں اور وہ گمراہ نہیں اور ان کا وبال بھی ان لوگوں کی گردنوں پر ہے جو شرک و شفاعت میں فرق کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں۔ اور پھر اپنا ظاہر ہی برتاؤ ایسے طور کا نہیں رکھتے کہ عوام کو مغالطہ واقع نہ ہو کسی آدمی کو اگر خدا نے نسب یا حسب یا جاہ یا حکومت یا علم یا کسی اور طرح کا امتیاز و تعلق دیا ہے تو اس کے ساتھ مطبوع عوام ہونے کی ذمہ داری بھی اُوٹنے لگے دَاعٍ وَاُولَئِكَ الْمُسْتَسْئِلُونَ عَنْ رَعِيَّتِهِمْ بَنِيَامُ صاحب نے سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے تو ان میں لکھو یا تھا اِسْتِثْنٰہُ سَلَمًا وَاِلَّا فَكُلَّيْكَ اَشْرُ الْاَحْمَارِ یَسْتَسْئِلُ یُنْیٰ اس لیے کہ دیہاتی تابع روستا قوم ہوتے ہیں نہ صرف دنیاوی امور میں بلکہ دین و مذہب میں بھی اور النَّاسُ عَلٰی دِیْنٍ مُّلْكُوْهُمُ سے بھی یہی بات نکلتی ہے۔ اور نسب حسب جاہ و حکومت وغیرہ وغیرہ۔ جہاں اور اسباب امتیاز ہیں ایک سبب امتیاز اقدام ملے کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا سے حمایتی ٹھہرا رکھے ہیں۔ ان سے بچھو کہ کو کسی چیز پر کچھ اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ بچھتے ہوں۔ پھر بھی تمہارے حمایتی کے حمایتی اُن سے کہ دو کہ ساری حمایت اللہ کی اور بس ۱۲۔ بے شک اللہ لوگوں پر برس کھاتا اور مہربان ہے ۱۲۔ کیا کوئی مجھ بچا تھا تو کس کی سنوں ۱۳۔ تم سب کے سب کچھ نہ کچھ ذمہ داری رکھتے ہو ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کی جواب دہی لی جائے گی ۱۴۔ سلاستی چاہتے ہو تو اسلام لاؤ دین دہاتوں کا وبال بھی تمہاری گردن پر ہے گا ۱۵۔ لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتے ہیں ۱۶۔

زمانہ بھی ہو۔ کیوں کہ متاخرین ہمیشہ متقدمین کو نیکی سے یاد کرتے اور ان کی سند پکڑا کرتے ہیں۔
چنانچہ قرآن پاک میں بھی ایک جگہ ہے۔ **ثَلَاثُ اخْرَجْتُمُوهُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ لَكَ اَصْلُوْنَا فَاهْجُرُوْا**
هَذَا بَابُ اَصْحَابِ الثَّلَاثِ

مسئلہ نمبر ۱: اپنے پیغمبر کے حالات پر نظر کرو کہ ان کو توحید کے بارے میں کیا کچھ اہتمام تھا تصویر
تک کا بنانا منع۔ رکھنا تاروا۔ اسی خیال سے کہ ایسا نہ ہو مسلمان پیغمبروں بزرگان دین کی تصویریں
بننا کر رکھیں۔ ان کی تعظیم کریں۔ اور شدہ شدہ بت پرست جو جائیں جس تعظیم کے آپ پیغمبر سے
قطع نظروں ستمی تھے۔ وہی بھی لوگوں کو نہیں کرنے دیتے تھے۔ کہ کہیں فراموش نہ لگیں۔ مثلاً تعظیم
کے لئے کھڑا ہو جانا۔ اتنا تک ناپسند تھا۔ اور اپنی قبر کے بارے میں تو آخری وقت تک یہی
دعا فرمایا کہ **اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ**۔

جنگ ہد فتنہ ہوئی۔ انصار کی لڑکیاں بیت الرسالت میں جمع ہو کر شادیانے گانے لگیں۔
مسیحیتیں تو سب کی موزوں تھیں ہی۔ کسی نے ایک مصرعہ بھی موزوں کر دیا **فِيْ سَلَامٍ**
يَحْكُمُهُ مَا فِيْ خَلْدٍ۔ پیغمبر صاحب اندلیٹے ہوئے سنے رہے۔ علم الغیب کا ان کی طرف منسوب کرنا تھا
کہ اٹھ بیٹھے اور روک دیا۔ شراب حرام ہوئی تو جو برتن شراب کے لئے خاص تھے۔ دوسرے
اغراض کے لئے بھی ان کے استعمال کو منع فرما دیا۔ یوں اللہ کے حدود کی حفاظت کی جاتی ہو۔
تب کہیں جا کر لوگ ٹھیک رہتے ہیں۔ حدود کی حفاظت کرنا تو درکنار ہم بے احتیاطیاں کرنے لگے
ہیں خطرناک۔

اسلام کے احکام پر ایک اجمالی نظر ڈالو کہ مسجدیں سادہ۔ نہ ان میں کوئی تصویر۔ نہ مورت۔
بلکہ زیب و زینت اور نقش و نگار بھی ایجاد الاعد ہے۔ اور دیواروں پر جو کلمہ یا درود یا آیات قرآنی لکھ دیا
کرتے ہیں فقہاء اس کو بھی نادرست سمجھتے ہیں۔ پھر نماز میں نہ وصول ہوں نہ ناقوس ہیں نہ گھنٹے ہیں۔

۱۰ دوزخوں کی کھلی جماعت پہلی جماعت سے یوں کہ گویا ہمارے ہر دروازے پر دروازے ہیں کہ گویا ہمارے ہر دروازے پر
۱۱ گن غاب ہے ۱۲ ای المدیری قبر کربت نہ بنیو کہ گولہ کی پیش کریں ۱۳ ای مدہم میں اللہ رسول ہو جو کل کی بات کو جاننا تھا

نری قہرات۔ وہ بھی کئی نہ ہو۔ ٹکڑی نہ ہو۔ راگ نہ ہو۔ غرض داخل نماز اور خارج نماز کوئی چیز نہیں کہ صاف توجہ ہو۔ یہ ایک شان عبادت ہی اور عبادت ایسی ہی ہونی چاہیے

سجدہ میں پائے خم پر ہر کس لطف مست یوں عبادت ہو تو زاہد ہیں عبادت کے منے اور ایک شان وہ جو ہم ہر گان دین کے مزاروں پر دیکھتے ہیں۔ میں بہت بزرگوں کے عرسوں میں شریک ہوا ہوں تو کیا دیکھا کہ ٹھوس چاندی کے چوہوں پر زربفت کا شامیانہ تناہو۔ قبر قیمتی اور مکلف غلاف ہیں۔ تو توجھو لوں کے انبار لگے ہیں۔ اگر کی بقیان روشن ہیں۔ بیرون لبند خدام درگاہ مثل چوہداران شاہی صفت بستہ کھڑے ہیں۔ مزار شریف کے روبرو مشائخ سرنگون اور مودب بیٹھے ہیں۔ جیسے اراکین سلطنت۔ پائیں حلقہ میں رنڈیاں کھڑی مجرا کر رہی ہیں اوکس شمع کی زیادہ پابندی ہو تو قوالوں کا طائفہ جو ایک خوش رو۔ خوش گلوں کا غزل گارہا جو

شراب لعل کش و روئے مہ جبیناں میں خلافت مذہب آناں جمال ایساں میں ٹپہ اور ٹھری۔ اور چولی اور دادر اور دیس اور بہاگ اور بھیرویں اور سیلو جتنے راگ اور رگنیاں ہیں۔ اپنے اپنے دقت پر گائی جا رہی ہیں۔ وجد کی حالت میں کوئی حضرت کھڑے ہو جاتے ہیں تو سادی محفل کو ان کی تعلیم کے لیے کھڑا رہنا پڑتا ہے۔ اب اس شان کو اس سیدھی سادی مہذب باوقار متین شان نماز کے ساتھ ملا کر دیکھو۔ اور آپ ہی اپنے دل میں فیصلہ کر لو یہی وہ زیارت قبور ہے۔ جس کی نسبت پیر صاحب فرما گئے ہیں۔ گنت عجب تکرمون زیارۃ القبر والاکن ضرر دواھا فاعلموا عین الدنیا و ترعب فی الآخرۃ یہی وہ زیارت قبور ہے جس کے اجر و ثواب کی امید کی جاتی ہے؟ یہی وہ زیارت قبور ہے جس سے خدا کی عظمت۔ اور بے نیازی۔ دنیا کی بے ثباتی۔ انسان کی گودہ کیسا ہی بندہ مقرب و مقبول کیوں نہ ہو۔ عاجزی اور بے اختیاری کا خیال تازہ ہوتا ہے؟

بدیناگر کے پائے نہ بودے ابو القاسم محمد زنده بودے
میں تم قبروں کی زیارت سے نیک کیا کرتا تھا اور اب ان کی زیارت کیا کرو کیوں کہ قبروں کی زیارت دنیا سے بے غلی
اور آخرت کی طرف رغبت پیدا کرتی ہے۔

یہ تھا وہ فتنہ جو پیغمبر صاحب کو پہلے سے دکھائی دے رہا تھا۔ اور اسی کے انسداد کے لئے فرمایا لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَتَابِعِي اسی کے انسداد کے لئے قبروں کے اونچا کرنے پکبانے کی ممانعت کی تھی۔ کہتے ہیں کہ مشائخ میں بعض کو ایسا ملکہ ہوتا ہے کہ جس قبر کی طرف توجہ کریں۔ مقبور کا حال معلوم کر لیتے ہیں۔ کہ وہ سعید ہے یا شقی۔ اور صلیحی قبر سے ان کو فیضانِ مٹھتا ہے۔ شاید ایسا ہو۔ مگر ہماری جمیع پوچھی تو قرآن و حدیث ہے۔ سو ایک حدیث ام العلاء انصاریہ صحابیہ کی ہے وہ کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کو ہم انصاریوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان میں سے عثمان رضی اللہ عنہ ہمارے حصے میں آئے۔ اتفاق سے بیمار پڑے اور مر گئے۔ جب ان کو ہم لوگ کفن چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریف لائے۔ میرے منہ سے ایسے الفاظ نکلے کہ ان کے جنتی ہونے میں کیا شک ہو یہ تو خدا کے برگزیدہ بندے تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ تم نے کیوں کر جانا؟ میں نے عرض کیا یا حضرت یہ بھی برگزیدہ ہوں تو اور کون ہو گا۔ آپ نے فرمایا۔ اَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ وَاللَّهُ إِنِّي لَا أَجُودُكَ الْخَيْرَ وَاللَّهُ مَا أَدْبَعَنِي وَأَنَا ذَا رَسُولٍ اللَّهِ مَا يُعْصِلُنِي۔ اس کے بعد سے ام العلاء کا کرتی تھیں قَوْلَ اللَّهِ لَا آسَرَ كِي أَحَدًا أَبَدًا اَبَدًا عشرہ بشترہ مشہور ہیں یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ طلحہ رضی اللہ عنہ زبیر رضی اللہ عنہ عبد الرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ سعید بن زید۔ ابو عبیدہ ابن الجراح۔ دس صحابی جن کو پیغمبر خدا نے ان کی زندگی میں خدا کے حکم سے جنت کی بشارت دی تھی اور کھہ دیا تھا کہ تم جنتی ہو۔ اور امام حسن اور امام حسین اور حضرت فاطمہ اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور ام المہین عائشہ وغیرہ چند لوگ اور بھی ہیں جو عشرہ بشترہ میں نہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے سے ان کا جنتی ہونا معلوم ہو مگر ان بشرین باجنتہ کا کیا حال تھا۔ أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبٍ الْأَمَانِ

۱۰۔ ام المہیری رضی اللہ عنہا کو نبی تو کہ لوگ اُس کی پستش کریں ۱۱۔ لیکن اُس شخص کو موت جو امر بھنی ہو اچھوٹی۔ اور خدا کی قسم میں اس کے لئے بہتری کی امید کرتا ہوں۔ خدا کی قسم میں رسول اللہ کو بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جا بگا ۱۲۔ خدا کی قسم میں اس کے بعد کبھی کسی کو بے گناہ نہیں کتی ۱۳۔ یہی نے شعب الایمان میں ضحاک سے نقل کیا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میں راستے کے کنارے پر ایک درخت ہوتا پس میرے پاس (یعنی تو میرے پیچھے)

ہامی نہیں بھرے گا۔ اور نفسی نفسی کھ کر الگ ہو جائیں گے۔ آخر کار یہ خلعتِ بزرگی ہمارے پیغمبر صاحبِ آخر الزمان کو عطا ہوگا۔ اور خدا کی درگاہ میں سجدہ کریں گے اور گواہیوں گے اور اُمت کو بخشوائیں گے۔

مسلمانوں نے اپنی دنیا کو اتنا تباہ نہیں کیا جتنا دین کو۔ ہر ایک فرقہ جادہ استقامت سے منحرف ہو گیا ہے۔ فسادات سب میں ہیں۔ مگر جگہ افسوس کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام کو کسی فرقے کی خرابی نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا۔ جتنا کہ اس فرقہ مشائخ کی خرابی نے۔ علما ابھی اس الزام سے برسی نہیں۔ مگر انھوں نے اور طرح کی خرابیاں ڈالی ہیں۔ مشائخ تو ہمیشہ بدلتی ہی جلی آئی ہیں۔ وہ کچھ بڑی بات نہیں۔ اسلام کا بڑا فرقہ یہ ہے کہ اس نے آبِ حیاتِ توحید کو فطر (صاف) کر کے اس میں کسی طرح کی آمیزش نہیں رہتی دی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فرقہ مشائخ نے توحید کے ساتھ یہ کیا سلوک کیا۔ انا الحق۔ اور ہم۔ اوست دانا العرب بلا عین۔ اور انا احمد بلا ہم سے

احمد کو ہم نے جان رکھا ہے وہی احمد	مذہب کچھ اور ہوگا کسی بوالفضل کا
من آن وقت کردم حسد را بسجود	کہ ذات و صفات حسد اہم نبود

یہ اور اس قسم کی اور بہت آوازیں کہاں سے پیدا ہوئیں۔ اسی فرقہ مشائخ سے۔ پیشوایانِ مذہب یعنی یہ ان طریقت کی تنظیم میں اتنی افراد کہ اس میں اور عبادت میں فرق کرنا مشکل ہے۔ کہاں سے نکلی۔ اسی فرقہ مشائخ سے الفاظ کے مدلول ظاہر کو کس نے بدلا کہ شراب سے مراد ہے۔ شرابِ حد ساقی سے شہج۔ جام سے دل وغیرہ وغیرہ۔ اسی فرقہ مشائخ نے۔ شرع ظاہر کی کس نے تفسیر کی

نماز اہل سجدہ سجود است	نماز عاشقان ترک وجود است
------------------------	--------------------------

فرقہ مشائخ نے۔ میں نے بہت سوچ کر یہ بات نکالی ہے کہ جس طرح قرآن میں یَوْمَ تَكُونُ الْمُنْجَمُ اَمَّا يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ دِيَا مُرْدَن بِالْعَرُوفِ وَيَتَكَلَّمُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوَّلًا تَكَلَّمَ هُمُ الْفَلَكُ جَوْن كے مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیک راہ کی طرف بلائے بجلی باتوں کے کرنے کو کہے۔ اور بڑی باتوں کے کرنے سے روکے۔ اور یہی ہے ماخذ گروہ علماء کا داخلین کا

اسی قیاس پر یہ گروہ مشائخ کھڑا ہوا کہ ترکیب باطن اور اصلاح خیالات کرے اور واقع میں ایسے گروہ کی ضرورت تھی۔ کیوں کہ اسلام نے ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا اور ان **تَبَدُّلُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تَخْفُوهُ بِنَاسِكُمْ** یہ اللہ قرآن کی شان میں فرماتے ہیں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ جَاءَكُمْ مَوْحِيَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَشَاءٌ لِيَا فِي الصُّلُوحِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ**۔ مگر حضرت انسان ایسی طیر بھی بناوٹ کے ہیں کہ ان کا مرکز ثقل کہیں ٹھیرتا ہی نہیں۔ ظاہر پر جھکے تو ایسے جھکے کہ لگے شرعی حیلے تصنیف کرنے۔ وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ اور اُس میں مثلاً بولنے بات کرنے کی مناجاتی ہو جس کا مطلب واقع میں یہ ہو کہ آدمی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ ہمارے وظیفی صاحب ہیں کہ وظیفہ بھانستے جاتے ہیں اور ہوں ہوں اور اُوں ہوں اُوں ہوں اشاروں سے دنیا جہان کی باتیں ہو رہی ہیں۔

بندے کے ایک دوست تھے چاندی کے خاقدان میں گلو ریاں بھر دکر رکھنے لگے۔ کھانی ہوتی۔ تو خاقدان سے نکالی تیکے پر رکھ دی۔ تیکے سے اٹھاتی تھیں۔ میں نے پوچھا حضرت یہ کیا فرمایا۔ چاندی کے بانسوں کا استعمال منع ہو۔

وہ حکایت سنی ہوگی کہ ایک بزرگ مالک چندیں نصاب تھے۔ مگر کوڑہ کبھی نہیں دی۔ برس پورا نہیں ہونے پاتا تھا کہ زبانی بی بی کے نام ہبہ کر دیتے تھے۔ پھر بی بی سے اپنے نام ہبہ کرا لیتے تھے مگر کہاں گیا کھڑی مین۔

اس سے کہیں زیادہ غضب کی بات اور سنو کہ ایک مسلمان بادشاہ تھا کہ کیا ضرور ہوگا اُس کا نام ہوں، اُس کے محل میں ایک لونڈی تھی اُس کے باپ کی مدخولہ۔ وہ اُس لونڈی کو اپنی مدخولہ بنانا چاہتا تھا ایک فقیہ سے حیلہ پوچھا۔ فقیہ صراحتاً نے کہا۔ اُس کے مدخولہ اعلیٰ حضرت ہونے کا ثبوت؟ بادشاہ نے جواب دیا اُس کا خود اپنا اقرار۔ اس پر فقیہ صاحب نے

۱۷ تم دل کی باتیں ظاہر کرو یا بھپاؤ اور توبہ کا حساب لے گا ۱۸ اے کو تو تجھ سے رب کی طرف سے تمھارے پاس یہ ایک نصیحت آئی تو اور وہ باطنی بیاریوں کو شفا دیتی ہو اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہو ۱۹۔

فتویٰ دیا کہ لوٹدی ہے۔ اس کی عدالت مخدوش گواہی۔ نامقبول۔ یہ ہر وہ گروہ ظاہر آباد باطن جواب
غیرت اجازت نہیں دیتی مگر مجبوری کہنا پڑتا ہے کہ کثرت سے بد معاملگی اور خست نفس دیکھتے دیکھتے
لوگ تشرع ظاہری سے بہ گمان ہو گئے ہیں غرض جنہوں نے ظاہر کا پہلو اختیار کیا۔ اس کی یوں
مٹی پلیدی کی۔ اور جو باطن پر دھلے لگے خدائی کا دم بھرنے لگے اُنسٹعل عتافلعل وھم یسئلون
فقیر اور درویش اور شاخ یہ سب الفاظ ہیں مراد ہم دگر ان لوگوں کی تعلیم کالب لباب ہر زہد۔
ایک مثال ہو کہ جب نیکو موقع ملتا ہے اسی کا اعادہ کیا کرتا ہوں۔ اس واسطے کہ اس سے بہتر کوئی
مثال نہیں سوچتی۔ وہ یہ ہے کہ دین طب روحانی ہے طبیب کا کام ہے کہ ہر مریض کو اس کے مناسب
حالت دوا دینا شاید کوئی مریض ضعیف و ناتوان ہو۔ اس کو دوائی متوی وی جاتی ہے کوئی بیجان
کی وجہ سے محتاج تغیر ہے۔ طب کی کوئی سی کتاب اٹھا کر دیکھتے نہیں۔ غدیہ کی دگر بعض کمزور
کرنے کے ہیں بعض طاقت بڑھانے کے۔ اب یہ طبیب کا حصہ ہے کہ کس کو کیا مرض ہے۔ اور
اس کو کون سی دوا دینی مناسب ہے طبیب نسخہ نہیں تصنیف کرتا۔ نسخے کتاب ہی میں لکھے موجود ہیں
بلکہ یہ تجویز کرتا ہے کہ ان نسخوں میں کون سا نسخہ اس مریض خاص کو مفید ہوگا۔ بعینہ ہی حال ہے دین کا
ایک وقت تھا کہ مسلمانوں میں سلطنت تھی حکومت تھی۔ دولت تھی۔ یہاں تک کہ لوگ جموں میں
میں روپے بھرے ہوئے مدینہ شریف کی گلیوں میں پکارتے پڑے پھرتے تھے۔ کہ کسی کو حاجت
ہو تو بولو۔ کوئی ہامی نہیں بھرتا تھا۔ کیوں کہ ہر شخص بجائے خود سستی تھا وہ وقت تھا تعلیم زہد کا
جیسے برسات کی آمد میں صفر کا جوش ہوتا ہے۔ اور زلال آلو بخارا۔ اور زلال تھر ہندی اور خمین ہو
وغیرہ صفر شکن دوائیں استعمال کرائی جاتی ہیں۔ اگر اس وقت زہد کا چہرہ نہ پھیلا یا جاتا تو مسلمانوں
کو دنیا کا خمہ ہو گیا ہوتا۔ لیکن اب کیا حال ہے۔ خدا تعالیٰ سلطنت روم کو سلامت رکھے کہ وہاں سے
عربین شریفین کے لوگوں کو تیسری کچھ فتوحات ہے۔ ادھر موسم حج میں خاطر خواہ آمدنی ہو جاتی ہے
مگر ہمارے اپنے جموں برادران اسلام کا کیا حال ہے۔ ماشار الہ آباد بڑا پنجاب اس کثرت مسلمان
نہ خدا بیکرتا ہے اس سے کہ کوئی نہیں پوچھ لگتا۔ اور لوگ جو کچھ کرتے ہیں اُن سے کئے ہوئے کی باز پرس کی جائے گی ۱۲

انجمن حمایت اسلام نے جلدی کی اور شاہین خطرناک جلدی کی منکر کیوں؟ انھوں نے خدا پر توکل اور اپنی قوم پر بھروسہ کیا انھوں نے سمجھا کہ مسلمان لاکھ بگڑ گئے ہیں تاہم میں تو مسلمان بیتقیان ہی کی نسل ان ہی کے نام لیا انھوں نے خاکِ مذلت سے ابھرنے کا ارادہ کیا تو فلک الافلاک حرج پر جا بار بجے اتنی قلیل مدت میں جس کو دوسری قوموں کے مقابلے میں طرۃ العین کہنا بھی مبالغہ نہیں اس کا شجہ جلدی سے وہ بلند ہوئے تھے۔ ایک بارگی دھڑام سے گر پڑے ہوتے۔ وہ مرگ مٹا جاتا بہت بہتر ہوتی اس سے کہ پڑے سسٹک رہے ہیں لاشیں موت دکھائی گئی۔ اور یہ نہیں کران کے جاں بڑھنے کی اُمید نہیں اُمید ہے۔ اور تدبیر بھی معلوم ہے وہ تمھاری یہی حمایت اسلام ہی مگر بندگانِ خدا دراتم بھی تو ماتھ پتاؤں ہلاؤ سالانہ جلسہ لگے دیکھ کچے فقر اور کچے دیکھ کچے تو ابھی ہو کر کس کام پر نظر کرتے جس کو شروع کر بیٹھے ہو۔ اس قدر ہی جیسے پیاسے کو اوس۔ سرکار نے ہندوستان کی مردم مادی کرنی چاہی۔ ایک دن ایک وقت مقرر کر دیا۔ اس سرے سے اُس سرے تک سارے ہندوستان کی مردم شماری ہو گئی تم سے اور کچھ نہ ہو سکے تو اتنا ہی کرو۔ کہ اسی طرح ایک دن مقرر کرو اور اس کا نام رکھو روز گدائی۔ یہ روز روز کے مانگنے سے لوگوں کو مسادات سی ہو گئی ہے اور رہی سہی اور ہو جسائے گی اس دن تمام پنجاب میں انجمن کے لئے بھیک مانگی جائے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ شاید وہ اخیر بھیک ہوگی۔ اغراض انجمن کے لئے بخوبی کافی۔ مگر تم تو یہ چاہتے ہو کہ لا دو لا دو لا دو نے والا ساتھ دو۔ سو مائی ڈیرا کچا کام مہا کام خدا تمھارے دلوں میں القا کرے۔ کہ یہ تمھارا اپنا کام ہے جس دن اس کو اپنا کام سمجھو گے۔ بس پھر چکی بجاتے میں جو ادھر ہے۔ بھلا قوم کی یہ حالت ہو کہ سارا پنجاب تباہ و برباد ہے کھانے نہ کھڑے۔ تو ہر قوم کو زہ کھانے کا کیا موقع ہے نہیں نہیں۔ میں اپنے اس مقولے کو ممبران انجمن حمایت اسلام کی مخالفت کے ڈر سے واپس لیتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ جب مسلمانان پنجاب اپنا ایک کالج قائم نہ کر سکے۔ اور یہ جو تم نے بے اس بے سمائے ایک ڈھونڈا مارکی آف اسے کالج کالج کی ہنسی کھڑا کر لیا ہے اس کی تو میرے ذہن میں کچھ بھی وقعت نہیں

غرض جب مسلمانانِ پنجاب اپنا ایک کالج قدیم نہ کر سکے تو ان کو تعلیمِ زہد کی سخت ضرورت ہو۔ مگر کس طرح پر کہ جو کچھ لوگوں کی زیادہ نہ ضرورت سے زائد ہو۔ اور جب آدمی نے زہد کا دم بھرا تو سوائے اس کے کہ دفعِ حر و برکے لیے کچھ مٹا یا جھوٹا کپڑا پہن لے اور قوتِ عبادت کی غرض سے بقدرِ کفایت کچھ کھا لیا کرے۔ اُس کو اور کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔

حرصِ قانع نیست صاحبِ در نہ سبائیں | انجمنِ درکار دارم بیشتر درکار نیست

اس حاصلِ ممبرانِ محسنِ حمایتِ اسلام تو یہی رائے دیں گے کہ مسلمانوں کو زہد کی تعلیم دی جائے تاکہ جو کچھ لوگوں کی زیادہ نہ ضرورت سے زائد ہو۔ وہ سب انجمن کے حوالہ کریں۔ مگر ایسے زہد کی تعلیم کس پر بھی۔ ایسا نہ کوئی کرتا بھی ہو۔ کوئی کر بھی سکتا ہو۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فَضَّلُوْا اِيْمَانًا دِيْنًا فَهِيْمٌ عَلٰى مَا مَلَكَتْ رِيْمًا فَهُمْ مُّسَوُّوْنَ وہی جیسے میں نے اب سے دو مہینے پہلے علی گڑھ کالج میں کہا تھا۔

مگر ترک دنیا کچھ آساں نہیں ہے نصوابِ طیر بانہیں بولے ہیں خدا کے یہ طامات و دعویٰ ہیں دھوکے کی طمّی	دکھائے کوئی کر کے برز عسمِ نچر نہ بدے نہ بد لیں الی یومِ محشر اگر زہد ہو بھی تو زہدِ بزمِ زور
--	---

جو لوگ زیادہ بنتے۔ اور دوسروں کو زیادہ بنانا چاہتے۔ وہی لوگ ملکی خیرات میں سے لائسنز شیر (غالب حصے پر قابض و تصرف ہیں۔

اگرچہ دینِ اسلام کے ہر ہر شعبے میں فتور واقع ہو گیا ہو۔ مگر شبیہِ فقر میں سب سے زیادہ وہ گھٹائی تھی ہی دشوار گزار۔ شائع نے ایک دم سے بلا امتیاز سب کو مونڈنا شروع کر دیا۔ ہر مہر آید در پیش۔ نگذار درویشِ نتیجہ یہ ہوا کہ فقیری تہم ہو گئی بجا۔ بدنام ہو گئی بواجب۔

آدمیوں کی طبیعتیں اس قدر مختلف واقع ہوئی ہیں کہ سب کو ایک طرح کی تعلیم دینے سے فائدے کے عوض اُلٹا نقصان ہوتا ہو۔ اور جو حال دنیاوی تعلیم کا ہو وہی دینی تعلیم کا بھی ہو۔

لے جن کو ضرورت سے زیادہ روزی دی گئی ہو وہ اپنی روزی اپنے غلاموں کو نہیں بانٹ دیتے کہ وہ ان کے برابر ہو جائیں۔

ہمارا سرشتہ تعلیم کیا غلطی کر رہا ہو۔ یہی کہ سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنا چاہتا ہو جس کا ثمر پیش
 رس پویشیل کا ٹکڑا ہے رعایا سے ہندوستان میں ہم مسلمانوں سے بھی بڑھ کر کسی قوم کو سلطنت
 کے پھر حاصل کرنے کی خواہش ہو سکتی ہو۔ ہم سے سلطنت چھنے ہوئے بہت سے بہت تین چار
 پشتیں ہوئی ہوں گی جب کہ دوسری قوموں کی میں میں پچیس پچیس غلامی میں گل گئیں۔
 ہماری سلطنت کے آثار مدہم ٹپکے ہیں مگر مٹے نہیں۔ اس کا وہ غل نہیں کہ کان پڑی آواز
 سنائی نہ دے۔ مگر بھننا ہٹ سی اب بھی ہو جب کہ دوسری قوموں کے پاس شاہ نامے کا ایک
 افسانہ ہو۔ اور اس مسلمان سلطنت کو اس طرح یاد کرتا ہو جیسے ایک سال کا دودھ چھوٹا ہوا بچہ دودھ
 کو اس کے مقابلے میں دوسری قوم کا بڑھا چھوٹا ہو اور اس کو یاد دلایا جاتا ہو کہ اُس نے کچن میں
 دودھ پیاتھا۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہو بالیں ہمہ ہم میں جو کچھ دار ہیں اس بات کو اچھی طرح
 سمجھتے ہیں کہ جن دنوں ہم کو سلطنت حاصل تھی چال تھی باحقاق اب گر چھن گئی ہو تو بھن بھی گئی ہو اتفاق
 اب زمانے کا وہ اگلا سا رنگ نہیں رہا۔ دنیا اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ ہم میں سلطنت کرنے کی صلاحیت
 ہی نہیں کہ اس کی آرزو کریں۔ زوال سلطنت کچھ بچوں کا کھیل نہیں کہ تھی تھی نہیں تو نہیں سہی سلطنت
 کے مٹ جانے سے قومیں مٹ گئی ہیں۔ گو یا سلطنت قومی زندگی تھی شکر ہے کہ ہم رعایا بھی بنے تو ایسا
 کی کہ جنگی عملداری میں ہم کو اپنی سلطنت سے زیادہ آرام و آسائش ہو۔ اب اگر ہم مٹتے ہیں اور مٹتے
 میں باقی ہی کیا ہو تو اپنی کاہلی اور نااہلی سے بے شک سلطنت بڑی چیز ہو اور کیوں نہ ہو اللہ جل
 جلالہ اللہ
 کی شہنی نے سلطنت کی قدر بڑھا رکھی ہو یا اس کی قدر و منزلت کریں تو وہ لوگ کریں۔ جو حکومت کے سوا
 اور کسی تدبیر سے دولت نہیں کما سکتے مگر بادشاہ جیسے رعایا سے مناجا لیتا ہو۔ ویسے ہی اس کو ملک کی
 حفاظت اور انتظام کے لئے خرچ بھی کرنا پڑتا ہو گورنمنٹ آف انڈیا اتنی بڑی سرکار کہ آج کوئی سلطنت
 حاصل میں لگا نہیں کھا سکتی۔ مگر چند روز سے چاندی کا بھلا تترزل ہو رہا ہو گورنمنٹ آف انڈیا ہو کہ

بدو اس ہو۔ آدمک۔ خرچ زیادہ۔ ٹیکس لگاتی ہو تو رعایا ناخوش ہوتی ہو نہیں لگاتی تو پورا نہیں پڑتا۔ یورپ یورپ نہیں ہو گیا سلطنت کی بدولت۔ بلکہ علم و ہنر کی بدولت۔ سو علم و ہنر کے حاصل کئے کے لئے نہ کوئی ہم کو روکتا نہ روک سکتا۔ بلکہ طرح کی ترغیبیں دیں اور سونپیں ہم بھینچانی جاتی ہیں لوگوں نے تو اس لائن میں کچھ کیا بھی ہو۔ مگر بے نصیب مسلمان اس نعمت سے گویا کہ محروم مطلق ہیں۔ اسے کرنا چاہتا تھا من بھر۔ اور کیا چھٹانک۔ تو اس کرنے کو کرنا نہیں کتے۔ اس کا تم کو کیوں کر یقین ہے اس کا یقین آئے مشاہدے سے۔ کہ جس آفس میں جاؤ جھڑا ہندو۔ ادھر تو کوئی اسم کا مارا کلا گاٹا مسلمان دکھائی بھی پڑتا ہو۔ ذرا ہماری طرف چلو۔ بجی ہر اس۔ بنگالے پر نظر ڈالو تو مسلمان دو اکو ڈھونڈا نہیں ملتا۔ اور شاؤنادر ہو بھی تو وہ ایسا بے مناسبت۔ بے چارہ معلوم ہوتا ہو۔ جیسے ہنسوں کی نجایت میں کوئی مسلمان کسا نہیں ملتا۔ کچھ یوں میں تافسوں میں۔ نرموہ تاجران مال دار میں۔ گردہ رینداران۔ وکاشکاران مرفعا حال میں۔ غرض کسی کی جماعت خوش پوش میں۔ مگواں کچھڑے قلعی گر گھٹکے موہار۔ بڑھئی۔ مہار۔ بیلدار۔ درزی جام۔ سقے۔ دھوبی۔ پھیری پتھر والے مہاجنوں کے دربان چوکیدار۔ خدمت گار۔ ڈھول تیلے۔ نفیری بجانے والے۔ غرض جتنے مبتذل کام ہیں۔ مسلمان بھائی گویا ان کے ٹھیکہ دار ہیں۔

تعلیم کے اعتبار سے مسلمانوں کا پھسڑی ہونا جانتے والے تو جانتے تھے۔ مگر وہ جاننا ایک بہم طور کا۔ اب کے علی گڑھ کے کانفرنس میں مسٹر سید محمود اور فاضل الملک نے ڈائیکرام نقشے بنا کر ہال میں لٹکا دیئے اور سب نے مشاہدہ کر لیا۔ مسلمان تعلیم کے کس درجے میں ہیں اور کس درجے میں ان کو ہونا چاہیئے تھا۔ اور کتنے میں اور کتنے ہونے چاہیئے تھے۔ بنگالو ایسا خیال پڑتا ہو کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں تقریباً ایک اور تیس کی نسبت تھی نہیں نہیں بنگلو کتا چاہیئے ہندو اور مسلمانوں میں تین اور ایک کی نسبت تھی۔ اور پھر یہ تو ایک خاص بات تھی جو حالت کا اصلی معیار نہیں۔ اگر اسی طرح کے ڈائیکرام۔ تجارت اور زمینداری اور دستکاری کے اعتبار سے ہزار پتی اور کھج پتی اور کروڑ پتیوں کی بنائے جاتے تو میں خیال کرتا ہوں کہ مسلمان آدمی پتی

یا کچھ کوڑی پتی ہوں تو ہوں یہ تو حالت ہو۔ اور خدا جانے کس خیم کا بیر نکال رہے ہیں۔ کہ ہم کو چھو کا گناہ بھی نہیں دیکھ سکے۔ مسلمان کچھ ایسے احمق ہیں۔ اور تعلیم وقتی سے گریزاں ہیں۔ تو ان کے احمق ہونے میں ہر کہ شک آرد کہ فردوس غرض کچھ ایسے احمق ہیں کہ جھٹ سے جھانے میں آجاتے ہیں اور انجام کار نہیں سوچتے۔

۱۸۵۷ء کے فدر کے دن کی بات ہو۔ ہندو سپاہی کارنوس پر پڑے مسلمان یہ سچے کھلاوا
ان کا چولی دامن کا ساتھ ہوا ان کے پیچھے ہوئے۔ بھگتا سو بھگتا اور جھیللا سو جھیللا۔ ابھی وہ زخم ابھی
طرح مند مل نہیں ہوئے کہ ہندوؤں نے کانٹوں میں نکال کھڑا کیا اور جیسا ان کا قاعدہ ہو مسلمانوں کو
بھی لگایا۔ خدا اس نہجری سرسید کا بھلا کئے کہ اس آگ میں گرنے سے روکا۔ ورنہ مسلمانوں
کے جھکے کی یہ دوسری قیامت تھی کہ ان کم بختوں کے دلوں میں مارشل سپرٹ (سپر گری) کا
شعلہ تو ٹٹما ہی رہا ہو۔ خدا نہ کہے کہ ان کو گورنمنٹ سے بدگمانی ہو جو نیشنل کانگریس کا ضروری نتیجہ
ہو۔ گورنمنٹ کا تو یہ اور ایسے ایسے ہزار کیا کر سکتے ہیں۔ مگر ہاں اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیتے اور ہم
ان کو روپیٹ پکھتے کہ میں اب یہ نہیں پیٹے۔ انسان کچھ ہی کا فرعت اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرًا
(انسان ناشکر ہو) جو نعمت اس کو حاصل ہوتی ہو وہ اس کی قدر نہیں کرتا۔ جب تک کہ وہ نعمت
اُس سے صلب نہ کر لی جائے۔ قدر نعمت بعد زوال ایک مشہور بات ہو اور جیسی مشہور ہو جیسی
صحیح بھی۔ ہم نے تو خدا کے فضل سے انگریزی عمارتوں میں آٹھ کھولی ہو۔ خدا اُس کو ابدال آباد
تک سلامت رکھے۔ پچھلی عمارتوں کی مصیبتیں۔ رند کی لوٹ مار۔ ڈاکے۔ بے اطمینانی۔
بد امنی۔ حاکموں کے ڈنڈے۔ بی گار۔ ہنگامے۔ خانہ جنگیاں۔ قتل و غارتگری۔ دیکھیں نہیں۔ او
خدا دکھائے بھی نہیں تو کسی قدر بندگان سے نہیں اور بہت کچھ کتابوں میں پڑھیں جھکو تو حیرت
ہو کرتی ہو کہ ایسی بے گیلیوں میں نسل آدم متطیع کیوں نہیں ہو گئی۔ اب چشم بدور ایک عمارتوں میں
ہو کہ شیر گیری کا ایک گھاٹ پانی پینا ایک شاعری خیال تھا۔ یہاں ہر جگہ اور ہمہ وقت یہ
ہو رہا ہو جیسا کہ لکھتے۔ مدراس پٹی۔ یا دوسرے بلاد میں جو گورنمنٹ سیٹ (دار الحکومت) ہیں

وینسا ہی پہاڑ کی کھوپڑی میں جنگلوں میں - شہروں میں - قصبوں میں - گاؤں میں - آبادی میں -
 ویرانے میں ییل تار بقی - ڈاک - در سے - شفا خانے - نہریں کلیں - انواع و اقسام کے ساز و سامان
 زندگی - ہر طور کے انتظام - ہر طرح کے بند و بست - میں نہیں سمجھتا کہ اس سے بہتر اور کیا عملدار ہی ممکن
 ہی - ہم نے تو جب سے ہوش بنگھالایا ہی دیکھتے رہے - اتروں سے برسوں بہتر تھا - برسوں سے کل -
 کل سے آج - آج سے آج - ان شاء اللہ آنے والا کل ضرور بہتر ہوگا - اور کل سے برسوں - برسوں سے
 اتروں - اور اسی طرح برسوں برسوں - پھر ہیں تو آدمیوں ہی کے انتظام - یہ لوگ حضرت مین ہی
 کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں - اپنے نہیں تو خدا کا بیٹا نہیں کہتے - کچھ نہ کچھ نقص تو آدمی کے انتظام میں
 رہے گا - دنیا ترستی کرتی چلی جا رہی ہے - نئی نئی ضرورتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں - نئی نئی حاجتیں لیکن گنگو
 اس میں ہو کہ آیا یہ نقص ایسے ہیں کہ ان کے لئے اتنا آشوروں غل مچایا جائے - عرض حاجت کو کوئی منع
 نہیں کرتا یہ سب قابل اعتراض ہی بات ایک ہی ہوتی ہے اور طرز ادا مختلف - نوش جان فرمائیے تنلوں
 کیجئے کھائیے - ایک طرز ہے - گلو - ٹھونسو - زہر مار کرو - یہ دونوں طرز ہیں جیسا کہ متفاد اثر رکھتی ہیں ہر شخص
 سمجھ سکتا ہے - جنٹیل کانگریس نے ایک تو پیرایہ عرض مطلب بلا اختیار کیا جو وہ مانگتے ہیں گورنر کے
 جگہ ڈرہ اگر دعا کے عوض گالیاں دے کر خوشاد کے بدلے ہیکر وہی سے -

دنیا کا انتظام مین ہی فرق مراتب پر کہ ایک ایسے ہی ایک غریب - ایک حاکم ہو - ایک محکوم -

ایک باپ ہو ایک بیٹا - ایک استاد ہو ایک شاگرد جَعْلُنَا اَبْنًا لِّكَ لِحُضْرَتِ مُحَمَّدٍ ﷺ

گورنر فرق مراتب نہ کنی زندگی

اسلام سے بڑھ کر کوئی مذہب سلف و سبط خود داری کیا کھائے گا کہ خدا سے غیر مرئی و ماضی
 کے سوائے مسلمان کسی آگے جھکتا ہی نہیں - اس پر بھی تو حکم ہوا اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ
 اُولٰٓئِیْہِ لَا مَعْرَہَ لَکُمْ تَعَصَّبَ لَوْکَ لَفُظٌ مِّنْکُمْ سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ جس حاکم و امت کی اطاعت
 ہم سے تمہیں سے ایک کو ایک کا تابع بنایا ۱۲۵۵ھ کا حکم مانو اور اللہ کے رسول کا حکم مانو اور ان کا جو قسم میں

لازم ہو وہ ہم میں سے ہونا چاہیے۔ یعنی مسلمان۔ حالانکہ منکرم کی قید قید اتفاقی ہی اور التفصیل و
 وَالْأَكْثَرُ مِنْهُمْ كَذِبٌ اَصْلًا جہاں اس کا اتفاقی ہونا پکار رہا ہو۔ پس ہم مسلمان تو نہ بہا طاعت حکام پر
 مجبور ہیں اور جو فعل موہم سرکشی ہو۔ ہمارے یہاں منہیات شرعیہ میں سے ہو۔ بے شک جن شے میں
 کا انکسار عبارت ہو اس الزام سے بہت بڑے ہیں۔ اور ہم کو تعین کر لینا چاہیے کہ وہ حکام کے نہیں
 گورنمنٹ کے بچے غیر خواہ ہیں۔ مگر یہ تو فرمائیں۔ کہ عوام جو حکام اور گورنمنٹ میں کچھ فرق نہیں کرتے۔
 اور نہیں کر سکتے۔ اور انھوں نے برٹش گورنمنٹ کے اصول کو نہ سمجھا ہو نہ سمجھیں گے۔ اپنے دل میں
 کیا کہتے ہوں گے۔

اس معاملہ خاص میں ہماری اور ہندوؤں کی ایسی مثال ہے۔ جیسے ایک گاڑی میں دو گھوڑے
 جوت دیئے گئے ہوں ایک ہٹا کٹا اور تیز رو۔ اور دوسرا مریل سست قدم بہت تیز رو دانہ
 گھاس کے لئے جلدی چھا رہا ہو۔ اور مزاج کا بڑا کڑوا۔ ایک طرف ساتھ والے جانور پر منہ مارتا ہو اور
 دوسری طرف دولتیاں جھارتا ہو۔ ایسی بے طرح کہ شاید سارے توڑ والے گاڑیاں کو نقصان ٹھینچائے گا۔
 افسوس ہے کہ اس کو اپنے زور کے گھمٹ میں اپنے ساتھی کے حال پر مطلق نظر نہیں۔ ورنہ ذرا صبر کرے۔
 اور اس کو بھی نباہ لے جائے۔ کوچان اگر ہو شیار ہو۔ اور بے شک ہو شیار ہی تو وہ سارا اور گھی کو
 ٹوٹے پھوٹے نہیں دے گا۔ گھاس مریل کو کیا کرنا چاہیے۔ سوائے اس کے اور کچھ چارہ نہیں کہ جان
 توڑ کر محنت کرے۔ اور اپنے زبردست ساتھی کا ساتھ دے۔ ورنہ بکرے کی ماں کب تک جبر لے
 کوئی اس کو گاڑی سے کھول تو دے گا نہیں۔ ایسے کوڑے پڑیں گے کہ یاد ہی تو کرے گا۔ اس کا اپنے
 آوازنا ساتھی سے امید کرنا کہ وہ اپنی رفتار کو مدد دے اور دانہ گھاس کی خواہش کو فرو کرے۔ توقع فضول ہونے
 کے علاوہ اس کی ناکسی اور نانت اور پست ہمتی کی دلیل ہے۔

جن باتوں کے لئے نیشنل کانگریس نے اوہم چارٹی ہو۔ نظر دور بین میں ان کی اس سے
 زیادہ وقعت نہیں جیسے کوئی نادان پچھلی کے کھلونوں کے لئے چلے اور ضد کرے فرض کر دے نیشنل
 ملک میں امن قائم ہونے پہچے فساد مت پھیلاؤ۔

کانگریس کے مطالب گروہ خاص کی خود غرضی پر مبنی نہ ہوں۔ اور فرض کرو کہ نیشنل کانگریس کو اپنے مقاصد میں کامیابی بھی ہو۔ اور فرض کرو کہ مسلمانوں کے حقوق بھی پامال نہ ہوں تاہم مسلمانوں پر اگر وہ ایسے کھلونے پا کر خوش ہوں بہم تو اس سے رضامند ہونے والے ہیں نہیں۔ کہ چند مسلمان کٹری نوکریاں پا جائیں۔ گو وہ نوکریاں کیسی ہی بُری کیوں نہ ہوں۔ تو موجب سنبھلے گی۔ اگر سنبھلا تقدیریں لکھا ہو۔ تو تعلیم ہی سے سنبھلے گی۔ پس یک درگیر و حکم گیر جو قومی خیر خواہی کا دم بھرتے ہیں۔ وہ اور جن کے حق میں خیر خواہی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سب کے سب کفنی واجدہ ستوباندہ کر تعلیم کے پیچھے پڑو۔ اور سب اس کا مزہ چکھ لو گے تو تم آپ پر واجب تو ہیں کرنے کے کہ نوکری ہی کیا بلال۔

میں نے چاہا تھا کہ نیشنل کانگریس کے متعلق ایک نقطہ بھی منہ سے نہ نکالوں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ مرض آج کل کے تعلیم یافتوں ہی کو ہوتا ہے۔ اور ان کے دماغ اس خلل سے ماؤن ہونے کے لئے زیادہ آمادہ ہوتے ہیں۔ اس واسطے کہ اول تو تعلیم پوری نہیں۔ تعلیم پوری ہوتی تو ان کی یہی کمادات ہوتی جیسا کہ اہل کتاب کے حق میں خدا نے فرمایا **يُفَضِّلُ الْفَتَىٰ عَلَيْهِمْ مَرْكَاتٍ مِّنَ الشَّجَرِ ۚ** **وَالْأَكْضَىٰ** اور **لَا تَكُونُوا مِّنَ الْفِتْنَةِ ۚ وَمَن يَفْتِنِ فَاُجْرَتُهُ مَن عَمِلَ فَاِتْمَارَ الْيَوْمِ ۚ** اور **عَمَّا جِ** رزق معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تعلیم پائی۔ بلکہ بہارِ جہونکتا رہا ہے۔ اس کو ہوتا چاہیے تھا ذوقِ نو نوکری ہی۔ تو نوکری ورنہ

تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

تو ہر جاتی تو اپنا بھی یہی طور سہی

نقصانِ تعلیم کے علاوہ ایک نقصان ہے اس کی قسم کہ جس کی طبیعت مناسب ہو وہ اور جس کی طبیعت مناسب نہیں وہ جس کا پیشہ ہو وہ۔ اور جس کا پیشہ نہیں وہ۔ جس کو ضرورت ہو وہ۔ اور جس کو ضرورت نہیں وہ۔ بیٹرباد سے کی طرح تعلیم میں ٹھٹھے چلے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ سب کا مقصود اصلِ نوکری۔ یا الٹی نوکریاں آسمان سے برس گئی یا زمین سے اُبلیں گی۔ اور زمین میں گی۔

لے ہم ان پر آسمانِ افروزین کی برکتوں کے دروازے سے درگھول دیتے ۱۷؎ ان کو روزی ملتی پرتی اپر سے یعنی آسمان سے اور پاؤں کے تلے سے یعنی زمین سے ۱۸؎

اور نہیں اُٹھیں گی تو یہ ٹڈی دل کہاں سے پلے گا۔

یہی غلطی جو تعلیم کے بارے میں ہو رہی ہے اور اس کے آثار بدترتب ہو چکے ہیں یہی غلطی اور میں بیکرستا ہوں یہی غلطی اس مذہبی تعلیم میں ہوئی۔ اور ہو رہی ہے جس کا نام ہے درویشی فقیری زہد۔ اصلاح باطن۔ طریقت۔ پیری مریدی۔ دنیاوی تعلیم بھی دو قسم کی ہے۔ ادنیٰ اور اعلیٰ۔ ادنیٰ تعلیم وہ ہے جو اکثر افراد کو ہونی چاہیے۔ تاکہ جو جس شان میں ہو۔ بھلا آدمی ہو۔ اگر وہ سوسائٹی کو کچھ فائدہ نہ پہنچائے۔ تو وہ سوسائٹی کو درہم برہم بھی نہ کرے۔ کسی سے ڈٹ نہیں جھگڑے نہیں کسی کو گالی نہ دے۔ چوری نہ کرے۔ جمانہ کھیلے۔ بدعاش نہ ہو لینے پبلک پیش (امن عام) میں اس کی وجہ سے کوئی خلل واقع نہ ہو۔ اس سے بڑھو تو وہ اعلیٰ تعلیم ہے۔ کہ جس نے اس درجے کی تعلیم پائی ہو اس کو ہونا چاہیے۔ سوسائٹی کا بھیکٹر دفع رسالہ اور ظاہر بات ہے کہ ایسی تعلیم صرف خاص خاص آدمی پاسکتے ہیں۔ اسی طرح دینی تعلیم کے دو درجے ہیں۔ عام در خاص۔ عام وہ ہے جس کو شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور خاص وہی درویشی فقیری وغیرہ جس کے لیے خدا خاص خاص طبیعت پیدا کرتا ہے۔ جب وَضَعَ الشَّيْءَ فِي غَلْوَتِهِ كَيْفَ كَانَتْ اس کا یہی حال ہوگا جو اس زمانے میں درویشی کا ہو رہا ہے۔ غرض دین کے دین اسلام کے یہی دو درجے رکھتے تھے۔ شریعت طریقت۔ جن کی حقیقت میں نے بیان کی۔ اور بیان بھی کی ڈرتے ڈرتے کہ بایں گھٹنا کھولنا اور آپ ہی لاجوں مرنے۔ دین کا تو ہم لوگوں نے یہ حال کر دکھا ہے۔ اور خوکے بدرابمانہ بالسیار تجویزیں یہ ہو رہی ہیں کہ انگریزی تعلیم اور مذہب کو کیوں کر جمع کیا جائے۔ نیز شک ہے اتنا تو ہوا کہ دونوں کے بیچ کرنے کی صلاحیں درپیش ہیں پہلے تو اسلام ایسا اکھل کھرا دکھا کھرا چڑھا چڑھا کہ انگریزی تعلیم کے نام سے چڑھنا تھا۔ دونوں میں رقابت کا سایہ تھا۔

ہم اور رقیب دونوں ہرگز ہم نہ ہوں گے | ہم ہوں گے وہ نہ ہوں گے وہ ہوں گے ہم نہ ہوں گے

یا وہی آفتاب اور لبادہ۔ اب مسلمانوں کو مقتضائے وقت کا احساس ہو اور لبادہ لگا کاٹنے کہتے ہیں کوئی ایسی صورت نکالو کہ لبادہ آزار نہ پڑے۔ اجمی جناب یہ اُترے اور اس

باب دادا اُترے یا یہ کہ تم سمندر پار اتر جاؤ وہاں ایسی گرمی نہیں ہے۔ تم تو یہ جیسا جو گئے تھے جیسا کہ جب بچکوں کے تب بچکوں گئے۔ لبادہ کی خبر لو کہ وہ بچکل چلا۔ مسلمانوں کو انگریزی وضع سے کیسی نفرت تھی۔

اب جو؟ بالکل نہیں یا اُس کا عشرِ عشر بھی نہیں۔ ممکن تھا کہ مسلمان انگریز کے ساتھ کھانا کھاے

اور مسلمان بھی رہے اب کیا حال ہے ہم جیسے غریب آدمیوں کو تو یو چھتا کون ہے جن کو خدا نے دنیاوی

عزت دی ہو۔ اور خدا ان کی عزتوں کو برقرار رکھے۔ یہ تو میں نہیں گستاخ تبرک سمجھ کر کھاتے ہیں۔ ہاں

غز تو بے شک کرتے ہیں خیرانِ ربانی تکتوں کو رہنے دو۔ وہ باتیں لوحِ جن کے بارے میں قرآن

ناطقين يا ايها الذين آمنوا الاتخذوا اليهود والنصارى اولياء بعضهم اولياء بعض ومن

يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ يُرِيهِمُ سُبُلَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔ اس آیت کے لفظوں کو دیکھو اس سے

بڑھ کر غائب ہو سکتا ہے۔ ان الفاظ کے اور کفر و ارتداد کے ایک ہی معنی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ

وہ موالات جس پر خدا کا غیظ و غضب ہو۔ ہر کیا چیز؟ ہمارے علم میں ایک مدت تک مطلق دوستی

اور محبت کے معنی ایسے جاتے رہے۔ اب بھی ایسے جاتے ہیں لعنت میں بھی یہی معنی نکلیں گے۔ مگر کسی

شامت انی ہو کہ دریائیں رہ کر مگر گنچہ سے پیر کرے۔ تاجا مولات کی تاویل باغیص کرنی پڑی کہ

مردہ ہر موالاۃ فی الدین۔ لیکن یہ تاویل کس لے سمجھائی۔ آفتاب اور لیادے لے۔ ذرا

روم اور عرب اور فارس اور دوسرے ممالک اسلامی میں نوجوان تحقیق کرو۔ وہاں کے علماء وہی

مطلق محبت اور دوستی بتائیں گے مَنْ لَمْ يَجْعَلْهُمَا اَنْزَلَ اللهُ فَاُولَٰئِكَ اِيَّكَ رُكْعٌ مِنْ تَيْنِ

حَبْلِي فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ وَهَلْ كَافِرٌ هُنَّ الظَّالِمُونَ وَهَلْ لَوْ

ہم ہیں فاولیات ہم الفایقون وہ لوگ فاسق ہیں۔ اب یہ سلمان دبی فاسق الشرائع

فائدہ: ان کے لئے جو کہ اپنے رب کے فضل و کرم سے اپنے لئے کمالیہ توفیق حاصل کر سکیں ان کے لئے یہ کتاب اور اس کے حوالہ سے دیگر کتب اور معلومات بہت زیادہ ضروری ہیں۔

لے اے ایمان والو! نصاریٰ کو دو سب سے بڑا نیکو شخص کہو جس نے دنیا کی تمام دولتیں اپنے لیے جمع کر لی ہیں اور انہیں اپنے پیارے لوگوں کے لیے خرچ کر دی ہے۔ یہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

وہاں سے ہو گا۔ اللہ ظالم کو سزا دے گا۔

تَوَمَّنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنْ دَاخِلِ هُوَ كَيْفَ يَنْزِلُ هُوَ كَيْفَ يَنْزِلُ هُوَ كَيْفَ يَنْزِلُ هُوَ كَيْفَ يَنْزِلُ
 کیوں کہ جائز ہو سکتی ہیں۔ مگر جو ان کو جائز بتاتے ہیں۔ اگر ان کو مل جائیں۔ تو کافر دیں اور ظالموں
 اور فاسقوں کی کچھ تاویل کریں گے کیوں وہی آفتاب اور لبادہ۔ یا سود کے بارے میں جیسا دیکھ
 شدید نازل ہو کسی کے بیٹے نہیں مٹ سکتا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا
 إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَمَا أَكْثَرُ دُخَانٍ يُصْعَقُ مِنْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ أَوْ كَاتِبَتُهُ وَشَاهِدُهُ وَ
 اِكْلَهُ وَتُؤَكِّدُهُ كَاتِبَتُهُ وَرَسُولُهُ ابھی اپنی اپنی جگہ احتساب کریں اور کہیں کہتے مسلمان
 اس سے بچے ہیں۔ اور بچ سکتے ہیں اُن کو حساب سے خارج کر دین کو مقدور نہیں۔ یا سوئے غیر
 یا ضرورت نہیں تو پاؤں گے کہ مسلمان یا لیتا ہو گا یا دیتا ہو گا۔ یا دلوں تا ہو گا۔

دین کو خارج سے ہرگز اتنا خطر نہیں۔ جتنا کہ داخل سے۔ یعنی ہم مسلمان آپ اسلام کو نقصان
 پہنچا رہے ہیں۔ اور اگر خارج سے خطر ہو اور خارج سے مراد ہی نقصان سے وقت۔ تو اسلام نقصان
 کی مقاومت کر نہیں سکتا۔ مسلمانوں کی یہی بڑی غلطی ہے کہ وہ دنیا کو ایک خاص حالت کا چاہتے ہیں
 کہ ان ہی کی سلطنت ہو۔ ان ہی کی حکومت ہو۔ ان ہی کے پاس دولت ہو۔ اور اسلام کا یہ رنگ
 ہو۔ اور یہی رنگ ہونا چاہتے تھے مُحَمَّدٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً کہ مسلمان غالب ہیں یا مغلوب
 دولت مند ہیں یا محتاج۔ ایشیا میں ہوں یا یورپ میں۔ اسلام ہر رنگ کے ساتھ کھلتا ہو
 کوشش کرو اس کی تعلیم مذہبی کو داخل اوقات درس یا خارج از اوقات درس ایجوکیشن
 (تعلیم) کا جو دو قلم دو۔ کچھ بھی کرو طالب علموں کی توجہ تقسیم ہوگی دو چیزوں کی طرف۔ اور مسلمان
 ایجوکیشن میں ایسے بیٹے ہیں کہ اپنی ساری ہمت ساری توجہ ساری فرمت ایجوکیشن میں مصد
 رکھیں تب کیس جا کر دوسری قوموں کے ساتھ کمپیٹ (مقابلہ) کر سکیں تو کر سکیں۔ میں ایک تدریس
 اے ای ایم والو! ڈر والہ سے۔ اور اگر تم میں ایمان ہو تو جو سود پر ہا جو ایجوکیشن دو۔ اگر تم نہیں کرتے تو خدا اور
 رسول سے اپنے پرہیزار ہو جاؤ ۱۲ ہم نے خدا کا رنگ (دین) اختیار کیا ہے۔ اور خدا کے
 سے کس کا رنگ بہتر ہو ۱۲۔

بتاتا ہوں کہ نہ ہندی لگے نہ چٹنگری۔ نہ طالب علموں کا وقت مشغول ہو اور نہ ان کی توجہ تقسیم۔ اور دین کی حفاظت۔ اگر اس کو حفاظت درکار ہو ایسی ہو کہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتی۔ جی تو نہیں چاہتا کہ کلثہ حکمت ان لوگوں سے کہا جائے۔ چونکہ اس کی قدر کریں۔ نہ اس پر عمل۔ نہ لگایا دکر وگے بچوں کے دین کی حفاظت کی عمدہ تدبیر یہ ہو کہ گھروں میں دین داری پھیلاؤ۔ تمہارا دین دارانہ زندگی کرنا اور اپنے اچھے نمونے اولاد کو دکھانا۔ اولاد کے دین دار ہونے کی ضمانت کافی ہو کبھی دیکھا نہیں گیا کہ نیم میں انگور لگے ہوں کبھی دیکھا نہیں گیا کہ انگور کی تیل میں بولییاں بھلی ہوں۔ اگر انگریزی خواں اس کے بے دین ہوتے ہیں۔ تو نہ تعلیم انگریزی کی وجہ سے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ماں باپ دین دار نہیں۔ گھر میں دین داری کا پرچا نہیں۔ ورنہ انگریزی تعلیم انگریزی عہداری کوئی چیز بچوں کو تروا کر نہیں سکتی۔ اور اس کے شواہد پندرہ ہیں تو مجھ کو معلوم ہیں۔ اور اس تدبیر کے اختیار کرنے میں یہ کتاب افاغندہ ہوگا کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم درست ہو جائے گی۔ اور زری بچوں کی حفاظت سے کیا جتا ہو۔ زمان طالب علمی میں ان کے دین کی حفاظت کی بھی۔ توجہ یہ گندی سوسائٹی میں جا کر ملیں گے فروگرد سے ہو جائیں گے۔ کیوں کہ جو انڈے بڑی طرح بٹے جاتے ہیں وہ گندے ہی نکلا کرتے ہیں۔

اٹھارواں کچرہ

جو سہ سید کی ڈیپوٹیشن کے ساتھ پنجاب کے مختلف مقامات میں اپریل ۱۸۹۴ء

دیا گیا

جو دن آسمان پر بان ملی لے کر دو پر مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب کی پوری قدرت کا ثبوت مزید اپنے ساتھ لاتا ہو۔ پچیس پچیس تیس تیس برس سے ان کی ہمت۔ دکن میں شائع اور رائج ہیں۔ جو ان

جواب اچھے اچھے لکھنے والوں سے ان کی طرز کی تقلید نہیں بن پڑتی بخیر وہ ایک طرز تھا سو تھا انھوں نے حمید آباد سے اگر کوپر دینے اختیار کیے اور معلوم ہوا کہ وہ نہ صرف تحریر کے حاکم ہیں بلکہ تقریر کے بھی پھر انھوں نے نظم کا طرز لیا تو اردوں کی نظم اور اپنی نثر کو بھی مات کیا۔

یہ امر ہندی تیزی دہڑا آب سخن یہ نثر داغ ہند پر جس نظم پر حریر چنناں لگا سخن را بدانش آراید بکار گاہ سخن گسری جنبشاید خود بناہ فرد را نہ کہ در آفاق	ز تیغ مہری گو ہر دہڑکان بیاں بہ نظم باز ستاند ز گفت سبحان کہ لوک خانہ مانی رخ بکار ستاں وہاں شخص خود را ز لوک خانہ زباں چنین یگانہ نیامد پس از ہزار و ایں
--	---

اسی اپریل کے مہینے میں آئریل ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر ایک ڈیپوٹیشن ساتھ لے کر علی گڑھ محمد ن کاغ کے لیے چند جمع کرنے کی غرض سے پنجاب گئے اور مولوی صاحب کو ساتھ لیا۔ مولوی صاحب نے لاہور پہنچ کر ایک نظم پڑھی جس نے لوگوں کو بھر کا دیا۔ اب اس بات پر لوگوں کا اجماع ہوا کہ مولوی صاحب کا یہ ڈیپوٹیشن والا کچھ وقت کے اعتبار سے متاخر ہو گا۔ ان کے تمام کچھ دن پر بقیہ لے گیا ہو۔ چنانچہ ڈیپوٹیشن کی واپس آنے پر امرت سرور و جالندھر میں ہی نظم لوگوں نے درخواست کر کے مولوی صاحب سے پڑھوائی ہر چند ہم نے مولوی صاحب کے اصلی مسودے سے نقل لی۔ مگر جن لوگوں نے پھر سنائے کہ بیان ہو کہ مولوی صاحب کے لکچر کا طرز ادا جس کو انگریزی میں ڈیپوٹری کہتے ہیں تحریر میں آئیں سکتا۔ ان کا مسودہ بطور نوٹ کے ہوتا ہو۔ اور وہ جو لانی بیان میں ہرگز نوٹ کے پابند نہیں رہتے۔ سامعین ایسے محو ہوتے ہیں کہ ان سے کہتے نہیں بن پڑتا۔

چنانچہ یہ نقل جو ہم کو حاصل ہوئی ہے ہرگز پوری نہیں مگر جیسی ہو ایسی بھی کسی اور کے پاس نہیں دعا ہے کہ خدا مولوی صاحب کی زندگی کو دراز کرے اور لوگوں کو ان کے محفوظات سے مستفید اور مستمع ہونے کا مدتوں مدتوں موقع ملے۔ آمین۔

مولوی صاحب کا یہ ڈیپوٹیشن والا کچھ تمام متفقہ تھا۔ جو کچھ انھوں نے اوپر سے بیان کیا۔ جہاں تک دستیاب ہو سکا فٹ نوٹ کے طور پر لکھا گیا۔ اور جس قدر لکھا گیا بہت کم ہی بمقابلہ اس کے جو کچھ پورے لکھا تھا۔

تمہید لکچر

میں لکچر دینے کے لیے کھڑا ہوتا ہوں۔ مگر میں نے بڑا آؤر ڈیپوٹیشن اختیار کیا ہے میں ممبر ہوں اس ڈیپوٹیشن کا جس کچھ مصروفیات سننے کے لیے اور نہ صرف مصروفیات سننے کے لیے بلکہ ڈیپوٹیشن کی حسیبیت کو نقد عا سے بھرنے کے لیے آپ سب حضرات بمقامنا سے حُب قومی جمع ہوتے ہیں ایک طرف تو یہ ڈیپوٹیشن کا ممبر ہوں اور دوسری طرف مجھ کو ایک نظر شفقت پر انجمن حمایت اسلام میں پانچ بار پانچ چھ برس سے انجمن حمایت اسلام کی کارروائی کو دیکھتا چلا آتا ہوں۔ اور میرے ماتحت پر انجمن کی نسبت جو انجمن پر یہ کہ انجمن قومی خدمات کی وجہ سے ہم مسلمانوں کی شکرگزار کی تھی۔

اس کو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ انجمن نے اس بے سرو سامانی کے ساتھ اسلام کی کچھ کچھ دینے سے ایک ڈیپوٹیشن منتخب کیا ہے۔ لیکن یہ ایک فرد اسلامی کی طرح ہے۔ جو ممبران انجمن سے ظاہر ہوا۔ اُن کی نیست اُن کی سرگرمی اُن کی کوشش پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جب دویا زیادہ آتشیں شعلوں کا ایک ہی مطلب ہو تو ان میں کوششیں کا قائم ہونا ایک ضروری بلکہ عمدہ بات ہے۔ لیکن جیسے کوششیں کا ہونا ضروری اور عمدہ بات ہے ویسے ہی جیسے کا ہونا نامناسب ہے۔

لے بے ڈھب اور شکل پر ۱۲ ملے چند آدمی جمع ہو کر کسی پاس کوئی عرض کو جائیں وہ ڈیپوٹیشن کے ساتھ ہوں اور یہاں مراد ہو وہ لوگ جو اہل علم میں سیدھا محفل کے ساتھ ملی گندہ مٹھن کر کے بے جدہ و انجمن کے کچھ سے پیہب گئے ۱۲ ملے دل ۱۲ ملے نقش اور فرشتے لینے پیش قدمی کرنے میں ہر بات بے جا کی ۱۲ ملے مسلمانوں کی عقلی بات کہ وہ محض نکل پڑے سے بڑا کام شروع کر دیتے ہیں ۱۲ ملے کہ قانون اور یہاں مرا جہوں کو ہوں ۱۲ ملے بٹھا بٹھا ملے

ناشایستہ ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہو علی گڑھ محمدن کالج اور لاہور اسلامیہ کالج دونوں کے فوٹو اس الزام بالکل بری ہیں اور یہ اوپر کے لوگ ہیں جو کانپشن کو حل ہی بنانا چاہتے ہیں۔ پیرانہ نئی پند مریدان می پرانند۔ اگر سر سید اپنے کالج کی تکمیل کے لیے مستعمل ہیں تو ان کی یہ خواہش بجائے خود نیک ہے اور ریزن ایبل اور سراسر قابل تحسین ہے لیکن انہیں حمایت اسلام جو سٹیپ لے چکی ہو اس کو مستحکم بھی سمجھا جائے۔ تاہم اس کی اصلاح پیچھے ہٹ جاتا نہیں ہو بلکہ جو کچھ کر چکے ہو اس کو قمر قنگ پر لانا اور ان لوگوں سے جو محمدن کالج کی طرف داری کے جوش میں آکر انہیں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اگر ایسے لوگ ہوں تو اس سان لفظوں میں کہدینا کذا لک کنتہ من قبل فرت اللہ علیہ السلام محمد کو محمدن کالج داہنی آنکھ پر تو اسلامیہ کالج بائیں۔ اور میں تو تم سے دونوں کی سفارش شیخ ابراہیم ذوق کے شعر سے ستر الفاظ میں نہیں کر سکتا

چار بچے کروں دل کے کہ نہیں ہو سکتا	
لب کو دوں رخ کہ نہ دوں زلف کو دوں تو نہ	

علی گڑھ محمدن کالج اور لاہور اسلامیہ کالج دونوں مل کر بھی تو ایک پورا کالج نہیں بنتا۔ اور ابھی سے خرچ کی تڑا ہوا پی پی ہو سٹو لارڈ بنایا ہنسی کھیل ہی تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو سولائزڈ بننے حوصلہ کیا ہو تو ایسے ایسے کتنے خرچ اٹھانے پڑیں گے

ابتدا سے عشق ہو رہا ہوں کیا	
آگے آگے دیکھ لو ہوتا ہوں کیا	

یہ سولائزیشن پہلے تو تم کو سنگوٹی بندھوا دے گی اور پھر خلعت فاخرہ بخشے گی۔ تم کو نہیں بلکہ تمہاری آنے والی نسلوں کو۔

۱۲ مانی ۱۲ متقاضی طبیعت ۱۲ ستول ۱۲ کلہ غلطی ۱۲ شہ ثبات واستحکام ۱۲ شہ تم بھی پتا ایسی ہی تھے اور خدا نے تم پر احسان کیا کہ تم اس درجے پر پہنچے ۱۲ شہ مہذب و شایستہ ۱۲ شہ تہذیب شاہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُكَ اللَّهُ الْعَظِيمُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

نقطہ

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ . بحمد اللہ بھائی مسلمان ہر تم

۱۔ سلام تو ایک ہی بس کرتا تھا کیوں کہ حلیکہ میں جو کہ جو فمیز جمع حاضر ہوا اور اُس کے عقب کل حضرات آؤ میں (سامعین) اگر کچھ کو ڈبل (دوہرا) سلام کرنا منظور تھا اور اسی پائے میں نے انکم کا ایک ایسا وزن اختیار کیا ہے جس میں ڈبل سلام کی کھیت ہو ڈبل سلام میں ایک تو نماز کی تقلید ہو کہ اُس میں بھی دو سلام ہوتے ہیں۔ دوسرے ایک سلام شعا را سلام ہو کہ جب مسلمان مسلمان میں چاہئے کہ ایک دوسرے کو سلام کریں اور دوسرا سلام سلام روستائی ہو جس کی نسبت آپ نے سنا ہو گا سلام روستائی بے غرض نیست۔

وہ غرض جس کے لئے سلام روستائی کیا گیا ہے آپ کو معلوم ہو مگر تھوڑی دیر بعد میں اُس کو مٹھ چھوڑ کر بھی بیان کر دوں گا اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اُس ہی کی تہید ہے۔

آداب معاشرت میں سلام ادب ہو کہ ہر قَاذَا دَخَلْتُمْ دُورًا فَسَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ لِحَقِيقَةٍ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً یعنی جب کسی کے گھر جاؤ تو اپنے تئیں سلام کر لیا کرو جائیں دوسرے کے گھر اور سلام کریں اپنے تئیں۔ اس کے معنی کیا؟ اس کے یہ معنی ہیں تم مسلمان مسلمان آپس میں سب ایک تو تم دوسرے مسلمان بھائی کو کیا سلام کرنے ہو گویا اپنے ہی تئیں سلام کرتے ہو۔ اور اس تاویل کے شواہد قرآن میں کئی جگہ موجود ہیں سَلَامٌ عَلٰی تَلْحِيْمٍ وَاَنْفُسِكُمْ اپنی عیب چینی مت کیا کرو و مراد ہو کہ ایک دوسرے کی عیب چینی نہ کیا کرو کیوں کہ کوئی انجی عیب چینی نہیں کیا کہ لَا تَأْتُوا النَّاسَ وَلَا تَأْتُوا النَّاسَ وَلَا تَأْتُوا النَّاسَ

اپنی عیب بینی کی ایک تائید میں برآوردی نہ بستر بلکہ معصوم فرشتے اسی طرح وَاِذَا اخَذْنَا مِنْكَ مَوَاقِفًا ۚ وَلَا تَسْتَفْكُونَ ۖ وَمَا تَكُونُ اَوْلَا بِخُجُوْنِ اَنْفُسِكُمْ مِنْ وَاِذَا كُنْتُمْ اَقْرَبُ دَسًّا وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۚ ثُمَّ اَنْتُمْ اَعْرَافًا ۚ هُوَ الَّذِي يَتَقَبَّلُ اَنْفُسَكُمْ وَاَخْرِجُكُمْ مِنْ فَرْقَائِكُمُ ۚ ثُمَّ يَدْرُسُهُمْ زُجَّاجًا ۚ ثُمَّ يَدْعُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاَلَمِ وَالْعَذَابِ ۚ فَاِنْ يَنْتَوِيْذُ اَسَاسًا ۚ ثُمَّ اَدْنٰى ۚ وَهُمْ وَهُوَ قَرِيْبٌ ۚ عَلَيْهِمْ اَنْحَامُ ۚ ثُمَّ يَنْفِقُ (عہد) تھا لا خُجُوْنِ اَنْفُسِكُمْ اور الزام پر اُخْرِجُكُمْ فَرَقًا ۚ ثُمَّ يَدْعُوْكُمْ اَوْ يَدْرُسُهُمْ ۚ يَدْعُوْكُمْ اَوْ يَدْرُسُهُمْ ۚ يَدْعُوْكُمْ اَوْ يَدْرُسُهُمْ ۚ يَدْعُوْكُمْ اَوْ يَدْرُسُهُمْ ۚ دوسرے کی خونریزی نہ کرنا اور نہ ایک دوسرے کو دیس نکال دینا۔ لیکن اس عہد کو ان الفاظ سے بیان کیا کہ اپنی خونریزی نہ کرنا اور اپنے میں جلا وطن نہ کرنا۔ اوائے مطلب کے اس پیرائے سے ظاہر ہو کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندے التیام اور صلح کاری سے رہیں۔ اور اپنے میں دراختلاف نہیں میں دوئی نہ لگائیں بلکہ ہم کھنٹ نافروان بندے آپس میں لڑے مرتے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے۔

فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ ۚ دوسری تاویل لوگوں نے یہ بھی کی ہے کہ جب تم دوسرے مسلمان بھائی کو سلام کرو گے تو وہ غریبی خواہی جواب سلام دے گا۔ اور جواب سلام بھی بجائے خود سلام ہو۔ تو تمہارا دوسرے مسلمان بھائی کو سلام کرنا انجام کار اپنے میں سلام کرنا ہے۔ تو اس صورت میں اوائے مطلب کا یہ پیرایہ جو اچھوڑ کر فی القصاص حیوة القصاص کا قاعدہ جاری رکھنے میں تھلری زندگی ہے، کا ہے۔ انگریزی انیکٹ (آداب مجلس) تو یہ ہے کہ جب تک کوئی تم کو انٹروڈیوس (تقریب) نہ کرے تم اپنی آدھی شناسائی مت پیدا کرو۔ اور ایسی مثالیں موجود ہیں کہ لوگ مہینوں ایک ہونے یا ایک ہمازیں رسہ اور ایک میز پر کھانا کھایا گئے۔ اور ان میں صاحب سلامت کی نوبت نہ آتی۔ مگر اسلامی اخلاق اس روکے پن۔ اس گھر دے پن کو جائز نہیں رکھتا۔ پس ایک ایسی بات ہے جسے نمونہ از عروارے سمجھ لو۔ ملتساری کن میں ہو اور کن میں نہیں۔ اور ملتساری نہیں ہے مگر جس اخلاق کا دوسرا نام اَنْتَ لَعَلَّی خَلَقْتَ عَظِيْمٌ (ای غیر تم بڑے ہی خلق ہو) ہمارے ہاں اگر معرفت سابقہ ہو تو اُتْسَلَام عَلَیْکُمْ سے اظہارِ خلوص کیا جاتا ہے اور اُس کی تجدید اگر معرفت نہیں تو یہی اُتْسَلَام عَلَیْکُمْ

تقریباً اور یہی اَللّٰہُ عَلَیْکُمْ ؕ اُس ڈکشن یا ٹرڈکشن ہو کیا چیز۔ یہی ناکہ ایک متوسط ایک
 اجنبی سے دوسرے اجنبی کا مُعرّف ہوتا ہے۔ لیکن جب مُعرّف اور مُعرف الیہ دونوں مسلمان ہیں تو اُخْتِیْسَ
 لگتی گزری ہوئی۔ وہی اسلام جس کے دونوں معتقد ہیں۔ ایک دوسرے کا مُعرّف کافی ہو۔ پھر سلام
 کے بھی آداب ہیں۔ کہ سوار یا دے کو سلام کرے جو کھڑا ہو بیٹھے ہو ڈرں کو جیسا میں نے کیا میں
 بھی تواضع کی ایک اخلاقی تعلیم ہے۔ پھر سلام ایک حق جو من جملة حقوق العباد کے وَ اِذَا اُخْتِیْسَ بِمُتَعَدِّیَةٍ
 خَیْرًا یَّأْخُذْ بِهَا وَ دَرَدُوْهَا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبٌ اگر تم کو کوئی سلام کرے تو تم اُس کے
 لفظوں سے بہتر لفظوں میں اُس کا جواب دو۔ یا خیر ویسے ہی لفظوں میں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرمائی
 فری بات کا حساب لے گا۔ رَدُّوْهَا کے یہ معنی کہ میں نے کہا ”اَللّٰہُ عَلَیْکُمْ“ تم نے اس کے جواب
 میں کہا ”وَعَلَیْکُمْ اَللّٰہُ“ یَا حَسْبُ مِنْہَا سے یہ مراد ہے کہ میں نے ”اَللّٰہُ عَلَیْکُمْ“ تم نے
 کہا ”وَعَلَیْکُمْ اَللّٰہُ“ وَ دَرَدُوْہَا اللہ دُر کا تھکا، مگر یہ تو اسلامی سلام کا جواب ہوا۔ سلام رد ستائی
 کے جواب میں بہترین الفاظ سے کام نہیں چلنا وہاں چاہیے بہترین سکون۔

شرع شرعی میں مسلمانوں سے ایک دوسرا ایسی غلطیاں ہوتیں کہ اپنے تحفظ کی ضرورت سے
 دشمنوں پر چڑھ گئے۔ انھوں نے اسلامی قاعدے سے اُن کو سلام کیا اور سلام کو طلبِ امن کا
 مراد سمجھا۔ مسلمانوں نے ضیع کے خیال سے اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ (دوائی نام ہو ضرب کا) سلام کی
 پروانہ کی تو اس پر بڑے غصے کی آیت اَنزِلَ ہُوَی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اِذَا رَاَکُمْ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ
 فَمُتَنِّیْوْا وَاَکْلُوهُمْ اِلَیَّ اَللّٰہُ اَللّٰہُ لَسْتُ مُؤْمِنًا اَوْ مُسْلِمًا جو جب تم اس کی راہ میں بیٹھے
 جہاد کے لیے سفر کرو تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو اور جو کوئی تم کو سلام کرے تم اُس سے یہ بات نہ کہو
 کہ تو مسلمان نہیں اور اقرآن کے لفظوں پر نظر کرو۔ وَلَا تَقُولُوْا لِمَنْ اَنۡفٰی اِلَیَّکُمْ اَللّٰہُ لَسْتُ مُؤْمِنًا
 مسلم سے مومن کا درجہ بڑھا ہوا ہے کیوں کہ اسلام کے معنی ہیں گردن نہادوں۔ اور یہ فعل ظاہر
 جس کو شخص دیکھ سکتا ہے اور ایمان فعلِ قلب جس پر سوائے خدا کے کوئی مطلع ہو نہیں سکتا۔ قَالَ لَیْسَ
 بِالْاَعْرَابِ اِمَّا اَنْتُمْ اَوْ لَکُمْ تَوٰمِنُوْا لَکِنۡ تَقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدۡخُلِ الْاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوْبِکُمْ دَعُوْا

گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تو امی بنیر تم ان سے کہو کہ تم ہرگز ایمان نہیں لائے۔ ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان تو ہنوز تھا رسے دلوں تک پہنچا بھی نہیں، تو فرمایا کہ جو تم کو اسلامی قاعدے سے سلام کرے تم کو کوئی حق نہیں کہ اس کو مومن نہ سمجھو تم تو ظاہر پر علم لگانے والے ہو۔ کیسی اسلامی قاعدے سے سلام کرنا تھا رسے لیے اس کے مومن ہونے کا ثبوت کافی ہو۔

قریب قریب اسی طرح کی ایک غلطی خالد بن ولید سے بھی ہوئی تھی کہ ان کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ آدمی ساتھ دے کر دعوت اسلام کی غرض سے قبیلہ بنی جذیمہ کے لوگوں پاس بھیجا یہ جو یکایک ان کے سر پر جامو جوڑے تو وہ گھبرا کر گئے کہنے صَبَانَا صَبَانَا صَبَانَا ایک لقب حقارت آمیز تھا جو کفار قریش نے اس وقت کے مسلمانوں کو دے رکھا تھا۔ اس کے انوی معنی تو کنورٹڈ (نومسلم) کے تھے۔ مگر کفار قریش اس کو ڈررٹ (خارجی) کی جگہ استعمال کرتے تھے۔

قبیلہ بنی حنیفہ میں کا ایک شخص تھا شامہ بن اثال۔ مسلمان۔ اس کو گرفتار کر کے حضرت پارس لائے حضرت نے پوچھا مَا عِنْدَكَ يَا شَامَةُ (شامہ کیا خبر ہے تو اس نے کہا حَيْدِي خِيَا يَا مُحَمَّدُ اِنْ قُتِلْتُ فَتُتَلَّ ذَا دِمْرٍ وَاِنْ نَجَّيْتُمْ عَلَيَّ شَاكِرًا وَاِنْ كُنْتُ تُزِيدُ الْمَالَ فَتُسْأَلُ مَا شِئْتُ) (امی محمد میری ہر اگر تم مجھے مار دالو گے تو میری قوم کے لوگ تم سے میرا غزوہ لیں گے اور احسان کرو گے تو میں احسان فراموش نہیں اور تمہیں مال درکار ہو تو جو مانگو میرے کو موجود ہوں) یہ جواب نے سیاق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس متوے سے کیسا شبہہ اِنْ تَعَدَّ جُحُومُ فَاحْمَرُّ عِبَادًا لَكَ وَاِنْ نَعَفُوكُمْ فَلَا تَكُ اَنْتَ الْغَنِيُّ بَرُّ الْكَلِمَةِ نہ خیر تو ان حضرت نے اپنی مرحمت جی کے مطابق شامہ کو چھوڑ دیا اور وہ حضرت کا طرہ مدارات و کچھ کر ایمان بھی لے لیا ان کو عبرہ کرنا تھا گئے۔ مگر قریش کے لوگوں نے پوچھا اَصَبَوْتُ (کیا تم نے ترک دیں کیا شامہ کہتے ہیں اَذُو لَكَ اَسْلَمْتُ) (نہیں تو بلکہ میں مسلمان ہو گیا، اسی طرح بنی جذیمہ کو اَسْلَمْنَا کہنا چاہیے تھا نہ صَبَانَا کہ ضیانا سے اسلام کی توہین نہ کرتی تھی۔ اور اسی لیے خالد بن ولید نے ان کے ساتھ وہ سلوک کر

جو دشمنوں کے ساتھ کیا جاتا ہو۔ یعنی بنی جذیمہ کے کچر آدمی مارے گئے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو حضرت خالد بن ولیدؓ پر سخت ناخوش ہوئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا: آئی میں خالد کی اس حرکت سے بیزار ہوں۔ اور صرف اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ حضرت علیؓ کو بنی جذیمہ میں بھیج کر ایک ایک مقتول کی دیت دلوائی۔ خالد اسلام کے بڑے شہور جنرل ہیں اور انھوں نے اسلام میں بڑی بڑی فتوحات نمایاں کی ہیں (ہائے ہائے کی تھیں) اور ان کو سیفِ ناندگاہ خطاب ملا تھا۔ اور خطاب کے ملنے کا قصہ بیان کیا جائے تو شاید چنداں بے عمل نہ ہو گا۔ اور اسلام کی ابتدائی ہسٹری (تاریخ) ہو ہی ایسی دل چسپ کہ جس بات پر نظر کر دیکھو ری آسٹری (دشوق) کسی طرح سیسٹیفائی (سیر) نہیں ہوتی۔

زفرق تا بقدم ہر کعب کہ می محکوم	اگر شمشدہ دامن دل می کشد کہ جای بخت
---------------------------------	-------------------------------------

موتہ ایک مقام ہو علامہ شام میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ اسلام کے خطوط ملک کے نام لکھے تو ہر قتل و روم کے نام کا خط حاکم بصری کے پاس بھیج دیا کہ اس کو ہر قتل و پاس پہنچا دو۔ ہر قتل کی طرف سے شام کا گورنر تھا شرجیل۔ اس کی جو شامت آئی تو اس نے پیغمبرِ صاحب کے قاصد حیرت بن عمیر کو مر دلاؤ۔ اس حضرت نے شرجیل کی سرکوبی کو لشکر روانہ کیا جس کے کمانڈر تھے زید بن حارثہ۔ اور اس حضرت نے لشکر کو رخصت کرتے وقت فرمادیا تھا کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو ان کے بعد جعفر بن طالب اور ان کے بعد عبداللہ بن مسعود چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ تینوں کمانڈر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ راوی حدیث کہتا ہو کہ میں نے جعفر بن طالب کی لاش کو دیکھا۔ نو فے سے اوپر تیروں اور تلواروں کے زخم تھے اور ایک بھی پشت کی جانب نہ تھا۔ حضرت جعفر کو شہادت کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زوالِ جناحین فرمایا۔ یعنی دو بازو اے کیوں کہ اسلامی جھنڈا لڑتے وقت ان کے دانستہ ہاتھ میں تھا وہ کٹ گیا تو انھوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ وہ بھی کٹ گیا تو جھنڈے کو ٹالگوں سے دبا لے کھڑے رہے اور جھنڈے کو گرنے نہ دیا اور اسی حالت میں شہید ہوئے۔ جب زید اور جعفر اور عبداللہ

تینوں کمانڈر شہید ہو گئے تو لوگوں نے خالد کی جلدات دیکھ کر ان کو کمانڈر بنالیا۔ اور خدا نے ان کو فتح دی۔ یہاں مدینے میں خبر آنے سے پہلے آل حضرت نے بیان فرمادیا تھا اور اس میں خالد کی نسبت ارشاد ہوا تھا کہ عبداللہ کے بعد اَخَذَ الْوَايَةَ سَيِّفٌ مِنْ سَيِّفِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ دَاخِرَ كَارِ الْمَدِينَةِ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اسلامی جھنڈا لیا اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی تو خالد ایک تو خود اعلیٰ درجے کے سپاہی تھے ایسے لوگوں میں شدت کا ہونا ضرور ہو اس وجہ سے بنی عبد کے مقہور کرنے میں جلدی کی یا عجب نہیں خالد نے ان لوگوں کے سلام کو توبہ پر قیاس کیا جو جس کی نسبت ارشاد ہوا اِنَّهُ النَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ الَّذِي يَنْعَمُونَ النَّوْبَةَ لِيُحْمِلُوا ثَمَّ يَتَوَبُّونَ مِنْ قَوْلٍ فَاُولَئِكَ يَتَوَبُّونَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ هُوَ كَانَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمًا (اللہ تو ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہی جن سے نادانستہ ایک خطا ہو گئی اور انہوں نے جلدی سے توبہ کر لی، وَلَيْسَتِ النَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ الشَّقَايَا حَتَّىٰ اِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّي نَبْتُ الْاَنَ وَلَا اَلَّذِينَ يَتَوَبُّونَ وَهُمْ كَقَدَرٍ اَوْ لَوَاكِهِ اُتُوْا تَالَهُمْ عَنَّا اَلَا اِنَّهُمْ لَوَالِدُكُمْ اَوْ اُولَادُكُمْ لَا يَمْلِكُ ابْنٌ شَيْئًا وَلَا اَبٌ شَيْئًا) اب میری توبہ اور نہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہو جو کافر ہوں اور کفر پر مجاہدیں، فقہانے غرغہ کو حد توبہ قرار دیا ہو یعنی یہی معاملہ فرعون کے ساتھ ہوا۔ حَتَّىٰ اِذَا دُرُّهُمُ الْعَرْشُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنْدَلَا اِلَهَ اِلَّا الَّذِي اٰمَنْتُ بِهِ يٰوَسْرٰعِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ الْاَنَ وَقَدْ عَصَيْتُ قَبْلَ وَكُنْتُ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِكَ يٰكَ لَتَكُوْنَنَّ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً دیہاں تک کہ آخر کار جب لگاؤ دینے تو بولائیں ایمان لایا کہ نبی اسرائیل کا خدا چھوڑ کر اور کوئی خدا نہیں اور اب میں ماننا ہوں۔ اب ماننا تو کیا مانا اور اس سے پہلے تو مکرشی کرتا اور فساد پھیلاتا رہا۔

آخر میں ایک ریمارک سلام کے متعلق اور کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح توح میں بدل ہوتا ہو جس سے اپنے لشکر کا آدمی پہچانا جاتا ہو اسی طرح اسلامی شعار جو ”اَللّٰهُمَّ عَلَيْكُمْ“ ”سَلَامٌ عَلَيْكُمْ“ اگر ٹپے افسوس کی بات ہو کہ مسلمان اس شعار کو ترک کرتے چلے جاتے ہیں ہیں انگریزی داسل سٹائل کو دیکھتا ہوں کہ وہ یا قطع جنبش سر سے کام لیتے ہیں یا ہاتھ کے اشارے سے۔ یا وہی انگریزی سلام

مسلمان سب ہم قدم وقت قدم ہیں خدا اور رسول خدا ایک سب کا	ہمیں جس قسم چوتھیں میں کے ہم ہیں نہیں فرق یاں کچھ عجم اور عرب کا
--	---

کہ سلام کا بھی کام دیتا ہی۔ اور سرسری طور سے وقت بھی بتاتا ہی۔ گڈا رنگ (صبح کا سلام) گڈا لون (دوپہر کا سلام) گڈا فٹون (میسرے پہر کا سلام) گڈا لونگ (شام کا سلام) گڈا ناٹ (رات کا سلام) عجب نہیں کہ جوں جوں زمانہ ترقی کرے آئندہ گھڑی اور گھنٹے کی سویوں کی طرح بقیہ گھنٹہ و منٹ ٹھیک وقت بتانے لگے۔ گڈا سکس اوکالا کپی ام (شام کے چھ بجے کا سلام) گڈا ہاٹ پاسٹ یا کوٹو سکس لے ام (صبح کے ساڑھے چھ یا پونے چھ بجے کا سلام) وقس علی ہذا۔ تو اس وقت سلام اچھا خاصہ ریلوے ٹائم ٹیبل ہو جائے گا۔ اس کا شہماے دلی واپس جانے سے پہلے ہو کہ ہمارے بھی کام آئے۔ بشرطیکہ وایا دراہ) کا لکا بھی ہو۔ یہ صرف انگریزی چٹکار نہیں پر مدنوں سے مسلمانوں نے سلام کی مٹی پلید کر رکھی ہے۔ بادشاہوں امیروں کا تو نام نہ لو کہ وہ اسلام سے شنی ہیں لینے خارج۔ چھوٹوں کی طرف سے آداب۔ بڑوں کی طرف سے دعا۔ کفن کے بحرے کو نش تسلیمات بند کیاں۔ زنان خانوں میں ٹھنڈی سہاگن سائیں جئے۔ بچے جنیں بس ایک سلام ہی سے خیال کر لو کہ مسلمان کہاں تک اپنے مذہبی رسومات کے پابند ہیں سو بھیجی مجھ کو تو ایسے سلاموں کی عادت نہیں نہیں ان کو پسند کرتا ہوں میں نے تو سیدھا سادہ مسلمانوں کا سلام کھینچ مارا ہے لگا تو تیر نہیں نکتا ۱۲۔

۱۵ ہم دم اس اعتبار سے کہ سب کلمہ گو ہیں ۱۶ ۱۷ ہم قدم اس لیے کہ ایک شریعت پر چلتے ہیں ۱۸ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہيَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ اِي لوگو جو تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کر کے تم کو جنھوں اور برادریوں میں بانٹ دیا۔ تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت دار وہ ہو جو زیادہ پرہیزگار ہو اور بیشعور ہی مضمون ہی حدیث کا۔ یا اَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكَ لَوَاحِدٌ صَدِيقٌ إِنَّا كُنَّا نَمْنَعُكَ عَلَى الْعَرَبِ وَلَا لِلْأَسُودِ عَلَى الْآخَرِ

<p>وہ ختمِ الرسل وہ خدا دانِ اُمّی اُمّی دین کی کرتے سیوا ہیں ہم بھی</p>	<p>بسالی و آلی بنفسی و اُمّی اُمّی شخص کے نام لیا ہیں ہم بھی</p>
<p>اگر مکہ عند اللہ اتفکرت۔ لوگو تمہارا پروردگار ایک۔ تمہارا مورث اعلیٰ (آدم) ایک۔ تو عرب کو محمد پر اور کالے رنگ کے آدمی (عرب) کو لال رنگ کے آدمی (رومی) پر کوئی برتری نہیں۔ خواجہ حافظ شیراز کہتے ہیں ۵</p>	
<p>حسن زبیرہ بلال اوجیش صہبائے روم</p>	<p>زخاک مکہ ابو جہل اس چہ پوچھی ست</p>
<p>۱۷ اُمّی۔ اس شعر کے دونوں مصرعوں میں لفظ اُمّی واقع ہوا ہے۔ پہلے سے مراد ہوا اُن ایجو کیسید (تعلیم یافتہ) اَلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الَّذِي يَجِدُونَ فَتْنًا مِمَّا كَانُوا يَعْبَدُ هُمْ فِي التَّوَّابِ وَالْاَكْفَحِل (وہ جو پیروی کرتے ہیں اُن پڑھ پیغمبر کی جس کے مذکور کو پاتے ہیں اپنے پاس لکھا ہوا تورات انجیل میں) بجائے اس کے کہ اُن اجو کیٹھ ہونا پیغمبر صاحب کے لئے موجب کسر شان ہو وہ اُن کے معجزات باہرہ میں سے ایک عظیم الشان معجزہ تھا کہ نہ پڑھے نہ لکھے اور سران جیسی لاجواب کتاب زبانی لکھوا دی ۵</p>	
<p>یشیعہ کہ نامزدہ مفران درست</p>	<p>کتب خانہ چند ملت بشت</p>
<p>جن دنوں قرآن نازل ہوا وہ ایک وقت تھا کہ عربی لٹریچر علم ادب یا زبان دانی کے جوہر پر ایک ہمارا ہی تھی۔ لوگوں میں یہ مادہ ایسا ڈولپ (درست تر) ہوا تھا کہ کیا شہری کیا دیہاتی۔ کیا مرد کیا عورت۔ کوئی متفنس مذاق شعری سے خالی نہ تھا۔ بدیہ گوئی حاضر جوابی اُن کے نزدیک ایک بات تھی۔ رنج اور خوشی صلح اور جنگ سفر اور اقامت کوئی حالت خیال میں نہیں آسکتی جس میں اُن وقتوں کے اشعار کے انبار نہ ہوں غرض اُن کی زندگی کے جہاں اور طرز تھے ایک طرز ضروری شاعری بھی تھی کسی قوم نے شاعری کو ایسا اور مہنا بچھونا نہیں بنایا جیسا اُن وقتوں کے عرب نے۔ فغائل انسانی اور بھی تھے جیسے شجاعت۔ سخاوت۔ مہمان نوازی شرافت۔ جن صورت وغیرہ مگر شاعری کو ایک نگاہ نہیں لکھاتا تھا۔ شاعری نے اُن دنوں ابھی حکومت کر لی کہ شاعر لوگ قبیلوں کو آپس میں دھامارتے تھے۔</p>	

جیسے بادشاہ بادشاہ ملکوں کو۔ اور پھر عرب نے اس وقت تک سولائش میں کچھ ترقی کی نہ تھی۔ پس ان کی شاعری نچرل تھی بلا تصنع۔ آمد تھی نہ آورد۔ اور اسی لئے ٹوٹو بھی پرستھی درجے کی تھی۔ **مِنْ الدَّيَّانِ لَيْسَ** (ایضاً بیان تو واقع میں جادو کا اثر رکھتا ہے) اور خیرہ تو زبان عربی کے عروج کا زمانہ تھا بول بھی عرب کو اپنی بولی پر بلا کا ناز تھا۔ اور ان کی بولی ناز کے قابل ہی بھی کہ انھوں نے اپنے سوائے دوسروں کا نام رکھا تھا ہم بے گونگے یا جن کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔ ایسے لوگوں سے کیسی ہی اچھی بات کہی جاتی مگر وہ ہوتی علیہ فصاحت سے عاری تو ان کے کان پر جوں بھی تو چلتی اور وہ اُس کو اس کان سنتے اور اُس کان اڑا دیتے۔ پس ضرور تھا کہ ان کو اُسی داؤ سے بچھاڑا جائے۔ جو داؤاں کو خوب رواں تھا یعنی فصاحت۔ قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو جو اپنے اپنے وقت کے سرسید اور نواب محسن الملک اور سید محمود اور حالی اور شبلی سب کے پچھلے چھوٹ گئے۔ کہ تری دین داری خدا پرستی اخلاق اور نیکی کے مضامین اور اس خوبی کے ساتھ ادا کیے جائیں کہ دلوں کو موہ لیں یہ مجید کیا ہے؟ کچھ تو گئے تھے مگر غرور اور حسد و اقراری کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ **وَيَحْدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَضَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا** (ان کے دل تو مان گئے تھے مگر زبردستی اور ہیکڑی سے انھوں نے خدا کے کلام سے انکار کیا) غضب خدا کا ابوطالب جیسے شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا جنھوں نے پیر صاحب کو بالاپرورش کیا اور وہ انھیں کے کتنا رھاقت میں بڑے ہوئے اور ان ہی کی مدد تھی کہ پیر صاحب بچے میں رہنے بھی پائے۔ پیر صاحب کا رتی رتی حال ان کو معلوم۔ پیر مرگ پر پڑے ہیں اور پیر صاحب منت کر رہے ہیں کہ چچا جان ایک بار میرے کان میں کہہ دیجئے کہ خدا ایک ہی تو مجھ کو خدا سے آپ کی مغفرت کے لئے عرض معروض کرنے کی گنجائش ہو۔ ادھر ابو جہل بیٹھا ہوا ہمارا ہاؤ کہ بس یہی وقت آزمائش استقلال کا ہے۔ آخر کار ابوطالب نے پیر صاحب سے کہا جیتے کہتے تو سچ ہو۔ مگر لوگ خیال کریں گے کہ بدھائے سے ڈر گیا۔ سو میں تو اپنے باپ کے مذہب پر رہتا ہوں۔ ابوطالب کا یہ ایک سپاہیانہ انگریز تھا ورنہ مگر ان کا دل مسلمان نہ تھا تو دنیا میں کوئی دل مسلمان ہو نہیں سکتا۔ بہر کیف قرآن کی فصاحت، بلاغت سے تو

انکار ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اور غیر صاحب کا اپنا سرمایہ علی سب کو معلوم کہ حضرت کی طبیعت تک
 ناموزوں واقع ہوئی تھی اور کھنے پڑھنے کا حال یہ کہ وحی نازل ہوتی تو کاتب کی ٹھنڈ یا بڑتی، حیرت
 صلح نامہ لکھا جانے لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا تجھے انہوں نے لکھا ہذا اما صلحہ حلیہ
 مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ دیکھیں وہ شر الٹ جن پر اللہ کے رسول محمد نے صلح کی، اس پر فریق ثانی نے
 اعتراض کیا کہ محمد رسول اللہ کیا۔ اگر ہم کو آپ کی رسالت تسلیم ہوتی تو ہم آپ سے لڑتے ہی کیوں۔
 اور فائدہ کعبہ کے طواف سے روکتے ہی کس لئے۔ محمد رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ کیجئے اس حضرت
 تو جہاں تک بن بڑتا تھا لڑائی کا پہلو بچا جاتے تھے حضرت علی کو ارشاد ہوا کہ رسول اللہ کے لفظ کو
 متاد حضرت علی نے عرض کیا واللہ لا اقول ابداً الا انک کی قسم میں تو ہرگز آپ کے نام کو نہیں
 مٹاؤں گا، قریب تھا کہ صلح بھٹد ہو جائے اس حضرت نے طرفین کے اصرار کو دیکھ کر حضرت علیؑ سے
 پوچھا اچھا وہ لفظ کس جگہ ہو مجھ کو بتاؤ چنانچہ حضرت علیؑ نے اٹھ کر رکھ دی آپ نے خود اس لفظ کو مٹا
 لئے اتنا نہیں جان سکتے تھے کہ رسول اللہ کہاں لکھا ہو پس کفار اعتراض تو بہتر کرتے تھے
 مگر کوئی جتنا تھا شاعر کہتے ہیں تو ناموزوں طبیعت اس کا جواب دندان شکن دے رہی ہو چھوٹا
 بتاتے ہیں تو یہ شخص جھوٹے پر لعنت کرتا ہوا لا ائذہ اللہ علی الکاذبین۔ اور کست ہو کہ جو شخص
 جھوٹ بنائے گا قیامت کے دن اس کا کالائف ہوگا وَاَيُّمُ الْقِيَامَةِ نَوَى الَّذِيْنَ كَذَبُوا عَلٰی اللّٰهِ
 وَجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ اور جو غلط دعویٰ نبوت کرے گا مرتے وقت بڑی شکل سے اس کی جان نکلے گی۔
 وَمَنْ اَظْلَمُ مِنْ اَمْرِىْ عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُدْعٰى اِلٰى دَلَمَ لَوْ عَزَّالِيْہٖ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَاۤءُ زُلْ
 وَّلٌ مَاۤ اُنْزِلَ اللّٰهُ وَلَوْ تَرٰۤی اِذَا الظّٰلِمُوْنَ فِیْ عَمْرِۡ التَّوْبَتِ وَاللّٰكِلَآءِۃِۤ اَبَاسُطُوْا اٰیٰتِہِمْ اٰخِرِۢمُ
 اَنْفُسِہُمْ اَلِیَوْمَ یُجْزَوْنَ عَذَابٌ اَلِہٖۡمُ لَوْ یَمٰلِكُمْ تَعْمَلُوْنَ عَلٰی اللّٰہِ عَمْرًا حَقٌّ وَلَکِنَّہُمْ عَنْ اٰیٰتِہِ
 تَسْتَلْہِیْوْنَ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْا نَاۤءِدٰی کَمَا خَلَقْتُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرْکُمُوْا مَا خَوَّلْنَا کُمْ وَرَاۤءَ ظُہُوْرِکُمْ
 وَمَا تَرٰۤی مِنْکُمْ شِفَاعَہُ الَّذِیْنَ لَعَنْتُمْ اَلْہُمْ فَاَکُمْ مَرْکُۡمٌ لَقَدْ نَقَطَ بَیِّنٰتُہُمْ وَصَلَّ عَلَیْکُمْ مَا
 لَکُمْ تَرْجُوْنَ یٰۤاِیُّہِیْ خُفِّیْ خُفِّیْ ہاں آدمی ہوا ایسی قسموں کے ساتھ جھوٹ بولنے پر

کہ ہم آپس میں فسادات کرتے اور چار دنا چار بقاتے امن کے لئے سرکار کو دست اندازی
 کرنی پڑتی تھی اور مجھ کو وہ دن دکھائی دے رہا ہو کہ جب نہیں جو جماعت کے لئے بھی سرکار
 کی اجازت درکار ہونے لگے تو یہ ہمارا قصور ہو گا نہ سرکار کا۔ بہر کیف نجاشی بادشاہ حبشہ رعایا
 کے دین و مذہب سے متعزز نہیں ہوتا تھا چنانچہ پیغمبر صاحب نے چند مسلمانوں کو اجازت دی
 کہ نجاشی کی عمارت میں چلے جائیں جن مسلمانوں نے پہلے پہل ہجرت کی ان میں پیغمبر صاحب
 کی صاحبزادی اور ان کے شوہر حضرت عثمان بھی تھے ان لوگوں نے آرام پایا تو دوسری بار
 بہت سے مسلمان نجاشی کی عمارت میں جا بے اور یہ دوسری ہجرت تھی۔ اُدھر کے قیام میں
 کے وہی زور و ظلم چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ پیغمبر صاحب کے قتل کے مشورے ہونے لگے
 وَادَّيْنَكَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَةُ أُوخِيحُوا جُؤَادًا وَادَّيْنَكَ جُؤَادًا
 لوگ مذہب اسلام سے نفرت تھے ایسی تدبیروں میں لگے تھے کہ اے پیغمبر تم کو قید کر دیں مار ڈالیں
 یا دیس سے نکال دیں اور انجام یہ ہوا کہ خود پیغمبر صاحب مکہ چھوڑ دینے چلے گئے اور تیسری ہجرت
 ہوئی جس سے نکال دیں اور انجام یہ ہوا کہ کبھی موقع ملا تو میں ہجرت کا بیان مسلسل کر دوں گا کہ وہ
 بڑا ہی موثر اور ڈرا ہی دلچسپ ہو پیغمبر صاحب کا مدینے میں آنا تھا کہ سب مسلمان اپنی اپنی جگہ سے
 مدینے میں آئے۔ اور یہ لوگ مہاجرین کہلائے۔ ہجرت نبوی سے پہلے مدینے میں اسلام جو پکڑ چکا
 تھا۔ ان لوگوں نے مہاجرین کی ایسی مددات کی کہ کیا کوئی عزیز اپنے کسی عزیز کی کرے گا۔
 اُس وقت سارے عرب مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ ایسے نادرک وقت میں مسلمانوں کو پناہ دینا اہل
 مدینے کے خمد سے کی مضبوطی کی بڑی مضبوط دلیل ہو اَدَّيْنَكَ جُؤَادًا وَادَّيْنَكَ جُؤَادًا
 فَخَلَا مِنْهُمْ خُفَاؤُنَ أَنْ يَخْبَطُوكَ النَّاسُ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي لَكَ بِمَنْ مِّنْهُمْ مِّنَ الظَّالِمِينَ
 داوردہ دن یاد کرو کہ تم چھوڑے تھے اور ملک میں کم زور سمجھے جاتے تھے اور اس کا ڈر لگا رہتا تھا کہ
 کہیں لوگ تم کو امپک نہ لے جائیں تو خدا نے تمہارا ٹھکانا کر دیا اور اپنی مدد سے تمہاری تائید کی وہ
 تم کو اچھی روزی دی، مہاجرین بے سروسامان تو تھے ہی پیغمبر صاحب نے مہاجرین اور انصار

میں بھائی چارہ کرا دیا تھا انصار نے اس موافقات کو جس عمدگی کے ساتھ نبھا ہا اُس کی بہت سی حکایتیں کتب سیر و احادیث میں منقول ہیں مثلاً یہ کہ ابتدائے آمد مہاجرین سے پیغمبر صاحب پر برابر انصار کا یہ اتفاق ہوا کہ ہمارے مسلمان بھائی مہاجرین بے سراسر مان ہیں۔ اور ہم لوگ باغات رکھتے ہیں آپ ان باغات میں ہم کو اور ہمارے مہاجرین بھائیوں کو برابر کا شریک کر دیجئے۔

اُن حضرت نے اس کو قبول نہیں کیا۔ مہاجرین و انصار میں موافقات ہوئی تو عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع بھائی بھائی بنے۔ سعد نے عبدالرحمن سے کہا کہ تم ٹھیک رہے کس کو اور بے مقدور اور مجھ کو خدا نے مال بھی دیا ہے اور ایک چھوڑ دو بیبیاں ایسا کہ وہ مال سب انصار آدھا آدھا اور جس بی بی کو کہ میں تمہارے لئے اُس کو طلاق دے دوں عبدالرحمن نے کہا کہ یہ سب بھاری مہربانی ہو۔ مجھ کو صرف بازار تباہی میں آپ اپنی سب حالت درست کر لوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ایک انصاری کی وہ حکایت مجھ کو بھی بھولتی ہی نہیں کہ پیغمبر صاحب کے پاس کوئی مہمان آیا۔ آپ اپنے گھروں میں دریافت کیا تو معلوم ہوا مہمان کے لئے کچھ موجود نہیں۔ آخر ایک انصاری اُس کو لے گیا۔ لے جاتے تو لے گیا مگر اُس کے ہاں بھی صرف پچوں ہی کا آسرا تھا اور بس۔ کمال تو یہ کیا کہ پچوں کو ہلکا بھٹسا کر سلا دیا۔ اور چرخ کو کھدیا ٹھنڈا۔ مہمان کے ساتھ آپ خالی مجھ جلاتا رہا۔

اور مہمان اکیلا کھایا کیا۔ اس طرح ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کے کام آتا تھا۔ تب کہیں جا کر دین قائم ہوا تھا۔ اگر کہیں خدا نخواستہ ہمارے جیسی آپا دھاپی ہوتی تو انجہ مہلوم کا کوئی نام بھی نہ جانتا۔ پیغمبر صاحب نے جو مہاجرین اور انصار کا ایسا رابطہ ضبط و یکجا تو مہاجرین کو انصار کا وارث ٹھیکر دیا۔ جیسی کوئی انصاری مرتا تو اُس کا بھائی مہاجر اُس کے عزیزوں کی طرح اُس کا ترکہ پاتا جب مہاجرین کے پر پرزے درست ہو گئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمُنَافِقِ أُولَٰئِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُحْسِنِينَ وَالْمُتَّقِينَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَآلِهِ تَتَّبِعُوا فِي مَخْلُوعٍ
اِنِیْ اُوْلَیْکُمْ مَعْرُوفًا ۝ دمسلمانوں اور مہاجروں کے مقابلے میں ناطے واسے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے حق دار ہیں مگر یہ کہ اپنے دوستوں کے ساتھ تم سلوک کرنا چاہو اس کے بعد

<p>وطن چھوٹے اور مال و اسباب چھوٹے قربت یہ تھی کس شتا و صفت کی اسی نے جماعت تہی اک بنائی گدا تھے مگر بادشاہ ہو گئے وہ اُخوت پر موقوف ہیں کام سارے مسلمانوں کی جیسی حالت ہو ابتر نہ محتاج اظہار و ذکر و بیان ہو زرد دیکھئے کیا سے کیا ہو گئے ہم بختے بھی ہو کچھ کہ کیا ہو اُخوت یہ باہم ترقی پہ اُڑنے کا پر ہو</p>	<p>زن و خویش و فرزند و احباب چھوٹے کہ بنیاد تھی دنیوی سلطنت کی لگی پھرنے دنیا میں اُن کی دہائی تھے بندے و لیکن خدا ہو گئے وہ ہم آئے ہیں تم تک اسی کے سارے لکھے جا چکے اُس کے ذکر کے دفتر کہ جو کچھ حقیقت ہو سب پر عیاں ہو سبب کیا کہ باہم جدا ہو گئے ہم یہی ہو یہی ہو یہی اصل ثبوت یہی فوج و لشکر یہی زور و زور ہو</p>
--	---

(بھیڑ حواشی صفحہ ۵۱۷) درامت مواخات موقوف ہوئی۔ اور شعر میں یہ جو کہا ہے یہ ناطق خدا کا لگا یا ہوا
 ہو تو اُس کی سند و ہی مواخات جو پیہ صاحب نے انصار اور مہاجرین میں کرا دی تھی اور قرآن
 میں بھی ارشاد ہوا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ (مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں)۔

لَقَدْ فُقِّرَ اَوَّالُ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمَّا اُولَئِمْ فَيُحْتَوْنَ نَفْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَهُمْ اَنَاصِرُ بَيْنَ
 حُودُودِ اَوَّلَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (مال غنیمت میں سے رسول کا حصہ اُن متاجروں کا جو مہاجرین
 کلاتے ہیں جو اپنے وطن اور مال سے بے دخل کر دیئے گئے ہیں اور اللہ کے فضل اور اس کی مصلحت
 کے طلبگار ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول کی مدد کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں سچے مسلمان) اِنَّ رَّبَّكَ لَآتِي
 الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِسُوْرَتِكَ وَاَعْلَمُوْا بِالشَّهَادَةِ لِيَسْتَضْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفْتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلِيُمَكِّنَنَّ
 لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِيْ رِضُوْا لَهُمْ فَاَعْلَمُوْا اَنَّهُمْ مِنْ قَبْلِ حُجُوْبِهِمْ اَمْنًا (جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئے ہیں
 نیک کام کرتے ہیں اللہ نے اُن سے وعدہ کر لیا ہو کہ جس طرح اگلے لوگوں کو ملک کی خلافت یعنی سلطنت دی
 تھی ان کو بھی سلطنت دے گا اور جس میں کچھ شک ہے پس پسند کیا ہو اس کو بھی ثبات دے گا اور اُن کے درمیان سے عدل کرے گا)

<p>یہی قوم کی جان روح و رفاں ہو آئی ہمیں بھی انوت عطا کر خدا نے رسول عرب کو جو بھیجا کہ ہم میں سے بعضے بٹے آدمی ہیں خدا کو کسی کو پیسہ بنانا جب اس بٹے کچھ مال و دولت میں ہو خدا نے کہا تم ہوشدت سے احمق رسالت نہیں ہو مگر فضل باری اسے دیتے ہیں بل پاتے ہیں جس کو</p>	<p>یہی جسم قومی کی تاب و توانا ہو دکھا اپنی قدرت سے مرنے والا کر لگا پکنے کفار کے سر میں بھیجا مگر وہ رسالت کے شایان نہیں ہیں تو جبریل ان میں کسی پاس آتا تو اس کی رسالت رسالت نہیں ہے نہیں تم کو فہمید سے بہرہ مطلق یہ انعام ہے محض رحمت ہماری ذرا تم کو دریاں سے دور کھسکو</p>
--	--

۱۔ پیغمبر صاحب پر کافر اعتراض تو بہتر سے ہی کیا کرتے تھے مگر جواب بھی ایسے سننے کے کہ ان کا بھی ہی جانتا ہو گا سن جملہ اعتراضات کے اس مقام پر دو اعتراضوں کی طرف اشارہ ہو ایک تو یہ کہ جزیرہ عرب میں مکہ اور مدینہ ہی دو شہر مشہور ہیں۔ اور ان میں ہر طرح کے آدمی بستے ہیں۔ سبب کیا کہنے پیغمبر ہی کے ان کو اختیار کیا اور بڑی بڑی لمبی چوڑی عزت والوں کو محروم کیا تو کہلاؤ نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْغَرَفِیْنَ عَظِیْمٍ دوسرا اعتراض گستاخی میں اس سے بھی بڑھا ہوا تھا کہ جو فضیلت پیغمبر صاحب کو عطا ہوئی جو ہم کو بھی ملے تو ہم پر کان لائیں۔ مطلب یہ کہ ہم پر بھی وحی نازل ہو لے تو میں حَقِّی نُوْفِیْ صَلَّی مَا اُوْفِیْ دُئِلَّ اللہ جس طرح نعم میں دونوں اعتراض ایک جگہ بیان ہوئے اسی طرح دونوں کے جواب ایک ساتھ مذکور ہیں۔ پہلے اعتراض کا جواب ہوا اَهُمْ یُفْسِمُونَ دَحْمَةَ رَّیْلَکَ دیکھ لگے اللہ کی رحمتوں کو آپ تقسیم کرنے، اور دوسرے اعتراض کا جواب ہوا اللہ اَھْلَمَ حَدِیْثُ یَعْبَلُ دَسَالَتُ اللہ کو خوب معلوم ہو کیسی جگہ رسالت کو ولایت رکھتا ہو ہم دنیاوی برکتوں اور رحمتوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بھی خدا علم و ارادے سے لوگوں میں تقسیم ہوئی ہیں۔ ورنہ اپنی بہتری کے لیے کون کو شش نہیں کرتا تو منصب رسالت بدرجہ اولیٰ ۱۲۔

ہمارے یہاں نخل و فست نہیں ہے بنی نوع انسان میں سب برابر پرستار ہو چھ سائے روئے زمیں پر ہر اک امر طر ہو چکا ہو ازل میں دکھاتا ہو قدرت کے اپنی نمونے بدونیک و دونوں کا دیکھو تماشا جو بالفرض بد ہو جس اُس سے کہ کیا	ہر شخص شایاں منت نہیں ہو مگر کوئی ہمد ہو اور کوئی کنکر کیس عجول گتے ہیں کانٹے کہیں پر کہ کیا کس کو کرنا ہو دار العمل میں مگر حمید پایا نہ اُس کا کسو نے وے یہ سما کھی مل ہو حاشا! وگر نیک ہی ہم کو اُس کا حسد کیا
---	---

سے بیع صدی فرماتے ہیں سہ باراں کہ در لطافت طبعش خلافت نصرت بہ در باغ لالہ رفید و در شور بزم خوش بہ
فیضان رحمت آئی یکساں ہو مگر ہر ایک کا مادہ قابل خلقت ۱۲

۱۳ حدیث شریف میں آیا ہوا السَّعِيدُ مَنْ مَعَهُ فِي بَطْنِ اُمِّهِ وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ اُمِّهِ یعنی
سعادت و شقاوت عالم کون و فساد میں آنے سے پہلے فی علم الہی مقرر ہو چکی ہو اور پھر ہر شخص دنیا میں اگر اسی
کے مطابق عمل کرتا ہو۔ ایک دوسری حدیث اور بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی اہل جنت کا سائل کرتا
رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک بالشت کا تفصل رہ جاتا ہو۔ مگر چون کہ اس کے علم میں
وہ شقی تعمیر چکا تھا کوئی گناہ اس سے ایسا سرزد ہوتا ہو کہ انجام کار وہ ورثی ہو جاتا ہو اسی طرح ایک آدمی ساری
عمر دوزخیوں کے سے کام کرتا ہو اور آخر کا حقیقی ہو جاتا ہو۔ ۱۴

۱۵ یہ بحث ہو جبر و قدر کی جس میں غور اور غرض کرنے کی تحت ممانعت ہو اس لیے کہ اس قسم کی باتیں عقل
انسانی سے بالاتر ہیں اور ان میں فکر کرنا اسرارِ حکمت آئی میں دخل دینا ہو۔ خواجہ حافظ لکھتے ہیں سہ

گناہ اگرچہ نبود اختیاریہ یا حافظ	تو در طریق ادب کوش و گوناگون است
ایک ہندی شاعر کا یہ ہے نیاؤ نہ کیس کیں ٹھکانی پ بن کہنے لکے ہیں بڑی ایضاً انصاف تو کیا نہیں نرمی اور مدد حق کی کہ ابھی ہم سے گناہ سرزد دیکھ نہ تھا کہ جائے نامہ اعمال میں لگا گیا یہ بڑی خطرناک باتیں ہیں اور تادیب کے مسئلے میں بحث کرنے سے کفر کا خوف ہو۔ ۱۶	

<p> کیا لطف و انعام و احسان یہ بھی بڑھا مدد دیا سے رحم الہی مسلمانوں کی قوم کا دل سے شیدا یہی اُس کا دیں ہر کسی اُس کا مذہب وہ بیچارہ کیا جانے فرض و نوافل تمھاری ہی کارن دل افکار ہو مگر کی ہو قومی پرستش اسی نے اسے جاگئے سوتے بس اک دھن ہو کہ ہو عاشق قوم اور قوم مردہ جو عاشق ہو وہ عشق کی قدر جانے تو سمجھے کہ ہاں عشق ہوتا ہو ایسا ذرا ابو جحشے زال قوم ان کی کیا ہو؟ کہ جس طرح کی روح ویسے فرشتے گورمنٹ کو یہ مسلمان کر دے مسلمان ہر ایک صینے میں افسر </p>	<p> بہر کیف اُسی کی تھی اک شان عجیبی کہ جب مدغایت کو بچھونچی تباہی خدا نے کیا ہم میں اک شخص پیدا ہو اسلام کا بول بالا کسی دھب جو ہو حُب قومی میں ہر وقت شامل یہ بے دین ہی پاکہ دیں دار ہو یہ مہ مہر پوچے ہیں تھپسہ کسی نے سخن قوم کا قوم سے ہی سخن ہو نہ کیوں کر رہے ہر گڑھی دل فرزدہ سنے ہیں بہت عاشقوں کے فسانے مگر جب سے سرسید احمد کو دیکھا محبت بجائے خودش بد بلا ہو مثلاً سب طبیعت کے ہوتے ہیں رشتے بقدر طلب اگر خدا اُس کو زردے مسلمان کلکٹ مسلمان کشنر </p>
--	---

لے یہ مثل قرآن سے استنباط کی گئی ہے اَلْمُحْسِنَاتُ لِلْمُحْسِنِينَ وَالْمُحْسِنُونَ لِلْمُحْسِنَاتِ وَالْطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ (ناباک عورتیں ناباک مردوں کے لئے اور ناباک مرد ناباک عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے) اور یہی مطلب جو کہ ہم جنس باہم جنس پر ہدف کا حاصل مطلب ہے کہ مدوح کی طہنیت پاک تھی تو وہ مسلمانوں کی یہ خواہی کی طوت مائل ہوا اور یہ کہ عجب کی بات جنس بھی حال میں ایک بنگالی صاحب بدووان کے کشتہ مقرر ہوئے ہیں تو انکو مسلمانوں میں لیاقت و قابلیت جو ان کو بھی مدد ہائے جلیل مل سکتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کو معرفت نہیں آتی ہے

میں چیت جیسٹس میں بھول بیچ ہوں خدا نے اسے عقل دی فکر ناقب تو دیکھا مسلمان بیٹے ہیں سب میں جگر جل گیا ہو گئے دل کے ٹکڑے لگا رونے بالائے سر ہات رکھ کر تقصص کیا کیا ہو؟ کیوں کری کیوں کری ٹھل آخرش وجہ پستی حالت نریں بدلی بدلا ہوا آسمان ہو	تو کس دھوکم چل کے گئے میں جھوٹا نتائج سمجھنے لگا اور عواقب مگر آگئے ہیں خدا کے غضب میں یہ وہ درد ہر جو کر سہل کے ٹکڑے وہ اور بیٹھتا ہات پر ہاتھ رکھ کر کہ دنیا میں اسلام خوار و زبوں ہو جہالت اجمالت اجمالت اجمالت زمانہ کی اگلی سی حالت کہاں ہو ای کشتہ ستم تیری غیرت کو کیا ہوا
---	---

(نقص جو ان کی طرف سے ہے)

اس وقت تمام پراش دنیا میں صرف ایک مسلمان باقی گورٹ بنگالہ کے بیچ ہیں اور بس بنگالہ۔ ہندو اس
اڈھینی تینوں پر پڑے تینوں میں ایک شرف بھی مسلمان نہیں۔ اور دادا بھائی نور جی جس مرتبہ عالی پر
پھونپنے سب کو معلوم ہو، اے قرآن میں غضب کا لفظ صرف قوم یہود کی نسبت آیا جو صریحاً علیکم صر
الذلة انما نطقوا الا یجمل من اللہ وجیل من الناس باذ القضب واللہ وحیبت علیکم لکن ان پر
لازم کر دی گئی ذلت کہیں بھی ہوں مگر اللہ اور لوگوں کے سہارے سے اور آگئے اللہ کے غضب
میں اور لازم کر دی گئی ان کو خواری ہو یہود کا کیا حال ہو کہ دے نے زمین کے ایک پتے پر ان کی سلطنت نہیں
جہاں ہیں ذلیل وغیرہ گویا زمین ان کو قبول نہیں کرتی اور اس وقت کے مسلمانوں کا حال یہود سے بہت باتوں
میں مشابہ ہو گیا ہو اور ہوتا چلا جاتا ہو ویسے ہی مذہبی تہنات ہیں ویسی ہی بداقبالی ہو اناللہ وانا الیہ
رجعون ۱۲ اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ سید احمد خاں نے ولایت سے واپس آ کر ملی گئے
محمد علی کھوٹے سے پہلے ایک مضمون شہر کیا کہ مسلمان انگریزی تعلیم سے کیوں متفرق ہیں اور اس مضمون کے
جوابوں پر انعام تجویز کیے۔ جواب مضمون کے بہت سے رسالے لوگوں نے لکھے اور آخر کار ثابت ہوا کہ
مسلمانوں کو ان کے اپنے کالج کی ضرورت ہو ۱۳

یہ ریلیں سٹیمر کھلیں تار برقی
کوئی روز شاید کہ جاتا ہو خالی
نہ کرتے ہوں لک تازہ ایجاد کوئی
وہی جانور ہیں وہی ہیں مصیبتیں
سیرِ شہر آہ آبِ حیاتِ پیاسے
گئے وقتِ شمشیر و تیر و تبر کے
گورنمنٹ کے کالجوں پر نظر کی
یہ ٹھہری کہ کیوں باریشٹ اٹھائیں
مگر اپنا کالج بنائیں تو کیسے
مسلمان کہتے ہیں ہائے بکا رہے
یہ تعلیمِ حرمین و مذہب کی دشمن
جو کالج میں دینے کو کبھے اکارت
جو کہتے ہیں بے سود مطلق ہو کالج
وہ دشمن خدا کا وہ دشمن نبی کا
غرض اہل اسلام میں ایک یہ ہیں
کہاں یہ لیاقت کہ دولت کمائیں
پھر آئی بھی گرفت کی بات دولت

بھلا ان کو کیا جانیں ہم لوگ شرقی
کہ یورپ کے لوگوں کے اذہانِ عالی
ہو تم میں بھی اسی قوم ناشاد کوئی
مسلمان۔ اور اپنی پرانی گھسیڑیں
سبب کیا ہر دھڑکنے میں حقِ خدا سے
بس اب دور دورے ہیں علم و حکم
تو چٹیر کی بوئے جو بیچی عسکر کی
مسلمان آپ اپنا کالج بنائیں
کہاں پائیں اس کے لیے نقد پیسے
کہ تعلیم کے نام جلتے انگارے
دیا اور بستے نار و دوزخ کے ایندھن
وہ اتنے کا اتنا ہی ہو جائے غارت
گرے ایسے ہر کانے والوں پہ فالج
ہمارا تمہارا خود اپنا سبھی کا
بدوں کا تو کیا ذکر ہی نیک یہ ہیں
خوشا وقت اُن کے کہ میراث پائیں
تو عقلِ دھند ہو گئی سر سے رخصت

۱۔ ہندی دستانِ قسمت راجہ سوداگر ہر کمال
کہ خضر از آبِ حیاتِ شہرِ آرد بکند۱۱

۲۔ سلسلہ سخن کے لیے مضمون کو یوں قلم کر لو کہ جب مسلمانوں کی بہتری حالت کی وجہ ان کی جہالت ثابت ہوئی
تو خیال آیا کہ سرکار نے تعلیم کا بڑا بھاری انتظام کر رکھا ہو گا جگہ سکول ہیں۔ کالج ہیں یونیورسٹیاں ہیں غرض
مسلمان تعلیم پر کچھ مہیا ہو۔ لیکن ان میں ایک نقص ہے جس کو آگے بیان کیا ہو۔

بس اک آپ ہیں اور دلو میں ہو
تو بس ہو گئے عیش و عشرت کے بندے
اگر قوم مٹ جائے ان کی بلا سے
جسے شیر کا تھا حقیقت میں لانا
جلا کی پڑی آگ، ریشک و حسد کی
کہ آخر مسلمان رہے عیسے
زبان و دہاں تھک گئے بجتے بجتے
بنی کیمیا پر کسرا انج کی ہاں
بتاؤ ضروری ہو یا نافرمانی
وہ کن کا خدا ہو کہ جس کا یہ گھر ہو
پر اپنے گھروں سے ملا کر تو دیکھو
وہی پھیکا پچوان و کان اونچی
و دسبہ چارہ ڈنگھاٹ کا اونڈ گھر کا
لکھانے پڑھانے سکھانے کے لائق
تو کیا قوم پران کا کچھ حق نہیں ہو
کہ ہم تھک گئے نصف منزل پر اگر
بنو خضر بڑا لگا دو کستار سے

نہ شرم و حیا ہو نہ غیرت نہ دیں ہو
ہو او ہو سس جڑا لے ہیں بھننے
تعلق نہیں ان کو مطلق خدا سے
تو ایسوں سے کالج قائم کرانا
مگر اس نے ہمت خدا سے مدد کی
فقط عزم صادق کے ہیں یہ نتیجے
یسے ویسے سسکتے سسکتے
سو کالج کی حالت ابھی ڈھانچ کی ہو
غضب ہو کہ مسجد پڑی ہو ادھوری
نہ دیوار ہو اور نہ چھت ہو نہ در ہو
نہیں کہتے مسجد بنا کر تو دیکھو
یہ مسجد اور اللہ کی شان اونچی
ٹھکانا نہیں ہو کہیں بورڈر کا
بہت سے ہیں تعلیم پانے کے لائق
وے دسترس ان کو مطلق نہیں ہو
کوئی سے چلو ہم کو کندھے چڑھا کر
بہت پاؤں پیٹے بہت بات مائے

سے یعنی یوں تو مسجد کے بنانے والوں کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ جو اللہ کے
یئے دنیا میں مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں ایک گھر بنوائے گا تو قرآن اس بشارت پر عمل کرنے کو
جہاں شمس عقیدت۔ مگر اتنا تو کر کہ اللہ کے اس گھر کو جو علیؑ کہہ محمدؐ کا بیٹا ہو جسے مسجد کو کہنے گھروں سے
مقابلہ کیے دیکھو کہ تمہارے گھر اچھے ہیں یا یہ خدا کا گھر جس کی ندیوار ہو اور نہ چھت ہو نہ در ہو۔

لبِ بامِ دور اور کستِ اپنی چھوٹی
 بہت آرزوئیں میں اداں بہت ہیں
 یہ جی چاہتا ہو کہ کالج ہمارا
 کہ ہم کو ترقی کا راستہ دکھائے
 دلوں کو خوش و خرم و شاد کرنے
 یہ کھیتی جو مدت سے سوکھی پڑی ہو
 نہ اس کی سی اعلیٰ عمارت کیس ہو
 پروفیسر اس کے گرجتے برستے
 ہر اک فن میں ہو ان کو کامل نصیرت
 ہر اک بورڈ پر پاس ایسا مسکاں ہو
 بہت لوگ ہیں ہم کو سُرف بتاتے
 ہمیں پاس اسلام کا آبِ بڑا ہو
 تو جو چیز اسلام کے نام کی ہو
 نہیں ہم کہ ہو جائیں خوش دال کھا کر
 بہت دور ہیں ہم نراسول کی آسین
 رہیں گے تو ہم ہو گے برتر رہیں گے
 اگر چند شخصوں نے رحمت اُٹھائی
 لگی تو گرمی خوب کھایا کمایا
 یہ سب مدرسے ہیں فضول اور زوائد

کہاں تک کفایت کرے اننگوٹی
 ابھی ہم کو درکار سالان بہت ہیں
 ہو تعلیم کا اک چمکتا ستارا
 ہمیں اہل یورپ کا ثانی بنائے
 اس اُجڑے نچو کو پھر آباد کر دے
 لگے لہلہانے کھڑی یا پڑی ہو
 جو کالج کی خوبی ہو وہ سب ہمیں ہو
 اگر ڈپل پے پر بھی مل جائیں سستے
 ہو انگریز لیکن مسلمان سیرت
 کہ آسائشیں جسم و آرام و جاں ہو
 پر امی کاش وہ اصل مطلب کو پاتے
 کہ اس کا خدا رکھے رتبہ بڑا ہو
 وہ ایسی ہی عزت کی اور کام کی ہو
 اگر ہم جنیں گے تو ترماں کھا کر
 بچھیل دس روزہ داروں کی سپاہیں
 وگرنہ اسی رنج میں مر رہیں گے
 اور آخر کو بالفرض ڈگری بھی پائی
 مگر قوم نے ان سے کیا نفع پایا
 کہ شخصی منافع ہیں ذاتی فوائد

۱۵ دو چند خواہ ۱۲-

۱۶ درجہ فضیلت جیسے بی اے ایم اے وغیرہ ۱۷-

رہے ہم تو ویسے ہی بدتر کے بدتر
 نہیں کہتے ہم مت پرٹھاؤ پرٹھاؤ
 دلوں میں بھرو ان کے اونچے ارادے
 حیمت وہ اسلام کی جوش مارے
 ہماری غرض اور غلیت یہی ہو
 تو فرمائیے کس کی منزل کڑی ہو
 ہمارے اور ان کے طریقے جدا ہیں
 اگرچہ ابھی کورس میں منحصر ہیں
 دکھائیں گے گریبا گئے مال و زر ہم
 ہو کلچ میں یہ امر بالشان منقسم
 سٹوڈنس پر ایسی حاوی نظر ہو
 وہ ڈپلن اور ضبط اوقات سیکھیں
 ہو عنوان خط جوں لفظ سے ظاہر
 جو دل میں ہو صاف اس کا ظہار کریں
 ہو قومی محبت دلوں میں سمائی
 کیا ہو جو کالج نے ہموار ان کو
 غم نے ہوں شاگرد و استاد دونوں
 کچھ ایسا وقار ان میں آیا ہو پڑھ کر
 ہو گر حاصل ہند آمد کسی کی
 مطیع اولی الامر و مستعد ہوں وہ

بنائیں گے یہ قوم کیا خاک پتھر
 مگر دوستداران اُمت بناؤ
 کہ بے بنیے نے تجھ کو نیکی خدا سے
 کہ سب ساتھیوں کو لگا دے کنارے
 ہمارے سفر کی نہایت یہی ہو
 ہمیں قوم کی۔ ان کو اپنی پڑی ہو
 کہ ہم غرض پر اور یہ تحت الشری ہیں
 مگر ہم فقہ و وقت کے منقطع ہیں
 اُڑیں گے بنگالیں گجب بال پر ہم
 کہ تعلیم پر تربیت ہو مقدم
 کہ گز خواب دیکھیں تو سب کو خبر ہو
 شریفانہ طرزِ مدارات سیکھیں
 طبیعت کی نیکی قیافے سے ظاہر
 خطا ہو گئی ہو تو اقرار کر دیں
 وہ اسلام کے نام پر ہوں فدائی
 کریں اپنے بیگانے سب پیاراں کو
 تو پھر دین و دنیا ہوں آباد دونوں
 کہ آپ اپنی عزت کریں سب بڑھ کر
 نہ بن آئے اُن سے خوشامد کسی کی
 رعایا سے محکوم و آزاد ہوں وہ

سپاہی اور اہل قلم ہو کے نکلیں نکل جائیں کوسوں جو چلتے پرائیں طبیعت میں جودت جو اسوں میں نہی	سود و مس تیج دودم ہو کے نکلیں بہ نعمت مشقت سے جانیں چرائیں رہی ہو جو شائق مسیح خیزی
---	---

۱۵ جب سے مسلمانوں کی روٹی دھکی جانی شروع ہوئی یعنی جب سے رفرام سپاہیوں نے اور بڑے ہیں تو کیا ہو رفرام کے کھانا سے ابھی بچے ہی ہیں۔ ہمارے سامنے جنم لیا اور ہمارے ہی سامنے بولنا سکے، تب سے اور صرف تب ہی سے مسلمانوں کے عیب و صواب پر نظر پڑنے لگی۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مذہبی اوہام اور تصورات ان کو دنیا میں پیٹنے نہیں دیتے۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ ان کو انگریزوں سے اور ہر چیز سے جو انگریزوں کو چھوگئی ہو نفرت اور گریز ہو۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ مگر سے پیر باندہ کر دریا میں رہنا چاہتے ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ علوم جدیدہ سے بوشر و زندگی قرار پائے اور پاتے چلے جاتے ہیں ناواقف محض ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ کم ہمت بلکہ بے ہمت اور کابل ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ ان میں خود غرضی اور بھوٹ اور نا اتفاقی ہو۔ غرض تب سے اور صرف تب ہی معلوم ہوا کہ مسلمان جو دنیا میں بھرے کتاب ہیں معلوم ہوتے ہیں چھپے جن کے دلوں میں قومی ہم دردی اور اسلامی محبت تھی بعض اپنے دلی اعتقادات سے اور بعض دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی اپنی جگہ رفرام کی تدبیریں کرنے لگے۔ جگہ جگہ مدرسے بن گئے۔ انگریزی کلاسوں میں مسلمانوں کی شکلیں دکھائی دینے لگیں۔ بعض نے دگر بیاں اور دگر یوں کے ساتھ نوکریاں بھی پائیں بعض نے میرے خلاف رائے انگریزی طور پر طریقے بھی اختیار کر لیے۔ کتنی انجمنیں بن گئیں۔ کتنی سوسائٹیاں کھڑی ہو گئیں۔ اخباروں کی حالت دیکھو لڑنے پھر زبان اردو کی انتشار و آری، کی ٹون دکھائی گئی۔ مذاق پلٹ گئے۔ سروں میں ادبی طعنے کے خیالات گونجنے لگے۔ غرض رفرام کی لائیں درستے ہیں کچھ بلکہ مجھے کتنا چاہیے بہت کچھ ہوا اور ہو رہا ہے۔ اور یہاں مختصر کچھ سمجھنا چلا ہو۔ مگر ایک بات ہو جس پر رفراموں نے پورا پورا زور نہیں دیا۔ اور مسلمانوں کے کان اُس کے لیے ابھی طرح سے نہیں کھولے گئے وہ کیا ہو؟ ہاشل سپرٹ (سپاہیانہ مزاج) میں اس کو قوم کی لاف (زندگی) سمجھتا ہوں یہ جو تھا مگر اس امر کی شفقت کا کہ قوم مگر گئی یا زندہ ہو۔ اور

زندہ ہو تو اس میں کتنی جان چڑھ توں کا عروج اور تنزل ایک معمولی بات ہے۔ اور جب سے دنیا کا آغاز ہو تب ہی سے اس انقلاب کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مگر تاریخ ہم کو پورا پورا یقین دلا سکتی ہے کہ مارشل سپرٹ ہی اس انقلاب کا فیکٹر (مددگار معیار) رہی ہے۔ اسلام نے بھی اسی نچلے قاعدے سے ترقی کی تھی۔ یعنی اُس وقت کے مسلمانوں میں مارشل سپرٹ بڑے زور وں پختی پھر جب وہ سلطنت پاکر عیش و آرام میں پڑ گئے۔ مارشل سپرٹ کم ہوتے ہوتے سلطنت اُن کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور اب جو کہیں کہیں کسی قدر برائے نام باقی ہے۔ یوں کہ مارشل سپرٹ سے اُس کو کافی مدد نہیں ملتی اس کا بقا باطل بھر دے کے قابل نہیں علی شفا جوتہ ہاید دکناس پر ریتیلی ٹھکانگ کے جس کو دیا کاٹنا چلا جا رہا ہے

اگر ماندہ شے ماندہ بنے دیگر بھی ماند

لیکن کیا سلطنت کے ساتھ ہم کو مارشل سپرٹ سے بھی صبر کر لینا چاہیے۔ اگر ایسا کریں اور افسوس ہے کہ ہم ایسا ہی کر رہے ہیں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم پیسوں کے ٹٹے نکل اور کل کے ٹٹے آج اور آج کے ٹٹے ابھی مٹنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم میں سے مارشل سپرٹ نکل گئی تو فارم کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکے گی۔ مارشل سپرٹ کے نکلنے پیچھے ہم میں نہ غیرت باقی رہے گی نہ عزت نہ سلف ریسکٹ (خود داری) نہ سلف بلب (آپ اپنی مدد) نہ ترقی کی گنگدھی۔ یہ اس جو ہم کو بڑش گورنمنٹ کے نقلِ عاطفت میں حاصل ہے چھپکے چھپکے مارشل سپرٹ کو گھٹاتا اور کمزور کرتا چلا جا رہا ہے۔ اور مارشل سپرٹ کے گھٹنے اور کمزور ہونے کے آثار ہم پر مترب ہو چکے ہیں۔ نہ ہم میں وہ انکی نسلوں کی سی توانائیاں ہیں وہی پھرتی ہے نہ وہی جھاکشی ہے نہ ویسے دل مضبوط ہیں۔ غرض ہم مسلمانوں کی مارشل سپرٹ سیکڑوں برس سے رو بہ انحطاط ہے۔ ہم اپنے زمانہ سلطنت میں منہ سے سے پٹے ایڈا کیے۔ اب اس عمد عافیت مہم میں مارشل سپرٹ ایسی غفلت کی نیند پڑی سو رہی ہے کہ بچاری کو کروٹ بدنے کی بھی نوبت نہیں آتی۔ آدمی تو آدمی ہم دیکھتے ہیں دیوار پر جس زور سے گیند مارو اسی زور سے دیوار گیند کو اچاٹ دیتی ہے۔ یعنی جمادات تک میں ایک قسم کی مارشل سپرٹ و دلیرت رکھی گئی ہے اور جانوروں میں تو ظاہر بات ہے کہ چوٹی پر پاؤں بڑھ جاتا ہے تو وہ بھی اُلٹ کر کھائے بدون نہیں رہتی۔ گو آخر کار وہ بکرائس کا بچا ہی کیوں نہ ہو جائے کیا فعل چاہو کہ کتنی بڑا ایک حرکت ایک ضروری اور بکار آمد قوت جو عاقل نظام پروری ہے

جمادات کو ملے بنانات کو ملے حیوانات کو ملے اور انسان اشرف المخلوقات کو نہ ملے۔ لیکن واقع میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ مارشل سپرٹ انسان کا ہتیار ہے۔ سرکار نے بقاضائے مصلحت انتظامی ہم لوگوں سے ہتیار ملے ہیں مگر یہ ہتیار یہ مارشل سپرٹ کا ہتیار نہ ہم سے لیا جاسکتا تھا اور نہ سرکار نے اس کے لینے کا قصد کیا بلکہ استحقاق مخالفت خود اختیار ہی کا تسلیم کیا جانا اس سلاح کے رکھنے کا لیسنس ہے۔ اگر صرف خواص کے ہرستے پر رہتے تو مارشل سپرٹ اب تک کبھی کسی مسلمانوں میں سے ناپید ہو گئی ہوتی۔ مگر ہم اپنے عوام کے بہت شکر گزار ہیں کہ ان کی بدولت یہ چلچل ابھی تک ٹھہرا ہوا ہے۔ اگرچہ ہم ان کو سخت ملامت بھی کرتے ہیں کہ وہ اس قوت سے اکثر نہایت نامناسب طور سے کام لیتے ہیں۔ مارشل سپرٹ فی لفظی معنی عمدہ چیز ہے اور اس میں برائی ہو تو یہ ہے کہ وہ نا اہلوں کے ہس میں پڑی ہو۔ اگر اس برائی کی نظر سے مارشل سپرٹ کے دباوینے اور کچل دینے کی صلاح دی جائے تو اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے بعض لوگ تعلیم لیسوا کے مخالف ہیں اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ ستورات کھینچنے پڑنے کی قوت سے نامناسب کام لیں تو کیوں نہیں ہاتھ خشک کر دیے جائیں کہ ایسا نہ ہو کسی کو ماریں کیوں نہیں نکھیں پھوڑ دی جائیں کہ ایسا نہ ہو نظر مٹی جگہ پڑے۔ اگر مارشل سپرٹ کو عوام کے لیے طور پر کام میں لائے ہیں تو اس کا الزام کس پر ہو؟ خواص پر جن کی مارشل سپرٹ آرام طلبی اور بڑائی اور کابلی کی وجہ سے منظمی بخیر ہو گئی تو اور وہ اس کو ریا اور دوبارہ زندہ بھی نہیں کرنا چاہتے اور نہ عوام کے لیے تعلیم کا سامان ہم پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کو نیک و بد کی تمیز ہو۔ مارشل سپرٹ لوگوں کے ٹیمٹ (اندازہ) میں ایسی دلیل ہو گئی ہے کہ وہ اس کو عیب سمجھنے لگے ہیں دون مرتبت شرافت۔ اور جب تک وہ صرف عوام کے ہاتھ میں ہے بے شک عیب ہے۔ اور دون مرتبت شرافت بھی ہے۔ لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں جتنے نظام سوچے جاتے ہیں مارشل سپرٹ کا ریا اور اور فارم کرنا مناسب پر مقدم ہے ہر چند یہ محل پر مشکل باتوں کے بیان کرنے کا نہیں ہے اور نہ میں ان معاملات میں مایہ نری کی لیاقت رکھتا ہوں۔ مگر تاخیر ورجائتا ہوں کہ اب بھی مسلمانوں کو اگر کچھ یوں ہی سی وقت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو تو اسی مارشل سپرٹ کے لحاظ سے۔ کیا شمار کیا دولت۔ کیا لیاقت کل اعتبارات سے ہم ایسے ضعیف ہیں جیسے پختہ مگر مارشل سپرٹ کا ایک ذرا سا ٹوکا ہمارے پاس ہے گو وہ سانپ اچھا ہے گا سا ٹوکا نہیں ہے مگر ذرا

نہ شطرنج و گنجیفہ کی بازیاں ہوں	اچھل کود جو اور کھلا بازیاں ہوں
ہر اک بات میں اُن کی کردار مردی	نراکت ہو اُن کے لئے عار مردی

بے چین کرنے کے لئے کافی ہو۔ جو شخص اخبار پر نظر رکھتا ہو وہ جان سکتا ہو کہ یورپین پورڈ سلطنت ہائے یورپ میں کس درجے کا محاسدہ ہو۔ ہر چند بعض صلح پسند مسلمان مظفر ملک کی تدبیر سے یہ آگ دلی ہوئی لیکن کیا جانیں کب بھڑک اٹھے گی۔ اگر خدا نخواستہ بھڑکی تو مسلمان نہ تو تماشائی نہیں ہوں گے لیکن کون مسلمان؟ وہی جن میں مارشل سپرٹ ہو؟ نہ ہم بتیئے کھنٹی چند کہ جن میں کایک ہیں ہوں۔ باوجودیکہ نو برس یہ تارا باد رہا ہوا ہوں۔ اور میری عمر ہو گئی کہ اپنے ہاتھ سے بندوق چھوڑنے کا اتفاق نہیں ہوا مارشل سپرٹ کے اعتبار سے اس کو چار سو میری عمر کے کارناموں میں گن لیں کہ میں بندوق کی آواز سے ڈرتا نہیں۔ سگر ہاں بنگ تو پڑتا ہوں۔ اور یہ ہمت بھی اس سے ہوئی ہو کہ ہمارے یہاں ہر روز ایک چھوٹا دودھ تو پیس جاتی ہیں۔ دوسری ایک اور رات کے ساڑھے نو بجے کی ایک۔ مارشل سپرٹ کو جیتا جاگتا رکھنے کے لئے گورمنٹ کی ایسی (دفتر) کے لحاظ سے جو ہم کر سکتے ہیں اور جو ہم کو کرنا چاہتے ہیں کہ ہم مردانہ وار کھیلوں کو تعلیم کا پلسری جگت (مضمون جبری) قرار دیں جیسا کہ ہم نے علی گڑھ مہمان کالج میں کر رکھا ہے۔ اس سے مسلمان لڑکے کھیل اُڑیں اور آئینٹل (سٹ) نہیں ہونے پائیں گے۔ ان کی صحت بدنی محفوظ رہے گی۔ آئندہ نسلیں توانا اور زچال ہوں گی۔ بالفضل یہ لوگ بے اور گیند سے کھیلیں گے اور آئندہ شاید ایسے مواقع پیش آئیں کہ بے کی جگہ تلو اور گیند کی جگہ سر۔ مگر کن کے؟ دشمنانِ برٹش گورمنٹ کے غرض سپاہی اور اہل قلم سے میری مراد یہ بھی جو اس نے بیان کی ۱۳۔

۵۔ یہی اچھل کود جس کو شیخ ابراہیم ذوق نے بڑی حسرت کے ساتھ یاد کیا ہو فرماتے ہیں ۵۔

عسد پیری نے چھڑا بادور چلنا کو دنا	ہائے طفلی کھیلنا کھانا اچھلنا کو دنا
------------------------------------	--------------------------------------

چھلنے کودنے کا مریض نظر نے کیسے عمدہ نظموں میں کہا ہے ۵

ایک وقت تھا کہ ٹوٹتے تھے دانت دودھ کے	پھر یہ ہو گا زرنے لگے کھیل کود کے
اب حال یہ ہو عالم پیری میں اسی ظفر	باقی نہیں جو اس بھی گفت و شنود کے

تکلف سے دور اور تسخ سے عاری
 نہ کاہل نہ عاجز نہ بے دست و پا ہیں
 یہ کالج ہی جیسا کہ ہم چاہتے ہیں
 انگریز بل ہی یا باغ ہی یا کوہی
 تو کیوں کریہ امت باڑا کارخانہ
 سو ایسے ہی کالج کی تدبیر میں ہیں
 بڑا بھی سنیں گے کڑی بھی سہیں گے
 تمہاری سہی قسمت ہیں بھی خدا نے
 کہاں یہ مقدّر نصیب ایسے کس کے
 مگر تجھ پہ پنجاب فضل خدا ہو
 برہمن نے مر کر رسوئی بنائی
 لڑائی نہ ٹٹانہ جھگڑا نہ قصہ
 ہوئی ہی کسی کو بھی یہ بات حاصل
 عمارت میں کیا ہو بس ایک اینٹ باقی
 اگر بے دینے ہم کو بے دو گے دھکے

بجائیں خود اپنی خدمت گزاری
 یہی لوگ غمخوار و مفلح نہا ہیں
 کچھ اب سمجھے کیوں ہم رقم چاہتے ہیں
 کوئی کام دنیا میں بے زر ہوا ہو
 کہ کھپ جائے قاروں کاں میں خزانہ
 اٹھائیں گے غمخوارے جو تقدیر میں ہیں
 پہ کالج تو ہم بھی بنا کر دیں گے
 کہ لے قوم اور سید احمد دماغے
 کہ اکسیر مہمان ہو گھر میں مس کے
 کہ نازل ترے سر پہ قومی ہما ہو
 اور آخر کو لالہ نے کھائی اٹھائی
 ہو ٹیکل کالج تھا راہی حصہ
 لگاؤ لہو اور شہیدوں میں داخل
 پلاتے تو ہو دُر دہستے ہو ساقی
 تو فریادے جائیں گے ہم بھی سکے

۱۸۹۹ء کی کانفرنس میں علی گڑھ محمدان کالج کے تمام طلبہ باوجود اس کے کہ ان میں اکثر خوش حال اور معزز
 تھے کانفرنس کے مہمانوں کی کل خدمتیں اپنی ذات سے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ رات کی باسیانی حقیقت
 میں ان لوگوں کا برتاؤ دیکھ کر علی گڑھ محمدان کالج کی قدر معلوم ہوتی تھی کہ یہی کیا جگہ جو پتروں کو لکھنے پڑھنے کے
 علاوہ ہر سی اور بے تکلف اور طنز و تاتاقی ہو ۱۳۱۵ء میں سے مراد ع
 سخاوت میں صیب را کیا است

۱۹۰۰ء میں ہونے والی کانگریز خواتین کی متعارف ہو ۱۲۔

<p>مہینے میں جا کر کے ہم دیں گے دھڑنا رسول خدا سے شکایت کریں گے نہیں تم ہماری طبیعت سے آگاہ ہم اکالک سے اور اس کے اچھے سے لیں گے نہ کیوں لیں کہ تعلیم کے پیشوا ہیں از انجا کہ کالج کے ہم ہیں رستی ہم اپنے اُدھاسے دیتے مانگتے ہیں</p>	<p>تو اُس وقت پر کوئی شکوہ نہ کرنا نہ ہم کچھ کسی کی رعایت کریں گے ہم اور بے یے جائیں استغفر اللہ بے دل سے دے یا کہ اچھے سے لیں گے امینان کالج ہیں قومی گدا ہیں ضرور آپڑی ہو ہمیں سرپرستی کہ تم سے تمھارے یے مانگتے ہیں</p>
---	--

بڑی گفتگو اور بہت بات ہولی
 تو بھر دیجئے اب نقیروں کی جھولی

انیسواں لکچر

جو مدرسہ طبیہ دہلی کے پانچویں سالانہ جلسے میں ۲۸- اپریل -

۱۸۹۴ء کو دیا گیا

اس جلسے میں صاحب ڈپٹی کمنٹر بہادر اور ڈسٹرکٹ جج و سول سرجن و سپرنٹنڈ صاحب
 پولیس صاحبان اور تقریباً کل عمائد شہر ہندو مسلمان جمع تھے۔ مولوی صاحب اپنی عادت کے
 موافق بڑا لکچر دینے والے تھے مگر وقت اور موسم اور صاحبان انگریز کے لحاظ سے صرف ایک
 گھنٹہ تک لکچر دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آیا تو ہوں کہ کچھ حتی خدمت ادا کروں
 کٹوا کے سینک نیر سے پھڑوں میں ملوں
 جو کچھ پڑھائیں کاوش و تحقیق سے پڑھوں
 تحصیل طب میں محنت و رحمت کی داد دوں
 انعام میں کتاب اگر دیں تو صبر و شکر
 حاضر رہوں مطب میں بلا ناغہ صبح و شام
 آنکھوں کے بند کرتے گزر جائیں پانچ سال
 اچھا اگر یہ ہو نہیں سکتا تو کم سے کم
 یہ مدرسہ انہی کی عنایت کا فیض ہو
 ممکن نہیں ہو ان کے فضائل کا مدح و حسر
 احسان کی ان کے کس سے عوض ہو سکے مگر
 لیکن نہ اپنا شیوہ خوشامد نہ ان کا عجب
 ایک کام اور بھی ہو اگر مجھ سے بن پڑے
 بل جائے کوئی گناہ کا بھر پور سادہ دل
 پھر بعد معرفت کے بٹھے اُس سے ربط و ضبط
 افسانے میں کہا کروں اور وہ سنا کرے
 صحبت ہو سازگار تو اک وقت خاص میں
 طرز سخن میں جادوے بابل کا رنگ دوں
 طبیہ مدرسے کے بیاں کر کے فائدے

لیکن خیال میں نہیں آتا کہ کیا کروں
 قانون شیخ مولوں اور طب پڑھا کروں
 یعنی کہ بات بات پہ جھگڑوں اور لڑوں
 سالانہ امتحانوں میں اول رہا کروں
 تمنائے توفیق سے زیبِ قبا کروں
 مشقِ علاج کے لئے لسنے لکھا کروں
 لیکن حیات کتنی ہو میں بھی وفا کروں
 عبد الحمید خاں کی مدح و ثنا کروں
 میں وہ نہیں کہ جھوٹ کہوں اور عا کرں
 گو عمر بھر قصائد مدحی کہا کروں
 بہر حسنہ احوالہ بذاتِ خدا کروں
 کیوں ترک وضع کئے انھیں بد مزہ کروں
 ہر پھر کے اپنے آپ پہ صدقے ہو کروں
 لگ چل کے اُس سے اپنے تئیں شنا کروں
 وہ میرے دل میں اور میں کس میں جا کروں
 مذکور وہ کیا کرے اور میں سنا کروں
 اظہار مطلب و غرض و دعا کروں
 الفاظ میں کرشمہ مجسمہ نما کروں
 چندے کی اُس سے آرزو و التجا کروں

یا چپ رہے کہ میں اُسے بیٹھا تھا کروں
 کچھ نہ تو نہیں کہ ہمیشہ جیا کروں
 آئین و طرز و عادت و شان گدا کروں
 مثل فقیر یا تھپساروں صدا کروں
 محفل میں شور شیون و ماتم با کروں
 گر حال زار قوم پہ قصد بکا کروں
 تو ہی تصور وار تو کس کا گلہ کروں
 ناخن کہاں سے لاؤں کہ یہ عقدہ وا کروں
 کیا میرا سر پھرا ہو کہ ناحق بکا کروں
 بس اتنے کام کا ہوں کہ کچھ دیا کروں
 اس مدرسے کے حق میں خلعے دعا کروں
 طبی سکول چھوڑ کے کالج بنا کروں
 دار الشفا کو روکش دار البتہ کروں

وہ یا تو چھوٹے ہی ٹکسا جواب دے
 یا وعدہ جو کہ تابہ قیامت وفا نہ ہو
 کیوں کر ہو کس کے دل سے ہو کس طرح اختیار
 واللہ مجھ سے ہونہیں سکتا (جو کار خیر)
 گر کتنے پاؤں قوم کی خانہ خرابیاں
 دیوار و در کو جو بد و برگ جاں میں بچکیاں
 اسی قوم تیری ہمت و غیرت کو کیا ہوا
 پر قوم (ہاے قوم) ہو مصداق صم و بکم
 تجھ کو قسم ہے سننے کی اور مجھ کو بات کی
 القصہ میں عجب عجب ہیسیج کارہ ہوں
 سعی لزمیم اگر نہیں جہد المقل تو ہی
 پیدا ہو غیب سے کوئی مرد خدا کہ میں
 ان دست کردوں اس میں کفایت کی تدفین

اگر میں اس قسم کی باتیں کروں کہ مدرسہ طبیہ دہلی کا پانچواں سالانہ جلسہ ۲۸۔ اپریل ۱۸۹۴ء کی
 صبح کو مدرسے کے بانی مدرسے کے سکریٹری مدرسے کے پروفیسر مدرسے کے الفاء اور ایگائیٹرز مدرسے
 کے ہمہ اوست اور ہمہ از دست حکیم عبد المجید خاں کے مکان میں منعقد ہوا۔ صاحب ڈپٹی کمنشنر زب و
 کرسی صدارت اور ان کے صاحب روٹھے صاحب اور فلان صاحب یعنی کریم اوت وی سوسائٹی آف ڈہلی
 (روٹھ کے شہر دہلی) محمد زبیر دل آیز ہندو (مسلمان اور ہندو) روٹھی افزا سے جلسہ تھے۔
 سکریٹری نے خوش الحانی کے ساتھ بے تکان رپورٹ پڑھی۔ صاحب ڈپٹی کمنشنر نے اپنے دست و خاص
 کامیاب طلباء کو تحفے اور انعام تقسیم کیے اور جلسہ بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ تمام ہوا۔
 اگر میں اس قسم کی باتیں کروں تو میں آپ اپنے تئیں طاقت کروں گا کہ میں کچھ امر کی ڈیوٹی کے ادا

کرنے میں قاصر رہا۔ ایسی باتیں تو ایک شریل نیو اخبار کا ٹیکل کار سپانڈنٹ بھی کر سکتا ہی اور مجھ سے بہتر کر سکتا ہی اور میں پہلے بھی اسی مدرسے کے کسی سالانہ جلسے میں کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں۔ اور خدا جانے کتنی بار اور کموں گا کہ مدرسہ طبیبہ کے جلسوں میں لکچر دینے کے لئے چاہئے پروفیشنل ٹیچر (طبابت پیشہ) اگر وہ طب یونانی اور انگریزی ڈاکٹری کا جامع ہو تو سبحان اللہ۔ نوڑ علی نوڑ ورنہ نژاد اکٹر ورنہ نژاد طبیب۔ گندم اگر ہم زبرد جو غنیمت ست۔ مگر نہیں معلوم ایسا لکچر ارہم نہیں چننا یا کسی مصلحت سے اُسے کھڑا نہیں کیا جاتا۔ لاکٹر لاکٹر کر دیتے ہیں ٹھیکو کہ میں خوش قسمتی یا بد قسمتی سے (اور چوں کہ میں بے مدد طبابت عمر طبی کے کنارے آگیا ہوں میں تو اپنی خوش قسمتی ہی کموں گا) غرض لاکٹر لاکٹر کر دیتے ہیں ٹھیکو کہ میں اپنی خوش قسمتی سے اتنا بھی تو نہیں جانتا کہ طبابت ہو کس مرض کی دوا۔ اس مجبوری پر نظر کر کے گندم اگر ہم زبرد جو غنیمت ست۔ کی جگہ یوں کہنا چاہئے گندم اگر ہم زبرد جو غنیمت ست۔ اب جو میں کر سکتا ہوں وہ اس سے زیادہ نہیں کہ عام طور کے کچھ ریمارک کر دیتا ہوں نہیں معلوم پروفیشنل ٹیچر ان کو سن کر ہنستے ہیں یا خوش ہوتے ہیں۔ پروفیشنل ٹیچر نہ ہونے کے علاوہ ایک رکاوٹ اور بھی ہے کہ طبیبہ مدرسے کی سلو پروگرس (دھیمی رفتار) یا اُس کی بے سروسامانی۔ یا اس کی مایوسانہ حالت پر جو ریمارک کیے جائیں اُن کی نسبت ایسا خیال کیا جاسکتا ہے کہ اعتراض ہی عبد المجید خاں پر اور اُن کی کارروائی پر۔ اول تو میرا یہ قصد نہیں ہوتا لیکن اگر ہو بھی تو میں نہیں سمجھتا کہ عبد المجید خاں پوست کے ایسے پٹکے ہیں۔ اسی جناب طبی مدرسہ اور عجیب طرح کا طبی مدرسہ یونانی اور وید کی اور انگریزی طبابتوں کا معجون مرکب جس کی نظیر نہ کبھی تھی اور نہ کہیں ہے۔ ایسا عجیب مدرسہ بنانے کا۔ یعنی ایجاد مشکل بھی نہیں بلکہ ایجاد محال کا۔ بڑا اٹھایا ہی تو اُوکھلی میں سردیئے پیچھے دھا کوٹے ڈرنار کیا۔ اگر آپ کا خیالی پلاؤ پک گیا اور دنیا ایک عجائب خانہ ہے۔ انچہ دروہمت نیاد آں کند۔ اس میں خیالی پلاؤ کا پک جانا کچھ چنداں عجب بھی نہیں۔ اور پھر آپ کا خیالی پلاؤ غرض آپ کا خیالی پلاؤ پک گیا تو اس کا کرڈیٹ۔ (دصلہ بھی تو آپ ہی لیں گے۔ اس معجون کے نسخے کے موجب بھی تو آپ ہی سمجھے جائیں گے۔ مسلمانوں کی چودھویں صدی کے بڑے رفارمر اور بنی نوع انسان کے بڑے

محسن اور بڑے شخص بھی تو آپ ہی کہلائیے گئے۔ لیکن جب تک خیالی پلاؤ پکے بدگمانیوں کا دھواں اور اعتراضات کی چنگاریاں۔ اور وطن و شہنچ کی حرارت یہ مصیبت بھی آپ ہی کو برداشت کرنی پڑے گی۔ کیا آپ وہ قاعدہ جاری کرنا چاہتے ہیں کہ کڑوا کڑوا تھو تھو اور مٹھا مٹھا ہب ہب۔ یہ طبابت نہیں کہ جو مریض مرنا گیا خدا کے نامہ اعمال میں لکھواتے اور جو اچھا ہوتا گیا اپنے خوار العبادت کی فہرست میں شامل کرتے گئے۔ یہ فونڈر (بانی)، آف کالج بننا ہی عشقِ ست ہزار گونہ خواری میں خیال کرتا ہوں کہ یہ کام جو آپ نے شروع کیا ہوا اس کا حال بھی آدمی کا سا ہو۔ آپ کا مدرسہ عمر کا جو حصہ ملے کر چکا ہو اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہو۔ قیاس کن نگلستان میں بہاؤ اور حکیم عبد المجید خاں صاحب آپ مجھے معاف کیجئے گا کہ میں خدا خواستہ مخالفت یا شامت سے نہیں بلکہ دل سوزی سے کہتا ہوں کہ اس مدرسے کی افتاد تو قلع کے مطابق نہیں۔ اگر یہ مدرسہ سن طفولیت میں ایسا ٹھہرا ہوا ہو تو ہم اس سے بڑے ہونے کی اور بڑے ہو کر تو انا تو سن درست ہونے کی امید نہیں کر سکتے۔ میں خدا کے فضل سے نہ صرف علی الزعم طبابت یونانی۔ بلکہ ان سائنٹ آف انگلش میڈیسن ٹوڈ برنم انگریزی ڈاکٹری بھی بہت کم تیار ہوتا ہوں بلکہ نہیں ہوتا اور اس کا سبب جہاں تک میں خیال کرتا ہوں یہی ہو گا کہ میں نے دوا اور علاج کا رنگ اپنے پیچھے نہیں لگایا مجھے بعض دوست ترغیب دیا کرتے ہیں کہ فلاں حبوب جاڑے میں ایک چلہ بھر کھا لو تو زہر سر لو جو ان بہاؤ انگریزی اخباروں میں بہت سی دواؤں کے اشتہار نظر سے گزرتے رہتے ہیں مگر میں ہمیشہ ایسی ترغیبات کے دفع کرنے کے لئے دل میں کھلیا کرتا ہوں کہ قند و طہری بھلا ہوں مجھے جینے تو دو۔ سو اگرچہ میں خدا کے فضل سے بہت کم بیمار ہوتا ہوں بلکہ نہیں ہوتا۔ لیکن باایں ہمہ میں آپ کی خداقت آپ کے دستِ شفا کا ایسا ہی متقہ ہوں جیسے آپ کے سدا کے ردگی میں اپنے اوپر آزماتا نہیں تو ہمیشہ دیکھتا اور سنتا رہتا ہوں۔ آپ کے ایسے معرکوں کے ملکی علاج جنہوں نے مجھ کو طبِ یونانی کا گرویدہ بنے عرض کر رکھا ہو پس میں آپ کا اسی قسم کا مرید ہوں کہ آپ کے ہاتھ پر بحیثیت نوکر لی اور آپ نے ریاضات اور مجاہدات کے رستے پر لانا چاہا تو آپ کا کلاہ و شجرہ آپ کے حوالے کیا میں کیا۔ آپ کی نسبت

کوئی شخص دہم بھی تو نہیں کر سکتا کہ آپ اتنی بات نہیں جانتے کہ آدمی کا بچہ کیوں کر پرورش پاتا اور بڑا ہوتا جو اس کو ایک وقت خاص تک **حَمْلًا وَفَضْلًا لِّلنَّوْنِ سَمُوْا اَدَّاسُ** مان کے پیٹ میں پہنے اور دودھ چھوٹنے کی مدت ڈھائی برس انہیں سے روزی ملتی ہے قطعہ

اسی کریمے کہ از خزائنہ غریب	گہر در سا و طیفہ خورداری
دوستان را کجا کنی محروم	تو کہ باد شمنان نظر داری

پھر جوں جوں وہ بڑا ہوتا جاتا ہے اس کو نموار بالیدگی کے لئے غذا درکار ہوتی ہے۔ اب ہم اس مثال کو منطبق کر کے دیکھتے ہیں آپ کے اس طفل دست پرور و مدبرہ طبیبی کی حالت پر۔ اس کی شیر خوارگی کے زمانے تک آپ کے پاس اپنی افلوئس درسانی اکا افکاروں دودھ تھا۔ لیکن اب اس بچے نے دانت نکالے ہیں کنارا دیہ سے اتر کر دوڑنے پھرنے لگا ہے اور دودھ سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ نتیجہ کیا ہے اور اس کے سوا سے ہونا بھی کیا تھا کہ جیسا ہم نے اس کو اب سے دو ڈھائی برس پہلے دیکھا تھا دتنے کا دتنا ہی ہے۔ پڑ مرده۔ افسردہ۔ مضمل۔ اوٹکھا ہوا بھی بھنک۔ میں جانتا ہوں کہ اگر دودھ کی کمی ہوتی تو آپ دایہ کو تال چنکو اگر تیرا دودھ اُتار لیتے۔ مگر اس کو اب دودھ درکار نہیں تو فرمائیے کہ آپ نے اس محسوم بچے کے کھانے پینے کا کیا انتظام کیا ہے یا یہ بچہ اسی طرح مارے فاقوں کے تحلیل ہوا کرے گا۔

یہ لوگ جرجع ہوئے ہیں بشمول میرے ان میں اکثر تماشائی ہیں آپ ہر برس سے کی سالگرہ کا جلسہ کرتے ہیں لوگوں کا کیا جاتا ہے۔ مغت کرم داشتن آئے۔ گپ شب اڑائی۔ مفت میں بچہ سنے اور آپ کو مبارک باد دے کر رخصت ہوئے۔ ان میں سے کسی کو اس بچے کی مانتا نہیں اور کسی کو غیر کے بچے کی مانتا ہوا کرتی ہے۔ آپ تو مجھ سے بہت زیادہ عقل رکھتے ہیں گو عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں (بزرگی عقل سے نہ بسال) آپ نے ضرور سمجھ لیا ہو گا کہ کس چیز کی وائٹ اور کس بات کی کمی ہے۔ اور جناب کی ہر حکومت کی افلوئس کی۔ ایک طرح کی حکومت خدانے آپ کو بھی دے دی ہے مگر اب آپ کو تجربہ ہو گیا ہو گا کہ جس حکومت کو نصف الکرامت کہتے ہیں وہ طبی

حکومت نہیں کر بلکہ وہ حکومت ہی جو ہمارے صاحب ڈپٹی کسٹریجے بیٹھے ہیں اور تفریح جو الملک للسیف پر یہی وہ حکومت جو جس کی ڈکٹری میں شکل اور محال ڈکھلت اور اسپاگل اور اسپر آبس اس قسم کے الفاظ ہونڈے نہیں جتے بے شک ایسی مثالیں بھی ہیں کہ پرائیویٹ کوششوں سے بڑے بڑے کام سرانجام پائے گئے ہیں۔ مگر جو حکم صاحب ایسی مثالیں ہوں گی بھی تو انگریزوں کی ولایت میں ہوں گی میں کہتا ہوں اور زور سے کہتا ہوں اور وثوق سے کہتا ہوں اور مجھ کو کسٹریجے کسٹریجے (مخالفت) کا ذرا بھی خوف نہیں کہ ہمارے ہندوستان میں کوئی اس قسم کا کام بے مدد حکومت نہ چلائے اور نہ چل سکتا ہو۔ اور اگر کہیں پرائیویٹ کوشش کی کامیابی دکھائی بھی دے تو آپ بلا حقیق یقین کر لیا کیجئے کہ حکومت اس میں ڈائریکٹ (بلا واسطہ) شریک نہیں تو انڈائریکٹ (بالواسطہ) ضرور شریک ہی۔ آپ عام فائدے اور ضرورت کے کاموں میں سے کسی ایک کام پر بھی نظر کریں مثلاً ایک مختصر سی دائرہ کس ہی سہی کہ باوجود یکہ پانی مدار حیات ہو **وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ** ہم لوگ بدردوں کی کچھ ترک پیتے اور پیتے ہی تھے اور پیسے کڑھ کر مرے ہی تھے مگر ممکن نہ تھا کہ دائرہ کس کا نظام کر سکیں۔ اور یہی حال جو مدرسوں کا، شفاخانوں کا، سڑکوں کا، پلوں کا، نہروں کا، ریل کا، تار کا۔ نہیں معلوم آپ وہ ہوا کا اثر ہی۔ یا اگلی ڈسپانک سلطنتوں کا نتیجہ ہی کہ سلف ہلب کی صلاحیت سلب ہو کر ہم کچھ ایسے احدی ہو گئے ہیں کہ لا دو لا دو لا دو لا دے والا ساتھ دو تب کہیں جگہ سے ہلیں تو ہلیں۔ سرکار یعنی حاکم وقت کو ماں باپ کہتا ہمارے روزمرہ میں داخل ہی جس کے یہ معنی ہیں کہ ہماری تمام ضرورتوں کا مہیا کرنا سرکار کا کام ہی۔ اسی وہ ہمارے ہی پیسے سے کرے مگر کس سرکار ہی۔ پس میری توجہ کی بات آپ لکھ رکھیے گا کہ آپ کے منصوبے کی کامیابی موقوف اور مختصر ہو۔ انصاف حکومت پر آپ کے مدرسے کے طلب العلم وقت سے جا لینوس ہی کیوں نہ ہوں اور وہ بھی علاج ہی کیوں نہ کریں اور سندسٹی کے خیمہ ہی کیوں نہ لیں اور طب یونانی حقیض طبیعت سے مکمل کراچی یقین ہی پر کیوں نہ چھوٹے جائے۔ اور اللہ جلسوں کے عوض آپ روزانہ جلسے ہی کیوں نہ کریں۔ مدرسہ طبیہ جیسا کہ آپ چاہتے ہیں اور جیسے آپ نے دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا ہو یہ تو بے

انضمام حکومت چلتا چلا تا نہیں آج کا آج اور کل کامل۔ دی ڈیز او ف دی گورنٹ آراین کوپری
 ہنس سبیل جس کا ٹیسٹ ہندی ترجمہ ہو سرکار کی لیلای بھی ہر مہ پار ہو سرکار ہماری پڑائی ملی عمارتوں
 کی مرمت کر کے اُن کو باقی رکھنا چاہتی ہو۔ سرکار ہندوستان کی صنعتوں اور دستکاریوں کو ترقی
 دینا چاہتی ہو سرکار اسے علوم و فنون کو بھی حفاظت کا دعویٰ کرتی ہو۔ سرکار بتایوں حال میں کی تسامیش تک کا
 انتظام کرتی ہو۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہو کہ سرکار ہمارے رسم و رواج اور سوچ و شنہ (ادب و مہم) اور
 پیری جوڈیسز (تخصیصات) کا رسیکیٹ دیاس کر سکتی ہو تو طب یونانی نے اور خاص کر اس مدرسے کی
 طب یونانی نے جس میں انگریزی طبابت کا بھی کسی قدر رول ہو اور جس کے مقصد انگریزی طبابت کے
 مقصدوں سے اصفاً قاصداً غرض زیادہ ہیں۔ ایسا کیا قصور کیا ہو کہ اس کی امداد سے بالکل کنارہ کش
 ہے۔ بحر شامہ میڈیکل گورنٹ کے کال تک پہنچا یا نہیں گیا اور پہنچائے کون بھی ہمارے ڈپٹی کمنشنر۔
 اجمی گورنٹ تو بچا سے خود میں کتابوں لگا کر لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ ڈپٹی کمنشنر دل سے
 اس مدرسے کی سرپرستی فرماتے ہیں تو مدرسہ طبعاً آج سلف پتوڑنگ (مستغنی ہارمنٹ) (مستقل)۔
 گرینڈ (عظیم الشان) کالج ہو جاتا ہو مگر اس بات کو لوگوں کے ذہن نشین کرنے کے لئے کہ صاحب
 ڈپٹی کمنشنر دل سے اس مدرسے کی سرپرستی فرماتے ہیں سالانہ جلسوں میں شریک ہونے سالانہ
 جلسوں کی پریسڈنسی کرنے سالانہ جلسوں میں انعام بانٹ دینے کے علاوہ کچھ اور بھی کرنا ہو گا۔ اور
 وہ کیا کرنا ہو گا۔ یہی ڈپٹی کمنشنر صاحب ہم سب سے بہتر جانتے ہیں۔ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری دانہ۔
 ایچیم صاحب فنڈز کی وائٹ آپ کو ایدہ انو ضرور دیتی ہوگی مگر یہی فنڈز کی وائٹ جو جس نے
 آپ کو میرے محلوں سے بچا رکھا ہو کیوں کہ میں جانتا ہوں مدرسے میں جتنی خرابیاں ہیں سب فنڈز کی
 وائٹ کے سبب ہیں۔ اور میرا منہ نہیں پڑتا کہ آپ پر اعتراض کروں۔ اور جب خرابی کو فنڈز سے
 مستغنی کر دے گا تو پہلا شخص جو آپ کو نکتہ چینوں سے پریشان اور دق کرے وہ شاید آپ کی ہی نیاز مند ہو گا
 کتابت میں سب کچھ مگر صاحب ڈپٹی کمنشنر مدرسے کی رعایت جب کریں گے تب کریں گے میں تو
 سرپرست اُن کی رعایت کرنا ہوں کہ اُن کو زیادہ ٹھہرنے کی تکلیف نہیں دیتا۔

بیسواں لکچر

یہ لکچر ایجوکیشنل کانفرنس کے نویں سالانہ جلسہ میں ۱۹۹۴ء کو دیا گیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دسمبر مہینا ہی تو سردی کا مہینا اور چاہیے تھا کہ دل دست ہوتا، لوگ اپنے اپنے گھروں میں آگ تلپتے یا رضائیوں اور کھانوں میں دے سکڑے بیٹے ہوتے مگر برس کے بارہ مہینوں میں ایک ٹیوٹی لینے دوڑ دوپ شور و غیب غل غپاڑے کا ایسا کوئی مہینا نہیں جیسا دسمبر۔ انگریز اگر اس مہینے کے آخری پچھتے عشرے میں خوشی مناتے ہیں تو ان کا مذہبی تہوار ہی۔ نیوز ہندوستانی خوشی نہیں مناتے تو ان میں دوڑے مجھے ہوتے ہیں ایک تو یہی ایجوکیشنل کانفرنس جس میں یہ فقیر بھی اکثر حاضر ہوتا ہے۔ ثواب سمجھ کر نہیں کہ ایسی توفیق نہیں اور نہ صلاح دینے کی نیت سے کہ اتنی لیاقت نہیں اور نہ لوگوں سے تجدید ملاقات کے لیے کہ اس کا شوق نہیں بلکہ سید احمد خاں کی ایک طرح کی خلعت دل میں بیٹھی ہوئی ہے وہ بھی کچھ اس وجہ سے نہیں کہ سر میں یا ڈاکٹر ہیں یا سرکار دربار میں ان کی بڑی لمبی چوڑی عزت ہے۔ یا ان کو مسلمانوں کا ایک گروہ من حیث الذہب رفارصہ مانتا ہے بلکہ اس وجہ سے اور صرف اسی وجہ سے کہ مسلمانوں کے بچے اور دلی خیر خواہ ہیں اور اپنی سمجھ کے مطابق اور جس نے اپنی سمجھ کے موافق کیا تو اُس نے سب کچھ کیا، غرض اپنی سمجھ کے مطابق جہاں تک ہو سکا اور ہو سکتا ہے انہماق و تہم سے وعظ و پند سے دینے سے دلانے سے دلائل ملی انچر سے مسلمانوں کی صلاح حالت میں جان توڑ کر کوشش کرتے ہیں۔ یوں سید احمد خاں کی ایک طرح کی خلعت دل میں بیٹھی ہوئی ہے۔ جلاتے ہیں تو انکار کرتے نہیں بن پڑتا غیر تو نیوٹر کے دوڑے مجھوں میں سے ہے

دسمبر میں ہوتے ہیں ایک تو یہ ہیرا جو کیشنل کانفرنس اور دوسرا جیٹے بھڑکے اور طلاق میں اس سے کہیں زیادہ جس نے اپنا نام کیشنل کانگریس رکھ چھڑا ہوا کچھ بھی ہو کانگریس واسے ہیں بٹے ہو شیار اور ان کو بہت دور کی سوچ تھی ہیرا جملہ اور تدبیروں کے جو یہ لوگ اپنی رونق کے لیے کرتے ہیں ایک بھگت بھی ہو کہ انھوں نے نام ایسا اختیار کیا ہے جس کو سن کر آدمی خواہی نہ خواہی دھوکے میں آجاتا ہے خاص کر اہل یورپ جن کو سمجھنا مشکل ہے کہ دنیا میں ایک بد نصیب ملک ہندوستان بھی ہے جہاں شیشیاں کا نام نہیں اور اختلاف مذاہب کی وجہ سے خدا نے چاہا تو کبھی ہونے کا بھی نہیں۔

رفارمر پٹے ع

دماغ سیدہ پخت و خیال اہل بہت

کیا کریں یہی تو بڑا سبب ہے کہ ہم مسلمانوں کو اپنی ڈیڑ اینٹ کی جُدی مسجد بنانی پڑی ورنہ کیا لٹے لوگوں کا سر بھرا تھا کہ کانگریس میں تو نہ جائیں جہاں جیسا سنا جاتا ہے آتے جاتے کا کر ایسے علی قدر مراتب ہر ایک کی آؤ بھگت اور مدارات ہو۔ اور انیس نو کہاں اس نخوس ٹپو نیجے کانفرنس میں کہ سید احمد خاں ایک بلا والو بھیج دیتے ہیں وہ بھی شاید نام نہ نام نہیں اور بھڑائے پیچھے کوئی اتنا بھی نہیں پوچھتا کہ کون ہو اور کہاں آئے ہو جہاں جس کے سینک سائیں پڑ ہو اپنی گرہ سے کھاؤ مہری کے چندے دو اور جتنی توفیق ہو دینے والوں کی جنس بلکہ لینے والوں کی بٹے میاں کی نذر کرو اور رخصت سید احمد خاں کا ماٹو دشا بھی سنا ہوا ہے تو کیا لائے اور جاؤ گے تو کیا دے کر جاؤ گے چکو تھیوں اور آسائش لینے معان نوازی پر نظر کرو تو ہیرا جو کیشنل کانفرنس میں آنے کے موجبات ترغیب کچھ بھی نہیں مگر شکر ہے کہ مسلمانوں کو اپنے نیک و بد کے سمجھنے کی عقل آگئی ہے یا اتنی عقل نہیں آئی تو ان میں ایک ع

مرد آخر میں مبارک بندہ الہ است

سید احمد خاں ہیں اور مسلمان دنیا میں نہیں تو دنیاوی امور میں اور سب نہیں تو جو کچھ دار ہیں ان کی رائے پر عمل کرنے لگے ہیں ہم کو خدا نخواستہ ہندوؤں کے ساتھ ضد نہیں عداوت نہیں کچھ

ہم اُن کے مد مقابل نہیں۔ مردم شماری میں دولت میں لیاقت میں خدا نے اُن کو ہم پر برتری دی ہے
 تِلْكَ اِلٰهِيَّاهُمْ نَدْوٰى لَهَا اَيْنَ النَّاسِ دینوں کے پھیر میں کہ لوگوں میں ہم نے اُن کا چکر باندھ رکھا
 ہے، لیکن یہ ایک نچرل (طبیعی) بات ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی ہنڈیا کی خیر مناتا ہے۔ اگر اُن لوگوں نے اپنے
 کچھ خاص حقوق قرار دے رکھے ہیں اور کانگریس کے ذریعے سے اُن حقوق کو لینا چاہتے ہیں تو چشمہ
 روشن دل، ماشاء وہ جانیں اور اُن کا کام جانے ع

ہر کئے مصیحت خویشِ نحوی داند

ہم تو ابھی اسی فکر میں پڑے ہیں کہ اپنے تئیں کسی حق خاص کا اہل بنائیں غرض ہم میں اور ہمارے
 ہندو بھائیوں میں انتشارِ اتفاوت ہو کہ وہ علوِ اخور دن کی کوشش میں ہیں اور ہم دوتے باید
 کی۔ اور دوتے باید بے تعلیم کے ہونے والا نہیں جس کے لیے یہ تمام درد سر کیا جا رہا ہے لیکن اگر
 خدا کبھی وہ دن کرے گا کہ ہم کو دوتے باید حاصل ہو گا تو کیا علوِ اخور دن کے لیے ہم اسی طرح مجلس گے
 ہرگز نہیں۔ ہم کو بڑش گورنمنٹ پر پورا اعتماد ہو کہ اُس کے ہاتھ سے نہ صرف ہماری بلکہ کسی کی
 بھی حق تلفی ہوئی نہیں اور ہوگی بھی نہیں۔ اور یہ جو بعض باتوں کی لم ہماری سمجھ میں نہیں آتی تو
 جب تک ہم خود گورنمنٹ کے پوزیشن (جگہ) میں نہ ہوں گورنمنٹ کی مشکلات کو ہم راولا نڈ بھوبی
 اندازہ کر نہیں سکتے۔ ہم پر گورنمنٹ کے احسانات اتنے ہیں کہ ہم کو اُن ہی کی شکر گزاری سے فرصت
 نہیں ہونی چاہیے۔ پس بجائے اس کے کہ گورنمنٹ کی کارروائیوں پر بیٹھے نکتہ چینیوں کیا کریں
 ہمارے حق میں کہیں زیادہ مفید ہو گا کہ اس مبارک گورنمنٹ کی مہربانیوں اور فیاضیوں سے
 پورا پورا استفادہ کریں اور یوں آدمی ناحق ناروا بدگمانی کرنے پر آئے تو وہ ہر ایک بھلائی کو بُرائی
 ڈھال کے جاسکتا ہے۔ اب یہ تمھاری تعلیم ہی ہو کہ یوں گورنمنٹ نے ہمارے ساتھ بے انتہا سلوک
 کیے ہیں مگر تعلیم کا سلوک گورنمنٹ کے احسانات کی بڑی ایسی قیمت کے سرے پر بڑے موٹے
 موٹے حرفوں میں جن کو اندھا بھی پڑھ سکے آپ زور سے لکھنے کے لائق ہے یہ وہ سلوک نہیں ہے کبھی
 کسی بہتر سے بہتر جا کہنے اپنی رعیت کے ساتھ کیا ہے بلکہ وہ سلوک ہے جو کبھی کسی مہربان سے

مہربان باپ نے اپنے عزیز سے عزیز فرزند کے ساتھ کیا ہوگا۔ تاہم ایسے بہت سے لوگ ہیں خاص کر مسلمانوں میں جن کے دل تعلیم کی طرف سے ابھی تک بھی صاف نہیں۔ یوں لوگوں میں طرح طرح کے اختلاف ہیں۔ زبانیں جدا جدا ہیں۔ ایک کی صورت ایک سے نہیں ملتی سب کی طبیعتیں یکساں نہیں۔

گھٹائے رنگ رنگ سے ہر رشتہ جین | اسی ذوق اس جہاں کو جو ریب اختلاف

لیکن یہ اختلافات باہمی دوستی اور محبت اور ارتباط کے مانع نہیں ہوتے۔ یہ شرف خدا نے کچھ ہی اختلاف کو دیا ہے کہ اس کدورت کو کبھی دلوں سے نکلتے دیکھا ہی نہیں۔ برٹش گورنمنٹ ہندوستانیوں کے پیچھے کتنی ہی اپنی جان کیوں نہ مارے چاہیے کہ یہ اُس کا احسان حق قدس (جیسا ماننا چاہیے) مانیں یا اُس کی طرف سے پورے پورے مطمئن ہوں۔ کیا مذکور یہ نہیں کہ ہندوستانیوں کی طبیعتیں نا احسان مند اور بے مروت واقع ہوئی ہیں نہیں۔ وہ کج فطرت مذاہم اختلافات اعتماد کے پیدا ہونے کا مانع ہو۔ اور کیوں نہ ہو۔ جب کہ اختلاف مذہب یا اختلاف ملک اختلاف قوم اختلاف زبان اختلاف رسم و عادت چند در چند اختلاف مستند ہوں۔ اور یہ عالمی انسانیت و یکس (طبعی کمزوری) ہے اور خود انگریز اس سے کب بری ہیں الا ماشاء اللہ۔ ویسے ہی الا ماشاء اللہ ہم میں بھی ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ جو سید احمد خاں کو چھوٹی گیا ہے وہ بھی الا ماشاء اللہ میں ہی جو لوگ گورنمنٹ کی طرف سے بدگمان ہیں اگرچہ ناحق بدگمان ہیں ملک سرسبز ہے اور رشتہ اور امن اور ملینان اور عافیت اور ترقی سے تو انکار کر نہیں سکتے۔ ورنہ اسما تھو کا اٹل منہ پرانے یہ کہ کھلے دل کے پھولے پھولے پھولے پھولے ہیں کہ انگریز سرسلا کو بھی کھانے ہیں۔ کوئی کام نہیں جس میں ان کی ذاتی منفعت مضمحل ہو لیکن جو کچھ ظاہر میں پبلک کے فائدہ کے لئے کرتے ہیں اس میں بھی تو پہلے اپنا فائدہ سوچ لیتے ہیں۔ یا اگر یہ تاویل بھی کرتے نہیں جو چیز مروجہ تحسین کے لائق ہو اس کی داد کے دینے میں غل و مضائقہ کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ بھی سے لڑائی ہوتے ہوئے رہ گئی انگریزوں کی صنعت و ایجاد کا مذکور تھا میل کا نام یا تلوایک

صاحب برلے کے خدا جانے کن مدتوں سے قسطنطنیہ میں حضرت سلطان روم کے اصطلح کی لید و خبر
اٹھانے کے لیے ریل کام میں لائی جاتی ہو کسی انگریز کی نظر پڑ گئی اور وہ نمونہ اڑالیا۔ بات لکچ نہیں مگر
ایسی ہی ایسی باتوں سے پتہ لگتا ہو کہ انگریزوں کی نسبت لوگوں کے کیسے خیالات ہیں۔ اور جب ایسے
خیالات ہیں تو کیا وہ انگریزی عمارت کی قدر کریں اور کیا اس کی بکرتوں سے مستفید ہوں۔ آدمی جب
پہنچو سٹ (دبگن) ہو تا ہو تو اس کو ایسی ہی ایسی بے ٹکی سوچا کرتی ہو کہ تعلیم پر تو بدگمانی کرنے کی ظاہر
کوئی وجہ نہ تھی۔ مگر مذہبی تعصب کی آگ بھڑکتی ہو تو روضہ خشک بھی کوہِ خاک سیاہ کر دیتی ہو۔ تعلیم پر
جیسے جیسے حملے ہوئے اور ہر رہے ہیں کوئی سید احمد خاں کے دل سے پوچھے۔ اگر تعلیم شرط
نو کری نہ ہو تو پارسیوں اور بنگالیوں کی تو کمی نہیں جاتی۔ مسلمان بھائی تو بھول کر بھی اس رستے
نہ چلیں چال تو یہی کیا کہا جاسکتا ہو کہ اسلامی زمین میں تعلیم کے پورے نے بڑ بچڑی ہو رہی ہو نہیں
کھنجرِ خدایتِ بنِ اجنّتِ حقِ الاذنیٰ مآلہا منہ کلام (جیسے گندی جڑی بوٹی مٹی کے
اوپر اوپر جم کھڑی ہوئی جس کی جڑ نہیں) اس سے کہ علی گڑھ محمدن کالج یا شاہِ اللہ چشم بد دور یو
فیو مار و فک پختہ یا جاتا ہو طلبہ کا شمار بڑھ رہا ہو نئے بورڈنگ ہوسوں (طلبہ کے رہنے کے مکانوں)
کی سخت ضرورت ہی اس کے یہاں کی دیکھا دیکھی برٹش انڈیا میں ہر طرف تھوڑی یا بہت تعلیم
کی تحریک مسلمانوں میں ہو رہی ہو ان باتوں سے اتنی خوشی تو بے شک ہو کہ نوکری کی طرح ہی سے
سہی لالچ بھی سہی دھنگی سی مخالفت کچھ تو کم ہوئی کہ انگریزی تعلیم انگریزی نوکری انگریزی وضع بیٹے ہر چیز
انگریزوں کے ساتھ کسی طرح کی نسبت رکھتی ہو سب کو کفر و ارتداد سمجھا جاتا تھا رنگ تو کٹ گیا مگر
دھبہ نہیں گیا۔ ورنہ پہلی خوشی تو اس دن ہو گی اور اسی دن ہو گی جب تعلیم کو اوکھل کر اوپر بکار کر یوں
نہ کہوں انگریزی تعلیم کو مسلمان طلبہ العلمِ حق یضد علیٰ کلِّ مسلم (ہر مسلمان پر علم کا سیکھنا
فرض ہو) کہ کچھتے میں داخل سمجھیں گے مگر وہ دن افسوس ہو کہ زمانے کی بھول رقعہ کے لحاظ سے
آئنا دور معلوم ہوتا ہو کہ اس نسل اور اس نسل کی نسل اور اس نسل کی نسل کو تو شاید دیکھنا نصیب نہ ہو
مگر اگر سبک میٹنگ (جامع عام) میں شریک ہونے کا شوق ہوتا اور بھگوان میرا کشنس (ایمان

اُس کانگریس میں شریک ہونے کی اجازت بھی دیتا جو ان دنوں کالے پانی کے اس کنارے مدراس میں جمع ہو یا سید احمد خاں کے سے قوی جذبے کا کوئی شخص ہوتا اور مجبور بدستی بچو بلا تاتو میں کانگریس میں یہ تو ضرور پور پور تجربہ پیش کرتا کہ مسلمانوں کے لئے انگریزی تعلیم کے لئے کپلسری دجبری کر دیا جائے ورنہ ان مسلمانوں کے اختیار میں چھوڑ دیا جائے گا تو بس یہ ایسے ہی کندہ ناتراش رہے جیسے ہیں بدوہ تو نہیں جو باگ کے اشارے سے چلیں۔ لگام کی ٹھکی سے چلیں۔

ٹھکانہ سے چلیں۔ اسی سے چلیں جہیز سے چلیں باتا زبانے سے چلیں۔ ان کو چاہیے اوگمی جوان کے پٹھوں کا مار کے قیام کر دے گوگورمنٹ تو ماشاء اللہ ایسی ڈرپوک ہو یا ڈرپوک کے لفظ سے بوسے بغاوت آتی ہو تو ڈرپوک نہ سہی غلط ہو کہ چھوٹوں بھی مذہب کا نام آیا اور اس کے بدن میں تھر تھری پھوٹی۔ تو اس ٹریل ٹوکو ہائیکس نہاٹھیں سید احمد خاں۔ سو انھوں نے اپنی سی بہتری کی۔

بارے خدا خدا کہ وہ پیچھے ہٹتا تو گیا۔ تو آگے کو پاؤں بھی ڈالتے دکان کو چمکتے چمکتے سو یہ چھپک مذہبی چھپک ہی نکلی بھی یا نہ بھی نکلے۔ کیوں جی اگر ہمارے دل کانگریس والوں کے سے ہوں تو کیا ہم شہرہ نہیں کر سکتے کہ گوگورمنٹ جو تعلیم کپلسری دجبری نہیں کرتی اس کی اصلی وجہ مذہبی انٹرفیرنس (مداخلت) سے بچنا نہیں ہے بلکہ اصلی وجہ یہی ہے کہ گوگورمنٹ ڈرتی ہے کہ کمین ہندوستانی تعلیم پا کر برابری اور ہم سہری نہ کرنے لگیں۔ ویسی ہی آزادی کے دعویدار ہوں جو رعایا سے یورپ نے ہندو لے رکھی ہے۔ صناعتی اور ہنرمندی کے بل پر یورپ کو مارکٹ سے مار ہٹائیں۔ اگر ایسا ہو تو یورپ کے حق میں قیامت آجائے وہاں کی خلقت بھوکوں مرنے لگے۔ یہ اتنے تلخ جو یورپ میں ہو رہے ہیں سب متفرع ہیں ہندوستان کی جمہالت پر کہ ان کو سوئی اور پچک اور دیا سلامتی اور ضرورت کی کل چیزوں کے لئے یورپ کے آگے ہاتھ پھیلاتا پڑتا ہے۔ یہی مذہبی مداخلت سو کچھ نئی بات نہیں کیا گوگورمنٹ نے سستی اور دختر کشی کے رواج حکماً متوقوف نہیں کر دیا۔ ابھی چند روز کی بات ہے کہ ہندو مت پر ای غل مچاتے رہے۔ چھوٹی عمر میں لڑکیوں کے بیاہ کو سنگس جرم ٹھہرا ہی دیا۔ یا کچھ لڑکیوں اور عورتوں میں شرع و شاستر پر کون سا لپو لپو عمل ہو رہا ہے لکڑیوں کو

کہ تعلیم کے عام کرنے کو کسی اور وجہ سے جی نہیں چاہتا۔ بہانہ یہ نکال کر طر کیا کہ لوگ پلہری (جبری)، تعلیم کو مذہبی انٹرفیرنس (مداخلت) سمجھ کر ناراضا نہ ہوں گے۔ اور یہ بات گورنمنٹ کے فنڈامینٹل پرنسپلز (مہل الاصول) کے خلاف ہے۔ لیکن گورنمنٹ لوگوں کے ایسے ہیرو اور بے اصل شبہات سے اب بھی کب محفوظ ہو جائے گی تو کانگریس والوں کی سی باتیں ہیں اور یہ عمل ان کے کئے اور ظاہر کرنے کا تھا بھی نہیں۔ گورنمنٹ پر اپنا کچھ زور نہیں نہ وہ ہمارے سمجھانے کی محتاج ہے ہمارے اور گورنمنٹ کے تعلقات کا ردِ ذیل (مخلصانہ) رستے کے لئے حافظ شیرازی کی وہ نصیحت پس کرتی ہوں۔

روزِ مصلحت ملکِ خسرواں دانند | آگے گوشہ نشینی تو حافظا مفر و ش

اچھا گورنمنٹ کے سامنے تو ہم نے اپنا کان اُٹھا کر اس کے خلاف ان شار الہدایک لفظ بھی نہ نکالیں گے مگر مسلمان چاہیں کہ پجری ان کو چین سے بیٹھنے دیں تو یہ ہونا نہیں یہاں تک کہ انگریزی ایسا رواج پا جائے جیسے کبھی عربی فارسی مروج تھی۔ یہ بات تو بالاجماع ملی پابلیک ہیو کہ انگریزی سے مسلمانوں کے گریز کرنے کی وجہ ان کے مذہبی سکروپلز (شکوک) ہیں۔ آج میں اس مسئلے کے مالہ اصرار علیہ پر ذرا کسی قدر تفصیل کے ساتھ نظر کرنی چاہتا ہوں کہ ان سکروپلز (شکوک) کی کچھ اصل بھی ہو یا نہیں۔ اگر ان کی کچھ اصل نہیں اور یہ لوگوں کا نزواہمہ ہی واہمہ ہو تو کچھ خوف کی باتا نہیں واہمہ کاشات پس اتنا ہی ہو سکتا ہے جیسے بچوں کو بچا کا خوف کہ ایک وقت تک اُس کے نام سے ڈرتے پھر چیز آئے پیچھے اُس کی آنکھوں میں انگلیاں کرتے۔ اُدھر زمانہ مجبور کر رہا ہو اور سید احمد خاں نے دھوم مچا رکھی ہے۔

کیا نگاہیں نیچی نیچی اوپر اور چربائیں گی

لیکن اگر گئیں مسلمانوں کا انگریزی تعلیم سے بدگنا واہمہ بے اصل نہیں اور مذہب میں کسی جگہ بانی مرتا ہو تو بھی زمانہ کی زبردستی سے تعلیم تو رواج پا کر رہے گی مگر کہیں سینکڑوں برسوں میں جا کر اور پھر بھی ویسی عام اور سوئٹ (مختہ) اور سالڈ (مستحکم) نہیں ہوگی جیسی کہ ہم چاہتے ہیں اور تعلیم

جب تک عام اور سونڈ اور سالڈ نہ ہو ملک اور قوم کے حق میں جہاں مغیر نہیں ہو سکتی خصوصاً اس کا پیش (منافست) کے ریلے میں کہ لوگ ترقی کے کسی برنج (شاخ) میں کسی حد پر قانع نہیں ہوگا بار بار انگریزی تعلیم انگریزی تعلیم کتنا پڑتا ہو تاکہ لوگ سمجھیں کہ جس تعلیم پر میں لکچر دے رہا ہوں اس سے انگریزی تعلیم اور ہو لیکن میں ایک دم سے قطعی طور پر ظاہر کیے دیتا ہوں کہ مطلق سے ہمیشہ فرد کامل مراد ہوتا ہے اور اقسام تعلیم میں سے صرف انگریزی تعلیم ہی کو فرد کامل کہہ سکتے ہیں تو اب میں انگریزی تعلیم نہیں بلکہ مطلق تعلیم کہوں گا اور اسے انگریزی تعلیم ہی مراد ہوگی۔ اسی طرح میں مطلق مذہب بولوں گا اور اُس سے میری مراد ہوگی اسلام کیوں کہ میں بھی مسلمان ہوں اور میرے مخاطب بھی مسلمان ہیں اور جس طرح اقسام تعلیم میں انگریزی تعلیم فرد کامل ہے اسی طرح اور میں اس سے کہیں زیادہ قوت اور وثوق کے ساتھ یقین کرتا ہوں کہ دنیا میں جتنے مذہب کبھی تھے یا اب ہیں یا آئندہ ہوں گے سب میں فرد کامل اسلام جو لَکَ الْذِیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (اللہ کے نزدیک دین بس دین اسلام ہی ہے) اب پھر اصل مطلب کی طرف عود کرتے اور دیکھتے ہیں کہ تعلیم اور مذہب یعنی وہی انگریزی تعلیم اور مذہب اسلام دونوں کو سائل (متفق) ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں اور اس میں کلام کرنا نرمی ہٹ دھرمی ہے کہ تمام مذاہب کی غرض و غایت ایک ہے جو غرض فائیت کو مختلف عبارتوں میں ظاہر کر سکتے ہیں مگر ہم اس کے لئے عام اور مختصر الفاظ اختیار کرتے ہیں انسان کی معاش اور معاد کی اصلاح کسی ایک مذہب کا نام اور جس کو تم ضعیف سے ضعیف اور خفیف سے خفیف سمجھتے ہو اور پھر انصاف سے دیکھو تو پاؤ گے کہ اس کے بانی کا یہی مقصود تھا اور بس چوں کہ دنیا اور مافیہا کی حالت میں تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں اور سب سے زیادہ انسان کی ممکن ہے کہ کسی مذہب کی کوئی خاص بات ایک وقت کے لئے مناسب ہو اور دوسرے وقت کے لئے نامناسب۔ لیکن اسے اُس مذہب کی غرض و غایت پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اس مذہب کے شائع نے اپنے نزدیک اپنے عہد میں وہی قاعدہ جو اُس نے قرار دیا انسان کی اصلاح کے لئے بکار آ مد کجا اگر وہ قائم بکار آ مد نہیں رہا تو اس سے کہ وہ وقت نہیں رہا ویسے آدمی نہیں رہے ویسی اُن کی حالت نہیں ہے۔

یا بہت سے بہت سے جو تم کہہ سکتے ہو یہ کہ اس مذہب کے شائع نے غلط سمجھا نہ یہ کہ اُس کا ارادہ
 فاسد تھا اور انسان کی اصلاح اُس کو مقصود نہ تھی نہ صرف یہ کہ آدمیوں کی حالت مرور زمانہ سے
 بدلتی ہی بلکہ ایک ہی عصر میں اختلاف امرجہ اختلاف آب و ہوا اختلاف مراسم و عادات کی وجہ سے
 لوگوں کی حالتوں میں اس قدر تنوع دیکھا جاتا ہے کہ گویا وہ ایک آدم کی اولاد نہیں۔ ایک قانون جو
 ایک ملک میں امن کے قیام رکھنے کی کافی ضمانت ہو سکتا ہے شاید دوسرے ملک میں اُس کا اتنا
 بھی رعب نہ ہو جتنا آج کل کے لوہے کے لوہوں (دانی درجے کے مکینوں) میں ایک ٹیچر معلم کا ہوتا ہے۔
 جو مارنٹینا تو درکنار لوگوں کی طرف نظرتیز سے بھی تو نہیں دیکھ سکتا۔ لاہور میں لارڈ لارنس کا سٹیج
 (تہ) کھڑا ہونے کے ایک ہاتھ میں قلم ہے اور دوسرے میں تلوار اور پیٹھ کے نیچے لکھا ہے یہی بلاس کے
 مثال کوئی دوسری جارت ڈیولائیگ ٹوبی گورنڈ بائی بن اور بائی سوورڈ دان دو باتوں میں سے
 تم کو کون سی بات پسند ہے کہ تم پر قلم کے زور سے حکمرانی کی جائے یا تلوار کے زور سے اس عمارت کا
 اس کے سواے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ آدمی بعض قلم کا دباؤ مانتے ہیں اور بعض تلوار کا کوئی کہیں
 (بید) سے ہلکا جاتا ہو کوئی آئرن راڈ (لوہے کی سلان) سے۔ امیر کابل جو پہلی دفعہ راول پنڈی کے
 دربار میں تشریف لائے تھے کہ بعض انگریزوں نے محض تہافضائے خلوص ان کو صلاح دی کہ
 حکومت کے بیچ کو ذرا ڈھیلا کریں امیر نے کہا میری کسی پریشانی تو جانو کہ مجھ کو بیچ کے زیادہ کہنے
 کی ضرورت ہے۔ بیچ کو ذرا ڈھیلا کروں تو اس کے یہ منے ہیں کہ کابل کی حکومت سے دست بردار
 ہو جاؤں۔ اور سچ بھی تو ہے ایسا ہی کانگرس جیسا ان دنوں ہندوستان میں ہو رہا ہے کابل میں ہو تو
 ملک میں اس سرے سے اُس سرے تک آگ لگ جائے جب یہاں میں اور کابل میں تنازع
 ہو تو یورپ اور ایشیا اور افریقہ اور امریکا لینے ساری دنیا کے لوگ کیوں کر ایک سے ہو سکتے ہیں۔
 اور جب آدمی ایک سے نہیں تو مذہب کا وہ حصہ جو اصلاح معاش سے متعلق ہے کیوں یکساں
 ہونے لگا۔

سب سے بہتر یہ کہ مذہب دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتا ہو کہ ممکن نہ تھا۔ انسان کی

طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ ہر شخص ایک مصیطر چاہتا ہے جو کلاماً کاتبین کی طرح ہمہ وقت اُس کی گردن پر سوار رہے اور وہ نہیں ہے۔ مگر مذہب۔ باوجودیکہ مصیطر مذہب ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا
 اَدَّ اَتَمَلَقَ الْمُتَلَقَّانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَيْدًا مَا لَفَا فَمَنْ قَوْلِ الْاَلَا لَيْدِيَهُ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (جب دو دو
 سننے والے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے جو کچھ وہ کہتا ہی سنتے جاتے ہیں کوئی لفظ اُنھ سے نہیں نکالنے پاتا
 مگر پاسبان اُس کے پاس موجود) اس پر بھی انسان کج سرشت بدی اور فساد سے باز نہیں آتا
 دنیا کا کیا حال ہو اگر لوگ قید مذہب سے آزاد ہو جائیں اُس وقت تو سید احمد خاں کو بھی
 چارو چار چہرہ کما قائل ہونا پڑے۔

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے | کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے
 یورپ میں فرانس اور اٹلی دو سلطنتیں ہیں جنہوں نے فی زعم اُمید منسٹریشن (طرز حکومت)
 سے مذہب کو خارج کر رکھا ہے سو خیریزی خود کشی اور بدکاری اور دغا بازی اور انواع و اقسام کے
 فسادات اس قدر شائع ہو گئے ہیں کہ آخر کار مدبران ملک مان گئے ہیں کہ مذہب کو اید منسٹریشن
 میں شامل کیئے بدوں ملک کی حالت ٹھیک نہیں ہو سکتی غرض دنیا کی درستی کے ساتھ چلنے کے
 لیے مذہب کا ہونا ضروری ہے کوئی ساند مذہب بھی ہو لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ مذہب جس کلمہ
 غرض و غایت ہی اصلاح وہی لوگوں میں فساد کا موجب ہو جیسا کہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہا ہے تو جو لوگ
 صلح کل ہیں اور دنیا ایسے لوگوں سے کبھی خالی نہیں رہی وہ غرض و غایت کو دیکھتے اور مذہب کے
 اندرونی اختلافات پر نظر نہیں کرتے دہندوؤں کے دیدانت اور مسلمانوں کے تصوف میں
 یہی رنگ جھلکتا ہے ع باسملان اللہ اللہ یا برہمن رام رام۔

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمارا مذہب | چون ندیدند حقیقت روح افسانہ زندقہ
 اور اگر ان دونوں فرقوں میں نہ ہد کا لٹہ نہ ہوتا تو یہ بڑے کام کے فرتے تھے مگر مذہبی تختوں
 کے مارے ان کے دائرے ٹکڑے ہی ہو رہے اور ان کو اپنے ایم (مقصود) کے محل
 کرنے میں اگر ان کا ایم وہی رہا ہو جو میں نے سمجھا ہے مجاہدے کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی اور کثرت سے

لوگوں کو اپنا ہم خیال نہ کر سکے اس واسطے کہ انہوں نے اپنا ماٹور کھا تھرا اور گوشہ گیری اور یوں بھی غرض و غایت پر نظر رکھ کر مختلف مذہبوں کے ریکٹسائل کرنے کا ارادہ اس سے زیادہ کیا کامیاب ہو سکتا تھا جیسے کوئی شخص طب یونانی اور طب انگریزی کو ریکٹسائل کرنا چاہے صرف اتنی بات پر کہ دونوں کی غرض و غایت دفع مرض اور حفظ صحت ہے۔ غرض و غایت کے تحت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو مختلف ذریعے اس غرض و غایت کے حاصل کرنے کے لیے کام میں لائے جا رہے ہیں وہ سب یکساں طور پر موصل الی المطلوب بھی ہیں۔ اگر صرف شرائع کا اختلاف ہو تا تو شاید وہ چنداں پروا کرنے کے لائق نہ تھا اور شرائع کا حسن و قبح شاید ہم دنیا میں بھی معلوم کر سکتے تھے مگر مذہب کے ساتھ ایک دوسرا جزو اہم صلاح معاد کا بھی لگا ہوا جو طریقے صلاح معاد کے لیے عمل میں لائے جاتے ہیں ان کی صحت اور غلطی ہم پر اس ہستی میں منکشف ہو نہیں سکتی وہ طریقے متعلق ہیں اس ہستی سے جس کو آخرت یا عاقبت کہتے ہیں۔ اس آنے والی ہستی کے بارے میں ہماری ذاتی معلومات کچھ بھی نہیں۔ روئے زمین کی وسعت پر نظر کریں تو اس کا جہت ہی تصور حصہ ہمارا چشم دید ہو اس پر بھی علم جغرافیہ کے ذریعے سے ہم زمین کے کچے چپے کا حال معلوم کر سکتے ہیں کیوں کہ اگر ہم ساری زمین کا احاطہ نہیں کر سکتے تو کسی حصے میں زید کسی میں خالد کسی میں ولید پنچا ہو اور ان لوگوں کے مشاہدات کتابوں میں مدون ہیں اس آنے والی ہستی میں گئے تو بے شمار آدمی مل سکیں گے کو لوٹ کر انھیں نہ ہوا ہے

حالیہ دم نہ کچھ کھلا کر رہے ہو رنگاں پہ کیا	کوئی حقیقت ان کرکتا نہیں جبری بھسلی
---	-------------------------------------

سرے سے اس ہستی کا ہمارے پاس کچھ ثبوت نہیں اور ہر توفیق اسی قدر کہ ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ ہماری روح فانی نہیں اور دنیا کا انتظام متقاضی ہے کہ انسان کو اس زندگی کے بعد ایک طرح کی ہستی ہو اور اس ہستی میں اس کو اپنے کئے کا بدلہ ملے۔ مذہب کی اتنی بڑی وسیع عمارت بس ایک خیال پر مبنی ہے اس خیال کو اگر کوئی واہمہ سمجھے تو کیا ایسا واہمہ ہے کہ دنیا میں کوئی یقین اس کے درجے کو نہیں پہنچتا یقیناً انھیں ہی چیزوں میں تو نہیں جو جو ہم کو اپنے حواس ظاہری

سمیع و بصیر وغیرہ کے ذریعے سے دریافت ہوں حواسِ ظاہری کے علاوہ ہم کو حواسِ باطنی بھی عطا ہوئے ہیں مگر یہاں تک سبذِ فیاضِ جلتِ و علائقائے کافضانِ عام چھوس سے کوئی جاندار محروم نہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ حواسِ ظاہر و باطن کے علاوہ ایک حاسہ عقل اور بھی ہے کہ وہ انسان کے سوا کسی مخلوق کو عطا نہیں ہوا جو معلوماتِ ہم حواس کے ذریعے سے جمع کرتے یہ حاسہ عقل ان میں طرح طرح کے تصرفات کرتا ہوا ازاں جملہ جزئیات سے کلیات کا استنباط کرنا اور پھر کلیات سے نئی نئی جزئیات پیدا کرنا۔ اور دنیا میں مبتدی ایجادیں ہوتی ہیں اور ہوتی ہیں وہ سب متفرع ہیں اسی اصول پر یہ نہیں کہ اس کی توضیح مزید کے لئے میں سائنس (علومِ حکمت) کی کوئی مثال نہیں دے سکتا ایک دو نہیں بہت سی مثالیں دے سکتا ہوں۔ مگر وہی وقیانوسی مثال کیوں نہ لوں جس سے ہم مسلمانوں کے کانِ آباہنِ جدِ آشنا ہیں۔ **كُلُّ حَيَوَانٍ يَخْتَارُ فَلَذَّ الْأَسْفَلِ عِنْدَ الْمُنْفَعِ** (جتنے جہاں دار ہیں کھاتے وقت اُن کے سمجھ کا نیچے کا چیز احرکت کرتا ہے) ایک کلیہ جو ہم نے بہت سے جانور دیکھے ہوں گے تو فرض کر کوئی سو قسم کے اور دنیا کے تمام آدمیوں نے ابتدا سے لے کر اب تک کئی سو نہیں کئی ہزار اسی لیکن سو ہوں یا ہزار یا لاکھ یا کروہم کو کلیہ بنانے کا منصب نہیں تاوتے کہ کل جزئیات ہمارے مشاہدے میں نہ آجائیں اور یہ ہو نہیں سکتا تو معلوم ہوا کہ مشاہدہ جزئیات کی ایک حد ہے جس پر پونہچ کر ہم کلیہ بنا لیتے ہیں۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ جو حیوانات ہماری نظر سے گزرے نہیں دیکھے ہوئے جانوروں کے قیاس پر ہم اُن پر بھی وہی حکم لگا دیتے ہیں اب اگر کوئی جانور ہمارے سامنے آئے جس کو ہم نے کبھی دیکھا ہو اسی کلیہ کل حیوان **يَخْتَارُ فَلَذَّ الْأَسْفَلِ** الخ کے بنا پر ہم یقین کر لیں گے کہ اس کا بھی **فَلَذَّ الْأَسْفَلِ** عند اللضع متحرک رہتا ہو گا گو ہم نے اُس کو مضغ کرتے نہ دیکھا ہو۔ اور جب ہم اس کو مضغ کرنے اور **فَلَذَّ الْأَسْفَلِ** بلائے دیکھتے ہیں تو ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ ہم نے کچھ کے بنانے میں غلطی نہیں کی یہ حاسہ عقل ہی تو ہے جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلایا اور وہ اشرف المخلوقات ہو بھی۔ ورنہ بعض بعض باتوں میں جانور بمطالعہ اس سے افضل ہیں۔ ایک ذرا سی بات ہو تو پروردگار وہ ذرا سی باتیں لئے کیل اور کوٹے اور چھرا اور ٹھنگے تک

بے تکلف اڑے اڑے پھرتے ہیں مگر انسان کے لیے وہ ایسی شکل ہو کہ یورپ کے بے چین لوگ ہاتھ پاؤں بہتیرے مارتے ہیں مگر آج تک کوئی پرواز پر قادر ہوا نہیں۔ لیکن کیا اس ایک پرواز سے طیور انسان سے افضل ہو گئے حاشا و کلاً لاکھوں کروڑوں طیور انسان کے ہاتھ سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں اس کی قید میں ہیں۔ تو انسان کی فضیلت کا سہہ میں ہی۔ اس کے حاشہ عقل میں کہ گواہ کا جسم پرواز نہیں کر سکتا مگر اس کے ذہن کو ہلاکی قوت پرواز دی گئی ہے۔

باوجود اسے کہ پروا بال نہ تھے آدم کے

وہاں یہ بچپن کا فرشتوں کا بھی متعدد تھا

وہ ذہنی پرواز کیا ہے کہ وہ پرندوں کی پرواز کی کنٹریشن (ساخت) کو دریافت کرنا ہو کہ پرندوں کے جسم کی ترکیب کس طرح پر واقع ہوئی ہو کہ وہ پرواز کر سکتے ہیں۔ گواہی اڑ نہیں سکا گواہ نے بے اڑنے کے علم دریافت کر لی ہے اور اس سے کچھ دور نہیں۔ سبے پر کی تو وہ اب بھی اڑتا ہو کسی نہ کسی دن آپ بھی بے پر کے اڑنے لگے۔ کیوں کہ پرواز سے بہت زیادہ زیادہ عجیب عجیب کام اس نے کیے ہیں اور کر رہا ہے۔ لیکن یہاں آدمیوں کا مذکور ہو یعنی اہل یورپ کا نہ ہم ٹیڈز کا کہ ہم تو ان کے مقابلے میں جانوروں کا بھی گئے گزرے ہیں۔ ہماری پرواز کی حد تو ہمیں تک ہو کہ عملی گھم کالج کے مشرعی ہال میں جلسہ ہونے کو ہوا طالب العلم اچک اچک اور چمک چمک کر اوپر گیلری میں جا بیٹھے۔ خیر تو غرض یہ کہ انسان میں حاشہ عقل بڑی چیز ہو اور اراکات عقلی ہم کو ایسا ہی یقین دلا سکتے ہیں۔ جیسے مشاہدات۔ اور دنیا کے تمام کاروبار اسی بنا پر چل رہے ہیں۔ تو اگر ہمارا دل گواہی دیتا ہو کہ خدا ہو اور ہمارا دل گواہی دیتا ہو کہ ہماری روح خالی نہیں۔ اور ہمارا دل گواہی دیتا ہو کہ دنیا میں نیکی اور بدی دو چیزیں ہیں ضد یکدگر۔ اور ان کے نتیجے ہیں اچھے اور بُرے اور جس طرح ہم اوپر سے ذہنی چیز گرائیں اور وہ فاصلے اور وزن کے لحاظ سے اوپر یا سوزین میں پرگڑ کر پڑے گی۔ اسی طرح نیکی اور بدی کے نتیجے ظاہر ہو کر رہیں گے۔ اور جس دن وہ نتیجے کامل طور پر ظاہر ہوں وہی آخرت یا عاقبت یا قیامت ہو۔ تو ہم نہیں سمجھتے کہ ان باتوں کو فیکٹس (واقعات نفس الامری) ماننے

کے لئے ہم کو کسی ثبوت کی بھی ضرورت ہو جس طرح ہم کو ایک چیز مفید دکھائی دیتی ہو اور ہم یقین کرتے ہیں کہ واقعہ میں وہ مفید ہو جس طرح ہزاروں عقلی باتیں ہم کو سمجھتی ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں کہ واقعہ میں وہ ویسے ہی ہیں جیسے ہم نے سمجھیں تو کیوں ہم خدا کے ہونے اور روح کے باقی رہنے اور آخرت کے آنے کا یقین نہ کریں ہمارے فطرت ہمارے بناوٹ ہمارے ہستی جیسے مشاہدات کا ثبوت ہو جیسے ہی اور احکامات عقلی کا بھی ثبوت ہو فرق صرف اتنا ہو کہ مشاہدہ مابعد سے دوسرے احکامات عقلی کی تصدیق ممکن ہے ان اور احکامات مذہبی کے لئے دنیا میں ایسی تصدیق کا موقع نہیں اور جب تصدیق کا وقت آئے گا تو اُلٹ کر اس مقدمہ زندگی دنیا پر اپنا اثر نہیں ڈال سکے گا یَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِى الْاِيْمَانِهَا خُدْرًا (جس دن پروردگار کی نشانیوں میں سے قیامت کی نشانی آمو جو ہوگی تو اگر کوئی شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا یا اُس نے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہیں کی اب اس وقت اُس کو ایمان لانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا) دنیا میں مذہبی اور احکامات عقلی کی تصدیق مشاہدہ نہ ہو سکے کی وجہ سے بہت سے لوگ لگے عاقبت سے انکار کرنے۔ مگر ان کا یہ انکار من چاہے منہ دیا بلائے کیا مستند ہو سکتا ہے جب کہ اندر سے ان کے دل بول رہے ہیں کہ قیامت آنی ہو۔ اِذَا قِيلَ اَنْ وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا وَالشَّاعِدَةُ لَا دِيْبَ بِهَا قُلْتُمْ مَا نَذِيْرِيْ مَا الشَّاعِدَةُ اِنْ نُّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُستَقِيْنِيْنَ (اور جب کہا جاتا ہو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہو اور قیامت کے آنے میں درالشک نہیں تو تم اس کا جواب دیتے ہو ہم کو تو معلوم نہیں۔ ہاں ایک یوں ہی سا خیال تو ہم کو بھی ہو مگر جس کو یقین کہتے ہیں وہ نہیں، دران لفظوں پر خیال کرنا اِنْ نُّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا انکار نہیں ہو مگر ویسی تسلیم بھی نہیں جو ایک اور ایک عقلی کی نسبت ہونی چاہیے جس جس پہلو سے دیکھتے ہیں انسان حقیقت میں عجائب المخلوقات ہے اس کے ارادے اس کے حوصلے اس کی ہمت کو دیکھو تو عرصہ زمین و آسمان اس پر تنگی کر رہا ہو اور جیسے آپ ضعیف المہیان ہیں معلوم ہستی مختصر بہ ثبات قوتیں ناقص نا تمام ۵

فرش سے سرش تک کر رہا ہو اپنا نور

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی بھایا ہو شور

سینے میں قلم کو تھام کر قطرے کا قطرہ رہا۔

خدا نے آنے والی ہستی کی اس کو ایک جھلکی تو دکھا دی کہ اس کے دل میں اُس کی گواہی موجود ہے اور کسی مصلحت سے بچشمِ سرمد کھانے میں کیا مضائقہ طبیعت تو اس کی بے چین تھی ہی اب اس کا حال یہ ہو کہ نہ تو اس خیال کو چھوڑ سکتا ہے کہ طبیعت نہیں مانتی اور نہ اُس ہستی کی پوری پوری کیفیت معلوم کر سکتا ہے کہ وہاں تک رسائی نہیں۔ پس اس کی مثال اُس نجیبہ کی سی ہے جو ایک نئی کل کے بنانے کی فکر میں ہے منصوبے تو بہتر سے ذہن میں ہیں مگر آلات مساعد نہیں کہ کسی منصوبے کو عمل میں لا کر دیکھے اور یہ کلیں جو ایجاد ہوا کرتی ہیں تو ان کا یہی قاعدہ ہے کہ ایک منصوبہ ذہن میں آیا اُس کو بنا کر دیکھنا بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ سوچا کچھ اور نکلا کچھ آخر کار بن بچکا کر ایک بات پیدا ہو جاتی ہے اور اُس میں اصلاح و ترمیم ہوتی رہتی ہے۔ مذہبی منصوبوں میں یہ بڑی قباحت ہے کہ ان کا صحیح و غلط جو ناہم کو اس زندگی میں معلوم نہیں ہو سکتا۔ یعنی مذہبی منصوبوں پر کوئی چک (روک) نہیں۔ ہر شخص ایک منصوبہ سوچتا ہے اگر وہ صحیح ہو تو دوسرے سے اُس کی صحت تسلیم کرانی مشکل اور غلط ہو تو اس کی غلطی کی گرفت بشوار ہے۔ یہ اصلی سبب ہے کہ کیوں مذاہب میں اس کثرت سے اختلاف ہے اور کیوں اختلافِ مذاہب بِأَمْرِ مَا بَطُرَ حَتَّى جَلَّاجًا رہا ہے وَكُلُّ شَاءِ اللَّهِ لَيَجْعَلُهُ أُمَّةً وَاحِدَةً وَكَأَيُّ الْأَوْنِ مُحْتَئِفِينَ إِلَّا مَنْ أَزَيَحِمَّ رَبُّكَ وَلِإِنَّكَ خَلَقْتَهُمْ (اور اگر خدا چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی مذہب کا کر دیتا اور ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے نہیں گئے مگر جس پر خدا کی مہر ہو اور اسی لئے انسان کو پیدا کیا ہے اختلافِ مذاہب کو جو رہتا ہوا دیکھ کر لوگوں کی طرف سے بدگمانی میں ہونا چاہیے کہ دنیا میں بے دینی پھیل جاتی ہے۔ اختلاف کی ترقی اس بات کی دلیل ہے کہ لوگ کثرت سے دین پر متوجہ ہیں۔ اختلافِ مذاہب میں لوگوں کا قصور نہیں۔ قصور اگر ہو اور میں اس کو قصور سے تعبیر بھی کر سکوں تو نفسِ مذہب کا ہو وہ مضمون ہی ایسا جو جس کے شکوک اس دنیا میں حل ہو ہی نہیں سکتے اگرچہ یقیناً معلوم ہے کہ اختلافِ مذاہب تا قیامت رفع نہیں ہو سکتا اور اسی لئے رفعِ قیامت کا دوسرا نام یَوْمَ نَفُصِّلُ الْأُمَمَ اس کی وجہ تسمیہ بھی قرآن میں جا جا اور بار بار بیان فرمادی ہے وَفِي كُلِّ نَفْسٍ لَّكُنْمُ

فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (جن باتوں میں تم لوگ اختلاف کر رہے ہو قیامت کے دن خدا سب کو رہتا
 دے گا، غرض اگرچہ اختلاف مذہب تا قیامت رفع ہونے والا نہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا
 چاہیے کہ ہم رفع اختلاف میں کوشش نہ کریں۔ اس اختلاف کے خطرناک نتیجے عاقبت میں تو
 جب ظاہر ہوں گے تب ہوں گے کہ ایک مقام پر فرماتے ہیں ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لِّلنَّاسِ
 وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ وَمَا تُوْخَّرُ اِلَّا لِجَلِّ مَعْدُوْدٍ يَوْمَ يَاتُ لَا تُكَلِّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهِ
 فَمِنْهُمْ شَقِيْقٌ وَسَعِيْدٌ فَاَمَّا الدّٰيْنُ فَسَوْ اَفْقَى النَّارَ لَهُمَا فَيُؤَذِّنُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا مَا
 دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَشَاةً رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ تَعَالٰى لِكَاثِبٍ وَّامَّا الدّٰيْنُ فَسَعِيْدٌ وَّافْقَى
 الْجَنَّةِ خَالِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَشَاةً رَبُّكَ عَطَا ءَاخِرَ مَجْدٍ وَّجِدْ -
 (یہ وہ دن جس میں سب آدمی ایک جگہ جمع کیے جائیں گے اور یہی وہ دن جس کو سب آدمی
 دیکھ لیں گے اور ہم اس کے لانے میں دیر بھی کر رہے ہیں تو محدودے چند دنوں کی جس وقت
 وہ دن آسجود ہو گا کسی کو بات کرنی کی مجال نہ ہو گی مگر خدا کے حکم سے۔ پھر لوگ بعض بد بخت
 ہوں گے اور بعض خوش نصیب تو بد بخت لوگ دوزخ میں جائیں گے اور وہاں چلائیں اور رہیں گے
 اور اسی حالت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں مگر جو خدا کو منظور ہو خدا
 جو چاہتا ہو کر گرد تا ہی اور جو خوش نصیب ہیں وہ بہشت میں ہوں گے اور اسی میں ہمیشہ رہیں گے
 جب تک آسمان و زمین قائم ہی مگر جو خدا کو منظور ہو بخیر ششیں ہیں جن کو انقطاع نہیں غرض اختلاف
 مذہب کے خطرناک نتیجے عاقبت میں تو جب ظاہر ہوں گے تب ہوں گے۔ اس اختلاف نے
 دنیا ہی کے برباد کرنے میں کیا اٹھا رکھا ہے سب سے بڑا ہر جس کا انسان مرتکب ہو سکتا ہو قتل اور
 خوریزی اور خونریزی کے متعدد اسباب جو کہ ہیں لیکن تلم اسباب کثیر الوقوع اور نادر الوقوع ایک طرف اور
 اختلاف مذہب ایک طرف اس پر بھی اختلاف مذہب ہی کا پتہ بھاری رہے گا۔ میرا خیال تو
 یہ ہو کہ جتنے قول ابتداء دینا سے آج تک اختلاف مذہب کی وجہ سے ہوئے ہیں اگر سب کا
 جمع کیا جانا ممکن نہ ہوتا تو ایک دریا سے خون بہتا ہوتا لیکن مذہب ایسا سفاک ہو کہ وہ اس کو بھی کھینچ

پکارا مٹھا اھل من موند (کچھ اور بھی ہے) بات یہ ہو کہ لوگ اس قدر سستجیل ہیں کہ قیاس کے فیصلے کا انتظار نہیں کر سکتے اور ہر مذہب والا چاہتا ہے کہ دوسرے مذہب کے لوگوں کو صفحہ ہستی سے معدوم کر دے۔ مسلمان تو ناحق میں بدنام ہیں گودی ڈاگ اسے بیڈ نیم ایڈون لگتے ہم اوٹ دیتے پر ناحق الزام لگاؤ اور لات مار کر باہر کرو، کوئی ایک مذہب والا تو کہے کہ اُس نے موقع پا کر ٹالیشین چمکل، دکھایا ہی عیسائی جن کے مذہب کا یہ اصول ہے کہ اگر تیرے ایک گلے پر کوئی طماچہ مارے تو دوسرا بھی اُس کے آگے کرنے کہ اس پر بھی دستِ شفقت پھیچے اور جب تک آدمی ایسی موٹھی نہ بن جائے آسمانی باپ کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔

کرو سید عیسائیوں کے جہاد کے ہار بل کالسیکو منسز خوفناک نتائج سے قطع نظر کرو عیسائی اگر ایسا مزاج رکھتے ہوتے تو انڈیا میں دو اکو ڈھونڈے نہ ملتے۔ مین از دی میس آل دی ورلڈ اور وہ

(تمام دنیا کے آدمی کچھ ایک ہی طرح کے نہیں ہیں) ۵

ناصح خود یا فتم کم در جہان

ہر یکے ناصح برائے دیگران

افترض مذہب کا یہ بڑا خطرہ مائل ہے کہ وہ لوگوں میں التیام و ارتباط قائم نہیں ہونے دیتا اور اتفاقی ایسی بد بلاؤں کے مخصوص شخصوں میں ہو تو اور قوموں قوموں میں ہو تو دونوں ہی فرقے اس نقصان اٹھاتے ہیں تو اگر ہم اس آگ کو بالکل بجھا نہ سکیں کم سے کم اتنا تو کریں کہ اس کو اور زیادہ نہ بھڑکنے دیں مگر سخت افسوس کی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس آگ کو بجھنا چاہا پانی کی جگہ گے کروں آئل دہی کے تیل کی بھر مار کرنے پس اب آگ ایسے زوروں پر ہے کہ شاید سمندر کا پانی بھی اس کو نہیں بجھا سکتا آپ سمجھے کہ کروں آئل سے میں نے کیا مراد کہی ہے کروں آئل سے میری مراد ہے مذہبی مناظرے۔ کہ مناظرے کے جو طریقے مناظرین نے اختیار کیے دنوں کے دکھانے والے اور ضد اور مخالفت کے پیدا کرنے والے تھے۔ اور بجائے اس کے کہ مناظرے سے التیام کی کوئی صورت پیدا ہو عدراوتیں قائم ہو گئیں۔ وہی عیسایا ابراہیم نے فرمایا تھا۔ بَدَاءَ یَسْتَنَّا وَیَسْتَنَّا الْعَدُوَّةَ وَالْخِصَاءَ اَبَدًا (ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے کھلی دشمنی ہو گئی، اگر

مذہب دنیا سے سرکار نہ رکھتا ہوتا تو کچھ بھی بات نہ تھی موسیٰ مدین خود عیسیٰ جرین خود۔ مگر بڑی مشکل یہ آکر پڑی ہو کہ بے مذہب کے دنیا کا کام چل نہیں سکتا۔ انسان اس طرح کا ٹھنڈا روٹو ہو کہ مذہبی لگام کے بدون کسی مذہب سے قابو میں آئے والا نہیں۔ یہ جو اتنا امن دنیا میں دیکھتے ہو گو سلطنت اور حکومت کو بھی اس میں کسی قدر دخل ضرور ہو مگر بڑا دخل مذہب کا ہو۔ ایک ملک فرض کرو جس کے باشندوں کو نہ خدا کا خوف ہو نہ عاقبت کا اندیشہ پھر دیکھیں تو کوں سے نظم گو وہ انگریز ہی کیوں نہ ہوں اس کا انتظام کیسے لیتے ہیں۔ غرض مذہب سے تو کسی طرح چھٹکارا نہیں۔ آدمی ہو تو جس طرح وہ بادی البشرہ مستقیم القامہ ولیض الاظفار ہو لیکن (مذہبی) بھی ضرور ہو اور رلیجن (مذہب) ہو تو رلیجن کے اختلاف بھی ضرور ہو اور اختلاف ہو تو اس کے ساتھ کشمکش بھی ضرور ہو۔ یہ کشمکش ہمارے اس بد نصیب ملک میں چند روز سے بہت ہی اشتداد پکڑ گئی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو۔ مسلمان جن کا چولی دامن کا ساتھ ضرب المثل تھا۔ اب ایک جگہ امن سے نہیں رہ سکتے اور سچ بھی تو ہے جب تک انگوٹھے تھے چولی اور دامن کی ضرورت تھی اب نئی قسم کے کوٹ چل پڑے ہیں جو چولی اور دامن دونوں سے بے نیاز ہیں۔ کبھی آپ صاحبوں نے اس بات میں غور کیا ہو کہ بروغم ماضی ہندو مسلمانوں کے جھگڑے کیوں از سر نو تازہ ہو گئے ہیں ہم کو تو یہ تو قیاس تھا کہ انگریزی تعلیم مائریٹین سکھاتی اور تعصب جمالت کی ظلمتوں کو دور کرتی ہے۔ عجیب نہیں رفتہ رفتہ ہندو مسلمان ایک ہو جائیں۔ مگر واقعات بتا رہے ہیں کہ ایک ہونا کیسا ہندو مسلمان دو خطا ہیں متفرق الملاقات لیکن ہندو مسلمان اس ملک میں کوئی نئے آگزیٹس بے دونوں مذہبوں میں کوئی انوکھی بات پیدا نہیں ہوئی سلطنت جس کے پیچھے ایک کو ایک کھائے جاتا تھا خدا نے دونوں سے بے کر تیسرے حق دار کے حوالے کر دی پھر یہ بیٹھے بٹھائے ہوا تو کیا ہوا کہ کبھی کی اگلی بھولی بسری خصوصیتیں از سر نو تازہ ہوئیں۔ ہاں تو ہوا یہ کہ انگریزوں نے دونوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ آزاد سی کے خط سے تو کوئی انگریزی دماغ خالی خیل تپتی ولایت میں انھوں نے دیکھا تھا کہ دنیا میں لاکھ دولتوں کی ایک دولت آزاد سی ہے

اور یورپ میں سامری رونق اور خوش حالی اسی آزادی کے دم قدم سے ہو۔ رعیت پروری کے جوش میں اگر اس بات پر تو نظر کی نہیں کہ میٹرز کو اس نشے کی سہار بھی ہی یا نہیں۔ بے سوچے سمجھے سب کو خود مختار کر دیا۔ پس انگریزوں اور ہندوستانیوں کی ویسی ہی مثال ہو گئی کہ ایک نادان ماں نے دودھ پیتے ننھے بچے کو قوی قوی غذائیں کھلانی شروع کیں کہ جلدی سے بڑا ہو جائے۔ بچہ قوی غذاؤں کو ہضم نہ کر سکا اور آخر کار ہلاک ہو گیا۔ انگریزوں کی سلطنت کو ایسے کون سے قرن گزر گئے تھے چندے اور صبر کیا ہوتا ہندوستانوں میں انگریزی مذاق اچھے طرح سے رچ جاتے تو بدتر بج ان کو آزادی دینے کا مضائقہ نہ تھا۔ انگریزی مذاقوں کا حال یہ ہو کہ مدودے چند کو تو ڈالو بھارت میں ہندو اپنے سوا بے بھی کو بھڑشت (دناپاک) سمجھتے ہیں ازاں جملہ انگریزوں کو بھی رہے مسلمان سوان کے مذاقوں کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہو کہ فقیر اپنی ہی پرانی وضع کو بنا ہے چلا جاتا ہو چکوا سی میں آسائش بھی ملتی ہو اس پر صرت اتنے تعلق سے کہ کافر نس میں برسوں دن اگر کچھ دے دیتا ہوں وہ بھی طوعا نہیں بلکہ کرہا اور اپنے زعم میں سید احمد خاں کی لگ لپیٹ کی بھی کوئی بات نہیں کہتا مگر چوں کہ کافر نس کی ابتدا سید احمد خاں سے ہی اور سید احمد خاں مسلمانوں میں انگریزی کا رواج دینا چاہتے ہیں اور انگریزی انگریزوں کی زبان ہو اور انگریز نصاریٰ ہیں اور نصاریٰ مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں اور کافر مستوجب نار ہیں اتنے تعلق سے اگر اس کو تعلق کھ سکتے ہیں تو فقیر کو لوگ کافر بتاتے ہیں اور کافر نہ بھی کہیں مگر قسم کھانے کی بات ہو کہ مسلمان تو نہیں سمجھتے۔

ایک مومن با صفا و اوہم کافر	پس درہم ملک یک مسلمان نبود
<p>کفر تو آپ نے بہت سنے ہوں گے مگر میرے کفر مسلسل کو دیکھیے گا کہ کیسا درجہ بدرجہ فہر ہو تا چلا آیا ہو۔ کافر بہت مگر کوئی ایک تو کفر کا ایسا شجرہ دکھائیے۔ مجھ کو اپنے کفر کے سلسلے پر بیچوں کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک چڑیا کہیں سے ایک دانہ تاج کا اٹھا لائی اور وہ دن اُس نے لا کر کسی ایک لکڑی پر رکھا کہ اطمینان سے بیٹھ کر کھائے لکڑی میں تھا شگاف وہ دن</p>	

دور میں چلا گیا اب یہ بہتر سے جتن کرتی ہو چونچ دانے تک نہیں بھینچتی۔ ناامید ہو کر بیچاری فریاد کرتی پھرتی تھی۔ کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ کوٹے نے کہ یہ بڑا سیانہ جانور ہے اور اس کے سیان پت کا نتیجہ بھی معلوم ہے اس کو صلاح دی کہ کسی بڑھئی سے جا کر کھدوہ کاٹ چیر دے گا۔ اور تیرا دانہ بچھو مل جائے گا۔ چڑیا دوڑی دوڑی بڑھئی پاس گئی اس نے کاٹ کے چیرنے سے انکا رکھا تو چڑیا ہر ایک سے فریاد کرتی پھرتی تھی۔ بڑھئی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ پھر وہ راجہ پاس گئی کہ بڑھئی پڑھند کرے راجہ نے بھی اس کی فریاد نہ سنی تو وہ کہتی تھی راجہ بڑھئی ڈانڈتا نہیں بڑھئی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ پھر چڑیا رانی پاس گئی کہ راجہ سے روٹھ جاؤ اس نے بھی نہ مانا تو چڑیا کہتی تھی رانی راجہ سے روٹھتی نہیں۔ راجہ بڑھئی ڈانڈتا نہیں بڑھئی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ اسی طرح چڑیا چوہے اور بلی اور کتے اور لٹھی اور آگ اور پانی سب کے پاس فریادے گئی اور کاٹ سے دانہ اگلو کر رہی ہیں دیکھتا ہوں تو اس کی فریاد کا سلسلہ میرے کفر کے سلسلے کے متواری چلا جاتا ہی غرض کیا ہندو کیا مسلمان آزادی کے ضبط کئے کا ظرت نہ اُن کا تھا نہ ان کا۔ انجیندوں نے آکھلائی آزادی کی دوا آتش برائڈی۔ پینا تھا کہ لگے بنکارنے۔ کچھ تو مدراس میں پڑے بہک رہے ہیں۔

یقین نہ ہو تو جا کر سن آؤ۔ ڈرہو کہ کیس سمندر میں ڈگر پڑیں۔ کتنوں کو پھٹس (رسالوں) اور آرٹیکلوں کی بڑلگی ہو۔ یہ تو گورنمنٹ کے احسانات کی تحریری مکافات ہو۔ رہی ترانی سوا انگریزی خوالوں کی گنگو کا معمولی ٹاپک (مضمون) گورنمنٹ کی بدلیوں کا رونا ہوا واپس۔ اس آزادی بے ہنگام نے گورنمنٹ اور رعایا کے باہمی تعلقات کو تو یوں اسٹرنیڈ (تھقبض) کیا اور آپس میں رعایا بارعایا جیسی کچھس جوتوں میں دال بنٹ رہی ہے اور عظم گڑھ غازی پور میں پونا جونا گڑھ بہا کے افسوسناک واقعات اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ اس پر بھی گورنمنٹ ہندوستانوں کو آزاد کی دینا جائز رکھتی ہے تو یوں سمجھو کہ گورنمنٹ آپ اپنی خرابی کر رہی ہے اور اپنے ساتھ ہندوستان کی بھی۔ مذہب کے لحاظ سے جس ملک کی یہ حالت ہو جو سارے ہندوستان کی ہے کہ کوئی سر مذہب کے ضبط سے حسالی نہیں۔

کسی میں ٹالرین کا نام نہیں جتنے آدمی دتے مذہب اور ہر شخص بجائے خود مطلق العنان کہ دوسرے مذہب والوں کی بدتر سے بدتر مذمت لکھے اور شہر کرے سر بازار پکار پکار کر لے کسی طرح کی ممانعت نہیں۔ ایسے ملک کے امین خدا حافظ۔ مگر ایک باریں آپ صاحبوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم ہندوستانیوں کے یہ مذاق بگڑے تو کیوں بگڑے۔ بچڑے انگریزی تعلیم سے۔ اس سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ میں انگریزی تعلیم کا مخالف ہوں میں کچھ کرتا نہیں اور مجھ سے کچھ ہو نہیں سکتا اور مجھ کو انگریزی آتی بھی نہیں۔ یہ باتیں تو ہیں دوسری۔ میں انگریزی تعلیم کی ضرورت کو مسلمانوں کی تمام دنیاوی ضرورتوں پر مقدم رکھتا ہوں بشرطے کہ اس کی تعلیم علی گڑھ کالج کے طور پر ہو کہ لوگ انگریزی بھی پڑھیں اور بھلے مانس بھی رہیں۔ نہ تو گورنمنٹ کو ان کی طرف سے کسی طرح کا کٹھکا ہو اور نہ ہسپتالوں کو ان سے کسی قسم کی ایذا پہنچے بلکہ نیر خود بخود انڈی کا بنگس کا سارنگ آگیا اگرچہ میرا مقصد نہ تھا۔ لیکن میں اس کو کالفرنس کالج ٹیٹ (باقاعدہ) کام سمجھتا ہوں کہ وہ تعلیم و وجہ کے نتائج میں غور کرے۔ میں نے علی گڑھ کالج کی تعلیم کے علاوہ عموماً تمام تعلیم کو کنڈرٹن (قیع) کر دکھایا ہے۔ سو یہ کچھ سید احمد خاں کی مونہہ دیکھ کی بات نہیں ہے۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو سزا گنڈ کالون جیسا سٹیٹسین (مدیر) اس کی تصدیق کر گیا ہے اور سب سے بڑی تصدیق تو ان طالب علموں کا ٹریننگ (تربیت) ہے کہ پڑھانے لکھانے کے علاوہ ان کے اخلاق ان کی تہذیب پال چلن کی نگہانی اور خیالات کی اصلاح کی جاتی ہے اور مجھ کو پورا بھر وسہ ہے کہ ان شاء اللہ یہ لوگ سید احمد خاں کی سرتی میں تعلیم پا کر ایجوکیٹڈ فنٹلمن (تعلیم یافتہ شریف) کے عمدہ نمونے ہوں گے اور کالج کی ناموری کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھیں گے۔ آمین۔ اب میں انگریزی خوان طالب علموں کو عموماً اور علی گڑھ کالج کے طالب علموں کو خصوصاً تعلیم کے ایک اور خطر سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ طالب علموں کو دراستہ ہو کر سنو۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر ہوئی مذہبی اختلاف کو آگ سے اور مذہبی مناظرے کو کروسن آئل سے تشبیہ دی تھی اگر مذہبی اختلاف آگ اور مذہبی مناظرہ کروسن آئل ہے تو جس خطر کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مشیل میٹر کے سوا سے میں ہی اس کا دوسرا نام تجویز کرتا ہوں۔ سرجاچ ایڈمنسٹریٹو نیشنل کونسل

مجموعہ تعزیرات ہند ترجمے میں شریک مطلوب میں بھی تھا اس وقت کیمسٹبل میٹر کا وزیکو
 اکیوینٹ (مراد اُردو) رکھا گیا تھا جھک سے اُڑ جانے والا مادہ۔ مدتوں کی بے تعلقی کے سبب
 اور توسار تجربہ بھول گیا غراتب لفظ کی وجہ سے جب کبھی کیمسٹبل نظر سے گزر جاتا تو فوراً اس کا تجربہ
 جھک سے اُڑ جانے والا یاد آ جاتا تو پہلے ہی سے ہمارے ملک میں خدا کے فضل سے مذہبوں
 کی کچھنی نہ تھی معلوم نہیں اولکوں کا کیا حال ہو مگر یہاں تو مذہب انڈے بچے دیئے چلا جاتا تو ہمارے
 دیکھتے دیکھتے بہت سے نئے مذہب پیدا ہو گئے بلکہ یہ عملداری مذہب کو کچھ ایسی سازگارائی ہو کہ
 مذہب کی اس حال کی نسل میں کچھ اچھل کود زیادہ معلوم ہوتی ہو تو بچپن کا تقاضا ہی یا جہاں
 سب چیزیں اپنی اپنی جگہ ترقی کر رہی ہیں مذہب نے بھی نسل میں ترقی کی ہوئے مذہبوں میں جس
 بڑی اودھم مچا رکھی ہو سائنٹفک مذہب یعنی فلسفہ جو جس کو لوگ نجس پر کے نام سے پکارتے
 ہیں سائنٹفک کو یا نجس مطلب ایک ہی ہو اتنا فرق ضرور ہو کہ لوگ لفظ نجس کی بڑی مٹی پیدا کر چکے
 ہیں اور اب تک بھی کر رہے ہیں اور یہ لفظ تقاضا سے بشریت نجس لوگوں کے سامنے پر ضرور گراں
 گزرتا ہو گا۔ لفظ سائنٹفک میں سوائے اس کے کہ انگریزی ہو اور کوئی عجیب نہیں۔ اختلاف مذہب
 تو ایسی بد بلا ہو کہ اتنے بڑے ہندوستان میں صرف دو ہی مذہب ہوتے اور ایک دوسرے
 سے اختلاف کرتے تو سارے ہندوستان کو بے چین رکھنے کے لیے بس کرتے تھے نہ کہ کوڑیوں
 مذہب اور سب میں پھوٹ۔ اس پر تشریف لائے نئے سائنٹفک صاحب کوڑے میان
 سو بڑے میاں بچھوٹے میاں سبحان اللہ۔ انھوں نے تو اتنے کے ساتھ کل مذہبوں پر بھاڑ
 پھیرنی شروع کی۔ مسلمان جو انگریزی سے بدکتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہو۔ انگریزی میں کیا دھڑلہ
 خدا نہ کہا۔ گاڈ کہا۔ بس کی گاٹھ تو سائنس ہو اور یہ جیسا اسلام کا دشمن ویسا ہی ہندوؤں کے
 مذہب کا۔ اور مسلمان یہ سن کر بڑا تعجب کریں گے ویسا ہی بلکہ سب سے بڑھ کے خود انگریزوں
 کے مذہب عیسائیت کا۔ اگر مسلمان سائنس کو جانتے ہوتے تو ایسے لوہا اور بے اصل بات کبھی
 بھی نہ سمجھتے نہ نکالتے کہ لوگوں کو عیسائی کرنے کی غرض سے انگریزی پڑھوائی جاتی ہو انگریزی

پڑھ کر مسلمان مسلمان رہے یا نہ رہے قسم کھانے کی بات ہو کہ عیسائی تو نہیں ہو سکتا ہرگز نہیں ہو سکتا اگر کسی کو سائنس چر گیا اور اُس نے دیکھا اسلام کی آنکھ میں ناخن تو وہ عیسائیت کو دیکھے گا دونو دیدے پٹ۔ مسلمان تو بھلا انگریزی پڑھ کر کیا عیسائی ہو گا جو اصل نسل کے عیسائی ہیں ہم کو تو ان کے عیسائی ہونے میں بھی تامل ہو۔ اوریوں مذہب کو قوم کا مرادف سمجھا چاہئے تو لا مشائخۃ فی الاصل اصطلاح بیچارے نیچریوں ہی نے ایسا کس کا باب مارا ہو کہ یہ قسمیں کھا کھا کر اپنے نہیں مسلمان کہیں اور ان کو مسلمان نہ سمجھا جائے۔ ابھی لوگوں پر نیچریوں کی حقیقت ہی منکشف نہیں۔

نیچریوں کے اصل معتقدات تو کتاب الملل و النحل میں لکھے ہوں گے یا اس سے اتر کر نہیں اُس سے بڑھ کر، سرسید قبلہ کو معلوم ہوں گے مگر جہاں تک مٹے مٹے مجھ کو معلوم ہیں اُس کی مٹے سے نیچری مسلمانوں میں وہ مذہبی فرقہ ہو۔ جو اسلام اور سائنس میں توافق دینا چاہتا ہو۔ ان کی نیچر کے نیچر ہونے میں تو ہر شک اور کافر گرد۔ مگر یہ بات دیکھنے کی ہو کہ اسلام اور سائنس میں توافق پیدا کرنے کے لئے ان لوگوں نے جو اصول اختیار کیے ہیں ٹھیک بھی ہیں یا نہیں۔ اگر ہم ان باتوں کی فہرست بنانی چاہیں جو اسلام میں اور دیگر مذاہب میں مختلف فیہ ہیں تو شاید ہر ایک مذہب کے مقابلے میں چند آیت (مذات) سے زیادہ اس فہرست میں نہ ہوں مثلاً ہم اسلام اور عیسائیت میں مقابلہ کرتے ہیں تو جن باتوں میں جھگڑا ہو اسی قدر ہم کہ عیسائی تثلیث کے قتال ہیں ہم نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح مصلوب ہوئے۔ ہم کہتے ہیں نہیں عیسائی کہتے ہیں خدا عادل اور رحم کو جمع نہیں کر سکتا جس کی وجہ کفار سے کی ضرورت واقع ہوئی ہم کہتے ہیں کہ سکتا ہو اور کفارہ کوئی چیز نہیں مقدمہ تو اس قدر پیچیدہ ہو کہ تیرہ سو برس سے آج تک فیصل نہیں ہوا۔

مگر امور متنازع فیہ یہی دو چار ہیں اور بس۔ لیکن نیچری ٹھیسے مگر کے بھیدی یہ اصول اور فروع جہاں کیس فی زعم ضمت پاتے ہیں حملہ کئے بدوں نہیں رہتے اور اسلام اور نیچریوں کے جھگڑے کا ایک طوابع بن گیا ہو اور سید احمد خاں کی کل مصنفات نیا پانا تہذیب الاخلاق اور نوسلوں کے نام کیا گنواؤں۔ مولوی ممدی اور مولوی چراغ علی کے تمام ملفوظات اور میں لٹے نہیں بھی

کیوں مستثنیٰ کروں خدا گناہوں کو معاف کرے کبھی نہ کبھی نیچے یوں کی سی کوئی نہ کوئی بات میرے قلم سے بھی ضرور نکلی ہوگی یہ سب ملا کر نیچے یوں کے مذہبی لٹریچر کا بجائے خود ایک کتاب خانہ جو اُس سب کو کریدنے اور بچند ڈرنے کے لیے تو مدین چاہئیں مگر میں اس مقام پر صرف ایک یاد دہی یہ مارک کرنا چاہتا ہوں۔ بلکہ خوب معلوم ہے کہ یہ کافر نفس مذہبی کا نفس نہیں ہے اور یہاں دین و مذہب کی گفتگو کرنی چاہیے نہیں۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ مسلمان ہر ایک بات میں مذہب کو سنا دیتے ہیں اور تعلیم پر تو ساری بھرمار مذہبی توپ خانے ہی سے ہو رہی ہے۔ میں نے اپنے نزدیک مذہب حق کی شناخت یہ قرار دے رکھی ہے کہ اس کے احکام ناممکن التعمیل نہ ہوں اور مذہب اسلام کی حقانیت کی طرف سے جو میرے دل کو تسلی ہوئی ہے تو زیادہ تر اسی سے ہوئی ہے کہ میں اسلام کے کسی حکم کو ناممکن التعمیل نہیں پاتا۔ اسلام نے نیکی کا ایسا سٹیٹمنٹ رکھا ہے کہ آدمی وقتی ضرورتوں اور خواہشوں کی بلاؤں میں مبتلا رہ کر بھی آسانی کے ساتھ اُس درجے پر پہنچ سکتا ہے۔ انسان کی ایک خاص طرح کی بناوٹ ہے اور گو وہ اشرف المخلوقات ہے مگر بھی معدوریاں میں مجبوریاں ہیں کم زوریاں ہیں خُلُقِ الْاِنْسَانُ ضَعِیفٌ انسان کو ضعیف بنانا اور اُس پر احکام سخت کا اتنا بوجھ لا دنا جس کا وہ تحمل نہ ہو سکے ظلم صریح ہے۔ تَعَالَى اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔ اِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ الشَّيْءًا شَيْئًا۔ اِنَّ اللَّهَ لَيَسِّرُ لِّلْعَالَمِیْنَ وَمَا اللَّهُ بِیُّسِّرُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِیْنَ۔ اِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ شَيْئًا ذَرَّةً۔ پھر ناممکن التعمیل کے پیرائے ہیں دو عملیات میں یہ کہ تعمیل نہ کر سکیں مثلاً فرض کرو کوئی مذہب ہم کو ایسے روزہ کا حکم دے کہ ایک ہفتے تک نہ کچھ کھاؤ نہ پیو تو یہ روزہ خود کشی کا مردف ہوا۔ مجرد ایسے روزہ کا حکم سن کر ہم کو یقین کر لینا چاہیے کہ نہ یہ حکم خدا کا حکم اور نہ یہ مذہب مذہب حق اسی طرح معتقدات میں کوئی بات ناممکن التعمیل تو ہم اس کو بھی ناممکن التعمیل ہی کہیں گے اور وہ ناممکن التعمیل ہے جو بھی مثلاً فرض کرو کوئی مذہب تعلیم کرتا ہو کہ زمین گول نہیں ہے تو مجرد اتنی ہی بات سے ہم بھولیں گے کہ یہ مذہب نبیؐ کی مذہب نہیں ہے۔ سائنس اور اسلام میں جو تنازع آخر قایم ہوا ہے۔ وہ اکثر اسی قسم کا ہے کہ جو باتیں سائنس کی رو سے پایہ تحقیق کو پہنچتی ہیں۔ اسلام جیسا کہ عموماً لوگوں نے سمجھ رکھا ہے ان کے خلاف ظاہر کرتا ہی نہیں

یہ اگر پرپی کے سائنس کے مسائل مبنی ہیں مشاہدات پر جس سے لازم آتا ہو کہ اسلام کو ناکمل یقین سمجھا جائے۔ اب مجھے سائنس اور اسلام یعنی اسلام تعارف میں کیا جھگڑا ہے اس روداد سے تو ایسا مفہوم ہوتا ہو کہ سائنس برسرِ حق ہے کیوں کہ سائنس جو بات کہتا ہو اُس کا مشاہدہ کر دیتا ہو اور مشاہدے سے بٹھ کر دنیا میں کوئی ثبوت ہو نہیں سکتا جب تم نے سائنس اور مذہب دونوں کی حقیقت کو سمجھا اور دونوں کی نزاع کو بھی سمجھا تو اب تم کو نیچر لوں کی قدر آئے گی کہ یہ یوں فرقہ اسلام کی کیسی خدمت کر رہا ہے۔ فیکلٹس واقعات نفس الامری اوکو کوئی ریزسٹ (دفع اکہی نہیں) سکتا تھا اور یہی ہوئی بات تھی کہ سائنس کے مقابلے میں اسلام متعارف کی ڈیفنڈ (شکست) ہونے لگی ہے اپنی تدبیر سے اس ڈیفنڈ کو تریبل رسشن (عزت کے ساتھ لوٹ جانا) بنادیا کہ اس کو بھی ایک طرح کی ظفری سمجھو تاکہ تم ڈیفنڈ اور رسشن میں فرق کر سکو میں قرآن کی ایک آیت مناسب مقام پڑھنا ہوں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِيُومَ الَّذِي يَكُونُ فِيهِ قُلُوبُهُمْ كَالْأَدْبَارِ وَمَنْ يُؤْمَرْ بِذُنُوبٍ إِلَّا مُنَحَّنًا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ فَبَلَغَهُ الْكَلَامَ وَاللَّهُ يَوْمَئِذٍ عَلِيمٌ وَمَا أَهَمُّهُمْ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ آفةٌ مِنْ آفَاتِنَا قَالُوا إِنَّ هَذِهِ الَّتِي كَانَتْ تُفْلِتُنَا مِنَّا قَدْ خَلَتْ مِنَّا أَمْ لِلَّهِ آلَاءٌ لَا نَعْلَمُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ عَلِيمٌ

اور رخ ہو فلا تو تُوهموا الادبار میں ڈیفنڈ لینے ہزیمت کی طرف اشارہ ہے اور منحنّا فالقتال اور منحنّا فی الذکر الی ذکر اللہ یعنی ہماری گنہگاروں کی ابتدا ہی ان کی ابتدا میں آمد کی ادائیگی گنہگار تھی اور اس کے بدلے دیاتھا کہ ادائیگی بنے یا اگر طے تم اسی جگہ جمے رہنا۔ دوسرے دستے نے دشمنوں کو بگڑایا تاکہ وہ اپنے سجھ کلبس ادائیگی بیت بی جگہ سے مل گئے دشمنوں نے ناکہ خالی دیکھ مسلمانوں پسپا ہوا و لا کہ سب کے باوجود ٹکرائے اور ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ پیغمبر صاحب کی بھی خبر نہ لی یہی وہ لوگ تھے جس میں پیغمبر صاحب زنجی ہوئے اور دشمنوں نے تو یہاں تک اڑا دی تھی کہ مارے گئے چند مسلمان جو پیغمبر صاحب کے ساتھ سے الگ نہیں ہوئے تھے ان میں حضرت عباس بھی تھے اور یہ کہ محمد

جیسے الصوت انھوں نے بھانگوں کو ڈانٹا کہ لوگو کہہ رہے ہیں پیغمبر صاحب تو یہ موجود ہیں بارے پھر مسلمان سمٹ آئے اور لڑائی منسبتل گئی مگر چوں کہ مسلمانوں کے بہت آدمی ضائع ہوئے تھے کچھ شکست ہی سی رہی جس کی وجہ سے مسلمان بہت ہی شکستہ خاطر ہوئے لڑائی کا شکست ہو جانا چند ان پر واکہ بات نہ تھی مثل مشورہ انھیں نہ سچائی لڑائی کو تین کا ڈول ہو اس سے کہی کوئی ہانی بھرتا ہو کبھی کوئی انگریزوں کا شکست ہو جانا غضب تھا چنانچہ جب لوگ چھینٹی ہوئی تھیں لے کر پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے مواظظہ بلوغ سے ان کی بڑی تسلی کی اور یہ بھی فرمایا کہ تم نے علم لادلوہم الاذباد کا نقص نہیں کیا بلکہ تمہارا جگہ سے مل جانا تمہیں فایزالہ او تمہیں اری فیئہ کی قسم کا تھا۔ جس طرح لوگوں نے جنگ احد کے نتیجے کو اسلام کی ڈفٹ سمجھا اور پیغمبر صاحب نے اس کو رشتہ قرار دیا۔ یہی حال سائنس اور اسلام کی لڑائی کا ہو کہ عام مسلمان نیچریوں کی تاویل اور توفیق کو اسلام کی ڈفٹ سمجھتے ہیں مگر وہ ڈفٹ ہی نہیں بلکہ رشتہ ہے اور رشتہ بھی آنر بل رشتہ۔ بااں ہمہ نیچریوں کی کارروائی کی نسبت میرا کیا خیال ہے جس کا ظاہر کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ یہ لوگ خیر خواہی اسلام کے جوش میں کسی قدر صدا و اعتدال سے گسیٹہ (متوازن) ہو گئے ہیں اور ان کا اکیڈم ہونا میرے نزدیک اسلام کو نقصان پہنچا رہا ہے وہاں اسلام سے میری مراد اسلام متعارف نہیں کہ وہ تو انگریزی لاکھ جتن بھی کرتے سائنس کے رد سے محفوظ رہ نہیں سکتا تھا بلکہ وہ سچا اسلام وہ خالص اسلام ہو خالص سونڈھک (ایڈیٹور فیکٹ) کامل (اسلام لاؤ) جس کی بنیاد اس قدر محکم اور مضبوط اور استوار اور مشید ہو کہ سائنس کے کیسے ہی جھگڑ چلا کریں اس کو خیر بھی تو نہیں ہوتی۔ دو مخالفوں میں التیام کرانے کا یہ دستور ہوتا ہے کہ کچھ اس کو دیا جائے اس کو دیا دونوں مخالفت ایک بات پر رضامند ہو گئے مگر میں دیکھتا ہوں نیچری ہر ایک بات میں اسلام ہی کو دبائے چلے جاتے ہیں۔ پس یہ حکم کا ہے کہ ہر خاصے سائنس کے وکیل ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ سائنس اور اسلام کے نزاع کی رو داد ایک طرفہ ہو اس لیے کہ سائنس کی طرف ثبوت میں ناگہن التزم ہے سچ ہو اور بالکل سچ ہو کہ سائنس کے بعض مسائل قطعی طور پر ثابت ہو چکے ہیں اور

اگر کسی ایسے ایک مسئلے سے بھی اسلام مخالفت کئے اور اسلام لوگوں کی مخالفت کرنے لگا تھا لوگوں کو کہو کہ اسلام تعارف جس لوگوں نے اسلام سمجھ رکھا ہے مخالفت کئے بے شک بے تامل سائنس کی جانب داری کرو اور عوام کو بڑے بڑے لیکن سائنس اسی حساب اور جبر و مقایع اور اقلیدس کا نام تو نہیں ہو سائنس ایک دریا ہے ناپید کن رہو جس کی نسبت سائنس کا گرو گھنٹال سرائیک نیوٹن (عجب ہو کہ تم لوگ اس شخص کا نام سن کر تعظیماً کھڑے نہیں ہو گئے نہ کسی نے نعرہ خوشی بلند کیا اور نہ ہتیلیوں کے پٹنے کی آواز آئی) یہ سرائیک نیوٹن کھڑا ہو کہ میری اور سائنس کی ایسی مثال ہو کہ ایک نادان لوط کا سمندر کے کنارے بیٹھا گھونگے اور سیپاں جمع کر رہا ہے اور اپنے جی میں خوش ہو کہ حاصل بحر ہی چند گھونگے اور سیپاں ہیں اس کو ان بیش بہا موتیوں کی خبر ہی نہیں جو قعر دریا میں مدفون ہیں۔ زمانہ ترقی کر رہا ہے اور ترقی نہی باتیں نکلتی چلی آتی ہیں بہت سی باتیں ہنوز زیر تحقیقات ہیں لوگ انگلیں دوڑا رہے ہیں دیکھئے گوہر مقصود ہاتھ لگا بھی ہو یا نہیں۔ مَا لَهُ بِإِنِّكَ مِنْ عَلِيٍّ إِنَّ هُمُ الْأَكْفَنُونَ (ان کو اس کا علم نہیں مگر نرگمان ہی گمان ہو یہ کہاں کا انصاف ہو کہ ہم ان لوگوں کی تحقیر و تحری کو کبھی قطعی الثبوت میں داخل کر لیں۔ یہ تو ویسی ہی بات ہوئی کہ دنیا میں تاریخ کی سینکڑوں ہزاروں کتابیں ہیں نہ تو ان کے مصنفوں کا حال معلوم نہ ان کی صداقت کا یقین نہ ان کا ماخذ متعین۔ بایں ہمہ ان کے رطب و یابس کو کان و بآر تسلیم کر لیا جاتا ہے اور انگریزی خوانوں کو ہم ان کی روایات سے استشہاد کرتے دیکھتے ہیں۔ اور ایک مذہبی تاریخ ہم مسلمانوں کی حدیث ہے جس کے پیچھے بڑے بڑے متقی پرہیزگار لوگوں نے عبادت سمجھ کر عمریں صرف کر دی ہیں ان کی اتنی بھی تو وقعت نہیں جتنی انگریزی نادلوں۔ (افسانوں) کی۔ اس واسطے کہ ان نیک بندوں نے صرف حدیث کی تنقید کے لئے دور دراز ملکوں سفر کیے ہزاروں ریلوئوں کے لائف تحقیق کی کہ ان کی دیانت کیسی تھی ان کا حافظہ قوی تھا یا ضعیف پھر جس سے روایت کرتا ہے اس سے اس کو ملنے اور حدیث سننے کا اتفاق بھی ہوا تھا یا نہیں پھر وہاں کے وقت و دنوں کی عمر کیا تھی اس طرح ایک بات کی بال کی کھال نکالی جائے گی تو اس میں ایسا لو کہیہ کہ اختلاف نہ ہو تو جو احتمالات تحقیق ہوئے وہ بھی ان بزرگوں اوروں نے بے کم و کاست ظاہر

کر دیئے۔ اب ان ہی اختلافات کی وجہ سے حدیث بے اعتبار ہو۔ ایک مجسٹریٹ تھا اور اس کو علم گواہوں کی طرف سے قحی بے اعتباری جب کوئی گواہ اس کی روبرو پیش ہو تا تو دلیل خصم کی طرح اس کے پیچھے پڑ جاتا اور گواہ سے ایسے سوال کرتا کہ تم اس مکان میں گئے تو اس کی جھت میں کوٹیاں کتنی دیکھیں تم کہتے ہو کہ یہ لوگ دری بچھائے جو اکیلے رہے تھے تو دری میں کس رنگ کی کتنی دھاریاں تھیں زید کا منہ کس طرف کو تھا۔ دروازے میں دھکم دپائی ہوتی تھیں سطویں کتنی ساڑھے ساتویں کتنی۔ بعض گواہ جو واقع میں سچے ہوتے کہتے کہ ہم نے ان باتوں کا خیال نہیں کیا یا ہم کو یاد نہیں یا جو جس کو یاد ہو تا بیان کرتا تو گواہوں میں ہوتا اختلاف مجسٹریٹ اس اختلاف کو ردِ شہادت کی دلیل قرار دیتا حال آنکہ اس قسم کے اختلاف کو گواہوں کے صدق کی دلیل ہونا چاہیئے۔ قریب ایسا ہی حال ہر اختلافِ احادیث کا۔ لوگ اختلاف سے گھبراتے ہیں اور میں بھی اختلاف دیکھ کر حدیث کا گرویدہ ہوتا ہوں کہ نہ ہوتا اختلاف کا دلالت کرتا ہی تصنیف پر تو مطلب یہ ہے کہ سائنس کی تحری کو جو یقین کی سی وقعت دی جاتی ہے۔ یہ ایک عامۃ الورد و غلی ہے جو جس کی وجہ اسلام کی بڑی حق تلفیاں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ اب مثلاً ابتدائے آفرینش کی بحث جو چھڑی ہوئی ہے کہ پہلے اجزائے صفار دمیاطیسی دمج کو تو کم نجت نام بھی یاد نہیں کہ دمیاطیسی ہوا یا قیالوسی ہے ہوں گے پھر ان کے اجتماع سے پانی ہوا جو گا پھر پانی کے موج سے کف اور کفوں کے متحج ہوجانے سے زمین اور اجزائے ارضی کے اجتماعات خاص سے نباتات اور حیوانات اور ازجہ حیوانات بندر اور بندر سے آدمی اور یہ انقلابات کہیں لاکھوں کروڑوں برسوں میں جا کر ہوئے ہوں گے یہ ایسے منصوبے ہیں کہ میں تو ان کو تحری کہتے ہوئے بھی شرماتا ہوں۔ پھر اس بنیاد پر اس بنیاد ضعیفہ و غیر متجوں کی عمارت کھڑی کی جائے اس کا استحکام دیکھنے کے لائق ہو گا کہ لَیْسَ الْکُفُورُ اَتَّخَذَ بَیْتًا وَاِنَّ اَذْهَبَ الْبُیُوتَ لَکَیْنِ الْکُفُورُ جیسے مکڑی کہ اُس نے ایک گھر بنایا اور سب گھروں سے زیادہ بڑا مکڑی کا گھر ہے۔

مذہب ان کا سیر کے قابل

نہ کبے ندر کے قابل

ایک زمانہ پر ہی ہٹا رکھا تھا یعنی تاریخ منضبط کرنے کا دستور تو بہت بعد کو چلا ہے۔ آدمی پر کتنی صدیاں گزری ہیں بلکہ کتنے ہزار برس کہ کسی نے ان وقتوں کی تاریخ نہیں لکھی تو اس زمانے کے حالات مرور دور کی وجہ سے غیب بن جاتے ہیں جس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جب ہم پر ہی ہٹا رکھا ہے منضبط تاریخ کے پہلے کے زمانے کا حال معلوم نہیں کر سکتے تو ابتدائے آفرینش کے اسرار کیا ہم خاک معلوم کر سکیں گے۔ اہرام مصر کیسے کچھ عجیب اور پائیدار مینار ہیں کہ ہزار ہا برس سے کھڑے ہیں اور آج تک ان کی ساخت سمجھ میں نہیں آئی باوجود یہ ان پر کتبہ بھی ہیں مگر صفوح ہستی سے ان کے کچھنے والے معدوم۔ پیغمبر صاحب کیسے نام و نمود کے شخص ہو گزرے ہیں کہ آج چھپیں کرور آدمی ان کا کلمہ بھرتے ہیں ان کی ولادت میں اختلاف عمر میں اختلاف وفات میں اختلاف اور ابتدائے آفرینش کے مقابلے میں یہ گویا مکمل کی بات ہے۔ عرب کے لوگوں کو انساب پر بڑا فخر تھا اور کسی قوم نے عرب کی طرح انساب کو محفوظ نہیں رکھا۔ اس پیغمبر صاحب عدنان تک اپنے نسب نامے کو صحیح فرماتے ہیں اس سے اوپر خندوش جب گزشتہ واقعات کے دریافت کرنے میں انسان عاجز ہو تو آئندہ کے واقعات کو اس کا حکم کیوں کر احاطہ کر سکتا ہو اور آئندہ کے واقعات بھی وہ واقعات جو اس کے مرے بعد واقع ہوں گے جیسے قیامت کے حالات جنت اور دوزخ کی کیفیت ثواب و عقاب کی نوعیت۔ بے شک انسان کی قوتوں میں سے ایک قوت کیوری آسٹی (فحص استعجاب) بھی ہے کہ وہ ہر ایک چیز کی کُنہ کو دریافت کرنا چاہتا ہے اور یہی قوت ہے جو ہر ذرت کی کُنہ کو بال و پر کا حکم رکھتی ہے اگر یہ قوت نہ ہوتی تو انسان بھی دوسرے جانوروں کی طرح خطر کی حالت سے ایک انچ بھی آگے نہ سرک سکتا قطعہ

مرنگ از فیض بروں آید و روزی طلبد	آدمی زادہ ندارد خسرو و قتل و تہیز
آں بنا گاہ کسی گشت و پیچزے نرسید	وین بھگیں و فضیلت بگشت از ہمہ چیز

لیکن مارل فلاسفی (علم اخلاق) کی کتابوں میں بجائے خود ش ثابت کر دکھایا گیا کہ انسان کی کوئی بھی قوت جب تک درجہ اعتدال میں ہو فضیلت ہو اور درجہ اعتدال سے گھٹی ہو برمی اور طیت

نئی مائع لوگ کیا بار آنے والے تھے شروع سے غیب کے پیچھے پڑے ہیں۔ بخوم اور مل اور
 جھریا ہمارے زمانے کے مثلاً میٹر الاچل آئیزویشنز وغیرہ سب کیا ہیں اسی غیب کی جستجو اور
 تلاش ہے جس کو خدا فرما چکا کہ تمہارے بس کا نہیں سائنس کی شونیاں تو اس حد کو پہنچیں کہ مینہ کے
 برسنے کا وقت تو وقت لوگ خود مینہ کو اپنا تابع فرمان کرنا چاہتے تھے کہ جب چاہا اور جہاں چاہا اور جتنا
 چاہا برسایا اس سے بڑھ کر یہ سنا کہ لوگوں نے مرغی کو انڈے سے بیٹے دیکھ کر سمجھا کہ مرغی اس کے سوا
 کرئی کیا ہو کہ ایک وقت خاص تک ن رات انڈوں کو دبا کے بیٹھی رہتی ہے تو انھوں نے پہلے
 اس حرارت کا اندازہ کیا جو مرغی کے جسم سے انڈوں کو پھینتی ہے پھر چاہا کہ کسی ندیہ سے دتی ہی حرارت
 خارج سے انڈوں کو پھینچا کر چوزے پیدا کریں۔ بہترے متن کیے جس انڈے پر خارج سے عمل
 ایصال حرارت کیا گندہ۔ مطلب یہ کہ نہ پانی برسا سکے اور نہ چوزے پیدا کر سکے مگر ماں لوگوں پر ظاہر
 کر دیا کہ انسان کے خط کا بھی کچھ ٹھکانا نہیں۔ ان سے کچھ تعجب نہ سمجھو کہ مرغی کے سینے۔ بدوں انڈوں
 سے چوزے نکلوانے کی جگہ کوئی تجویز سوچیں کہ آپ ہی انڈے بھی دے لیا کریں تو جو جو سائنس کی
 بے قدری کرنی منظور نہیں اور سائنس کی بے قدری کر نہیں سکتا۔ اَلَا مَن سَفَهَ لَفْسًا مَّكَرَہَا
 نوجوان انگریزی خوانوں کو یہ بات سمجھ دینی ضرور ہے کہ سائنس کی اس قدر وقعت نہ کریں جس کا
 وہ مستحق نہیں اور یہ بھی نہ سمجھیں کہ ہر جگہ سائنس چل سکتا ہے

کہ جب ماہ سپر باید انداختن

نہ ہر جاے مرکب تو ان تانتن

مذہب میں اکثر باتیں ایسی پاؤں کے جو سائنس کی رسائی کی حد سے باہر ہیں۔ مذہب میں زیادہ تر
 ایسے حالات ہیں جو انسان کو بعد مرگ پیش آئیں گے۔ مذہب ان مستقبلات کی پیشین گوئی کرتا ہے
 جو قیامت کے وقت یا اس سے کچھ پہلے اشراط الساعہ کے طور پر آئندہ واقع ہوں گے مذہب
 خدا کے صفات کے متعلق کچھ عقیدے تسلیم کرتا ہے اور یہ سب معاملات ایسے ہیں کہ عقل کی
 عینک سے ہم کو دکھائی دیتے ہیں مگر اس قدر اُٹھندے کہ دیکھے نہ دیکھے برابر ہم اپنی فطرت کی
 رو سے اتنا تو بے دلیل جانتے ہیں کہ ہم تو مرے پیچھے ایک طرح کی ہتی ہوگی مگر کسوں کو ہدی۔ اور

اور کیسی ہوگی یہاں عقل کچھ کام نہیں کرتی اور یہی توجہ داعی ہوتی ہے کہ مذہب ہو اور نور وحی ہم کو
 اس درجہ حیرت سے نکالے۔ اب جو کچھ ہم کو خدا نے بتایا اس میں چون و چرا کرنا یا اس سے زیادہ
 کا حوصلہ کرنا یہی کر پڑی ہو۔ اور سائنس اس طرح کی غذا ہے کہ کرپڑی کی غلط فاسد کی طرف کو جلد
 متوجہ ہو جاتی ہو۔ سائنس سے ثبوت دیکھتے دیکھتے ان لوگوں کا بُنٹ آت مائند رجحان طبع
 اس طرح کا ہو جاتا ہے کہ بدون اس قسم کے ثبوتوں کے ان کو تسلی نہیں ہوتی۔ اور یہ غصہ آج تک کوئی
 کر سکا ہے اور نہ کر سکتا ہے اور نہ زندہ کوئی کر سکے گا۔ یہ اسی قبیل کا سوال ہے جو یہودیوں سے کیا تھا
 اَوْنَاللّٰہُ یَحْجُرُکُمْ دَہِیْمَیْنِ خَدَکُوسَا نَسْنِ لَاکِرُوکَہَاوْ لَیْکِنْ مُوسٰی یَہُودُکُوکَیَاخَدَکَا دَیْدَارُ دَکَہَا سَے جَبْکَ اِنْ کَا
 اِنْبَادَہُ حَالِ ہُوگِیَا تَحَا جَسْ کَا بَیَانِ سُوْرَہٗ اَعْرَافِ مِیْنِ یَہُوْدَیْنَا جَاۓ مُوسٰی لَیْقَیْنَا وَاکَلَمَہٗ رَبُّہٗ
 قَالَ رَبِّ اَدِیْنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ قَالَ لَنْ نَرٰی وَاَلَیْنَ اَنْظُرْ اِلَا اِلَیْجَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانُہٗ فَسَوْفَ نَوَاتِیْ
 کَلَمًا اَجَلًا رَبُّہٗ لَیْقَبِلْ جَعَلَہٗ دَکَاوْہُوْ مُوسٰی صَعِیْقًا فَاکَلَمَہٗ اَفَاقًا قَالَ سُبْحٰنَکَ ثُبْتُ اِلَیْکَ وَا
 اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور جب ہمارے وعدے پر حاضر ہوئے اور خدا نے ان سے باتیں کیں تو
 موسیٰ نے عرض کیا اے خدا اتنی اجازت دے کہ میں تجھ کو ایک نظر دیکھ لوں خدا نے فرمایا تم مجھ کو
 نہیں دیکھ سکو گے مگر ہاں سامنے کے پہاڑ پر نظر کر کہ اس پر میں جلوہ گر ہوں گا اگر پہاڑ اپنی جگہ جابجا ہو
 عجب نہیں تم مجھ کو دیکھ سکو۔ پھر جب خدا پہاڑ پر جلوہ فرما ہوا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ خش کھا کر
 گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو بول اُلٹھے کہ توفیقِ جہانیت سے پاک ہے اور میں تیری جناب میں توبہ کرتا
 ہوں اور سب سے پہلے تجھے ایمان لایا ہند میں اپنی طرف سے مذہب کے بارے میں تحقیقات کو
 نہیں بلکہ کرپڑی کو منع کرتا ہوں قرآن میں اس کی سخت ممانعت ہے ایک جگہ فرماتے ہیں هُوَ الَّذِیْ
 اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْہٗ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخْرٰی مُتَشٰہِدٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ
 فِیْ قُلُوْبِہِمْ دَرَجٌ فَعِیْقُوْنَ مَا نُنَادِیْہٖ مِنْہٗ اَتَبِغَاوُ الْعُقْبٰتَ وَاَتَبِغَاوُ نَادِیْہٖ وَمَا یَعْلَمُ نَادِیْہٖ اِلَّا
 اللّٰہُ وَالْوَاسِیُوْنَ فَاَعْلَمُوْا لَوْ اَنَّہُمْ اَعْتَابُہٗ کُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا یَذَکَّرُ اَلَا اُولُوْا الْاَلْبَابِ دہنِی
 خداوندات پاک ہے جس نے تم پر قرآن اتارا اس میں بعض آیتیں توصاف ہیں اور وہی اصل کتاب

ہیں اور دوسرے مشتبہ ہیں۔ تو جن کے دلوں میں کبھی ہودہ فساد کی تلاش اور تاویل کی جستجو کے لیے مشتبہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں حالانکہ ان کی تاویل خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور جن لوگوں کی معلومات غائری گہری ہودہ بول اٹھتے ہیں ہمارا اس پر ایمان ہے یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کے یہاں اُترا ہے اور فرزند لوگ ہی نصیحت مانتے ہیں بات یہ کہ مذہب اصل مذہب محتاج کاوش و تفتیش پر نہیں یہ سب خدایے ہی کے لوگ حکمت کو چھوڑ کر مٹا رہا ہے کی اُدھیڑ میں لگے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس کمال دینداری ہی ہے۔ جیسے کوئی بڑا شاطر گھر میں بیٹھا بیٹھا شطرنج کے مشکل سے مشکل نشتے حل کیا کرے اور جانے کہ میں بڑا جبریل ہوں۔

دین اور دین سے میری مراد ہی اسلام اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ چند خیالات ہیں فطری ان کو نہ بہت ساری عقل درکار ہے اور نہ بڑی محنت کی ضرورت ہے۔ مولانا سے روم پاتے ہیں

فخر رازی رازدار دیں مدے

گر باستدلال کار دیں بدے

اور حدیث شریف میں پیغمبر صاحب نے دین العجاز والکتاب کی مدح فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیں دادوں کی نظر میں استدلال کی کیا وقعت ہے انسان عقل رکھتا ہے تو استدلال اس کا خاصہ طبعی ہو مگر میرا مطلب یہ ہے کہ اس خاصے کو حد سے زیادہ کلیٹیوٹ نہ تھمتا مشق نہ کیا جائے نہ کہ آپ ہی آپ شکوک پیدا کرنا جن کی طرف معمولی ذہن خواب و خیال میں بھی منتقل نہیں ہوتے اور آپ ہی ان کے جواب دینا۔ اور پھر جواب کا مرتبہ تاویل کا مرتبہ ہے اور بسا اوقات تاویل سے پوری تسکین نہیں بھی ہوتی اور شبہ کا کچھ نہ کچھ اثر طبیعت میں رہ ہی جاتا ہے اور جب بار بار اور کثرت سے ایسے مواقع پیش آتے ہیں تو شک کو ترقی ہوتے ہوئے آدمی صاف و صریح باتوں میں بھی بے اصل شبہات کرنے لگتا ہے یہ ہودہ خطرناک حالت جس کو بے دینی اور لامذہبی کی تمہید کرنا چاہیے اور جس سے متنبہ کرنا میرا مقصود ہے فَكُونُوا عَلٰی حَكْدٍ وَهٰذَا شَيْطَانُكُمْ فَخُذُوْهُ جَمْعًا جس کا بیان قرآن میں ہے تمہیل ہی سہی مگر اُس سے جو بڑے کام کی بات مستنبط کی جاسکتی ہے ہو کہ کسی استدلال اسی کر پڑی اسی کچھ جتنی کی وجہ سے شیطان زندہ جاوے گا اُس کو حکم دیا گیا کہ آدم کو

سجدہ کرے اور وہ لگا بحث کرنے آنا خَلَقْنَاهُ مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ علم جس کے
 جسے کو کوئی فضیلت نہیں پاتی کر پڑی کے رنگ میں اگر ایسی نقصت بن جاتا جس سے فرد کو کوئی
 رذیلیت نہیں اُولَئِكَ حُجَّابٌ اَلْكَوْهِم دیکھتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی مصحاب کو
 بڑی سختی اور تاکید کے ساتھ ایسی باتوں سے روکتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ
 صحابی صفہ میں بیٹھے ہوئے قضا و قدر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اتنے میں حضرت برآمد
 ہوئے اور یہ معلوم کر کے کہ قضا و قدر میں بحث ہو رہی ہے سخت ناخوشی ظاہر فرمائی کہ کیا میں ایسے
 ہی جھگڑے تمہارے لئے لے کر آیا ہوں ایسی ہی باتوں میں پڑ کر تم سے پہلے بہت سی اُمتیں ہلاک
 ہو چکی ہیں تم بھی لگے ان ہی کی سی پس کرنے خیر و اچھے کبھی میں کسی کو ایسا کرتے دیکھا ہو گا۔
 ایک ایمان وہ تھے کہ پیغمبر نے کہا رات ہم ساتوں آسمان کی سیر کر آئے ان کی اس بات کا ایسا
 یقین کر لیا کہ اُلٹ کر یہی تو نہ پوچھا کہ کیوں کر گئے اور کس طرح پر آئے اور جو کسی نے دریافت کیا کہ
 تم کو کیوں کر یقین آگیا ہو گا تو کیسے کھلے دل سے کہتے ہیں پیغمبر کے فرمانے سے ایک ایمان وہ تھے
 کہ کسی نے کلیدِ دمنہ کی سی حکایت بیان کرتے کرتے بھیڑیوں اور بکریوں کی کچھ گفتگو نقل کی
 نیچر لوں کی بھی بڑی پرانی کھوپریاں ہیں تمہیں میں کوئی نیچری طبیعت کا بھی آدمی رہا ہو گا اس نے
 تعجب سا کیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا خدا کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں میرا تو یہی عقیدہ ہی اور
 ایسا ہی عقیدہ ابو بکر اور عمر کا بھی ہو۔ اور ایک ایمان یہ ہیں کہ گزشتہ اور موجودہ واقعات بھی نہیں۔
 واقعات مستقبل لینے عاقبت کے متعلق غلافِ عادتِ ذری سی کوئی بات سُن پائیں تو ماسے
 اعتراضوں کے اُلو کر دیں پچھلی گرمیوں میں جو سید احمد خاں کے ساتھ پنجاب جانے کا اتفاق ہوا
 تو لوہیوں کو ایک دن کے لئے جالندھر میں مقام تھا۔ ایک جنگلہم لوگوں کے لئے خالی کر لیا گیا
 تھا اس میں ہم سب لوگوں کے سینگ نہ سما کے تو میں اور مولوی ذکا الدین پاسبان کے پاس ایک
 دوسرے جنگلے میں جا پڑے جس میں صاحب مکان بھی رہتے تھے اور وہ تھے عیسائی۔ اور
 عیسائی میں بھی پادری اور ہم کو ایسا ایسا مسلمان اپنے یہاں ٹھہرنے بھی کیوں دینے لگا تھا۔

صاحب خانہ کو تو یہ معلوم تھا کہ ہم لوگ سید احمد خاں کے ساتھ ہیں تو یہ بھی ضرور جانتا ہوگا کہ نہ چری ہیں اور نہ چری ہیں تو آدمی کو نشان بھی ہوں گے رات کے وقت مجھے باتیں ہونے لگیں تو انھوں نے اسلام پر دہی مہولی بودے چھٹھے اعتراض کرنے شروع کیے جو عیسائی کیا کرتے ہیں ازاں جملہ انھوں نے بہشت کا بھی تذکرہ کیا کہ مسلمانوں کی کیسی نوا اور یہودہ بہشت ہی خدا کے تقدس کے بالکل خلاف۔ میں نے تو چلتا ہوا سایہ جواب دے دیا تھا کہ دنیا ہی کے پیدا کرنے سے خدا کے تقدس میں کون سا فرق آگیا ہو کہ بہشت کی وجہ سے آجائے گا۔

مضمون میں نے ایسا وسیع اختیار کیا ہے کہ میں اس پر بہت کچھ کہہ سکتا ہوں اور محکو بہت کچھ کہنا چاہیے بھی۔ مگر وقت وسیع نہیں اور لوگ مذہبی باتوں سے جلد بول بھی ہو جاتے ہیں میں نے اس قسم کے خیالات میں ایک ناول لکھا ہے اور اس کا نام ہر ویسے صا دقہ وہ پہلک کے روبرو پیش ہوگا۔ اور لوگ آپ اپنی جگہ فیصلہ کر لیں گے کہ میرے مذہبی خیالات درست ہیں یا نادرست۔ طبیعت میری بھی نیچریوں ہی کی سی واقع ہوتی ہے۔ آتش فزنی ہے کہ نیچری حتیٰ الوسع سائنس کی طرف داری کرتے ہیں اور میں حتیٰ الوسع اسلام کی۔ رَبَّنَا لَا تُخِزْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔

اکیسواں لکچر

انجمن حمایت اسلام لاہور کے دسویں سالانہ جلسے میں ۱۸۹۲ء میں دیگیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر سخن و حق و ہر نکتہ مکانے دارد

یہ گولڈن رول یعنی قاعدہ کہیہ جو آب زر سے لکھے کے لائق ہے آپ صاحبوں نے سنا تو ہوگا

مگر دیکھنا یہ ہو کہ اس موقع پر اُس کو کیوں کر عمل میں لایا جائے۔ مکان تو انجمن حمایت اسلام کا مکان ہے۔ اور وقت اُس کا سالانہ جلسہ ہو تو جو کچھ کہا جائے ضرور ہو کہ اس مکان اور اس وقت کے مناسب ہو یعنی ہر ایک بات سے اسلام کی حمایت نکلے لیکن اسلام کی حمایت کے لیے اسے یہیں مختلف۔ ایک وقت تھا کہ لوگ اسلام کے نام کو صرف روزگار سے نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے **يُرِيدُونَ اَنْ يُطْفِئُوا نَوَارِدَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاۤلِ اللّٰهِ اَلَا اَنْ يُّسْـَٔرَ ذُوۡرُۃٌ وَّلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ**۔ اُس وقت اسلام کو فوجی قوت کی ضرورت تھی اور اسلام کی حمایت اسی میں منحصر تھی کہ فوجی طاقت سے اُس کی تائید کی جائے چنانچہ ایسا ہی حکم بھی تھا **وَاعِزَّوْا لِهَيْبَتِ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تَكۡفُلُوْنَ**۔ **وَمَا يُلۡحِظُ لَكُمۡ مِّنۡ اَعۡدٍ اِلَّا اللّٰهُ وَعَدُوۡكُمْ وَاٰخِرِيۡنَ مِنْ دُونِهِمۡ لَا يَمۡلِكُوۡنَ اَللّٰهُ يَعۡلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمۡ**۔ **مِنۡ شَيْۡءٍ فِیۡ سَبۡیِلِ اللّٰهِ يُوۡفِّیۡكُمۡ اَلۡيَکۡفَ وَاَنۡتُمْ لَا تَطۡلُبُوۡنَ**۔

ابھی دومنٹ لکھ دیتے ہوئے نہیں گزرے کہ میں لگا عربی بگھارنے۔ یہ وقت بھوکو ہر جگہ اور ہمیشہ پیش آتی ہو۔ کیا کیا جائے کہ یہی ٹوٹی بھوٹی عربی تو اپنی ساری عمر کا سرمایہ ٹھیسری اور لکچرینے پڑتے ہیں اسلام پر مسلمانوں کی تعلیم پر مسلمانوں کی انجمنوں پر۔ تو چار و پانچ قرآن و حدیث کے شہساز کو نابو نہا ہی اتنا وقت نہیں ملتا کہ پہلے عربی پڑھوں پھر اس کا ترجمہ کروں۔

اس پر بجا و اسلامہ خاں غالب یاد آئے۔ کہ وہ بڑے مشکل گوشا غرتھے۔ وہ ابتدائیں فارسی کہا کرتے تھے بلکہ فارسی بھی نہیں پاری اور پارسی بھی ناکہ منہ بتا زمی اس پر انوکھے استعارات انجہوئی تشبیہات تفسلی تعقیدات تو ان کا کلام مشکل ہو ابھی چاہے۔ کوئی شخص ملتا تھا کہ ایک مرتبہ اُن ہی کے شعر کے اُن معنی پوچھے تو کچھ دیر تامل کرنے کے بعد فرمایا جیسی اس وقت تو کچھ سمجھ میں

ملے کافر بنا چتے ہیں کہ اللہ کے نور کو کھم سے چھونک مار کر بجھ دیں مگر اللہ اپنے نور کو پورا ہی کر کے رہ گا۔ اس میں کئی قرون کے بلکے تو لگے۔ اور کافروں کے مقابلے کے لیے جہاں تک تم مسلمانوں سے بن پڑے نہ رہو تم بچاؤ اور گھوڑے باندھو کہ ایسا کر دو گے تو دشمنانِ خدا اور تمہارے دشمن اور ان کے سوائے دوسرے مخالف جن کو تم نہیں جانتے اللہ خوب جانتا ہے تم سے ڈریں گے اور جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے قیامت کے دن تم کو پورا اجر دیا جائے گا اور کئی طرح کی تعادری توفیق ملے گی

نہیں آتا کہ کیا کیا تھا۔ ان کو اپنی فارسی پر پڑانا نہ تھا۔ اور ریختہ گوئی کو مبتدل اور دون مرتبہ سمجھتے تھے چنانچہ ایک ریختہ گو محاصرہ کی طرف اشارہ کر کے ایک قصیدے میں تعریضاً فرماتے ہیں ع
انچہ فخر تست در گفتار آل ننگ من است

لیکن انگریزی عہداری کی وجہ سے جو انقلاب عظیم واقع ہونے والا تھا اُس کی صبح نمودار ہو چکی تھی اور زمانہ گھر رہا تھا کہ مرزا صاحب اس لباط کو تہ کیجے کہ زبان فارسی تو ہندوستان کی مکی زبان ہے اور نہ اس میں علوم ہیں۔ کیوں آپ اس کے پیچھے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اگلے لوگ کچھ مستقل مزاج بھی زیادہ ہوتے تھے مرزا صاحب مدتوں تک اسی فارسی کو پکڑے رہے۔ مگر زمانے کے ساتھ کسی کی فصد کیا چلے خاص کر شاعری تو سپٹ بھرے کے مشغلے ہیں۔ اُس وقت میسا کچھ شاہی دربار تھا وہاں ریختہ ہی کی قدر تھی۔ ناچار مرزا صاحب نے بھی بادل ناخواستہ ریختے کا موٹھ چڑھانا شروع کیا۔ میں صرف نمونے کے طور پر اُن کے اُس وقت کے چند شعر پڑھتا ہوں اشعار

عرض ناز شوخی دندان برائے خندہ ہی	دعویٰ جمیعت احباب جاے خندہ ہی
ہی عدم میں غنیمت جو عبرت انجم گل	یک جہاں زانو تامل در قفاے خندہ ہی
کلفت افسردگی کو عیش بے نابی حرام	ورنہ دندان در دل افشردن غنیمت خندہ ہی

ایک اور تاکہ یہ خیال نہ ہو کہ یہ قصیدہ اتفاقی بندشوں کو چھانٹ کر لایا ہوں ۵

لب خشک در شنگی مردگان کا	زیارت کدہ ہوں دل آندگان کا
ہمہ نا اُمید ہی ہمہ بد گمانی	میں دل ہوں فریب و فافور گمان کا

مرزا صاحب کی شاعری اس بات کا نمونہ ہے کہ زمانہ کیوں کر اپنی جبری میں سے لوگوں کو نکالتا ہے وہ مرزا جو ریختہ گوئی کو ننگ سمجھتے تھے آخر آخر اپنی اردو سے علی بفر کیا کرتے تھے مرزا کے نمونہ سے اردو کے ساتھ علی کا لفظ فاعل و دایا و لا لہ صلاخیر توجن دلوں اُن کی شکل گوئی کی مشق نہ دروں پڑھی۔ اُس کے بارے میں فرماتے ہیں ۵

مشکل ہر زبیں کلام میرا دل	سُن سُن کے اُسے بخمور ان کا دل
---------------------------	--------------------------------

آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمایش

گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل

قریب قریب ایسا ہی حال میرا ہے۔ لکچر دوں گا تو عربی ضرور ہو گی سمجھو یا نہ سمجھو۔ مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ بھئی عربی پڑھو تو وہ اُٹا بڑا مانتے ہیں۔ کیوں جی آج کسی ادنیٰ درجے کے حاکم کا سمن آتا ہے تو کوئی ادنیٰ درجے کا حاکم کسی کے مقدمے میں فیصلہ صادر کرتا ہے تو کوئی تم میں ایسا بے پرواہی کہ پڑھنا جانتا ہو اور اُس کو نہ پڑھے یا پڑھنا نہ جانتا ہو اور اُس کو پڑھوا کر دے۔ اور سمن اور فیصلے کو بھی چوڑے میں ڈالو کبھی تارا جاتا ہے تو اُس کے پڑھنے اور پڑھوانے تک گھر کے سارے کام بند ہو جاتے ہیں۔ ایک پیسے کے کارڈ کی بھی کچھ حقیقت ہو بے پڑھے نہیں رہا جاتا۔ لیکن قرآن احکم الحاکمین کا فرمان تیرہ سو برس کا آیا ہوا رکھا ہوا اب اپنی اپنی جگہ سمجھ لو۔ کس کس نے پڑھا اور کس کس نے پڑھوا کر سُنا اور اس پر اسلام کے لیے چوڑے دعوے اور بڑے جوش و خروش۔ اور اگر کسی مسلمان بھائی کا دل جلے ع

دل ہی تو ہر نہ سنگ خشت درد سے بھرتے کیوں

اور وہ تم کو سختی سے عربی کے پڑھنے کو کہے تو تم اُس کا مونہہ کھسوٹنے کو مجبور ہو جاؤ۔

تم ہندو کیا خوش ہوئے۔ آخر ہو تو ایسی ہندو تان کے مسلمانوں نے عربی کی تقدیر جانی تو تم نے سنسکرت کی۔ اور افسوس ہے کہ دونوں زبانیں کلاسیکل (آتم الاستغناء) تھیں اور کلاسیکل ہونے کے علاوہ غضب یہی کہ نہ ہی۔ اب حال یہ ہے کہ سنسکرت کے سینے جرمن جاؤ اور عربی کے لیے فرانس اس سے بڑھ کر بے عزتی اور مصیبت کی کوئی اور بات بھی ہو سکتی ہے نتیجہ کیا ہے کہ ہندو اپنے وید سے بالکل بے خبر ہیں اور یہی حال مسلمانوں کا ہونے والا ہے کہ اگر عربی کی طرف سے یہی غفلت رہی تو آج کل اور آئندہ پڑا کریں گے اور کوئی اتنا کہنے والا نہ ہو گا کہ صحیح لفظ آئینہ ہے۔ تم بڑے طوطے تو اب کیا پڑھ سکتے ہو لیکن اپنی نسلوں کو کیوں برباد کر رہے ہو۔ اچھا بھائیو جو تمہاری سمجھ میں آئے سو کرو۔ اپنا کام تو کھ دینا یہ وہ بھی اس سبب سے کہ بلا بلا کر کہلاتے ہو۔ تمہارے سبب میں تو اپنی وضع کو چھوڑنے والا نہیں۔ میں یہ کھ رہا تھا کہ ایک وقت تھا کہ لوگ اسلام کے نام کو صفحہ روزگار

نیت و نالود کر دینا چاہتے تھے اُس وقت اسلام کو فوجی قوت کی ضرورت تھی اور اسلام کی حمایت اسی میں منحصر تھی کہ فوجی طاقت سے اُس کی تائید کی جائے چنانچہ ایسا ہی حکم بھی تھا۔ **وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَقْلُوبُوا اللَّهُ يَنْصَلِتُمْ عَنْهُمْ** و **وَمَا تَنْقُضُوا مِيثَاقِي سُبُلِ اللَّهِ يُؤَوِّدُ الْيَكُودَ وَأَنْتُمْ لَا تَنْظُرُونَ**۔ میں اس آیت کے جزو اخیر کی طرف آپ صاحبوں کی توجہ کو زیادہ تر مصروف کرنا چاہتا ہوں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ اُس وقت جہاد ہی سبیل اللہ تھا اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے یہی ایک معنی تھے کہ جس کو جتنا مقدور ہو ساز و سامان حرب کے بہم پہنچانے میں خرچ کرے یہ بتانا خریدے اور نہ گھوڑے مول لے جو مسلمان بھائی آپ جہاد کی طیاری نہیں کر سکتے اُن کے لئے ضرورت کی چیزیں مہیا کر دے۔

چنانچہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فک و غیرہ سے جو کچھ آپ کی ذاتی آمدنی ہوتی وہ اور جو کچھ مسلمانوں سے زکوٰۃ و صدقات کا وصول ہوتا وہ سب اسی تجیزہ جیش کی مد میں صرف فرما دیا کرتے تھے زکوٰۃ اور صدقات کا وصول ہونا سُن کر یہ خیال نہ کر لینا کہ پیغمبر صاحب ان رقموں میں سے کچھ اپنے خرچ میں لاتے ہوں گے۔ **حَاشَا وَكَلَّا**۔ ان کو آپ فرماتے تھے لوگوں کے مال کا شیل۔ اور زکوٰۃ و صدقات کو نہ صرف اپنے اور اپنی نسل کے لئے حرام قطعی کر رکھا تھا بلکہ تمام نبی ہاشم یعنی اپنے جدی قرابت مندوں کے لئے بھی زکوٰۃ و صدقات کے مصرف معین تھے **إِنَّهُ الصَّدَقَاتُ**

لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَاللَّهُ لَفَكٌّ فِي قُلُوبِهِمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِبِينَ وَفِي سُبُلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ قَرِيبَةٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ وہ پکارے کہتے تھے **لَا تَسْأَلُوهُ** حکمِہ آنجہاد میں خدا کا حکم پہنچا دینے کے صلے میں تم سے کسی معاوضے کا طالب نہیں ان لوگوں کو

۱۔ صدقات تو بس فقیروں اور محتاجوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کی تفصیل وصول پر مامور ہیں اور ان لوگوں کے لئے جن کے مانوس کرنے کو مدد خرچ دیا جائے اُن کے علاوہ صدقات کو خرچ کیا جائے۔

غلاموں کے آزاد کرنے میں لوگوں کا قرض چکانے میں اور اللہ کے رستے یعنی جہاد میں اور مسکروں کی مدد میں۔

یہ مصرف اللہ کے ٹھیکہ کے ہوئے ہیں اور اللہ کے حال سے واقف اور تدبیر والا ہے۔

ہو سکتا تھا کہ زکوٰۃ و صدقات کو اپنی سماس کا ذریعہ قرار دیتے۔ یہی زکوٰۃ و صدقات ہیں یہی لوگوں کے مالوں کے نیل ہیں جن کو علماء اور مشائخ کے مذہبی گروہ نے اپنی وجہ سماس ٹھیکہ لکھا ہے پیغمبر صاحب کا اس دروازے کو اپنے اور اپنی نسل اور اپنے قرابت مندان جدی پر نہایت مضبوطی کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دینا کچھ تھوڑی بات نہیں۔ اس میں ہم کو پیغمبر صاحب کی صداقت اور راستبائی اور دیانت کی بڑی عمدہ اور مستحکم دلیل ملتی اور بے چون و چرا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دعویٰ رسالت کرنے میں اُن کی کوئی ذاتی غرض نہ تھی۔ بہر کیف زکوٰۃ و صدقات میں سے تو پیغمبر صاحب کبھی ایک کٹوری ایک جہہ اپنے صرف میں نہیں لائے۔ اپنی ذاتی آمدنی میں سے بھی صرف ضرورت کی قدر گھر کا خرچ کچال لیا کرتے تھے۔ سو کتنا خرچ برس بہر کا غلہ جو زمین میں پیدا ہوتا تھا۔ وہ بھی اس جزر سی کے ساتھ کہ اُحماۃ المؤمنین ہمیشہ عسرت کی شاکی رہا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک بار یہی بات پر تاغوش ہو کر ان لوگوں میں رہنے کی قسم کھالی تھی جس کو اصطلاح میں ایلاز کہتے ہیں اور اسی تقریب میں وہ آیت اُتری تھی عَشْرَةَ رَبُّهُ اِنْ طَلَّقْتُ اِنْ يُبْدَلْ لَوْ اَدْوَا جَا لَعَدَا اَمِنْكُمْ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَائِمَاتٍ تَعَارِفْنَ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ تَذَبَاتٍ وَابْكَارًا اِلَّا هِيَ اَلِکَ قسم کا ترک ہو کر ترک موقت۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ گھر میں تنگی ہو گھر والے بڑیں۔ جھگڑیں کچھ پروا کی بات نہیں خدا کا کام کسی طرح اٹکانہ رہے۔ پیغمبر صاحب کے غروات میں اخیر غروہ تبوک کا تھا تبوک ملک شام کا ایک شہر تھا جس پر پیغمبر صاحب چڑھ کر گئے تھے۔ وہاںیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ڈیفنسو کہ دشمن چڑھ کر آئے اور اُس کو مار کر ہٹا دیا جائے۔ دوسری آفنسو کہ ہم کسی پر چڑھ کر جائیں۔ غروہ تبوک ظاہر میں آفنسو معلوم ہوتا ہے مگر نہیں وہ بھی پیغمبر صاحب کے تمام غروات کی طرح ڈفسو تھا۔ ملک شام میں بادشاہ روم کی مملداری تھی اور وہ تھا عیسائی۔ دشمنوں نے وہاں لے پیغمبر کی گھر والوں اس کو کچھ دور نہ بھٹکا اگر پیغمبر کو طلاق دے دیں تو محمد سے بدے میں خدا ان کو تم سے بہتر بیسیاں عنایت کرے۔ سلطان ایمان والیاں۔ حکمران دار خدا کی جناب میں توبہ کرنے والیاں اُس کی عبادت کرنے والیاں۔ روزے رکھنے والیاں دوا جنہیں اور کنواریاں ۱۲۔

یہ مشہور کر دیا تھا کہ پیغمبر صاحب نے تو انتقال فرمایا اور ملک عرب میں قحط پڑ رہا ہے اس سے بادشاہ روم کو حوصلہ پیدا ہوا اور اُس نے عرب کی طرف اپنا لشکر روانہ کرنا چاہا پیغمبر صاحب کو اس کی خبر لگی تو آپ نے مناسب سمجھا کہ ہم یہی سبقت کریں تو اُس کو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہو۔ اُن دنوں سخت گرمی پڑ رہی تھی اور مدینے کے نخلستان کی یہی اُن لوگوں کی معاش تھی بچتے ہوئے طیار تھے۔

بے سامانی اس درجے کی کہ سواری کیسی نہیں سپاہیوں میں اور سپاہی کون ہی صحابی بارہا دیکھا کا شکل سے ایک اونٹ۔ رسد کا پتہ نہیں۔ درختوں کے پتے کھا کھا کر رہ جاتے۔ مگر ہمیں ایسی قوی تھیں کہ فوج روم پر چڑھ کر گئے تھے جس سے بہتر راستہ اور با سامان فوج اُس وقت رونے زمین پر کسی کی نہ تھی۔ کیوں جی ذرا انصاف کرو اگر ہم یہی جیسے مسلمان اُن وقتوں کے بھی ہوتے تو آج شاید اسلام کا کوئی نام بھی نہ سُنتا یہ اُن ہی مسلمانوں کا طفیل ہے کہ خدا کے فضل سے آج ہمیں اکتیس کروڑ آدمی رونے زمین پر اسلام کا کلمہ بھرتے ہیں۔ کیا اُن بزرگوں کا اتنا بھی حق نہیں کہ ہم ادب اور احسان مندی سے اُن کا ذکر فرما کر کہیں۔ شاید اٹا دے کا اٹا وہ شریف کا مذکور ہوا درخت ۵۸۵ء کے قدر سے پہلے کا۔ میں نے اٹا دے کو شریف اس وجہ سے کہا کہ محمد بن الاسلام محسن القوم نواب محسن الملک بہادر کا وطن ہوجن کو میں آٹیس دھافرن میں دیکھ کر بڑے خوشی کے جامے میں نہیں سماتا۔

اٹا دے کو میں نے اٹا وہ شریف کہا تو سہی مگر بعد کو خیال آیا کہ ایک بار دہلی میں فتویٰ نکلا تھا۔ کہ اجیر اور کچھو چھو اور نو فس کو شریف کننا درست بھی ہوا نہیں ایک شخص نے مجھ سے بھی یہ مسئلہ پوچھا میں تو اُس کو یہ جواب دے دیا تھا کہ اگر مزاج شریف کہتے ہیں شرعاً مضائقہ ہو سکتا ہے تو بے شک اجیر شریف میں تامل ہو بہر کیف شاید اٹا وہ شریف کا مذکور ہوا درخت ۵۸۵ء کے قدر سے پہلے کا کہ وہاں شیعہ مثنیٰ مدلوں سے اس طرح ملے جُلے ہوئے ہیں جیسے کٹڑی میں دال جاول۔

ایک ہی گھر میں میاں مثنیٰ بی بی شیعہ ایک باپ کے چار بیٹے دو شیعہ دو سنی بلکہ ہم نے نوید دیکھا کہ اٹا دے کا ایک ہی شخص ایک وقت شیعہ ایک وقت سنی یہ ہے کہ نواب محسن الملک صاحب دہلی پہلے شیعہ تھے پھر مثنیٰ ہوئے اور اب شیعہ مثنیٰ دونوں سے بڑھ کر نیچری (اس کے بعد پھر اُن نے اپنے ایک صاحب کی

چار انگلیاں پھیلا کر لوگوں سے کہا کہ یہ ویسی انگلیاں نہیں ہیں ایک ستمیہا کسی اندھے کی انگلیس بنا کر پوچھا کرتا ہو کہ بتاؤ کئی انگلیاں ہیں میری یہ انگلیاں مذہبی زبان میں سب سے نیچے کی انگلی بنصر مطلق مذہب ہو۔ اس سے اوپر کی خضر مذہب اسلام اس سے اوپر کی وسطی وہابیت اور سب سے اوپر سب سے اوپر وہ خیریت کی جگہ کو دکھاتی ہو۔ یعنی پہلے آدمی مطلق مذہب کا خیال کرتا ہو پھر مذہب کا خیال میں ترقی کرتا ہو تو اسلام میں آتا۔ پھر سلام میں ترقی کرتا ہو تو وہ اس طرح کے عقائد پر پہنچتا ہو جن کو لوگ نفقہ ڈال کر دہائی کہتے ہیں۔ پھر وہابیت میں ترقی کرتا ہو تو آخر کار پھر یہی ہوتا ہو اس کے بعد دفل الجنۃ کا مرتبہ ہو مگر خیریت سے وہ خیریت مراد ہو جو اسلام اور دین حق کی مراد ہو اور جس کی صراحت میں تھوڑی دیر بعد کروں گا۔ اور بنی نواب محسن الملک کو اسی طرح کا پھر یہی خیال کرتا ہو اور اسی سے ان کی عظمت میرے ذہن میں ہو خیر تو انا وہ شریف میں شیئے فنی مدتوں سے اس طرح بیٹے بچے ہوئے ہیں جیسے کپڑی میں دال چاؤں۔ ایک ہی گھر میں میاں سنی بی بی شیعہ۔ ایک باپ کے چار بیٹے دو شیعہ دو سنی۔ شیعوں کی مجالس میں سنی شریک۔ سنیوں کی مذہبی تقریبات میں شیعہ موجود ایسے اختلافات ہوں تو مسلمانوں میں مگر نہیں بہتر ہزار فرقے بہتر ہزار فرقے شام۔ چشم مارو شن دل ماشاد۔ یہاں تو بڑی مصیبت ہو کہ تل برابر مذہبی اختلاف ہوں اور ایک دوسرے کی آبرو کا دولت کا جان کا لاگو بنا۔ اور جب تک ہندوستانیوں کا یہ حال ہی ہندو ہوں یا مسلمان عیسائی ہوں یا برہمن یا آریہ کوئی بھی ہوں اور کسی شان میں بھی ہوں

بہرے گئے کہ خواہی جلوہ گر باشش | کہ من آن قہر غنامی شناسم

جب تک ہندوستانیوں کا یہ حال ہی اور جب تک مذہب کے پتھر آہنی میں یہ لوگ موم کی تاک ہیں جدھر کو چاہا پھیر دیا ان میں سے کسی ایک کے نہ فلاح ہوئی ہو اور نہ ہو گی۔ انگریزی نہیں تم خود انگریز بھی بن جاؤ۔ تاہم جیسے بد نصیب اب ہو ویسے ہی بد نصیب انگریزی پڑھ کر نہیں انگریز بن کر بھی رہو گے

تہی دستاں قسمت راجہ سودا زر بہر کامل | کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آمد سکندر مل

ہاں اٹاؤسے کے سُنی شیعوں کا سا اختلاف رکھو گے کہ عقائد مختلف اور پھر ایک کے ایک تو مبارک
 تم مبارک تمہارے اختلاف غیر تو اٹاؤسے کے سُنی شیعے آپس میں ملے جلتے رہتے تھے کبھی کسی
 نے یہ بھی نہ جانا کہ ان کے دو مذہب ہیں۔ بد نصیبی سے کہ یہ بلاد توں سے مسلمانوں کے سر پر
 سوار ہو کوئی ڈپٹی صاحب اس شہر میں بدل کر آئے اور وہ تھے شیخہ اور شیخہ بھی متعصب۔ ڈپٹی
 صاحب کو بد لے ہوئے تھوڑی ہی مدت ہوئی تھی کہ وہ جو کہتے ہیں کورہ میں کھاج محرم آجپنی
 انھوں نے دُلہل نکالتا چاہا جو کبھی نہیں نکلتا تھا چلکی بچوانی چاہی جو کبھی نہیں بچتی تھی بھوسا اڑوانا
 چاہا جو کبھی نہیں اڑتا تھا مجالس میں علی الاعلان تیرا کرنا چاہا جو کبھی نہیں ہوا تھا۔ مگر یہ تدبیریں ابھی
 چپکے چپکے ہو رہی ہیں حکام انگریزی کو کچھ تیر نہیں اور نہ اچھی طرح سینوں ہی کو معلوم۔ مگر ہاں چند
 ناما قبت اندیش نوجواں شیعے زیادہ تر ڈپٹی صاحب کی خوشامد اور کسی قدر مذہبی خیال سے
 سے بھی ڈپٹی صاحب کے ساتھ ہیں اور منصوبوں کی کچڑیاں پک رہی ہیں۔ اور اس طرح کے
 ہنگاموں کا کچھ دستور بھی ہو کہ ان کی ابتدا ایسے ہی بے عقل لوگوں کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ بمبئی
 کے ہندو مسلمانوں میں جو فساد حال میں ہوا تھا اُس کے بارے میں گورنر لارڈ ہیرس نے
 یہی رائے قائم کی تھی۔ اور لارڈ ہیرس اس رائے میں منفرد نہ تھے ہر جگہ اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا
 کرتا ہے۔ کہ جو لوگ فرضوں کی پروا نہیں کرتے نفلوں کے لئے لانے مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔
 ابھی چند روز کی بات ہے۔ ہماری دلی میں آمین پر قتلہ و درغیر قتلہ و درغیر قتلہ ہوئی۔
 لوگوں پر چرمانے ہوئے چپکے لئے گئے اور مقدمات شاید لاہور تک آئے۔ اور میں نے سنا
 ان لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے جنھوں نے بھول کر بھی خدا کو سجدہ نہیں کیا۔ اسی طرح ایک
 شخص رمضان میں روزے تو رکھتا نہ تھا مگر سحری اور افطاری کا بڑا اہتمام کرتا۔ کسی نے کہا کہ تم کو
 سحری اور افطاری کی کیا ضرورت ہے تو کہتے کیا ہیں وہ روزے نہیں رکھتے تو کیا سحری اور افطاری
 بھی نہ کریں نہ سحری نہ افطاری۔ غرض ہنگاموں اور خانہ جنگیوں میں بات کچھ بھی نہیں ہوتی
 لوگ نادانی سے اُس کا بیگڑ بنا لیا کرتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ہنگاموں کی کون کسے شہداء

کے بڑے ہنگامے کا سامان میری آنکھوں میں پھر رہا ہو کہ بازاری خلقت نے اُس آگ کو سٹنگا یا۔ اور آخر کار ایسی بھڑکی کہ ہزاروں ناگرد گناہ خاندان کے خاندان اُس کی لپیٹ میں آ گئے۔ ایسا ہی ایک واقعہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی ہوا تھا کہ فتح مکہ کے چند روز بعد جنین کی لڑائی ہوئی اُس میں مالِ غنیمت بہت کثرت سے آیا تھا اور عیسائیت سے آیا تھا ویسا ہی سپنیر صاحب نے غوب جی کھول کر لوگوں کو دیا بھی تھا۔ مکہ تھوڑے دن ہوئے تھے کہ فتح ہوا تھا اور وہاں کے لوگوں کے تالیفِ قلوب کی ضرورت تھی شدید پیغمبر صاحب نے مصلحتِ وقت بھر کر اہل مکہ کو بایلوں کو مکہ قریش کو مالِ غنیمت سے زیادہ حصہ دیا۔ تالیفِ قلوب کے معنی ہیں تسامت پر چلانا۔ یہ ہندی کی چندی میں نے اس غرض سے کی کہ اب اس طرح کے الفاظ مسلمانوں کی دکشتری میں ڈھونڈے نہیں ملتے اور مسلمان سازگار رہی کے مفہوم ہی کو نہیں سمجھتے۔ خیر تو جنین کی غنیمت سے قریش کو زیادہ حصہ ملا تو اس پر بعض انصار کو حسد ہوا اور انھوں نے ایسا خیال کیا کہ پیغمبر صاحب اپنی قوم کی رعایت فرماتے ہیں۔ لگے کتنے قریش کو مالِ غنیمت سے زیادہ حصہ دیا جاتا ہو حالانکہ ان لوگوں کے خون ابھی تک ہماری تلواروں سے پڑے ٹپک رہے ہیں۔ یہ ماجرا پیغمبر صاحب کے سچ مبارک تک پہنچا اور آپ نے روسا انصار کو جمع کر کے پوچھا۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ ہم میں بعض نادان نوجوانوں نے ایسی شکایت کی تو پھر آپ ان کی بات نہ جاتیں ہم میں جو صاحبِ الرائے ہیں اُن کو تو کسی طرح کی شکایت ہو نہیں۔ بات دب دبا گئی۔ تو جس طرح کے سفہاء القوم نے انصار اور مہاجرین میں فساد ڈلوانا چاہا تھا اسی طرح کے سفہاء القوم نے ہماری قوم کے ہندو مسلمانوں کو لڑا مارا۔ اور اسی طرح کے سفہاء القوم اٹاوسے کے ڈیڑھی صاحب کے بھڑے میں آ گئے ضلع کا مجسٹریٹ خالی الذہن کبھی سُنی شیعوں میں تکرار ہوا ہو تو خیال میں بھی آئے۔ کسی تازہ ولایت اسسٹنٹ کو چارج دے شکار کو تشریف لے گئے۔ یہاں جوں جوں محرمِ مذہب آتا جاتا ہو سُنی شیعہ دونوں اپنی اپنی جگہ طایریاں کر رہے ہیں اگر دُکُل۔ اور بھٹس اور چمچکیوں کے ارادے از خود شیعوں کے دل سے پیدا ہوئے تھے تو سُنی شاید چنڈل پر بھی

نہ کرتے مگر چوں کہ ڈپٹی صاحب محرک تھے سینوں نے جانا کہ حکومت کجبل بوتے پسینوں کے
 چھپڑنے کے لئے یہ تجویزیں کی گئی ہیں۔ دنیا میں کوئی چیز حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر مذہب
 ایسا زبردست ہے کہ جب کبھی اس کا اور حکومت کا مقابلہ آٹا ہی ہمیشہ حکومت کو ہارتے دیکھا ہی
 بڑش گورنٹ نے جو میڈیٹلی (بے تعلق) کی دانش مندانہ پالیسی (مدیر) اختیار کر رکھی ہے اس کو
 کسی کے دین و مذہب سے کچھ بحث ہی نہیں وہ بھی اسی پرنسپل (اصول) پہنی ہو۔ کہ کیوں
 مذہب سے چھپڑ چھاڑ کی اور کیوں اپنی ہیٹی کرائی۔ میں تو کسی نیو۔ ہندوستانی، رئیس کا رعیت
 ہوں نہیں۔ مگر مجھ کو معلوم ہے کہ پنجاب میں نیو ریاستیں بہت ہیں اور عجیب نہیں ان ریاستوں
 کے باشندے بھی آڈینس میں ہوں تو جس سے بن پڑے اور جس طرح بن پڑے اپنے رئیس کے
 گوش گزار کر دینا اور رعیت گری کا حق ادا کرنے کا اس سے بہتر کوئی یہ راہ نہیں کہ اور باتوں
 میں بڑش گورنٹ کی پیروی کرو یا نہ کرو مگر مذہبی نیو ریڈی سے بال برابر ادھر ادھر کھسکے اور
 ریاست پر زوال آیا۔ افسوس ہے کہ آٹا وے کے ڈپٹی صاحب نے مذہبی تعصب کے جوش
 میں آکر اتنا بھی نہ سمجھا ڈپٹی کلکٹر کی کیا خاک کرتے رہے ہوں گے۔ مگر انگریزی عکداری میں نہانہ
 جاہلیت تھا جیسے سیٹھ سادے ہندوستانی حکام ہوتے تھے دیسے ہی بھولے بائے انگریز۔
 بائے کو تو ال شہر نے تازہ کہ لوگوں کے تیور بگڑے ہوئے سے ہیں اور چوں کہ وہ تھانسی ڈپٹی صاحب
 کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ وہ اور تو کیا کر سکتا تھا اس نے روز نامے پر نکتے شروع کئے اور اسٹ
 صاحب ہیں کہ سمجھتے بوجھے خاک نہیں۔ آخر اس نے شاگرد پیشوں کی معرفت صاحب کے کان میں
 ڈالا کہ شہر میں بڑا بھاری بلوا ہونے والا ہے تب تو صاحب بڑے سٹ پٹائے اور وہ جو کہتے
 ہیں اٹا چور کو تو ال کو ڈاڈے کو تو ال کے سر ہوئے کہ تم نے ہم کو اطلاع کیوں نہیں کی۔
 کو تو ال نے عرض کیا کہ حضور میرے روز نامے منگو کر دیکھیں میں دو دو ہفتے سے برابر لکھ رہا ہوں
 صاحب کو اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کئی شیعوں میں کیا اختلاف ہے۔ انگریزی عکداری میں
 سب خوبیاں ہیں مگر رعایا کے اندرونی حالات سے حکام انگریزی کا ناواقف ہونا بڑا غضب ہے

بے شک اس کا انتظام سچو کل انگریزی ہی مشکلات پر غالب آنے کا معاوضہ ہو سلطنت۔ اور
یوں ٹوٹا بچو نا انتظام کیا پہلے نہ تھا۔ یا اب ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ حکام کو رعایا کے ساتھ احتیاط کا
موقع دو۔ ان کو جلد جلد بدست۔ واقفیت کو لیاقت کا سینڈرڈ معیار بناؤ اور اُس کو داسی کی
مدد اترتی ٹھیلو پھر خانہ جنگیاں اور ہنگامے ہوں تو اُن کا دمہ داریں۔ بارے اٹا دے کے
اسسٹنٹ صاحب نے فریقین سے دریافت کر کے بڑی دیر میں ایک یا دو داشت مرتب کی۔ اور
دوڑے دوڑے جا الماری سے ایک انگریزی تاریخ نکال لائے اور اُس کو دیکھتے اور یادداشت
سے ملاتے رہے۔ اور ڈپٹی صاحب اور کو تو ال ہیں کہ دونوں حکم انیر کے منظر پیش ہیں۔ خیر تو اس
اسسٹنٹ نے دُلڈن غوغا کے نکالنے کی تو مامعت کر ہی دی کہ یہ پیریں اس شہر میں کبھی نہیں نکلیں
اور ڈپٹی صاحب بھی بہت تعجب کیا کہ آپ مسلمان ہو کر جنرل عمر کی اسلامی خدمتوں کا کچھ شکریہ ادا کرتے
اور تم جانتے ہیں کہ شاید اسی وجہ سے مسلمانوں کی سلطنت پر زوال آیا ہو جب ایک قوم اپنے
فتح منبر جنرل کی خدمتوں کی قدر نہیں کرتی تو یہ اُس قوم کے ادبار کی نشانی ہو۔ اس سے لوگوں کے
دل شکستہ اور اُن کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں ہم ڈیوک آف ونگلٹن کو جس دائرہ کی
مہم کو فتح کر کے پوپلین شاہ فرانس کو قید کر لیا تھا ہم لوگ اُس ڈیوک آف ونگلٹن کو دیوتا کی طرح
مانتے ہیں۔ یہ اسسٹنٹ اگر پہ کوئی بڑا عمدہ دار نہ تھا مگر آخر تھا تو انگریز اور ایک دن چھٹ جٹس
یا بورڈ آف ڈینوکا ممبر بالفسٹ گوزر ہونے والا تھا بات اس نے لاجواب کہی۔ اسی طرح کا ایک
نذکور میں نے حال کے اخبار میں دیکھا ہو کہ بمبئی کے گورنر لارڈ ہیرس کی میعاد ملازمت ختم ہو کر
وہ ولایت جانے لگے تو بکلا کلب نے اُن کو دعوت دی۔ دعوت میں جیسا ان لوگوں کا دستور ہے
تن درستی کے عام پئے گئے پیسے ہیں ایک پیسہ ایڈمرل کینڈی کی بھی تھی۔ انھوں نے من جلہ
اور باتوں کے ایک سبب سے بھی بیان کی کہ ایک بحری مالیش ہوئی تھی تو اُس مشہور ٹرسن کے کئی لوگ
دانت دکھانے کے لیے لوگوں نے بھیجے تھے۔ ظاہر ہو کہ آدمی کے دانت جس طرح زندگی میں
سونی ڈوبیا میں بند ہیں اس کے مرے پیچھے بھی ایک ڈبیا میں آسکتے ہیں اور یہ بھی تحقیق نہیں کہ

بیچارے مسن کے دانت اٹھاڑیے گئے ہوں۔ اس پر بھی لوگوں نے مسن کی ایسی قدر کی کہ کسی کو اس کا جھوٹا یا سچا دانت ہاتھ آگیا تو اس کو تبرک کی طرح محفوظ رکھا۔ قوم اس طرح پر قدر دانی کرتی ہو تو لوگ قوم پر اپنی جانیں نثار کر دیتے ہیں۔ ایک ہماری قوم پر کہ جو شخص ان کے ہاتھ سے میں کوشش کرے اُسے اُسی کے سر ہوں گایاں دیں کا فرمائیں مرتد ٹھہرائیں تاکہ اُسے کو کوئی ان کے فائدہ کا نام نہ لے۔ میں نے اٹاوس کے اسٹنٹ کی حکایت کچھ اس غرض سے بیان نہیں کی کہ حکمرانیوں کے حق میں ایسا انجیز اسٹنٹ کی رائے سے استنباط کرنا منظور تھا یہ بیچارہ اسٹنٹ تو کس شمار میں تھا۔ میں تو ایسی طبیعت کا آدمی ہوں کہ دیوبند اور لائل اور گنبد اور کوہلم اور وٹ جیسے لوگوں سے استنباط کرنے کو بھی وہن اسلام سمجھتا ہوں۔ استنباط کا بھی خیال بھی آتا ہے تو ذہن منتقل ہوتا ہے جی بی خدیجہ کی طرف۔ بلال کی طرف۔ عمار بن یاسر کی طرف۔ یا ایسے ہی دوسرے بزرگوں کی طرف مگر ہاں میں یہ کھربا تھا کہ اسلام پر ایک وقت ایسا گذرا کہ وہ فوجی قوت کا محتاج تھا اور اُس وقت ہمدانی ایک متعین پیرایہ اسلام کی حمایت کا تھا۔ اس ضمن میں غزوہ تبوک اور لشکر اسلام کی بے سامانی کا خیال آگیا۔ مسلمانوں کا لشکر جو تبوک پر چڑھا گیا تھا بے سامانی کی وجہ سے جیش العسیرہ (لشکر بے سامان) اور غزوہ تبوک ذات الرقاع کے نام سے مشہور ہوا۔ ان دونوں مسلمان ہی کہتے تھے اور جو تھے اکثر بے مقدار اس پر بھی جتنا جس سے بن پڑا اپنے اوپر کشش کی۔ اور خدائی لشکر کا بھربا بھرا سب سے بڑا پندہ حضرت عثمان کا تھا کہ انھوں نے بھلا آج کل کے بڑے مقتدر مسلمانوں کی ہمتوں پر قیاس کر کے بتاؤ تو سہی کیا دیا ہو گا۔ اور یہ بھی خیال کر لیں کہ تبوک ہی کی ایک ضرورت تھی ایسی ایسی ضرورتیں ہر رو پیش آتی رہتی تھیں۔ اسے دن غلے کے نام سے قرض مانگا جاتا تھا منہ ^۱ اللہ یقرضہ اللہ قرضاً حسناً قرضاً عفوئاً ^۲ اضعافاً کثیراً ^۳ جس کے سُن کر یہ کہہ دیتے تھے ^۴ ید اللہ مغلوطہ ^۵ قومی کاموں کا سر انجام ایسا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ تم اپنی اس انجمن ^۶ ۱۔ وہ لڑائی جس میں سپاہی چھڑے پیٹے ہوئے تھے ۲۔ کون ہی جو خدا کو قرض مس دے کہ خدا قیامت کے دن اس کے قرض کو کوئی گونا کر کے ادا کرے ۳۔ خدا کا ہاتھ تنگ ہو رہا ہے ۴۔

حمایت اسلام ہی لگوں نہیں دیکھتے کہ جتنا دیتے جاتے ہو ان کی ضرورتیں بڑھتی جاتی ہیں اور ابھی یہ کیا بس کرتے ہیں۔ اور پھر یہ انہیں اُن وقتوں کی ضرورتوں کے آگے کیا چیز دی۔ بہر کیف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دس بیس پچاس تیس ایک دم سے بچن سوانٹ باساز و سامان لشکر تبوک کی تمیز میں دیئے اور صحیح روایت کے مطابق ایک ہزار اشرفیاں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں لاکر ڈال دیں۔ اشرفیاں دیکھ کر اُن حضرت کا تو یہ حال ہوا کہ مارے خوشی کے آپ کا چہرہ چمک اٹھا۔ آپ اُن اشرفیوں کو اُچھاتے اور فرماتے جلتے تھے بس عثمانؓ کو اب کسی عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی بچائی شمس دین کو اشرفیاں دے تو ہم بھی دیکھیں کہ یہ کیوں کر غرض ہوتے ہیں۔ تو مطلب یہی کہ جس طرح آدمی کی شخصی ضرورتوں کا کچھ ٹھکانا نہیں بھوکا ہو تو محتاج خدا ہی تنگاہی تو محتاج لباس ہو۔ بیمار ہو تو محتاج دوا ہی پلا دے تو محتاج سواری ہو۔ اور جس کی جو ضرورت ہو اُس کا رفع کر دیتا اُس کی مدد و حمایت ہو۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً اسلام کی ضرورتیں مختلف ہوتی رہی ہیں اور جولوگ اسلام کے فدائی اور خیر خواہ رہے ہیں انھوں نے ان ضرورتوں کو رفع کر دیا ہو تو ایک وقت اسلام کی فوجی مدد کا تھا اور اُن وقتوں کے مسلمان فوجی طاقت سے اُس کی مدد کو کھڑے ہوئے۔ اور ایک وقت وہ تھا کہ فلسفہ یونانی نے اسلام کو بیچ و بن سے مشتمل کرنا چاہا تو اُن وقتوں کے علمائے علم کلام سے اس کی مدد کی۔ اور ایک وقت اسلام پر ہمیشہ رہا ہو اور ہمیشہ رہے گا اور اسلام کی خصوصیت نہیں ہر ایک مذہب پر یہ وقت ہمیشہ رہا ہو اور ہمیشہ رہے گا۔ کہ اُس کے ماننے والے جاہد اعتدال سے منحرف ہوتے رہتے ہیں سو اس مرض کی دوا بھی معلوم ہو مگر ذرا پرانی ہو گئی ہو اور اُس میں اگلی سی قوت نہیں رہی۔ وہ دوا کیا ہو یہی ہمارے مذہبی پیشوا مولوی۔ واعظ۔ مشائخ۔ دنیا کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ملک کے امن میں فتور ڈالنے والے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو بیرونی دشمن جو باہر سے چڑھ کر آئے اُس کے دفع کے لئے شاہی فوج ہوتی ہو۔ دوسرے اندرونی دشمن جو راجہ چکے و کوقطاع الطریق جن کی سرکوبی کے لئے پولیس اور عدالت ہی یہی حال مذہب کا ہو۔

۱۔ پنجابی لہجے کی نقل ہے۔

کہ اُس پر خارج سے بھی حملے ہوتے ہیں اور داخل سے بھی۔ اور مصیبت یہ ہو کہ دوسرے دوسرے حملے اور ان کو دفع کرنے والے ایک علماء اور اسی کا مشعل علماء اسوج سچ کر حملوں کا مقابلہ کریں سو خارج کے حملوں میں سے بڑا زبردست حملہ سائنس معلوم جدیدہ کا ہے۔ بچارے علماء کو اس کی خبر ہی نہیں کہ سائنس ہی کیا چیز اور وہ کتنا کیا ہے پس سائنس نے خالی میدان پالیا ہے۔ اسلام پر بے محابا وار چلا رہا ہے۔ ادھر سے کوئی جواب دینے والا نہیں۔ رہے اندرونی حملے۔ سوان کو دفع کرنے کی غرض علماء باہم اختلاف کر کے خود ہنگاموں کو اشتعالک دیتے ہیں کیا حال ہو گا جب کہ پولیس جس کا کام ہنگاموں کا روکنا دانا ہے آپ ہنگامے برپا کرنے لگے۔ اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ اسلام کی حالت کیا ہو آیا وہ اچھا بچھا تن درست ہے یا اس کو کچھ روگ ہے اور وہ کیا روگ ہے۔ اور اس کا کیا سبب واقع ہوا ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔ اور ان باتوں کے معلوم کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ اگر واقع میں اسلام محتاج مدد و حمایت ہو تو ہم اُس کی ویسی ہی مدد و حمایت کر سکیں جیسی مدد و حمایت کی اس کو حاجت ہو ورنہ وضع الشی فی غیر محلہ کرنے سے ہماری محنت ناحق رائیگاں جاسے گی۔ اور اسلام کو بھی ہم کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔ سو معلوم ہے کہ اسلام نہ صرف بیمار ہے بلکہ بیمار مختصر ہر چند بعض لوگ اس کا سبب زوال سلطنت کو ٹھیکرتے ہیں مگر اپنی قوم میں کتنا ہوں کہ مجھکو سلطنت کے جاتے رہنے کی اتنی بھی تو پروا نہیں جتنی کسی کو مٹی کے ایک کلمرے کے ٹوٹ جانے کی ہوتی ہے جو حلوئی ایک پیسے کے دودھ دہی کے ساتھ مفت لے دیا کرتے ہیں۔ سلطنت کے ساتھ اگر اختیارات میں تواختیارات کے ساتھ ذمہ داریاں بھی ہیں اب وہ زمانے نہیں رہے کہ حق ناحق جو کچھ بادشاہ کے دل میں آیا گزرا کوئی اُس سے باز پرس کرنے والا نہیں۔ زمانے نے دُپٹا ملک گورنٹ لیشی شخصی سلطنت کا بیج ماریا ہے اور پبلک اوپینن عام لوگوں کی رائے کی ایک قاہرہ حکومت قائم ہو گئی ہے۔ کہ دنیا کی جمہوریتیں بھی اُس کی ستادست نہیں کر سکتیں۔ یہاں تک کہ جن سلطنتوں سے ہم کو کچھ بھی تعلق نہیں ہم اُن کے معاملات میں بھی راوی کے ساتھ رائے زنی کرتے ہیں۔ روئے زمین پر ایسا کوئی بادشاہ نہیں جس کے افعال

اقوال پر حرج نہ کی جاتی ہو۔ بس اب سلطنت پھولوں کی سیج نہیں رہی۔ بادشاہ کو پبلک اوپینین کی (عام رائے) کی بیچ (عدالت) کے روبرو ہر ایک بات کی جواب دہی کرنی پڑتی ہے۔ اُس سے پیسے پیسے کا حساب لیا جاتا ہے اور یوں بھی ملک داری ایک بلائے بے در مان ہو سکتا ہے زیادہ مطمئن ہماری پبلش گورنمنٹ سوسائٹی ان دنوں کیا حال ہے۔ روپے کی قیمت گھٹتی چلی جا رہی ہے اور ملک میں اس سہ سے اُس سہ سے تک غل سا بچا ہوا ہے۔ سکریٹری آف سٹیٹ نے روٹی کو ڈیوٹی (موصول سے) مستثنیٰ کر دیا تھا آخر پبلک اوپینین نے اُس کا گلاد با کر ڈیوٹی لگوائی پگوائی پھر بھی سکریٹری آف سٹیٹ ایک چال چل گئے کہ ویسی ہی ڈیوٹی ہندوستان کے بنے ہوئے کپڑے پر بھی لگا دی۔ اس پر اخباروں میں سکریٹری آف سٹیٹ کی ویسے اسکی ویسے کے کونسل کے ممبروں کی جیسی گت بنائی جا رہی ہے۔ اخبار کے پڑھنے والوں سے مخفی نہیں اور آج کا آج اور کل کا کل یہ بڑی لمبی پوزیشن کے حکام کہ ان ہی کو من و جہ بادشاہ سمجھا جاتے۔ پبلک اوپینین کے منطیع ہو کر رہیں تو سہی۔ فرانس اور روس کے ساتھ جو کشیدگی ہے وہ ایک بدی ہوئی بات ہے ہر چند پبلش آف ویلزن نے رابروس کی شخصیت کی تقریب میں موقع پا کر بہت کچھ تو تھوکر دی ہے۔ خدا ان کو جتنے خیر دے مگر پبلش آف ویلزن اور رابروس میں کیا چیز جب تک دونوں قوموں کے دل مات نہ ہوں اتحاد ہو نہیں سکتا رات دن امیر کابل کی خیر منائے گزرتی ہے۔ پنجاب کی سرحد پر جو کچھ ہو رہا ہے آپ لوگ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ اٹلی چین اور جاپان اور تمام یورپ کی سلطنتیں اور کاسانس اوپر اور نیچے کاسانس نیچے کہ دیکھیں یہ اونٹ کس کر وٹ بیٹھتا ہے کہیں ایسا نہ ہوا ٹے کے ساتھ گھٹن پنے لگے۔ پھر مصر اور افریقہ اور سوڈان کہاں کہاں کا نام لوں۔ ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

ٹھنڈی ہوا تو کسی طرف سے بھی نہیں آتی۔ یہ ہیں مٹے نمونہ از خوار سے وہ چند معدودے چند دقتیں جن میں ان دنوں پبلش گورنمنٹ جیٹا ہے سچ کہا ہے ان انیری لائز دی ٹیڈر وینڈی

جو سرتاج اور ہتھیار ہمیشہ دکھاتا ہی رہتا ہی مدین ہو میں کہ مجھ کو انگریزی گورنمنٹ سے سوائے اس کے کہ ان کے ملک میں رہتا ہوں کچھ تعلق نہیں اور جن دنوں تعلق تھا بھی تم بھی پوچھ لیں معاملہ میں مجھے کون سا دخل تھا اور ٹیوٹو کتنے ہی بڑے درجے کا کیوں نہوا امور ملکی میں اُس کو اس سے کیا زیادہ دخل ہو سکتا ہی جیسا ہندوؤں کی رسوائی میں کمار کو کہ چوکا دے کمار برتن دھوئے کمار آگ سلگائے کمار چونکے کے باہر سے دال چڑھائے۔ کمار آٹا گوندھے کمار روٹی گھر کر لالہ صاحب کو دے کمار۔ لالہ صاحب کیا کرتے ہیں کہ کمار کے ہاتھ سے روٹی ملی تو سے پر تو سے سے اُناری موٹھ میں مگر ہاں مجھ کو ایک ہندوستانی ریاست کی ملازمت کا اتفاق ہوا ہی تھا تو وہاں بھی کچھ الگ تھلک ہی سا مگر پھر بھی یہاں کے ہندوستانی عمدہ داروں سے بہت بہتر حالت میں تھا۔ تو جن دنوں میں حیدر آباد میں تھا خدا اس سلطنت کو مسلمانوں کا ذریعہ فخر ہی اور سر سے لیے تو زرق کی ڈوئی ہی قیام دنیا تک قائم رکھے ہوں کہ ایک مشہور جگہ ہے یورپ کے سیاح اکثر وہاں آتے جاتے رہتے ہیں اور جب کوئی شہزادہ یا لارڈ یا شاہ میرٹس کوئی اور شخص آتا ہی تو سرکار نظام کی طرف سے علی قدر مراتب بڑی پیشانی اور فیاضی سے اُس کی مہمان نوازی ہوتی ہے۔ کتر کوئی سال ایسی دعوتوں سے نالی جاتا ہوگا۔ مجھ کو بھی ان دعوتوں میں بارہا شریک ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ اب یاد نہیں کہ کون آیا تھا مگر تھا کوئی بڑا جلیل القدر انگریز معمول کے مطابق اُس کو ڈنر دیا گیا اور اُس میں رزیدنسی اور سٹیشن کے کل انگریز ممبروں اور سرکار نظام کے تمام معززین مدعو تھے۔ ایوانِ وزارت میں دعوت تھی۔ ترتیب کے ساتھ میز پر لگائی گئیں۔ البتہ نواب مختار الملک سر سالار جنگ اول صدر نشین تھے۔ ان کے دائیں بائیں بڑے بڑے انگریز اور ان کی لیڈیاں۔ مجھ کو جس میز پر جگہ ملی وہ ایسے طور پر واقع ہوئی تھی کہ میری پشت کسی قدر سالار جنگ کی طرف کی ہوئی تھی۔ تو میں مارے ادب کے اور کسی قدر کیوری آسٹی (شوق) کی وجہ سے بھی بار بار سرکار سالار جنگ کے دیکھتا جاتا تھا ڈنر کا ساز و سامان کیا کیا ہوا۔ پس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سر سالار جنگ گویا تخت سلطنت پر اجلاس فرما ہیں۔ گلاس کی روشنی سے

رات کا دن کر دیا ہو سالا سلا سلاؤں دھوس چاندی کی قعبوں کا دور چل رہا ہو۔ بیٹنگ کی آواز دلوں کو گدگدا رہی ہو کسی مذاق کی باتیں ہو رہی ہیں کھانے کے بعد بن کے پٹانے چھوٹ رہے ہیں۔ پھر تھپڑ کا تماشا ہو۔ آتش بازی ہو۔ انگریزی ہندوستانی ناچ ہو۔ یہ سُن کوسب کے دل تو ضرور بھڑکھڑائے ہوں گے۔ مگر نہیں ذلک مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَ حَسَنِ الْمَالِ تَوَسُّعٌ میں مرم کر سالا جنگ کو دیکھتا تھا۔ نواب محسن الملک بہادر سے کہ میں اور یہ دونوں ایک ہی ہنر پر تھے کتنا جانتا تھا کہ اس وقت کوئی سرکار کے دل کو دیکھے مارے خوشی کے ڈیل ساؤنڈ دو چند مقدار کا ہو گیا ہوگا۔ اللہ اللہ سالا جنگ مہر مہر و خفق کس بلا کے ٹاٹنے والے سٹیٹسمن (دبیر) تھے۔ اُس مجمع میں میرے بارہا دیکھنے کو دیکھا اور اگلے دن نواب محسن الملک سے پوچھا انھوں نے بے کم و کاست عرض کر دیا تو فرماتے کیا ہیں ہاں جی آدمی دوسرے کی حالت کے اندازہ کرنے میں ہمیشہ غلطی کیا کرتا ہو۔ ان کے نزدیک میں دکن میں سب سے زیادہ خوش ہوں اور میرا حال یہ ہو کہ دن رات چوبیس گھنٹوں میں مجھے چوبیس منٹ بھی کبھی بے فکری نصیب نہیں ہوتی۔ یہ حال تھا اُس شخص کا جو تھا تو فوریر مگر خود مختاری کے اعتبار سے اُس کو بادشاہ کہلا سکتا تھا کیوں کہ حضور پور نے ہنوز رام سلطنت دست مبارک میں نہیں لی تھی اور میر کبیر کو بحیثیت انتظام میں کسی طرح کا دخل نہیں دیتے تھے۔ پس ہتی بڑی ریاست میں کراچ ہندوستان میں اس کا ثانی نہیں۔ سالا جنگ جو چاہتے تھے سو کرتے تھے۔ سلطنت اور حکومت کی یہ چند دقیقہ جو میں نے بیان کیں دنیادی خوشیوں کے لحاظ سے بیان کیں اور اگر مواخذہ عاقبت کی نظر سے دیکھا جائے تو شاید سلطنت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مصیبت نہیں۔ اور جن لوگوں نے مواخذہ عاقبت کا صحیح صحیح اندازہ کیا وہ ہمیشہ اس سے نفور رہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا حال تو سنا ہوگا کہ خلیفہ وقت نے اُن کو قاضی القضاات بنانا چاہا اُن دنوں کی قضا ایسی تھی جیسی آج کل کی مدار لہامی کیوں کہ کل معاملات شرع شریعت کے مطابق تصفیہ پاتے تھے۔ امام نے انکار کیا خلیفہ بدگمان ہوا۔ امام نے قیامت کی

بلکہ یہ دنیا کی زندگی کے چند روزہ مرنے ہیں اور عاقبت کا اچھا ٹھکانا تو اللہ کے یہاں ہے۔ ۱۲۔

کوڑے کھائے۔ ان صدموں کی وجہ سے۔ تپ آئی مر گئے موت کی قصا اختیار کی اور ملالہامی کی قصا نہیں۔ عجب نہیں مولانا سے روئے ان امام ابوحنیفہ رحمہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں ۵

گفت نائب قاضیا گریز چسیت وقت شاوی و مبارکباد تست در میان آل دو عالم جاہلے قاضیے مسکین چہ داند نراں دو بند چوں رود در خون شان مال شان	قاضیے بنشانند ندامی گریست ایں نہ وقت گریہ و فریاد تست گفت آہ چوں حکم راند بید لے آں دو خصم از واقع خود واقفند جاہل ست و غافل ست از حال شان
--	--

ایک وہ تھے جو حقوق العباد کا اس قدر پاس کرتے تھے کہ عاقبت کی جواب دہی کے ڈر سے حکومت کو فتنہ و ابتلا سمجھتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ حقوق العباد کو کیل سمجھ رکھا ہو اور مردم آزاری کے مواقع کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور مزہ یہ ہو کہ ابوحنیفہؒ اور ابراہیمؒ سے کیس زیادہ خدا کی باہر پس سے ملے ہیں جس طرح الشیائی شاعروں کے مضامین معین ہیں کہ وہ ان کے دائرے سے باہر نہیں جاتے بلکہ وہ بل واصل و پھر جمع و پروانہ بہار و خزاں شوق و انتظار نسبت الشیخ اتخاف مذہب۔ مرجع ام الخبائث یا دو چار اور۔ اسی طرح کج کل کے پکاروں کے مضمون مقرر ہیں۔ انراں جملہ یہ کہ مسلمانوں کو ان کے بزرگوں کی عظمت اور شان و شوکت یاد دلائی جاتی ہو جیسے سنتے ہیں کہ چیتے کو بھار کے لیے لے جاتے ہیں تو اس سے کہتے جاتے ہیں کہ تیرے باپ نے فلاں کو مڑی اور دادا نے فلاں کو شکار کیا تھا۔ مسلمانوں کو ان کے بزرگوں کی عظمت کا یاد دلانا خیال تو اچھا ہو کہ غیرت کے لیے اس زیادہ کاری تازیانہ ہو نہیں سکتا۔ مگر اس کا ایک پہلو بہت بُرا بھی ہو کہ مسلمان اپنے بزرگوں کے کارنامے سن کر شہی میں آجاتے اور اپنے تئیں مظلوم سمجھ کر ناحق کا غصہ کرنے لگتے ہیں اور معلوم ہو کہ کمزور کا غصہ مار کھانے کی نشانی۔ مسلمانوں کی بے دولتی کے جہاں اور اسباب ہیں انراں جملہ ایک جھوٹی شہنی اور ناحق کی نمود بھی ہو دنیا کے سبھی کاموں کا دستور ہو کہ خاص کر ابتدا میں تھوڑی یا بہت

ذلت ضرور لکیر کرنی پڑتی ہے مثلاً نوکری کہ ایک دم سے کوئی اکسٹرا اسٹنٹ یا اسٹنٹ کیشنر نہیں ہوا کرتا۔ ہر ایک کو پہلے چھوٹی سی چھوٹی نوکری ملتی ہے پھر تدریج ترقی کرتے کرتے لوگ بڑے درجوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ اگر اس وقت فرض کرو کوئی لفٹنگ گورنر یا چیف کورٹ کانجیو تو وہ ابتدا میں ضرور ادنیٰ درجے کا اسٹنٹ کیشنر رہا ہوگا اسی طرح جن ٹیوٹو کو ڈپٹی کیشنر یا ڈسٹرکٹ یا ڈویژنل جج دیکھتے ہو وہ شروع میں شاید نقل نویس ہوئے ہوں گے یا ہنگامی محرم جو عارضی طور پر ردی چھانٹنے کے لیے مقرر کر لیے جاتے ہیں غرض ابتدائی نوکریوں میں جتنے کو بہت مارنا پڑتا ہے اور مسلمان اگر نالیاتی کی وجہ سے بڑی نوکریوں سے محروم ہیں تو شرم کی وجہ سے وہ چھوٹی نوکریوں میں رہ نہیں سکتے۔ ممالک مغربی و شمالی میں ایک ضلع ہی جوں پورا اور اس کا ایک پرگنہ ہی پھیلی شہر۔ یہ پھیلی شہر ایک مشہور مقام ہے اور اس کی شہرت کی وجہ علما کا ایک خاندان ہے یہ لوگ علمائے مستند ہونے کے علاوہ دنیاوی عروج بھی ایسا کچھ کہتے تھے کہ مولوی شکور اور مولوی ظہور چار بھائی ایک دم سے چاروں صدر الصدور اتفاق سے ایک مسلمان تحصیلدار کو رکھ پور کا ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوا اور گورکھ پور جا کر وہاں کوئٹہ پھیلی شہر سے ہو کر گزرتا تھا۔ اور وہ پھیلی شہر سے ہو کر گزرا لیکن نہ تھا کہ مسلمان ڈپٹی کلکٹر پھیلی شہر سے ہو کر گزرے اور ان بزرگوں سے نہ ملے۔ ایک زمانے وہ تھے اور ایک وقت یہ آیا ہے کہ دو صاحب جج کو گئے میں ایک کو وہابی کہنا چاہتا تھا دوسرے کو بدعتی۔ مگر نہیں ایک تھے غیر مقلد یا اہل حدیث اور دوسرے مقلد یا حنفی۔ ابھی ہمارا ہی میں تھے کہ مدینہ طیبہ جانے کی صلاح کرنے لگے کہ جج سے پہلے ہوائیں یا جج کے بعد چلیں۔ غیر مقلد نے کہا کہ مدینے جانا کچھ داخل ارکان جج تو ہر نہیں۔ میں نہ پہلے جاؤں نہ پیچھے۔ مقلد اس کا کش یہ کہتا کہ بندہ خدا مدینے جانا داخل ارکان جج نہ سہی مگر کب اس ملک میں آنا نصیب ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر بے مروتی اور حق ناشناسی اور ناشکری اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم عرب آئیں اور اس پنیر کے مرقہ مبارک کی زیارت نہ کریں جس کی جوتیوں کے صدقے میں ہماری دنیا اور آخرت دونوں درست ہوں۔ لیکن غیر مقلد کی ضد میں اگر مقلد نے یہ کیا کہ ہمارے اتر سیدھا مدینہ پہنچا اور وہیں سے بے جج کیے گھر کو لوٹ گیا۔ شاہنشاہ ہی ہمارے دوست

سے آئے تو آتے کے ساتھ کوکل کر سر رشتہ دار سے بولے کیوں منشی جی یہ کس جرم کے لیے مجھے نام کا وارنٹ جاری ہوا ہے۔ جو مضامین ہوں تو لالہ بھائی گھر سے بلائے جائیں اور بیگار ہو تو ہم پکڑے پکڑے پھریں۔ اور میں اجلاس کے کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تجویز لکھ رہا ہوں۔ میں نے سر رشتہ دار کو کہتے مٹا کر اڑھائے خداؤ! آہستہ آہستہ پولو صدر اعلیٰ صاحب تجویز لکھ رہے ہیں۔

مسلمان امیدوار۔ تم نے تو صدر اعلیٰ کو خدا سے بھی بڑھا دیا کہ اُس کے یہاں بھی پانچ خاندانوں میں سے تین جہری ہیں سُن لیں گے تو بندہ کچھ ان کا دیا نہیں کھاتا۔

سر رشتہ دار۔ ارے یار کیوں ناشکری کرتے ہو ابھی اسی جینے میں تم کو اُس تقسیم کے مقدمے میں بیٹھے بٹھائے تھے روپے مل گئے یہ تو میں جانتا ہوں نوکروں سے اچھے پڑھتے ہو۔ بھلا خیر یہ ایک چھوٹا سا نقشہ ہو مہربانی فرما کر ذری اس کو تو بنا دیجئے۔

امیدوار۔ بس مجھ کو تو ایسے اخلاص سے معاف فرمائیے۔

سر رشتہ دار۔ یہ تو آپ کو ہماری خاطر سے بنانا ہی پڑے گا۔

امیدوار۔ منشی جی تم تو ہم کو بہت ہی ستاتے ہو۔ نقشہ دیکھ کر، تو نقشہ ہو کہ شیطان کی تڑپی ہو نہ صاحب یہ میرے بولنے کا نہیں۔

سر رشتہ دار۔ ذرا صبر تو کیجئے یہ سارا نقشہ آپ کو نہیں بنانا پڑے گا۔ یہ صرف چار خانے آپ کو بھر دینے ہیں بستہ بردار ٹیلی لالہ اگر آپ کے سامنے رکھ دے گا۔ آپ ان چار دلوں کی کھٹونی کر ڈالئے۔

امیدوار۔ آپ نے تو ایک ٹکا بھر کی جیو (زبان) بلا دی آپ سمجھتے بھی ہیں کہ یہ چار خانے کا تھان گڑ گڑا لبا ہو گا۔ بھلا کتنے دلوں میں نقشہ درکار ہو گا۔

سر رشتہ دار۔ بہت سے بہت چار پانچ دن۔

امیدوار۔ کیا خوب آپ کو خبر بھی ہے آج کے پندرہویں دن رمضان شریف کا پہلا روزہ ہو سوروزے میں تو بندے کے جو اس پر جا رہے ہیں۔ بعد رمضان بات سوبات۔

امیدوار تو نقشہ کو باتھ ہی نہیں لگاتا تھا۔ لیکن لوگوں نے کہا ارے میاں کیوں غڈ گئے ہو کچھ کام بھی ہو

نقشہ لے لیا یہاں ہی ہو گا تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ پھر اتر آفتشے بڑبڑاتے ہوئے نکلے نہ دانہ نہ گھاس سواری دو دو وقت لعنت اس امید داری پر اور لعنت اس کچھری پر سو واقعہ میں جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا سب سے رمضان میرے بخیر نے شکل ہی نہ دکھائی نقشہ تو کیا لڑک سکتا تھا۔ بچپارے سلامت راہی رام آدمین غریب داس نے لگ پٹ کر وقت سے پہلے اُس کو پوچھا کیا مسلمان بھائی عید کے بھی کوئی دس دن : : : : : مکان پلشریف لائے اور دور ہی سے السلام علیکم کہہ کر باسی تو اسی بھی نہیں دسوا سی عید کے معاف کے لئے آگے بڑھے۔ ناجا اٹھنا پڑا نہ صرف جگہ بلکہ پینہ میں اُڑ بھٹکے ناسوں کو بھی جو اُس وقت موجود تھے اور غالباً ایک بھی اُن کا روشناس نہ تھا۔ معافوں سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے ساری محفل کو ایک نظر دیکھا میں تو حقہ پتیا نہیں مگ ایک مہمان عزیز آئے ہوئے تھے اور وہ حقہ پی رہے تھے۔ امیدوار صاحب حقے کے لالچ سے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَقَسَّبُوا عَلَى الْغَنَاءِ الْمَدِينَةِ فَأْتِهَا بِاللَّحْوِ الْعَذِيقِ وَالَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَقَسَّبُوا عَلَى الْغَنَاءِ الْمَدِينَةِ فَأْتِهَا بِاللَّحْوِ الْعَذِيقِ

میں ٹھٹھے اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولے عید کی مبارک کے بعد سوائے جگہ ایک امر اور بھی عرض کیا تھا کہ سر رشتہ دار نے ایک نقشہ مجھے بنانے کو دیا تھا۔ وہ بیچارہ ہندو رمضان کی کیا قہ جانے عجب نہیں نقشہ کا منتظر ہو آپ کو تو ماہ مبارک کی صبح توکل خود تجربہ ہوا ہو گا۔ رمضان میں آکچھ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر بندہ تہتہ العید کا بھی پابند ہی غرض احمد شہزاد رفروں سے فلاح صال ہو اور صرف مکان ہی سو پختہ عشرے میں مزاج بحال ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ شوال ہی شوال میں نقشہ حاضر کروں گا۔ شوال گیزی قہہ گیزی انجہ گیا محرم میں نقشہ لائے تو کیا بیان کروں رول تک سینہ نہ تھا جا بجا سیاہی پڑی ہوئی معلوم ہوتا تھا کسی کم سواد لڑکے سے لکھو لیا ہو سو واقعہ میں مسلمانوں کے سر پر ایک یہ بھی شامت سوار ہو کہ چھوٹی حالت میں ان سے رہا نہیں جاتا اور بدولن اس گز نہیں۔ توجہ لوگ مسلمانوں کی حالت کو درست کرنا چاہتے ہیں اُن کو ضرور ہو کہ مسلمانوں سے بلکہ مسلمانوں جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کھل کر بیٹھو تو کھل کر بیٹھو یا کہ خدا اس حسن خلق کے عوض تم کو بہشت کی کھلی جگہ میں بٹھائے گا۔ ۱۳۔ ۱۴۔ شش عید کے رفروں کا۔

جس کو شیخی اور بے جا تعظیم طلبی کی عادت ترک کر لیں۔ بڑا مشکل کام ہے کہ طبیعت میں ذہانت کو بیدار کر کے بھی نہ آنے پانے یعنی خود داری رہے اور غرور بھی نہ ہو۔ جو مسلمانوں کے پچھلے کارنامے سن کر ہمیشہ یہ قدسہ واقع ہو کر رہا ہو کہ کہیں مسلمان شیخی میں نہ آجائیں۔ میں نے بھی سلطنت اسلام کا تذکرہ کیا مگر اُس کے زوال کا دورہ بھی اس سیرائے میں کہ سلطنت کے جاتے رہنے کی میں اتنی بھی تو پروا نہیں کرتا جتنی کہ ایک مٹی کے کھڑے کے ٹوٹ جانے کی ہوتی ہو جو حوائی دودھ دہی کے ساتھ مٹنے کے دیا کرتے ہیں۔ سلطنت کے ساتھ اقتدار ہو تو ویسے ہی اُس کے ساتھ جھڑے بھی ہیں۔ دنیا اور دین کی عافیت تو اسی میں ہے کہ نہ سلطنت کے جاتے رہنے کا افسوس ہو اور نہ اُس کے حاصل ہونے کی آرزو۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ سلطنت خوشی کا صرف ذریعہ نہ تھی تو بڑا ذریعہ ضرورت تھی۔ اب علم و ہنر کا دور دورہ ہے۔ اسی کی سلطنت ہو اسی کی حکومت اسی کی دولت اسی کی خوش حالی اسی کی عزت و غرض اسی کی دنیا اور میں بچا رہے کہتا ہوں اسی کا دین۔ اب سلطنت بھی بے علم و ہنر کے نہیں چل سکتی۔ اور نہ صرف سلطنت بلکہ سچ پوچھو تو بے علم و ہنر زندگی مہرام ہو اور جیسی زندگی ہم لوگ بسر کر رہے ہیں۔ کہ سمائی اور پچپک اور دیاسلائی یعنی ضرورت کی کل چیزوں کے لینے اور سپے کے دست نگر ہیں میں تو اس کو زندگی نہیں سمجھتا۔ جن کو جینے کا سلیقہ نہیں ایسے نااہلوں کو اول تو سلطنت ملنے ہی کیوں لگی ع

دولت نہ ہندو کے راگزاران

اور بغرض حال مل بھی جائے تو جانو کہ ملک کے حصے کی قیامت آگئی۔ تو جو مسلمانوں کی سلطنت کے جاتے رہنے کا ذرا بھی افسوس نہیں وہ ایک جانے والی چیز تھی اور گئی تو خوب ہوا اچھا ہوا ہوتا ہوا ہاں افسوس ہو تو اس کا ہے کہ مسلمانوں میں علم و ہنر نہیں لینے وہ علم و ہنر جس نے یورپ کو حقیقت دولت سے اٹھا کر معراج الکمال عزت پر بٹھنچا دیا ہے۔ اور نہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایسا مسلم و ہنر نہیں سر پیٹ لینے کی بات ہے کہ اُس علم و ہنر کے حاصل کرنے کا بسا چاہئے شوق بھی نہیں اور شوق ہو تو کہاں سے ہو۔ ابھی انھوں نے اس کی ضرورت ہی کو نہیں سمجھا۔

اور اس سے کہ مسلمانوں میں تعلیم کی کچھ تحریک ہو رہی ہو میں نہیں مانتا کہ ان کو شوق ہو جیسا شوق ہونا چاہیے اور انھوں نے علم کی ضرورت کو سمجھا ہو جیسا سمجھنا چاہیے۔ ہمارے خاندان کا دستور ہے کہ جب تک بچوں کو صرف کھ دینا کافی ہوتا ہو ان کو کھ مکہ کر نماز پڑھوائی جاتی ہے۔ پھر جب وہ عمر کی اُس حد کو پہنچتے ہیں کہ صرف کتابیں نہیں کرتا تو ان کو لالچ دیا جاتا ہے یعنی پیسہ یا کھانا مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ پیسوں کی طرح سے نماز پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ بڑے ہو کر خدا کے فضل سے بڑے سکے نماز ہی ہو جاتے ہیں۔ اور بعض صاحب ترتیب بھی ہوئے ہیں۔ واللہ علی ذلک۔ اور ہاں پیسوں کا لالچ دینے کے علاوہ ہم ان کو اپنا نمونہ بھی دکھاتے ہیں ورنہ ہم بے نماز ہوں تو کتنا اور لالچ دکھانا کچھ بھی کام نہ آئے۔ تو اگر مسلمانوں کو لینے بعض مسلمانوں کو تعلیم کا شوق ہو بھی تو وہ اسی قسم کا شوق ہو جیسا لالچی بچوں کو نماز کا جس طرح وہ نماز پیسوں کے لالچ سے پڑھتے ہیں اسی طرح یہ لوگ نوکری کے لالچ سے تعلیم بارہے ہیں نہ ان کی نماز ہر دن کی تعلیم شوق ہمیشہ نتیجہ ہوتا ہو قدر کرنے کا جو بچے لالچ سے نماز پڑھتے ہیں۔ اگر کہا جاسکتا ہو کہ انھوں نے نماز کی قدر جانی۔ اگر کہا جاسکتا ہو کہ ان کو نماز کا شوق ہو تو جو لوگ نوکری کے لالچ سے تعلیم پاتے ہیں ان کو بھی کہا جائے گا کہ انھوں نے تعلیم کی قدر کی کہما جائے گا لہذا ان کو تعلیم کا شوق ہو۔ نوکری اول تو اس کثرت سے ہو نہیں اور ہو سکتی بھی نہیں۔ اور ہو بھی تو وہ ایک نہایت مبتذل منفعت ہو جو تعلیم پر تفرع ہو سکتی ہو بشرطیکہ تعلیم کو لینے اعلیٰ درجے کی۔ اور یہ تعلیم جو ہو رہی ہو شاید نوکری کے لیے تو کافی ہو بھی مگر قومی ترقی کے لیے تو میں اس کو تعلیم کی اجڑ سے بڑھ کر نہیں سمجھتا انسان کی طبیعت ایسی تنگ چشم واقع ہوئی ہو کہ یہ ساری فضیلتیں ساری برکتوں ساری نعمتوں کو اپنے لیے اور خاص اپنے لیے سمیٹنا چاہتا ہو وہ اخصیات اَلْاَنْفُسُ الشَّحْوٰۃ توشکل سے اُس کے ذہن نشین کیا جاسکتا ہو کہ شخصی فائدوں سے قومی فائدے کہیں زیادہ سودمند اور قابل قدر ہیں مثلاً اہل یورپ کے حال پر نظر کرو کہ ایک گور ایک لوہار ایک موچی یہاں تک کہ ایک نو فرگدا بھی وقت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو بڑے شہروں کے

۱۔ اور نخل تو بھی کے نفوس کے ساتھ لگا ہوا۔

بٹے بازاروں میں شلم کے وقت لوگوں کا یہ ہجوم ہوتا ہے کہ کھوسے سے کھواچہ ہوتا ہے اور رستہ چلنا دشوار میں نے ایک نواب صاحب کو دیکھا کہ دو گھوڑوں کی گھج پر سوار ہیں۔ دو سوار آگے دو پیچھے سائیں اور سوار تیزا بھیڑ کو ہٹانا چاہتے ہیں لوگ مٹوڑ ہو کا غل سن کر پیچھے کو مڑ کر دیکھتے تو یہ ہیں مگر جگہ سے نہیں ہٹتے۔ اتنے میں تو ایک گورا آتا ہوا دکھائی دیا۔ اکیلا۔ مونچھ میں ٹپپ اور ہاتھ میں تین چار فٹ کا بیہ۔ وہ نہ ہٹوکتا ہے اور نہ بڑھوکتا ہے۔ اور مزہ یہ ہے کہ سیٹی بھی نہیں بجاتا۔ مگر لوگ ہیں کہ کہ آپ سے آپ کا فی کی طرح پھٹتے چلے جاتے ہیں۔ یہ کیا۔ قومی حکومت قومی رعب پھران کی قوم کا چار بھی ہے تو بھی کہلائے گا صاحب ہی۔ یہ کیا۔ قومی عزت قومی ادب۔ پھر ہمارے فقیر سپروں کھڑے چلایا کریں۔ دعائیں دیں۔ مناجاتیں سنائیں جسمانی روگ دکھائیں کسی نے بہت دیا تو ایک پیسہ وہ بھی جمعہ رات کے دن۔ لیکن اگر انگریز تو بڑھ چکا ہے تو دور سے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوں اور بے دروغ کم سے کم ایک ابھیں متوش ان کی نذر کریں۔ یہ کیا۔ قومی اقبال قومی تمول۔ تو معلوم ہوا کہ جب ایک قوم کی اکثر افراد کو ایک نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اُس قوم کی ساری افراد پر کیا بیش اُس نعمت کا اثر پڑتا ہے۔ اگرچہ محکوم ساری عمر انگریزوں کی سوسائٹی میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر طالب العلیٰ کے زمانے میں نوکری کی حالت میں انگریزوں سے سابقہ پڑتا رہا ہے اور اب کہ محکومتی انگریزی آتی ہے کہ ہر قسم کی کتابیں اور اخبار بچھ لیتا ہوں تو جتنی دیر انگریزی کتاب یا اخبار دیکھتا ہوں تو میں ہی سمجھتا ہوں کہ اتنی دیر انگریزی سوسائٹی میں رہا ہوں یا انچریوں سے ملاقات ہو دوستی ہو گوگھان بان نہیں۔ ان کی سوسائٹی بھی سن وجہ انگریزی سوسائٹی ہی بلکہ انگریزوں سے تو انگلٹ دواب مجلس کا کوئی فریضہ متروک ہو بھی جائے نیچریوں سے کسی تعجب کا متروک ہونا بھی ممکن نہیں۔ شریعت کی پابندی جیسی نو مسلم سے ہو سکتی ہے اور قومی مسلمان سے نہیں ہو سکتی۔ غرض انگریزوں کے حال سے محکوم پوری آگاہی نہیں تو شخص ناواقفیت بھی نہیں۔ میں نے بعض انگریزوں نہایت لایق دیکھے اور اکثر ہماری طرح کے معمولی آدمی۔ تو محکوم حیرت ہو کر کہتی تھی کہ یہی لوگ ہیں اور ایسے ہی لوگ ہیں تو یورپ میں طوفان ترقی کہاں سے آگیا ہو گا۔ جیسا کہ ان لوگوں کی صنعت و ایجاد سے

ظاہر ہوتا ہے۔ آخر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ آدمی تو مولانا جہاڑی ہی طرح کے ہیں کچھ ایسا بڑا تفاوت نہیں مگر ان میں تعلیم یافتہ اکثر ہیں اور قوم تعلیم کا سوساٹی پر ایسا اثر پڑا ہے کہ جو ناگ جاہل ہی وہ صرف اس وجہ سے جاہل سمجھا جاسکتا ہے کہ اس نے سبقاً سبقاً سکول یا کالج میں تعلیم نہیں پائی۔ مگر وہاں کی سٹوڈنٹ بجائے خود معلم کا حکم رکھتی ہے اور چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے باتوں باتوں میں لوگ ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں۔ تم لوگ جو تعلیم کے لیے کوشش کر رہے ہو شخصی تعلیم کے لیے کر رہے ہو وہ بھی سسک سسک کر قومی تعلیم کے زعم فائدے سمجھتے ہو نہ تم اس کی قدر کرتے ہو۔ اور جب سرے سے قدر ہی نہیں کتے تو اس کے لیے کوشش کیوں ہو۔ ہم میں جو بڑا روشن خیال ہے وہ یہ تو کہنے لگا کہ اپنے بیٹوں بھتیجیوں رشتہ داروں کو تعلیم دلانا چاہتا ہے بغرض اس کی کوشش اس کے گھر کے اندر محدود ہے مگر قوم اس کے گھر کے باہر تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہے اس کا ذہن ہی اس طرف متقل نہیں ہوتا کہ اس کے عزیزوں کے تعلیم یا جانے سے قوم تعلیم یافتہ نہیں ہو جائے گی اور جب تک تو تعلیم یافتہ نہ ہو شخصی تعلیم کی کبتیں بھی محدود رہیں گی۔ جیسے وہ تعلیم خود محدود ہے۔ اس وقت کی تعلیم میں بڑا نقص ہے کہ اس کی غرض و غایت نوکری ہے اور ابھی سے لوگوں نے بڑا نا شروع کر دیا ہے کہ تعلیم یافتہ بھی بے معاش پڑے پھرتے ہیں۔ شکر ہے کہ بے معاش نہیں پڑے پھرتے۔ اور یہ شکایت بالکل صحیح ہے تعلیم کی گدگد سی پیدا ہوتے دیر نہیں ہوئی تھی۔ کہ ری ایکشن (اٹل لوٹنا) شروع ہو گیا یعنی تعلیم کی طرف سے لوگوں کو اٹھی بے دلی ہوتی جاتی ہے اور اس کا علاج کرنا نہایت ضرور ہے۔ سو جس طرح سے جملے ہوئے کو آگ سے سیکنے ہیں وہ بے دلی جو تعلیم کی طرف سے پیدا ہو چلی ہے اسی کا علاج ہے تعلیم۔ میں اس کی دو نہ بھی سندیں رکھتا ہوں ایک شخص کو دستوں کی شکایت تھی وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو الو چھنے آیا۔ ان لوگوں کو آں حضرت کے ساتھ عقیدت ہی اس قسم کی تھی کہ دنیا اور دین دونوں میں پیچہ کو اپنا راہ نہا سمجھتے تھے اور واقع میں وہ تھے بھی۔ اب ایسے مسلمان رہ گئے ہیں کہ پیچہ کی دینی تعلیم میں بھی چون و چرا کرتے ہیں۔ نص صریح دیکھتے ہیں اور ان کو تسلی نہیں ہوتی خیر تو وہ شخص دستوں کی دو الو چھنے آیا۔ آپ نے شہد کے پیچہ کو فرمایا اس واسطے

کہ خدا نے شہد کے حق میں فیہ شفاء لئلا س فرمایا تھا۔ شہد کا پینا تھا کہ دست اور بھی چھوٹ پڑے پھر ڈر اہو آیا۔ آپ نے فرمایا وہی شہد بچے جاؤ جو جوں جوں شہد پیتا تھا دست زیادہ ہوتے جاتے تھے اور وہ بار بار شکایت کرتا تھا اور ادھر سے شہد ہی کی ہدایت ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ نے فرمایا تیرا بیٹ چھوٹا ہی۔ جا شہد ہی بچے جا۔ آخر کار جب کامل ترقی ہو چکا دست آپ سے آپ بند ہو گئے کسر کے رہتے شہد مسلسل تھا مادہ فاسد کے اخراج کے بعد وہی شہد قابض بن گیا۔

اسی طرح ایک شخص نے عسرت کی شکایت کی اور وہ تھا مجرد۔ آپ نے فرمایا نکاح کر لو و انکروا لایا مئی مینکروا الصالحین من عباد کفر و ائماء کفر ان یکونوا فاسقاً یعنہم اللہ من فضلیہ نکاح کیا تو جو روکے نان نفیسے کا بلو چھڑھوا۔ اور تنگی ہوئی۔ پھر شکایت کی۔ فرمایا ایک نکاح اور غرض آخر کار تو در نکاح سے خدا نے اُس کو برکت دی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حد درجے کا کامل رہا ہوگا۔ خانہ داری کی جنتری میں سے نکلا سید مل ہو گیا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر تعلیم تنگی معاش کا سبب ہو تو اور پڑھو۔ یعنی ہزار نے پڑھ کر فائدہ نہیں اٹھایا تو ہزار اور پڑھیں اور اسی طرح ہزار ہزار پڑھتے جائیں یہاں تک کہ سب پڑھ جائیں۔ بانی کو جمع ہونے دو وہ اپنا رستہ آپ کرے گا جب لوگ کثرت سے تعلیم یافتہ ہوں گے اور لوگ رمی ملے گی نہیں تو وہ آپ معاش کے دوسرے دوسرے ذرائع ڈھونڈ نکالیں گے اور بھی قوم کو اسودگی اور ترقی ہوگی۔ کیوں دلائل عقلی کے منظر ہو۔ سیدھی سی بات یہی کیوں نہیں دیکھتے کہ ہم میں اور یورپینز میں کوئی وجہ فارق نہیں جیسے آدمی وہ ویسے آدمی ہم۔ اگر وہ سرد ملک کے رہنے والے گورے ہیں اور ہم گرم ملک کے رہنے والے اور کالے۔ تو مقام اور رنگ کے اختلاف کو ترقی میں کچھ بھی دخل نہیں۔ پھر وہ کیا چیز ہے جو ان میں ہر اور ہم میں نہیں۔ اور جو ان کی ترقی اور ہماری پستی کی سبب واقع ہوئی ہے یہاں تو وہ چیز تعلیم کہ وہ ایک کیلید تعلیم یافتہ اور ہم ان ایک کیلید ہماہل ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قوم ایک رستے پر پڑ پڑ لینے سے کامیابی کی منزل مقصود پہنچنے کی ہر تو ہم کو بھی آنکھ بند کر کے ملے اور اپنی راہوں اور اپنے رشدوں اور اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں میں سے جو نیک بخت ہوں ان کے محل کردو اگر محتاج ہوں گے تو انہ ان کو اپنے فضل سے فنی کر دے گا۔

اُسی سنیے پر چڑھ کر لینا چاہیے۔ یعنی اس وقت اور اس زمانے میں اسلام کی حمایت کا یہی ایک تئیں سپر ایہ ہو کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم کو تعلیم دینے کی کوشش کی جائے جو کچھ کوشش ہو بھی رہی ہو مگر کو انٹنی (مقدار) اور کو انٹنی (درجہ) کے لحاظ سے ناکافی کچھ خبر بھی ہو وہ وقت سر پر چلا آ رہا ہو کہ جس علم کے حاصل کرنے کے لئے تم سے کہا جاتا ہو۔ اور تم نہیں سننے ایک دن وہی علم جہل کی طرح بے قدر ہوگا۔

اس واسطے کہ دریافت اور ایجاد کے اعتبار سے اہل یورپ کا کچھ بہرہ سائل گیا ہی یورپ کے مقابلے میں تو خدا کی طرف سے اُس کو فیصل شدہ سمجھو کہ تم اُس کے غبار کو بھی نہیں پاسکتے اور کیوں کہ پاسکو گے کہ تم ابھی جگہ سے کھسکے تک نہیں اور وہ لوگ تم سے سو برس یعنی کم سے کم دو نسل کے پہلے کے چلے ہوئے ہیں پہلے پیدل تھے پھر سوار ہوئے اور سوار ہوئے تو پہلے گام بھر ڈلکی پھر سرپٹ اور اب تو اکسپرس (سب سے زیادہ تیز ریل ٹرین) سے چلے جا رہے ہیں کہیں وہی تو نہ ہو جائے جیسا عوام شہرہ ہوا تھا کہ تار میں اندر اندر جادو کی پتلیاں دوڑتی ہیں۔ اور جب ہم تار کی شنیری دکل (جی) واقع نہیں تو ہم سے عوام بہتر کہ انھوں نے آخر ایک ڈھکڑا لگا کر تولیا تھا۔ پس اگر کسی نے تعلیم کی غرض و غایت یہ سمجھی ہو کہ ہم اہل یورپ کی برابر ہو جائیں تو اس کی نسبت میں یہی کہہ سکتا ہوں ح

ایں خیال ست و محال ست و جنوں

ہاں اہل یورپ تعلیم کے جس درجے پر اب ہیں اس کے ادنیٰ تہائی چوتھائی پچھلے ہیہم پہنچ جائیں تو ہمارے بد نصیب ملک ہماری بد نصیب قوم کے بھاگ کھل جائیں وہی عبسائے خدا نے اہل کتاب کے لئے فرمایا تھا وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْاِنْجِيلَ وَمَا اُنْزِلَ الْيَوْمَ مِنْ حَيْثُ لَا اَكْلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْحَامِهِمْ كَيْسَ اَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْاِنْجِيلَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ رَحْمَةٍ مِّنْ مَّوْنٍ تَوَنَّهُ كَيْسَ سَانَسَ بڑھو کہوں کہ اکلوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْحَامِهِمْ درجے کا ہو کہ خدا نکرے کہیں تخم نہ ہو جائے۔ غرض اسلام کی حمایت کا ایک پیرایہ تو انگریزی تعلیم کا رواج دینا ہی۔ سو اس کمین

۱۵ اور اگر اہل کتاب یہود و نصاریٰ تورات اور انجیل اور ان صحیفوں کے محمول پر قائم ہے جو خدا کی طرف سے ان پر
ماضی ہوئے تھے تو ان کے پیئے اور سے منقہ برستا اور پاؤں کے تلے سے اُبلتا ۱۲۔

درستے) میں جو کچھ تم لوگوں نے کیا ہے وہ اسی قدر ہی کرنے سے کچھ بہتر ہو مگر چاہو کہ اس حصول مدعا ہو۔ سو جونا نہیں۔ اب اسلام کی مملکت کا ایک دوسرا پیرایہ اور ہیرو اور وہ تعلیم کے رواج دینے سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ اور اگر یہ خود نئی بات نہیں تو جس پیرائے میں اس کو میں ادا کرنا چاہتا ہوں وہ اتنا اور ضرور نیا ہی کہ میں نے نہ دیکھا نہ سنا۔ میں پوچھتا ہوں دنیا میں اسلام کے جاری کھننے سے خدا کا کیا مطلب تھا۔ بے شک پیغمبر صاحب آخر الزمان کی بعثت کے وقت ادیان کی بہت ہی تباہ حالت تھی۔ مگر تو رہے دوسرے درجے میں اہل کتاب تک کے معتقدات خراب ہو گئے تھے اور معتقدات بھی جنت اور دوزخ اور آسمان اور فرشتوں اور شیطان کے بارے میں نہیں بلکہ خود بڑی سرکار یعنی خدا کے بارے میں **وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِّيْزُنَا اللَّهُ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ مَسِيْحُ ابْنُ اللَّهِ** اس سے زیادہ اہل کتاب کے معتقدات کا فساد معلوم کرنا ہو تو قرآن کی طرف رجوع کرو غرض تمام ادیان کیا اہل کتاب اور کیا غیر اہل کتاب سب جاوہ استقامت کا منہ خراب تھے۔ اور خدا جو اپنے بندوں پر ہمیشہ سے مہربان ہی اور ہمیشہ مہربان رہے گا۔ **كُنْتُ عَلَٰنَفْسِيْهِ الْوَكِيْلُ** ان کی یہ تباہ حالت دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اور زمانے کا رنگ پکار رہا تھا کہ کسی پیغمبر کا آنا ضرور ہے اور وہ پیغمبر **مُحَمَّدٌ** صلعم تھے جنہوں نے ملک عرب میں ظہور کیا اس لیے کہ عرب خرابی اور تباہی اور فسادات کا سنٹر (مركز) تھا۔ غرض اسلام کے جاری کرنے کا ایک مطلب یہ تھا۔ لیکن ایک مطلب اہم اور بھی مضمر تھا جس کی طرف میں آپ صاحبوں کی توجہ کو سرسرفہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں ابھی اُس کو بیان کروں گا۔ لیکن لوگوں کے شوق کو ذرا مشتعل ہو لینے دو (کچھ ارٹنے اس وقتے میں گھورتے کرتے کو چائے پی)۔

وہ مطلب یہ تھا کہ ساری دنیا میں ذرا ان لفظوں کو دھیاں میں رکھنا ساری دنیا میں ایک **مِنْ بَرٍّ ذَرِّهٖ** (اخوت عامہ) قائم ہو تو تمام بنی آدم اس بزرگوار کے ممبر بنائے جائیں اور جلالہ امتلاقات

۱۱ھ اور ۱۲ھ لگے کہنے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ لگے کہنے مسیح اللہ کے بیٹے ہیں ۱۲ھ اور ۱۱ھ نے بدوں پر غہر بانی کرنے کو اپنے اور لازم کر لیا ہو ۱۲ھ۔

دور ہر کساری دنیا میں امن آجائے عام لوگوں کا خیال یہ ہو کہ پیغمبر کو اپنی صداقت ثابت کرنے کے لئے مجبوروں کا دکھانا ضروری لیکن یہ ایک ادنیٰ درجے کا خیال ہے چشم بصیرت میں خدا نور ہے تو خود پیغمبر اپنی صداقت کی دلیل ہی ع
آفتاب آمد دلیل آفتاب

در دل ہر قوم کش از حق مزہ ست | رد و آواز پیغمبر معجز است

وہ حکایت تو سنی ہو گی جس دن پیغمبر صاحب ہجرت کر کے مدینے تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ سارے مدینے میں غل تھا اور لوگ جوق جوق حضرت کے دیکھنے کو پہلے آتے تھے۔ میں اپنے نخلستان میں تھا۔ میں نے جو پیغمبر صاحب کا آنا سنا تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں بھی پیغمبر صاحب کو دیکھنے گیا۔ بس دیکھنا تھا کہ میرے دل نے گواہی دی وَاللّٰہُ مَا هٰذَا اِیُّوْجِبُ کَذٰبَ - اور فی الحقیقت خدا نے آدمی کے دل اور اس کے بشرے میں ایک تعلق رکھا ہے کہ بشرے سے دل کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور اسی پر مبنی ہے علم قیادہ اور اسی سے فرمایا اِنَّہٗ اَنْتَقُوْا مِنْ فِرَآئِسَہِ الْاُمُوْمِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِیُّوْرِہِ الْاَللّٰہِ تو جس طرح عبداللہ بن سلام نے پیغمبر صاحب کو دیکھتے ہی جان لیا تھا کہ اس شکل و صورت کا آدمی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ میں نے بھی ہجرات سے قطع نظر کر کے دوسری دوسری وجہ سے پیغمبر صاحب کی صداقت کی طرف سے اپنے تئیں مطمئن کر لیا ہے۔ ازاں جملہ یہ کہ تمام دنیا میں کاسن بَرْدُرُہْد قائم کرنے کا عمدہ اور وسیع خیال پیغمبر کے سواے ماوشا کسی کے دل میں آہی نہیں سکتا ع

فکر ہر کس بقدر ہیبت اوست

اُن کا سینہ خدا نے کھول دیا تھا اَللّٰہُ لَشَرِّ لَکَ صَدْرٌ لَکَ تو ویسے ہی عالی اُن کے خیالات تھے اب رہی یہ بات کہ پیغمبر صاحب نے اسلام کے جاری کرنے سے ساری دنیا میں ایک کاسن بَرْدُرُہْد پیدا کیا جس سے کاسن بَرْدُرُہْد قائم رہا اور دنیا میں ہر کس کا سامنے نہیں ہوا اسلئے ایمان و مذکر کی شکل سے ڈرتے ہو کیوں کہ وہ نور علی روشنی سے دیکھا ہوا اسلئے ای پیغمبر کیا ہم نے تمہارے خیالات وسیع نہیں کیے۔

قائم کرنی چاہی تھی اس کا ثبوت۔ ہاں تو اس کا ثبوت ہی عموماً رسالت و مآد سئلہ کے الا حکمہ کے لئے ہے اور تَحْلُیٰ نَیَّاتُهَا النَّاسُ اِنِّیْ دَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَہُ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالدُّنْیَا اِلَّا اللّٰہُ اَلَا ہُوَ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ ساری دنیا کا ایک خدا ایک پیغمبر اور ساری دنیا کا ایک دین ہو اور اُس دین کا اصل الاصول ہو اَمَّا اللّٰہُ فَمُنُوْنٌ لِّخَوْفٍ تو یہی ساری دنیا کی کامن بردہ ہے۔ اب میں دکھانا چاہتا ہوں کہ پیغمبر صاحب نے اس کامن بردہ کے قایم کرنے کے لئے کیسی کیسی تدبیریں اختیار کی تھیں سب سے بڑی تدبیر تو یہ تھی کہ انھوں نے اسلام کی بنیاد ایسے آسان اور سلیس اور عام فہم عقیدہ پر رکھی جس سے کسی فرد بشر کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ اور وہ عقیدہ ساری دنیا کا مجمع علیہ ہے۔ وہ کیا عقیدہ ہوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہی اور نہ یہ کسی ثبوت کا محتاج ہی ممکن نہیں کہ کوئی شخص جابہ بشریت پہنے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا متعہ نہ ہو۔ انسان کی خلقت ہی اسی طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اُس کا دل خود بخود لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دیتا ہے اور بسکہ اسلام غیر مذہب بلکہ مذہب مخالف سمجھا گیا ہے۔ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تحمیر اسلام کا مالوہ دشوار، بلکہ اسلام کا مرادف اس وجہ سے لوگ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے بھٹاتے ہیں۔ ورنہ جتنے خدا کے ماننے والے ہیں سب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے قائل ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی یہی ہیں کہ خدا ہے اور خدا ہی تو وہ اپنی ذات اور صفات میں یگانہ بھی ہے۔ ورنہ خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ دو بادشاہ در اقلیہ گنجد۔ اسی قاعدے کو ذرا اور پھیلاؤ۔ ذرا اس میں اور ترمیم کر دو تو کیا ہو جائے گا۔ دو خدا اور عالم گنجد تو کَانَ فِیْہِمَا اِلٰہٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا بَاتِ دَہِیْ ہُوَ دُوبَادشاہ در اقلیہ گنجد کا سکیل چھوٹا ہے اور لَوْ کَانَ فِیْہِمَا اِلٰہٌ لَفَسَدَتَا کَا سکیل بڑا غرض خدا ہے تو وہ اکیلا ایک بھی ہے وَحْدُہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ۔ وہی ہمارا پیدا کرے والا بنائے والا اور ذری دینے والا ہے۔ یہ سب لوازمِ خدا ہی ہیں۔ اور پیدا کرنے والا چلانے والا اور ذری دینے والا ہے۔

۱۷۔ ای پیغمبر تم نے تو تم کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے ۱۲۔ ای پیغمبر لوگوں سے کہ دو کیس تم سب کی طرف خدا کے یہاں سے بھیجا گیا ہوں وہ خدا ہے آسمان زمین کا مالک ہے اس کے سوا کسی کوئی معبود نہیں وہی جلاتا اور مارتا ہے ۱۲۔ مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں ۱۷۔ آسمان زمین میں کسی خدا ہوتے تو دونوں کبھی کے بہادر ہو گئے ہوتے

تو وہ ہماری سب سے بڑی تنظیم سب سے زیادہ احسان مندی اور شکر گزاری کا مستحق ہے۔ اور
 یہی عبادت ہے یہی پکشتہ ہے اور یہی پو جاہو۔ بس یہ اسلام ہے اور یہ لا الہ الا اللہ ہے جس کا اتنا
 سارا نفل پڑا ہوا ہے۔ اس وقت آڈینس میں بھی قسم کے لوگ موجود ہیں کوئی ایک تو اپنی نسبت کھڑا ہو کر
 کہے کہ میں خدا کو نہیں مانتا یا مانتا ہوں تو اس کو مستحق تعلیم نہیں جانتا اور اس آڈینس پر کیا موقوف ہے۔
 اس سرے سے اُس سرے تک سادی دنیا چھان مارو ایک تنفس کو منکر خدا نہ پاؤ گے۔ مگر یہ
 کہ اُس کے دماغ میں قور ہو۔ کون کہہ سکتا ہو کہ وہ اپنے ارادے سے پیدا ہوا اپنے ارادے سے
 زندہ ہوا اور اپنے ارادے سے مرے گا۔ وہی بانی برساتا وہی مخلوق کر دہری دیتا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ
 فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اونی تامل میں انسان کو اپنی در ماندگی اور بے اختیاری کا قائل
 ہونا پڑتا ہے۔ اور یہی در ماندگی اور بے اختیاری خدا کو نواہی ہے حقیقت میں میری سمجھ میں نہیں آتا۔
 کہ جو شخص خدا کا قائل ہو وہ کیوں اسلام کا قائل نہ ہو۔ کیوں اپنے تئیں مسلمان نہ سمجھے اور کیوں اپنے تئیں
 مسلمان نہ کہے اور کیوں مسلمان اس کو مسلمان نہ سمجھیں۔ بے شک اسلام میں خدا کے ماننے کے
 علاوہ اور بھی باتیں ہیں مسلمانوں کی عبادت کے خاص طریقے ہیں۔ مسلمانوں میں بعض چیزیں حلال
 ہیں اور بعض چیزیں حرام۔ غرض مسلمانوں کی شریعت ایک علی حدہ شریعت ہے۔ لیکن اصل اسلام
 وہی لا الہ الا اللہ یعنی خدا کا ماننا ہے اور بس۔ اگر کسی مسلمان بھائی کو اس میں عذر ہو تو مہربانی کر کے ذرا
 تکلیف کریں اور کھڑے ہو کر مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ کے معنی سمجھائیں جو لوگ
 اصل نسل کے مسلمان ہیں ان میں بھی بعض خدا کے بندے بلکہ اکثر خدا کے بندے نماز نہیں پڑھتے
 روزے نہیں رکھتے اور بہت سے کام خلاف شرع کرتے ہیں۔ با ایں ہمہ وہ مسلمان سمجھے جاتے
 اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی سی مدارات کی جاتی ہے۔ لیکن ہم نے دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کرنے
 میں ہمیشہ مضائقہ کیا ہے گویا ہم ایک طرح کے ہندو ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ کوئی فرد بشر منکر خدا ہو نہیں
 سکتا مگر یہ کہ اُس کے دماغ میں قور ہو سلا پروائی اور غفلت اور غلط فہمی کو کہیں انکار نہ سمجھ لیجے گا۔

لے کیا لوگوں نے آسمان وزمین کے انتظام پر نظر نہیں کی ۲۷ جلا لا الہ الا اللہ کا قائل ہونے پر ۱۲۔

بجائے کہ وہ تو ساری شئی جگر کی حتیٰ اِذَا اَدْرَكَ الْغُرُقَ قَالَ اَمَنْتُ اَلَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ
اَمَنْتُ بِهِ بَنُو اِسْرَآئِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور فرعون کی کیا تخصیص ہے

بچ کس از ما کم از سر خون نیست لیکن اور اعمان مارا عمن نیست

ح تصنیف راصنف نیکو کن بیان

خدا جو انسان کی فطرت بیان کرے وہی صحیح الَاِکْمَلُ مَنْ خَلَقَ وہ فرماتا ہے قَاتِلُوا جَهَنَّمَ وَالَّذِیْنَ
حَقِیْقًا فِطَرَہُ اللّٰہُ اَللّٰہُ اَلَّذِیْ فِطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا لَا تَبْدِیْلَ لِمَخْلُوْقِ اللّٰہِ ذَٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیْمُ وَلٰکِنْ اَکْثَرُ
النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اور حدیث میں آیا ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ عَلٰی فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ اَبْوَاہُ یُحَرِّمُہُ
اَوْ یُنَاصِرُہُ اَوْ یُجَہِّسُہُ تو قرآن اور حدیث سے کیا معلوم ہوا کہ تمام آدمی فطرت اسلام پر پیدا ہوتے
ہیں اور فطرت اسلام وہی خدا کا ماننا ہے اور بس۔ اور فطرت بدلی نہیں جاتی۔ اور جو خدا کو مانے وہ جنتی
ہو۔ ذرا ان مقدمات کو ذہن میں جمع کر دو نتیجہ کیا نکلے گا کہ سب آدمی جنتی ہیں۔ مگر تو ویسی ہی بات ہوئی
کہ ایک مرتبہ بڑا غل جاکہ پہاڑ بچہ دینے والا ہے۔ سن کر تمام خلقت ٹوٹ پڑی کہ ماں کا یہ جھیل لاؤ ہو تو
دھچیں بچہ کتنا بڑا ہو تا ہے آخر انتظار بسیار کے بعد چہ ہوا نکلی۔ لوگ کہسیانے ہو اپنے اپنے گھروں کو واپس
خزچے دنیا میں پہلی پہلی چاکی ہو اور ڈو لا تو بیت کیا نکلی کہ دین اسلام دین قیمر ہے اور انسان اُس پر چوبل مظلوم ہے لیکن جس نے
کوئی آیت نہیں بنائی اور میں بجا رہا کہ سوا د کیا آیت بنانا تا جب بڑے بڑے نصحا سے عرب دم نہانے
تو میں نے کوئی آیت نہیں بنائی کوئی حدیث وضع نہیں کر لی۔ مَجْکُوْمٌ مِّنْ کَذٰبٍ عَلٰی مَتَعَدٍّ اَقْلَبَ بَنُو اٰدَی

لے یہاں تک کہ جب اُس کو ڈوبنے لگے اور دیا تو لگا کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اب میں بھی اُس پر
ایمان لاتا ہوں کہ اُس کے سوا کسی دوسرا خدا نہیں اور اب میں اُسی کا حکم مانوں گا۔ لے کیا ہو سکتا ہے کہ جو خدا مخلوق کو
پیدا کرے وہی مخلوق کے حال سے واقف نہ ہو۔ لے تو اب پھر ایک خدے کے ہوا میں دین اتنی کی طرف کو اپنا رخ کر لو یہ خدگی بنائی
ہوئی ساخت ہے جس کے مطابق لوگوں کو بنایا ہے لے کی ساخت کو کوئی نہیں بدل سکتا ہے یہی جگہ دین ہے کہ لوگوں کو اس بات سے
بے خبر ہیں لے کہ جتنے لوگ پیدا ہوتے ہیں سب اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتے ہیں پھر ان کے ماں باپ چاہیں ان کو یہودی
بنائیں یا نصرانی بنائیں یا عیسائی بنائیں لے جو شخص بچہ پر محوٹ پڑے وہ پہلے دفعہ میں اپنا ٹھکانہ کرے

مَعْقِدًا مِّنَ الشَّارِکِ وَحَمِيدًا وَہُوَ یُتَجَبَّرُ جَوْنًا لِّہِمْ کَاسِی جَاسِہُ اُس کو منطق کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے
 اس میں بھی شک کرنے کی جگہ نہیں کہ ہم اپنی جگہ غور کرتے ہیں تو پتہ چلتے ہیں کہ خدا کی گواہی انسان کی نظر
 میں داخل ہوتی اَلْاَحْضٰی اٰیَاتِ الْغُیُوْثِ یٰۤاٰی وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ رَجِبْ خُذْ اَوْ تَنْظُرْ تَحَا کہ اسلام میں جو عقل
 پرستی ہو یعنی ساری دنیا کا ایک دین ہو اور اس کا نام ہو اسلام تو ضرور تھا کہ اس کے ایسے اصول
 بھی ایسے عام اختیار کیے جائیں کہ کوئی فرد بشر ان کے احاطے سے باہر نہ رہنے پائے اور ایسے اصول
 بے انضمام فطرت بن نہیں سکتے۔ اور ہم قرآن پر نظر کرتے ہیں تو اُس میں طبعی اسلام کے نعری ہونے کی
 اس کثرت سے ہیں کہ گویا سارے قرآن کا یہی ایک مطلب ہو یا ایک مطلب نہیں تو ترجیح بند ہونے
 میں تو شک بھی نہیں۔ اور کیوں نہ ہو نزول قرآن کی غرض و غایت ہی یہ تھی خدا نے استدلال کا طرز
 ہی یہ اختیار کیا ہے کہ وہ انسان کی فطرت سے گواہی دلو اگر اپنی ذات و صفات کا اقرار کرتا ہو میں
 نمونے کے طور پر قرآن کا ایک مقام صرف ایک مقام پڑھتا ہوں اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ
 اَنْزَلَ لَکُم مِّنَ السَّمَاءِ مَآءً فَاصْبَتْ اَنْہَارٌ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْہَارٍ مَّآءً لَّیۡلًا وَّ نَہَارًا اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَآلَہَا اَنْہَارًا
 وَجَعَلَ لَہَا دَرَیۡسًا وَجَعَلَ بَیۡنَ الْفَرَجِیۡنَ حَاجِزًا اِلَیۡہِ مَعَ اللّٰہِ بَلْ اَکْثَرُہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اَمَّنْ یُّجِیۡبُ
 الْاَلْمَطۡرَ اِذَا غَآءَ وَیَکْشِفُ السُّوۡءَ وَیَجْعَلُ لَّکُمْ خُلَآءَ الْاَرْضِ ؕ اِلَیۡہِ مَعَ اللّٰہِ فَلَیۡلًا مَّا تَدَّکُرُوْنَ

۱۷ تعین لانے والوں کے لئے زمین میں اور خود ان میں خدا کی قدرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں ۱۸ آیت بھلا
 کس نے آسمان زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا پھر پانی سے خوشنما باغ اگاکے تم سے تو نہ
 بن چکا کہ باغوں کے درخت اگاکہ لئے کرتے کیا اس پر بھی لکھ ساتھ دوسرا خدا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ راہ حق سے پھرے ہوئے
 ہیں ۱۹ آیت بھلا کس نے زمین کو لوگوں کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور کس نے اس کے بیچ بیچ میں دریا بہائے اور کس نے
 زمین کے لئے پہاڑوں کے لنگر بنائے اور کس نے عدد دیاؤں میں زمین کو حد فاصل قرار دیا کیا اس پر بھی اللہ کے ساتھ
 دوسرا خدا نہیں بلکہ ان میں اکثر کو کچھ نہیں ۲۰ آیت بھلا کوئی بے قرار ہو کر چاہی مدد کے لئے دوسرے کو بلائے یا جو کون جو پو اُس کی
 فریاد سنے اور اُس کی شکایت رفع کرے اور ہم کو زمین میں چھلکے یا نشین کئے کیا اس پر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہی نہیں بلکہ

اَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتٍ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلِ الرِّيحَ بِشَرِّ اَبْنِ يَدَيْ صَبِيَّ اَللّٰهُ مَعَ اللّٰهِ عَالِمُ
 كَمَا اَشْرَ كَوْنٌ اَمَّنْ يَبْدُوْا الْخَلْقَ فَتَعْرِضُكُمْ لَكُمْ وَمَنْ يَدْرُكُمْ مِنَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ اَللّٰهُ مَعَ اللّٰهِ
 قُلْ مَا تَوْابِعُهَا تَكُنْ لَكُمْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ - دیکھو تو خدا کی ہستی اور تو حید کیسی ساتھ ساتھ چل ہی ہیں۔
 اگر اس قسم کی آیتیں بالاستیعاب پڑھ سنانی چاہوں تو اس سے کہیں زیادہ آسان ہو گا کہ پڑھوں
 اتروں سے رمضان شروع ہونے والا ہی۔ جا بجا حفاظ نماز تراویح میں قرآن سنائیں گے تم ان کے
 پیچھے دھیان کرتے جانا کہ کس کس ڈھب سے خدا اپنی ہستی قدرت اور اپنی وحدانیت کے ثبوت
 دیتا ہو مگر حاصل سب کا وہی ہو جیسا میں نے کہا کہ خدا انسان کی فطرت سے گواہی دلو اگر اپنی ذات
 اور صفات کا اقرار کرنا ہو لیکن عربی نہیں سمجھتے تو حافظہ کے پیچھے دھیان ہی کیا کرو گے مجھ سے ترجمہ پوچھنا
 چاہو گے اول تو میں ٹھہرنے والا نہیں اور ٹھہرنا بھی تو نہ بتاتیں نے تو اس کو اپنی چہرہ بنا رکھا ہو کہ
 مسلمان کو عربی کے معنی سمجھاؤں۔ کوئی شخص مسلمان ہو کر عربی کیوں نہیں پڑھتا۔ بے شک تم عربی
 سن کر ترجمے کے لئے یہ قرار ہوتے ہو۔ مگر بلا سے میرے اذنیان بنو تمھارے عربی نہ جانتے کی اتنی کیا
 سزا ہو۔ وہ تو میں دے کر رہوں گا۔ یہ مانو یا بھلا مانو۔ غرض اسلام کے فطری ہونے میں تو کچھ بھی
 کلام نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ اسلام فطری ہو تو ساری دنیا مسلمان کیوں نہیں ہو گئی۔ اس میں
 زیادہ تر ان ہی لوگوں کا تصور ہی جن کو اسلام سے گریز ہو۔ اور کسی قدر خود ہلانوں کا بھی واقع میں
 برسی حیرت کا مقام یہ کہ کیوں لوگوں نے اسلام سے گریز کیا اور کیوں ابھی تک گریز کر رہے ہیں۔
 اگر لوگ دو اور دو کا چار ہونا بلا غدار تسلیم کرتے ہیں تو کیوں نہیں اسلام کا دین حق ہونا تسلیم کرتے ہیں تو
 دونوں باتوں میں کچھ بھی فرق نہیں پاتا جیسا دو اور دو کا چارہ بھی ویسے ہی اسلام کا دین حق ہونا بھی
 ہے بھلا کون ہے جو جو منکر الہی کی تارکیوں میں راہ دکھائے اور کون باران رحمت کے آگے آگے بھاؤں کو بارش کی
 خوش خبری سننے کے لئے بھیجے ہو کیا اس پہنچے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے تمھارے شرک سے اللہ کی شان بہت بلند ہو
 ہے بھلا کون پہلی بار پیدا کرتا اور پھر بارے پیچھے دوبارہ پیدا کرتا ہو اور کون آسمان زمین سے تم کو رخصتی دیتا کیا اگر تم
 اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہو پیغمبران لوگوں سے کہو کہ سچ ہو تو اپنی دلیل لا پیش کرو۔

مگر ہمیں سے تو انسان کی اصل حقیقت کھلتی ہے کہ وہ کیا متعصب اور فتنہ خیز اور جھگڑا لوانہ و دلہند اور سوسائٹی اور رسم و رواج کا مغلوب ہے۔ میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ جس دن خدا نے پیغمبر صاحب کو خلعتِ نبیؐ میری سے سرفراز فرمایا انھوں نے بتقاضاے بشریت ایسا سمجھا تو تعجب نہیں کہ جس خدمت پر میں مامور ہوا ہوں اس کا سر انجام ہونا کیا بڑی بات ہے۔ یہی نہ کہ لوگوں سے خدا کے ہونے کا اقرار کر لیا جائے۔ سو ایسا کون کوڑمخ ہو گا کہ ایسی بوٹی بات بھی اُس کی سمجھ میں نہ آئے۔ مونہ سے نکالنے کی دیر ہو لوگ تو اسلام پائے گئے جیسے شہد پر کھیاں یا شمع پر پردے یا آج کل کی باتوں سے تو تو تعلیم انگیزی پر پاری اور جنگالی بات تو واقع میں ایسی ہی تھی مگر جہاں سے اسلام شروع ہوا۔ یعنی عرب وہ لوگ تھے پرے قبیلے کے کلمہ حسد اور غرور اور بے رحمی اور ظلم اور زکرا اور دغا اور جھوٹ اور بے حیائی اور فواحش اور چوری اور راہزنی اور شراب خواری اور قمار بازی اور بدکاری غرض جتنے عیب انسان میں ہو سکتے ہیں سبھی تو اُن میں کوٹ کوٹ کر بھرے تھے لکچر ارنے اپنے مسدس میں سے عرب کے حالات کے چند بند پڑھ کر ٹھائے۔ یہ مسدس لکچر کی کتب محضات یعنی فسانہ مبتلا کے آخر میں جبر و کتاب ہو اور علیٰ حدہ بھی باضافہ چند جذباتی تمام جہت کے نام سے چھپ گیا ہو۔

ایسے لوگوں کو دین سے کیا تعلق خدا سے کیا سروکار۔ باوجودیکہ ابھی نماز کو نہیں کیا اور سے رکھنے کا حکم نہیں دیا زکوٰۃ کی جتنی نہیں ڈالی اس پر بھی جبر و خدا کا نام سننے کے ساتھ ساری بھرتی چھتوں میں سے کل پڑیں اور کم بختوں نے پیغمبر صاحب کی زندگی دشوار کر دی۔ لیکن پیغمبر صاحب صرف اتنے آسے پر کہ جو میں کتا ہوں ان ہی کے فائدے کی کتا ہوں۔ اور بات ہو حقولِ یتیم آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں سمجھیں گے کہ ہر گھیں گے تمام تکالیف کو حسبہ اللہ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرتے رہے لیکن ملا توں کے بھوت باتوں سے کیا ماننے والے تھے احمقوں نے پیغمبر صاحب کے انعام و نفیم کو اپنی اور اپنے بڑوں کی تعقیق اور اپنے بتوں کی تلبیل سمجھا اور کہا جو کچھ مونہ میں آیا اور کیا جو کچھ اُن سے کرتے بن پڑا یہ نہیں کہ ان کو دین اسلام کے

حق ہوتے ہیں کچھ کلام تھا۔ اس میں کلام کی گنجائش ہی کیا تھی۔ مگر مارے حسد اور غرور کے وہ
اس عار کو اور انہیں کر سکتے تھے کچھ اور دوسرے کے سمجھانے سے سمجھیں **تَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاسْتَفْتُوا**
أَنفُسَهُمْ ظُلُمًا وَعُلُوًّا وہ تو یوں کہو کہ پیغمبر صاحب قریش کے سب سے بڑے۔ چاروں کے
خاندان کے آدمی تھے اور اس اثنا میں کچھ لوگ پیغمبر صاحب کے سمجھانے سے دین اسلام کے
گردیدہ بھی ہو گئے تھے اور بڑی بات تو یہ ہے

چراغے ماکہ ایزد بخیر فرمادے کے کوہیت زندہ ریش لبزور

يُرِيدُونَ لِيطِغُوا نُورَ اللَّهِ بِأَنوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مَتِّعُ الْمُؤْمِرِينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ بہتر ہے ہی
روڑے اٹھائے اسلام کی گاڑی تھی کہ نہڑ کی پر نہڑ کی۔ ذرا خیال کرنے کی بات ہے کہ تمام جزیرہ عرب
میں قوم قریش کے لوگ بڑے مغرور اور قابلِ ادب سمجھے جاتے تھے اس لیے کہ یہ لوگ بیت اللہ
شریف کے محار تھے اور اگرچہ عرب بہت پرستی کے ماٹھ میں ڈوبے ہوئے تھے مگر ابراہیم کے
بنائے ہوئے اس مسجد کی تعظیم میں ان لوگوں نے کبھی کمی نہیں کی اور اسی مسجد کی وجہ سے قریش کی
بھی آؤ بھگت ہوتی تھی کہ یوں سارے ملک میں کسی مسافر کو امن نہ تھا لیکن قریش سے کوئی قرض
نہ ہوتا تھا **لَا يَلْفُ قُرَيْشٌ إِلَّا لَانِهِمْ يَعْلَمُ السَّيِّئُ وَالدَّالِّفُ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذِهِ الْبَيْتِ الَّذِي**
أَطَعْتُمْ مِنْ جُوعٍ وَآسَافِهِمْ مِنْ خَوْفٍ حَاجِرٍ کو پانی پلانا ان کی مہمانداری خانہ کعبہ کی بست و
کشادہ سب حدتیں ان ہی لوگوں میں تھیں اور خود پیغمبر صاحب کے آباؤ اجداد سرباوردہ مجاہدان
بیت اللہ میں سے تھے۔ ان لوگوں کو حسد اور غرور جو تھا سو تھا اس کا بھی تو بڑا اندیشہ تھا کہ اگر اسلام
پھیلنا تو بہت پرستی موقوف اور بت پرستی نہیں تو خانہ کعبہ جو اس وقت سب سے بڑا بت تھا اور
جس پر قریش کی عزت اور معاش کا انحصار تھا کچھ چیر نہیں۔ مجر دیہی روداد پیغمبر صاحب کی صداقت

۱۰ اور باوجودیکہ کافروں کے دل خدا کی باتوں کا یقین کر چکے تھے مگر انہوں نے براہِ ظہر یادتی اُن سے انکار ہی کیا۔ ۱۱۔

۱۲ اگرچہ قوم قریش پر خدا کے چند چند احسان ہیں لیکن ان کو چاہئے کہ صرف ایک احسان کی شکر گزاری میں اُن کو جانے
رہی کے سفر تجارت کا غور کر دیا یہ فائدہ کہ ہر قدر کی عبادت کریں کہ اُن نے اُن کو جب تک میں کھاسے دیا اور لوٹ مار کے

کے لیے بس کرتی ہو کہ انھوں نے حق کے مقابلے میں اپنی خاندانی ذریعہ عزت اور وسیلہ معاش کی ذرا بھی پروا نہ کی حضرت کے چچا ابوطالب کی سہرت لوگوں نے پیغمبر صاحب کو طرح طرح کے لالچ دکھائے کہ ہمارے بتوں کے حال سے کچھ بحث نہ کریں اور ابوطالب نے بھتیجے کو سمجھایا بھی مگر پیغمبر صاحب نے صاف دو ٹوک بات کہہ دی کہ چچا جان اگر یہ لوگ آفتاب کو بھی آسمان سے اتار کر میری گود میں لے آئیں گے تاہم میں خدا سے واحد کی مناد دی کرنے سے تو باز آنے والا نہیں جب اہل مکہ نے دیکھا کہ اسلام چپکے چپکے پھیلنا چلا جاتا ہے اور لوگوں کے تیر کچے بدلے ہوئے سے دکھائی نہ جیتے ہیں تو انھوں نے اِخْرَاقِ الْوَدَّاءِ الٰہِیِّ پُر عمل کرنا چاہا کہ بہت سے آدمی مل کر پیغمبر صاحب کو مار ڈالیں بہت ہو گا تو دیت دینی آجائے گی۔ سب چندہ کر کے بھر دیں گے۔ **وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ مَكَرٌ مِّنْهُمُ وَمِنْهُمْ**

چراغے را کہ ایزد بر سر زرد کسے کو پت زندریش لب زرد

یہ منوہ دیکھتے ہی سب اور پیغمبر صاحب رات کے وقت چپکے سے نکل مدینے جا رہے۔ یوں مسلمانوں میں اور مخالفین اسلام میں لڑائی کی بنیاد قائم ہوئی۔ مذہب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک اکیسویں صدی مانع، جس میں غیر قوم کا آدمی داخل نہیں ہو سکتا جیسے ہندوؤں کا مذہب اور دوسرا اس کے برعکس۔ میں نہیں جانتا اس کا کیا نام رکھوں مگر میں کہتا ہوں اوپر جس کا روارہ کھلا ہے جو چاہے آئے۔ اسلام کو اکیسویں صدی بنانے کا پیغمبر صاحب کا ہرگز نشانہ تھا اور نہ اسلام میں اکیسویں صدی ہونے کی کوئی بات ہے۔ اس میں کھانے پینے کی بھوت نہیں۔ شریف و زویل کا تفرقہ نہیں آقا اور نوکر کا امتیاز نہیں۔ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ**

لے زعم کا آخری علاج داغ دینا ہے اور پیغمبر وہ وقت یاد کرو کہ کافر تمہارے لیے تدبیریں کر رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا مڑوا لیں یا دیس سے نکال باہر کریں ۱۳۳۰ لوگوں نے تم کو ایک مود آدم (۵) اور ایک عورت (دوا) سے پیدا کیا اور تمہارے گردہ اور جیسے بتائے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک تم میں جو سب سے زیادہ پرہیزگار وہی تمہارے تمام کے تمام سب سے زیادہ معزز ہے۔

لَا تَخَافُوا إِنَّا أَكْثَرُ مَعَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتُفَاكِرُ۔ اور جب اسلام کو یونینوں نے نبی بنا کر منظور تھا تو وہ اسکی وسوسہ ہی نہیں سکتا تھا دنیا میں جتنی ایجادیں ہو گئی ہیں اکثر شک کے اور عمل پہاڑ ہوتا ہی ایک ذریعہ سی بات ہو میں کانپور میں تھا کہ سلف ایکٹنگ مٹی ایجاد ہوئی یعنی خس کی مٹی جو اپنے نہیں آپ چمٹک لیا کرے گرم ملکوں میں اُس کی سخت ضرورت ہوتی ہو میں بھی سلف ایکٹنگ مٹی کو دیکھنے گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ دروازے کے اوپر کی طرف ڈیرہ دو دفٹ کا ایک چوبہ سا نکال دیا جو اُس میں سوراخ ہیں سوراخوں پر پانی کے شکر رکھے ہیں۔ اُن سے پانی رستا ہو بجھے کے کے تلے میں کی نالی لگی ہو ملکوں کا پانی اُس نالی میں جمع ہوتا ہو۔ نالی کا مکر کو نقل اس طرح پر رکھا ہو کہ جب نالی بھر جاتی ہو آپ سے آپ مٹی پر الٹ پڑتی ہو سلف ایکٹنگ مٹی بن گئی۔ میں دیر تک خیال کرتا رہا کہ ایسی آسان بات آج تک کسی کا ذہن اس طرف کو کیوں نہیں منتقل ہوا یہی حال ہو اسلام کا کہ شروع سے دنیا میں امن کے قایم کرنے کی ضرورت ہو لوگ اس کی تدبیریں بھی سمجھتے اور کرتے ہیں۔ لیکن یہ فرما رہے ہیں صاحب کے حصے کا تھا کہ ساری دنیا میں کا امن بردہڑھ کے قایم کرنے کی تدبیر نکالی۔ آسان اور آسان کے علاوہ مذہبی کہ کوئی فرد بشر مذہب سے بے نیاز نہیں۔ خدا دل میں انصاف دے تو صاف معلوم ہوتا ہو کہ اسلام کے سوائے ساری دنیا میں کا امن بردہڑھ کے قایم کرنے کی کوئی اور تدبیر ہو ہی نہیں سکتی۔ اسلام ہی کا عقیدہ ایک عقیدہ ہو جس پر تمام دنیا کے لوگ جمع ہو سکتے ہیں۔ پنہیر صاحب نے اپنی طرف سے بہتری کی کہ میں دنیا میں کا امن بردہڑھ قایم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں میری طرف کوئی بات اصل مطلب کے خلاف نہیں ہونی چاہیے۔ دن برس مشرکوں اور بت پرستوں کے نرسے میں گزار دیے۔

اِنَّ كَاتِبِي الْمَوْتِ لَمَعْلُوْمٌ اَلَّذِيْنَ اَتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاءَ كُنْتُمْ اَلْعَنٰكِيُوْتِ اَتَّخَذَتْ بَيِّنَاتٍ اَوْ هُنَّ اَلْبَيِّنَاتُ لَكِيْنَّ اَلْعَنٰكِيُوْتِ۔ مذہب کچھ تھا تو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا اہل جن لوگوں نے خدا کے سوائے دوسرے دوسرے کا ساز بنا رکھے ہیں اُن کی کماوت مکادی کی سی ہو اُس

تھا۔ سو پھر صاحب نے یہاں تک اُن کے ساتھ انتہا م رکھنا چاہا تھا کہ اُن کے پیغروں کو پیغمبر مانا
 اُن کی کتابوں کا منزل من اقدس ہونا تسلیم کیا اور اس شد و مد کے ساتھ کہ تو ان کا حق میں نکلے
 میں اِنَّا اَتَوَلَّوْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ مِّمَّ بَحْرٍ مَّحْمُودٍ دورا گے چل کر انجیل کی نسبت وَقَفَيْنَا
 عَلٰی اَثَادِهِمْ يَعْنٰی بِنِ مَوْصَدِّ قَالِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَ اَتَيْنَاہُ الْاِنْجِيلَ فِيْہِ
 هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّ قَالِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَ هُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلَّتِّیْنِ اِسے علاوہ مسلمانوں کے
 تاکید کی وَلَا تَجَادُوا اَهْلَ الْکِتَابِ اِلَّا بِالتَّحٰی حَسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْہُمْ وَقُولُوْا اٰمَنَّا
 بِالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَ اَلْہٰنَا وَ اَلْہٰکُمْ وَ اَجِدْ وَ نَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ۔ میں نہیں سمجھتا کہ
 دوسرے مذہب والوں کے ساتھ سازگار سی پیدا کرنے اور سازگار سی رکھنے کے لئے پیغمبر صاحب
 اِس سے زیادہ کیا کرتے اور کیا کر سکتے تھے اور کوئی کیا کرتا اور کیا کر سکتا تھا۔ اُن کا معاملہ بت پیشوں
 کے ساتھ اُس بیچ پر تھا جیسا کہ شاعر کہتا ہے

دل نے ملاویں خاک میں سب وضع داریاں | جوں جوں رُکے وہ ملنے سے ہم بیشتر ملے

اور اہل کتاب کے ساتھ میل جول کی یہ کیفیت تھی

مجھ میں اُس میں لطیف اور ذوق مثل بود گل | وہ رہا غوش ہیں لیکن گریزاں ہی رہا

غرض اسلام اکسلیو سو بننا چاہتا تھا مگر لوگوں نے زبردستی دھکے دے دے کر
 اُس کو اکسلیو سو بنایا۔ اسلام نے تھپکنے کے لئے پتھروں پر ہاتھ رکھنا ہی چاہا تھا کہ انھوں نے
 ۱۷ھ ہمنے تو رات اُنماری جس میں ہدایت اور نور ہی ۱۲ھ اور ہم شعریم کے بیٹے عیسیٰ کو مسلمان سابقین کے قدم بقدم چلایا
 کہ وہ تو رات کی جوان کے وقت میں موجود تھی تصدیق کرتے تھے اور اُن کو بھی انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہی اور انجیل بھی
 کی تصدیق کرتی تھی جو اس کے نزول کے وقت موجود تھی اور خود بھی پر ہیز گاروں کے حق میں ہدایت و ہند ہو ۱۲۔

۱۷ھ اور مسلمانو! اہل کتاب کے ساتھ بحث بھی کر تو عہد طور سے اور اُن سے کہو کہ جو کتاب ہم پر اُتر سی (فرمان)
 اور جو کتابیں ہم پر اُتریں (تورات انجیل وغیرہ) ہمارا تو بھی پر ایمان ہی اور ہمارا تھا راحت بھی ایک ہی اور ہم
 اسی کا حکم مانتے ہیں ۱۲ھ ملک مملک مالع لینی جس میں وہ سدا قبل مذہب کے ۱۲۔

بے طرح دولتیاں جھاڑنی شروع کیں۔ پیپرو اور سلمان بجا رہے اپنی جانیں بچا بکا کر گھر بار مال و اسباب
وہن دولت زن و فرزند چھوڑ چھوڑ کر دینے نکل بھاگے اور لوگوں کے ساتھ میل ملاپ کی امیدیں منقطع
ہو گئیں اور اب اسلام لوپور اکسیکو سونا۔ لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا لیکن وہ جو کہتے ہیں ۶
عد و شد سبب غیر گرت خداوند

لڑے اس غرض سے کہ اسلام کو نیست و نابود کر دیں اور اسلام اُس درخت کی طرح جو قلم کرنے سے
اور برہتا اور بھولتا پھلتا ہے۔ یونانیو اپنا احاطہ وسیع کرتا گیا۔ **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ**
لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ مَنكَرَ وَحَبِطَ أَعَاظُهُ کے ساتھ ساتھ کم بخت اکسیکوسولس کا رنگ بھی کٹا ہوتا جاتا
تھا۔ یہاں تک کہ نبوت کی جگہ خلافت اور خلافت کی جگہ سلطنت آئی۔ اور سلطنت بھی الٹی تو شخصی
اور بادشاہوں نے اشاعتِ اسلام کو ملک گیری کا حیلہ بنایا۔ وہ دن اور آج کا دن کہ لوگ ناحق
اسلام کی طرف سے بدگمان ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ دشمنی سہی عداوت سہی پیہری مخالفت سہی
اور مسلمانوں ہی کا ظلم سہی اُن ہی کی زیادتی سہی مگر اسلام نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔ مسلمان دوسری چیز
اسلام دوسری چیز کیا کسی دانشمند آدمی کا کام ہو کہ دوسرے کی ضد سے اپنی ناک کٹاے۔ وہی
جیسا شیخ اپنی قوم سے کہتے تھے **فَقَوْمٌ لَا يَكْفِيهِمْ مَنَّا قِيَامُ شِقَاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمٌ**
خَوَاجَ أَوْ قَوْمٌ هُوَ جَدَّ أَوْ قَوْمٌ صَائِرٌ وَمَا قَوْمٌ لَوْ طُيْمَنُكُمْ يَبْعِدُ دُنْيَا نے مسلمانوں کے ایجاد کیے ہوئے
علوم جبر و مقابلہ کیا۔ ہیئت۔ تاریخ وغیرہ سے فائدے اٹھائے اور اب تک فائدے اٹھائے
جا رہے ہیں۔ اسلام کو بھی اسی طرح کا مسلمانوں کا ایجاد کیا ہوا ایک علم سمجھا ہوتا۔ ناحق کی ضد اور
ہٹ دھرمی کا تو کوئی جواب نہیں جس آدمی کے سر میں عقل ہو کسی مذہب اور کسی قوم کا کیوں ہو
وہ ضرور اتفاق کی متغیروں سے واقف ہو گا وہ ضرور چاہتا ہو گا کہ دنیا میں امن رہے۔ مگر کوئی تو بولو

۱۱۔ اُسی خدا نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ سب دینوں پر اُس کو غلبہ دے۔ ۱۲۔
اُسے لوگوں کی ضد سے گناہ کے مرتکب نہ ہو مباد تم پر یہ آئیں نازل ہوں جو قوم تو م یا قوم ہو یا قوم صابح پر نازل
ہوئیں ایدیوں تو قوم لوط کی اُٹی ہوئی بستیاں بھی تم سے کچھ دور نہیں۔ ۱۳۔

ازبائے خدا کوئی تو بولو کہ اسلام کے سوا اسے اتفاق اور امن کی کوئی اور بھی تدبیر ہی۔ دنیا میں مذہب ہی تمام فسادات کی جڑ ہے یہی وہ حضرت ہیں جنہوں نے خدا جہوت نہ بوائے دنیا میں کڑوروں خون کرائے ہیں۔ اور یہ ایک فیصل شدہ بات ہے اور اس کو گھر جا کر اپنی جگہ بھی طح سوج لینا کہ جب تک دنیا کا ایک مذہب نہیں ہوگا ممکن نہیں کہ لوگوں میں یک دلی اور اتحاد پیدا ہو۔ اچھا تو وہ کون سا مذہب ہے جس کو ساری دنیا آسانی کے ساتھ قبول کر سکتی ہے۔ وہ نہیں ہے مگر اسلام۔ اگر روئے فطرت مسلمان ہونا اختیاری بات نہیں۔ آدمی جو تو وہ عقل بھی رکھتا ہے اور عقل رکھتا ہے تو وہ خدا کو بھی مانتا ہے اور خدا کو مانتا ہے تو وہ مسلمان ہی ہاں اختیار کی کیا بات ہے کہ کامن برادر ہونے کی جو سوسائٹی پیغمبر صاحب نے قائم کی اور اس کا نام رکھا سوسائٹی اسلام۔ تم اس سوسائٹی کے ممبروں میں اپنا نام لکھو اور یا نہ لکھو لیکن اگر تم اسلام کی سوسائٹی کے ممبروں میں اپنا نام نہیں لکھو گے یعنی موحد مسلمان ہونے کا اقرار نہیں کر گے تو سوسائٹی تم کو اپنے ممبروں میں شمار نہیں کرے گی۔ اور یہ بالکل واضح بات ہے۔ لیکن تم عجب عقل کے آدمی ہو گے کہ ممبری کا چندہ دو اور ممبر نہ ہو خدا کے متفقہ ہو اور اپنے تئیں مسلمان نہ کہو۔ اور ہاں سمجھ رہا کہ عقلی کے سوا تم پر خود مری اور نا احسان ہندی کا الزام بھی عائد ہو گا کہ ایک شخص نے ایسی عمدہ اور مفید سوسائٹی قائم کی تھی تم نے اس کے شمول سے انکار کیا اور بانی سوسائٹی کا کچھ حق نہ مانا۔ آخر سر سید احمد خاں کو علی گڑھ محمدن کالج کا بانی بھائی ختمس دین کو جنہیں حمایت اسلام و ماعتعلق بہا کا بانی مانتے ہو اور غالباً احسان ہندی سے مانتے ہو اور اب نہیں بھی مانتے تو آئندہ چل کر مانو گے اور ضرور۔ ان کے تو پیغمبر صاحب ہی نے ایسا کیا قصور کیا ہے کہ ان کو ہلکم بانی امن عام کی تدبیر کا موجد اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا عمن یعنی رحمۃ اللعالمین تسلیم نہ کرو۔ لوگو! نصرت بھی کوئی چیز ہے۔ اور کامن برادر ہونے کی سوسائٹی اپنے اسلام کے ممبروں کی فہرست میں نام لکھوانے اور مزید سے اقرار کرنے کی ضرورت بھی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ تم ہی لوگوں نے اس سوسائٹی کو اسکی سوسائٹی بنایا اور نہ بانی سوسائٹی نے تو سبھی کو سوسائٹی کا ممبر سمجھ لیا تھا۔ وہ جو میں نے کہا کہ اسلام فطری ہے تو ساری دنیا مسلمان کیوں نہیں ہو گئی اس میں زیادہ تر ان ہی لوگوں کا قصور ہے جن کو اسلام سے تکریر ہے اور کسی قدر سبب ان کا بھی ہے۔ لوگوں کا قصور تو جن چکے مسلمان اب اپنا قصور نہ تو تم نے پیغمبر صاحب کی ساری اصل مطلب کو یا تو

سمجھائیں یا ان مقاصد کی تکمیل میں تم نے مدد نہیں دی۔ اُس رسالت کا اہل مطلب کیا تھا وہی کہ اسلام یونیورسل لیجن ہو اور اُس کے ذریعے سے تمام دنیا میں ایک کا من بردہ قائم ہوگی؟ میں اس کے جواب میں قصے و نثر سے نہیں سنتا چاہتا کہ یہ ہمارے اعتقاد سے خارج ہے یہ قرآن و کلام نے اس لیجن میں کیا کیا بیزمانے کی بات نہیں جہاں تک میں خیال کرتا ہوں تم نے تائید کے عوض لڑنے لگائے پیغمبر صاحب تم کو اپنا نمونہ دکھا گئے تھے کہ اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیے کیا تدبیریں کرنی ہوں گی پیغمبر صاحب کی ہجرت سے پہلے کی زندگی اور سیدھی بات یہی کیوں نہ کہوں رسالت کی عمر کا پہلا نصف ہم مسلمانوں کے لیے ایک سبق ہے۔ جو ہر مسلمان کو ازر ہونا چاہیے۔ خاص کر ان کو جو اسلام کی حمایت کا دم بھرتے ہیں ہماری حالت کو پیغمبر صاحب کی ہجرت کی بعد کی زندگی کے ساتھ تو کچھ بھی مناسبت نہیں کہاں اُس وقت کے مسلمان اور اُن کی فتوحات اور کہاں ہم۔ اوروں کی رعایا اوروں کے محکوم اوروں کے مستان۔ مگر ہاں ہجرت سے پہلے کی زندگی میں ہم کو بہت سی باتیں مناسب حالت ملتی ہیں۔ وہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر مخالفت کھینچتے تھے پیغمبر صاحب ڈھیل دیتے چلے جاتے اور اُسی قدر اُن کی طرف کو جھکتے تھے تاکہ ان کو گریز و وحشت نہ ہو شروع شروع میں ایک دم سے شرائع کا بوجھ نہ ڈالا ہجرت تک صرف خدا شناسی کی تعلیم کرتے رہے۔ پھر جوں جوں اسلام کی خوبیاں لوگوں کے ذہن نشین ہوتی گئیں طریق معاشرت میں اصلاح کی عبادت کی رغبت دلائی۔ اور شریعت میں اُس کے سولے ہو کیا یہاں تکمل جو فی منظور تھی کہ عظیم کو جانتے تھے کہ جزو کعبہ۔ اور داخل کعبہ ہو۔ مگر چوں کہ ایک زمانے میں خاند کعبہ کی تجدید کرتے وقت بے مقدوری کی وجہ سے قریش نے اتنی جگہ چھوڑ دی تھی آپ نے بھی اُس کو چھوڑ ہی رکھا غارِ ثبہار ہے ہیں اور باہر سے کسی بچے کے رونے کی آواز آئی اُس خیال سے کہ ایسا نہ ہو اس کی ماں میرے پیچھے غار میں ہو جلدی جلدی کر کے سلام پھیر دیتے تھے۔ ایک مدت تک بیت المقدس کی طرف کو تازہ چھانکے تاکہ اہل کتاب تبدیل قبلہ سے چوکتے نہ ہوں۔ اب اس کے متوازی ہم نے کیا کیا کہ لوگ ہم سے کچھ تو بھی اپنی جگہ۔ بتے پیغمبر صاحب اہل کتاب کی آسمانی کتابوں

استلال واستشہاد کرتے تھے **فَاُولَٰئِكَ نَادٰى نَادٰى فَاٰتٰوْا اٰھَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ**
یَدَیْہِمْ نے ان کتابوں کو ردی سے زیادہ بے قدر سمجھا کیا حمد معیت اور حمد جدید کے ہزار ہا نسخے چھل
اور چٹانوں میں نہیں صرف ہوتے اور سلمان ان کتابوں کی ایسے بے عزتی کو ٹوٹا نہیں سمجھتے۔ ذرا
مسلمانوں کے علم کلام کی کتابیں دیکھو وہ کہتے ہیں کہ پہلی کتابوں کا کہیں پتہ نہیں اور یہ جو یہودی اور
عیسائی بیٹے پھرتے ہیں یہ سب ان کی اپنی بنائی ہوئی ہیں اس سے زیادہ دل کا دکھانے والا اور کون سا
الزام ہو سکتا ہو۔ جھوٹی دستاویز بنانے کی سزاسات برس کی قید ہے نہ کہ آسمانی کتاب اور کلام الہی میں
جعل کرنا۔ بے شک نہ صرف ہم مسلمانوں کو بلکہ میں کہتا ہوں ساری دنیا کو قرآن کے ہوتے کسی آسمانی
کتاب کی ضرورت نہیں اور جس نے عہد معیت اور عہد جدید و قرآن کو انھما کے ساتھ پڑھا اور سمجھا ہو گا وہ خود بولے گا
کہ واقع میں مستران عہد اور مؤثر ہونے کے علاوہ آدمی کو کامل دین دار اور نیک بنانے کے لئے
کافی اور دانی ہے۔ مگر قرآن کی خوبیوں کا بیان کرنا اور حیرت جو اور دوسروں کی قابل ادب کتابوں کو
فلط اور جھوٹا اور نامعتبر اور جعلی کہنا بالکل دوسری چیز کتاب جس قدر پرانی اُسی قدر نامعفوظ الاقرآن
کہ اس کی حفاظت کا انداز غیب سے ایک سامان مہیا کر دیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو اس کے زبانی
یا د رکھنے کا شوق ہے۔ حافظ قرآن ہونا مسلمانوں میں ایک دینی فضیلت ہے۔ جیسے حاجی ہونا اور کہتے ہیں کہ
حافظ کی سات پشتیں بے حساب بخشی جائیں گی۔ پس مسلمانوں میں کثرت سے قرآن کے حافظوں کا
ہونا حقیقت میں ایک بڑا زبردست چمک (دروک) ہے کہ مستران میں نہ کوئی تصرف کر سکا ہو اور نہ
آئندہ کوئی تصرف کر سکے گا۔ مگر سو اسے قرآن کے اور کسی کتاب کو اور اس عموم میں کھلی آسمانی کتابیں
بھی آگئیں یہ شرف یہ قرینیت حاصل نہیں۔ کتاب جتنی پرانی اُسی قدر نامعفوظ۔ لوگ گلستاں کو کہتے
ہیں کہ اس میں سعدی کا ایک لفظ بھی باقی نہیں۔ اور پھر ترجمے کو تبدیل اور تصحیف اور تحریف جو چاہو
کہہ سکتے ہو جو شخص ترجمے کی مشکلات سے واقف ہے وہ بے تامل اس کی تصدیق کرے گا کہ کتاب تو
سے تو رات لے آؤ اور اس کو پڑھ کر سناؤ ۱۱۷۷ھ جو کتاب تمہارے پاس ہے میں تو اس کی تصدیق کرتا ہوں ۱۱۷۷ھ یہ پیغمبر
ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس کے زمانے میں ہیں ۱۱۷۷ھ۔

بڑی چیز ہوا ایک تجلے گئے ترجمے میں کیا سے کیا ہو جاتا ہو۔ علاوہ بریں مشین گویاں ہمیشہ مبہم ہو کر تکی ہیں۔ اپنے ہی یہاں کے امام مہدعی اور دقبال وغیرہ کی مشین گویوں کو کیوں نہیں دیکھتے غرض قدامت اور ترجمہ اور اسہام کی وجہ سے کھلی آسانی کتابوں میں کچھ تصرف ہوا تو عجب نہیں مگر ایک دم سے ان کو جلی بتانا اور یہ کہنا کہ لوگوں نے بے ایمانی سے جعل کیا دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی بات ہو۔ اسی پر چاہتے ہو کہ اہل کتاب تمہاری طرف کو جھکیں کچھ تو مسلمان بادشاہوں کی دست درازیوں نے اور رہا مسلمانوں کی ایسی دل خراش باتوں نے اسلام کو لوگوں کی نظروں میں مغضوب ٹھہرا دیا۔ میں نے ابھی حال میں لارڈ براسی کی ایک تقریر انگریزی اخبار میں دیکھی ہو۔ اور وہ میرے دل پر اس طرح نقش ہو گئی ہو جیسے کسی نے نوک نشتر سے گود دی ہو۔ ولایت سے ایک کمیشن اس بات کی تحقیق کے لئے ہندوستان میں آیا تھا۔ کہ ایفوں کے استعمال نے لوگوں کی تن ورستی اور ان کے اخلاق پر کیا اثر کیا ہو اور گورنمنٹ نے جو ایفوں کی کاشت امانی کر رکھی ہو مناسب یا نامناسب لارڈ براسی اس کمیشن کے پریذیڈنٹ تھے اور پریذیڈنسی کی حیثیت سے ہندوستان میں تشریف لائے اور کچھ چلے پھرے بھی اور چند سے ہندوستان میں مقیم رہے۔ اب وہ وکٹوریہ کالونی کے گورنر مقرر ہوئے ہیں۔ دستور کے مطابق انکو لندن میں ڈنر دیا گیا۔ اور اس تقریب میں لوگوں نے تقریریں کیں۔ انان جلد لارڈ براسی نے بھی ایک تقریر کی جس میں انھوں نے فرمایا اور فرمایا بھی تو اس دلق کے ساتھ کہ گویا وہ ہندوستانیوں کے حال سے خوب واقف ہیں۔ اس واسطے کہ وہ ہندوستان میں چند سال نہیں بلکہ چند روزہ گئے ہیں۔ مگر یہ کہ لارڈ براسی نہ سکڑی آف سیٹ ہیں نہ وایسے اسے نہ ہندوستان کے کوئی اور حاکم با اختیار لیکن اگر برٹش گورنمنٹ کو ایک دریا فرض کریں تو ہم پھیلیاں ہیں اور پھیل میں بھی بھینگے اور لارڈ براسی ایک مگرچہ۔ انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا محمد زید نور بن اینڈ نوکین بنی قلی رکنسٹائڈ ٹو اسے کنڈشن آف سپارڈنش ٹو اسے کرچن پور یعنی مسلمان عیسائیوں کے ماتحت ہو کر رہنے سے نہ کبھی پورے پورے رضامند ہونے اور نہ آئندہ کبھی رضامند ہو سکتے ہیں۔ لارڈ براسی کے یہ لفظ کانٹے کی طرح میرے دل میں بچھے۔ میں تاہم یہ کہہ سکتے کی حالت میں رہا کہ

میں کتابوں اسی لئے کہ اہل کتاب میں اہل اسلام میں اختلاف و ارتباط پیدا ہو مسلمانوں نے ہائے
مجھے کتنا پڑا یہی مسلمانوں نے اختلاف و ارتباط پیدا کرنا کیسا اہل کتاب کی طرح کھانے اہل کتاب کے
سے لباس پہننے کو بھی حرام بلکہ موجب کفر سمجھا۔ لیکن نہ ہو تو حرمت اور کفر دونوں کتنی سیاح و خصال
کے پاس ضرور محفوظ رہوں گے کہ وہی تو ان کے بچے مسلمان ہونے کے سڑھٹک ہیں بے کر دیکھو۔
پنیر صاحب کو بڑی تنہائی کہ مسلمان کثرت سے ہوں اور فرمایا کرتے تھے اَللّٰہُ یُکْذِبُکُمْ۔ سو
مسلمانوں نے اچھا اس تنا کو بنا باک و نیروں کو اپنے میں ملانے کی کوشش تو درکنار انھوں کی محنت
جو صورتیں اسلام میں دکھائی دیتی ہیں ان ہی کے نکالنے کے پیچھے پڑے ہیں۔ اس وقت اسلام میں
جتنے فرقے ہیں نیچر لوگ جھوٹے کہ تم بھی ان کو مسلمان نہیں سمجھتے اور وہ بھی اس سے خوش ہیں۔ ہر ایک
فرقے کے مولوی کو سامنے بٹھاؤ اور مسلمانوں کی مردم شماری کا رجسٹر رکھو آگے اور جو جس کو کفر
کہتا جائے کاٹتے چلے جاؤ۔ انجام یہ ہو گا کہ خدا نے چاہا سارے ہندوستان میں ایک شمس مسلمان
باقی نہیں رہے گا سینوں کو شیعے کا فرقیں گے۔ شیعوں کو نوسی۔ وہابیوں کو بیتی۔ بیتوں کو وہابی۔
مقلدوں کو غیر مقلد غیر مقلدوں کو مقلد۔ محکو تم تم کہیں۔ وَ اَمَّا مَوْلٰی جِبْرِیْلَ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَاَنَّ لَہٗ قُوَّةً وَاَنَّ
لَہٗ قُوَّةً وَاَنَّ لَہٗ قُوَّةً وَاَنَّ لَہٗ قُوَّةً کی کیا خوب تمیل ہے۔ کیوں جی وَاَنَّ لَہٗ قُوَّةً کے مننے کیا ہیں مسلمانوں
میں جو تفرق واقع ہوا یہ اختلاف اسے کی وجہ سے واقع ہوا ہوا ہے اپنی ہوا غیر کی اختیار سے بات نہیں۔
تو کیا لَہٗ قُوَّةً وَاَنَّ لَہٗ قُوَّةً حکم مہمل ہو یا خدا ہم سے طلب محال کرتا ہو۔ نہ حکم مہمل ہو اور نہ طلب محال ہو بلکہ
لَہٗ قُوَّةً وَاَنَّ لَہٗ قُوَّةً کے یہ مننے ہیں کہ تم میں اختلاف ہوں بھی تاہم تم ایک کو دوسرے سے جدا نہ کیجو ان اختلافات
سے نفس اسلام میں کوئی خلل نہیں آتا۔ پنیر صاحب نے تو اس ایک ہی بات پر کما کر بھی لاکھ الا اللہ
اور وہ اہل کتاب سے بھارے کہتے تھے تَعَالٰوْا اِلٰی مِلَّةِ سَوَادٍ وَاَمَّا مَوْلٰی جِبْرِیْلَ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَاَنَّ لَہٗ قُوَّةً وَاَنَّ لَہٗ قُوَّةً وَاَنَّ لَہٗ قُوَّةً وَاَنَّ لَہٗ قُوَّةً

۱۱ میں تمہاری وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا ۱۲ اللہ اور اللہ کی رسی کو مضبوط کرے اور ایک دوسرے سے علیحدہ کرے
اختیار کرو ۱۳ اللہ اور ان لوگوں جیسے مذہبوں کے آپس میں بھڑٹا دہائی اور اختلافات پیدا کیے ۱۴ اللہ اہل کتاب کو تمہارے
طریقہ ایک بات تسلیم کریں کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ خدا کے سوا سے

وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَلَا يَمْلِكُ بَعْضُنا لِبَعْضٍ اَدْبَابًا مِنْ ذِوَاتِ اللّٰهِ فَلَنْ تُولٰٓئِكَ اَتَقُولُوا الشّٰهَدٰٓءَ
 بِاَنَّا مُسْلِمُونَ۔ ایک صحابی نے کسی قصور پر اپنی لونڈی کو طمانچہ مار دیا پتھر صاحب کو خبر ہوئی اور اُس
 لونڈی کا کفر و اسلام بھی مشتہ تھا آپ نے اُس لونڈی کو بلوا کر پوچھا کہ تو خدا کو بھی جانتی ہو اُس نے آسمان
 کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ نے پوچھا اور میں کون ہوں۔ بولی آپ اُسی کے بھیجے ہوئے رسول
 ہیں۔ اس پر پتھر صاحب نے اُن صحابی سے فرمایا یہ تو اچھی خاصہ سی مسلمان ہو اس کو آزاد کرو بھان اللہ اسلام کا کیا
 آسان امتحان تھا خدا نہ کہے کہ آج کل کے مولوی اگر زمیندار تھے (ہوں تو یہ مجھ جیسے جید مسلمان کو
 بھی قیل کر دیں۔ یہ مجھ سے کہلو اگر دیکھیں دوا د اور ذوا د تو میں کیا بتاؤں۔ دوا د اور ذوا د تو کیا ادا ہوگا
 ہم سے تم بچائیوں کی طرح بچائی تو کہا ہی نہیں جاتا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا حضرت میں کاشتکاری
 کرتا ہوں دن بھر کھیتی کے کام کاج میں لگا رہتا ہوں رات کو چھ کماندہ آتا ہوں تو صبح سویرے میری
 آنکھ نہیں کھلتی یعنی نماز صبح قضا ہو جاتی ہو اور یوں بھی مجھ سے پانچ نمازیں نہیں ہو سکتیں۔ فرمایا ایک دو
 جو تم سے ہو سکے۔ کیا اس سے یہ نکلا کہ پانچ وقت کی نماز ضروری نہیں بلکہ بھی پڑ جانے کی ایک تدبیر
 تھی کہ مطلق نماز کا نوکر ہو گا تو رفتہ رفتہ اُس کو نمازیں مزہ آنے لگے گا اور مزہ آئے تو پانچ نمازیں
 کیسی یہ تو پڑھے گا صلوات اللہ علیہ تمہارے ذہن ان تدبیروں اور حکمتوں سے آشنا ہی نہیں جب دیکھو جنت
 کے دروازے پر لٹھے ہوئے کھڑے ہو کسی نے اندر جانے کا نام لیا اور تم نے لٹھے سے ہاتھ پکڑ لیا۔ یہ تو تم نے اچھی
 طرح سمجھ لیا کہ دین اسلام کا لب لباب ہر آلاء اللہ یعنی خدا شناسی۔ لیکن عالم اسباب میں اس خیال کا
 قایم رکھنا ذرا ہو مشکل۔ اور یہی تو پانی کے مرنے کی جگہ ہو اور یہیں سے شرک اور بت پرستی نے
 نشوونما پایا ہو۔ یہ بھی انسانی طبیعت کا ایک ضعف ہو اور ہمارے دقتوں کے مسلمان خود کب
 اس ضعف سے خالی ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں میں توحید کے پائے میں ہر سال کچھ نہ کچھ گھٹ جاتا ہوں
 اور یہی وہ مضمون ہے جس کے محلے میں تمہارے اسی شہر سے جگو نچری بھانڈ کا خطاب عطا ہوا تھا
 یاد رہی یا نہیں۔ وقت نہیں ہو رہا اُسی مضمون کو اس اور شد و مد کے ساتھ پھر بیان کرنا اور پھر تم سے
 کوئی ادنیٰ کسی آدمی کو خدا ماننے اس کی بجائی ہاں کتاب بگلاں تو ان سے کہ دو کہ تین رکھو کہ تم لو اسی ایک خدا کے قریب ہوا رہیں۔

کوئی اور پھر کتا ہو اس خطاب لیتا اور عدالت میں مقدمہ دائر کرنے کے اُس کی جسطری کرنا میں نے بابا بار کما ہوا اور پھر کتا ہوں اور جب تک مقدمہ دائر کرنے کے لئے میری جیب میں پیسے ہیں نہیں بلکہ جب تک زندہ ہوں کتا کروں گا کہ ہم مسلمانوں کی نبی موحّد کا کلمہ جہنم والوں کی تو حید بھی دلی ہی اور اُسی کے قریب قریب متر نزل چھٹی اہل کتاب کی اور جیسی اُن لوگوں کی جن کو ہم مشرک اور بت پرست بتاتے ہیں فرق اگر تو اُسی قدر کہ انھوں نے اپنے بزرگوں کو بڑھایا چڑھایا اور ہم نے اپنے بزرگوں کو او د بھی تاویل میں کرتے ہیں۔ **هَؤُلَاءِ شَقَاقٌ نَاعِدُوا لِلّٰہِ** ہم بھی تاویل میں کرتے ہیں۔ بھلا اس بیکوٹی کا کھیں ٹھکانا جو کہ جن افعال کی وجہ سے ہم دوسروں کو مشرک اور بت پرست قرار دیں وہی اور ویسے ہی افعال ہم کریں اور پھر بچے مسلمان بچے موحّد کیوں کہ اسلام نہیں ہو سکا تو حید اور تو حید نہیں ہو سکا اسلام۔ بات یہ ہو کہ ہم آدمی آدمی سب یکساں ہیں **خُلِقَ الْاِنْسَانُ مَوْحِقًا** کلمے سے جیسے ہم خارج نہیں اور لوگ بھی خارج نہیں اسباب کے جال میں جیسے ہم پھنسے ہیں اور بھی پھنسے ہیں۔ اور خدا کا بت لگانا جو جس کو آج تک کسی فرد بشر نے اور نہ صرف فرد بشر نے بلکہ فرشتوں نے بھی دیکھا یا نہیں جبریل جیسے فرشتے مقرب حامل وحی کی نارسائی تو سعدی کے بیان سے ظاہر ہو کہ وہ فرماتے ہیں نظم۔

چناں گرم در تیرہ قمریت بر اند	کہ جبریل در سدرہ زہد باز ماند
بدو گفت سالار بیت الاحرام	کہ اسی حامل وحی بر تر خرام
کوچوں و طلب صادقہ یافتے	معانم ز صحبت چہرہ اتانفتے
بگفتا فسر اتر بجا لہ نمائد	بماند کم نہیروئے بالہ نمائد
اگر یک سر ہوئے بر تر ہدم	فسد و غنجلی بسوز دہدم

اور ہم بنی آدم میں سے تو ایک حضرت موسیٰ نے ایسی حرکت کی تھی **رَبِّ اِنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْكَ سَوَّانٌ** کو بھی خطے پہلے ایک ڈانٹ بتائی **لَوْ تَقَاتٰی بَعْرَانِ** کا اصرار دیکھا تو فرمایا **لَکِنْ اَنْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنْ اَسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ** لہ خطہ کہاں یہاں سے سفارش ہیں **لَہ** انسان کم زور پیدا کیا گیا ہے **اے خدا مجھے ایک نظر پہنچیں دیکھ لینے دے** **اے تم** ہر گز ہم کو نہیں دیکھ سکو گے **اے** لیکن پھاٹکی طرف نظر کرو اگر پھاٹکی جگہ ٹھیرا ہوا تو شاید تم میں سے کو دیکھ سکو گے **۱۲**

تو انی اس پر بھی موسیٰ اُسے رہے تو دیکھا جو دیکھا تھا پہلی دفعہ پہلی جملہ دعا کا دیکھا موسیٰ صوحا
 اپنی جرات کا غیازہ بجھت لیا تو اُس کے کوکان ایٹھا ٹھٹھا کافی قال سُبْحَانَكَ نَبْتَ اِيْلَكَ وَاَنَا اَوَّلُ
 الْخَلْقِ مِنْكَ غرض انسان کی درمندی کا یہ حال اور منزل و درجہ تو اپنے اپنا ہے جس کے حال پر
 رحم کرنا چاہیے۔ اپنی چھاپہ کو اپنے سونہ ٹٹھا کئے سے چھاپہ ٹٹھی نہیں ہو جائے گی۔ ہم کو تیرہ سو
 برس سے اسی ایک بات کی مشق کرائی جا رہی ہو اور خدا جیسی چاہیے آج تک رواں نہیں ہوئی
 تو دوسروں میں ایسا کہاں کا سفر ناک پر لگا ہو کہ سنتے کے ساتھ اور سننا بھی اس طرح کا سننا کہ فل نیا
 میں کان پڑی آواز نہ سنائی دے۔ کیوں کہ توقع کی جاسکتی ہو کہ دوسرے لوگ جن کو بھڑکانے میں ہم
 کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا سنتے کے ساتھ باون تو لے پاؤرتی کے کھسالی مسلمان کھسالی موصد
 ہو جائیں میرا مستحکم عقیدہ ہو کہ مسلمان جتنی رعایت اپنی قوم کے ساتھ کرتے ہیں زیادہ نہیں دیتی ہی
 رعایت دوسروں کے حق میں جائز رکھیں تو اس کا من بردہ کو جس کا قایم کرنا بانی اسلام کا اصلی
 مقصد تھا کیسی کچھ ترقی ہو۔ لیکن جو روش مسلمانوں نے اختیار کی ہو وہ یقیناً کا من بردہ کو تو پھر پور
 اگر ایک نہ ایک دن معدوم کر کے رہے گی۔

کیس رہ کہ تو میری برتستان ست

ترسم زسی بکھیا ای اعرابی

ابھی تو میں بھاری سہار ٹوٹا ہوں جب ان باتوں سے تھکے کان آشنا ہو جائیں گے تو مجھ کو تم سے
 بہت کچھ کہنا ہو۔

بالیسواں لکچر جو مدرسہ طب دیوبند کے چھٹے سالانہ جلسے میں ۱۸۹۵ء کو دیا گیا۔
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نہ آوارے ہو نہ بانگِ ذصل ہو

یہ کیا شور و غوغا ہو کہ ہے کا غل ہو

در قاصد ہی اور نہ ساقی نہ مل ہو

نہ کچھ ساز و سامانِ دل بستگی ہو

۱۔ جب خدا پہاڑ پر جلوہ افروز ہوا تو پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بچا لے کر۔ ۲۔ کہ سبھی کو پوش آیا تو لگے کہنے
 ہونہ تیری ذات پاک ہو اور میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور تجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا۔ ۳۔

<p>ان ہی میں کسی مرنے والے کاش ہی ویا بزم میلاد ختم الرسل ہی کہ اتنا بڑا صحن لوگوں سے فل ہی تو کیا ان کے پیروں میں ناح کی چل ہی یہ تقریب معمول و معلوم کل ہی کھلا اس کے گلشن میں یہ تازہ گل ہی طب اُس پر سے ہو کر گزرنے کا پل ہی کہ محفوظ و مامون و خیر السبل ہی تو یہاں مشعل زندگانی ہی گل ہی</p>	<p>ستا تھا کہ دل قوم کے مر گئے ہیں محرم کی مجلس ہی میں اُس کا ذکر؟ نہ یہ ہر نہ وہ ہی تو پھر کیا سبب ہی اگر بے سبب ٹوٹ آئی ہی خلقت نہیں - مدرسے کا ہر سالانہ جلسہ طبابت میں فصل بہار آ رہی ہی یہ بستی ہر ایک بحیرہ راج آفت مگر کون طب جس کا ماتہ ہی یونان نہ وہ طب کہ جس سے ذرا آنکھ چو کی</p>
--	---

جس طرح ہاتھی کے کھانے کے دانت اُڑتے ہیں اور دکھانے کے اور - اسی طرح یہ کالج ہوئے سکول ہوئے ان کی بھی دو حالتیں ہوتی ہیں اندرونی اور بیرونی - اندرونی حالت کو پروفیسر پریسل کے سواے کوئی جان نہیں سکتا خصوصاً اس مدرسے کی اندرونی حالت کہ اُس کے سب سے بہتر بیج صرف عبد الحمید خاں صاحب ہیں اور بس - کیوں کہ یہ بانی اور پروفیسر اور سکریٹری یعنی مدرسے کے ہمہ ادست اور ہمہ اذوست ہیں - ع

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ

سو عبد الحمید خاں صاحب نے اپنے ذہن میں ایک آئیڈل (خیالی) مدرسہ بنا رکھا ہی اور چاہتے ہیں کہ ویسا ہی مدرسہ خراج میں بھی موجود ہو جائے - وید کی اور یونانی اور انگریزی طبابت کا جامع علم طبابت اور عمل طبابت دونوں پر حاوی کہیں اس لڑائی کی تقریب میں جو ان دنوں ہو رہی ہی ان کو چین اور جاپان کے علاوہ کی خبر نہ لگ گئی ہو کہ اُن کو بھی اپنے مدرسے کے کورس میں شامل کر بیٹھیں اور بیچارے طالب العلموں کی جان پر مصیبت پڑے ع

چہاست در سیر ایں مر دم خاں اندیش

تھیں تو ٹیکلی دیکھنے کے طور پر، تو سید ایدیل سکول نہایت عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر پیکلی دیکھا بہت لوگ اس کو شیخ جلی کا منصوبہ ہی سمجھتے ہیں لیکن دنیا میں جتنے بڑے نام و نمود کے کام ہوئے ہیں۔ ابتدا میں شیخ جلی کے منصوبے ہی سمجھے گئے ہیں اور بہت طے لوگوں نے ان کو اپنے استقلال سے واقعات کر دکھایا ہے۔ کیا عجیب کہ سید رسہ بھی فی علم اللہ ایسے ہی بڑے کاموں میں سے ہو۔ تاہم بہت بڑا فرق ہے وہ مکان وقوع اور وقوع میں ہم لوگ۔ تو قعات سننے کے لئے نہیں آئے واقعات دیکھنے کے لئے نہیں سو تو قعات کے مقابلے میں واقعات ہماری ہی نظر میں نہیں جتنے تو عبد الحمید خاں صاحب کی نظر میں کیا جتنے ہوں گے۔ ہم نے سید احمد خاں کو دیکھا ہے کہ علی گڑھ محمدن کالج میں سکر کر دکھایا۔ مگر ان سے پوچھو تو ابھی آٹے میں نمک بھی نہیں عبد الحمید خاں بھی سید احمد خاں ہی کے نائب (طرز) کے آدمی ہیں۔ بلکہ ان سے بھی چند قدم آگے بڑھے ہوئے کیوں کہ سید احمد خاں نے ولایت بنا کر کاجوں اور یونیورسٹیوں کو دیکھا اور ان ہی کے نمونے پر علی گڑھ محمدن کالج جاری کیا۔ عبد الحمید خاں نے یہیں بیٹھے بیٹھے اپنے ذہن سے ایک بات ایجاد کی جو کسی کو بھی نہیں سوجھی کہ مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں کی طبابت کو ملا کر ایک عجوبہ طبابت بنائی جائے۔ تو سید احمد خاں پھر بھی مقلد ہیں اور عبد الحمید خاں موجود و شتان بینہما ہاں ایک مزیت عبد الحمید خاں کو اد بھی ہے کہ انھوں نے اپنی وضع نہیں بدلی۔ مگر ان کے افتاد مزاج سے تو ڈر لگتا ہے جب سید احمد خاں کے سر میں اس طرح کے خیالات گونجنے شروع ہوئے تو وہ بھی ہماری ہی وضع رکھتے تھے غرض سید احمد خاں نے عبد الحمید خاں سے لئے ہیں دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے۔ تو جب سید احمد خاں نے باوجودیکہ علی گڑھ محمدن کالج میں دندرز (محامیات) کر دکھائے اور ان کو آٹے میں نمک بھی نہ سمجھا کیوں کہ اطمینان ہو سکتا ہے کہ عبد الحمید خاں سے ہم کو دوسرے کی اندرونی حالت ٹھیک ٹھیک معلوم ہوگی پتے ٹر دتھہ ہول ٹر دتھہ تنگ بٹ ٹر دتھہ دج اور بالکل سچ اور سچ کے سوائے کچھ نہیں بات یہ ہے کہ یہ زمانہ ناوٹھی (جذرت) کا زمانہ ہے ہزاروں نئی نئی چیزیں دریافت اور ایجاد ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسی طرح نئی نئی سیاریاں چل پڑی ہیں۔ ساٹھ برس کی عمر تو میری ہونے لگی ہے۔ تو انفلوئنزا کا کبھی

نام بھی نہیں سنا تھا یا اب یہ حال ہو کہ تمام روئے زمین پر انفلوئنزا کا تسلاکچا ہوا ہے۔ زندگی اور زندگی کا مسئلہ کچھ بھی دقین کہ آج تک کوئی اس کو اچھی طرح حل نہیں کر سکا۔ جتنا چھانور کرنا جس قدر فلاح کر دے گا۔ کاوش و تفتیش سے وہ کم کرتی ہوتی جاتی ہے۔ وہ ناہوا تاکچہ بھی نہیں میں ایک انگریزی اخبار کا مد تو کس سبکدائرہ دیکھا ہوں۔ اس میں جہاں اور مضامین ہوتے ہیں ایک کالم پچیس میریجز اینڈ وٹھس پیدا لیش شادی بیاہ اور موت، کا بھی ہوتا ہے تو میں ادب اگر اموات کو اکثر دیکھتا ہوں اس خیال سے کہ انگریزوں نے فن طبابت میں بڑی ترقی کی ہے دیکھیں ان لوگوں کی زندگی کتنی دراز ہوتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں میں نے تو آج تک ان لوگوں میں کوئی غیر معمولی بات پائی نہیں یہی ساٹھ ستر برس گھسیٹ کر علی الاکثر ہم بھی مرتے ہیں یہ بھی مرتے ہیں۔ ہاں جس نزاکت سے یہ لوگ مرتے ہیں وہ البتہ عجیب ہے۔

شاید لارڈ رے گورنر ممبئی کی بی بی کا ذکر ہو کہ وہ ہیفے کے مرے ہیں ان کے مے پیچھے اس کی تحقیقات ہو گئی کہ انھوں نے کیوں ہیفہ کیا۔ ان لوگوں میں یہی تو بڑی صفت ہو کہ ہر ایک واقعے کے سبب کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ بے شک تحقیقات ان مرنے والے کے حق میں تو کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتی تھی مگر البتہ فوہست سے اسباب دریافت ہوئے ہیں اسلذا دیندرا اور ان سے باقی ماندگان نے بڑے فائدے اٹھا لیے ہیں ہزاروں جانیں مرگ بے ہنگام سے محفوظ رہیں۔ ہماری طرح نہیں کہ روئے صومالیہ پر پڑے ہوئے کھوکھلے ٹیڑھے۔ غرض لیڈی صاحبہ کے مے پیچھے تحقیقات ہونے لگی کہ انھوں نے کیوں ہیفہ کیا آخر معلوم ہوا کہ گورنمنٹ ہوس میں جس گھوس کی یہاں سے چائے کے لئے دوہا آتا تھا اس کی بھینسیں کم گائوں کے لاب میں پانی پیئے جایا کرتی تھیں اور ان لیڈی صاحبہ کے مرنے سے کوئی دریافت نہیں پہلے اس گائوں میں چند آدمی ہیفے سے مرے تھے اول تو سے سے ہیفے کے متعدی ہوئے تھے میں ڈاکٹروں کا اختلاف ہو اور کورنٹائن (قرنطینہ) کے بارے میں اس پر بڑی بحث ہو چکی ہے۔ خیر ہم ہیفے کو کھٹیمس (تندی) مانے لیتے ہیں تو اب ذرا اس سلسلہ کو دیکھ لیں کہ ایک گائوں میں چند آدمی ہیفہ کیا مہینوں پیچھے ان کے ہیفے کا اثر تالاب میں آیا پھر تالاب پانی میں پھر پانی سے بھینسوں میں۔

بھینسوں سے دودھ میں۔ بھر دودھ سے لیڈی صاحبہ میں غیر لیڈی صاحبہ تو بڑی آدمی تھیں بلکہ کو
 ہینے کی ریشہ دو انیاں پہلے سے معلوم ہوتیں تو وہ شاید اس کا انسداد کر بھی سکتیں تھیں مگر یہ تو فرمایا کہ ہم
 جیسے غریب آدمیوں سے بھی ایسا تھر مکن ہر گز نہیں۔ لیکن جیسے تھر مکن نہیں ویسے ہی خدا کے فضل
 سے ہم چھوٹی موٹی بھی نہیں۔ بلکہ اگر ان بھینسوں کا دودھ پینے کو ملا ہوتا تو مرنے کی جگہ پی پی کر ایسا موٹا
 ہونا کہ بچان بھی نہ پڑتا۔ اب تو یہاں تک نوبت پہنچی ہو کہ یہی پانی جس کو پیتے اور یہی ہوا جس کو تنفس کرتے
 اور جن پر ہم ایک ذی حیات کی زندگی کا مدار ہے۔ ان میں بھی زہر لگتا ہے۔ پیا اور مرے سانس لیا اور ٹیس بھٹے
 اکٹروں سے لڑے کون۔ بے شک جو یہ فرماتے ہیں بجا اور جو یہ تجویز کرتے ہیں درست۔ مگر زمین و آسمان کے
 ریزان سے کہ ضرر کل جائیں۔ کہاں جا کر لیس۔ غرض ڈاکٹروں نے بات بات میں بال کی کھال
 ٹال کر زندگی کو دھڑکنے لگایا۔ دینے کے قابل نہیں رکھا تو کہاں اور مٹی نئی بیاریاں ہیں پٹی ہل سی طرح
 ناسخا کہ دلپسی (استسقا) ایک بیماری ہوتی ہے جتنا پانی پئے جاو اور پیاس لگتی چلی آتی ہو۔ پھر اس کی قمیص
 فی تھیں کہرتی ہوتا ہو مٹی ہوتا ہو اور شاید اور بھی قیصر ہوں۔ مگر ان دنوں ایک نئی قسم کا استسقا چلا ہے
 استسقا درمی کہ آدمی اپنے پیٹے نہیں دوسروں کے پیٹے روپیہ جمع کرتا ہو اور تین صد روپیہ جمع کرنا جاتا ہو اس کی
 ش بڑھتی جاتی ہے اس مرض کا اگر اس کو مرض سے تعبیر کیا جائے نشو و نما اس طرح ہوتا ہو کہ خدا سے تعالیٰ
 نہ کسی خاص بندے پر اپنی رحمتِ عالمہ کا پر تو ڈالتا ہے خاص کند بندہ مصلحت عام را چہ رہے
 ، اپنی قوم کی حالت پر نظر کرتا بھر دوسری قوموں کی حالت سے اس کا عقائد کرتا اور اپنی قوم کو پاتا
 اس بلے ہنر بے وقعت کا بل جاہل انسانیت سے دور حیوانیت سے نزدیک اور وہ قوم کی مصیبت
 یہ کہ بے قرار ہوتا اور اس کے دفع کرنے کی تدبیر کر چلتا چوں کہ قوم کی حالت کو قوم ہی کی کوشش درست
 قی ہو وہ قوم کو ملامت کرتا اور قوم کے لیے قوم سے لڑتا اس مرض کا اصلی نام تو ہر فارم اور استسقا
 اس کا میں نے تذکرہ کیا اس کے لوازم میں سے یہی ہم کو خدا نے نہ تو رفاہی کے سے دل دیئے
 ہاں اس دور نہ ان کی سی ہمت نہ ان کا سا استقلال۔ ہم کسی رفاہی کے کام کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کیا کرنا
 ہوا اور کیا کر رہا ہو۔ پس میں اس مدرسے کے ریل و رتھ (اہلی امداد) کے بانیوں میں کوئی لڑنے

نہیں دے سکتا اس واسطے کہ میں پرفیشنل مین (طباقت پیشہ) نہیں بلکہ اسی مدرسے کی ریلنگ کے جانچنے کی لیاقت نہیں۔ ہاں ظاہر کی اوپری چند موٹی موٹی باتیں ہیں جن کی نسبت میں کچھ رنگ رمارکس دیان سرسری کر سکتا ہوں۔ مدرسوں کی کامیابی خاص چند باتوں سے جانچی جاتی ہے۔ سب سے پہلے مالی حالت کیوں کہ تمام کامیابیاں متفرع ہیں بعض منقوش پر فنڈز نہ ہوں تو کسی کی محنت بھی پیش نہیں جاتی۔ سو خدا کا فضل ہو کہ مدرسے کی مالی حالت اگرچہ عبدالمجید خاں کے آئیندگیل سکول پر نظر کرتے تو پیاسے کے لئے اونس پر مگر قوم کی حالت کے اعتبار سے نعمت ہو اور سچی بات تو یہ ہو کہ بلکہ اس مدرسے کے فنڈز کی طرف سے کبھی بھی تردد نہیں ہوا۔ ہمارے حکم صاحب کو کل مقناطیسی ہی ایسا یاد ہو کہ دراد باکراؤس سے کام لیں تو روپیہ آپ سے آپ گھٹا ہوا اچلا آئے چندہ بھی تو ادنی ہی دیں گے اور آدمی بھی بامقدور۔ اور گویہ لوگ مدرسے کی قدر نہ بھی کریں اپنی زندگی اور تندرستی کی تو سب سے زیادہ قدر کرتے ہیں اور آدمی ہیں تو مارٹل (دانی) بھی ہیں اور مارٹل ہیں تو کبھی نہ کبھی حکیم صاحب کے قابو میں آئیں گے ضرور بشرطے کہ مجھ جیسے گراں جان نہ ہوں مگر زندگی سیری طح وقت اور عادت کو ضبط کرے گا اور نہ اس عمر میں تنا کر ارا ہو گا جتنا کہ ماشاء اللہ چشم بدور میں ہوں۔ ہمارے ہاں روگی ہونا تمنا ہے امارت ہو۔ موجبات ترغیب جو خدا نے امیروں کو دے رکھے ہیں وہ ان کو زیرِ سط (مداعت) کر نہیں سکتے۔ اور ان کا بیمار ہونا بلکہ بیمار رہنا تعجب کی بات نہیں بلکہ ان کا تن درست رہنا بلکہ مطلق جینا تعجب کی بات ہے۔ غرض فنڈز کے جمع ہونے میں دیر ہو تو ہو وہ بھی اس سے کہ عبدالمجید خاں صاحب اس رسی کو ڈھیلا چھوڑتے رہیں مگر فنڈز تو جمع ہوں گے اور ضرور جمع ہوں گے اور خاطر خواہ جمع ہوں گے۔ فنڈز کا جمع کر لینا کچھ مشکل نہیں فنڈز کا ہینڈل (ضبط و انتظام) کرنا البتہ مشکل ہے اور وہ عبدالمجید خاں صاحب کا کام ہے بے شک سب سے زیادہ ان ہی کو رحمت ہو مگر جیسی رحمت ہو ویسی ہی ناموری ہو ویسا ہی اجر عاقبت ہو بشرطے کہ تیرت بخیر ہو۔ اور چشم بدور ان کے استغنا سے ظاہر ہو کہ نیت کے بخیر ہونے میں تو ہر کہ شک آرد کا فرگرد۔ فنڈز کے بارے میں عبدالمجید خاں صاحب کی مسئلہ حقیقت کے علاوہ حکام کی توجہ بھی اطمینان کا بڑا ذریعہ ہے۔

انہاں کہ خاک را نظر کمیا کنند

آیا بود کہ گوشہ چشمے بہا کنند

تمام تر گوشیاں ایک طرف اور ان کا برسوں دن ٹھوڑی دیر کے لئے شریک ہونا ایک طرف۔ اگر بچھنے والوں کو اتنا اشارہ بھی ملے کہ تاتھا کہ یہ مدرسہ ارفع اور مفید اور ضروری نہ ہوتا تو یہ بڑے بڑے حاکم شریک جلسہ ہونا کیسا احمق و خوج بھی تو نہ کرتے۔ سب گھوڑے ایک طرح کے نہیں ہوتے۔ بعض نے تو دیکھا کہ اگاری بچاپی کھولی گئی اور کچھ گئے کہ چلنا ہی اور بے غدر پٹنے پر آمادہ ہو گئے۔ بعض زیر کچے کھٹنے سے پہچان جاتے ہیں بعض کاب میں پانور کھٹنے سے۔ بعض یاگ کے اشارے کے منتظر ہوتے ہیں۔ بعض ٹٹکاری کے بعض ایڑ کے۔ بعض ایڑ اور ٹٹکاری دونوں کے۔ بعض چابک کے اور بعض شاید اوگھی کے مقصود تو یہ ہو کہ تو چلے۔ مگر کیوں کر چلے یہ مانگنے والے کے امتیاز پر موقوف ہو۔ سرکار کو کام ہی ایسی رعایا سے پڑا ہی جن کو اپنے نفع و نقصان کی بھی تمیز نہیں۔ اگر واقع میں سرکار کو ہم لوگوں کی حالت درست کرنی ہو تو لادنے لدا دے لادنے والا ساتھ دے لینے آپ ہی سوچے کہ ہم کو کیا درکار ہو۔ اور آپ ہی اس کا سامان بھی مہیا کرے۔ سب ہم ہماری ہی ٹیڈی کارگزاری ہو کہ اس میں اڑنے لگائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ بھلا بے فکر کے لئے سستی کی رسم اس ملک سے موقوف ہوتی۔ ہرگز نہیں بے سرکار کے کیئے دختر کشی کا افساد ہوتا۔ ہرگز نہیں۔ بے سرکار کے کیئے چمپک کا ٹیکہ رواج پاتا ہرگز نہیں۔ ان ہی چند باتوں سے معلوم ہو سکتا ہو کہ ہم لوگ اپنی زندگی اور تن درستی کی کہاں تک حفاظت کرنے پر آمادہ ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ سرکار نے طب جیسی ضروری چیز کو جو زندگی کا مدار اور تن درستی کا موقوف، ایہ کیوں ایسی خراب میں جھوڑ رکھا ہو۔ ہاں دواؤں و کس کے اہتمام ہوتے ہیں۔ جب لوگ کسی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں تو حلال خوروں کی فوج نکلی کوچل میں صبح و شام اپنی دواؤں کو امداد کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہو۔ سرکار نے ہسپتال کوڈ کے جاری کئے ہیں۔ جسم و جان کی پوری پوری حفاظت کر دی ہو مگر کچھ نہ بھی ہو کہ طب کی بدانتظامیوں سے کتنی جانیں ضائع اور کتنے خون ہدر ہوتے ہیں جس طرح لوگوں کے مزاجوں میں خفیت سے ہرج مرج کا پیدا ہونا کچھ ٹیڈی بات نہیں۔ ایسی طرح خفیت سے ہرج مرج کا علاج کی بے تدبیری سے اشتداد پکڑ جاتا کچھ ٹیڈی بات نہیں۔ اور مرض کا اشتداد پکڑے پیچھے مریض کا ہلاک ہو جاتا کچھ ٹیڈی بات نہیں۔ تو وہ کام جو کچھ بیڑا عبد المجید خاں

اٹھایا ہر توان کو کافی مدد کیوں نہ دی جائے۔ احمدیہ عبد الحمید خاں کا ائیندین سکول نہ سہی۔ نری
 طب یونانی ہی ایسی کہاں کی گئی گزری ہو۔ اب تک تو طب انگریزی اس کو شکی دہتر لزل نہیں سکی۔
 اور شکی کرتی ہوئی معلوم ہوتی بھی نہیں۔ اب بھی سو میں شاید نانوے آدمی اس کے گرویدہ ہیں۔ اور
 نئے سنائے گرویدہ نہیں بلکہ سینکڑوں برس کے سوارث تجربے کے بعد گرویدہ ہوئے ہیں۔ تو جب طب
 یونانی کی جڑ ایسی مضبوط ہو کہ وہ کسی کے اٹھاڑے اٹھ نہیں سکتی اور وہ عیسائی مفید ہو دینی ہی اصلاح طلب
 بھی ہو تو اس کی اصلاح گورنمنٹ کا عین فرض ہو۔ کیوں کہ گورنمنٹ نے رعایا کی ہر طرح کی حفاظت
 اپنے ذمے لی ہو۔ ازاں جلد رعایا کی اہل حق و درستی کی بھی اور حفاظت اپنے ذمے لی ہو تو کچھ نفعت نہیں
 لی اس کے بدلے ہم خراج بھرتے ہیں ٹیکس دیتے ہیں اور باوجودیکہ سرکار ہماری بہم وطن نہیں ہم قہم نہیں
 ہم مذہب نہیں ہزاروں کوس دور بیٹھے ہم اس کی بجز مناتے ہیں کہ کم سے کم اتنا تو چاہیے کہ گورنمنٹ اس
 سکول کو رگلا کر تسلیم کرے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ڈاکٹر بیڑو جیلا پور پشور امتحان نے کر ڈیپلو حاصل کئے پھر
 اُن کو سرکاری نوکری مل جاتی اور کام پر سلا ہوتے ہی لوگ بے تامل اُن سے علاج کرانے لگتے ہیں۔
 ہمارے ان طالب العلموں کو یہ مشکل درپیش ہو کہ پڑھا بھی اور مطلب بھی کیا امتحان بھی دیا پاس بھی ہوئے
 اور شاید تھے اور انعام بھی پائے اور آخر میں سند بھی ملی مگر چوں کہ وہ سند سرکاری سند نہیں اس میں
 اُن کے ٹپس کرنے کے آگے بڑھانے کی قوت نہیں۔ ان چاروں کو دوسری مصیبت ہو امتحان کا پاس
 کرنا ایک مصیبت اور امتحان کے پاس کیے پیچھے پرکٹس مطلب اکا جانا دوسری مصیبت۔ امتحان کا
 پاس کرنا تو بھری اختیاری بات ہو۔ مگر پرکٹس اکا جانا لوگوں کے دلوں میں اپنی عقیدت کا جھنڈا خضرت و
 اتفاق پر برہوتوں ہو مگر یہ خوش نصیبی سے وہ شخص طبیب زادہ ہو لیکن طبیب زادہ ہو کر اس شخص عقل نے
 پڑھنے کی تکلیف بھی ناحق ہی کی وہ نہ پڑھتا تو بھی طبیب مانا جاتا۔ اور یہ جو بیڑو ڈاکٹر بلاڈیپلو ملہ پندر پرکٹس
 آسانی سے پکٹیش دھام کر لیتے ہیں اور تمام شہروں میں یوٹا فوٹو اُن کی کثرت ہوئی چلی جاتی ہو۔
 اس میں کچھ ان کا کمال نہیں یہ دونوں کے انگریزی ناموں کا شرف ہو۔ طبابت کی بھی کیا ہی مٹی خوا
 ہو ہزار آدمی ابھی تک گندے توید ڈونے ٹوٹے جھاڑ چھونک پڑھا دے اُتارے چھو متیرے طبی خواہ کے

معتقد ہیں ان کو پانی کی جگہ گوا اور بوند کی جگہ ڈراپ کہ کر ٹھسلا لینا کیا بڑی بات ہے۔ ہاں پانی کو پانی اور بوند کو بوند کہیں اور پھر بیماروں کو بھروسے توڑے جائیں تو جانیں۔

فخرزے بوسکول کی کامیابی کا ٹسٹ (معیار) ہر طالب العلوی کی تعداد اُن کا اوسط حاضری اُن کا نتیجہ امتحان۔ سو اگر یہاں کے طالب العلم عمدہ طبیب ہو کر نکلتے ہیں تو اُن کا شمار کم اور بہت کم ہو۔ اور اگر کم حکیم بن کر نکلتے ہیں تو اُن کا شمار زیادہ اور بہت زیادہ ہے۔ اور اس کے فیصلے کو مدتیں چاہئیں۔

بھلا اللہ والہ الذی کہ مجموعہ لکچر کی جلد اول تمام ہوئی۔ حجم کے اعتبار سے جلد دوم بھی اسی کے قریب قریب ہے۔ جنگِ یورپ کے پہلے کاغذ ٹوریوں کے مول تھا اور اب ڈھونڈے نہیں ملتا۔ کہاں ڈیڑھ دو آنے پونہ کدھر اٹھ ساڑھے اٹھ آنے پونہ چوگئے کا فرق غرض اس زمانے میں کتاب چھپوانا ایک ایسی مصیبت ہے جو دھری جائے نہ اٹھائی جائے مگر دنیا کے کام بند نہیں ہوتے کسی کسی طرح چلے ہی جاتے ہیں۔ پہلے جو کتاب چار آنے کو ملتی تھی اب منافع گھٹا کر کم سے کم بھی رکھو تو اٹھ آنے تو کہیں گئے نہیں۔ باوجود علم ان مصائب کے لوگ گرانی قیمت کی شکایت کرتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ کاغذ تو غیر زیادہ تر اسٹریٹس آتا تھا لیکن وہ چیزیں جو روزمرہ کے استعمال کی ہیں اور میں پیدا ہوتی ہیں اُن کو بھی تو اگ لگی ہوئی ہے۔ ایک گھی بی کو بیچے سبروں کی جگہ چھٹانکوں پر آگیا۔ روٹی کو دیکھئے کہاں چوسری اور کہاں پورے سیر بھر کی بھی نہیں۔ غرض یہ

زندگی ہے کہ اک طوفان ہے	ہم تو اس بیچنے کے ہاتھوں مر چلے
-------------------------	---------------------------------

غریبوں کی کچن نہ پوچھیے امیروں کی مقبرہ آمدنی بھی روزمرہ کے خرچ کو کتنی نہیں ہوتی۔ ہر شخص اپنی حالت میں گرفتار ہے۔ خدا اس غدا کو اپنے گنگار بندوں کے سر پر سے دفع کرے جب جان میں جان آئے بھی تو آج سے کل اور کل سے برسوں بدتر ہی ہوتی چلی جا رہی ہے۔

اللَّهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ الدُّنْيَا قَطْرُ الْمَلَسْمَسِ خَاكَا شَيْءٍ لَدَيْنَا حَمْدُكَ وَغَيْرُكَ

